فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد

الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم حمید خواص و عوام روزگار یعنے

جلد تیسری غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے مع حواشی طحطاوی و ابن عابدین شامی کے، اور الحاشیہ کی تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی

مطبع صدیقی واقع بریلی میں باہتمام مولوی محمد منیر مطبوع ہوا

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

مضمون

تیسری جلد ترجمہ در مختار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ البُیُوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لَمّا فَرَغَ مِن حقوقِ اللہِ العبادات والعقوبات شَرَعَ فی حقوقِ العبادِ المعاملات جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھی فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہے بحرالرائق میں ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ١ حقوق اللہ خالصہ ٢ حقوق العباد خالصہ ٣ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں مگر حق العبد غالب ہے سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئی یعنے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اور اسکے بعد معاملات شروع ہوئے اور انمیں ابتدا نکاح سے ہوئی ہے اسواسطے کہ اوسمیں معنی عبادت کا شمول ہے انتہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بحرالرائق کا قول ظاہر تر ہے چنانچہ فتح القدیر میں تصریح ہے کہ ابتداء معاملات بیع سے نہیں بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے وَمُنَاسَبَتُہُ للوقفِ اِذَا لِعَوْدِ المِلْکِ لٰکِن لَا اِلٰی مالکٍ وَھُنَا اِلَیْہِ فَکَانَا کَبَسِیطٍ وَمُرَکَّبٍ اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالہ ملک ہے لیکن وقف میں بعد ازالہ ملک کے کسی مالک کیطرف ملک راجع نہیں اور یہاں یعنی بیع میں مالک کیطرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہوتی ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کی مانند ہوئی مترجم کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود میں مرکب پر لہذا تعلیم میں بھی مقدم ہے بیع کو مرکب کی مانند کہا اسواسطے کہ بیع سے فی الحقیقت مرکب نہیں ہے اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہیں ہو سکتی وَجُمِعَ لِکَونِہٖ بِاعتِبارِ کَونِہٖ مِنَ البیعِ والمبیعِ والثمنِ انواعًا اربعۃً نافذٌ موقوفٌ فاسدٌ باطلٌ وَمُقایضۃٌ صرفٌ سَلَمٌ بیعٌ مطلقٌ وَمُرابحۃٌ تولیۃٌ وضیعۃٌ مساومۃٌ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ مترجم کہتا ہے یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا مفید ملک ہوسنے کے لحاظ سے وہ نافذ ہے یا مفید ملک عند الاجازۃ ہے وہ موقوف ہے یا مفید ملک عند القبض ہے وہ فاسد ہے یا مفید ملک اصلا نہیں وہ باطل ہے اور مبیع یا عین ہے یا دین پھر بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین بالدین ہے

وہ صرف ہی اور مراد دین سے یہان نقدین ہین یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہی یا بیع العین بالدین ہی وہ بیع مطلق ہے اور یہی قسم اکثر خلق مین رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اوسکو بیع مطلق کہا اور یہان دین سے وہ مراد ہی جو نقد اور نسیہ دونونکو شامل ہے اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہین یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہی یا بیع اوس ثمن پر ہے جسپر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوگیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنے مفعول لیجئے تو اب بیع بیع کی مانند بیع کو بہی بصیغہ جمع ذکر کرنا صحیح ہوگا **هو لغة مقابلة شيء بشيء مالاً او لا بدليل وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ** بیع لغت مین عبارت ہی ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھہ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف ؑ کے بہائیون نے یوسف ؑ کو بیچا ناقص ثمن سے **ھ** کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تہی اطلاق مال کا انپر نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی مین مبادلہ مال کا مال سے شرط نہین لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت مین عبارت ہی تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع مین بہی اسیطرح ہی اور اسیطرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بہی تملیک مذکور سے عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتی ہین مگر عرف مین لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بہائیون نے ۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تہا اور جسنے خرید کیا تہا اوسنے عزیز مصر کے ہاتھہ ۲۰ دینار کو بیچا تہا کذا فی الطحطاوی **وهو من الاضداد** اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہی یعنی خریدا اور فروخت دونوں مین مستعمل ہوتا ہی شرا کے لفظ کی مانند **ويستعمل متعدياً وبمن للتاكيد او باللام يقال بعتك الشيء وبعت لك فهو زائدة قاله ابن القطاع** اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہی دو مفعولونکے ساتھہ اور من کے ساتھہ تاکید کیواسطے یا لام کے ساتھہ مستعمل ہوتا ہی عرب بولتے ہین بعتک الشی وبعتہ لک تو لام زائد ہے ایسا کچھہ کہا ہی ابن قطاع نے **وباع عليه القاضي اي بلا رضاه** اور بولتے ہین باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اوسکا مال بدون اوسکی رضامندی کے بیچ لیا **ھ** کہتا ہی شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بہی متعدی ہوتا ہی اور عدم رضا علی کے لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عام اختیار ہے **وشرعاً مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله خرج غير المرغوب كتراب وميتة ودم** اور شرع مین بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون **ھ** کہتا ہے یہہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بہی صادق آتی ہے اسواسطے کہ اونمین بہی مبادلہ ہی مرغوب کا مرغوب سے اور وہ دونون وجہ مخصوص کی قید سے نہین نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہی یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلة المال بالمال بالتراضی یعنے مال کو مال سے بدلنا برضاء عاقدین یہہ حقیقت ہی بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال مین داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اوسکا رکہہ چھوڑنا حاجت کیوقت کیواسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیون کے تمول سے یا بعض آدمیون کے تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سے اور شرعاً اوسکی اباحت انتفاع سے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ اور جو چیز لوگون کے نزدیک مال ہو لیکن اوس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہین چنانچہ شراب اور جبکہ دونون امر یعنے تمول اور اباحت نہون تو دونون سے ایک بہی ثابت نہوگا چنانچہ خون کہ نہ اوسکو مال کہتی ہین نہ متقوم بولتے ہین **على وجه مفيد مخصوص اي بايجاب او تعاط** مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہی یا تعاطی **ھ** کہتا ہے طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجئے تو تبرع من الجانبین بیع مین داخل ہو جاوے اسواسطے کہ فقط ایجاب اوسمین بہی ہوتا ہی **فخرج التبرع من الجانبين** تو تبرع من الجانبین یعنے باہم ایکدوسریکو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا **ھ** کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ تبرع

من الجانبین مبادلہ مین داخل ہے اور بوجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض بوجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ مین داخل تھا والھبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے یہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہی ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہین لیکن بنظر انتہا کے بیع ہے وخرج بمفید ما لا یفید فلا یصح بیع درھم بدرھم استویا وزنا وصفۃ اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین بیع درم کی درم سے جوکہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہے اور اگر ایک درم کا وزن دوسری سے کم یا زیادہ ہی تو فاسد ہی بسبب بیاج کے نہ بسبب عدم فائدہ کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہی چنانچہ ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو ظاہرا بیع جائز ہے بسبب فائدہ کے کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الآخر صیرفیۃ اور صحیح نہین بدلنا اور مجرا کر لینا ایک شریک کا گھر کے حصہ کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیہ یعنے ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونوں کے حصے برابر ہین سو دونکا مبادلہ صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اسمین کچھہ فائدہ نہین ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوتی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وھما رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہے فتح القدیر مین ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو قولی ہو یا فعلی وشرطہ اھلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہی بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہے شرط بیع کی عاقدین مین تمیز اور وہ ولایت ہے جو ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اور اوسکی اثر کو سمجھتا ہو تو اوسکی بیع منعقد ہی اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہی تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونونکا وکیل ہو اوسکی بیع منعقد نہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہین اور تمام اہل مجلس نے اوسکو سنا تو اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کی بحر الرائق مین چھتر شمار کی ہین جسکا جی چاہے اوسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کہتا ہے بیع مین شرط یہہ ہی کہ مال متقوم شرعاً مقدور التسلیم ہو فی الحال یا فی المآل تو مال کی قید سے حر یعنے آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا مبیع مین یہہ شرط ہی کہ مملوک ہو بیع کیوقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علے المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اوسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہی بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہی اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کہتا ہی ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہی اور اوسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہی اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اوسکی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز بیع کی حکمت انتظام ہے بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہے انسان حاجتمند ہی طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کیواسطے کھیت کا جوتنا پھر اوسمین بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلے ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین اوسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ اوسکی حاجات روا ہون اسطرح پر کہ کچھہ خرید کرے اور کچھہ آپ کرے تو اگر بیع شرعاً سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی اشے

مطلوب کو یا زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا صبر کرکے مرجاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہین تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے مین بقاء مکلفین محتاجین ہے اور دفع حاجات ہے بطریق انتظام معقول کے کذا فی النہر وصِفَتُه مُبَاحٌ مکروہٌ حرامٌ واجبٌ اور بیع کی صفت یہ ہے کہ بعضی بیع مباح ہے اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانون مین کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اوسکا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونیکا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اوسکے خود مال تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وَثُبُوتُه بِالکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالاِجْمَاعِ وَالقِیَاسِ اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم کہتا ہے قران مین ارشاد ہوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث مین بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی عن البیان ہے اور قیاس سے یہان قیاس شرعی مراد نہین اسواسطے کہ یہان مقیس اور مقیس علیہ نہین بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش مین مستغنی نہین ہوسکتے فَالاِیْجَابُ هُوَ مَا یُذْکَرُ اَوَّلًا مِنْ کَلَامِ اَحَدِ المُتَعَاقِدَیْنِ وَالقَبُوْلُ مَا یُذْکَرُ ثَانِیًا مِنَ الاٰخَرِ سَوَاءٌ کَانَ بِعْتُ اَوِ اشْتَرَیْتُ سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوگیا کہ قبول اوسکا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بِعْتُ کا ہو خواہ اِشْتَرَیْتُ کا ہم کہتا ہے اگر بائع نے اول یون کہا کہ مین نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا مین نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یون کہا کہ مین نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدیر مین ہے کہ لغت مین ایجاب بمعنی اثبات ہے مطلقاً اور یہان اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضای اَوّلی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے ممتاز ہوجاے اَلدَّالُّ عَلَی التَّرَاضِیْ قَیَّدَ بِهٖ اِقْتِدَاءً بِالاٰیَةِ وَبَیَانًا لِلْبَیْعِ الشَّرْعِیِّ وَلِهٰذَا لَمْ یَلْزَمْ بَیْعُ المُکْرَهِ وَاِنِ انْعَقَدَ وَلَمْ یَنْعَقِدْ مَعَ الهَزْلِ لِعَدَمِ الرِّضَاءِ بِحُکْمِهٖ مَعَهٗ هٰذَا ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرانی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کردینی کیواسطے ولہذا مکرہ کی بیع لازم نہین ہوتی اگرچہ منعقد ہوجاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھہ بیع منعقد نہین ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہین خوش طبعی کے ساتھہ اسکو دریافت کرنے ہم کہتا ہے بہتر یہہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونو جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہین ہوتی بلکہ قبول کے ساتھہ تو کنز کی عبارت بہتر ہے مُبَادَلَةُ المَالِ بِالمَالِ بِالتَّرَاضِیْ اور قران مجید مین تراضی یون ارشاد فرمائی اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کی مانند اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ بحر الرائق مین مصرح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اوسکی شرح مین مصرح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھہ بیع منعقد ہوجاتی ہے اسواسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع مین لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یون کہنا کہ ہزل کے ساتھہ منعقد نہین ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَیَرِدُ عَلَی التَّعْرِیْفَیْنِ مَا فِی التَّاتَارْخَانِیَّةِ لَوْ خَرَجَا مَعًا صَحَّ البَیْعُ اور ایجاب اور قبول دونون کی تعریفون پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھہ ہی نکلین تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت مین ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہین تو مصنف کی دونون تعریفین مسلم نہین لٰکِنْ فِی القُهُسْتَانِیِّ لَوْ کَانَا مَعًا لَمْ یَنْعَقِدْ کَمَا قَالُوْا فِی السَّلَامِ لیکن قہستانی مین ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھہ ہی ہون تو بیع منعقد نہوگی چنانچہ فقہا نے سلام مین کہا ہے یعنی اگر سلام اور اوسکا جواب ساتھہ ہی نکلین تو جواب ادا نہوگا اعادہ اوسکا لازم ہے یہہ شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم وَعَلَی الاَوَّلِ مَا فِی الاَشْبَاهِ تَکَرُّرُ الاِیْجَابِ مُبْطِلٌ لِلْاَوَّلِ اِلَّا فِیْ عِتْقٍ وَطَلَاقٍ عَلٰی مَالٍ

وصحیح فی الصلح اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر عتق اور طلاق بعوض مال مین مبطل نہین اور اسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا ہم تکرار ایجاب کیصورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہی کہ بائع نے کہا کہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا پہر بولا کہ مین نے اسکو دوسو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ قبول ایجاب ثانی کیطرف راجع ہوگا اور دوسو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولے نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پہر بولا کہ تو آزاد ہی دوسو دینار پر سو غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اوسپر دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہان گفتگو ہے تکرار ایجاب مین اور اسیطرح نظم آیندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اول سے مراد یہہ ہی کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ بنسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہو کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی وَفی المنظومۃ المحبیۃ ؎ وکلُّ عقدٍ بعدَ عقدٍ جُدِّدا • فَابطِلِ الثانی لانہ سُدیً • فالصلحُ بعدَ الصلحِ اَضحیٰ باطِلا • کذا النکاحُ ما عدیٰ مسائِلا • منہا الشراءُ بعدَ الشراءِ صُحِّحوا • کذا الکفالۃُ علی ما صرّحوا • فی المرائی صلحہ فی المحقق • منہا اذا زیادۃُ التوثُّقِ • اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسیطرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہی یعنی دوسری نکاح سی مہر مسمی لازم نہین آتا مگر چند مسائل مین عقد ثانی باطل نہین ہوتا ازانجملہ خرید بعد خرید کو علمانے صحیح کہا ہی اسیطرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین بموجب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین اسوقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہی یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سی یا اصیل سی اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہین وھُما عبارۃٌ عن کلِّ لفظینِ یُنبئانِ عن معنی التملیکِ والتملّکِ ماضِیینِ کبعتُ اشتریتُ اوحالینِ کمضارِعین لم یقترنا بسوف والسین کابیعکَ فیقولُ اشتریہ اواحدُہما ماضٍ والاخرُ حالٌ اور ایجاب اور قبول عبارت ہے اُن دو لفظون سی جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونو لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعتُ واشتریتُ یعنی مین نے بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حال کی ہون جیسی لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جن سی سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعکَ یعنے مین تیری ہاتھ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتریہ یعنی مین اوسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطِ نیت ایجاب فی الحال کذا فی النہر ہم شرح زیلعی مین ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اوس لفظ سی جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خریدا یا مین راضی ہوا یا اسکو لے بعوض اتنے کے اور برہان مین ہے یا بائع نے کہا کہ کہا لے اس کھانے کو بعوض درم کے پہر مخاطب نے طعام مذکور کہایا تو بیع تمام ہوگی اور کہانا اوسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہہ گھر یا یہہ غلام تجکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہہ بیع بالاجماع صحیح ہی اور حاشیہ سری الدین مین ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجکو اوسکی قیمت دی تو مین نے اوسکو تیری ہاتھ بیچا پہر مخاطب نے اوسی مجلس مین قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا کہ وہ تیری واسطے ہی اگر تجکو پسند آوی یا اچہی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا مجکو پسند آئی یا اچہی معلوم ہوتی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحر الرائق مین ہی تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہون گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ اونمین معنی معتبر نہین اونمین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کیواسطے صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہین اور جبکہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کیطرف خطاب کیا تو قبول مین خطاب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے اسکو تیرے ہاتھ اتنے پر بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نکہا کہ مین نے تجہ سی قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی لکن لا یحتاج الاولُ الی نیۃٍ بخلافِ الثانی فان نویٰ بہ الایجابَ للحالِ صحّ علی الاصحّ والّا لا الّا اذا استعملوہ للحالِ کاھلِ خوارزم فکالماضی کما مبیعکَ الآن لتمحّضہ للحالِ ولیکن اول یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کیواسطے نیت کی کچہ حاجت نہین بخلاف

مین بطریق ادنے بدون چہوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہوگی اور بنابر تصریح بحرالرائق کے جو خلاصہ وغیرہا مین ہے وہ اسی پر محمول ہو ہم یعنی خلاصہ
کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہو طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح مین خلاصہ سے یون نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی مین بھی ضرور ہے
کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہو انتہی یعنی تصریح قید متارکہ
خود خلاصہ مین موجود ہی تو بحرالرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہی اور حموی کیطرح نہرالفائق مین بھی خلاصہ کی روایت منقول ہی وتمامہ فی
الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمَّن والمبنیُّ علی الفاسد فاسدٌ اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد
مین اس قاعدہ کے تحت مین مذکور ہی کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدہ کے تحت مین کہ جسکی بنا فاسد پر ہوئی وہ
خود فاسد ہی یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وَقیل لابُدّ فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین
وعلیہ الاکثرُ قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی وَاکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثۃ اقوال
وقد علمت المفتیٰ بہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ بیع التعاطی مین اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوںکا دینا ضرور ہی طرسوسی نے کہا اسی قول
پر اکثر علما ہین اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہی اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہی اور کرمانی نے اکتفا کیا ہی مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو
اسمین منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتے بہ کو ہم قول اول یہہ ہی کہ ایک کا دینا کافی ہی خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول
ثانی یہہ ہے کہ تعاطی مین دونوکا دینا ضرور ہی اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہے کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہی اور منشاء اس اختلاف
کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہہ تفسیر تعاطی مین اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہی اور بعضی مقام مین اعطاء احد
الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہی اور بعضی مکان مین تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ بوجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہین بالجملہ اعطاء احد الجانبین
کافی ہی اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وَحَرَّرنا فی شرح الملتقی صحۃ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہمنے تحریر کی ہی شرح
ملتقے مین صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع مین خاص نہین ہم شرح ملتقی مین صحت اقالہ احد
الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کی صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہرالفائق سے منقول ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے مَا یَستَجِرُّہ
الانسانُ من البیّاع اذا حاسبہ علی اثمانِہا بعد استہلاکہا جاز استحسانًا جو چیزین آدمی لیتا ہی بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ
بائع اوس سے اُن چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد اونکی استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہی ہم بحرالرائق مین ہی کہ معقود
علیہ کی شرائط سے یہہ ہی کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہوگی لیکن اس قاعدہ سے وہ مسئلہ مستثنی ہی جو قنیہ مین ہے کہ جن چیزون کی بقال سے بدون
بیع کے لینے کی عادت ہی علی وجہ الخرج یعنی بطور اوچاپت کی چنانچہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد منعدم ہونے کے تو صحیح ہی انتہی تو یہان
معدوم کی بیع جائز ٹہری کذا فی الطحطاوی بیعُ البَراءاتِ التی یکتبُہا الدیوانُ علی العُمّالِ لا یصحّ بخلاف بیع حظوظ الائمۃ لانّ مال الوقف
قائمٌ ثَمّ ولا کذلک ھُنا اشباہ وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیعُ خبزہ قبل قبضہ من المُشرِف بخلاف الجُندی بحر وتعقّبہ
فی النھر بیچنا تنخواہ کی اُن چٹہیونکا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر لکہدیتے ہین صحیح نہین بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ اونکی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ وقف
کا مال وہان قائم اور موجود ہی اور ایسا نہین ہی یہان یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہین بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے
کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنیوالی مشرف سے قبضہ کرے جائز ہی بخلاف لشکری
سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہرالفائق مین اسپر اعتراض کیا ہی ہم نہرالفائق مین کہا کہ ظاہرا قنیہ کی روایت ضعیف ہی اسواسطے کہ فقہا کا اسپر
اتفاق ہی کہ بیع معدوم کی صحیح نہین اور اسیطرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہین تو اوسکی بیع کہان صحیح ہوگی اور اوسکو یاد رکہنا چاہیئے
وہبان نے کتاب الشرب مین کہا ہی کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے التفات کے لائق نہین جبتک کہ دوسرے کی نقل سے اوس کی تائید نہو انتہی ملخصا

وَاَفتی المصنفُ ببطلانِ بیعِ الجامکیۃ لِمَا فی الاشباہ بیعُ الدَّینِ انما یجوزُ مِنَ المدیون اور فتوی دیا ہی مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے اسواسطے کہ اشباہ مین ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہین مگر مدیون سے جائز ہی ہم جامکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہین جو سلطان یا امیر نے اوسکو واسطے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہی کہ دو چار مہینے کی چڑہی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھہ بیع کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہی اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہین اور مدیون سے بیچنے کیصورت یہہ ہی کہ کپڑا بیچا بعوض غلام کے سوا ایک نے غلام پر تو قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اوسی شخص کے ہاتھہ بیچا چند دراہم معینہ کی عوض تو بیع صحیح ہے اور اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ بیع ہی منقول کی اوسکے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہہ جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا فی الاشباہ لایجوزُ الاعتیاضُ عن الحقوقِ المجردۃ کحقِ الشفعۃ وعلی ھذا لایجوزُ الاعتیاضُ عن الوظائفِ بالاوقافِ اور فتاوی مصنف اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہین جیسا نچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدہ کے جائز نہین عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم۔ وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ مین ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہین حق مجرد کی قید اسواسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیہا فی آخرِ بحثِ تعارُضِ العُرفِ مع اللغۃِ المذھبُ عدمُ اعتبارِ العرفِ الخاصِ لکن افتی کثیرٌ باعتبارہٖ وعلیہ فیُفتی بجوازِ النزولِ عن الوظائفِ بمالٍ اور اشباہ کی تعارض عرف اور لغت کی آخر بحث مین ہی کہ ظاہر مذہب یہہ ہی کہ عرف خاص کا اعتبار نہین لیکن بہت علمانے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہی تو بموجب اسکی فتوی دیا جاتا ہی وظائف اوقاف سے کنارہ کرنیکے جواز کا بعوض مال کے ہم یہہ قول مخالف نہین قول سابق سے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہین اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہین ظاہر الروایۃ مین اور یہہ قول متفرع ہی قول مفتی بہ پر کہ عرف خاص معتبر ہی بنای احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہی جو سب لوگون مین رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہی چند لوگون مین رائج ہو چنانچہ فقہا مین خلاصہ یہہ ہی کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہی لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنے فتاوی مین کہا کہ جواز نزول کیواسطے کوئی اصل معتمد نہین لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اسپر چلتے ہین اور بعضے علمانے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہی کہ امام حسن نے معاویہ سے نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اوسقدر مال پر جو ہر سال اونکو کافی ہوا در حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وبلزوم خلوِ الحوانیتِ فلیس لربِ الحانوتِ اخراجُہ ولا اجارتُہا لغیرہٖ ولو وقفًا انتھیٰ اور بنابر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہی خلو دکاکین کے لزوم پر تو دکانون کے مالک کو صاحب خلو کا خارج کردینا جائز نہین اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اوسکے سوا کو اگرچہ دوکانین وقف ہون انتہے ما فی الاشباہ ہم حقیقت خلو یہہ ہی کہ دافع دراہم اوس منفعت کا مالک ہو جسکے مقابلہ مین اوسنے دراہم دئے خواہ یہہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہہ ہے کہ وقف مین مکانات قریب الانہدام ہون تو واقف یا ناظر وقف اوس شخص کو بکرایہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھہ صرف کریگا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہوا در بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہوجاے تو صاحب خلو دو تہائی مین واقف کا شریک ہوگا بعد اسکے سو اگر ان مکانات مین پہر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ مین واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو مین اختلاف ہی مقدسی حنفی اور اجہوری مالکی اوسکو باطل کہتے ہین اور صاحب اشباہ وغیرہ اوسکے جواز اور لزوم کے قائل ہین اسواسطے کہ اوقاف مصر مین ہے کہ دکاکین بازار کی اراضی جبکہ اُن لوگون کے پاس اجارہ ہو جنہون نے دوکانونکو بنایا ہی تو وقف جائز ہے اسواسطے کہ ہمنے اُن دوکانونکو اونکے تصرف مین دیکہا کہ اونکو بیچڈالتے ہین اور اونکو میراث لیتے ہین سلطان اون سے مزاحمت نہین کرتا اون لوگو نپر تو فقط غلہ اور محصول موجود دیا کرتے ہین یہی عادت جاری ہی متاخرین کی مدتہای دراز سے انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دکان کو

منفعت

اوسکا خارج کرنا اور غیر شخص کو اوسکا اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ دوکان اصل مین وقف ہوا تھے اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو مین ایک مستقل رسالہ
لکہا ہی اور صحت خلو کی شرط یہہ ہے کہ دراہم مسند ولہ جہت وقف مین صرف ہون سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہین اور اپنی ذات پر صرف
کرتے ہین اور واقع دراہم کیواسطے خلو مقرر کر دیتے ہین تو یہہ خلو صحیح نہین اور فائدہ خلو کا یہہ ہی کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہی تو اوسپر ملک کے احکام جاری
ہونگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادای دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہوں تو اوسمین حق شفعہ بہی جاری
ہوگا علامہ بحوی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہے اسواسطے کہ اسپر بکثرت عمل جاری ہو گیا ہے تمام ممالک مین خصوصاً دیار مصریہ مین تو اسکی صحت پر اعتماد
کرنا چاہیئے بار تکاب اخف الضررین اسواسطے کہ حکم بطلان سی تضییع اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہی علی الخصوص جبکہ وہ وقف
خیرات اور حسنات پر تو اوسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیہ الدر مختصراً و فی معین المفتی للمصنف معزیا الی الولوالجیۃ
عمارۃ فی ارض بیعت فان بناءً او اشجارا جاز ا ہ مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہے ولوالجیہ کیطرف نسبت کر کے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی
سو اگر عمارت بنای مکان ہے یا درخت ہین تو بیع جائز ہے ہم کہتے ہین لفظ عمارت پر بیع واقع ہوتی بلا ذکر ارض چنانچہ کسیکی عمارت وقف کی زمین
مین ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ اسطرح کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہی کیونکہ مکان اور درخت مال ہین اور ثمن مشتری پر
لازم ہی کذا فی حاشیہ المدنی وان کرابا او کری انہار و نحوہ مما لم یکن ذلک بمال ولا بمعنی مال لم یجز انتہی اور اگر عمارت کہودی
جوتی زمین ہے یا نہر و نکا کہودنا اور صاف کرنا ہی مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اسکے اوس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہے نہ بمعنی مال تو
بیع اوسکی جائز نہین انتہی ما فی الولوالجیہ ہم جو تنے اور صاف کرنے کی مانند زمین کا ہموار کرنا ہی اونچ نیچ سے اور لا بمعنی مال سے مراد ارض موقوفہ
کا سکنی ہے بطریق خلو کے کذا فی الطحطاوی قلت و مفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا رہنہا ولذا جعلوہا الآن فراغا کالوظائف فلیحرر
انتہی ثم سنذکر ما فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی مین کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مفاد یہہ ہی کہ بیع مسکہ جائز نہین اور اسیطرح اسکا رہن جائز نہین اور اسواسطے
اب علما نے اسکو فراغ قرار دیا ہے یعنی مسکہ کو مسمی بفراغ کیا ہی مثل مد متعلقات وقف کے تو اسکی تحریر و تنقیح کرنی چاہیئے انتہی ما فی معین المفتی - اور قریب ہی کہ ہم اسکو بیع الوفا مین ذکر کرینگے
ہم در المختار کے محشیونکا کلام اسمقام مین مختلف ہی لفظاً و معنی طحطاوی نے بیع المسکہ ضبط کیا ہی بحذف میم اور شرح اوسکی یون کی ہی کہ بیع سکہ یعنی کوچہ
غیر نافذ میکے حق مرور کی بیع جائز نہین اور شیخ ابو الطیب اور شیخ عابد سندی مدنی نے مسکہ باضافہ میم ضبط کیا ہی اور اکثر نسخ در المختار کے اسیکے
موافق ہین پہر مسکہ کی مراد مین اختلاف ہی شیخ ابو الطیب نے کہا کہ ظاہر ا مسکہ بالضم سے کنوئین کا کہودنا سخت مکان مین مراد ہی کذا فی القاموس تو بیع اس مکان
کی نہر کہودنے کی بیع کی مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسئلہ سکہ اور مسئلہ حفر بیر کے لئے فراغ کا لفظ مناسب نہین اسواسطے کہ فراغ اوسکو
کہتے ہین کہ کوئی چیز کسی انسان کیواسطے سلطان کیطرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پہر وہ انسان وہ چیز دوسرے کیواسطے ٹہرا دے کچہہ
عوض لیکر تو کنوئین کہودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجکو نے معنی معلوم ہوتا ہی تو بہتر یہہ ہے کہ مسکہ سے یہہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گہر موقوف ہو
اور وہ دوسرے شخص کو دے عوض لیکر تو اسکو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہی کیونکہ قاموس مین منجملہ معانی مسکہ یہہ بہی مذکور ہے کہ المسکۃ ما تمسکت بہ
اور مفتی ابو السعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہی کہ مسکہ متعلق بوقف ہی نہ متعلق بحکم پیر انتہے واللہ اعلم و ینعقد ایضا بلفظ واحد کما فی بیع
القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ بوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین وتمامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہی
ایک لفظ سے بہی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع مین اور باپکے بیچنے مین اپنے طفل سے اور اوسکے مول لینے مین طفل سے اسواسطے کہ بسبب وفور شفقت
باپ کے اوسکی عبارت دو عبارتون کی برابر ٹہرائی گئی اور پورا بیان اسکا درر مین ہی ہم یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا
خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہی اسطرح کہ کہے کہ مین نے اسکی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی
ذات کیواسطے تو جائز نہین کذا فی البحر اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجہی مول لے بیچدے تو بیع جائز نہین اور اگر وصی اوسکی چیز آپ خرید

کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیہ یعنے دس درم کی قیمت والی کو بیس درم دیکر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت بیٹے
طفل سے منفعت طفل بشروط نہین و نور شفقت کے سبب سے فَاِذَا اَوْجَبَ وَاحِدٌ قَبِلَ الْاٰخَرُ بائعًا کان او مشتریًا فی المجلس لا ت
خیار القبول مقیدٌ بہ پہر جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا بائع ہو یا مشتری اوسکو قبول کرے مجلس مین اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس
ہے ف یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب
باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جسمین وہ قول اور فعل نپایا جاے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ ہو جسکے سبب سے
جو ایجاب کو فوت کر دے اگرچہ اعراض کے واسطے نہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور
مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ متغیر ہو کلّ المبیع بکلّ الثمن او ترکہ لئلا یلزم تفریق الصفقة مجلس ایجاب مین عاقد ثانی کل مبیع کو کل
ثمن کے ساتھہ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نآوے ف صفقہ عبارت ہے ہاتھہ کو ہاتھہ پر مارنے سے بیچنے کیوقت اور اب اصطلاح فقہ مین
صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنے غیر کیلی اور وزنی چیز مین یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھہ قبول کرے یا ترک کرے اسمین بعض مبیع کو بعض ثمن سے
قبول کرنا جائز نہین تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلا اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ مین نے یہہ دس امرود یا پونڈے یا لیمون چار پیسے کو تیرے ہاتہہ
بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس مین چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیمون کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ مین نے پانچ امرود
یا لیمون کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہوگی کیونکہ قبول مخالف ہوگیا ایجاب کے الا اذا اعاد الایجاب والقبول تفریق ایجاب جائز نہین
مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کرین تو بیع جائز ہوگی دوسری ایجاب اور قبول سے نہ اول سے او رضی الاٰخر وکان الثمن
منقسمًا علی المبیع بالاجزاء کمکیل وموزون یا راضی ہو جاے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر چنانچہ
کیل اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہوسکتا ہے ف مثلا بائع نے کہا کہ مین نے دس سیر گیہون دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ مین نے پانچ سیر گیہون پانچ
آنے کو خرید کیے اور بائع اسپر راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی سو اس صورت مین قبول ایجاب ٹہہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہوگئی اور ایجاب اول
باطل ہوگیا والّا وان رضی الاٰخر لعدم جواز البیع بالحصة ابتداءً کما حررہ الوانی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہو تو بیع
جائز نہین اگرچہ دوسرا شخص تفریق بالقبول پر راضی ہو جاے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا مین جائز نہین کذا حررہ الوانی المحشی للدرر ف اگر
انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہو بلکہ انقسام بالقیمة ہو یعنے مبیع کے اجزا متفاوت القیمة ہون چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑے انکو
بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا
مین جائز نہین اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اوسکے نصف گہر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف
باقی کی خرید سے راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا مین عارض ہوئی نہ ابتدا مین اور عدم جواز بیع مذکور اوس صورت مین ہے کہ
بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علحدہ علحدہ نہ مذکور کی ہو کذا فی الطحطاوی او بیّن ثمن کلٍّ کقوله بعتہما کل واحد بمائة وان لم یکرر
لفظ بعت عند ابی یوسف ومحمد وهو المختار کما فی الشرنبلالیة عن البرهان یا ہر ایک کا ثمن علحدہ علحدہ بیان ہوگیا ہو چنانچہ بائع کا
یون کہنا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑے انکو بیچا ہر ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعت کا دوبار نکہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم
تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ف صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے مین کافی ہے بلا شرط تکرار
لفظ بیع چنانچہ اوسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ مین تکرار لفظ بیع بہی شرط ہے اسطرح پر کہ بعتک ہذین العبدین
بعتک ہذا بخمسمائة وبعتک ہذا بخمسمائة یعنے ان دو غلامونکو تیرے ہاتھہ مین نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور اس غلام کو پانسو
کی عوض مین نے بیچا اور فتح القدیر مین صاحبین کے قول کو یون ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے کہ ظاہرا بائع کی غرض

یہہ ہو کہ دونون مین سے کوئی بک جاوے اور اگر دونکو یکبارگی بیچنا منظور ہوتا تو ہرایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بیفائدہ تہا وما لم یقبل بطل الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدهما وان لم یذهب عن مجلسه علی الراجح نہر وابن الکمال فانه کمجلس خیار المخیرة وکذا سائر التملیکات فتح اور جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنیوالے نے رجوع کیا اپنی قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنے یون بولا کہ مین نہین بیچتا یا نہین خرید کرتا یا دونون مین سے کوئی کہڑا ہوگیا اگرچہ اوس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنابر قول راجح کے کما فی النہر وہکذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کی مانند ہے کہ بمجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسیطرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم نہر الفائق مین ہے اختلاف مجلس اوس عمل کے اشتغال سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کہانا اور پینا اور نماز پڑہنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کہانا یا پانی پینا اوس برتن سے جو ہاتھ مین تھا ایجاب کیوقت اور سو جانا در صورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہین بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑہتا تہا سواوسنے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز مین دوسری رکعت پڑہکر قبول کریگا تو بہی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دیگا اور چار پڑہکر قبول کریگا تو صحیح نہین اور چلنا تو مطلقا ظاہر الروایت مین اختلاف مجلس کا سبب ہے یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کیحالت مین خرید و فروخت کرین تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونو سوار ہون اور طحطاوی وغیرہ کا یہہ مختار ہے کہ اگر سنے الفور متصل قبول کیا چلنے کیحالت مین تو جائز ہے اور محیط مین اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ مین ہے کہ ایک دو قدم چلنے مین جائز ہے مجمع التفاریق مین کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور مجتبی مین ہے کہ مجلس متحد وہ ہے کہ جسمین احد المتعاقدین بجز گفتگوی ایجاب اور قبول کے اور کام مین مشغول نہون یا وہ اشتغال نکرین جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گہر کی مانند ہے تو مجلس منقطع نہوگی اوسکے چلنے سے اسواسطے کہ بائع اور مشتری اوسکے ٹھہرانے پر قادر نہین انتہی اور فتح القدیر مین سواے خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہین کذا فی الطحطاوی واذا وجدا لزم البیع بلا خیار الا لعیب او رؤیة خلافا للشافعی اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سواے خیار العیب اور خیار الرؤیة کی بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنی شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسیکو نقض بیع مین اختیار نرہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کی اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسیطرح امام احمد بن حنبل کا یہہ مذہب ہو کہ بائع اور مشتری دونونکو بقای مجلس تک اختیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہو کہ المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہین جب تک جدا نہین ہوئی شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین ذکر کیا وحدیثه محمول علی تفرق الاقوال اذ الاحوال ثلث قبل قولهما وبعدهما وبعد احدهما والطلاق المتبایعان فی الاول مجاز لاول وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقة فیحمل علیه اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اسواسطے کہ یہان تین حالتین محتمل ہین قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت مین مجاز ہو باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت مین مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت مین حقیقت ہو تو اوسی پر محمول ہوگا ہم حدیث ممدوح مین تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہو اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہین بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یون کہنا کہ مین نہین مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے اونکو متبایع بولنا بہی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا ہی حقیقت ٹھہرا اور متشاغل اوسوقت صادق آتا ہے جبکہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نکرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہہ تقریر ہو ابراہیم نخعی تابعی رحمة اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہہ ہوا کہ جو دو شخص خرید فروخت کی گفتگو کر رہے ہین ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہین دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نکرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکہے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بہی مجاز سے خالی نہین اسواسطے کہ

کہ جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایک ہی بائع ثابت ہو نہ متبایعین اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ اول تو واضح سی ہی یہان حقیقت بعض لفظ کہ معنی یہہ صادق
آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقی معنی صادق نہین مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہین بلکہ علے التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے
بولنے سے مخبر کہنا اوسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کیطرف صریحًا ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکیگا اوسکا
جواب یہہ ہے کہ شرع اور عرف مین تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ یعنے متفرق نہین ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا
تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث مین افتراق رجال سے صریحًا افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے
دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ ہین اور قیاس قال اللہ تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ یعنے اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور
بیع عقد ہے قبل تخییر کے وقال اللہ تعالے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ یعنے نہ کہاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود
بطریق باطل کے مگر یہہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت بر رضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو
اس آیت مین حق تعالی نے خرید کی چیز کے کہانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنے گواہ کرلو جبکہ باہم بیع کرو
اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار
ثابت ہو اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تا قران اور حدیث کے
مطلب مین اختلاف باقی نرہے اور قیاس کی دلیل یہہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک اونمین سے
عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس مجرد اوس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علے ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر
بتصرف وَشَرْطُ صِحَّتِهِ مَعْرِفَةُ قَدْرِ مَبِيعٍ وَثَمَنٍ اور بیع صحیح ہونے کیواسطے مشروط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت م مصنف نے لفظ
معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور انکا ذکر کرنا شرط نہین سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھہ
خرید فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہین تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھہ اپنا سب مال بیچا جو اس گہر مین ہے منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب
کے اور مشتری نہین جانتا کہ اوسمین کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہے تیرے
ہاتھہ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اوسکو نجانتا ہو اسواسطے کہ جہالت ما فی البیت کمتر ہے جہالت ما فی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہے
صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکین ذات کے پانی کی مثلاً خرید کریگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہے
تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکہال اور گہڑے کا اور یہہ استحسان ہے اور قیاس مین جائز نہین اگر اوسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہہ قول
امام کا ہے اور ظاہر ظہیریہ جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اوس صورت مین شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہین چنانچہ زید
نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پہر زید نے اوسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اوسکی
مقدار کو نجانتے ہون اور اسیطرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اوسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا
شخص یا بقدر اپنے راس المال کے یا بیچنا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اوس ثمن کو نجانا یہانتک کہ جدا ہو گئے اور اگر اوسی مجلس مین علم
حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خریدی سونے سے بوزن اوس پتہر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتہر کا وزن معلوم نہین اور اگر اوسکا
وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق کہا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل ہے اسواسطے
بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اس گہر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور اوس شہر مین دراہم اور
دنانیر اور فلوس سے خرید کرنیکا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ مین سے کوئی چیز ذکر نکی تو گہر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر

کی میسون پر منعقد ہو گی اور اگر ایسے بلاد مین چیز سے خرید فروخت کا رواج ہو گا تو اسپر بیع منعقد ہو گی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوئی تو
معدود متعین ہو جائیگا جیسے کہ مناسب ہو دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت مین شک پڑیگا تو بیع تمام نہو گی کذا فی الطحطاوی عن البحر الفتح
انصاد وَوَصْفِ ثَمَنٍ كَمِصْرِيٍّ اَوْ دِمَشْقِيٍّ اور صحت بیع کیواسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہو چنانچہ درم کا مصری ہونا یا دمشقی ہم مصنف اور صاحب
کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ادا کریگا ناقص دینا اور بائع
چاہیگا کہ عمدہ ملے تو بیع مشروع ہونیکا فائدہ حاصل نہو گا مصنف نے وصف ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ اوصاف مبیع کی معرفت شرط نہین اور بدائع مین
مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہین بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اوسکی بیع جسکو نہین دیکھا
کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہو شی مین تو موجب ہو اوس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی حاشیۃ السید الشامی چنانچہ روپیہ
یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غَيْرِ مُشَارٍ اِلَيْهِ لَا يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِي مُشَارٍ اِلَيْهِ لِنَفْيِ الْجَهَالَةِ بِالْاِشَارَةِ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ
مین شرط ہے اور اوسمین یہہ شرط نہین جسکی طرف اشارہ ہوا بسبب دور ہونے نادانستگی کے اشارہ سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین
اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنے دینا لینا بیع مین واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع باہمی کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلم نہو سکیگا
اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اوسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہین ہے اگر بائع کہے کہ مین نے اس گیہون
کے ڈھیر کو ان درمون سے جو تیرے ہاتھ مین ہین بیچا اور حالانکہ دراہم مذکورہ نظر آتے ہین پھر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ جہالت وصف
یعنے مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہین کذا فی النہر مَا لَمْ يَكُنْ رِبَوِيًّا قُوْبِلَ بِجِنْسِهِ اَوْ سَلَمًا اتِّفَاقًا اَوْ رَأْسَ مَالِ
سَلَمٍ مَكِيْلًا اَوْ مَوْزُوْنًا خِلَافًا لَهُمَا كَمَا سَيَجِيءُ تاوقتیکہ مشار الیہ ایسا مال ربا نہو جسکا مقابلہ ہوا اپنی ہم جنس سے یا سلم نہو باتفاق امام اور
صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہو اگر وہ مکیل اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا ہم یہہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت
مقدار شرط نہین یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہون کی ڈھیر کو دوسرے گیہون کے ڈھیر سے اشارہ
کرکے بدلنا بلا کیل اور وزن صحیح نہین بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے
صحت بیع کا اور سلم مین اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اشارہ کافی نہین دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین
کے نزدیک اشارہ اوسمین کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان مین کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او سلما اتفاقا کی کچھہ حاجت نہ تھی
کہ اوسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام ہے راس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کیطرف اشارہ نہین ہو سکتا کہ وہ اوسوقت موجود
نہین کیونکہ وہ موجل ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لَوْ كَانَ الثَّمَنُ فِي صُرَّةٍ وَلَمْ يُعْرَفْ مَا فِيهَا مِنْ خَارِجٍ خُيِّرَ وَيُسَمّٰى خِيَارَ الْكَمِّيَّةِ لَا
خِيَارَ الرُّؤْيَةِ لِعَدَمِ ثُبُوْتِهِ فِي النُّقُوْدِ فتح اگر ثمن تھیلی مین ہو اور جو دراہم اوسمین ہین باہر سے معلوم نہوتے ہون تو بائع کو اوسمین اختیار
ہے اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود مین ثابت نہین کذا فی الفتح ہم طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق
مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہہ ہے کہ اگر کہا کہ مین اسکو خرید
کرتا ہون بعوض اس دراہم کی تھیلی کے پھر بائع نے اوسمین وہ دراہم پائے جو اوس شہر مین رائج نہین تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے
کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کیطرف منصرف ہوتے ہین اور اگر اوسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہین بخلاف اوسکے اگر اوسنے کہا
کہ مین نے خرید کیا بعوض اوسکے جو اس خم مین ہے پھر ان درمون کو دیکھا جو اوسمین ہین تو اوسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تھیلی مین
ہے اوسکی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم مین خارج سے معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین اوسکو اختیار ہوگا اور اس خیار کو
خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیۃ ثابت نہین وَصَحَّ بِثَمَنٍ حَالٍّ وَهُوَ الْاَصْلُ اور بیع صحیح ہے ثمن بلا مدت سے اور

یہی اصل ہے ہم حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب تحولا و دین نے کہا ثمن حال اصل ہو مطلب سکا یہہ ہے
کہ حلول مقتضائی عقد ہے اور اجل یعنے مدتِ ثمن ثابت نہین ہوتی مگر شرط تاجیل سے وموجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح
ہے ثمن موجل سے جسکی مدت معلوم اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پونہچے ہم یعنے اوس ثمن موجل سے بیع صحیح نہین جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث
نزاع ہے وجہ نزاع یہہ ہو کہ بائع مدت قریب مین تقاضا کریگا اور مشتری اوسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع موجلا صرف
لشہر بہ یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کیطرف پہیری جاویگی اسیکا فتوی ہو کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول
لنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو اوسکا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم مین مثبتِ مدت کا
قول معتبر ہوگا ہم اختلاف مدت کی یہہ صورت کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہو کہ نہین مدت پر بیع واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا
قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تاجیل اصل ہے اور سلم مین مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہے فسادِ سلم کا اسواسطے کہ سلم بلا مدت
کے صحیح نہین ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ تو کمتر مدت
کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونو صورتون مین یعنے اختلاف مدت اور مقدار مدت مین
مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کیواسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون مختلف
ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی وبطل الاجل
بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے ہم مدت کا فائدہ یہہ ہے کہ مدیون تجارت کرکے ثمن اداکرے منفعت سے پہر جب مدت
مقرر کرنے والا مرگیا تو اوسکا متروکہ ادای دین کیواسطے متعین ہوگیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے **فروع** مسائل لمحقہ شارح کے باع بحال ثم اجلہ
اجلا معلوما او مجہولا کنیروز وحصاد صار موجلا فی المنیۃ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پہر اوسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول جیسا کہ
نوروز یا کہیت کی کٹائی تو یہہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخہ مین منیہ کی جگہ قنیہ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعط کل شہر مائۃ فلیس بتاجیل
بزازیہ بائع کے ہزار درم ہین مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کر تو یہہ مدت معین کرنا نہین ہو کذا فی البزازیہ
یعنے فی الحال طلب کرسکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف ثمن جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وھی کثیرۃ الوقوع
مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہین جنکی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یون کہکر کہ اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا
ہو تو دونونکی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے ہم حلبی نے کہا ان اخل حال سے جعل کے فاعل کا تقدیر قول ہے
قلت وما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطع رائجۃ فکسدت بضرب جدید یجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لانہ اذ لا یمکن الحکام الحکم
بمثلہا لمنع السلطان منہا ولا یدفع قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا مالم یغلب غشہا جیدہا وردیہا سواء اجماعا اما ما غلب غشہ
ففیہ الخلاف کما سیجئ فی فصل القرض فلتنبہ وبہ اجاب سعدی افندی مین کہتا ہون اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہہ مسئلہ ہو کہ اگر چلن کے دیون
سے خرید کیا پہر اونکا رواج موقوف ہوگیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان دیون کی قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سواے
اسکا اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہین بسبب منع کردینے سلطان حال کے اونکے رواج سے اور اونکی قیمت نقرئہ جدیدہ
سے بہی مشتری نہ دے اسواسطے کہ جبتک چاندی کی ملونی غالب نہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونون برابر ہین باجماع امام اور صاحبین کے
اور جس چاندی مین ملونی غالب ہوگی اوسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل مین آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہے
اس مسئلہ کا سعدی افندی نے ہم طحطاوی نے کہا غلبہ غش باب الصرف مین مذکور ہے نہ قرض مین اور قرض مین رواج اور کساد مذکور ہے لا قید غلبۂ غش

وھذا اذا بیع بثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یہہ یعنے صحت بیع بثمن موجل اوسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین موجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح ھ ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ مین مراد ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور اوسکے دینے کا مثلا دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اوسکی ادا مین مدت معین کرنا صحیح نہین کہ بیع فاسد ہے وبخلاف جنسہ ولم یجمعھما قدر لما فیہ من ربا النسا کما سیجیء فی بابہ ای التاجیل اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونونکو کیل اور وزن شامل نہو اسواسطے کہ اسمین تاخیر کا بیاج ہی چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا مین آویگی ھ خلاصہ یہہ ہی کہ بیع بثمن موجل درست ہی دو شرط سے ایک یہہ کہ ثمن منجملہ نقود کے ہو نہ منجملہ اعیان کے دوسری شرط یہہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہون چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت مقرر کرکے صحیح ہے تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہون کی من بھر گیہون سے یا گیہون کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہین کہ بیاج ہی والاجل ابتداؤہ من وقت التسلیم ولو فیہ خیار فمذ سقوط الخیار عندھما خانیہ اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کیوقت سے ہے اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اوسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیۃ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد سے ہے نہ بعد ایجاب اور قبول کے وللمشتری بثمن موجل الی سنۃ منکرۃ لاجل سنۃ ثانیۃ مذ تسلیم لمنع البائع السلعۃ عن المشتری سنۃ الاجل المنکر تحصیلا لفائدۃ التاجیل اور اوس مشتری کے لئے جسنے سال غیر معین کے ثمن موجل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہی تسلیم مبیع کیوقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت مین تاکہ مدت کا فائدہ حاصل ہو ھ خلاصہ یہہ ہے کہ مشتری نے ادای ثمن کیواسطے سال بھر کی مدت بلا تعیین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بھر تسلیم مبیع نکی تو تسلیم کے بعد دوسری سال سے اوسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تاکہ مشتری مبیع مین تصرف کرکے اداء ثمن پر قادر ہو یہہ قول ہے امام کا خلافا للصاحبین فلو معینۃ او لم یمتنع البائع من التسلیم لا اتفاقا لان التقصیر منہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نکیا ہو تو دوسری سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہے ھ اگر مشتری نے کہا کہ مین اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسیطرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا رجب تک تسلیم مبیع نکی تو مشتری کیواسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر والشرنبلالیۃ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ محل اختلاف امام اور صاحبین درصورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتدای مدت عقد کیوقت سے ہے بالاجماع والثمن المسمی قدرا لا وصفا ینصرف مطلقہ الی غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوی لانہ المتعارف اور جس ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ اوسکا وصف تو اوس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کیطرف یعنی جس شہر مین بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ جسکا رواج غالب ہی وہی متعارف ہی ھ یعنے مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہہ اطلاق اوس شہر کے نقد غالب کیطرف راجع ہوگا جسمین بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کی شہر کیطرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اوسیطرف پھریگا اگرچہ اوس شہر مین اور دراہم بھی موجود ہون جنسے معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر مین ہے کذا فی النہر طحطاوی نے مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایکمردسے اصفہان مین بعوض اتنی دنانیر کے سوا اوسنے قیمت ندی یہان تک کہ مشتری بخارا مین ملا تو اوسپر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہی وان اختلف النقود مالیۃ کذھب شریفی وبندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجھا الا اذا بین فی المجلس لزوال الجھالۃ اور اگر نقود شہر کے مختلف ہون باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہی اونکے رواج برابر ہونے کے ساتھہ مگر اوسوقت فساد نہین جبکہ مشتری بیان کر دی ایک نقد کو اوسی مجلس مین بسبب دور ہو جانے جہالت کے ھ بیع فاسد ہی بسبب جہالت کی جو باعث نزاع ہی اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولے نہین باعتبار رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس مین تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اوسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود

کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہی مشتری کو اختیار ہی جو چاہے ادا کرے اور اسیطرح اگر نقود مالیت اور رواج دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہے باعتبار اوس نقد کے جو غالب الرواج ہو کذا فے النہر وصح بیع الطعام هو فی عرف المتقدمین اسم للحنطة و دقیقها کیلا وجزافا مثلث الجیم معرب گزاف المجازفة اور صحیح ہی بیع طعام کی پیمانے سے ماپ کر اور بطور تخمین اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اوسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم گزاف فارسی کا معرب ہی بمعنے مجازفت ہم کہتا ہی علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہی صحیح بالحدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت بیع مین عبارت ہی مساہلہ سے الحاصل مصنف کے کلام مین طعام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن لبسبب دور ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ کی مین مینی سے منقول ہو کہ اٹکل کی بیع مین شرط یہہ ہی کہ ممیز اور مشار الیہ ہو کذا فے الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسه ولم یکن رأس مال سلم لشرطیة معرفته کما سیجی او کان بجنسه وهو دون نصف صاع اذ لا ربو فیه کما سیجی بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جب کہ بیع اوسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا رأس المال نہوا اسواسطے کہ رأس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سی ہو حالانکہ اناج نصف صاع سی کمتر ہے اسواسطے کہ نصف صاع سی کمتر مین بیاج نہین چنانچہ باب الربو مین آویگا ومن المجازفة البیع باناء وحجر لا یعرف قدرہ قیل فیهما وللمشتری الخیار فیهما اور منجملہ تخمین ہی بیچنا اوس برتن اور پتہر سے جنکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فے النہر کہتا ہی نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل نہین اور شرط صحت یہہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑہتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہی کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمیع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہی اس صورت مین کہ خرید کرے اس پتہر کے برابر سونے سے انتہے اور لائق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بھی اختیار ثابت ہو انتہے وهذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر التفتت فان احتملها لم یجز کبیعه قدر ما یملأ هذا البیت ولو قدر ما یملأ هذا الطست لجاز سراج اور یہہی برتن کی بیع اور پتہر کے وزن سے بیع اوسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتہر ٹوٹنے پہوٹنے کا محتمل نہوا اور اگر نقصان اور پہوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہوگی چنانچہ اوس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہہ کوٹہری بہر جاوے اور اگر اوس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بہر دے تو جائز ہی کذا فے السراج وصح فی ما سمی صاع فی بیع صبرة کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقة علیه ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہی بیع ہر ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈہیر کی بیع مین اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہی ایک ڈہیر ہی گیہون یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ مین نے تجکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہو گی اسواسطے کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہی اور بیع نے تغیر متفاوت چیز نہین اور اس سی زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈہیر کے صاع یا کے سیر کا ہی اور درم یا آنے کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہو کہ ایک صاع مین بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہی واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرره ۱۲ وسمی جملة قدرها بلا خیار لو عند العقد وبه لو بعده فی المجلس او بعده عندهما وبه یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈہیر مین اگر اوسکا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس مین بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اوسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاء مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اوس ڈہیر کے قفیز بیان کر دئے تو بیع صحیح ہو گی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس مین ہوا تو بیع باختیار مشتری

پیمانہ ۱۲ بیان ۱۲

ہو دن یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسیکا فتوی ہو ہم کہتا ہی تعیین ایک پیمانہ کی شرح ملتقے مین ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوے
اس نظر سے نہین کہ امام کی دلیل ضعیف ہی بلکہ اس نظر سے ہی تا خلق اللہ پر آسانی ہو فَاِنْ رَضِيَ هَلْ يَلْزَمُ الْبَيْعُ بِلَا رِضًى مِنَ الْبَائِعِ الظَّاهِرُ
نَعَمْ پھر درصورت خیار اگر مشتری راضی ہوجائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر اجواب یہہ ہی کہ ہان بیع لازم ہوگی كذا في النهر یہان تک
کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اوسکا فسخ معتبر نہوگا اور مشتری سب ڈہیر کو لیگا كذا في النهر ايضا وَفَسَدَ فِي الْكُلِّ فِي بَيْعِ ثَلَّةٍ بِفَتْحِ فَتَشْدِيْدِ
قَطِيْعُ الْغَنَمِ وَثَوْبٍ كُلُّ شَاةٍ وَذِرَاعٍ لَفٌّ وَنَشْرٌ بِكَذَا اور تمام مین بیع فاسد ہی بہیڑ بکری کی ریوڑا اور کپڑے کی بیع مین اسطرح کہ ہر بکری
یا بہیڑ ایک روپیہ کو اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلہ بفتح ثاء مثلثہ و تشدید لام عبارت ہی گلہ غنم سے اور شاۃ اور ذراع مین لف نشر
مرتب ہی ہم کہتا ہی یعنی بائع سے بہیڑ بکریون کے طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسمین سے ہر بہیڑ یا بکری ایک روپیے کو ہی یا کپڑے کے تہان کیطرف اشارہ
کرکے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہی تو بالکل فاسد ہی تمام افراد مین امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد یہان مختلف ہین تو قیمت سب پر برابر منقسم نہوگی
تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین مین بائع چاہیگا کہ مشتری چہوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہون کے ڈہیر کے
کہ وہان ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ گیہون کے افراد یعنی اوسکے دانون مین تفاوت نہین یکسان حال ہی مصنف نے کپڑے کو
مطلق ذکر کیا ہی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر مین مضرت تبعیض کی قید لگائی ہی یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت
کم ہوتی ہو اسمین بیع مذکور صحیح نہین تو اگر جس تہان سے گز دو گز اوترنا موجب نقصان نہو تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اسمین ایک گز کی بیع جائز ہو
جیسے گیہون کے ڈہیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہی كذا في البحر عن غاية البيان وَاِنْ عُلِمَ عَدَدُ الْغَنَمِ فِي الْمَجْلِسِ لَمْ يَنْقَلِبْ صَحِيْحًا عِنْدَهُ عَلَى الْاَصَحِّ اور
اگر بہیڑ بکری کا شمار مجلس مین معلوم ہوجائے تو بیع منقلب بصحت نہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے ہم کہتا ہی یعنی بعد عقد کے مجلس مین شمار معلوم
ہونے سے صحیح نہوگی وَلَوْ رَضِيَا اِنْعَقَدَ بِالتَّعَاطِيْ وَنَظِيْرُهُ الْبَيْعُ بِالرَّقْمِ بحر اور اگر بائع اور مشتری راضی ہوجائین بیع مذکور سے تو بیع
منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور نظیر اوسکے بیع بالرقم ہی کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہوجاتی ہی كذا في السراج ہم رقم کے معنی نقش کے ہین جسکو ہندی مین
انک کہتے ہین اور سراج مین ہی بیع بالرقم یہہ کہ بائع کہے کہ مین نے یہہ کپڑا بیچا موافق اوسکی رقم کے یعنی جو ثمن کہ کپڑے پر لکہا ہی اور مشتری کو وہ معلوم نہین اگر
بعد حصول عقد مشتری دیکہیگا تو بیع فاسد ہی اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکہے گا اور بیع کو پسند رکہے گا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد
موکد ہوجائیگا اور بعد اوسکے منقلب بجواز نہوگا انتہے كذا في حاشية المدني فتح القدير مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب
عقد مین متمکن ہوگئی ہی بسبب قمار کے معلوم نہین کہ ثمن کیا ہی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر مجلس مین ثمن معلوم ہوجائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی
تعاطی انتہے طحطاوی نے کہا یہہ منافی ہی فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ بیع التعاطی مین یہہ ضرور ہی کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور
اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی مگر یہہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجے وَكَذَا الْحُكْمُ فِيْ كُلِّ مَعْدُوْدٍ مُتَفَاوِتٍ كَاِبِلٍ وَعَبِيْدٍ وَبِطِّيْخٍ
وَكَذَا كُلُّ مَا فِيْ تَبْعِيْضِهِ ضَرَرٌ كَمَصْنُوْعٍ وَاَوَانِيْ بَدَائِعِ اور اسیطرح غنم اور ثوب کا حکم ہی ہر معدود مختلف مین چنانچہ اونٹ اور غلامون اور خربوزون
مین اور اسیطرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہو چنانچہ ڈہلے برتن كذا في البدائع وَلَوْ سَمّٰى عَدَدَ الْغَنَمِ وَالذِّرَاعِ اَوْ جُمْلَةَ الثَّمَنِ صَحَّ اتفاقا اور اگر
بائع نے بہیڑ بکریون کی گنتی اور کپڑون کے گزون کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کردیا تو بالکل مین بیع صحیح ہوجائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے
ہم کہتا ہی یہہ تسمیہ مفروض ہی قبل عقد کے یا صلب عقد مین اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہین وہان تسمیہ مفروض ہی
بعد عقد کے تو دونون صورتون مین کچہہ تناقض نرہا كذا في الطحطاوي من باب السعود والضابطة لِكَلِمَةِ كُلٍّ اِنَّ الْاَفْرَادَ اِنْ لَمْ تُعْلَمْ
نِهَايَتُهَا فَاِنْ لَمْ تُؤَدِّ الْجَهَالَةُ فَلِلْاِسْتِغْرَاقِ كَيَمِيْنٍ وَتَعْلِيْقٍ اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہہ ہی کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت
کا باعث نہو تو وہان لفظ کل استغراق کے واسطے ہی یعنی جمیع افراد مراد ہونگی چنانچہ یمین اور تعلیق ہم کہتا ہی طحطاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت

مراد ہی جو موجب نزاع نہو شارح کو یون کہنا مناسب تہا کہ بجای یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود یمین ہی تعلیق کی یہہ مثال ہی کہ کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سی مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی وکلما اکلت اللحم فعلیّ درہم اور ہر بار کہ مین گوشت کہاؤن تو مجہہ پر ایک درم دینا واجب تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمہ پر درم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہہ ہی کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سی ہر مہینے مین ایکدرم دیا کرسو اگر تونے ایک مہینے سے زیادہ دیے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہی تو اگر افراد کی نہایت مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارہ اور ضمانت اور اقرار مین ہم کہتا ہی اجارہ کی مثال یہہ ہی کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گہر کل شہر عوض اتنے کے تو اوسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہہ ہی کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اوسپر ایک مہینے یا ایکدن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہہ ہی کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجہہ پر کل درم ہین تو ایکدرم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فان تفاوتت الافراد کالغنم لم یصح فی شیء عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والا صح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد مین تفاوت نہو تو ایک صاع یا ایکسیر مین امام کے نزدیک بیع صحیح ہی چنانچہ گیہون جو کے ڈہیر مین وصححاہ فیہما فی الکل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہی دونون مین یعنی سب غنم اور سب ڈہیر مین کذا فی البحر ہم کہتا ہی صاحبین اور شافعی کی یہہ دلیل ہی کہ مبیع معلوم ہو چکی اشارہ کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہی تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہی وفی النہر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان والقہستانی عن المحیط وغیرہ وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہی کہ اسمین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل وموزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈہیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہی سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہی یا زیادہ ہی تو مشتری کم کو لے اوسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہی یعنی مثلا اگر ساٹہہ قفیز گیہون ہون تو ساٹہہ درم کو لے یا چاہی بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہی ہر ایک اوس کیلی یا وزنی چیز مین جسکے پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہی ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا کہ اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بہر ہی پہر وہ وزن مین مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اوسکا مالک ہی یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اوس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہی وصف ہی جیسے ذراع کپڑے مین وصف ہی کذا فی الطحطاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈہیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہی بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع مثلہ علی انہ مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرور نہر واخذ الاکثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شیء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلا سو گز ہی سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اوسکو دیکہہ لیا تو اوسکو ترک بیع مین اختیار نرہیگا بسبب منتفی ہوجانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہی بسبب معیب ہونے مذروع کے تبعیض سی بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہین اور وصف کے مقابلہ مین ثمن کچہہ نہین پڑتا ہم کہتا ہی توضیح اسکی یہہ ہی کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہی مثلا پہر وہ ساٹہہ یا اتنی گز نکلی یا ایکسو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر مین اختیار ہی چاہی ساٹہہ یا اسّی پوری قیمت کو سو روپے دیکر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایکسو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا

بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اوسمین کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ ذرع یعنی ذراع وصف ہی اور کیلی
اور موزون مین کیل اور وزن وصف نہین نہر الفائق مین ہی کہ اصطلاح فقہ مین وصف شی اوس سے عبارت ہی جو تابع ہو شئے کا اور منفصل نہو اوس سے جب
اوسمین حاصل ہو تو اوسکی خوبی کو زیادہ کردی چنانچہ ذراع وصف ہی کپڑے مین اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اوسمین
سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نرہیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہین اور دس گز کافی ہی لہذا بعضون نے وصف کی یون تعریف کی ہی کہ وصف
وہ ہی جو تبعیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہی اور جو ایسا نہو وہ اصل ہی اسلئے تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب مین اوصاف زائدہ کی مانند
ہی جسکی مقابل کچھہ ثمن نہین پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتا چنانچہ گیہون وغیرہ مین منقسم ہوتا ہی الا اذا کان مقصوداً بالتناول کما افادہ
بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرھم اخذ الاقل بحصتہ لصیرورتہ اصلاً بافرادہ بذکر الثمن او ترکہ لتفریق الصفقۃ
مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اوسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اوسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع مین کہا کہ ہر گز
بعوض درم کے ہی تو مشتری کمی کو اوسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہی مگر یہان اصل ہو گیا بسبب اوسکے علیحدہ کردینے کے ثمن کے ذکر
کردینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے م کہتا ہی یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ثمن مقرر کیا
اور ساٹھہ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھہ گز کو ساٹھہ درم دیکر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہی لیکن جب اوسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل مبیع
ہو گیا وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرھم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اور اسیطرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا
چاہے فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو م کہتا ہی چونکہ بیع ہوئی تہی سو گز کی لہذا زائد کے خرید کرنے مین مشتری کو اختیار ہوا تا التزامِ[1] مالا یلزم لازم نہ آوے
وفسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع من دار او حمام وصحاہ وان لم یسم جملتھا علی الصحیح لان ازالتھا بیدھما اور فاسد ہی بیع
دس گز کی گھر یا حمام کی سو گزون مین سے اور صاحبین نے اوسکو صحیح کہا ہی اگرچہ بائع نے سب گزون کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا
عاقدین کے ہاتھہ مین ہی م کہتا ہی فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہہ ہی کہ ذراع حقیقت مین اوس آلہ کا نام ہی جس سے ناپتے ہین خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے
کا سو وہ حقیقی معنے یہان متعذر ہین تو مجازاً یہان ذراع سے زمین مراد ہی جو ذراع سے ناپی جاتی ہی اور زمین پر اطلاق ذراع نہین ہو سکتا مگر
معین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہی کہ محل محسوس کا مقتضی ہی تو اس صورت مین دس گز غیر معلوم ٹہیری کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد
ہین تو یہہ جہالت باعث منازعت ہی بائع کہیگا کہ مین دس گز فلانے طرف سے دونگا مشتری کہیگا نہین مین فلانے طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر
عقلی ہی محل محسوس کا مقتضی نہین تو اوسکا شائع ہونا جائز ہی کیونکہ اوسکی جہالت باعث نزاع نہین اسواسطے کہ دس حصے کا مالک نو حصے والے کا شریک
ہی تمام گھر مین بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہہ ہی کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع اور مشتری کے اختیار مین ہی
ہرچند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہی خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نکرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کئے تا قول آئندہ صحیح ہو
اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی لا یفسد بیع عشرۃ اسھم من مائۃ سھم
اتفاقاً لشیوع السھم لا الذراع فاسد نہین بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے
کیونکہ سہم امر عقلی ہی تو محل کا مقتضی نہین اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہی چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان الدار
وینبغی انقلابہ صحیحاً لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی نھر باقی رہی یہہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین گزون کی تعیین پر ایک مکان
خاص مین سو اسکو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور لائق یہہ ہی کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد مین ہوا اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی
ہوگی کذا فی النہر اشتری عدداً من قیمی ثیاباً او غنماً جملۃ علی انہ کذا فنقص او زاد فسد للجہالۃ خرید کئے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ
کپڑے ہون یا بہیڑ بکری کذا فی الجوہرہ اس شرط پر خرید ہوئی کہ اتنے ہین پہر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے م کہتا ہی مثلاً دس

[1] یعنی سر پر پڑنا ایسی چیز کا جو اوسکو ضروری نہین ۱۲

دس تہان کی گٹھری خریدی بیس روپیہ کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تہان یا گیارہ تہان نکلے تو دونون صورتون مین بیع فاسد ہی اسواسطے کہ نقصان کی صورت
مین ثمن مجہول ہی کیونکہ ثمن کے اجزا قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تہان کی قیمت معلوم نہین جسکو بیس روپیون سے
کم کر دینگے پھر جب کم تہان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور درصورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تہان کے پھیر دینے
کی حاجت ہوگی تو اسمین نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تہان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تہان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضا علی ان
فیہا کذا نخلا مثمرا فاذا واحدۃ فیہا لا تثمر فسد البیع اور اگر ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ اسمین اتنے کہجور کے درخت پہلنے والے ہین سو انمین ایک
غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہی کذا فی البحر یعنی فاسد ہی ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ مین درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب
او غنما واستثنی واحدا بغیر عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیۃ چنانچہ کپڑون کی گٹھری یا بہیڑ بکریان بیچین اور انمین سے ایک کپڑا یا ایک
بکری بلاتعیین مستثنی کی تو بیع فاسد ہی اور اگر ایک معین تہان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کرلی تو بیع جائز ہی کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثناء غیرمعین بیع فاسد
ہی جہالت کے سبب سے مشتری ادنے کے دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اچھے لینے کا قصد رکھیگا اور درصورت تعیین یہ جہالت نہین ولو بین ثمن کل من القیمی
بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کردیا
یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری مین سے ہر تہان کی یہ قیمت ہی اور ایک تہان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خریداری ہم
خریدین مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہی مسئلہ سابقہ مین مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تہا لہذا کمی مین جہالت طاری ہوئی اور یہان ہر تہان کا
جداجدا ثمن مقرر ہوا تو کمی مین جہالت نہوئی مثلاً دس تہان بیچے بیس روپیہ کو اسطرح کہ ہر تہان کے دو دو روپیے ثمن ٹھیرے پھر اگر نو تہان نکلین گے تو ادنکا
ثمن اٹھارہ روپیہ ہوگا ایک تہان کے دو روپیے کم ہو جائین گے ولو زاد ثوب فسد لجہالۃ المزید اور اگر ایک تہان زیادہ نکلا مثلاً دس تہان کی
شرط مین گیارہ تہان نکلے تو بیع فاسد ہوگی بسبب جہالت مزید کے ہم کہتا ہی درصورت زیادتی جہالت ثمن نہین بلکہ جہالت مبیع ہی یعنی دس تہان مبیع کی تعیین
مین نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تہان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تہان کو عشرہ مبیعہ مین مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو رد الزائد او عزلہ
ہل یحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اسکو جدا رکھدیا تو کیا باقی اسکو حلال ہین اسمین اختلاف ہی ہم کہتا ہی بزازیہ مین ہی کہ
گٹھری خریدی اس شرط پر کہ اسمین اتنے کپڑے ہین پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہی تو زائد کو جدا کردے اور باقی کو استعمال مین لاوے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک
ہو گیا انتہی اور گویا یہ استحسان ہی ورنہ بیع فاسد ہی جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ اور قنیہ مین مصرح ہی کہ محمد کا یہ استحسان ہی کہ اسمین سے ایک کپڑا جدا کرکے
باقی استعمال مین لاوے اور اسمین قبل اسکے یہ ہی کہ ایک شئ خریدی سو اسکو زائد پایا انتفاع بائع کو دیدے تو باقی حلال ہی مثلیات مین اور قیمت والی چیزین حلال نہین
تاوقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نکرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جسمین بخل جاری نہو تو اسوقت مین اسکو جدا کرکے انتہے ملخصًا فی البحر اور نہر الفائق مین ہی کہ یہہ جو
بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہی اور خانیہ مین ہی کہ گٹھری خریدی کہ جسمین بیس تہان ہین ہر تہان عوض اتنے کے پھر اسکو
زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہین پس اگر بائع غائب ہو تو علما نے کہا ہی کہ مشتری اسمین سے ایک تہان کو جدا کردے اور باقی کو استعمال کرے اور یہہ استحسان
محمد کا بنظر مشتری کے ہی انتہے ما فی النہر اور ظاہر ایہہ ترجیح ہی کل علما کے نزدیک جدا کردینے کی وقت بائع کے غائب ہونے مین اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی
تو حلت ما بقی ظاہر امر ہی کذا فی الطحطاوی اشتری ثوبا یتفاوت جوانبہ فلو لم یتفاوت لکرباس لم یحل لہ الزیادۃ ان لم یضرہ القطع وجاز
بیع ذراع منہ فسد خرید کیا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہین تو اگر جوانب اوسکے متفاوت نہون بلکہ برابر ہون چنانچہ تہان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ
لینا حلال نہین اگر اسکو پہاڑ لینا ضرر نکرتا ہو اور بیع ایک گز کی اوسمین سے جائز ہی کذا فی النہر ہم کہتا ہی زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح مین کہا کہ ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ یہہ یعنی حلت زیادت کم از ذراع اوس کپڑے مین ہی جو قطع بعض سے معیوب ہو جاتا ہو چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور رضائی کے اور اگر کپڑا ایسا
تہان ہو جسکو قطع مضر نہین اور مشتری نے خرید کیا بشرط دس گز ہونیکے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اوسکے لئے مسلم نہین بلکہ اسکو بائع کو پھیر دے چنانچہ کیلات

ذراع کو ذات میں پھیر دینا لازم ہو انتہی شلبی نے بعض مشائخ سے کہا ہے کہ اگر ایک گز اس کرباس سے بیچے تو جائز ہے نہ بیع قفیز کے ڈھیر سے اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہیں کذا فی الطحاوی علی انه عشرة اذرع کل ذراع بدرهم آخذه بعشرة فی عشرة وزیادة نصف بلاخیار لانه انفع واخذه بتسعة فی تسعة ونصف بخیار لتفرق الصفقة وقال محمد یأخذ فی الاول بعشرة ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعة ونصف به وهو اعدل الاقوال بحر واقره المصنف وغیره قلت لکن صحح القهستانی وغیره قول الامام وعلیه المتون فعلیه الفتوی یعنی مختلف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے نہند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز کو عوض ایک درم کے تو مشتری اوسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلاخیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو نافع تر ہے اور اسکو نو درم سولے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اوسکو ساڑھے دس درم سولے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور یہی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے م امام کی دلیل یہہ ہے کہ ذراع وصف ہے اصل میں اور حکم اصل کا اسوقت لیتا ہے جب شرط پائی جاتی سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو گویا ذراع اپنی اصالت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرور اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہے اور ذخیرہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہے طحاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہے اسواسطے کہ کبھی فتوے قول صحیح پر ہوتا ہے نہ اصح پر یا کبھی غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہے آسانی کیواسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہے اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب

فصل فیما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل

یہہ فصل ہے اسمین جو بیع یعنی مبیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہے اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل هذا الفصل مبنیة علی قاعدتین احداهما ما افاده بقوله کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما هو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہہ ہے کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدوں پر ہے ایک قاعدہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر میں ہے از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہے عرف میں وہ بیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے م شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہے نہ بطریق قید کے اور اسیطرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کے طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج میں اسم مبیع کو شامل ہے جیسے گھر کو عمارت شامل ہے وہ بدون ذکر کے مبیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہے اسواسطے کہ گھر عمارت ہے زمین اور عمارت سے وذکر الثانیة بقوله او متصلا به تبعا لما دخل فی بیعها یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار وهو ما وضع لا لان یفصله البشر دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اوس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جو اسواسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اسکو اوکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہے بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سرا زمین میں گڑا ہو وما لم یکن من القسمین فان من حقوقه ومرافقه دخل بذکرها والا لا اور جو دونوں قسموں میں نہو یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہوگی م شارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کئے اور بہتر یہہ تھا کہ صاحب درر کی نہند تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ بیع میں بلا ذکر صریح داخل ہے دوسرا قاعدہ یہہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہے مبیع کا اور اسکی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہہ کہ جو دونوں قسموں میں نہو تو اگر حقوق اور مرافق مبیع میں ہے تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا ورنہ نہیں کذا فی الطحطاوی

فید خل البناء والمفاتیح المتصلۃ غلاقہا لنصبۃ وکیلونت ولو من فضۃ لا الذغلق لم یتم ادقہا لہ والسلّم المتصل والسریر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیًا والبکرۃ لا الدلو والحبل ما نصبقا بہ فقہاء بعرفا ای للدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہی اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں گاہے جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہون نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہی نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جما ہی اور چکی اگر اوسکا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہوا اور کنوئین کی گھرنی داخل دار ہی اور ڈول اور رسی داخل نہیں جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نکہے م اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق لغتین کو فارسی میں کلیدانہ اور بند درکہتی ہین یعنی آلہ حدید جو دونون کواڑون مین کیلون سی جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنیکے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتی ہین اور بعضی بیلن اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتی ہین فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر زینہ لکڑی کا ایکطرف زمین مین گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع مین داخل ہی اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہی اور تاتارخانیہ مین ہی کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے بڑی ہون وہ گھر کی بیع مین داخل ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین مین گڑا ہی بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع مین داخل ہے لیکن دیار مصر مین نیچے کا پتھر زمین مین نہین جماتے بلکہ دونون پتھر منتقل اور متحول رہتے ہین تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہی نہ وہ ڈول اور رسی جو اوسپر معلق ہی انتہے اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمین سے راکھا اور لکڑیان نکلین تو اگر وہ منجملۂ عمارت ہین استحکام کیواسطے چنانچہ لکڑی کی موسی تو اونکا مالک مشتری ہی اور اگر بطور ودیعت کے ہون تو بائع اوسکا مالک ہی اور وجیز کردری مین ہی کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ بازارون مین ہوتا ہی تو داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہے وکذا بستانہا اور اسیطرح گھر کی بیع مین خانہ باغ داخل ہی م فتح القدیر مین ہی کہ وہ خانہ باغ مراد ہی جو گھر کے اندر ہی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہی تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہین اگرچہ اوسکا دروازہ گھر مین ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کہا لیکن بغیر گھر کے جانب ہی تو داخل ہی اور اگر اوسکا دروازہ گھر کے دروازے سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہین انتہے واما البیوت الکائنۃ فی الدار فتدخل فیہ کما سیجئی فی باب الاستحقاق اور وہ کوٹھریان جو گھر مین ہی سو گھر کی بیع مین داخل ہی کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق مین آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کاسے م دھوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالین کے تغار اور تیلیون کے مٹکے اور دھوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین وہ سب مین کی بیع مین داخل نہین اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو مین کہتا ہون کہ لائق یون ہی کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاء مذکورہ داخل ہون کذا فی فتح القدیر وفی الحمار یدخل کافہ ان شرئ من المزارعین واہل القری لا لو من الحمارین اور گدہے کی بیع مین اوسکا پالان داخل ہی اگر گدہے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خرید کیا ہو اور اگر گدہے والون سے یعنی جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہون اون سے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہوگا طحاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہی کہ سوداگرون کی عادت یہ ہی کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہین وتدخل قلادتہ عرفا اور گدہے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہی باعتبار رواج کے م جو رسی کہ گدہے کے گلے مین بندھی ہو وہ حمار کی بیع مین داخل ہی عرف مین لیکن جہان اسکا رواج نہین وہان داخل نہین اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہو اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہین کذا فی العالمگیریۃ اور گھوڑی کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین فقط نکیل داخل ہی اور کسی کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین کہ گھوڑا بکے اور اوسپر زین ہو بعضون نے کہا کہ زین داخل ہی بلا تخصیص یا بحکم ثمن کذا فی فتح القدیر ویدخل ولد البقرۃ الرضیع وفی الاتان لا رضیعا او لا بلا تفصیل اور گای کا دودہ پیتا بچہ گای کی بیع مین داخل ہی اور گدہی کی بیع مین اوس کا بچہ داخل نہین خواہ دودہ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسیکا فتویٰ ہے م وجہ اسکی یہ ہی کہ گای کا دودہ بخوبی حاصل نہین ہوسکتا بدون اوسکے بچے کے اور گدہی کا دودہ حلال نہین جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحاوی نے کہا اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہی اور ان ہور کا مدار عرف پر ہو ویدخل ثیاب عبد وجاریۃ ای کسوۃ مثلہا یعطیہما اھذہ او غیرھا اور غلام اور لونڈی کے کپڑے اونکی بیع

ہین داخل ہین یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہین بائع کو اختیار رہیگا کہ اونکو وہی لباس دیے جو اونکے بدن پر ہو یا سوای اوسکے ہو اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے ہون تو داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریۃ لا حلیتہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہین مگر اسطرح کہ بائع اوسکو زیور کے ساتھہ تسلیم کرے یا مشتری اوسے زیور کے ساتھہ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیرفیہ مین ہے ویدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر وقید فی المستلتین فبالذکر اولی مثمرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علی شرف القطع فتح اور داخل ہین درخت زمین کی بیعمین بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہون یا نہون چھوٹے ہون یا بڑے ہون مگر خشک درخت داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہورہا ہے کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونون مسئلون مین قید ہے یعنی گھر کی بیعمین عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیعمین اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہین تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہوگیا تو بطریق اولی داخل ہونگے اذا کانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیعمین اوسوقت داخل ہین جبکہ وہ زمین مین موضوع ہون قرار اور دوام کے واسطے مثل عمارت کے فلو فیہا صغار تقلع زمن الربیع ان من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین مبیعہ مین ایسے چھوٹے درخت ہون جو فصل ربیع مین اوکھاڑے جاتے ہون سو اگر جڑ سے اوکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیعمین وہ بھی داخل ہین اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے م علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین یون مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع مین اور نیشکر داخل نہین کہ بجای زراعت کے ہے اور گلاب اور یاسمن اور چمبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہین کہ بجای اثمار کے ہین اور اونکے اصول داخل ہین اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہین اور روئی اور کسم بجای اثمار داخل نہین اور انکی جڑون مین دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہین اور سرخسی نے کہا کہ بیگن کی اصول داخل نہین اور گندنا وغیرہ جو چیز سطح وجہ الارض ہے وہ داخل نہین اور گاجر اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہین تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور اسکے اصول مین محمد سے دو روایتین ہین اور حبوب اور کتان اور جوار کھیت کی مثل ہے انتہی ملخصا کذا فی الطحاوی وفی القنیۃ شری کرما دخل الوتد مثل المسند والمنصوب فی الارض وکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل بترکاتہا الکرم اور قنیہ مین ہے خرید کیا انگور کے درختون کو تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین اور انگور کی شاخین پھیلتی ہین جنکا نام ارض خلیل مین ترکاتہ الکرم ہے م ترکاۃ جمع ہے ترکۃ بفتحتین کی یعنی ریشہ خرما کی رسی اور بعضے نسخون مین بجای تاء کے تاء مثلثہ ہے جمع تیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گھر کے ستونون مین تانی جاتی ہین کپڑے ٹانگنے کو جنکو بعض اہل ہند الگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جنپر انگور کی شاخین پھیلتی ہین وفی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف وذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہر الفائق مین ہے کہ جو چیز مبیعہ مین بالتبع داخل ہے اوسکے مقابل کچھہ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کی مانند ہے اور مصنف نے اسکو باب الاستحقاق مین باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے م نہر الفائق مین کہا ولہذا قنیہ مین ہے کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھہ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی اسواسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر مین ہے جیسی بیعمین اشیا داخل ہوتی ہین بالتسمیہ بالتبع اسیطرح بیع سے چند چیزین بالتسمیہ خارج ہو جاتی ہین چنانچہ قریہ کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہین خلاصہ مین ہے قریہ بیچا جسمین مسجد ہے اور اسکو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہین اس مین اختلاف مشائخ ہے اور اسیطرح حوض کا حکم ہے اور قبرستان مین ذکر حدود ضرور ہے مگر یہ کہ مقبرہ سٹیلے پر ہو انتہی ا فی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیعمین بدون نام لینے زراعت کے مگر جب کہ کھیت جما ہو اور اوسکی کچھہ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع م زراعت اسواسطے بیع ارض مین

نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہیں بلکہ اوسکا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنی آدمی نے اسکو بہ نیتِ قطع بویا ہے تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی
فتاوی عالمگیری مین ہے کہ مالک نے زمین مین بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع مین داخل نہین اسواسطے کہ جبتک بیج نہین جما تو اوسپر تابع ہونا ثابت
نہین اور اگر جما ہے اور بے قیمت ہے تو صواب یہہ ہے کہ داخل ہے چنانچہ ظہیریہ مین ہے انتہے اور دریافت قیمت کا یہہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کیجاوے بعد زراعت
کے اور پھر قیمت کی جاوے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین
کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہون تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت
ہر صورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہے **ولا الثمر فی بیع الشجر بلا شرط** عبر ههنا بالشرط وثمه بالتسمیة لیفید ان
لا فرق وان هذا الشرط غیر مفسد وخصه بالثمر اتباعا لقوله صلی الله علیه وسلم الثمرة للبائع الا ان یشترط
المبتاع اور نہ پھل داخل ہے درخت کی بیع مین بدون شرط کرلینے مشتری کے مصنف نے یہان یعنی دخول ثمر مین شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنی دخول زراعت
مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ مین کچھہ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہہ شرط مفسدِ بیع نہین اور باوجود تساوی لفظین کے لفظِ شرط کو ثمر کے ساتھہ
خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہہ کہ مشتری اسکو شرط کرلے مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر
مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوتی ہو یا نہوتی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کی غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کھجور کا شگوفہ اسمین ڈالا جاوے کہ اس
طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ من اشتری ارضا فیها نخل فالثمرة للبائع الا ان یشترط المبتاع
یعنی جو لیوے زمین خرید کر جسمین کھجور کے درخت ہین تو پھل بائع کا ہے مگر یہہ کہ مشتری شرط کرلے یہہ حدیث مطلق ہے اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین
اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل مین تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہین تو مشتری مالک ہے اسواسطے کہ صحاح
ستہ مین عبد اللہ بن عمر رضی سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ من باع نخلا مؤبرة فالثمرة للبائع الا ان یشترط المبتاع کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہوچکی
ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہہ کہ مشتری شرط کرلے حنفیہ کہتے ہین اس حدیث سے صریحاً یہہ ثابت نہین ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہین اور مفہوم
صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس
حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالے اعلم **ویؤمر البائع بقطعهما الزرع والثمر وتسلیم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمهما فلو لم ینقد
الثمن لم یؤمر به** خانیہ اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کرلینے کا یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ
ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد نہ دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین
معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اوکھاڑ لینے کے واسطے
تو مشتری کو اوسکے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اوسکو اختیار ہے کہ جڑون سمیت کھود لے کیونکہ جڑ بھی بیع مین داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور
یہہ جائز نہین کہ جڑ کی باریک باریک ریشون تک کھودتا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قلع مین بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت
دیوار کے قریب ہو یا اسیطرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے
درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اب شاخین نکلین گی اونکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہہ ہے کہ درخت
خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم نہوگا اور اگر کھود لیگا تو اوسکو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہہ ہے کہ
درخت خرید کرے اور کچھہ شرط نکرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع مین داخل ہے صدر شہید نے کہا فتوی اس پر ہے
کہ زمین داخل ہے چنانچہ محیط مین ہے بحر الرائق مین کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اوسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی
چنانچہ نہر الفائق مین ہے اور اگر درخت قرار وثبات کیواسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور جہان ما تحت الشجر داخل ہے

تو اتنی داخل ہی جتنا وہ درخت موٹا ہی بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد بمقدار سوزیادہ موٹا ہو گیا تو مالکِ زمین کو اختیار ہی کہ اُوتنا چھیل
ڈالے اور جہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہنچی ہین وہ داخل تحت بیع نہین اور اسی پر فتویٰ ہے محیط مین کذا فی العالمگیریہ وَاِنْ لَمْ یَظْهَرْ صَلَاحُهَا
لِاَنَّ مِلْکَ الْمُشْتَرِیْ مَشْغُوْلٌ بِمِلْکِ الْبَائِعِ فَیُجْبَرُ عَلٰی تَسْلِیْمِهٖ فَارِغًا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہی اگرچہ اُسکی صلاحیت لائق انتفاع
ظاہر نہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہی تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کرکے کما لو اوصٰی بنخل لرجلٍ علیہ
بُسْرٌ حَیْثُ یُجْبَرُ الْوَرَثَۃُ عَلٰی قَطْعِ الْبُسْرِ ھُوَ الْمُخْتَارُ مِنَ الرِّوَایَۃِ وَ لَوَالْجِیَّۃِ وَمَا فِی الْفُصُوْلَیْنِ بَاعَ اَرْضًا بِدُوْنِ الزَّرْعِ فَھُوَ لِلْبَائِعِ
بِاَجْرِ مِثْلِهَا مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَا اِذَا رَضِیَ الْمُشْتَرِیْ نَھْرٌ چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہین
تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پھل کے قطع کرنے مین یہی روایت مختار ہی کذا فی الولوالجیہ اور جو فصولین مین یہ روایت ہی کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے
تو زراعت بائع کی ہی زمین کی اجرت مثل دیکر او سپر محمول ہی جب کہ مشتری اجارۂ زمین پر راضی ہو جاوے ھکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہو تو قطع زرعت واجب
وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَۃً بَارِزَۃً اَمَّا قَبْلَ الظُّھُوْرِ فَلَا یَصِحُّ اتِّفَاقًا ظَهَرَ صَلَاحُهَا اَوْ لَا صَحَّ فِی الْاَصَحِّ اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی
ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہے اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہین م بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہی اور باقی پر
اتفاق ہی اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اوس پھل کے جو لائق انتفاع ہی تو یہہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار
ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو یہہ بالاتفاق صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی
بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد درصورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہی اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اسمین شیخین اور
محمد مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمۂ ثلثہ مین وہ بیع ہی جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمۂ ثلثہ کے نزدیک جائز
نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہہ ہی کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہہ ہی کہ اونمین پختگی
اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمۂ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین مین انس سے روایت ہی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ
صَلَاحُهَا وَعَنْ بَیْعِ النَّخْلِ حَتّٰی تَزْهُوَ قِیْلَ مَا تَزْهُوْ قَالَ تَحْمَارُّ وَ تَصْفَارُّ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہان تک کہ اونکی
صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہانتک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہی
کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اُسکی آفت رسیدگی دفع ہوا اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے
حدیث مرفوع ہی کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہانتک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہے جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی
یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری اُسکی شرط کرے تو حدیث مین پھل کو مشتری کا ٹھیرایا شرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا
ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراطِ مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمۂ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک
الظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہی اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہہ ہی کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط
ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس معنے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہی جو نسائی وغیرہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے کسطرح لینے بھائی کا مال تجھکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہوگئی
تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہی تو اسمین احتمال مذکور کی گنجائش نہین تو حدیث نہی اسکو
شامل نہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھیرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہی اور اس تقریر سے
ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہی بلکہ ایک حدیث دوسری کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف وَلَوْ بَرَزَ
بَعْضُهَا دُوْنَ بَعْضٍ لَا یَصِحُّ فِیْ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَصَحَّحَهُ السَّرْخَسِیُّ وَاَفْتَی الْحَلْوَانِیُّ بِالْجَوَازِ لَوِ الْخَارِجُ اَکْثَرَ زَیْلَعِیٌّ اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

کچھ نہین تو ظاہر مذہب مین یہہ بیع صحیح نہین اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہی اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہی اگر اکثر پہل نمودار ہوتے ہون کذا فی شرح الزیلعی ھم
قید اکثریت مین شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق مین حلوانی کا فتوے کل ثمار مین منقول ہے اور یہی قول ہو امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت
عقد اصل مبیع ہو اور جو اُسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہو خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہو بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الحاوی
ویقطعھا المشتری فی الحال جبرًا علیہ اور پہلون کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرلے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار مین ھم قطع
بعد البیع اسواسطے لازم ہے تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہوجاوے وان شرط ترکھا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی
البائع حاوی اور اگر مشتری نے پہلون کا قائم رکہنا درختون پر شرط کرلیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کرلینے سے بیع فاسد ہوتی ہے
کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناھت الثمرۃ للتعارف لکان شرطًا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار
لکن فی القہستانی عن المضمرات ان علے قولھما الفتوی فتنبہ اور بعضون نے کہا قائل اس قول کے محمد ہین کہ بیع ثمار کی بشرط ترک
علی الاشجار فاسد نہین جب کہ پہل بڑہ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہہ شرط ایسی ہو جسکو عقد بیع مقتضی ہو اور اسی قول کا فتوی ہو کذا فی البحر
عن الاسرار لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہان دو
قول مفتے بہ ہین تو مفتی یہان فتوی دینے مین مخیر ہو محشی مدنی نے کہا شارح سے یہان بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی مین شیخین کے قول کا فتوی
نہایہ سے منقول ہو اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے قید باشتراط الترک لانہ لو شراھا مطلقًا وترکھا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ
وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتھا مصنف نے فساد بیع مین شرط ترک کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر پہلون کو مشتری نے مول لیا مطلقًا یعنی
بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پہلون کو درختون پر قائم رکہا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پہلون مین زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پہلون کو درختون پر رہنے دیا تو جسقدر پہلون کی ذات مین زیادتی ہوئی ہو اُسکو تصدق کرے فقیرون پر ہم زیادتی معلوم
ہونے کا یہہ طریقہ ہی کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پہر جب پختہ ہون پہل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا مابین مین وہی زیادتی ہو کذا فی العینی مثلًا
تیس روپیئے قیمت ہی بیع کے دن اور چالیس قیمت ہو بعد پختگی کے تو دس روپیہ زیادہ ہوئے اتنے خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک
بدون اُسکی اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہوگئی وان بعد ما تناھت لم یتصدق بشیء اور اگر پہلون کے بڑہ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے
پہلون کو درختون پر رکہا تو کچہہ خیرات نکرے یعنی اسواسطے کہ ثمار کی ذات مین کچہہ تغیر نہین ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ
کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استأجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء
الاذن ولو استأجر الارض لترک الزرع فسدت لجھالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی الابحر لفساد الاذن بفساد الاجارۃ
بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر ثمار کی بیع مین درخت کو اجارے لے پہل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پہل کی حلال
ہو بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کہیت کی حلال
نہوگی کذا فی ملتقے الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہی ملتقے کی شرح مین ھم وجہ فرق اجارۂ
باطلہ اور فاسدہ مین یہہ ہی کہ اجارۂ باطلہ مین اذن مقصود بنفسہ ہو گیا ہو اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعًا ثابت نہین اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہین
رکہتا بخلاف اجارۂ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹہیرا تو تضمن کی لیاقت رکہتا ہی تو جب متضمن بالکسر فاسد
ہوگا تو متضمن بالفتح بہی فاسد ہوگا والحیلۃ ان یأخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزءًا من الف جزء اور پہلون کے خرید کرنے اور درختون پر
رکہنے کا یہہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہو ہزار حصون مین سے ھم معاملہ اور مساقاۃ یہہ ہو کہ
اشجار کو سینچنے کے واسطے لے کچہہ پہل مقرر کرکے شرح ملتقے مین ہو کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ مینے تجہسے یہہ درخت بطریق معاملہ لئے اس

شرط پر کہ پھلون مین تیرا ایک حصہ ہی اور ایک کم ہزار میرے حصے ہین انتہے لیکن اسمین یہہ خلل ہے کہ مشتری نے پھل قیمت دیکر لئے سوا اونکو بطور معاملہ
کبھو نکرے گا ہان مگر یون کہئے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وَاَنْ یشتری اُصولَ الرطبۃِ کالباذنجان وَ اشجارَ البطیخ
وَالخیار لیکون الحادث للمشتری اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا یہہ حیلہ ہے کہ اصول رطبہ خرید کرے جیسے بنگن کے اور خربوزے
اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہون وہ مشتری کے مملوک ہون ہ جو شخص خربوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے
کہ درختون مین لگے رہین تاکہ بڑہین یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہین وہ میرے مملوک ہون تو اوسکا یہہ طریقہ ہے کہ پھلون کو اونکے درختون سمیت مول لے
بشرطیکہ زمین کا مالک بقای اشجار کا اپنی زمین مین اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وَفی الزرع وَالحشیش
یشتری الموجودَ ببعض الثمن وَیستاجر الارض مدۃً معلومۃً یعلم فیہا الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے
اور قائم رکھنے کا یہہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہے اوسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اور مدت معین تک جسمین کھیت کی پختگی معلوم کرے
ہ مثلاً چالیس روپیہ کو ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپیہ کو کھیت مول لے اور دس روپیہ اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک
وَفی الاشجارِ الموجودَ ویحلُّ لہٗ البائعُ ما یوجد اور ثمار اشجار کے مول لینے مین یہہ حیلہ ہی کہ موجود پھلون کو مول لے اور بائع مباح کر دے
اون پھلون کو جو ہنوز پیدا نہین ہوئی یعنی اباحت کے بعد اسکا یہی بائع اذن دے کہ پھل درختون پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فَانْ خافَ ان یرجعَ
یقولُ علی اَنّی متی رجعتُ فی الاذنِ تکونُ ماذوناً فی الترکِ پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر
پلٹ جاوے اور کہے کہ اب بقای ثمار وغیرہا کا اذن نہین دیتا تو اوسکا یہہ طریقہ ہی کہ بائع یون کہے کہ جب مین اذن مین رجوع کرون تو تو ماذون ہی ترک
مین یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہی کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث مَا جَازَ ایرادُ العقدِ علیہِ بانفرادِہٖ صحَّ استثناؤُہٗ منہٗ
الا الوصیۃَ بالخدمۃِ یصحُّ افرادُہا دونَ استثنائِہا اشباہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہو مثلاً اوسکا نکال لینا مبیع سے صحیح ہی مگر خدمت
کی وصیت کی تنہای صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ نہ اوسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی الاشباہ ہ اور جس چیز پر ایراد عقد
بیع تنہا نہین ہوسکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اوسکا استثنا کر لینا مبیع سے صحیح نہین تو اگر بائع یون کہے کہ مین نے اس لونڈی کو
بیچا سوای اسکے حمل کے یا یہہ دُنبہ بیچا سوای اسکی چکتی کے یا ہاتہہ پاؤن کے تو یہہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمۃ کے استثنا کرنیکے قاعدہ مذکورہ سے کچھہ
حاجت نہتھی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ عقود مین جاری ہے اور وصیت عقد نہین لھذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہی اور عقد بعد موت کے
صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن الفتح والنہایہ ثم فرّع علی ہذہٖ القاعدۃ بقولہٖ فصحَّ استثناءُ قفیزٍ من صُبرۃٍ وشاۃٍ معیّنۃٍ من قطیعٍ وَ
ارطالٍ معلومۃٍ من بیعِ ثمرِ نخلۃٍ لصحۃِ ایرادِ العقدِ علیہا وَلو الثمرۃُ علی رُؤسِ النخلِ علی الظاہرِ پھر مصنف نے اس قاعدہ پر بقول خود
تفریع کی کہ صحیح ہی استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلون کی بیع
سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پھل درختون پر لگے ہون بنا بر ظاہر مذہب کے وَصحَّ بیعُ برٍّ فی سنبلۃٍ بغیرِ سنبلِ البرِّ لاحتمالِ
الربوا چنانچہ صحیح ہی بیع گیہون کی اسکی بالی مین گیہون کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہ اگر گیہون بالی کے اندر ہو اور عوض غیر جنس اسکی بیع ہو تو
صحیح ہی اور اگر گیہون کی بالی کو گیہون کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہین بس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہون
کی مانند جوار اور جوار کی بیع اونکی بالیون مین صحیح ہے وَباقلاء وَارزٍ وَسمسمٍ فی قشرِہا اور باقلا اور چاول اور تل کی بیع اونکے چھلکون مین
صحیح ہی وَجوزٍ وَلوزٍ وَفستقٍ فی قشرِہا الاولِ وَہوَ الاعلیٰ اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع اونکے پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست
مین درست ہی خلافاً للشافعی وَعلی البائعِ اخراجُہ الا اذا باعَ بما فیہِ اور بائع پر لازم ہی اوسکا نکال دینا یعنی گیہون وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے
بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اوسپر نہین وَہل لہٗ خیارُ رؤیۃِ الوجہِ نعم فتح اور ایسی بیع مین مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے یا نہین دلیل

اسکو مقتضی ہی کہ ہان اسکو دیکھنے کے بعد اختیار رہی لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وَاَمَّا بَطَلَ بَیْعُ مَا فِی تَمرٍ
وَقُطنٍ وَضَرعٍ مِن نَوی وَحَبٍّ وَلَبَنٍ لِاَنَّہ مَعدُومٌ عُرفًا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے
دودہ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ہم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح
ہی اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونون غلاف مین ہین تو دونون مین کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ
عرف مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہہ خرما اور یہہ روئی ہے اور یون نہیں بولتے کہ یہہ گٹھلی ہی خرمے کے اندر اور یہہ بنولہ ہی روئی کے
اندر اور یون بولتے ہین کہ یہہ گیہون ہین بالی کے اندر اور یہہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یون نہیں کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہے بلکہ اسکے
طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح وَاُجرَۃُ کَیلٍ وَعَدٍّ وَوَزنٍ وَذَرعٍ عَلیٰ بَائِعٍ لِاَنَّہ مِن تَمَامِ التَّسلِیمِ اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور
گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہی اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہی یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں
ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی وَاُجرَۃُ وَزنِ ثَمَنٍ وَنَقدِہ وَقَطعِ ثَمَرٍ وَاِخرَاجِ طَعَامٍ مِن سَفِینَۃٍ عَلیٰ مُشتَرٍ اور ثمن تولنے اور
اوسکے پرکھنے اور پہل کاٹنے کی اُجرت اور ناو کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر
الروایۃ ہی کذا فی الخانیۃ خلاصہ یہہ کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اوسوقت ہی جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری مین تخلیہ کر دیا ہو اِلَّا اِذَا قَبَضَ البَائِعُ الثَّمَنَ
ثُمَّ جَاءَ یَرُدُّہ بِعَیبِ الزِّیَافَۃِ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پہر پہیرنے آیا ہو کہوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہی اسواسطے کہ
اب پرکھنا اس واسطے ہی کہ بائع کا حق پورا لے کذا فی النہر قرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظَهَرَ بَعدَ نَقدِ الصَّرَّافِ اَنَّ الدَّرَاهِمَ زُیُوفٌ رَدَّ الاُجرَۃَ
وَاِن وَجَدَ البَعضَ فَبِقَدرِہ نَهرٌ عَن اِجَارَۃِ البَزَّازِیَۃِ صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کہوٹے ہین تو صراف پرکھائی کی مزدوری
پہیر دے اور اگر بعض دراہم کہوٹے نکلین تو اوسکے بقدر اجرت پہیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیۃ وَاَمَّا الدَّلَّالُ فَاِن بَاعَ العَینَ بِنَفسِہ بِاِذنِ رَبِّهَا
فَاُجرَتُہ عَلَی البَائِعِ وَاِن سَعیٰ بَینَهُمَا وَبَاعَ المَالِکُ بِنَفسِہ یُعتَبَرُ العُرفُ وَتَمَامُہ فِی شَرحِ الوَهبَانِیَۃِ اور دلال کی مزدوری کا یہہ حکم ہی کہ
اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اوسکی بائع پر ہی اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے
بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت مین بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہی اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہی اور
پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ مین ہے وَیُسَلِّمُ الثَّمَنَ اَوَّلًا فِی بَیعِ سِلعَۃٍ بِدَنَانِیرَ وَدَرَاهِمَ اِن اَحضَرَ البَائِعُ السِّلعَۃَ اور اول دیا جائے ثمن
متاع کی بیع مین دنانیر اور درم ہی اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو ہم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون سے اور
بائع نے اشیاء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن مین معین ہو جائے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بمجرد عقد کے متعین
ہو گیا کیونکہ مبیع اوسکی ملک مین داخل ہو گئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہان تک کہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ
ہو جائیگی اور بائع کا حق ثمن مین بدون قبض کے متعین نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثمن مین تعین شرط نہیں یہانتک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کری
تو مشتری کو اختیار رہتا ہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہی تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم
نہیں اور اگر مشتری کچھہ ثمن دیدے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو
بیع فاسد ہو گی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہی اور نقض
تصرف مشتری صحیح ہی اگر ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ العلامۃ شامی عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی
چیز خریدی کہ جو جلد بگڑ جاتی ہی اور اوسپر قبضہ نہیں ہوا اور نہ ثمن دیا یہانتک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اوسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری
ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہی اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالتِ حال راضی ہو گیا اور بازارون مین اکثر ہوا کرتا ہے آمد

بائع کو حبس مبیع تا استیفای کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہی لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہوگئی ہو تو روک نہین سکتا اور اگر بعض
ثمن حال ہے اور بعض موجل تو تا استیفای ثمن حال حبس کا اختیار ہی اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط
نہین ہوتا اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہی اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اوس کا حق ساقط
ہوگیا اب بائع مبیع کو استرداد نہین کرسکتا تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنیکے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کرد یا مشتری کے سامنے یا اوسکی
غیبت مین تو یہہ قبضہ ہوگیا اور اسیطرح ہر کیل اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن مین رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور
اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اوسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اوس پر قبضہ نکیا یہان تک کہ اوسکو دوسری آدمی نے لیلیا تو اگر اوس قبضہ
کے وقت مشتری اوسکو لے سکتا تہا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہین اور زمین مین قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہی اور مال منقول مین ایسے دوسرے
مکان مین لیجانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہی جو مکان بائع سے اختصاص نہین رکہتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اوسپر قبضہ کرنیکا امر کیا اور بائع
اوسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونون کے ہاتھ سے بہاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسیطرحپر ہوتی ہے کذا فی
الطحطاوی ویسلمان فی بیع سلعۃ بمثلہا او ثمن بمثلہ سلما معا ما لم یکن احدہما دینا کسلم وثمن مؤجل اور متاع
کی بیع مین اوسکی جنس دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع مین اوسکی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونون ساتھ تسلیم کرین جب تک کہ احد البدلین
دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن مؤجل ہم یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپون کا معاوضہ
اشرفیون یا روپیون سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھ بلا توقف تسلیم کرین اسواسطے کہ دونون متاع متعین مین یکسان اور دونون
ثمن غیر متعین مین برابر تقدیم ایک کی دوسری پر ترجیح بلا مرجح ہے ہان مگر بیع سلم مین مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہین اسواسطے کہ اسمین تأجیل شرط ہی
اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہی اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھہ مدت مقرر کرلی ہو تو اوسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہین قبل مدت کے اور بائع مبیع
کو حبس نہین کرسکتا اسواسطے کہ تأجیل سے اوسکا حق در باب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق مین ہے کہ درصورت خیار مشتری بہی بائع مطالبہ ثمن کا قبل
سقوط خیار نہین کرسکتا تو شارح کو مناسب تہا کہ اسکو بہی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل
بعد اسکے دریافت کرنا چاہئے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرحپر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع
سو یہہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہہ ہی کہ اوسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا
ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہ غافلون فانہم یشترون قریۃ
ویقرون بالتسلیم والقبض وہو لا یصح بہ القبض علی الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی
الملتقی اور اجناس مین عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بہی مشروط کی ہی وہ یہہ ہی کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تخلیہ کردیا تیرے
مابین اور مبیع کے مابین مین تو اگر یون نکہے گا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹہیریگا اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین اسواسطے کہ
مثلا گانون کو خرید کرتے ہین اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہین یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہی اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ
تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہین ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسیطرح ہبہ اور خیرات مین قبضہ صحیح نہین ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے
کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی مین کیا ہی ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہین ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہان مگر
مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہین اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری
ثمن کو پہیر لے گا اگر ثمن دیچکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق مین ہے کہ اگر گیہون کو بالیون مین بیچا اور بائع نے اونکو تسلیم کیا بالیون سمیت تو
تسلیم صحیح نہین کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہی اور اگر کوٹھری کے گیہون خرید کئے

اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نکیا تو قبض نہین اور کنجی دینی گھر کی حق مین ... سے
اگر مشتری بلا تکلف اوسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گھر تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مینے اوسپر قبضہ کیا
یہہ در حقیقت قبضہ نہین اور اگر گھر قریب ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اسحال پر ہے کہ مشتری اوسکے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اوسکو قریب
کہین گے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہے ایسے کذا فی الطحاوی وَجَدَ ای البائعُ الثمنَ زُیُوفًا لیس له استرداد السِّلعةِ وحبسُها به لسقوطِ
حقِّهِ بالتسلیم وقال زفر له ذلك كما لو وجدها رصاصًا او ستوقةً او مستحقًا وكالمرتهن منیة بائع نے ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جسکا
لینا دینا سوداگرون مین رائج ہے مگر سرکار بادشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع پھیر لینی اور اوسکے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہین بسبب
ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اوسکو اوسکا اختیار ہے چنانچہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر
ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہے اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی المنیہ م یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا
کئے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اونکو پھیر دے اور مرہون پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدل
دراهمِه الجیادِ التی كانت له علی زیدٍ زیوفًا ظنَّ انها جیادٌ ثم علم بانها زیوفٌ یردُّها ویستردُّ الجیادَ ان كانت قائمةً و
فلا یردُّ ولا یسترِدُّ خالد نے اپنے کھرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھری ہین پھر معلوم
ہوا کہ وہ کھوٹے ہین تو اونکو پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہون اور اگر کھوٹے روپیے خرچ ہوگئے ہون تو نہ پھیر دے اور نہ پھیر لے کما
لو علم بذلك عند القبضِ چنانچہ اوس صورت مین پھیر لینے کا اختیار نہین جبکہ اوسکو قبضہ کرنیکے وقت اونکا کھوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو قال
قال ابو یوسف یردُّ مثلَ الزیوف ویرجعُ بالجیادِ كما لو كانت رصاصًا او ستوقةً اور ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے روپیے صرف ہوگئے
ہون تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئًا
وقبضه ومات مفلسًا قبل نقدِ الثمنِ فالبائعُ اسوةٌ للغرماءِ وقال الشافعی هو احقُّ به كما لو لم یقبضه المشتری فان البائع احقُّ
به اتفاقًا ولنا قوله علیه الصلوة والسلام اذا مات المشتری مفلسًا فوجد البائعُ متاعه بعینه فهو اسوةٌ للغرماءِ شرح مجمع للعینی
خرید کی کوئی چیز اور اوسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہوکر مرگیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرضخواہون کے یعنی وہ مانند اور
قرضخواہون کے مانند بائع کو بھی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہے اوس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نکیا
ہو اور مفلس مرگیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہوکر مرے
پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی م امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرک
ماله بعینه عند رجل قد افلس فهو احقُّ به من غیره یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اوسکے غیر سے
اور حنفیہ کی دلیل یہہ حدیث ہے جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہے اور مستدل شافعی کا یہہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر
ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے اتم بحث کی کچھ حاجت نہین وتمامه فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی باع نصف
الزرع بلا ارضٍ ان باعه الاكَّارُ لربِّ الارضِ یجوز وبعكسه لا الا اذا كان البذرُ من الاكار فینبغی ان یجوز خانیة نصف
کھیت بدون زمین کے بیچا اگر اوسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے
ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جب کہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیہ باع شجرًا او كرمًا مثمرًا لا یدخل الثمرُ وحینئذٍ
فیعار الشجرُ الی الادراك فلو ابی المشتری اعارته خیِّر البائعُ ان شاء ابطل البیعَ او قطع الثمرَ جامع الفصولین قال فی
الفرق ولا فرق بظهوره بین المشتری والبائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہوگا اور اسوقت مین درخت عاریت لیا جائیگا مشتری سے

پہل پکنے تک پہر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہی چاہی بیع کو باطل کرے یا پہلون کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین نہر
الفائق مین کہا کچہہ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین ہم یعنی عن قریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری فقط پہل خرید کرے بدون درخت کے
تو اوسپر فی الحال پہل توڑنا واجب ہی در صورت عدم اعارۂ بائع اگرچہ پہل خام ہون اور یہان بائع ابطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہے اور مشتری
مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب **باب خیار الشرط** یہہ باب ہی خیار الشرط کے
احکام مین خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہی چاہین بیع کو قائم رکہین چاہین توڑ دین و جہ
تقدیمہ مع بیان تقسیمہ مبیّن فی الدر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اوسکی تقسیم کے بیان کے ساتہہ در رمین مصرح ہے ہم صاحب درر نے
کہا کہ بیع گاہی لازم ہوتی اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہی جسمین اختیار ہو
اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اوسکو پہلے ذکر کیا اوسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط
ابتداء حکم کا مانع ہی پہر خیار الرؤیۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند
قسم پر ہی ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجہکو اختیار رہی یا مجہکو چند روز اختیار ہے یا مجہکو ہمیشہ اختیار رہی اور ایک قسم جائز
ہی بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجہکو تین دن یا اس سے کمتر مین اختیار ہے اور ایک قسم مین اختلاف ہی وہ یہہ ہے کہ یون کہے کہ مجہہ کو اختیار ہی ایک
مہینہ یا دو مہینہ کہ یہہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی
الطحطاوی معلوم کرنا چاہیئے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے
حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تہا اور اوسکے سر مین زخم لگا تہا تو اوسکے واسطے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تہا اوس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اوسکی زبان ثقیل ہو گئی تہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہہ دیا کر لاَ خِلَابَةَ یعنی مجہکو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گہر والون کے طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہہ تو گران قیمت
ہی تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجہکو بیع مین اختیار دیا ہی اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ اور بخاری
نے اپنی تاریخ اوسط مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعة عشر پہر دریافت کرنا چاہئے کہ خیارات کا
شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثة المبوّب لها اونمین سے تین خیار وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہین یعنی باب خیار الشرط اور باب
خیار الرؤیۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ونقد وکمیة واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانة مرابحة وتولیة وفوات
وصف مرغوب فیه وتفریق صفقة بهلاك بعض مبیع واجازة عقد الفضولی وظهور المبیع مستأجرا او مرهونا کما فی الاشباه من
احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہہ ہی کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کر لے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی
ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہی اور اختیار نقد یہہ ہی کہ اس شرط پر بیع
ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہہ کہ خرید کی بعوض اون دراہم کے جو اس برتن مین ہین پہر بائع نے دراہم
مذکورہ کو دیکہا تو اوسکو اختیار ہی اور یہہ خیار الرؤیۃ نہین اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہہ کہ بعض مبیع غیر کا حق
ٹہیرے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دہوکہ کہا جاوے چنانچہ بکری یا گاے کے تہن چند روز باندہ رکہنا تا بہت دودہ نظر آوے
بموجب ایک روایت کے مشتری کو پہیر دینے کا اختیار رہو کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہہ ہی کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتہر کے ہم وزن ہی
اور خیار کشف مین خیار التکشف بہی دخل ہے وہ یہہ ہی کہ اناج کا ڈہیر بحساب ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہی ایک صاع مین لیکن بسبب تفریق
صفقہ مشتری کو اختیار ہی نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم نکہانے سے

خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہہ کہ بیع التولیہ مین باوجود کورہ خیانت ثابت
ہو تو مشتری مختار ہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہی اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب
ہی یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن دیکر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض
مبیع کے اور یہہ نہین ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہی مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے متاجر ہونیکے
ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہی تو مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہی اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے
معلوم ہوا کہ مبیع کسیکے پاس گروی ہے تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر مستاجر یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہین کذا فی الاشباہ من احکام الفسوخ
قال و ینفسخ باقالۃ و تحالف فبلغت تسعۃ عشر سببًا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہی اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا
انیس کو پہونچا م اقالہ یہہ ہی کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائین اور تحالف کی صورت یہہ ہی کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونون کی مقدار مین اختلاف ہوا
اور دونون گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہوا تو دونون سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا ایک
عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہین سوای تحالف کے کہ اوسکو قاضی فسخ کرتا ہی کذا فی الحلبی عن الاشباہ و قد علمہا ذکرہا المصنف
یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہی جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہو وہ جانتا ہی صح شرطہ للمتبائعین معًا
و لاحدہما و لو وصیًا و لغیرہما و لو بعد العقد لا قبلہ تاتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھی اور دونون مین سے ایک
عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کیواسطے صحیح ہی اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہین قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ
م شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح
شرط کری کہ مینے تجھکو اختیار دیا اوس بیع مین جسکو مین منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہ او بعضہ
کثلثہ او ربعہ و لو فاسدًا شرط خیار صحیح ہے سب بیع مین یا بعض مین چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتہائی مین اگرچہ وہ عقد جسمین شرط ہوئی ہی فاسد ہو
و لو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے مین تو اوسکا قول معتبر ہی جو
اختیار کی نفی کرتا ہی بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر و النہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہی تین دن یا اس سے
کمتر مین م تین دن تک اختیار ہونا وقت صحیح ہے جبکہ مبیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد
سڑ جاتی ہی تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہہ ہی کہ مشتری پر کچھہ جبر نہین لیکن استحسان مین مشتری سے یون کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور
ثمن کا دینا واجب نہین یہان تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس فاسد ہو جاے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی و فسد عند
اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہی اطلاق یا ہمیشگی کے نزدیک م یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد
حلبی نے کہا توقیت مجہول بہی تابید کے مانند ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر اطلاق خیار مصلب عقد مین ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بیع بلا خیار رہوئی پھر بائع نے بعد
مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھکو اختیار ہے تو یہہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھکو اقالہ بیع کا اختیار ہی لا اکثر فیفسد فالکل منتہٰ
خلافًا لہما صحیح نہین تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اوسکے فسخ کرنیکا اختیار ہی بخلاف
صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط در صورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم م عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ
ایک مرد نے ایک اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا کہ الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار
تین ہی دن ہو کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح مین جاکڑ کہتے ہین اور بعضے تین دن سے زیادہ جاکڑ لیتے
ہین سو شرعًا جائز نہین غیر انہ یجوز ان اجاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحًا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین بلکہ

یہہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاویگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اسواسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنے تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع میں ہو تا عدم طلوع فجر اور یہہ قول حنفیۂ عراق کا ہے اور حنفیۂ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہو گی تو وہ فاسد ہی فائدہ خلاف کا یہہ ہی کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحطاوی وصح شرطه ایضا فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہی شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بھی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی وصیت میں اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہی اور موصی لہ کو قبول اور عدم قبول میں اختیار ہی اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کمزارعة ومعاملة واجارة وقسمة وصلح عن مال ولو بغیر عینه وکتابة وخلع ورهن وعتق علی مال لو شرط للزوجة والراهن والقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہوا ہو زوجہ کیواسطے خلع میں اور راہن کے واسطے رہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں ہم زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہی بخلاف زوج اور مولے کے کہ اونکے جانب سے عقد لازم ہو لیکن محتمل فسخ نہیں اسواسطے کہ یمین ہی اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اوسکی جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی من المنح ونحوها ککفالة وحوالة وابراء وتسلیم شفعة بعد الطلبین ووقف عند الثانی اشباه واقالة بزازیه فهی ستة عشر اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابراء اور تسلیم شفعہ دو طلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہہ سولہ عقود ہیں بیع کو ملا کر جنمیں شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ہم مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ میں ہی کہ ضامنی میں دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہی بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی لا فی نکاح وطلاق ویمین ونذر وصرف وسلم واقرار الا الاقرار بعقد یقبله اشباه ووکالة ووصیة فهی ستة صحیح نہیں شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اوس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہے تو اوس اقرار میں شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت میں شرط خیار صحیح نہیں کذا فی النهر یہہ تو عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجہپر ہزار درم ہیں اس شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہی تو اقرار لازم ہو گا اور شرط خیار باطل ہو گی اسواسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہان اگر یون اقرار کریگا کہ مجہپر ہزار درم ہیں اوس مبیع کی ثمن کے جسکو مین نے بشرط خیار خریدکیا تو یہہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہو گا اگر بائع اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع اون عقود سے ہی جو قابل خیار ہین کذا فی الطحطاوی عن حاشیة الاشباه للحموی وقد کنت غیرت ما نظمه فی النهر فقلت ۵ یاتی خیار الشرط فی الاجارة * والبیع والابراء والکفالة * والرهن والعتق وترک الشفعة * والصلح والخلع کذا والقسمة * والوقف والحوالة والاقالة * لا الصرف والاقرار والوکالة * ولا النکاح والطلاق والسلم * نذر وایمان فهذا ایغتنم * اور مین نے بدلدیا الانهر الفائق کی نظم کو اور یون کہا ہے کہ شرط خیار آتی ہی اجارہ میں اور بیع اور ابرا اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسیطرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ میں نہ صرف اور اقرار اور وکالت میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین میں اس نظم کو غنیمت جاننا چاہیئے ہم شارح نے نہر الفائق کی نظم میں کچہہ بھی تغیر نہیں کی سوا اسکے کہ بجای حوالہ قسمت لایا اور نکوئی عقد اوسپر زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہی قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان اشتری شخص شیئا علی انه ای المشتری ان لم ینقد ثمنه الی ثلثة ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر فلو لم ینقد فی الثلثة فسد فینفذ عتقه بعدها لو فی یده فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہی مشتری

اگر اوسکا ثمن نہ دیگا تین دن تک تو بیع نہین یہہ صحیح ہی بطریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن مین نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا اوسکا
بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سرا اوسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ اوراسیطرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیردے
تین دن تک تو بیع نہین یہہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت مین مشتری کو اختیار ہی اور دوسری صورتمین بائع کو خانیہ مین ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ بیع
مذکور فاسد ہے منفسخ نہین تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اوسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہی کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت
غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ مین ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ولو اشتری کذلک الی اربعة
ایام لا یصح خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسیطرح چار دن تک تو بیع صحیح نہین بخلاف محمد کے ھ یعنی مشتری نے اسطرح خرید کیا
کہ اگر چار دن تک ثمن ندی تو بیع نہین تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ بیع صحیح نہین اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہی اور خیار الشرط تین
دن سے زیادہ صحیح نہین فان نقد فی الثلثة جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی
پہر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جاویگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہی
خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ھ یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری مین فاء تفریع نہ لاتا تو خوب تہا اسواسطے کہ
یہہ مسئلہ خیار الشرط مین داخل نہین بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہی اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اوسکی انواع سے ہو چنانچہ
صاحب کنز اور درر و غرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ھ ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیاره فقط اتفاقا فیهلک علی
المشتری بقیمته ای بدله لیعم المثلی اذا قبضه باذن البائع یوم قبضه کالمقبوض علی سوم الشراء فانه بعد بیان
الثمن مضمون بالقیمة بالغة ما بلغت نهر ولو شرط المشتری عدم ضمانه بزازیه اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہین جاتا فقط
بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سے تا مثلی کو بہی شامل رہے جس صورت مین کہ مشتری نے
بائع کے اذن سے اوسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوئی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنیکے بعد مضمون بالقیمة ہی جتنی اوسکی
قیمت ہو پہنچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مثمن سے قیمت زیادہ ہو ضمان اوسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اوسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ
ھ در صورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہوگئی ہو ہر صورت اوسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء
مین بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون مین ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرتا تو خرید کرنا
پہر وہ لے گیا اور وہ تلف ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہوا تو دس درم کو خرید کرنا پہر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اوسکی
قیمت کا اوسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہے اور یہہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور
مشتری دونون کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی نہر الفائق مین ہی کہ مشتری پر قیمت اس
واسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہوگئی اور بیع نافذ نہین ہوسکتی بدون محل کے تو یہہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہوگیا اور جو چیز
مقبوض ہو خریداری کی بات چیت پر اوسمین ہلاک ہونے سے قیمت ہی قیمتی مین اور مثل ہے مثلی مین یہہ اوس صورت مین ہی کہ جب مدت خیار مین ہلاکی
ہو اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہی نہ قیمت کا انتہے ولو فی ید الوکیل ضمنه من ماله بلا رجوع الا بامر بالتسوم
اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ مین ہلاک ہوا تو وکیل اوسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جب کہ موکل نے وکیل کو
اوسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ھ وکیل شراء نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اوسنے پسند نکیا اور پھیر دیا پہر وکیل کے
پاس وہ ضائع ہوگیا تو اوسکا ضمان قیمت وکیل پر ہی موکل سے نہین لے سکتا مگر اوس صورت مین لے سکتا ہی جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات
چیت پر قبضہ کرنیکا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا اور جسپر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اوسکا تاوان مطلقا

لازم نہین خواہ اوسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہوا ہو هم سَوْمُ النَّظرِ یہہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہہ کپڑا مجھکو دے تا مین اسمین نظر اور تامل کرون یا غیر کو دکھاؤن پہر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے نزدیک اوسپر کچہہ تاوان نہین یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تہا اور اگر یون کہے گا کہ یہہ کپڑا مجھکو دے اگر مین راضی ہونگا تو اسکو لونگا پہر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہہ بعض بطلے سَوْمُ الشِّرا ہوا سوم النظر باقی نرہا وجہ فرق یہہ ہے کہ پہلی صورت مین اوسنے تامل اور غیر کے دکھانیکے واسطے دیا تہا اور یہہ بیع نہین اور دوسری صورت مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہوا اور خرید کرے اور یہہ بیع ہی کذا فی النہر وَعَلیٰ سَوْمِ الرَّهنِ بالاقلِّ مِنْ قیمتِہٖ وَمِنَ الدَّینِ اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہو گا قیمت اور دین مین اوسکا ضمان لازم آویگا هم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک شخص پر دین تہا سو اوسنے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اوسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پہر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اوس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اوسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اوسکا ضمان لازم ہی تو رہن کی گفتگو بمنزلہ حقیقت رہن کے ہوئی کذا فی الطحطاوی وعلیٰ سَوْمِ القَرْضِ بقَرضٍ مُساوٍ مَّا بہٖ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اوسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے هم صورت اوسکی یہہ ہی کہ زید نے خالد سے دس روپیے قرض مانگے خالد نے اوسکو مثلاً ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکھلے پہر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اسمین اور رہن کے مسئلہ مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہہ کہ دین ثابت ہی راہن کے ذمہ پر اور مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین دوسری یہہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض مُساوَم علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وعلیٰ سَوْمِ النِّکاحِ لِاَمَةٍ بقیمتِہَا هم اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اوسکی قیمت کے ہی کذا فی النہر هم یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اوسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اوسکے پاس تو اوسکی قیمت کا ضمان اوسپر لازم ہے وَیَخْرُجُ عَنْ مِلْکِہٖ ای البائعِ مع خیارِ المشتری فقط فیہلِکُ فی یدِہٖ بالثمنِ اور مبیع خارج ہوجاتی ہی بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتہہ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتہہ مین بعوض ثمن کے هم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہین اور وجودِ عیب لغو رد ہی تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا ثمن اور قیمت مین یہہ فرق ہی کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس شئی کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیّبہٖ فیہا بعیبٍ لا یرتفِعُ کقطعِ یدٍ مانند معیوب ہوجانے مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا چنانچہ ہاتہہ کا ٹنا هم یہہ تشبیہ ہی معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتہہ دونون صورتون مین یعنی در صورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیّب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورتمین موجب قیمت کا ہی اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح فیلزمُہٗ قیمتُہٗ فی المسئلۃِ الاُولیٰ وَللبائعِ فسخُ البیعِ واخذُ نقصانِ القیمیِّ لا المثلیِّ لِشبہۃِ الرِّبوا حدادی تو مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچہہ عیب اسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اوسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنُہٗ فی الثانیۃِ اور درصورت ثانی یعنی درصورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا ولو یرتفِعُ کمرضٍ فاِنْ زالَ فی المدۃِ فہو علیٰ خیارِہٖ والّا لزمہٗ العقدُ لتعذّرِ الرَّدِّ ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہی چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہی چاہی لے چاہی پہیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اوسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پہیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکُہٗ المشتری خلافاً لہما لئلا یصیرَ سائبۃً قلنا السائبۃُ ہِیَ الّتی لا مِلْکَ فیہا لاحدٍ ولا تعلّقَ مِلْکٍ والثانی موجودٌ ہُنا وَیلزَمُ اجتماعُ البدلَینِ العِوَضِ علیٰ مِلکٍ المعقودِ علیہٖ بالنقضِ بشراءِ قریبہٖ اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک

مشتری اوسکا مالک ہوجاتا ہی تا مبیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھرجاوی اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری
بہی اوسکا مالک نہو تو پہر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کے طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسیکی ملک نہو اور علاقہ
ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطے منقوض
ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین
موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی
ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجے جیسا صاحبین کا مذہب ہی تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی
ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک
مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ خیار اسواسطے مشروع ہوا ہی تا عاقد غور اور تامل کرکے
اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوجاوے اور مبیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہوجاوے بلا اختیار
مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا ولعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی
المحطاوی عن البحر ولا یخرج شیء منہما ای من مبیعٍ وثمنٍ من ملک بائعٍ او مشترٍ عن مالکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما وایّہما
فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایّہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی
ملک سے نکل نہین جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور اونمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ
ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز کہے گا تو فقط اوسیکا اختیار باطل ہوگا نہ دوسریکا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتریکا
ثمن مین بجای فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت
ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح ولہذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی
عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ انسیحق عزّدٰتٌ فجم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہی دس مسئلون مین جنکو علامہ
عینی نے بیچ اس قول انسیحق عزّدٰت فجم مین جمع کیا ہی بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ لو شراہا
بخیارٍ وہی زوجتہ بقی النکاح الف اشارہ ہے اَمَۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہی مشتری کی تو نکاح باقی
ہی یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین زوجہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پہر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء لحیضتہا فی المدۃ لا یعتبر استبراءً اور سین اشارہ ہے استبراء سے
تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرا معتبر نہوگا ہم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو یہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا
امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پہیر دیجاوے
تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر الحاء من المحرم فلا یعتق محرمہ
ح اشارہ ہی محرم سے تو مشتریکا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک
بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے والقاف من القربات لمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردّہا الا اذا نقصہا بہ ق اشارہ ہی قربان سے یعنی اگر
یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اوس سے قربت کی تو مشتریکو اوسکا پہیر دینا جائز ہے مگر جبکہ اسمین نقصان لگ
گیا ہو قربت سے ہم پہیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا

مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی پر مخصوص نرکھا اسواسطے کہ بحر الرائق
اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بہی امتناع رد کا موجب قرار دیا ہی اور صاحبین کے نزدیک وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہوگیا اب مشتری
اوسکو پہیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بہی لاحق نہوا ہو نہر الفائق مین درایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پہیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اوسمین کچہہ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع من الودیعة عند بائعه فيهلك
على البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملك ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کی اذن سے
پہیر اسکو امانت رکہا بائع کے پاس پہیر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پہیر دینے سے بواسطے عدم ملک
کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اوسکا امانت رکہنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی بابت
ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہی تو اوسکی ودیعت صحیح ہے اوسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھہ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ ز من الزوجة المشتراة لو ولدت في المدة في يد البائع لم تصر ام ولد ولو في يد
المشتري لزمه العقد لان الولادة عيب درر وابن كمال ز اشارہ ہی زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا
اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا
اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فے الدرر وابن کمال ہم اسیطرح شرح وقایہ مین بہی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی تو اوسکی ام ولد ہوجاویگی
بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اوسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری اوسکو پہیر نہین سکتا سو وہ اوسکی مملوک ہوگئی وفي البحر عن الخانية اذا ولدت
بطل خياره وان كان الولد ميتا ولم تنقصها الولادة لا يبطل خياره واقره المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی
مشتری کے پاس تو اوسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم
تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی کذا فی الطحطاوی ش من الكسب للعبد في المدة فهو للبائع بعد الفسخ ک
اشارہ ہی کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اوسنے کچہہ مال کمایا مدت خیار مین تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور
صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور درصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہی کذا فے الطحطاوی ف من الفسخ لبيع الامة فلا استبراء
على البائع ف اشارہ ہی فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پہر بیع فسخ کرکے پہیر دی تو بائع پر استبرا واجب نہین اسواسطے کہ استبرا واجب
ہوتا ہی اوسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسری ملک کیطرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ مشتری اوسکا مالک نہین ہوا بخلاف
صاحبین کے خ من الخمر فلو شراه ذمي من مثله بالخيار فاسلم احدهما فهو للبائع عيني وتبعه المصنف لكن عبارة ابن الكمال
اسلم المشتري خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پہر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا
تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اوسکا تابع ہوا ہی لیکن ابن کمال کی یہہ عبارت ہی کہ مشتری مسلمان ہوگیا اور
شرح وقایہ مین بہی اسلام مشتری مذکور ہے حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہے
یعنی مشتری پر اسلئے کہ بائع اسواسطے شراب مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل نکیجاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اوسکا مالک ٹہیری
تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کیواسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک عزیمت نافذ ہی اور خیار باطل ہے اسلئے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پہیر دینے
کا مالک رہے اور پہیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ ح من المأذون لو ابرأه البائع عن الثمن صح وهنا تم
وبقي خياره لانه يلي عدم التملك كل ذلك عنده خلافا لهما ح رمز ہی ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط
خیار پہر بائع نے اوسکو ثمن معاف کردیا یعنی مدت خیار مین تو صحیح ہی بنابر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونیکا

اختیار رکہتا ہی یہہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی
نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اوسکو ردکرنیکی ولایت ثابت رہی تو اوسکا ردکرنا تملیک بلاعوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلاعوض
کی ولایت نہین اور امام اعظم کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اوسکا ردکرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو عدم تملک کی ولایت
ثابت ہی اسواسطے کہ جب اوسکو کوئی چیز ہبہ کیجاوی تو اوسکو قبول نکرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلت وزید علی ذلک مسائل منہا
التعلیق کان ملکتہ فہو حر فشراہ بخیار لم یعتق مین کہتا ہون اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہین از انجملہ تعلیق
ہی جسکا اشارہ ت ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پہر اوسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ
آزاد نہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت واستدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار دت اشارہ ہی استدامت سے یعنی
دوام سکنے بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہین ہم صورت اسکی یہہ کہ ایک گہر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اوسکا ساکن ہے بواسطے اجارہ
یا عاریت مانگنے کے پہر سکونت مستدام ہوئی خواہرزادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے
جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتداء سکنے خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہی صید سے یعنی شکار خرید کیا
بشرط خیار پہر حج کا احرام باندہا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی مبیع بائع کو پہیر دیجاوی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی
اور اگر بائع کا اختیار ہی تو بالاتفاق بیع منتوض ہوگی کذا فی الطحاوی عن البحر ز والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع ز اشارہ ہے
زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اونکا حدوث مشتری کی
ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اونکا مالک مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلہ کے علیحدہ ذکر
کرنے کی کچھ حاجت نہتی اسواسطے کہ یہہ آٹہوین مسئلہ مین داخل ہے یعنی کسب مین جسکی رمز کاف ہی ز والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ
فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہا بلفظ تتصدر ویضم الرمز الی الرمز ولم ار لاحد فلیحفظ ز اشارہ ہی عصیر سے یعنی اگر دو
مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہہ ہی کہ ان مسائل خمسہ
بلفظ تتصدر رمز کیجیے اور یہہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور مینے یہہ نہین دیکہا کہ کسی نے ان مسائل کو باین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکہنا
چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہہ ترکیب ہوئی اتحق عزتک فتم تتصدر یعنی اپنی عزت کو رکہ ذوالحق تعالی کی تعظیم کر امتثال امر اور اجتناب نواہی
اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اونکے مراتب کے تا حق تعالے اور لوگون کے نزدیک تو صدرنشین ہو اجاز من لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع
جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للآخر الاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے
اختیار دیا تہا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اوسنے بیع کو نافذ کردیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتہی کے بالاتفاق مگر یہہ کہ بائع اور مشتری دونو
کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کردی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی ہم صاحب اختیار
کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم ضرور نہین مانند طلاق اور
عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پہر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے
تو صحیح نہین جبتک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ شخص ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت مین بیع فسخ کی اور اوسکے ساتہی
کو علم نہوا تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکہی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہے
والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہہ ہی کہ مضبوطی کرلے
صاحب اختیار اپنے ساتہی سے حاضر ضامن لیکر اوسکے غائب ہوجانیکے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اوس شخص کو قائم کرے جسپر رد کیا جاوے

كذا ذكره يعنى ہم جب معلوم ہوا كہ بدون واقف ہونے عاقد ثانى كے بيع فسخ نہين ہوتى اور صاحب خيار ڈرى كہ مبادا وہ غائب ہوجاى تو مجھكو فسخ كا اختيار نرہيگا تو اوسكى يہہ تدبير ہے كہ اوس سے حاضر ضامن لے يا حاكم سے نالش كرے تا وہ كسى شخص كو اوسكے طرف سے مخاصم قرار دے پھر صاحب خيار مبيع يا ثمن اوسكو پھيرد ے بموجب ايك قول كے اور دوسرا قول يہہ ہے كہ حاكم كو مخاصم كا قائم كرنا جائز نہين كذا فى النهر قيدنا بالقول لصحته بالفعل بلا علمه اتفاقا قلنا افاده بقوله شارح كہتا ہے يعنے عدم صحت مين فسخ قولى كى قيد لگائى ہواسطے صحيح ہونے فسخ كے فعل سے بلا علم شخص ثانى كے بالاتفاق چنانچہ اسكو مصنف نے اپنے آيندہ قول مين مصرح كيا ہے ہم فسخ بالفعل كى مثال يہہ ہے كہ بائع نے اپنے واسطے خيار شرط كيا پھر مبيع مين تصرفات مالكانہ شروع كئے مثلا مبيع اگر غلام ہے اسكو آزاد كرديا يا اوسكو بيچ ڈالا يا لونڈى سے وطى كى يا بوسہ ليا تو يہہ فسخ فعلى ہے اور اگر خيار مشترى كے واسطے مشروط ہوا اور يہہ افعال كريگا تو بيع تمام ہوگى اور اگر ثمن عين ہو يعنى منجملہ نقود نہو اور مشترى اسمين تصرف مالكانہ كرے تو عقد فسخ ہوگا درصورت خيار مشترى كذا فى الطحطاوى عن المنح وغيره وتم العقد بموته اور بيع تمام ہوجاتى ہى اوسكى موت سے ہم يعنى جسكے واسطے خيار مشروط تہا وہ مرگيا تو بيع پورى ہوگئى خواہ بائع ہو يا مشترى سو اگر بائع صاحب خيار مرگيا تو ثمن اوسكے وارثون كى ملك مين داخل ہوا اور اگر مشترى تہا تو مبيع اوسكے وارثون كى ملك مين داخل ہوئى اور بائع نے اگر ثمن نہ پايا ہوگا تو اوسكے متروكہ سے ليگا اور اگر دو عاقد مرگيا جسكے واسطے خيار مشروط نہ تہا تو دوسرے عاقد كو بالاجماع اختيار ثابت ہى كذا فى الطحطاوى اور جنون اور بيہوشى موت كے مانند ہى كذا فى النهر ولا يخلفه الوارث كخيار رؤية وتغرير ونقد لان الاوصاف لا تورث اور خيار شرط مين وارث خليفہ نہين ہوتا مورث كا جيسے خيار رؤيت اور خيار تغرير اور خيار نقد مين خليفہ نہين ہوتا اسواسطے كہ صفات موثر مين وراثت جارى نہين ہوتى ہم يعنى بيع منفسخ نہين ہوتى وارث كے فسخ كرنے سے جيسے مورث كے فسخ كرنے سے فسخ ہوسكتى ہے اوسكى حيات مين اسواسطے كہ خيار عبارت ہى ارادہ اور مشيت سے سو ارادہ مورث كا اوسكى موت سے منقطع ہوگيا جيسے اور تصرفات اوسكے منقطع ہوگئى مانند علم اور قدرت كے خلاصہ يہہ ہے كہ ارث اوسمين جارى ہے جو انتقال پذير ہے مانند اعيان كے نہ اوسمين جسمين انتقال متصور نہين مانند اوصاف كے منح الغفار مين ہے كہ خيار تغرير يہہ ہے كہ بيع بغبن فاحش واقع ہوئى ہو خواہ فريب بائع نے ديا ہو يا مشترى نے انتہى طحطاوى نے كہا كہ عدم ارث خيار التغرير كى ظاہر ابحث ہى مصنف كى اور خيار النقد بحث ہى صاحب نهر الفائق كى تو شارح كو مناسب تہا كہ انكو بطور نصوص مذهب ذكر نكرتا واما خيار العيب والتعيين وفوات الوصف المرغوب فيه فيخلفه الوارث فيها لانه يرث خيار الدرر فليحفظ اور خيار العيب اور خيار التعيين اور وصف مرغوب فيہ كے فوت ہونے كے اختيار مين وارث اپنے مورث كا خليفہ ہوتا ہے امور مذكورہ مين يہہ نہين كہ مورث كى خيار كا وارث ہوتا ہى كذا فى الدرر اسكو ياد ركہنا چاہئے ہم يہہ جواب ہے سوال مقدر كا يعنى اگر اوصاف مين وراثت نہين ہے تو خيار العيب وغيرہ وارث كو كيون ثابت ہوتا ہى خلاصہ جواب يہہ ہى كہ وارث كو يہہ امور بطور خلافت ثابت ہين نہ بطريق وراثت يعنى مثلا خيار العيب وارث كو ابتداءً ثابت ہى اسواسطے كہ مورث اوس مبيع كا مستحق ہى جو عيب سے سالم ہى اسيطرح اوسكا وارث بہى اسواسطے كہ وہ اوسكا قائم مقام ہے تو عند التحقيق مورث عين مبيع ہى بصفت سلامتى عيوب اور اسيطرح خيار التعيين وغيرہ علامہ نوح نے كہا يہى تقرير ظاہر ہے صاحب ہدايہ اور صاحب كافى وغيرہما كى كلام سے ليكن صاحب وقايہ اور صاحب نقايہ نے تصريح كى ہے كہ خيار العيب اور خيار التعيين مين وراثت جارى ہے تو ظاہرا ہمارى مشائخ كے اسمين دو قول ہين ومضى المدة وان لم يعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضه وتوابعه وكذا كل تصرف لا ينفذ او لا يحل الا فى الملك كاجارة ولو بلا تسليم فى الاصح ونظر الى فرج داخل بشهوة والقول لمنكر الشهوة فتح اور بيع پورى ہوجاتى ہى مدت خيار كے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خيار كو معلوم نہو بسبب بيمارى يا بيہوشى كے اور بيع تمام ہوتى ہے آزاد كرنے سے اگرچہ بعض مملوك كا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بيع تمام ہوتى ہے چنانچہ تدبير اور كتابت سے اور اسيطرح ہر ايك اوس تصرف سے جو نافذ نہين ہوتا يا حلال نہين ہوتا بدون مالك ہونيكے چنانچہ مبيع كو اجارہ دينا اگرچہ اجارہ بدون تسليم كے ہو قول اصح مين اور چنانچہ شرمگاہ درونى كو

شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفہم اجارہ اور نظر مین لف نشر مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا تصرف ہے جو بدون ملک نافذ نہیں ہوتا اور داخل شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون ملک کے حلال نہیں مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دوا پلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرف مسقط خیار اور اتمام بیع کے سبب ہین کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو اشتراھا بالخیار علی انھا بکر فوطیہا لیعلم اھی بکر ام لا کان اجازۃ ولو وجدھا ثیبًا ولم یلبث فلہ الرد بھذا العیب نھر وسیجیئ فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اوس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہین تو یہہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فورًا قربت سے باز رہا بلا توقف تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہہ مسئلہ خیار العیب باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نرہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نکرسکیگا م جب یہہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنیسے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہوجاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کیواسطے اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہہ حلال نہین بدون ملک ہونیکے ولو فعل البائع ذلک کان فسخًا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یأخذھا معراج بما ای بدار فیہا خیار الشرط بخلاف خیار رؤیۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہوجاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطے اوس گہر کے جسمین خیار الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج م صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید نے ایک گہر بشرط خیار خرید کیا پہر اوسکے پڑوس مین دوسرا گہر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گہر بدون رؤیت کے خرید کیا اور اوسکے ہمسایہ مین دوسرا گہر بواسطے شفعہ کے لیا تو اوسکو اختیار ہے کہ رؤیت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اوسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اوسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہین ہوسکتی پہر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہوگئی ولو شرط المشتری او البائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ عاقدًا کان او غیرہ بہذی صح استحسانًا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسکا یقین کیا ہے بہنسی نے م قیاس یہہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پہر اجنبی اوسکا نائب ٹھیرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پہر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کیواسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح غیرہ کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہو چکا وکذا فی البحر طحطاوی نے کہا اوسکی صورت یون ممکن ہے جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کیواسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کیواسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدہما من النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقہ الاخر پہر جبکہ نائب اور منیب مین سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اوسکے ساتہہ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الاخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پہر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت

یا فسخ نافذ ہے اسواسطے کہ اوسوقت تعارض نہتا اور شخص متاخر کا فعل لغو ہے **ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز** اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی ساتھ دونوں عاقدین سے نکلے تو فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی **واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز فقد فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل ہو بیع ابتداء** اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیمابین خود عقد کے اعادہ پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا یہی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہہ دوسری بیع ہے سری سے ھ نہر الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولٰے ہونا یہہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولے ہے اور بعضوں نے کہا اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے **باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن** بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو خیار رہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اوس غلام کو معین کر دیا جسمیں اختیار شرط کیا تو بیع صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہہ دونون غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص میں اختیار ہے **والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما** اور اگر بائع نے اوس غلام کی جسمیں اختیار شرط کیا تعیین نکی اور نہ ہر ایک کا ثمن علٰحدہ علٰحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل کی بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہو گی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ھ عدم تعیین اور تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ مینے دو غلاموں کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ جسمیں اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں پس اس سبب سے کہ جسمیں خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن مبیع پر برابر تقسیم نہیں ہوتا **وکذا لو کان الخیار للمشتری تاتی ایضا الانواع الاربعۃ** اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کیواسطے مشروط ہو اوسمیں بھی چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں ھ یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن وتعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح **لما وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجئ فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ** وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنیکے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہو گی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اوسکی رضامندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اوسکی مخالفت سے بیع نافذ نہو گی **وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا** اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ھ قیمت والی وہ چیز ہے جسکے افراد میں تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکسان ہوں بلا تفاوت چنانچہ کیلی اور موزون پھر جب مثلیات میں تفاوت نہوا تو اونمیں خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے **ولو للبائع فی الاصح کافی** خیار التعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی

م مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام تیری ہاتھہ بیچا اس شرط پر
کہ انمین سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہی کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے ان غلامون مین سی ایک غلام
خریدا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے قول اصح کی یہہ وجہہ ہے کہ یہہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھہ تو بائع کی خیار کے ساتھہ بہی جائز
ہو گی فتح القدیر مین اسکو رد کیا ہے اسطرحپر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو
اپنی موافق اور مناسب تر جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھہ حاجت نہین اسلئے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سی موجود ہے اسکو اوسکا حال بتر
معلوم ہے اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا لانہ قد یرث قیمیا و یقبضہ وکیلہ و لا یعرفہ فیبیعہ بھذا الشرط فمست الحاجۃ
الیہ نہر اسواسطے کہ بائع کبہی قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اوسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اوس چیز کو نہین پہچانتا
تو اوسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑی خیار التعیین کی تا اوسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النہر
م سید حموی نے کہا کہ یہہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام غالب پر ہے نہین کذا فی الطحاوی فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلثۃ
لوجود جید وردی و وسط خیار تعیین صحیح ہے چار چیزون سی کمتر مین بسبب حاجت روائی کے تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص
اور متوسط کے م یعنی خیار التعیین دفع حاجت کیواسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیز مین بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا
ہونا تین مین حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سی زیادہ ہی تو غیر مشروع ہے و مدتہ کخیار شرط اور خیار التعیین کی مدت خیار
الشرط کے مانند ہی یعنی تین دن تک امام کے نزدیک م اگر تین دن مین تعیین کر دی تو بہتر ہو اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین تو متعین کرنے واسطے
اوسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھہ خیار الشرط بہی مشروط ہو تو اوسکو اختیار ہی فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے اسکو
خیار التعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سی کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھہ خیار
الشرط کا ہونا مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح م منح الغفار مین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کے لیا اور قبضہ کیا پہر ایک مین
عیب لگ گیا تو معیوب مین بیع لازم ہو گئی ثمن معین کے ساتہہ اور دوسرا مبیع امانت ہی اور اگر دونون ساتھی ہلاک ہو گئے تو دونون مبیع کا
نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الآخر
بل بطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہی پہر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صریحا
یا دلالۃ اسطرحپر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اوسکو رد نہین کر سکتا بلکہ اوسکا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رؤیۃ الآخر او رضاہ بالعیب خلافا لہما لتضرر البائع
بعیب الشرکۃ اور اسیطرح خلاف ہی امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پہیر دینا دوسری شخص کے دیکھنے کے بعد
جائز نہین بسبب مضر ہونے بائع کے شرکت کے عیب سے م یہ شبہہ بحث خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہی یعنی اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک
خرید کی بشرط خیار پہر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پہیر نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رویت کے پسند کی اور دوسری نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب
مین راضی ہو گیا تو دوسرا پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسریکا پہیر دینا جائز ہو تو لینی والا بائع کا شریک ہو مبیع مین نصفا نصف
اسمین صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اوسکا مالک تہا اب اوسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہہ عیب ہی اسواسطے کہ مشترکین مین
ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کر سکتا کما یلزم البیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما للبائعین
فرضی احدہما دون الآخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ او ردا خلافا لہما مجمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہی اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو
مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پہر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی

جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے خود راضی ہو گیا اشتری عبدًا بشرط خبزہ او کتبہ ای حرفتیہ کذلک فظھر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ۔ غلام خرید کیا اوسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اوسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا اسطرح پر کہ اسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا اوسنے رتبہ صادق آوے تو مشتری اوسکو اگر چاہے تو پوری ثمن سے لے یا اوسکو نہ لے بسبب نوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم درصورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھہ ثمن نہین پڑتا کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اوسکے نہونے سے رد بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بدخط لکھہ لیتے ہین اسقدر فعل سے اوسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اوسپر قبض مبیع کے واسطے زبردستی نکیجائیگی یہان تک کہ اوس وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلاً معلوم ہو جاوے اور یہی حکم ہے باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اوتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین ہم مثلاً کاتب کی قیمت سو درم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھہ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دئے ہون تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائہ شاۃ علی انھا حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انھا حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودہ دیتی ہے یا غلام اتنے سیرون کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہو گی اسواسطے کہ یہہ شرط فاسد ہے وصف نہین ہے یہان تک اگر یہہ شرط کریگا کہ مثلاً بکری دودہار ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہو گی اسواسطے کہ یہہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا ریح یا بیماری اسیطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ جس وصف مین غرر نہو یعنی اوسکے وجود مین تردد نہو تو اوس کا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اوسکا اشتراط صحیح نہین مگر بمعنی برأت وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہے وکذا فی الطحاوی عن الحموی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنیوالے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت ادا اور اوسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہے ہم یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادتی کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتون مین منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرھا بدلھا قائلا بانھا المشتراۃ فقال البائع لیست ھی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری بیمینہ وجاز للبائع وطیھا درر وانعقد بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اوسکے دوسری لونڈی پھیر دی یون کہکر کہ یہہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہہ نہین ہے اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور بائع کو اوس لونڈی سے

قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح م جب یہہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر تمیز واجب ہے اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہہ حکم ہوا تو اوسکے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہے اسواسطے کہ فرج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ ا یعنی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھہ اور پھر امانت والے نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنیوالا اسکا منکر ہے اور اوسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اوسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اعاریت اور اجارہ کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع عند ردہ کان یحسن ذلک لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ فکان الظاہر شاہدا لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہہ وصف اوسمین نپایا گیا اور مشتری نے اوسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنیکے وقت کہا کہ اس کام کو توبیشک خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے م صفات عارضہ مین عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ مین وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہین لہذا اوسمین مشتری کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتابۃ وخبز وکان یحسن ذلک فنسیہ فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مر ان الاوصاف لا یقابلہا شیء من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دیگا بسبب تغیر ہو جانے بیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اوسکا لینا پسند کرے تو پوری ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابل کچھہ ثمن نہیں پڑتا م باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اوسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باعتبار دلالت حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیء من ذلک لاخیار للمشتری گھر بیچا اون چیزون کے ساتھہ جو اوسمین داخل ہین منجملہ دہنیون اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے پھر اوسمین یہہ چیزین کچھہ نہ نکلین تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنی اوسکے واسطے کہ عبارت ہے عرصہ سے اور اشیاء مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھہ ثمن نہین پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہین تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیۃ البتہ اسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شرٰی دارا علی ان بناءہا اجر فاذا ہو لبن او ارضا علی ان شجرہا کلہا مثمرۃ فاذا واحدۃ منہا لا تثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ بعصفر فاذا ہو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اوسکی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اوسکے سب درخت پھلتے ہین سو اوسمین سے ایک رخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اوسپر کسم کا رنگ ہوا ہے سو اوسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی م اسواسطے کہ صفات مذکورہ مین اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتی ہین اور اختلاف غرض بجای اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انہا بغلۃ مثلا فاذا ہو بغل جاز وخیر وبعکسہ جاز بلا خیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابطہ اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے اور اوسکو اختیار ہے یعنی نہ لینے مین اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے م قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اوسمین وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہین سکتا البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلاثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہین ہوتی شرط سے بتیس مقام مین جو اشباہ مین مذکور ہین م مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اوسکا یون ہے کہ جو شرط کہ بیع مین مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی ہے

بلا شرط تو بہا کا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہرچند اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کی مناسب ہے یعنی موجب عقد کی موکد ہی اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہرچند مناسب عقد بہی نہیں لیکن شرع مین اسکا جواز ثابت ہی چنانچہ شرط خیار اور شرط تاجیل اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہرچند شرع مین اسکا جواز وارد نہیں لیکن اوسکا رواج ہے چنانچہ پہنا تو خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو دوختہ کردی یا پرانا پہٹا ہو اسکا خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کردی کہ یہہ قیاسا جائز نہیں لیکن استحسانا جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے اور مختارات النوازل مین ہے کہ شروط مفسدہ وہ وہ صاحب ہی ہوا کی ہیں جنکی ترجمہ مین انتہی ہو سکتی کہ جسمین احد المتعاقدین کا نفع ہو بلا عوض کذا فی الطحاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور از انجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسیکو ضامن دی اور از انجملہ شرط بے عیبی مبیع اور از ان جملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جاوی اور از انجملہ پہیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور از انجملہ گای کا شیر دار ہونا اور گہوڑی کا تیز قدم ہونا وغیر ذلک شرط علی انها مغنیة ان للتبری لا یفسد وان للرغبة فسد بل انعم بیع مین یہہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع مسرود از بسکہ شرط حرام ہی لہذا اگر اسکی خوبی شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلها ان الشرط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلها عیب فذکره للبراءة منه حتی لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیه اور اگر لونڈی کی بیع مین اوسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہہ شرط مشتری کے طرف سی ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کیطرف سی ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہی تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برات کیواسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہہ شرط اوس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین راغب ہین اونکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط حمل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہین ہوسکتا م اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہین کہ حمل ہے یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرط انها ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط للاوصاف ان کل وصف لا غرر فیه فاشتراطه جائز لا ما فیه غرر الا ان یرغب فیه اور اگر یہہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہی تو بیع جائز ہے بنا بر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہہ ہی کہ جس وصف مین تردد نہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہی نہ اوس وصف کا جو محتمل الوجوہ ہے چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اوسکی شرط مفسد نہین وفی الخانیة فی فصل الشروط المفسدة متی ما این ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین ہے کہ جب مشتری نے دیکہہ لیا اوس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوسکتی ہی تو احتمال فریب کا دور ہوگیا م اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اسمین سیر بہر گہی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہوچکا اور مشتری اوسکو دیکہتا ہی پہر ظاہر ہوا کہ بائع نے اوسکو آدہ سیر گہی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اوسکو پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ یہہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پہر جب معائنہ کیا تو فریب نرہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پہر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تہا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکہا تہا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ دہ دس گز سے تیار ہو لے پہر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہین پہیرنیکا فروع اسکی کثیر ہین اور اعمار قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہو تو تکثیر بہی بے فائدہ ہی کذا فی النہر

باب خیار الرؤیة

باب ہے خیار الرؤیۃ کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکہنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافة المسبب الی السبب قیل من اضافة الشئ الی شرطه فیه ظاهر لما سیجی ان له الفسخ قبل الرؤیة اضافت خیار کی رؤیت کے طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کے طرف اور وہ جو بعضون نے کہا ہی کہ منجملہ اضافت شے کے ہی اپنی شرط کے طرف سو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پہیر دینا جائز ہے قبل رؤیت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رؤیت سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط ویثبت فی اربعة مواضع الشراء للاعیان والاجارة والقسمة والصلح عن دعوی المال علی شئ بعینه لان کلا منهما معاوضة فلیس فی دیون

باب خیار الرؤیۃ

وَنقودٍ وَعقودٍ لاتنفسخ بالفسخ خيارالرؤية فقط خيارالرؤیۃ ثابت ہی چار مقام مین اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح مین
یعنی وہ مال جو معین پر دعوی ہو مال کے دعوے سے اسواسطے کہ ہرایک ان چارون مین سے معاوضہ ہی نہ دیون اور نقود اور ان عقود
مین جو فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتے خیارالرؤیۃ نہین کذا فی الفتح ھ فتح القدیر مین ہے کہ دیون مین خیارالرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور
نقود سے اثمان خالصہ مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اوسمین خیار رہیگا اور عقود غیر منفسخہ جیسے مہر اور بدل صلح قصاص سے
اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو صح الشراء والبیع لما لم یریاہ صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اوس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے
نہین دیکھا ہے خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک
لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کے طرف یا اوسکے مکان کیطرف شرط ہی جواز کی اور اگر
مبیع یا اوسکے مکان کے طرف اشارہ نکیا تو بالاتفاق بیع جائز نہین کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیہ مین قول اصح یہ ہے کہ
بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے ھ خلاصہ مین ہی کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہہ ہون تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہی اور منتقی مین ہی کہ اگر
گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ
اونکے طرف نکیا تو جائز ہی انتہی یہہ نقول دلالت کرتی ہین کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسیطرح اطلاق
متونِ مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہی کذا فی الطحاوی عن حاشیۃ الرملی نہر الفائق مین بعد ذکر اشتراط اشارہ
حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارہ کے شرط جواز ہونے مین علے الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم ولہ ای للمشتری ان یردہ اذا
رآہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیر دے جب اوسکو دیکھے ھ ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہی
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب کہ دیکھے اگر چاہی تو لے
اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا اور حدیث مین رؤیت
سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل اون مسائل اتفاقیہ کے جنمین فقط رؤیت کفایت نہین کرتی چنانچہ مبیع جب کہ
سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اوسکو اختیار ثابت ہی سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اوسکو اختیار ہے سونگھنے
کے وقت بعد رؤیت کے اسیطرح اگر چیز کو دیکھکر خریدکیا پھر اوسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رؤیت معرفت مقصود مین کافی نہین اور اسیطرح
اعمی کی خرید مین اختیار ثابت ہی جبکہ وہ مبیع کا حال اوس سے بیان کریں تو اوسکی حق مین بیان شخص غیر بجای رؤیت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا
یردہ اذا رآہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ بعد رؤیت کی مشتریکو اختیار ہی مگر جبکہ مبیعکو بائع اوٹھا لایا مشتری کی گہر تو اوسکو پھیر جبکہ اوسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا
ہی جبکہ مبیعکو پہنچا دیوے بائع کے مکانکی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل
الشرط خیارالرؤیۃ ثابت ہی اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اوسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رؤیت کے ساتھہ بنص حدیث مذکور
اور معلق بالشرط کا وجود نہین قبل شرط کے ھ رضای قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رؤیت پائی جاوے اسطرح کہ اوسمین تصرف کریں تو اختیار اوسکا زائل
ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع منبرما اور اگر مشتری نے بیعکو فسخ
کیا قبل رؤیت کے تو صحیح ہی فسخ اوسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع مستحکم ہی نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ
مشتری قبل رؤیت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر مؤقت بل ہو الاصح عنایۃ لاطلاق النص ما لم یوجد مبطلہ اور خیارالرؤیۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار
ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار

نہ پایا جاوے م اور غیر اصح یہہ قول ہے کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہے رؤیت کے بعد ؛ وَهُوَ مُبْطِلٌ خِيَارَ الشَّرْطِ مُطْلَقًا وَمُفِيدُ الرِّضَى بَعْدَ
الرُّؤْيَةِ لَا قَبْلَهَا درر اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہ ہے جو خیار شرط کا مبطل ہے مطلقاً یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد رؤیت کے
نہ قبل رؤیت کے کذا فی الدرر م مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فَلَهُ الْأَخْذُ بِالشُّفْعَةِ ثُمَّ رَدُّ الْأَوَّلِ
بِالرُّؤْيَةِ درر من خِيَارِ الشَّرْطِ فَلْيُحْفَظْ جب مفید رضا قبل رؤیت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیعہ اول کو پھیر دینا
بسبب رؤیت کے کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اوسکے پاس بکنے لگا تو اوسکو
بسبب شفعہ کے خرید لیا پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو اوسکو پھیر سکتا ہے وَيُشْتَرَطُ لِفَسْخِهِ عِلْمُ الْبَائِعِ بِالْفَسْخِ خَوْفَ الْغَرَرِ اور بیع فسخ ہونیکے
واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تا دہوکہا نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسری مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا
علم بائع شرط فسخ ہے تا وہ دہوکہا نکہاوے وَلَا خِيَارَ لِبَائِعٍ مَا لَمْ يَرَهُ فِي الْأَصَحِّ اور اختیار نہیں اوس بائع کا جسنے مبیعکو بن دیکھے بیچا قول اصح میں
م ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اوس نے بدون رؤیت کے بیچ ڈالی تو بعد رؤیت اسکو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے
کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تہا پھر آخر کو عدم خیار کیطرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہے پھر کچھ معتبر نہیں
ہوتا تو شارح کو اصح کہنا مناسب نہتہا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے وَكَفَى رُؤْيَةُ مَا يُؤْذِنُ بِالْمَقْصُودِ كَوَجْهِ صُبْرَةٍ وَرَقِيقٍ اور اوسقدر کا دیکھنا کافی
کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈہیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا مونہہ دیکھنا م یعنی تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اوتنا
دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈہیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈہیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈہیر دیکھ لیا تو اب اوسکو بسبب خیار
الرؤیۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہے ہاں اگر ڈہیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اوسکا پھیرنا خیار عیب کے سبب سے جائز ہوگا
نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو جب تک سبکو نہ دیکھیگا
اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتیلیاں اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں ... بدن ہے کہ بنی آدم میں
اگر جمیع اعضا دیکھے سوای چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی وَوَجْهِ دَابَّةٍ تُرْكَبُ وَكَفَلِهَا أَيْضًا فِي الْأَصَحِّ اور سواری کے جانور کا چہرہ اور
اوسکا پٹہا دیکھنا بھی ضرور ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے م سواری کی قید سے بکری گای نکل گئی کہ اوسکا حکم آویگا وَ
رُؤْيَةُ ظَاهِرِ ثَوْبٍ مَطْوِيٍّ وَقَالَ زُفَرُ لَا بُدَّ مِنْ نَشْرِهِ كُلِّهِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي أَكْثَرِ الْمُعْتَبَرَاتِ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ اور لپیٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا
کافی ہے اور زفر نے کہا اوس کپڑے کو سب کہول لینا ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ایسا ہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں م قول زفر اسواسطے
مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی النہر عن المبسوط وَدَاخِلِ دَارٍ وَقَالَ زُفَرُ لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَةِ دَاخِلِ
الْبُيُوتِ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى جَوْهَرَةٌ وَهَذَا اخْتِلَافُ زَمَانٍ لَا بُرْهَانٍ وَمِثْلُهُ الْكَرْمُ وَالْبُسْتَانُ اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا
کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھریوں کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہہ بنا بر اختلاف
زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسیطرح حکم ہے باغ کا گنجان درخت ہوں متفرق م امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا
کافی ہے اور اصح یہہ ہے کہ یہہ بنا بر اونکی عادت کے ہے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تہے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں
بخلاف ہمارے دیار کے کہ انمیں نہایت تفاوت ہوتا ہے اسواسطے کہ مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور اسطرح مختلف
ہوتے ہیں تو اب ان سبکا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم ہو گیا کہ یہہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ
باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسیطرح باغات میں بہی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر وَكَفَى جَسُّ شَاةِ لَحْمٍ اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی
ہے یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بہیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتہہ سے اوسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہوا اسواسطے کہ اسطرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی

معلوم ہو جاتی ہی تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاۃ قنیۃ للدر والنسل مع ضرعہا ظہیریہ اور جو گوسفند پالو دودھ اور بچہ لینے کے واسطے ہو
تو اوسکے تمام بدن کا دیکھنا تھنون کے ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لانہ المقصود جوہرہ اور گای اور اونٹنی شیردار
کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کہانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی
چیز کا سونگھنا کافی ہی لاخارج دار وصحنہا علی المفتی بہ کمامر اور رؤیۃ دہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہین خارج دار اور اوسکے
صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتے بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکھنا تیل کا شیشے مین کافی نہین بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیۃ وکیل قبض
کافی ہی دیکھنا وکیل قبض کا اور وکیل قبض وہ ہی جسکو موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے مین ووکیل شراء
اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خریدتا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی چیز خریدکر لا رؤیۃ رسول المشتری وبیانہ فی
الدر لا کافی نہین رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اوسکا درر مین ہے ہم صورت رسالت یہہ ہی کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا کر
قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا
ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وھو کالبصیر الا
فی اثنتی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندہی کا اگرچہ اوسنے غیر کیواسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندہا
بصیر کے مانند ہی مگر بارہ مسئلون مین جو مذکور ہین اشباہ مین ہم ازانجملہ اوسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہین اگرچہ چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق
شہادت مطلقاً نہین اور نہ لائق قضاۃ امامت عظمیٰ یعنی بادشاہی اور اوسکی آنکھہ مین دیت نہین بلکہ حکومت واجب ہی اور اوسکی امامت نماز مین مکروہ
ہی مگر اوسوقت مکروہ نہین جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اوسکا آزاد کرنا کفارہ صحیح نہین اور اوسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم مین نے
نہین دیکھا اور وصف مبیع بجای اوسکی رؤیت کے ہے کذا فے الاشباہ ویسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور
اندہی کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے اور اوسکے سونگھنے اور چکھنے سے اون چیزون مین جو معلوم ہو جاتی ہی اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے
وبوصف عقار وشجر وعبد وکذا کل مالا یعرف بجس وشم وذوق حدادی اور ساقط ہوتا ہی خیار اندہی کا زمین اور درخت اور غلام
کی صفت بیان کرنیسے اور اسیطرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہین ہوتی اوسمین ذکر وصف بجای رؤیت مسقط خیار ہی ہم بیان
ان اشیاء مذکورہ بلیغ وجوہ ممکنہ لازم ہی اندہی کے نزدیک ذکر اوسکا بمنزلہ رؤیت ہی او بنظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار
اندہے کا ساقط ہوتا ہی اوسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندہی کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اوسکو اختیار نہین بیع کے فسخ کرنیکا
ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خریدی پھر وہ اندہا ہو گیا تو اوسکا اختیار بیان وصف کیطرف منتقل ہو گا کذا فی الطحطاوی ھذا کلہ اذا وجدت
المذکورات کشم الاعمی وکذا رؤیۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوھا قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات
لا انہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح مالم یوجد منہ مایدل علی الرضی من قول او فعل
او بتعیب او بھلاک بعضہ عندہ ولو قبل الرؤیۃ یہ سب کچھہ اوسوقت ہی جبکہ اشیاء مذکورہ مثلاً سونگھنا اندہی کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور
اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اوسکے خرید کرنیکے یعنی اگر قبل خرید اعمی نے سونگھہ یا چکھہ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھلیا تو اختیار
فسخ بیع ساقط ہوا اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اوسکو بواسطے اشیاء مذکورہ کے اختیار ثابت ہی یہہ نہین کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط خیار
ہین جیسا کہ بعضون نے اسکو غلط سمجہا ہی تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنابر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نہ پائی جاوی جو رضامندی
پر دلالت کرتی ہی منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیبدار ہو جاوی یا بعض مبیع ھلاک ہو جاوی مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رؤیت ہو ہم صورت

ملہ قولہ ... [illegible]

عیب اسواسطے پہیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہتا تو اب پہیرنے مین اوسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہہ صورت ہے مثلاً
دو کپڑے مشتری نے خرید کئے پہر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پہیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو آذن للاکار ان
یزرعها قبل الرؤیة فزرعها بطل لان فعله بامره کفعله عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت
زمین کے پہر اوسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرؤیة باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی
ولو اشتری نافجة مسك فاخرج المسك منها لم یکن له ان یردها بخیار رؤیة ولا عیب لان الاخراج یدخل علیه عیبا ظاهرا اور اگر مشک کا
نافہ خریدا پہر اسمین سے مشک نکال لیا تو اوسکو نہ پہیرے بسبب خیار الرؤیة کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج نے اوسمین عیب ظاہر داخل کردیا
کذا فی الجوہرة مطلقا یہی ہے کہا نہر الفائق مین خیار العیب کو رہنین اس مسئلہ مین لیکن حکم یہی ہے جو شارح نے ذکر کیا اسواسطے کہ خیار العیب ثابت
ہے جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا ہوا اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا وفی رأی احد ثوبین فاشتراهما ثم رأی الآخر فله ردهما
ان شاء لا رد الآخر وحده لئلا یلزم تفریق الصفقة اور جسنے دو کپڑون سے ایک کپڑا دیکہا پہر دونون کپڑے خرید کئے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکہا تو اوسکو دونون کا
پہیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پہیرنا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین یکشت لیکر پہر بعض کا لینا اور بعض کا پہیرنا ممنوع ہے ولو اشتری مالی
بحال کونه قاصدا لشرائه عند رؤیته فلو رأه لا لقصد شراء ثم شراه قیل له الخیار ظهیریة ووجهه ظاهر لانه لا یتامل التامل المفید قال
المصنف ولقوة مدرکه عولنا علیه عالما بانه مرئیه السابق وقت الشراء فلو لم یعلم به خیر لعدم الرضی در فلا خیار له الا اذا تغیر
فیخیر اور اگر خرید کیا اوس مبیع کو جسکو بنیت قصد خرید دیکہا تہا خریداری کے وقت یہہ جانکر کہ یہہ مبیع وہی کل دیکہی چیز ہے تو اوسکو پہیرنے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ
تو اوسکو خیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکہا پہر اوسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اوسکو اختیار ہے کذا فی الظہیریة اور وجہ اسکی ظاہر ہے اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکہتا وہ خوب
تامل نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رویت کالعدم ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اسقول کے ہمنے اوسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہہ نجانے کہ یہہ وہی
چیز ہے جو اوسنے دیکہی تہی تو اوسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدر وقایہ اور کنز مین یہہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکہی چیز کی خرید مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے یہہ قید
لگائی ہے کہ وقت خریداری مشتری نے یہہ جانا ہو کہ یہہ میری دیکہی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن مین رویت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل موجب اعتماد
تقیید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہے اور صورت عدم علم کی یہہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکہی پہر نقابدار لونڈی خریدی اور یہہ اوسکو معلوم نہوا کہ یہہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکہ چکا
ہون پہر معلوم ہوا کہ یہہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکہا پہر وہی کپڑا اور دوسرے کپڑے مین لپٹا ہوا خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا وان رأی ثیابا فرفع البائع بعضها
ثم اشتری الباقی ولا یعرفه فله الخیار وکذا لو کانا ملفوفین وثمنهما متفاوت لانه ربما یکون الاردی بالاکثر ثمنا دیکہی چند
کپڑے پہر بائع نے کوئی کپڑا اوٹہا لیا پہر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اوسکو خیار الرؤیة ثابت ہے اور اسیطرح اگر دو کپڑے کسیچیز مین لپیٹے
ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب عشرة لا خیار له
لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر مجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو
اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینه اذا اختلفا فی
التغیر هذا لو المدة قریبة وان بعیدة فالقول للمشتری عملا بالظاهر وفی الظهیریة الشهر فما فوقه بعید وفی الفتح الشهر فی
مثل الدابة والمملوك قلیل کم اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتہہ جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر
ہوجانے مین یہہ اوس وقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے
سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اوس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کی مانند مین ایکمہینہ قلیل ہے م
عمل بالظاہر دونون مسئلون کا ظاہر القلیل ہے یعنی مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا

مشتری کا قول معتبر ہوا شیخ ہلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیاء کے اور تغیر اشیاء سال کے اندر ہوتا ہے اور جانور دن کا تغیر اس سے
کم مدت میں ہوتا ہے چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی حد مذکور نہیں کی اور اسیطرح صاحب ہدایہ نے کذا فی المحیط وہی کہا
ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونوں اصل
رؤیت میں مختلف ہوں اسواسطے کہ مشتری منکر ہے رؤیت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعا فی بیع بات
او فیہ خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسیطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہیں ہے بیع قطعی بلا خیار میں یا
اوس بیع میں جسمیں خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری ہی کا قول معتبر ہے ہم یعنی بیوع ثلثہ مذکورہ میں جب تعیین مبیع میں اختلاف ہوگا تو مشتری کا
قول معتبر ہے اور بیع بلا خیار میں پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بطور خیانت تولیہ یا مرابحہ میں یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے
ہوگا ولو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع میں خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق
یہ ہے کہ مشتری فسخ بیع میں منفرد ہے اول قسم میں یعنی جسمیں مشتری کا قول معتبر ہے یعنی مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ میں نہ قسم ثانی میں یعنی خیار العیب میں اسواسطے کہ خیار العیب
میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری ہی کے فسخ کر دینے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہے اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی المحیط واشتری عدلا من متاع
ولم یرہ وباع او لبس ثوبا منہ او باعہ بعد القبض او وہب وسلم لا یردہ لا بخیار عیب ولا بخیار رؤیۃ او شرط لان الاصل ان رد البعض یوجب
تفریق الصفقۃ وہو بعد التمام جائز لا قبلہ فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ اگر ایک متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہیں اور
ایک کپڑا اوسمیں سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کرا دیا تو اوسکو پھیر نہیں سکتا ہے نہ خیار العیب میں نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا
یہ ہے کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ ہے اور تفریق بعد تمام ہو جانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ تمام
ہونیکے مانع ہیں اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وہل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ منقول عن الثانی لا کخیار شرط وہو
صحیح قاضیخان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خیار الرؤیۃ بعد اوسکے ساقط ہونیکے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہیں کرتا ہے جیسے خیار الشرط بعد سقوط کے عود نہیں کرتا اور اسی قول کو
قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اوسکو ہبہ کا قبضہ کروا دیا پھر اسکی طرف اوس چیز نے
عود کیا بسبب فسخ بیع یا رجوع ہبہ کے تو اوسکو بائع اول کیطرف پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہے کہ رضا پر دلالت کرتا ہے تو خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے اور
جب خیار ساقط ہوا تو پھر عود نہیں کرتا ہے کذا فی البحر **فروع** مسائل الجمعۃ شتی اشتری شیئا لم یرہ فللبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خرید کی
تو بائع ثمن کا مطالبہ کر سکتا ہے اگرچہ بیع لوری نہیں ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلہما الخیار بحر اگر دونوں نے باہم عین کی عوض عین بیچی مثلا
متاع کا مبادلہ کیا تو دونوں کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ ہر ایک مشتری ہے اور اوسکو حق ملنا چاہئے کذا فی البحر اشتری جاریۃ
بعبد او الف فتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ اگر کسی نے لونڈی خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام
اور ہزار درم کے پھر دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ تو بیع باطل نہ ہوگی لونڈی میں بقدر حصہ ہزار درم کے کذا فی الظہیریۃ اور یہ مذکور ہو چکا کہ خیار
ثابت نہیں ہوتا ہے ... اراد بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب
المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وہو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولوالجیہ ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ ہو تو تدبیر اوسکی یہ ہے کہ
کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کیواسطے پھر اوسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اوس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار
زمین میں باطل ہو جاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذا فی الولوالجیہ مترجم کہتا ہے کہ یہاں تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں ہے اسواسطے کہ
اگر مشتری وہ مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہوں سے اوسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کے طرف سے پیدا ہوا اوسکے
اقرار کرنے سے اشتری شیئین وباحدہما عیب ان قبضہما لہ رد المعیب فقط الا ... خرید کیا دو چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر

قبضہ کر چکا ہی تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہی اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ہم مذکور یہہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کر لینے کے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہہ باب ہی خیار العیب کے احکام مین هُوَ لُغَةً مَا يَخْلُو عَنْهُ اَصْلُ الْفِطْرَةِ السَّلِيْمَةِ عیب لغت عرب مین وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت مین داخل نہو وَشَرْعًا مَا اَفَادَهٗ بِقَوْلِهٖ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہی جسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا مَنْ وَجَدَ بِمُشْتَرِيْهِ مَا يَنْقُصُ الثَّمَنَ وَلَوْ يَسِيْرًا جَوْهَرَةٌ عِنْدَ التُّجَّارِ اَلْمُرَادُ بِهِمْ اَرْبَابُ الْمَعْرِفَةِ بِكُلِّ تِجَارَةٍ وَصَنْعَةٍ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ اَخَذَهٗ بِكُلِّ الثَّمَنِ اَوْ رَدَّهٗ جسنے اپنی خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرہ تو مبیعکو تمام ثمن دیکر لے یا اوسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہی ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچہہ مصنف نے کہا ہی اپنی شرح مین ہم کو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب اوسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکارون کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع مین نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہی اگرچہ منفعت مین کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب مین داخل ہی تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہی مبیع مصنوعات سے ہوتی ہی تو وہان کاریگرون کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت مین اوسکے لوگ معتبر ہین اور صنعت مین اوسکے اہل کا اعتبار ہی انتہے اور یہہ مراد نہین کہ عیب وہ ہی جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنایع نقص کہین اگرچہ اونکی تجارت اور صناعت مین سے نہو مشتریکو وہ معیب مین اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھہ ثمن نہین پڑتا ہان اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اوسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اوسکے لینے پر راضی ہوگا اور ثبوت خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہہ ہی کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتریکو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ نہ قبضہ کے وقت معلوم نہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اگر مشتری قادر ہوا ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دہو ڈالنا در صورت عدم نقصان تو عیب ثابت ہوگا ۵ عدم شرط براءت از عیب ۶ یا جمیع عیوب سے ۷ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سوا گر زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھہ کی سفیدی کہ جبکہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہو جاوے تو مشتری کا اختیار نہ رہیگا کذا فی الطحطاوی مَا لَمْ يَتَعَيَّنْ اِمْسَاكُهٗ كَحَلَالَيْنِ تَحَرَّمَا واحدہما در صورت عیب ہونے تک اختیار ہے جبتک امساک مبیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردون مین سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندہا یا ایک نے تو اب رد مبیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وَفِي الْمُحِيْطِ وَصِيٌّ اَوْ وَكِيْلٌ اَوْ عَبْدٌ مَاذُوْنٌ شَرٰى شَيْئًا بِاَلْفٍ وَقِيْمَتُهٗ ثَلٰثَةُ اٰلَافٍ لَمْ يَرُدَّهٗ بِعَيْبٍ بِخِلَافِ خِيَارِ الشَّرْطِ وَالرُّؤْيَةِ اَشْبَاهٌ لِلْاِضْرَارِ بِيَتِيْمٍ وَمُوَكِّلٍ وَمَوْلٰى وَفِي النَّهْرِ يَنْبَغِيْ الرُّجُوْعُ بِالنُّقْصَانِ كَوَارِثٍ شَرٰى مِنَ التَّرِكَةِ كَفَنًا وَوَجَدَ بِهٖ عَيْبًا وَلَوْ تَبَرَّعَ بِالْكَفَنِ اَجْنَبِيٌّ لَا يَرْجِعُ اور محیط مین ہی وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اوسکی تین ہزار ہین تو وہ بیع نہ کرے بسبب عیب مبیعہ کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ کے کہ اونمین رد بیع کر سکتا ہی کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہر الفائق مین کہا ہی لائق یون ہی کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہی مانند اوس وارث کے جسنے ترکہ سے کفن خرید کیا اور اوسمین عیب پایا اور اگر کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھہ تو رجوع بالنقصان نہین وَهٰذِهٖ اِحْدٰى سِتِّ مَسَائِلَ لَا رُجُوْعَ فِيْهَا بِالنُّقْصَانِ مَذْكُوْرَةٍ فِي الْبَزَّازِيَّةِ اور یہہ یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہی اون چھہ مسئلون سے جنمین رجوع بنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین وَذَكَرْنَا فِيْ شَرْحِنَا لِلْمُلْتَقٰى مَعْزِيًّا لِلْقُنْيَةِ اَنَّهٗ قَدْ يُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَلَا يُرْجَعُ بِالثَّمَنِ اور ہمنے اپنی ملتقے کی شرح مین قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہی کہ گاہی بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہی اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا ہم چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ مینے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ مینے ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پھر اگر مشتری نے

غلام مین عیب پایا اور اوسکو پھیر یا تو ثمن کو بائع سے نہین پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لیسکتا ہے کیونکہ
وہ امین ہے اور عاقد نہین کذا فی النہر عن القنیہ کالاباق الا اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب یعنی جیسے
غلام مین بہاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بہاگا اور اوسی شہر مین بائع کے پاس گیا اور اوسکے پاس چھپ نرہا تو یہہ بہاگنا عیب نہین یعنی اگر
دوسرے شہر مین بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہورہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے مین کہ عیب ہے
یا نہین اور قول بہتر یہہ ہی کہ بیل کا بہاگنا بہی عیب ہے م اسمین تین قول ہین ایک قول کہ تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہہ کہ بھاگنا عیب نہین ہے تیسرا قول یہہ ہے
بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بہاگنا عیب نہین اور ظاہرا اور جالوزون کا بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن
قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ
والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او کسیرا کفلس وفلسین اور جیسا کہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر
جب کہ کوئی چیز کہانیکے واسطے چرا اوے مولے سے یا کمتر چیز چرا وے جیسا کہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین ہے م اگر بیچنے کے واسطے چوری کری یا کہانے سے زیادہ چرا وے
یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا وے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بہی چوری کی سو اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا تو مشتری چوتہائی ثمن پھیر لے بسبب اوسکے مقطوع ہونیکے دونون چوریون سے ملا کر م ربع ثمن کے رجوع کی
یہہ وجہ ہی کہ غلام کے ہاتہہ کا خونبہا اوسکی نصف قیمت ہی اور یہہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب
منتصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رد بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہوگیا غلام
کے لینے سے تو مشتری تین ربع اوسکے ثمن کے پھیر لے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وتبعا تختلف صغرا ای مع التمییز وقدرہ بخمس سنین
ویاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف
مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور یہہ وجہ ہے کہ اسکا اختلاف سبب ہین طفلی اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بہاگنا
اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی مین بہاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے ...
عیب ہے طفلی سے مراد طفلی با تمییز ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت تنہا کہانے پہننے لگے اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہے سو اگر وہ
بذات خود نکہاتا ہو کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اوسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ بان
ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین اسطرح کہ غلام کا بہاگنا ثابت ہوا
بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بہاگنا اوسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اوسکا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے م جب طفلی یا جوانی مین
اسکے پاس سے بہاگا تو اوسکا سبب ایک ہی ٹہرا طفلی مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط
مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین اسواسطے
کہ وہ نیا عیب ہے م یعنی جب ثابت ہو غلام کا بہاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس سے جوانی کے حالت مین تو اب مشتری اوسکو اس عیب سے پھیر نہین
سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوا ہی اوس عیب کے
جو قبل اسکے بائع کے پاس تہا اور پھیر دینا جائز نہین مگر اوس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ
لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہہ تپ اوسی تپ کی قسم سے ہو تو اوسکو پھیرنا جائز ہی اور
اگر دوسری قسم سے ہو تو جائز نہین کذا فی شرح العینی م خانیہ مین مذکور ہے کہ نوع حمے سے مراد یہہ ہے کہ ایک ہی وقت مین دونون کے پاس تپ آئی ہو
اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی یعنی لو وجد لا یعقل ثم تعیب حتی یجمع بالنقصان

ثم بلغ هل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر
پیشاب کرتا پایا پھر اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی
کہ نقصان پھیر لے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اوس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہہ ہی کہ ہان استرداد نقصان جائز
ہی کذا فی الفتح من الظہیریہ والجنون ھو اختلال القوۃ التی بھا ادراک الکلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جسکے سبب ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح م یہہ تعریف جنون کی صاحب بحر کی ہے اور تلویح میں یون ہی کہ جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جو ممیز ہے اشیاء حسنہ اور قبیحہ میں اور انجام کار کی مدرک ہی کذا فی البحر او ربہ علم تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ ومعدنہا
القلب وشعاعہ فی الدماغ در م بعضون کی تعریف عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت ہی قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مذکور ہو گیا اوسکا نام عقل ہی اور اوسکی کان دل ہے اور اوسکی
روشنی دماغ میں ہوتی ہی کذا فی الدرر وھو لا یختلف بھما لاتحاد سببہ بخلاف ما مر وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہیں ہوتا طفلی اور جوانی
اوسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اوسکے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی
سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی م جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی میں بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی میں یا بعد
جوانی کے تو یہہ عیب بعینہ امل عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی ومقدارہ ما فوق یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنی اس
قدر سے کم جنون ہونا عیب نہیں اور دوسرا قول یہہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر و
لابد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والا فلا ردالا فی ثلاث زنا الجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری
کے نزدیک ضرور ہی قول اصح میں اور نہیں تو بلا معاودہ عیب پھیر دینا جائز نہیں مگر تین عیب میں سو تینوں بلا معاودہ جائز ہی لونڈی کی زناکاری میں اور زنا سے
متولد ہونے میں اور ولادت میں کذا فی الفتح م ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اوس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی کہ کبھی زائل نہیں ہوتا فتح القدیر میں کہا
کہ اسی قول پر فتوی ہے قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الا ان توجب نقصانا وعلیہ الفتوی واعتمدہ فی النہر مین کہتا ہون
لیکن بزازیہ میں ہی کہ ولادت عیب نہیں مگر یہہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہے اور اسی قول پر نہر الفائق میں اعتماد کیا ہی م پہلا قول ہی مفتی بہ
ہی تو بیان قاضی اور مفتی مخیر ہین وفیہ الحبل عیب فی بنات آدم لا فی البھائم اور نہر الفائق میں ہی کہ حاملہ ہونا عورتون میں عیب ہی نہ جانورون میں
والجذام والبرص والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور کوڑھ اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور
بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین وکذا الادر وھو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسیطرح فتق یعنی دونون فوطے پھولنا
اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی م بہتر یہہ تھا کہ شارح یون کہتا العنۃ والخصا عیبان اور ظاہرا ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحطاوی ولذا اشتری
علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جوہرہ اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پھر اوسکو تندرست نر پایا تو اوسکو
پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والدفر نتن الابط وکذا نتن الانف
بزازیہ والزنا والتولد منہ کلھا عیب فیھا لا فیہ ولو امرد فی الاصح خلاصہ اور بخر یعنی گندہ دہنی اور دفر یعنی گندہ بغلی اور اسیطرح
گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح میں کذا فی الخلاصہ
م امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہین یعنی لونڈی کی خرید سے ہمبستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت
کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہہ اشیا اوسکی مخل اور مانع نہیں خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا ان یفحش الاولان فی الغلام
بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہو اسطرحپر کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہون تو البتہ عیب ہین غلام
مین بھی او یکون الزنا عادۃ لہ بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اسطرحپر کہ زنا اوس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے

زیادہ تو عیب ہے غلام مین بھی وَاللواطة بہا عیب مطلقاً اور لواطت لونڈی مین عیب ہے مطلقاً یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر ہو اسواسطے کہ مانع
ہم بستری ہو کذا فی البحر وبه ان مجاناً لانه دلیل الابنة وان باجر لا قنیه اور لواطت غلام مین عیب ہو اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت اُبنہ کی
دلیل ہے اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہین کذا فی القنیہ م اُبنہ اوس علت کا نام ہو جسمین ایسی چُل ہو صبر نہین کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت
عیب ہے یہان تک کہ جانورون مین بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام مین ایسا عیب نہین کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہین بلکہ
حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہین کہ لواطت باجرت مطلقاً عیب نہین شرعاً اسواسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہو زنا سے وفیہا شری حماراً تعلوه
الحمران طاوع فعیب والا لا اھ قنیہ مین ہو کہ خرید کیا گدہا جسپر گدہے چڑہتے ہین اگر برضامندی اوسکے یہ فعل ہوتا ہو تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل
اور نہین تو عیب نہین وَاما التخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کثر رد لا ان قل بزازیه اور زنخا اور ڈہیلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال
مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیرے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ والکفر باقسامه وکذا الرفض والاعتزال بحر بحثا
عیب فیهما ولو المشتری مثلهما سراج اور سب قسم کا کفر اور اسیطرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثاً انمضا عیب ہے لونڈی غلام مین اگرچہ مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج
م مترجم کہتا ہے کہ رافضی سے مراد وہ ہے کہ جو علی مرتضیٰ کو اور اصحاب سے افضل کہتا ہو اور جو شیخین کو برا کہے اسواسطے کہ وہ کافرین داخل ہے کذا فی الطحاوی وعدم الحیض
لبنت سبعة عشر وعندهما خمسة عشر ویعرف بقولها اذا انضم الیه نکول البائع قبل القبض وبعده هو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا
سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جب کہ
اوسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی ولا تسمع فی اقل من ثلثة اشهر عند
الثانی اور مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کم مین ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام اور زفر کے
نزدیک دو سال سے کم مین دعوی مسموع نہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی مین عیب ہے نہ صغیرہ اور آیسہ مین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ اگر قاضی
مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضة والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور قدیم
کہانسی عیب ہے نہ عادت کی کہانسی ہم بحر الرائق مین ہے کہ مرض کی کہانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب به فی
الحال لا المؤجل لعتقه فانه لیس بعیب کما نقله مسکین عن الذخیرة اور لونڈی غلام پر اوس دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال
مطالبہ ہو نہ وہ دین جس کی مدت اوس کی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہین چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے ہم دین
مؤجل بعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کرنیسے لازم ہوا ہو بلا اذن مولے لکن عمم الکمال وعلله بنقصان الولاء والمیراث لیکن کمال الدین محقق
نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولی اور
عصبات پر مقدم ہین کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیها ونحو عیب معراج کسبل وحوص وکثرة دمع والثولول
بمثلثة ثم نون بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعه ثآلیل قاموس وقیده بالکثرة بعض شراح الهدایه اور بال
اور نزول آب آنکہ مین اور اسیطرح ہر مرض آنکہ مین عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسوؤن کا ڈہلکا اور مسا ثولول بثاء
مثلثہ بروزن زنبور چہوٹی سخت پہنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہین اور جمع اوسکی ثآلیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض
شارحین نے مسے مین کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسون کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسیطرح داغ عیب ہے
اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہین تو عیب نہین وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد
اور ایک اونگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو اونگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہین اور سب اونگلیون کا قطع ہونا ہتیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعسر
وهو من یعمل بیساره فقط الا ان یعمل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی الله عنه اور جو شخص کہ فقط بائین ہاتھ سے کام کرے

مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے وَالشَّیبُ وَ
شُربُ خَمرٍ بِجَہرٍ وَقِمَارٌ اِنْ عُدَّ عَیبًا اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اسکے کذا فی
المحیط عن البحر وَعَدَمُ خِتَانٍ لَو کَبِیرَینِ مُوَلَّدَینِ اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید ہو سطے لگائی
کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسیطرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اوسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضیخان کے فتاوی میں ہے
کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی المحیط وَعَدَمُ نَمَقِ حِمَارٍ وَقِلَّۃُ اَکلِ دَوَابٍّ وَنِکَاحٌ وَ
کِذبٌ وَنَمِیمَۃٌ وَتَرکُ صَلٰوۃٍ لٰکِن فِی القُنیَۃِ تَرکُہَا فِی العَبدِ لَا یُوجِبُ الرَّدَّ اور نہ بولنا گدہے کا اور کم کہانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا
نکاح ہونا اور جہوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد بیع نہیں وَفِیہَا لَو ظَہَرَ اَنَّ الدَّارَ مَشؤُمٌ
یَنبَغِی اَن یَتَمَکَّنَ مِنَ الرَّدِّ لِاَنَّ النَّاسَ لَا یَرغَبُونَ فِیہَا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے
کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وَفِی المَنظُومَۃِ المُحِبِّیَّۃِ وَالخَالُ عَیبٌ لَو عَلَی الذَّقَنِ اَوِ الشَّفَۃِ لَا الخَدِّ وَالعُیُوبُ
کَثِیرَۃٌ نَجَّانَا اللّٰہُ مِنہَا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹہڈی یا ہونٹہ پر ہو نہ گال پر اور اوسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالی ہمکو ان سے
بچاوے وَاِن حَدَثَ عَیبٌ اٰخَرُ عِندَ المُشتَرِی بِغَیرِ فِعلِ البَائِعِ فَالِیَہٖ بَعدَ القَبضِ رَجَعَ بِحِصَّتِہٖ مِنَ الثَّمَنِ وَوَجَبَ الاَرشُ وَاَمَّا قَبلَہٗ
فَلَہٗ اَخذُہٗ اَو رَدُّہٗ بِکُلِّ الثَّمَنِ مُطلَقًا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا
بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پہیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے
چاہے اوسکو لے حصہ نقصان کو کم کرکے یا اوسکو پہیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم جلبی نے کہا قولہ بکل الثمن
متعلق ہے بقولہ اَو رَدُّہٗ سے فقط اور اسکی کچھہ حاجت نہتی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنی قولہ فلہ اخذہ کے
متعلق ہونے کا کہا لا یخفی معلوم کرنا چاہیئے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے
پاس پیدا ہوا اوسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا
تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اوسکو چہوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گہٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اوسپر تمام ثمن لازم آیا
ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے
مبیع کو ترک کرے اور اوسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اوسکو ترک کرے چاہے لے
بقدر نقصان ثمن گہٹا کر اور اگر نقصان مشتری کی پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی تھا اوسکو عیب قدیم کے سبب سے
پہیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پہیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کی فعل سے
ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پہیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پہیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ
مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اوسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان
عیب قدیم ثمن پہیر لینا پانچوں صورتوں میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا استثنے کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمیں پہیر دینا ممکن نہیں لیکن
شارح پر یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تہا کہ یون کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی
الحلبی ملخصا وَلَو بَرہَنَ البَائِعُ عَلٰی حُدُوثِہٖ وَالمُشتَرِی عَلٰی قِدَمِہٖ فَالقَولُ لِلبَائِعِ وَالبَیِّنَۃُ لِلمُشتَرِی اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے
پر اور مشتری گواہ لایا اوسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ہم نہر الفائق میں قاضی خان کی شرح سے مصرح ہے کہ
در صورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت خیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ خیار کا منکر ہے انتہے تو بائع کا

قول اوسوقت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہون اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کما لا یخفے ولا یجبر علی رد ماله حمل ومؤنة الا فی
بلد العقد بحر اور نہ پہیرے مشتری زبردستی اوس مبیع کو جسکے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اوسمین
پہیر دینا جائز ہی باوجود بار برداری کے بھی کذا فی البحر م اسواسطے کہ حاجت بار برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما
استثنی ومنہ ما لو اشتراہ تولیة او خاطہ لطفلہ زیلعی او رضی بہ البائع جوہرہ یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا
ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پہیر لے مگر ان مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے
بزازیہ سے اور ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیعکو بطور تولیت خرید کیا یا اوسکو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع
ناقص پہیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرہ م رجوع نقصان کا یہہ طریقہ ہو کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجائے پہر عیب کے ساتہہ کی جائے یعنی عیب قدیم کے
ساتہہ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکہا جائے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پہیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی
کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اوسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوان حصہ پہیر لے یعنی ایکدرم اور اگر ثمن دوسو
ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پہیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق تہ مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچہہ حاجت نتہی کہ بعد اسکے
متن مین موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اوسمین
ایک قدیم موجود تہا تو اسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضای تولیت
یہہ ہے کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اوسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب
بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کر کے کذا فی الطحطاوی وله الرد برضی البائع اور اوسکو پہیر دینا جائز ہی بائع
کی رضامندی سے م یعنی اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہے عیب قدیم کے
حصہ کے موافق ثمن پہیر لے چاہے مبیع پہیر دے بشرط رضای بائع کے رضای بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پہیر دینے مین ضرر ہو بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع
اوسکی ملک سے خارج ہوئی تہی تو عیب حادث سے سالم تہی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا اگر درصورت رضای بائع مشتری مختار ہی پہیر دینے مین
یا رکہہ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا لمانع عیب او زیادة کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب قدیم رجع بہ ای بنقصانہ
لتعذر الرد بالقطع بشرط رضای بائع پہیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پہیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا
پہر اوسکو قطع کیا پہر مشتری اوسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پہیر لے اس حالت مین پہیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے
م یہہ مثال ہے عیب کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبله البائع کذلک لان له ذلک لانه اسقط حقه پہر اگر
بائع نے پہاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیرا فنحرہ فوجد امعاءہ فاسدا
لا یرجع لافساد مالیته اور اگر اونٹ خرید کیا پہر اوسکو حلال کیا اور اوسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے
بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اوسمین فساد مالیت نہین لہذا اوسمین
رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کله او بعضه او وہبه بعد القطع لجواز ردہ مقطوعا لا مخیطا کما
افادہ بقوله چنانچہ رجوع نہین کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تہوڑا کپڑا بیچ کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پہیر دینے مبیع کے کاٹکر نہ سیکر
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان کیا فلو قطعه المشتری وخاطه او صبغه ای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن
او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع بنقصانه لامتناع الرد بسبب الزیادة لحق الشرع لحصول الربا
لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی به درر وابن کمال پہر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اوسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی

یاستو گھی مین ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین مین درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اوس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے مبیع کے اور یہہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربوا کی یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری دونون رد مبیع پر راضی ہو جاوین تو حاکم اوسپر حکم نکرے کذا فی الدرر وابن کمال ہم زیادتی مبیع مین امتناع رد اسواسطے ہو کہ اصل مبیع مین بلا زیادت فسخ نہین ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہین ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہین تو پھر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا لحصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ حرمت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہے سو یہان دونو مفقود ہین کذا فی الطحطاوی فما یوجب لو باعہ ای الممتنع ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد رؤیۃ العیب قبل الرضیٰ بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر مبیع ممتنع الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ مین عیب دیکھنے کے بعد قبل اوسکے ساتھہ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضامندی ثابت ہو گی تو بیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت ایطرح ہے کہ مبیع کو لباس یا کوب مین استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہو بیع پر تو بیع کو امتناع مین کچھہ تاثیر نہین تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹہیرا لہذا رجوع نقصان مین اوسکو اختیار ہوگا کذا فی الطحطاوی او مات العبد المراد ہلاک المبیع عند المشتری او اعتقہ او دبرہ او استولدہا او وقف قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اوسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو وقف کیا اوسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکلہ او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندہما وعلیہ الفتوی بحر وعنہما یرد ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیہ الفتوی اختیار وقہستانی یا مبیع طعام تہا سو مشتری نے اوسکو سب یا تہوڑا کہایا یا اپنی غلام یا مدبر یا ام ولد کو کہلایا یا کپڑا پہنا یہان تک کہ پہٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہہ ہے کہ مابقی کو پھیر دے اور بقدر کہانا کہایا ہے اوسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی الاختیار والقہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف مین شرط ہے کہ یہہ افعال قبل علم بالعیب ہون ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب مین بہی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہون چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام مین ہے اور شارح کی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ مین فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق مین استحسان کہا ہے اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی مین یون مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فلہ رد الباقی بحصتہ من الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملک وسیجئ قلت فعلی ما فی الاختیار والقہستانی یرجح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتن مین ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اوسکے حصہ کے موافق ثمن کم کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح وابن ملک اور یہہ مسئلہ اسی باب مین آویگا مین کہتا ہون بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہو گیا سو خبردار ہو جا ہم قیاس یعنی رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہے یہان شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہو گیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امرأتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتبی بعد اطلاعہ علی عیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی الکنز لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل الرؤیۃ واقرہ شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع بشیء لامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اوسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بہاگ گیا یا کہانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنی مہمان کو کہلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لیکن مجمع مین جمیع مسائل مین قبل رؤیت کو ذکر کیا ہے اور اوسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکہا ہے

[illegible] ۱۲

یہان تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعدیت اوسکے ہونے کی مفید ہوئی خبر دار رہنا تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچھہ بھی رجوع
نہین کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اوسکے فعل سے م عینی کے کلام مین تناقض ہے شرح کنز مین بعدیت مذکور ہی اور شرح مجمع مین قبلیت
حلبی نے کہا روایت مجمع بھی حق ہے والا ان مسائل مین یعنی اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ مین یعنی ہبہ اور موت اور اعتاق اور
تدبیر مین کچھہ فرق نہین رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا یرجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان
مسائل مین یہہ ہے کہ جہان کہین بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہی تو وہان مشتری ثمنکو بقدر نقصان پھیر لے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے
اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہی کذا فی الاختیار م بحر الرائق مین ہے کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل
مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک
ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرحپر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی
السراج ١٢ الفتاوی اے ذ فیہ الفتوی علی قولہما فی الاکل واقرہ القہستانی اور اختیار مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام مین اور ثابت رکھا
اسکو قہستانی نے م ذکر سے عنقریب کو رہوچکا تو مکرر ہوگیا شری نحو بیض او بطیخ او جوز او قثاء فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علفا
للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کئے انڈے اور خربوزے کی مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی پھر
پھر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانورون کا چارا ہوسکے تو اوسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے اگر اوسمین سے بعد
عیب دریافت ہونیکے کچھہ نکھایا ہو یعنی بعد چکھہ لینے کے کچھہ پھیر لینا درست نہین کذا فی النہر ١٢ الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اوسکے پھیر لینے
پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اوسکا عیب جان گیا قبل اوسکے توڑنیکے تو اوسکو
پھیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرحپر کہ انڈا گندہ ہو یا ککڑی کڑوی ہو
یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنیکے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النہر ولو وجد
اکثرہ فاسدا اجاز بحصتہ عندہما اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے
نزدیک کذا فی النہر م نہایہ مین ہی کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہی جس سے اخروٹ خالی نہوتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو تو
ایک وس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین مصرح ہے اور زرکشی نے کہا کہ تین عفو ہین یعنی سو مین کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا
فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندہما وبہ یفتی اور مجتبے مین ہی کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اوسکو مشتری نے
کھایا پھر اوسکے بائع نے اوسمین چوہی گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے م یعنی طاہر گھی کی
قیمت کیجاوے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہوگیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی باع ما اشتراہ فردہ المشتری
الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردہ علیہ بقضاء لانہ فسخ ما لم یحدث بہ عیب آخر عندہ فان حدث رجع بالنقصان مثلا زید نے
بیچا اوسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اوسکے بائع کو یعنی خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی
ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہوگیا ہو تو اب مشتری
ثانی نقصان پھیر لیگا م مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اوسکے پاس پیدا
ہوا اور اوسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اوسکے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پھیر سکتا
ہی اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وہذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رؤیۃ
او شرط درر اور یہہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اوسوقت ہی جبکہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل

قبض کرنیکے پہیر دیا ہو تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پہیر سکتا ہی غیر اراضی مین بہندر د خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر م یعنی اگر مشتری ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بہی پہیر دینا اوسکے بائع پر مطلقا جائز ہی خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہی رد مطلق مین اور اراضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اوسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کر سکتا بدون حکم قاضی کے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقا بحر اور یہ یعنی جواز رد ہو وقت ہی جبکہ مشتری اول نے اوسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقا رد جائز نہین کذا فی البحر یعنی اگرچہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضامندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینھما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہ یعنی تفصیل مذکور رد بیع مین باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر مین ہی بسبب متعین ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقا رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع م بحر الرائق مین ہی کہ مبیع مین عین ہونیکی قید لگائی تا صرف سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ اوسمین رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضاء و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو جب کہ دینار درم سے مول لے پہر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پہر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اوسکو پہیر دیا تو مشتری اول بائع کو پہیر دے کذا فی الطحطاوی ولو ردہ برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پہیر دیا بلا حکم قاضی کے تو مشتری اول اوسکو بائع پر نہین پہیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح مین اسواسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہی ثالث یعنی بائع کے حق مین کذا فی النہر م اور قول غیر اصح یہ ہی کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو جیسے زائد انگلی تو اوسکو مشتری اول بائع پر پہیر سکتا ہی اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہی کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تہا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للفسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یکن شھود مشتری نے دعوی کیا اوس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہی بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اوسکا قسم کہاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہوں وان ادعی غیبۃ شھودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کہائی ہو م اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پہیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اوسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافا لما فی الفتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پہر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نکہانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہی ماسوای حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا ونحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندھما کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر قیامہ للحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ عندھما باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا وکبرا مشتری نے غلام کے بہاگنے کا دعوی کیا اور بہاگنے کی مانند وہ عیب جسکے پہیر دینے کے واسطے وجود عیب کا قدین کے پاس شرط ہی جیسے بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اوسکے بائع سے جب وہ اوس عیب کے بالفعل موجود ہونیکا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بہاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر بگواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اوسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبہی نہین بہاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم کہائے کہ قسم خدا کی کہ وہ نہین بہاگا جب سے کہ وہ جوان مردون کے برابر پہونچا بسبب مختلف ہونے گریختگی کے طفلی اور جوانی مین یعنی طفلی مین گریختگی عیب نہین اور جوانی مین عیب ہے کما مر سابقا م اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اوس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بہی یہ عیب موجود تہا تو اگر اوسنے

اسکا بہی اقرار کیا تو پہیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اس پر کہ یہہ عیب بائع کے پاس
بہی موجود تہا سو اگر اوس نے گواہون سے ثابت کیا تو پہیر دیا جائے گا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فے النہر و اعلم ان العیوب
انواع خفی کما بانی و قلہ حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہے چنانچہ بہاگنا اور اوسکا حکم معلوم ہو چکا ہم یون معلوم ہو چکا کہ
گاہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس با وجود اتحاد حالت شرط ہے اور گاہے شرط نہین اور اوسکو اختیار ہے قبول ۔۔۔ وہین مگر جب کہ دوسرا عیب
اوسکے پاس پیدا ہو کما تقدم گر تحنگے کی نہند وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمایش کے چنانچہ سرقہ اور بول نے الفراش اور جنون کذا فی العطاء
وظاھر کالعور و العمی و الصمم و الاصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر
ہے چنانچہ یک چشمی اور گونگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جب کہ بائع نے یہہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تہا اسیطرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تہا خرید کے وقت
یا اوس نے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اوسکا دعوی ثابت ہوا گواہون سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہو سکتا والا مشتری سے قسم لیجائیگی پہر اگر اوسنے
اگر قسم کہائی تو پہیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذا فے النہر و ما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد و الطحال فیکفی قول عدل و لاثباتہ عند بائعہ قول
عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا سوای اطبا کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول اور اوس عیب کے
ثابت کرنیکے واسطے اوسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اوسکو دریافت کرے کذا فے النہر عن البدائع
و ما لا یعرفہ الا النساء کالرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع یعنی اور چوتہی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت کی
شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پہر بائع سے قسم لیجائے کذا فے العینی ہم عینی مین یون مذکور ہے کہ قیام عیب فے الحال مین ایک ثقہ عورت کا
قول کافی ہے پہر اگر یہہ اختلاف بعد قبض کے ہے تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فے الطحطاوی و قلت و بقی خامس لا ینظرہ
الرجال و النساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ و ادعی انہا خنثی حلف البائع مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد
دیکہین نہ عورتین سو قاضی خان کی شرح مین ہے کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثے ہے تو اس مین بائع سے قسم لیجائے یعنی جب اوسکو
نہ مرد دیکہ سکے نہ عورت تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق
الصفقۃ بعض مبیعین غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی مین مختار ہے
چاہے باقی مین بیع قائم رکہے چاہے پہیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثالنے سے کل بیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجہا ہے اسواسطے کہ بعض مستحق
مین بیع باطل ہے بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی الطحطاوی و ان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجئی اور
اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے قیمی مین نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آویگا ہم یعنی اگر استحقاق سے باقی مین
عیب پیدا ہو چنانچہ گہر یا زمین یا غلام تو مشتری باقی مین مختار ہے چاہے اوسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پہیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ
شئے واحد کے ہین حکم مین پہر ایک چیز مستحق نکلی تو بہی اوسکو باقی مین اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو
غلام ہون پہر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈہیر ہوا اور اوس مین بعض مستحق غیر ہو تو اوسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اوس مین اختیار
پہیرنے کا نہین کذا فی المنح و لو اشتری شیئین فقبض احدھما دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق احدھما او تعیب
خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اوسکا حکم وہ ہے جو ما قبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو
مشتری مختار ہے و ھو ای خیار العیب بعد ثبوت العیب علی التراخی علی المعتمد و ما فی الحاوی غریب بحر اور وہ یعنی خیار العیب بعد ثابت ہونے
عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی مین ہے سو غریب ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ہم حاوی مین ہے کہ اگر مشتری نے بعد

عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھہ لیا تو یہہ رضامندی ہے یعنی اب اوسکو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی المحیط فلو خاصمہ ثم ترکہ ثم عاد و خاصمہ فلہ الرد ما لم یوجد مبطلہ کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہانتک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے واللبس والرکوب والمداواۃ لہ وبہ علی انہ رضی بالعیب الذی یداویہ فقط مالم ینقصہ برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنی مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اوسی عیب کی جسکی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اوسکو ناقص نکر دیا ہو کذا فی البرجندی یعنی اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اوسکے عیب کی دوا کی تو یہہ رضا ہے کیونکہ یہہ دلیل ہے اوسکے رکھہ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک بیماری کی اوسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھہ میں درد تہا اور اوسکی دوا سے ہاتھہ اوسکا شل ہو گیا یا آنکھہ میں اوسکی سفیدی تہی اور دوا کرنے سے آنکھہ پھوٹ گئی تو اب دوسری عیب کے سبب سے اوسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اوسمیں دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی المحیط وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنہ العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدہا زیوفا فعرضہا علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا او عرضہ علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوائی دراہم کے جبکہ اونکو کہوٹا پایا پھر اونکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اوسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والوں کے آگے تا اوسکی قیمت ٹہرائی جاوے رضامندی نہیں ہے اور منجملہ دلائل رضامندی کے اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال لہ البائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر لملکہ بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اوسکو بیچتا ہے اوسنے کہا ہان تو بیع لازم ہو گئی اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت رکہنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہہ چیز میری مملوک نہیں ہے اسواسطے کہ میں اسکو پھیر دونگا بلکہ یہہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع او لشراء العلف لہا او للسقی لہا والحال ان المشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب بعجزہ او صعوبتہا رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے چارہ خرید کرنیکے واسطے یا اوسکو پانی پلانیکے واسطے اور حال آنکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ہم یعنی مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونیکے نہیں ٹہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وہل ہو قید للاخیرین او للثلثۃ استظہر البرجندی الثانی واعتمد المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینون کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرحین درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا لابد لہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہے تو اول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجای اول ثانی کہتا تو بہتر تہا یعنی تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہہ ہے کہ یہان دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال البائع رکبتہا لحاجتک وقال المشتری بل لاردہا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کیواسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اوسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی

الفتح وجد بها عیبًا فی السفر فحملها فهو عذر اور فتح القدیر مین ہی کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پہرا۔ پہر بوجہ لادا تو یہہ عذر ہی یعنی بعد سفر کے
اوسکو پہیر سکتا ہو م طحطاوی نے بزازیہ سی نقل کیا کہ بوجہ لادنے سے پہیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈالدینے سے خوف تلف ہو جانیکا ہو اور
قول ضعیف یہہ ہو کہ پہیر سکتا ہی بقیاس اونکے چارہ لادنیکے انتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع
او احدہما متعدد کبیتین او الثمن علی تعددہا اوفی عدد المقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا
قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے بیع کے عدد مین کہ ایک ہی جنس عدد و قیمت منقسم ہو جاوے پہیر نیکی
صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین
یا اوسکی صفت مین یا تعیین مین م عدد مقبوض کے اختلاف کی یہہ صورت ہی کہ دو غلام خرید کئے بائع نے مشتری سی کہا کہ تونے دونون غلام قبض کئے
اور مشتری نے کہا کہ مینے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ فقال البائع لیس هو المبیع فالقول للمشتری
فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیعکو پہیرے بسبب خیار شرط کے
یا خیار الرؤیۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اوسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اوسکو پہیرے خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول
معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح م اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت مین
داخل ہے تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہے ظہیریہ سی خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی اشتری عبدین ای شیئین
ینتفع باحدہما وحدہ صفقۃ واحدۃ خرید کئے دو غلام یعنی وہ دو چیزین بصفقہ واحدہ خرید کین کہ اونمین سی فقط ایک چیز سے انتفاع متصور ہے
م شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہہ صورت ہی کہ دونون کا ثمن جدا جدا مذکور نہین
کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پہیر دینا جائز ہے وقبض احدہما ووجد بہ او بالآخر عیبا لم یعلم بہ
الا بعد القبض اخذہما او ردہما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اوسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر
قبضہ کرنیکے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پہیرے م یعنی فقط عیب والی چیز کو پہیرنا یا رکہہ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین ہو اسواسطے کہ
اسمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہین ولو قبضہما رد المعیب
بحصتہ سالما وحدہ لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون چیزون پر قبضہ کر لیا تو فقط عیبدار چیز کو پہیرے و مبیع سالم کے حصہ کے موافق
ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی
عن البحر کما لو قبض کیلیا او وزنیا او نرفی خف ونحوہ کمصراعی باب وزوجی ثور الف احدہما الآخر بحیث لا یعمل بدونہ ووجد ببعضہ عیبا
فان لہ رد کلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشئ واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایہ وهو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر
جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گہی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل
دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اوسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک موزی یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ
سب کو پہیر دے یا عیبدار کو بہی رکہے اوسکے عیب کے ساتہہ اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شئے واحد کی مانند ہین اگرچہ کیلی ناپ کی چیز دو برتنون مین ہو
بنابر قول اظہر کے کذا فی العنایہ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم
یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی ماءہا وهو جزءہا خرید کی لونڈی اور اوس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا
اوسکو مساس کیا شہوت سی پہر اوسمین عیب پایا تو اوسکو نہ پہیرے کسیطرح اگرچہ وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد اور ہماری یہہ دلیل ہی کہ مشتری
نے بسبب قربت کے اوسکی منی نکالی اور منی اوسکا جزو بدن ہے م یعنی اگر اب پہیرے تو ایسا ہو کہ گویا اوس نے بعض مبیعکو لیا اور باقی کو پہیر دیا کذا فی الطحطاوی

میں اشباہ بلا بیہ اور تقبیل اور مساس میں اگرچہ خروج منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہی وطی کا لہذا حکم وطی میں ہی ولو الوطی زوجہا ان ثیبا ردھا وان بکرا لا
یعنی اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہو اگر وہ ثیبہ ہو تو اوسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہے تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع
الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتہا
فاذا ھی ثیبا لم یردھا بل یرجع باربعین درہما نقصان ھذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط
البکارۃ فیردھا لعدم المشروط اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اوسکو نہ پھیرے
بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیر لے اور حاوی اور ملتقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اوسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب ہونے
شرط کے ہم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اوسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا ما قبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور ملتقط کی روایت
اس پر محمول ہے کہ اوسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلہا البائع
لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ویعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال
المانع درر فیرد المبیع مع النقصان علی الراجح نہر مگر جب کہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اوس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہی
اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جب کہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے
بعد زائل ہونے عیب حادث کے بواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول
راجح کے کذا فی النہر نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جب کہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا وہ مقدار ثمن کی بھی پھیر دے
کذا فی الطحطاوی وظہر عیب بمشری البائع الغائب واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک علی المشتری الا
اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اوس چیز میں جو خریدی گئی
تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایکو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال
ہلاک ہوگا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اوسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور خصم نافذ ہو جاتی ہے
بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب المفقود میں نفاذ کی روایت کی تصحیح ہی اور کتاب القضا میں عدم نفاذ
کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی میں ہی کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہی جسکے مذہب
میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رای پر قرار دیسکے حالانکہ اوسکے واسطے کوئی رای نہیں باوجود اعتقاد کرنے
اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردۃ رد المقطوع او امسکہ
ورجع بنصف ثمنہ مجمع واخذ ثمنہما ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اوس سبب سے جو
واقع ہوا تھا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا
ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اوس کا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع ہم اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے
پاس اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اوسکا پھیر لینا قبول کرے
تو پورا ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعۃ بعضہم علی بعض وان علموا
بذلک لکونہ کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اوسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ
مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ اونکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے
مانند استحقاق کے نہ مانند عیب بخلاف صاحبین کے ہم یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اس کا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک

مشتری اُسکو پھر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیر سکے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہو کذا فی الطحاوی وصح البیع بشرط البراءۃ
من کل عیب وان لم یسمّ خلافا للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجھول لا تصح عندہ وتصح عندنا لعدم افضائہ
الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یردّہ بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے
ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے اونکے نزدیک صحیح نہین اور ہمارے
نزدیک صحیح ہے اسواسطے کہ عدم تعیین براءت مین منازعت کو نہین پہنچاتی اور اس شرط مین داخل ہو وہ عیب جو موجود ہو قبل عقد کے اور
جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری مبیع کو پھیر نہین سکتا ہم براءت عیب کی یہہ صورت ہو کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہہ غلام تیرے
ہاتھہ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اوسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط
سی یہہ ہے کہ عقد لازم ہو جاوے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہہ حاصل نہین ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی براءت سی خواہ بائع
عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اوسکا واقف ہو یا نہو اوسکے طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصّہ محمد ومالک بالموجود لقولہ من کل عیب بہ
اور محمد اور امام مالک نے براءت کو عیب موجود کے ساتھہ مخصوص کیا ہو نہ عیب حادث کے ساتھہ چنانچہ یون کہتا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے
ہر عیب سی عیب موجود کے ساتھہ بالاتفاق مخصوص ہے تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس
صورت مین مشتری پھیر سکتا ہو ولو قال مما یحدث صحّ عند الثانی وفسد عند الثالث اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اوس
عیب سی جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہو یہہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا کل اضافت کا [illegible] تو یہہ شرط
فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاب بیع ہو اسطرحپر کہ استحقاق سلامت عیوب اوسمین [illegible] ابرا
من کل داء فھو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمدہ المصنف تبعا للاختیار والجوھرۃ لانہ المتعارف فی العادۃ
وما سواہ فی العرف مرض اگر بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہو اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہو اور اسی قول
ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہو اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہو اور سوا اسی [illegible] باطن کے
عرف مین مرض مشہور ہی ہم مذہب مشہور یہی ہو کہ داء مطلق مرض ہے اسواسطے کہ لغت مین مرض ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن
عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلّی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنح ولو ابرأہ من کل غائلۃ فھی السرقۃ والاباق
والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہو ہم ہرچند لغت مین غائلہ بمعنے شر اور بدی ہو لیکن یہہ
تخصیص عرف کی اس واسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہو اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینھما
البیع فوجد مشتریہ بہ عیبا فلہ ردّہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الردّ علیہ اقرارہ السابق بعدم العیب لانہ
مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اوس سے کہا جو اوس خریداری کی گفتگو کرتا تہا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس مین کوئی عیب نہین پھر
دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اوس غلام مین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہو اوسکے بائع کو ردّ بیع کی شرط کے موافق
اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اوسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہو ترویج سے ہم یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہو تو قاضی یقین کریگا کہ
نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اوسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولی کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ
شتم پر محمول ہے اور ردّ بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحاوی ولو عیّنہ ای العیب فقال لا عور بہ او لا شلل
لا یردّہ لاحاطتہ العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کالاصبع الزائدۃ ثم وجدہا فلہ ردّہ للتیقّن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور
نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اوس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اوس نے خرید نکیا

انگلی پھر بھی عیب اوسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اوسکو پھیر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں
ہو جاتا و نعمۃ چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اوسمین پائی تو اوسکو اس صورت مین پھیر دینا جائز ہو باوجود
نفی عیب کو بسبب متیقن ہو جانے اسکے جھوٹ کے قال لآخر عبدی ہذا آبق فاشترہ منی فاشتراہ وباعہ من آخر فوجدہ المشتری
الثانی ابقا لا یردہ بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یبرھن انہ آبق عندہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ
علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہہ غلام بھگوڑا ہو تو اسکو مجھ سے خرید کرلے سو اوسنے اوسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھہ بیچا پھر مشتری ثانی نے اوسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اوسکو پھیر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت
نکرے کہ وہ اوسکے پاس سے بہا گا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع
اول کے اقرار کا مصدق نہیں ہو سکتا کذا فی الحاوی اشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردھا
لانہ استخدام خرید کی شیردار لونڈی سو اوس نے دودہ پلایا مشتری کے لڑکے کو پہر اوسمین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہو اسواسطے
کہ دودہ پلوانا خدمت لینا ہو یعنی اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہو بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردھا مع لبنہا او صاع من تمر بل
یرجع بالنقصان علی المختار شرح مجمع وحررناہ فیما علقناہ علی المنار بخلاف اوس بکری کے جو کم شیر تھی سو اوسکے بائع نے
اوسکے تہن باندہ یعنی دو چار روز دودہ نہ دوہاتا اوسمین دودہ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودہ والی ہو تو اوس بکری کو
نہ پھیر اسکے دودہ کے ساتھہ یا ایک صاع کہجور کے ساتھہ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیر لے بقول مختار کذا فی شرح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہو منار کی
شرح مین کما لو استخدمہا فی غیر ذلک ففی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس
یتوسعون فیہ وھو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ
لیس برضی الا علی کرہ من العبد بحر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودہ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہو اور
مبسوط مین ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام مین لوگونکے نزدیک وسعت ہو تنگی نہیں اور استخدام
آزمایش کے لئے بہی ہوتا ہو کہ مملوک لائق کار ہو یا نہیں اور بزازیہ مین ہو کہ صحیح قول یہہ ہو کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہو مگر جبکہ مملوک سے دوسری قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری
مین ہو کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کر کے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہو نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری
لیس بہ بالمبیع اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان لہ الرد بلا یمین لما مر
مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہیں جو اتنی مدت مین پیدا ہوسکے پہر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا
تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار رہی بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنی نفی عیب کو رین کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت مین پیدا نہیں ہو سکتی
تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تہا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ
آبقا فلہ الرد ولو قال الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی
اضافہ الیہ فکان اخبارا بانہ آبق فیکون راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے
جانب اسکے ہر عیب سے سوای گریختگی کے پہر اوسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اوسکو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر اوسنے کہا کہ مین اوسکے ہر عیب سے
بری الذمہ ہون سوای اوسکے بہاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کیطرف نہیں کی اور نہ
اوسکو موصوف بگریختگی کیا تو اوسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اوسکے طرف نسبت کیا تو اوسنے خبر کردی
کہ وہ بھگوڑا ہو تو مشتری راضی ہوچکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہیں وفیہا لو باع بیعا

کل حق لہ قبلہ دخل العیب لا الدرک ام درخانیہ مین ہو کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق قبل البائع کی براءت کی تو اس قول مین براءت عیب داخل ہو گی نہ درک ھم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمین عیب داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہین سکتا ہو اور اگر دوسری کا مال ہو جاتا مبیع مستحق غیر ثابت ہو گا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہوگا یعنی اگر یہہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہو گا تو کفالت باطل نہو گی شاید اسواسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہین ہوا وسکی براءت سے ساقط ہوتا کذا فی الطحاوی مشتر لعبد او امۃ قال اعتق البائع العبد او دبرہ او استولد الامۃ او ھی حرۃ الاصل وانکر البائع حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حر اصلی ہے اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجاوے بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوی کے اثبات سے یعنی در صورت عدم شہادت قاضی قسم لیگا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کہائی تو مشتری پر حکم ہو گا بموجب اسکے قول کے یعنی عتق اور مانند اوسکے اسواسطے کہ مشتری اوسکا اقرار کر چکا ھم یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہو جائیگی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب ملک کا دعوی مشتری کر سکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہو ورجع بالعیب ان علم بہ لان المبطل للرجوع ازالتہ عن ملکہ الی غیرہ بانشائہ اولا قرارہ ولم یوجد حتی لو قال انہ باعہ وھو ملک فلان وصدقہ فلان واخذہ لا یرجع بالنقصان لازالتہ باقرارہ کانہ وھبہ اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیر لے اگر عیب کا ہونا اوس غلام یا لونڈی مین معلوم ہو اسواسطے کہ رجوع نقصان مبطل مشتری کا ازالہ ہو اپنی ملک سے غیر کو مالک کر کے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہین یعنی رجوع نقصان اوس صورت مین درست نہو تا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کر دیا ہو تا بیع وغیرہ سے یا اقرار ملک غیر سے سو یہان کوئی بات حاصل نہین تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا وہ فلان شخص کی ملک ہو اور فلان شخص نے بہی اوسکی تصدیق کی اور اوس غلام کو لیلیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہین کر سکتا بسبب ازالہ اوسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اوسکو ہبہ کر دیا وجد المشتری بغنیمۃ محرزۃ بدارنا او غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینہ بحر قال المصنف فقید محرزۃ فیہ لازم عیبا لا یرد علیہما لان الامین لا ینتصب خصما عیب کو پایا اوس غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہو گئی دار الاسلام مین اگر یا غنیمت غیر محفوظہ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اوسکے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا غنیمت مین محفوظ ہونیکی قید لازم نہین تو مشتری بعلت عیب امام اور یا اوسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہین ہو سکتا ھم امین سے عام مراد ہے تا دلیل مدعا کی موافق ہو جاوے اسواسطے کہ خود امام بہی امانت دار ہی بیت المال کا کذا فی الطحاوی بل ینصب لہ الامام خصما فیرد علی منصوب الامام ولا یحلفہ لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکولہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اوسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کریگا اور مشتری مبیع کو منصوب پر رد کرے اور قسم نلے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہی یعنی انکار قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہین ھم تو اب رد متصور نہین بدون گواہون کے کذا فی النہر فاذا رد علیہ المعیب بعد ثبوتہ بیع ودفع الثمن الیہ وان نقص فالنقص والفضل الی محلہ لان الغرم بالغنم درر پھر جب عیب والی چیز اوسکو پھیر دی بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اوسکے محل مین اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت ہے کذا فی الدرر ھم یعنی امام اوسکو بیچ ڈالے اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر مبیع منجملہ چار خمس کے ہو تو اوسمین سے ثمن پورا کر دے اور اگر خمس مین سے ہو تو اوسمین سے دے اور اسیطرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بہی وہین رکھے جہان کی مبیع ہو کذا فی النہر وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان یدفع البائع الدراہم الی المشتری ولا یرد علیہ جاز ویجعل حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز مین عیب پایا اور دونون نے اس پر مصالحہ کیا کہ بائع چند دراہم مشتری کو دے اور مشتری اوسکو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ھم بحر الرائق مین کہا کہ یہان تک ظاہر ہو گیا کہ خیار العیب ساقط ہو جاتا ہی بوقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور شرط براءت ہر عیب سے اور کسی چیز پر

ف ترجمہ مین جگہ مترجم نے سہواً ... کو بری کیا لیکن ظاہر یہی ہے کہ فیا بغیر قاف ہو یعنی مشتری نے اپنا حق جو بائع کی طرف سے تھا اوس کی براءت کی اور سبب غلام یہی ہو کہ فاعل بری کا بائع ہو اور ضمیر دیگی مشتری کی طرف اور فیلہ کی بائع کیطرف ۱۲

صلح کر لینے سو د علی العکس وھو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراھم الی البائع ویرد علیه لا یصح لانه لا وجه له غیر الرشوة فلا یجوز اور بالعکس اوسکے وہ یہہ ہو کہ دونون اسپر صلح کرین کہ مشتری چند دراہم بائع کو دیکر مبیع پھیر دے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہین سوای رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ھ سوداگرون کی اصطلاح مین اسکو احمقانہ کہتے ہین سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہی ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری مین ہے کہ رشوت اور ہدیہ مین یہہ فرق ہی کہ رشوت وہ ہی جو ایک شخص دوسرے کو کچھہ دے بشرطیکہ اوسکی اعانت کرے اور ہدیہ مین اعانت شرط نہین وفی الصغری ادعی عیبا فصالحه علی مال ثم برئ او ظهر ان لا عیب فللبائع ان یرجع بما ادی ولو زال بمعالجة المشتری لا قنیه اور صغری مین ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے مصالحہ کر لیا کچھہ مال پر پھر وہ عیب زائل ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اوسمین کچھہ عیب نہین تو بائع کو جائز ہی کہ جو دیا ہے اوسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہین کذا فی القنیه رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی به یساوی الثمن المسمی والا یساوی لا یلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل مبیع کے عیب سے تو موکل کو یہہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اوس عیب کے ساتھہ جو اوسمین موجود ہی قیمت مین برابر ہو ثمن مسمی کی اور اگر قیمت اوسکی ثمن معین سے برابر نہو تو موکل کو بیع لازم نہین چاہے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملحقه شارح کی لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہین چھپانا عیب کا مبیع یا ثمن مین اسواسطے کہ غش یعنی تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورت مین حرام نہین الاولی الاسیر لو شری شیئا ثمه ودفع الثمن مغشوشا جاز ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنی دار الحرب مین خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ھم اشباہ مین جہان سے شارح نے یہہ مسئلہ نقل کیا یون ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہین انتہے اور اسی کی موافق قاضیخان مین یون ہے کہ ایک مرد نے قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو اون کو کھوٹے اور مغشوش درم دینے جائز نہین اسواسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہین اور اگر قیدی غلام ہین تو کھوٹے درم دینے جائز نہین انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کر لے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارتین دیکھا کہا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیة یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہہ ہی کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم مین جائز ہین کذا فی الاشباہ ھم جبایات بیار موحدہ نہ بنون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہین اور وہ جمع ہے جبایت کی جبایت وہ ہی جو لوگون سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفیها رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ مین ہی کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگون کے حق مین مگر دو صورت مین فسخ نہین ھم سب کے حق مین فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق مین فسخ ہی اور یہہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع مشتری کے مملوک ہین تو اونکو اصل کے ساتھہ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدهما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالة ایک صورت یہہ ہی کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہین ہوتا ھم صورت اوسکی ذخیرہ مین یون ہی کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیة یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہین استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اوسکو باطل کریگا انتہے ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت مین مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیة لو باعه بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز قبل قبضه ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہہ ہی کہ اگر بائع نے بیچا غیر مشتری سے بعد اوسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہہ بیع جائز نہین قبل اوسکے قبضہ کرنیکے اور اگر رد بعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ھم غیر مشتری کی قید سے علی کائی

کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اوسکے پاس ہے اور منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے ۃ فی البزازیۃ شری عبداً فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیبٍ ورد لم یضمن لانہ ضمان العھدۃ وضمنہ الثانی لانہ ضمان العیوب وان ضمن السرقۃ او الحریۃ او الجنون او العمی فوجد کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہے کہ ایک غلام خریدکیا اور ایکمرد اوسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اوسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہہ ضمانت عہدہ کی ہے اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اوسکو ضامن کہا ہے اسواسطے کہ یہہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اوسکو اسیطرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہے وفی جواھر الفتاوی شری ثمرۃ کرمٍ ولا یمکن قطافھا بغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان انتقص المبیع بتناول الزنابیر فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ خرید کیے پہل انگور کے اور ممکن نہین اونکا توڑنا بہڑون کی کثرت کے سبب اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پہل کم ہوگئے ہون بہڑون کے کہا جانے سے تو اوسکو فسخ بیع مین اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پہل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نرہے بہڑون کے کہا جانے سے

باب البیع الفاسد

یہہ باب ہے بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہے تا تغالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہے اور فاسد مشتق ہے فساد سے جو ضد صلاح ہے اور حاصل معنے لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہے اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اوسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اوسکی صحت کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اسوجہ سے کہ فاسد کثیر الوقوع ہے بتعدد اسباب کے سبب کذا فی النہر المراد بالفاسد الممنوع مجازاً عرفیاً فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعاً فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہوگئی اور گاہے اس باب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اونکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھہ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنے فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ مین بیع باطل وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہے قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہے مکروہ لغت مین ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہے بسبب مجاورت کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وکل ما اورث خللاً فی رکن البیع فھو مبطل وما اورثہ فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کی رکن مین وہ مبطل بیع ہے اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہے کلام شرح بدیعین ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو بطرح کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اوسکے ہونیکے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہے جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہو بطرح کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہو جو مقتضای عقد کے مخالف ہے تو اسطرحکی بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے انتہے تو بہتر یہہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ جو موثر خلل ہے رکن بیع اور اوسکے محل مین وہ مبطل ہے تو فقہا کی مقتضای کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہے رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بیع انہین دونون چیزون پر ہے اور اصل شے اوسکا نام ہے جسپر اوس شے کی بنا ہو اور یہہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اوس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہہ صفت ہے عقد کی کیونکہ

باب البیع الفاسد

عقد کا تابع ہو اور چنانچہ شرط مخالف مقتضای عقد کذا فی الطحاوی بَطَلَ بیعُ مالیس بمالٍ المالُ ما یَمِیلُ الیہِ الطبعُ ویَجری فیہِ البَذلُ والمَنعُ
جو مال نہیں جیسے الترابُ ونحوہٗ باطل ہے بیع اوس چیز موجود کی جو مال نہیں مال وہ ہے جسکے طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اوسمین دینا
بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اوسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے چنانچہ قاذورا خالصہ
نکل گئے موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکے طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جسکی آدمی
آرزو رکہتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہو تو اگر مٹی قاذورات سے ملکر بہانہ ہو جاوے تو اوسکی بیع باطل نہیں چنانچہ مذکور ہوگا کالدَّمِ المَسفوحِ
فجاز بیع کبدٍ وطِحالٍ غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل ہے کیونکہ کبد اور
طحال اگرچہ اصل اونکی خون ہے لیکن جاری نہیں والمَیتۃِ سوی سَمَکٍ وجَرادٍ ولا فرقَ فی حقِّ المُسلمِینَ الّتی ماتت حَتفَ انفِہا
او بِخَنقٍ ونحوِہٖ اور چنانچہ مردہ جانور سوای مچھلی اور ٹڈی کے کہ اونکی بیع باطل نہیں اور کچھ فرق نہیں مسلمان کے حق مین اوس مردار جانور مین
جو خود بخود مرگیا یا کسی نے اوسکو گلا دابکے یا کسی اور سبب سے سوای ذبح شرعی کے مردار کیا والحُرِّ والبیعِ بہٖ ای جعلہ ثمنًا باِدخالِ الباءِ
علیہ لان رکنَ البیعِ مُبادلۃُ المالِ بالمالِ ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع
مبادلہ ہو مال کا دوسرے مال سے سو پایا نگیا حر سے خرید کرنا یعنی حر کو ثمن ٹہیرانا اوسپر باء جارّہ داخل کرکے ہم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا
اسطرح ہوتا ہو کہ بِعتُکَ الدارَ بہذا الحُرِّ یعنی مینے گہر بیچا بعوض اس حر کے تو حر اس مثال مین ثمن ہے نہ مبیع خلاصہ یہہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع
باطل ہے خواہ یہہ چیزین مبیع قرار دیجاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمَعدُومِ کبیعِ حقِّ التَعَلّی ای عُلُوٍّ سَقَطَ لانہ
معدومٌ اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اوس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم
ہے ہم حق تعلی کی مثال یہہ ہو کہ ایک گہر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون درجے یا اوپر کا درجہ
گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع علو کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق
ہوا ہی اور ہوا مال نہیں کیونکہ مال وہ ہی جسکا رکھہ چھوڑنا حاجت کیوقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہہ امر حاصل نہیں ومِنہ بیعُ ما اَصلُہ
غائبٌ کجزرٍ وفُجلٍ او بعضُہ معدومٌ کورْدٍ ویاسمینٍ وورقِ فِرصادٍ جوّزَہ مالکٌ لتعامُلِ الناسِ وبہٖ اَفتی بعضُ
مشائِخِنا عملًا بالاستحسانِ وہذا اذا نبتَ ولم یُعلم وجودُہ فاذا عُلِمَ جازَ ولہٗ خیارُ الرؤیۃِ وتکفی رؤیۃُ البعضِ
عندَہُما وعلیہِ الفتوی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم اوسکی بیع ہے جسکی جڑ نظر سے غائب ہو چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہے
چنانچہ گلاب اور چمبیلی کے پہول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہی لوگون کے معمول کے سبب سے اور
ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہی قیاس چھوڑ استحسان پر عمل کرکے اور یہہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اوسوقت
ہی جب کہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اوسکا موجود ہونا معلوم نہو پہر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہی اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہی اور بعض مبیع کا دیکہنا صاحبین
کے نزدیک کافی ہی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح المجمع والمَضامِینِ ما فی ظہورِ الآباءِ مِنَ المَنِیِّ اور مضامین کی بیع باطل ہو مضامین جمع ہی
مضمونہ کی یعنی وہ منی جو نرون کی پیٹہون مین ہو یعنی جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اوسکی پشت سے جدا نہین ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیحِ
جمعُ مَلقوحۃٍ ما فی البطنِ مِنَ الجَنینِ اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہی ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہو والنِّتاجِ بکسرِ النونِ
حَبَلِ الحَبَلۃِ ای نتاجِ النتاجِ لدابّۃٍ او اٰدمیٍّ اور باطل ہو بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہو حبل الحبلہ سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ
ہم حبل الحبلہ اوس بچے کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہے زمانہ جاہلیت مین دستور تہا کہ گابہن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تہے یعنی مشتری یون کہتا تہا کہ
اگر یہہ گابہن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اوسکے بچے کو مینے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمر سے

روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور مؤطا مین بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہی اس احتمال سے کہ شاید
اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح وبیع امۃ فاذا ہو عبد ای ذکر الضمیر لتذکیر الخبر عبدٌ وعکسہ بخلاف البھائم اور
اوس لونڈی کی بیع باطل ہی جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے یعنی اوس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانورون کے مصنف
ضمیر مذکر لایا بسبب مذکر عبد کے والاصل ان الذکر والانثی من بنی آدم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح
ویتخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ نر اور مادہ بنی آدم مین دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری
جنس ہونیسے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف
مرغوب فیہ کے ہم آدمی مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹہیرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنیمین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ اونمین چندان
تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی ومتروک التسمیۃ عمدًا ولو من کافر بزازیۃ وکذا ما ضم الیہ لانّ
حرمتہ بالنص اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جسکے ذبح کے وقت نام خدا عمدًا متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اوسکو بیچا ہو اور اسیطرح اوس چیز کی
بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ملاکر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمدًا امام شافعی کے نزدیک حلال
ہی اگر ذابح اوس کا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل مین ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیہ عمدًا مجتہد فیہ ہوا تو چاہیئے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع
جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اس کا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص مین مساغ
اجتہاد نہین تو یہ اختلاف معتبر نہین اور بحکم قاضی بھی نافذ نہین وبیع الکراب وکری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فیصح اذا
لم یشترط ترکہما ولوالجیۃ اور کہیت جوتنے اور نہر کہودنے کی بیع باطل ہی اسواسطے کہ یہہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال
متقوم ہی تو بیع اوسکی صحیح ہے بشرط اوسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پہر اوس زمین کو زراعت
کے واسطے جوتا اور اوسمین ہل چلایا اوسمین پانی کی نہر کہودی پہر اجارہ فسخ ہوگیا یا اوسکی مدت منقضی ہوگئی پہر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہہ عمل بیچے تو جائز
نہین کیونکہ یہہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی وما فی حکمہ ای حکم ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہؤلاء
باطل ای بقاء فلم یملکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من انفسہم وبیع قنّ ضم الیہم درر اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہی یعنی جو چیز کہ مال
نہین ہی چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنی باعتبار انجام کار باطل ہی تو اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے
اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود اونکی ذات سے صحیح ہی اور اوس مملوک کی بیع صحیح ہے جو اونکے ساتھ ملاکر بیچا گیا کذا فی الدرر مرکی
بیع ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسیطرح محل بیع نہین اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل
بیع ہین کیونکہ حقیقت حریت بالفعل اونمین موجود نہین لیکن باعتبار انجام کار کے اونکی بھی بیع باطل ہے اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی
کہ اوسکو اوسکے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہے کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف
ذاتی سے ثابت ہی تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہہ سب حقوق باطل ہوجاوین کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل کتب فوقہ
ضعّفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت
الاوجہ توقفہ علی قضاء آخر لمضیہا او الغائہا عینی ونہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل ہو ضعیف ہے
تضعیف کی ہے اس قول کی بحرالرائق مین کہ مرجح اشتراط رضای مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضا ہی ام ولد کی بیع مین اور فتح
القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہے مین کہتا ہون کہ قوی تر یہ ہے کہ قضای بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہی حکم اول کے جاری رکھنے مین یا
رد کرنے مین کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیئے یعنی بحرالرائق کا قول عدم نفاذ اوس صورت پر محمول ہی جب دوسرے قاضی

قاضی اول کے موافق حکم دیا ہوا ور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اوس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسری قاضی نے اوسکو جاری کر دیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول مین مختلف فیہ تھا عمر فاروق اوسکی بیع کے مجوز نتھے اور علے مرتضے مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دی تو رافع خلاف سابق ہو گا یا نہین بعضون کے نزدیک رافع نہین اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول استروسی مین ہے کہ قضاء بیع ام ولد مین دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہہ ہے کہ نافذ نہین اور جامع مین یون ہے کہ قضاء قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہو و الا باطل اور یہہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولا ہؤلاء کلہم وبیع مبعض کحر اور سراج مین ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد اونکے مانند ہے عدم جواز بیع مین اور عبد معتق البعض حر کے مانند ہے بطلان بیع مین وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعا جائز نہین کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیئے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح مین مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر محرز چنانچہ شکار اور گھاس ہر مال متقوم نہین اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان مراد ہے کذا فی الطحطاوی کخمر وخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل بالخنق ونحوہ فانہا مال عند الذمی کخمر وخنزیر یا مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلا دابنے اور مانند اوسکے چنانچہ مارنے سے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور وھذا ان بیعت بالثمن ای بالنقد کدراھم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض ونکے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو مبیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہین ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہے اور اسباب مین فاسد ہے تو متاع کا مالک ہو گا قبضہ کرنے سے اوسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال وبطل بیع قن ضم الی حر وذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت حتف انفہا قید بہ لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہے بیع اوس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اوس مردار کے ساتھہ جو خود بخود مرگیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن سمی ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوی عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک ومبنی الخلاف ان الصفقۃ لا تتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لا بد من تکرر لفظ العقد عندہ خلافا لہما وظاہر النہایۃ یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بناء خلاف یہہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہین ہوتا بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد مین مکرر کہنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضم الی مدبر ونحوہ او قن غیرہ وملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانہ کالحر بخلاف العامر بالجماعۃ الخراب فکمدبر اشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحرام والحلال ای غلب الحرام ۱۲ بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اوسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھہ یا غیر کے غلام ساتھہ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتھہ سوای مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھہ مل کر بکیگی تو اوسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھہ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اوسکے ساتھہ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھہ جائز ہے چنانچہ یہہ تقریر اشباہ مین ہے بجملہ اوس قاعدہ کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوما بہ فی الاصح خلافا لما افتی بہ المنلا ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح مین برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوی کے م مفتی مرحوم کا یہہ فتوی ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اوسکے ساتھہ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہے اور

اور اطلاق وقف کی تعمیم کی ہو فیصح بحصتہ فی المدبر وعبدہ والملک لانہا مال فی الجملۃ تو صحیح ہے بیع بقدر اوسکے حصہ کے غلام میں مدبر کے
ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک میں وقف کے ساتھ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف سب فی الجملہ مال ہیں ولو
باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کی مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا نکر لیا تو بیع صحیح
نہیں ہے کذا فی العینی ھ بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اوسمین کی مساجد اور مقابر کو استثنا کر لیا تو قول اصح یہہ ہے کہ ملک میں بیع
صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنے ہیں طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہے اسواسطے کہ جو عرف میں معلوم ہے وہ
مشروط کے برابر ہے کما یبطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ہم غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی
کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز
کبیع قین وبعر واکتفی فی البحر بجواز بیعہ مخلوطا بتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور
وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق میں اکتفا کیا ہے بجواز اوسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونیکے ہم طحطاوی
نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہیں اور خالص مٹی مال نہیں پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہو گئی اسکا جواب یہہ ہے کہ جواز بیع کا مدار
انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع جائز ہے نہ بدون خلط کے وشعر انسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر
الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اوسکو سور کے بال کی بحث میں مذکور
کیا ہے وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اوس چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہے بسبب باطل
ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہو ہم معقود علیہ کی شرط یہہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اوسکے موکل کی
اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اوسکے پاس نہیں تو وہ نہ اوسکی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے اوسکی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ
حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پایہ زندہ بکری کے اندر کی
اور کھلی تلون کے اندر کذا فی البحر لا بطریق السلم فانہ صحیح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص
فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہیں اوسکی بیع بطریق سلم باطل نہیں بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اوسکی بیع سے جو
انسان کے پاس نہیں اور رخصت دی سلم میں ہم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید
کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اوس سے بیع کیا کرون پھر اوسکو بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ
اوس کو جو تیرے پاس نہیں ہے کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن وھو المال اور باطل ہو وہ بیع جسمین نفی ثمن کی
تصریح ہے بسبب نہونے رکن بیع کے یعنی مال ہم اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک
المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ھلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اور بیع
باطل کا حکم یہہ ہے عدم ملک مشتری کا یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو مشتری پر تاوان نہیں اگر مبیع اوسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے کہ وہ
امانت ہے اور قنیہ میں تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہے ہم حموی میں ہے کہ سرخسی کے نزدیک ضمان مختار ہے
اور قنیہ میں وجہ صحت یہہ مذکور ہے کہ مشتری نے اوسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ صدر الدین میں قاضی
خان سے منقول ہے کہ ضمان ہونا صحیح ہے تو خلاصہ یہہ ہے کہ دونون قول صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحربی اباہ وابنہ قیل باطل
وقیل فاسد وفی وصایاھا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل فاسد وصحح اور قنیہ میں ہے کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ
بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا میں ہے کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو بنقصان صریح باطل ہے

بائع کے واسطے اور غیر معین مین دو علتین ہین ایک لزوم ضرر دوسری جہالت جیسا ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور لوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحاوی وذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع ککرباس جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہی بیع ایک گز کی اوس کپڑے سے جسکو پہاڑنا ضرر کرتا ہو چنانچہ عمامہ اور قمیص پس اگر بائع نے ایک گز اوس کپڑے سے پہاڑ دیا یا کڑی کو چہت سے کہود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پہاڑنا مضر نہو چنانچہ ایک گز کا پہاڑنا ستھان سے تو بیع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے ہم مانع بیع وجود ضرر تہا تسلیم کیوقت سو یہان مین ضرر مذکور حاصل نہین لہذا اوسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پہاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اوسکے موجود ہونے کے طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع تا شہتیر کا بہی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اوس کا ترجمہ زیادہ کر دیا وضربۃ القانص بقاف ونون ای الصائد اور فاسد ہی بیع شکاری کے ایکبار جال لگانے اور کہینچنے کی قانص بقاف ونون عبارت ہی شکار کرنے والے سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ شکاری کہے کہ مین نے تیری ہاتہہ اوسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کہینچنے مین نکلی تو یہہ بیع جائز نہین کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہی کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص بغین معجمۃ الغواص اور فاسد ہی بیع غواص کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والا ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہون تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا اسکے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیہما باطل للغرر بحر ودرر والکمال وابن الکمال قال المصنف وقد نظمہ منلا خسرو فی سلک الفاسد فتبعتہ فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل لانہ ما لیس فی ملکہ کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح قال الایضاح مصنف نے شرح مین کہا کہ ملا خسرو نے درر مین اس بیع کو فاسد کی لڑی مین پرویا سو مین نے بہی اونکا پیرو ہو گیا اس مختصر مین اور واجب ہی کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہہ بیع اوس قسم سے ہے جو بائع کی ملک مین نہین چنانچہ گذر چکا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اوسکی بیع باطل ہے سوای سلم کے والمزابنۃ ہی بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع ومثلہ العنب بالزبیب عنایہ للنہی ولشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہی مزابنہ وہ بیع ہی تر کہجور پکی کی جو لگی ہی درخت پر خشک کہجور مقطوع سے برابر اوسکے پیمانے کے گمان اور تخمینہ سے کذا فی شرح المجمع اور مانند اوسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہی خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہی بسبب نہی شارع اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کہجور نہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہی بسبب اختلاف جنس کے یعنی اوسمین شبہہ بیاج کا نہین ہم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالمثلثۃ علی رأس النخل بتمر بالتاء المثناۃ لیکن یہہ خلاف تحقیق کے ہی اسواسطے کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہی بار درخت یعنی پہل سے اور پہل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہی حالانکہ گدر کہجور کا بیچنا خشک کہجور سے بطریق ظن وتخمین جائز ہی اختلاف جنس کے سبب لہذا تفسیر مزابنہ بہی بہت ہی جو شارح نے کی والملامسۃ للسلعۃ اور فاسد ہی بیع الملامسہ یعنی بیع مین ہاتہہ لگانے سے بیع کا واجب ہونا ہم مغرب مین ہی کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو نے میرا کپڑا چہوا یا مین نے تیرا کپڑا چہوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتقے مین امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہہ ہے کہ کہے مین تیری ہاتہہ یہہ متاع بیچتا ہون اتنے کو سو جب کہ مین تجھکو چہوؤن اور ہاتہہ لگاؤن تو بیع واجب ہے یا مشتری اسیطرح کہے کذا فی الطحاوی فتح القدیر مین کہا ملامسہ یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چہووے تو چہونے والے کو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرؤیۃ اور یہہ سطرح ہے کہ مثلا اندہیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذۃ ای نبذہا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی پہینکنا ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہہ ہی کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیرے طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میرے طرف ڈالے تو بیع واجب ہی یعنی بلا تامل بلا خیار فسخ والقاء الحجر علیہا اور فاسد ہی بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر ہم القاء حجر کی یہہ صورت ہی کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس

کپڑے پر سنگریزہ پڑی اوسپر بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رؤیت و بلا خیار کے اسکے بعد وہی من بیوع الجاہلیۃ فنُہی عنہا کلہا عینی
لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر اور یہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور [illegible]
ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ان
بیوعین وجود قمار مے بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگا دے
تو مین نے تیرے ہاتھ اوسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہرصورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطے
قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہو ذکر ثمن کیوقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابوسعید خدری سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ
فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابوہریرہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین
جابر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہ کہ گیہون کو اوسکی بالیون مین بیچے بعوض
گیہون کھرا بر پیمانے مین ظن وتخمین سے کذا فی النہر وبیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین لجہالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو
کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون
غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کسپر قبضہ کرے بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید
لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہے فلو قبضہما وہلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل واحد لان الفاسد معتبر بالصحیح پس اگر مشتری نے دونون
کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے
ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک
اولی نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگئے کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس
شرط سے کہ ایک مین مشتری مختار ہے پھر دونون ضائع ہوگئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین بجائے
ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر ولو مرتبا فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اوس کپڑے کا
تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اوسکا پھیرنا بسبب ہلاک کے متعذر ہے یعنی درصورت تعذر رد ہالک اوسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا
کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وہذا اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ ایہما شاء جاز لما مر اور تعیین مضمون مین ضامن
یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہ اوسنے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہالک ہوا نہ فلانا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک
کپڑے کی دو کپڑون مین سے اوسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع
جائز ہے چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا والمراعی ای الکلاء واجارتہا اما بطلان بیعہا فلعدم الملک لحدیث الناس
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اوسکا بطلان اوسکی بیعکا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے
بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین ہم ابوداؤد مین حدیث مذکور بایں لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء
فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئین اور حوض او تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور
جانورون کے پانی پلانیکا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چرلینا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک
اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن کے
جائز نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنون مین نہ رکھہ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نرکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بھر رکھنے
اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اونکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیعکا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس

خود رو جو اور اگر ایک شخص نے پانی سینچکر گھاس جمائی ہو تو اوسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اوسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور
یہی قول ہے اکثر فقہا کا فنا قال القدوری کذا فی الحاوی تبصر وامّا بطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس
کے اجارہ کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شئی مباح کے استہلاک پر ہے کذا مرح ابن کمال حالانکہ شئی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں
چنانچہ گائے کو اجارہ پر لینا دودہ پینے کے واسطے تو مباح الطریق اولے جائز نہو گا کذا فی البحر ہذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بسقی وتربیۃ
ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نا جائز ہونا اوسوقت ہے جب کہ گھاس خودرو ہو اور اگر اوسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو
تو اوسکا وہ مالک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال وبیع القصیل والرطبۃ
علی ثلثۃ اوجہ اما ان یقطعہ او یرسل دابتہ فیاکلہ جاز وان لیترکہ لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے
اگر اسواسطے ہے کہ اوسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اوسمیں چھوڑ دے کہ اوسکو کہالین تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اسکو
قائم رکھے تو جائز نہیں ثم قصیل بقاف وصاد ومہملہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اوسکو کہتے ہیں فارسی میں اوسکو سپست
کہتے ہیں وحیلتہ ان یستاجر الارض لیضرب فسطاطہ او لایقاف دوابہ او لمنفعۃ اخری کمقیل ومراح وتمامہ فی وقف
الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنیکے واسطے یا اپنے چوپایون کے باندھنے کے
یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدہی دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے بٹھانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے
وقف میں ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے میں دونوں مطلب حاصل ہیں چنانچہ مذکور ہے اور وہان کی گھاس بہی کہا لیگا وبیع دود القز ای
الابریسم وبیضہ ای بزرہ وہو بزر الفیلق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اوسکے انڈے کی یعنی اوسکے
بیج کی جسکو عرب بزر الفیلق کہتے ہیں جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وہو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد
کی مکھی مقدور التسلیم ہو جبکہ شہد اور چھتے کے ساتھ ہے اوسکی بیع ہو کذا فی العطاء وہذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن
ملک وخلاصہ وغیرہا اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اوسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ
مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصہ وغیرہم نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت
کی چیز ہے حقیقت میں اور شرعا مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہیں جیسے خچر اور گدہے کی بیع کذا فی الشرح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے
جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اوسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی العطاء واجاز ابو اللیث بیع العلق وبہ یفتی للحاجۃ
مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی میں زلو اور ہندی میں کیڑی اور جونک کہتے ہیں اور اسیکا فتوی ہے بسبب حاجت اور
ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرہا من الہوام فلا یجوز اتفاقا کحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع
بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف وسیجیء فی المتفرقات بخلاف
اور کیڑون مکوڑون کے سوای ریشم کے کیڑے ہو اور شہد کی مکھی کے کہ اونکی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گوہ اور اون حیوانات کی جو دریا مین
رہتے ہیں کہ اونکی بیع جائز نہیں سوای مچھلی کے اور اوس جانور کی جسکی کہال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت
انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا بیان باب المتفرقات میں آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ملتقی
الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وہی بینہما انصافا فالا فلا فلو دفع بزر القز او بقرۃ او دجاجۃ لآخر
بالعلف مناصفۃ فالخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصا ومثلہ دفع
البیض کما لا یخفی شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جبکہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش بہی دونون سے

ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدھوں آدھ ہو تو آگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیان دوسرے شخص کو دین نصفا نصف
پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے پیدا ہونیکے اوسکی ملک سے اور مالک پر چارہ کی
قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الینابیع اور اسیکے مانند ہے انڈے دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ شرح وہبانیہ میں ہے م فتاوی
عالمگیری میں باب الاجارۃ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہے کہ انڈوں کا مالک آدھے انڈے اور مرغیوں کا مالک
آدھی مرغیاں اوس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر بری کر دے تو اب جو کچھ پیدا ہو گا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو گا کذا فی الطحطاوی والآبق
ولو لطفله او لیتیم فی حجره ولو وهبه لهما صح عینی وما فی الاشباه تحریف بحر اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند
صغیر سے یا اوس یتیم سے جو اوسکی گود میں ہے بیع کی ہو اور اگر اوسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ میں ہے وہ تحریف
ہے کذا فی النہر م بحر الرائق میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہبہ درست ہے اور خانیہ کے بعض نسخے میں اسکے بالعکس مذکور
ہے اور دوسرے نسخہ میں اسکے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا لہذا شارح کو مناسب تھا کہ بعض
نسخ خانیہ کیطرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کیطرف ہو اسطے کہ اشباہ کی روایت اسکے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر الا لمن یزعم انه
ای الآبق عنده فحینئذ یجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر اوس شخص سے بیچنا فاسد نہیں جسکو یہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام
گریختہ اوسکے پاس موجود ہے تو اب اوسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا پھر جب مشتری نے
اوسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وهل یصیر قابضا ان قبضه لنفسه او قبضه لرده ولم یشهد نعم والا
مشتری اوسکا قابض ہو گا یا نہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر اوسنے اوس پر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض
ہوگا یعنی اسواسطے کہ یہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجای قبض من البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان سے قبض بیع کے بند ولئن اشهد لا لانه
قبض امانة فلا ینوب عن قبض الضمان لانه اقوی عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنیکے وقت لوگوں کو
گواہ کیا ہو کہ میں اوسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ہو گا اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے
نہو گا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ م اگر غلام مذکور ہلاک ہو گا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے
تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعه المالک منه فانه یصح لعدم لزوم التسلیم ذخیره
الخ بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جب کہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اوسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے
کذا فی الذخیرہ م یہ قول عطف ہے الا لمن یزعمه پر ولو باعه ثم عاد وسلمه یتم البیع علی القول بفساده ورجحه الکمال
وقیل لا یتم علی القول ببطلانه وهو الاظهر من الروایة واختاره فی الهدایة وغیرها وبه کان یفتی
البلخی وغیره بحر وابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اوسکو مشتری کے قبضہ میں کر دیا تو بیع
تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسیکی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اسکے
باطل ہونیکے قول پر یعنی جنکے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے
پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسیکا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال م فتح القدیر میں ہے کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی ہے
بتاء مثلثہ وجیم کذا فی الطحطاوی ولبن امرأة ولو فی وعاء ولو امة علی الاظهر لانه جزء آدمی والرق مختص بالحی ولا حیاة فی
اللبن فلا یحله الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے ہو اسطے کہ
دودھ آدمی کا جزء ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اوسمیں ملک کا حلول نہیں وشعر الخنزیر

لنجاسة عينه فانه يبطل بيعه ابن كمال وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز حتى لو لم يوجد الا بالثمن جاز
الشراء للضرورة وكره البيع فلا يطيب ثمنه ويفسد الماء على الصحيح خلافا لمحمد قيل هذا في المنتوف اما المجزوز فطاهر
عناية اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اوسکے نجس العین ہونے کے سبب کذا صرح ابن کمال اگرچہ اوس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ گانٹھنے کی
ضرورت سے یہان تک کہ اگر بدون ثمن کے نملے تو اوسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اوسکی بیع مکروہ ہے تو حلال اور پاک
نہین ثمن اوسکا اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضون نے کہا کہ یہہ حکم ہے اوکھاڑے ہوے بال مین اور
تراشا بال طاہر ہے کذا فی العنایہ ہم سور کا بال مرنے پر سخت ہوتا ہے اونگلی کے مقدار اور بعد اوسکے نرم ہوتا ہے گئے ہین گر مشینے کی لائق
ہندا زمانہ قدیم مین موچی اوس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسا اب سوزن سے سیتے ہین وعن ابی یوسف یکرہ الخرز به لانه
نجس ولذا لم يلبس السلف مثل هذا الخف ذكره القهستاني ولعل هذا في زمانهم واما في زماننا فلا حاجة
اليه كما لا يخفى اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسیواسطے علما سلف ایسا موزہ
نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے مین تھا اور ہمارے
زمانے مین اوسکی کچھ حاجت نہین یعنی بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہہ امر پوشیدہ نہین ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت
کرتا ہے کہ بصورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اوسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اوس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی
وجلد ميتة قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم يفصله ههنا اعتمادا على ما سبق قاله الواني
فليحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کہال کی اوسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کسی چیز کی ثمن یعنی چاندی
یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف یعنے صاحب درر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہے
وانی محشی درر نے اسکو یاد رکہنا چاہیے وبعده اي الدبغ يباع الا جلد انسان وخنزير وحية اور بعد دباغت کے یعنی
چمڑا پکانے کے اوسکی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وينتفع به لطهارته حينئذ لغير الاكل
ولو جلد ماكول على الصحيح سراج لقوله تعالى حرمت عليكم الميتة وهذا جزؤها اور جانور مردہ کی کہال
سے فائدہ لیا جائے بسبب اوسکے پاک ہوجانے کے اسوقت مین انتفاع جائز ہے سواے اوسکے کہانے کے اگرچہ کہال ماکول اللحم مردہ
کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ تم پر حرام کردیا جانور مردہ اور یہہ یعنے کہال جز ہے مردہ کی وفي المجمع ونجيز
بيع الدهن المتنجس والانتفاع به في غير الاكل بخلاف الودك اور مجمع مین ہے کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع
اور اوس سے فائدہ لینا سواے کہانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سواے مسجد کے تو دک عبارت
ہے چربی اور ہڈیون کے گودے سے کذا فی الطحطاوی كما ينتفع بما لا تحله حياة منها كعصبها وصوفها كما مر في
الطهارة جیسے فائدہ لینا مردہ کی اوس چیز سے جائز ہے جسمین زندگی حلول نہین کرتی چنانچہ اوسکا پٹھا اور روان چنانچہ مذکور
ہوچکا کتاب الطہارۃ مین ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ انمین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل
کرے اور ہاتہی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتہی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنیکے جائز ہے کذا في المنح وفسد
شراء ما باع بنفسه او بوكيله من الذي اشتراه ولو حكما كوارثه بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد
كل الثمن الاول صورته باع شيئا بعشرة ولم يقبض الثمن ثم شراه بخمسة لم يجز وان رخص السعر للربا
خلافا للشافعي اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اوسکا خرید کرنا اوس سے جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ

مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہے صورت اوسکی یہہ ہو کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اوسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اوس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاج کے ہی بخلاف امام شافعی کے مذہب کہ جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچدرم زیادہ بلاعوض باقی رہے تو یہہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہہ حرام ہو کذا فے شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کے قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایکدرم بھی باقی رہیگا تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحاوی وشراء من لاتجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلایجوز ایضا خلافا لہما فی غیر عبدہ ومکاتبہ اور خرید کرنا اوسکا جسکی گواہی بائع کے فائدہ کے واسطے جائز نہین جیسے اوسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہی تو اوسکا خرید کرنا بھی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سوای اوسکے غلام اور مکاتب کے ولابد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ باکثر او بعد النقد اور ضرور ہی عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہو اگر بائع ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ہذا وفی قضاء دین وشفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداء وانتہاء وبقاء وامتناع مرابحۃ وبزاد زکوۃ وشرکۃ وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیہ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھ مسئلون مین از انجملہ یہہ مقام ہے اور ادای دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا و انتہا اور بقا کے اور امتناع مرابحہ مین اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصرح بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کیطرف نسبت کرکے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہہ ہو کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اوسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد الجنس ہین اور ادای دین کی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا اوسنے ادای دین مین پہلوتہی کیا پھر اوسکے دنانیر قاضی کے ہاتھہ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلاکر ادای دین کرے اور غیر دنانیر کی اور مال سے قاضی ادای دین نہین کرسکتا امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین اور شفعہ کی یہہ صورت ہو کہ شفیع کو خبر ہوئے کہ مشتری نے گہر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گہر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اوسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اوسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو یہہ بیع علی حکم الاکراہ ہی اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب ہے جسکی قیمت اوتنی ہے بیع ہوگی تو یہہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتدا و مضاربت کی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اوتنے درم دیئے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہی اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسیطرح انتہا اور بقای مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہہ صورت ہو کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اوسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اوسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اوسکو بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسیطرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہی تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہہ صورت ہو کہ ضم دراہم کا دنانیر سے اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہہ صورت ہو کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان

فصل اتحاد ... دراہم و دنانیر در حکم الجنس

منعقد ہوگی اور اشیاء مسلفہ مین قیمت کرسنے والا مختار ہو چاہے دراہم سے اوسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہہ صورت ہے
کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہی اور ہاشمہ مین عشر ہی اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہی اور جائفہ مین ثلث ہی اور دیت یا ہزار دینار مین یا دس
ہزار درہم مین تو اشیاء مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحاوی **وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد**
ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہی کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جاتا ہی
ہلاکی سے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے تو اوس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اوسکے قبض کے جیسے چنانچہ مال منقول کو جب کہ خرید کرے تو مشتری کو
اوسمین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اوسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اوسکے مقبوض ہونے کی جائز
ہی خواہ ثمن متعین ہوجاتا ہو تعیین سے چنانچہ کیل یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اسکی علت یہہ ہی کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے
کہ اصل بیع مین مبیع ہی نہ ثمن **وصح البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شیٔ آخر بعشرۃ فسد فی الاول**
وجاز فی الآخر فینقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیع الفساد لانہ طاریٔ ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہی بیع اوس چیز مین جو ملائی
گئی اوسکے طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلا اور ثمن پر قبضہ نکیا پہر اوسکو دوسری چیز یعنی مثلا کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو مبیع
اول یعنی تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اوسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور مبیع اول کا فساد بیع ثانی مین شائع
ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہی پیچہے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اوسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی و
بیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ
بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہی بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو
تول دے اوسکے ظرف کے ساتھ اور اوس سے کم کروا لے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضای عقد کم کر ڈالنا ہی برتن کے وزن کے برابر
اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز
ہی جیسا یون ہی بیع جائز ہی کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہی جمیع موزونات کا بہر النفائس
مین کہا اسواسطے یہہ بیع جائز نہوی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر مشروط
سے تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہی اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہو تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو
عقد مقتضی ہی تا مقدار مبیع معلوم ہو جاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھ **ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ**
فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اوسکی مقدار مین تو مشتری کا
قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہم طحاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنے او ہی بمعنے مانعۃ الخلو اسواسطے کہ گاہ ظرف
کی مقدار واحد ہوتی ہی اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض منکر ہونے کی یہہ
وجہ ہی کہ جب مشتری نے ظرف پہیر دیا اور وہ تولا گیا اور اوسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تہا جسکا وزن پانچ
رطل تہا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہی یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہی تو مشتری قابض
ہی اور قول معتبر نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہی تو بہی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا
اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے **وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا بیع**
اور صحیح ہے بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین **ومن قسمۃ الوہبانیۃ ولیس لہم قال الامام تقاسم**
بلا نصب ولو ینفذ کذا البیع قیل اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ مین یہہ بیت ہی کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کرلینا کوچہ غیر نافذہ کا

جائز نہین اور اسی طرح اوس کے بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہوجاوے کہ کوچہ نافذہ یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولے جائز نہین کذا فی الطحطاوی وفی معایاتها وَاَرْتضاه فی الغاز الاشباه سعو مَالِكُ اَرْضٍ لَیْسَ یَمْلِكُ بَیْعَهَا بِغَیْرِ شَرِیْكٍ ثُمَّ لَوْ مِنْهُ یَنْظُرُ * اور وہبانیہ کے سوال مشکل سکت مین یہ بیت ہی اور اشباہ کی پہیلیون مین اسکو پسند کیا ہی کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ سکے بیچنے کا مالک نہین سوای اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنی ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اوسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حَدٌّ اَیْ بَیَّنَ لَهُ طُوْلٌ وَعَرْضٌ اَوْ لَا وَهِبَتُهُ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اوسکی حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسیطرح اوسکا ہبہ بھی صحیح ہے وَاِذَا لَمْ یُبَیِّنْ یُقَدَّرُ بِعَرْضِ بَابِ الدَّارِ الْعُظْمٰی اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اوس کا عرض بڑی گہر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹہیرایا جاویگا ہم بہتر یہہ تہا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنی اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اوس سے پہلا دروازہ ہے گہر کا انتہے لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بھی باب الدار العظمے دار ہی تو ظاہرا اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑی گہر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جسکو ہند مین پہاٹک بولتے ہین واللہ اعلم لَا بَیْعُ مَسِیْلِ الْمَاءِ وَهِبَتُهُ لِجَهَالَتِهِ اِذْ لَا یُدْرٰی قَدْرُ مَا یَشْغَلُهُ مِنَ الْمَاءِ صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اوسکا بسبب اوسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پہیلتا ہی اوسکی مقدار معلوم نہین ہم مسیل سے یا رقبہ سیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنی چہت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جسمین مرور واقع ہے تو مقدار سیل مجہول ہی لہذا اوسکی بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اوسکی حدود مذکور نہون تو اوسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا سیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر سیل ہے سو مجہول ہی اور اگر چہت پر ہے تو وہ حق تعلی ہے جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہے اسکی بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان یہہ ہے کہ یہہ مال نہین اور وجہ صحت یہہ ہی کہ اسکے طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہی یہہ اوس صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار ہو اور اوسکا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجے تو وہ زمین مملوک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے چنانچہ سرخسی نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجے لیکن اوسکی حدود مذکور ہون تو بھی اوسکی بیع جائز ہے بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ للحسن الچلپی وَصَحَّ بَیْعُ حَقِّ الْمُرُوْرِ تَبَعًا لِلْاَرْضِ بِلَا خِلَافٍ وَمَقْصُوْدًا وَحْدَهُ فِیْ رِوَایَةٍ وَبِهٖ اَخَذَ عَامَّةُ الْمَشَایِخِ شُمُنِّیْ وَفِیْ اُخْرٰی لَا وَصَحَّحَهُ اَبُو اللَّیْثِ اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھہ بالاتفاق بلاخلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اوسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ہم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھہ صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اوسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اوس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہہ بیع صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَكَذَا بَیْعُ الشِّرْبِ وَظَاهِرُ الرِّوَایَةِ فَسَادُهُ اِلَّا تَبَعًا خَانِیَّةٌ وَشَرْحُ وَهْبَانِیَّةٍ وَسَنُحَقِّقُهُ فِیْ اِحْیَاءِ الْمَوَاتِ اور اسیطرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتھہ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہی کذا فی المنح اور ظاہر الروایت مین یہہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتھہ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین لَا یَصِحُّ بَیْعُ حَقِّ التَّسْیِیْلِ وَهِبَتُهُ سَوَاءٌ كَانَ عَلَی الْاَرْضِ لِجَهَالَةِ مَحَلِّهِ كَمَا مَرَّ اَوْ عَلَی السَّطْحِ لِاَنَّهُ حَقُّ التَّعَلِّیْ وَقَدْ مَرَّ بُطْلَانُهُ صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اوسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اوسکے مکان کے چنانچہ مذکور

ہو چکا قبل اسکے یا پہت پر ہو سو اسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اوسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا اسم نیروز السلطان وفی نیروز المجوس یوم تحل فی الحوت و علا البرج بسبعۃ فاذ الو یعلمنا فالعقد فاسد کذا ابن کمال اور صحیح نہین بیع اوس ثمن سے جو مؤجل ہو نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آجائے اور یہہ نوروز سلطان ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہے جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور بعد اوسکے سات نوروز شمار کئے گئے ہین پہر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نکی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہو کذا صرح ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہے فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے مہرجان معرب ہے مہرگان کا چونکہ وہ دن بہی متعدد ہو نوروز کی مانند لہذا بیع صحیح نہین وصوم النصاری وفطرہم وفطر الیہود وصومہم فاکتفی بذکر احدہما سراج اور نصاری کے روزہ رکہنے اور نرکہنے کی مدت اور یہودیون کے روزہ نرکہنے اور رکہنے کی مدت سے بیع صحیح نہین مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیون کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لو یدر المتعاقدان النیروز وما بعدہ فلو عرفاہ جاز بیع ہو تب صحیح نہین جب کہ متعاقدین نوروز اور اوسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہون اور اگر دونون اوقات مذکورہ کو جانتے ہون علی التحقیق تو بیع جائز ہی یعنی اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نرہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم بہ وہو خمسون یوما بخلاف نصاری کے روزہ توڑنے کے مدت مقرر کرنا اون کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اوسکے معلوم ہونیکے اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت پچاس دن ہین ہم درر مین مرتاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہین اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی مین پچپن دن اور قہستانی مین ستاون دن مسطور ہین ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا تتقدم وتتاخر اور صحیح نہین بیع حاجیون کے آنے اور کہیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنی کہلیان یا نڈنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور مذکورہ مین تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہو گی ولو باع مطلقا عنہا ای عن ہذہ الاجال ثم اجل الثمن الدین اما تاجیل المبیع او الثمن العین فتفسد ولو الی معلوم شمنی الیہا صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پہر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ مین مقرر کی تو ہطرح مدت ٹہرانا صحیح ہی اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹہرانا مفسد بیع ہی اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ہم ثمن دین کی ہطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع ہی تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد مین واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی ہذہ الاوقات لان الجہالۃ الیسیرۃ محتملۃ فی الدین والکفالۃ لا الفاحشۃ چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہی اسواسطے کہ کمتر جہالت دین اور ضمانت مین محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور قدوم غائب او اسقط المشتری الاجل فی الصور المذکورۃ قبل حلولہ وقبل فسخہ وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا ابن کمال وابن ملک بجہالۃ فاحشۃ کہبوب ریح ومجئ مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے امثلہ مذکورہ مین قبل آنے مدت کے اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاوین قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہو گا بالاتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کی جیسے ہوا چلنے اور مینہ برسنے کی مدت سی بیع بدل کر جائز نہو گی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائہما او وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیرہ ای غیر المحرم ببیع صیدہ یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراہۃ کما مر

لان العاقد یتصرف باھلیتہ وانتقال الملک الی الآمر امر حکمی وقالا لا یصح وھو الاظہر شرنبلالیہ عن البرھان یا بیع او خریدا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمیکو شراب اور سور کے بیچنے یا خرید کرنیکے واسطے یا محرم نے غیر محرم کو کہا اپنے شکار کے بیچنے کیواسطے یعنی یہ توکیل او بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھہ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل ہے پہلی صورت مین اور غیر محرم وکیل دوسری صورت مین تصرف کرتا ہی بیع اور شرا مین اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کیطرف یہہ امر حکمیات اور صاحبین کہتے ہین کہ یہ توکیل صحیح نہین یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ثم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا ثابت ہوا کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بناوی یا اوسکو زمین پر بہاوے اور سور کو چھوڑ دیوے اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق کر دی کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی الی النیروز اور صحیح نہین یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط معطوف ہی نیروز پر ہم بلکہ معطوف علیہ البیع الی النیروز ہے نہ لفظ نیروز کما لا یخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہی کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما او فیہ نفع لمبیع ھو من اھل الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن مفسدا کما سیجیٔ مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکہا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور نہ اوسکے مناسب اور اوسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اوسمین فائدہ ہے اوس مبیعکا جو اہل سے استحقاق منفعت کا اسطرح کہ مبیع آدمی ہوا اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدی جانور پر سوار نہو تو یہہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اس کا ذکر آویگا مع جو شرط عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو شرط عقد سے واجب نہین اسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین اہل مشتری کی منفعت نہو جیسے کپڑا بیچنا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسیطرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہی نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اوسکے کہانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بہی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم یرد الشرع بجوازہ اما لو جری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اوسکا رواج نہ جاری ہوا اور شرع مین اوسکا جائز ہونا نہ وارد ہوا اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی تسمہ لگانیکی شرط کے ساتھہ یا اوس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء مثال لما لا یقتضیہ العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اوسکی قبا سی دیوے یہہ مثال ہوا اوس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور اوسمین فائدہ ہی مشتری کا ہے اور از انجملہ یہہ شرط ہی کہ بائع بیع مین بائع اوسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنا دیوے یا زمین کی بیع مین یہہ شرط کرے کہ بائع اوسمین مسجد بنا دیوے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اوسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او یستخدمہ مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال شھرا لما مران الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لی یہہ مثال ہے اوس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہی کہ جب خیار شرط تین دن کا ہو تو اوسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ ولزم الثمن عندہ والا لا شرح مجمع یا یہہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اوسکی قبضہ کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدھا او لا یخرج القن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع لمبیع یستحقہ یا یہہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو

حرم بنا دے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق دغیرہ کے خارج ہو یعنی اعتاق وغیرہ اوس شرط کی مثال ہے جسمین نفع ہے اوس مبیع کا جو مستحق ہے نفع کا
ھم اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہے اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہے اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہہ آتا ہے کہ دست بدست نہ
پھرے کذا فے الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس
المبیع لاستیفاء الثمن اولا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ
البائع او المشتری کذا فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس
قول سے کہ تو بیع صحیح ہے اوس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے
یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی نہین اور اوسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص
اجنبی رہے یا بائع یا مشتری اوسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر
دلالت کرتا ہے کشرط ان لا یبیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین
جیسے یہہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ
اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہے او لا یقتضیہ لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد
مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صرح ابن ملک ھم یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس
شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھے یا اس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین
ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر ہے اور مشار الیہ نہو تو جائز نہین مگر جب کہ دونون اوسکی تعیین مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاوین اور قبل
تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن
غائب ہوا اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری العرف بہ کبیع نعل ای صرم سماہ باسم ما یؤول
الیہ عینی علی ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب استحسانا للتعامل
بلا نکیر یا عادت جاری ہو گئی ہو اوس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اوسپر دوال لگا دے اور اوسکے مانند کیلین جڑنا ہے کھڑاون
کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی
شراک بکسر اول عبارت ہے سیر بفتح سین مہملہ وسکون یای تحتانیہ یعنی وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہے ھم صرم بفتح صاد معرب ہے
چرم فارسی کا کذا فے الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقتہ کخیار
الشرط اشباہ من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یہ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اوسوقت ہے جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے
اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ بیچنے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہوا اور اوسکی رضامندی کی
مدت تین دن معین کی خیار الشرط کی مانند کذا فے الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتے واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن
کمال باذن بائعہ صریحا ودلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اوسکے بائع کی رضامندی سے خواہ
رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے بسطرح کہ مشتری اوسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجای رضای
بائع اذن بائع مذکور ہے ھم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضای بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہے اور
امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اوس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کی مانند بجای رضا
امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل وتقدم حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے

امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی اور اوسکا حکم پہلے مذکور ہوچکا ہم بیع باطل کا یہہ حکم مذکور ہوچکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اوسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتوی ہی وحینئذ فلا حاجة لقول الهداية والعناية وكل من عوضيه مال كما افاده ابن الكمال لكن اجاب سعدي بانه لما كان الفاسد يعم الباطل مجازا كما مر تحقق اخراجه بذلك فتنبه اور اسوقت مین یعنی جب کہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نرہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کی اس قول کی اور بیع فاسد کے دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب یا ہی اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہوچکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہوگیا خبردار رہنا ہم حموی نے سعدی کے جوابکا جواب دیا ہی کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سے ہی خارج نہین ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہہ بیع باطل ہی باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضے اس قید کا یہہ ہی کہ یہہ قسم باطل کی فاسد ہی جو قبض سے مملوک ہوتی ہی اور حالانکہ ایسا نہین كذا في الطحطاوي ولم ينهه البائع عنه ولم يكن فيه خيار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو ہم نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت تھی اسواسطے کہ رضای بائع مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضروری ہی اسواسطے کہ درصورت خیار شرط کے قبض سے ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار شرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولے نہوگی ملكه یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اوسکا مالک ہوگا ہم یعنی اوسکی ذات کا مالک ہوگا علمای بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کری تو صحیح ہی اور اگر اوسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو بہیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علمای عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہی نہ ذات کا الا في ثلاث في بيع الهازل وفي شراء الاب من ماله لطفله او بيعه له كذلك فاسدا لا يملكه حتى يستعمله مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنیوالی کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے مین اپنی مال سے اپنے طفل کیواسطے یا باپکے بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسیطرح یعنی اپنی مال سے اوسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ہم بحر الرائق مین یہہ مسئلہ محیط سے باین عبارت منقول ہی باع عبدا من ابنه الصغير فاسدا او اشتري عبد النفسه من مال الصغير فاسدا لا يثبت الملك حتى يقبضه ويستعمله انتهى یعنی باپنے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنی ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کیواسطے اسیطرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگا تاوقتیکہ اوسپر قبضہ نکرے اور استعمال مین نلاوی اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہی تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من ماله لطفله فاسدا او شرائه لنفسه من مال طفله كذلك لا يملكه حتى يقبضه ويستعمله تو مطلب واضح تر ہوتا كذا في الطحطاوي والمقبوض في يد المشتري امانة لا يملكه به اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہی مشتری کے ہاتھہ مین وہ امانت ہی مشتری اس قبض سے اوسکا مالک نہوگا ہم یہہ قول اسپر مبتنی ہی کہ تخلیہ قبض نہین كذا في المجتبى والعماديه اور دوسرا قول یہہ ہی کہ تخلیہ قبض ہی اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اوسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمیع تفاریق مین ہی کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا كذا في الطحطاوي واذا ملكه تثبت كل احكام الملك الا خمسة لا يحل له اكله ولا لبسه ولا وطؤها ولا ان يتزوجها منه البائع ولا شفعة لجاره لو عقارا اشباه اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگی سوای پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اوسکا کہانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا اوسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سی مشتری کی پاس اور شفعہ نہین اوسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو كذا في الاشباه ہم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوی کہ اوسپر فسخ بیع واجب ہی تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوی تو اشتغال بوطی اعراض ہی فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کی اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع منور منقطع نہین بسبب وجوب فسخ

اور ہہنر داوسکے وفی الجوہرۃ وشرح المجمع ولا شفعۃ بما فی سادستہ اور جوہرہ اور شرح مجمع مین ہی کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین بیع کے تو بیع ہوی
سادسہ ہوئی یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اوسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بھی شفعہ نہین لیسکتا ہے مثلہ
ان مثلیا والا بقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تعذر ردہ یوم قبضہ لانہ بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ
کالمغصوب و مشتری قبض سے مالک ہوگا بیع کا مثل دیگر اگر بیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اوسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ
قیمت جو قبض کے دن اوسکی قیمت تہی اسواسطے کہ بسبب قبض کے بیع اوسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اوسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند
مراد مصنف کی یہہ ہی کہ مبیعکو ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ھ اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے
رد عین واجب ہی نہ قیمت کذا فی النہر والقول فیہا للمشتری لانکارہ الزیادۃ اور قیمت مین مشتری کا قول معتبر ہی بواسطے انکار زیادت یعنی مشتری
زیادتی قیمت کا منکر ہی اور معتبر قول منکر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون اعداما عنہ ابن ملک اور واجب ہے
ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک ھ بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ یکون کو حذف
کرتا تا اعداما منہ مفعول لہ ہوتا اعداما کے نہد کذا فی الطحطاوی او بعدہ ما دام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ
معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے تبتک کہ بیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتہہ مین ہی یہہ وجوب فسخ فساد مٹانیکے واسطے ہی اسواسطے
کہ بیع فاسد گناہ ہی تو اوسکا دور کرنا واجب ہی کذا فی البحر ھ اور اگر بیع مین کچہہ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر
عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہی
ہذا فسخ کرنے مین حکم قاضی شرط نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہین کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساکہ وعلم
بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیہ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اوسکو فسخ
کر دینا بیع فاسد کا دونون پر زبردستی کرکے جائز ہی حق شرع کیواسطے کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تہا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے
کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہی اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہی نہ عکس اوسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ
او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبرئ المشتری من ضمانہ
قنیۃ اور جس بیع فاسد کو پہیرے مشتری اوسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع یا کسی اور وجہ چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور
واقع ہو مبیع اوسکے بائع کے ہاتہہ مین تو یہہ باہم ترک بیع ہی اور مشتری اوسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ھ اگرچہ یہہ متارکہ بیع ہے
لیکن ظاہرا بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ
مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ جو چیز کہ مستحق
ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کیطرف سے پہونچے اور اگر
اوسکے طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہی ھ اگر مشتری نے بیع فاسد غیر بالملکو ہبہ کی یا غیر کے ہاتہہ بیچی اور
اوسنے بالملکو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتہہ سے یعنی مشتری کے ہاتہہ سے
نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کئے جنمین بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہی فان باعہ ای باع المشتری الفاسد
بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پہر اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیچا بطریق
بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کیطرح بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اوسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اوسکے بائع سے بیع کی تو
یہہ بیع اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابہی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول مین وکل بیع فاسد الخ وفسادہ بعد الاول فلو بہ ینتقض کلہ مطلقا

المشتری اور خلاانکہ فساد اوس بیعکا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اوسکا برسبتی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز ہون گے ؟ او وھبہ وسلمہ او اعتقہ او کاتبہ او استولدھا ولو لم تحبل رد ھا مع عقرھا اتفاقا سراج یا مشتری نے بیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کروادیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہو گئی ہو تو اوسکو پھیرے اوسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل بعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضا اقتضاء فقد ملک المامور ما لا یملکہ الامر آزاد کیا غلام کو بعد اوسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہو گا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنی بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرفسے آزاد کرا ور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسیطرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اوسکا جس کا امر کرنیوالا مالک نہین وما فی الخانیۃ علی خلاف ھذا اما روایۃ او غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ مین برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم خانیہ مین ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اوسکے طرفسے آزاد کردیا تو یہہ عتق بائع کیطرفسے ہوگا نہ مشتری سے اور اسیطرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی النہر او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استھلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین علی خلاف ھذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو استہلاک کیا جب کہ اوسکو وقف کیا اور اوسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایت جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہے سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مفصل بیان کیا ہے ہم جامع الفصولین مین یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تا وقتیکہ عمارت بنا وے انتہے نہر الفائق مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہہ بہتر ہے تغلیط سے اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی او رھنہ او اوصی او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا مبیع فاسد کو رہن کیا یا اوسکی کسی شخص کیواسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہوجاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق بندہ کے اوس سے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین ہم اشباہ مین ہے کہ عقد فاسد بتعلق حق العبد لازم ہوجاتا ہے اور فساد مرتفع ہوجاتا ہے مگر چند مسائل مین اجارہ فاسدہ یا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اوسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اوسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اوسکا توڑنا درست ہے مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اسیطرح اگر نکاح کر دیا انتہے چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری مین ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہے اور اسیطرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول مین موجود ہے کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی غیر الاجارۃ والنکاح اور اسیطرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوای اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب نفاذ بیع فاسد کا ہے اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح مین خروج عن الملک نہین وھل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیۃ اور کیا نکاح لونڈیکا باطل ہوجاتا ہے اوسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہہ ہے کہ ہان باطل ہوجاتا ہے کذا فی الولوالجیۃ ہم یہان گفتگو اسمین ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کردے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ مین اور کلام ولوالجیہ قبل از قبض مین مفروض ہے تو یہہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا ومتی زال المانع کرجوع ھبۃ وعجز مکاتب وفک رھن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جب کہ مانع فسخ کا دور ہوجاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو پھیر

فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادای قیمت کا حکم کیا ہو اور بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم
قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہین ولا یبطل حق الفسخ بموت احدھما فیخلفہ الوارث
بہ یعنی اور حق فسخ باطل نہین ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اوسکا خلیفہ ہوگا فسخ کرنے مین اسیکا فتوی ہے وبعد الفسخ لا
یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما لو شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا فلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ
کاجارۃ او رھن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اوسکا بائع نلے تا وقتیکہ اوسکا ثمن منقود پھیرے ثمن منقود سے ثمن
مقبوض مراد ہے تاکہ غیر النقدین کو بہی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خریدی تو
مشتری یعنی صاحب دین کو بعد فسخ مبیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہین نہ اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق
دین اور غیر دین کا کافی مین مذکور ہے ھم شرح زیلعی مین ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا
باذن بائع پہر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہین بخلاف بیع صحیح کے اور اسیطرح اگر اجارہ
فاسدہ بدین سابقہ ہو پہر موجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہین بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
بدین سابق انتہے قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ بدین سابق ہو پہر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز
ہے اور اسیطرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوگیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یون کہنا تہا بخلاف عقدہا الصحیح کذا فی الطحطاوی ملخصا
اور اسی طرح بحر الرائق مین ہے فان مات احدھما والموجر او المستقرض او الراھن فاسدا عینی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری ونحوہ احق
بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یاخذہ پہر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا
راہن مرجاوے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اوسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجاوے اور مستاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر
حقدار ہین باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس مبیع کا حق ہے یہانتک کہ اپنا مال لے لیوے ھم بعد الفسخ نص علی المتوہم ہے
اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بہی ہے بطریق اولے عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے
بائع کی حیات مین اسیطرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسدہ لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور
اوس واسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکہلی تو اوسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شیٔ
مقبوض کا زیادہ ترحقدار ہے باقی غرماء سے کذا فی الطحطاوی ویاخذ المشتری دراھم الثمن بعینہا لو قائمۃ ومثلہا لو ھالکۃ بناء علی تعین الدراھم
فی البیع الفاسد وھو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لیگا اگر دراہم ثمن کے موجود ہون اور اونکے مثل دراہم کو لیگا اگر وہ موجود نہون
بنا پر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد مین اور یہی قول تعین کا اصح ہے ھم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد مین دراہم کا متعین ہونا اصح
قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہین کیونکہ علت حرمت کی یہان تعین مال ہے تو جب ثمن بہی
مبیع کی مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول مین تصرف کرکے
دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر
متعین ولا یضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہے وہ فائدہ جو اسکو ثمن مین حاصل ہوا ہے وہ روایت
صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہین بلکہ حلت بہی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اسواسطے کہ عقد ثانی مین ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد
نہین اور عقد اول مین ثمن کا متعین ہونا مضر نہین چنانچہ اسکو علامہ سعدی آفندی نے بیان کیا ہے ھم خلاصہ جواب یہہ ہے کہ بائع کیواسطے نفع اسلیے
حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی مین غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر مین امام اعظم سے یون مروی ہے کہ ایک

مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خریدی اور دونون مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض مین امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کئے اسکو نفع حلال ہے اسواسطے مشتریکو نفع حلال نہوا کہ عقد متعلق بمال متعین یعنی جاریہ ہی توخبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اوسکا مثل ذمہ پر واجب ہے توخبث اسمین متمکن نہوا تو اوسکا تصدق واجب نہوا یہہ حکم ہے اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تہا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات مین جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا نقد مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک اوسکا تصدق لازم ہے یعنی اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جب تک بیع متارکہ نہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع حلال نہین چنانچہ عقد مفسر مین دونون کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بان باعہ یا زید لتعلق العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہین مشتریکو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اوس بیع مین جو متعین ہو بتعیین سے اسطرح کہ مبیع مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے توخبث جم گیا نفع مین تو اوسکو تصدق کرے ہم طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول مین منحصر ہے اور اگر مبیع بیچکر اوسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی مین کما طاب ربح مال ادعاہ علی آخر فصدقہ علی ذلک فقضی ای اوفاہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شیء لان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اوس مال کا جس کا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی پہر اوسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اوسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچہہ مال مدعی کا نہ تہا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتی ملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہے نہ غیر متعین مین ہم مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جب کہ نقدین کا دعوی کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعین ہے نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین سو ادنکو ادا کر اوسنے ادسکے پہر دونون نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہہ فائدہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پہر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعیکو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پہر جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہے چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعوی الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہے ہم نہر الفائق مین کہا کہ فقہائنے کتاب الاقرار مین تصریح کی ہے کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہے اپنے اقرار مین تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اسوقت مین اسکو نفع حلال نہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنے مدعے کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پہر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تہا سو دونون کا عدم دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہہ نہایت خوب فہم ہے اسکو غور کر لے انتہے وفیہ ان الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب مین ہے کہ حرام انتقال پاتا ہے ایک سے دوسرے تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اوسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک مین خبث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور نہ اوسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اوسکے عقد کے فساد کے سبب سے اور جسنے اوس سے خرید کیا اسکو حلال ہے

[حاشیہ: [illegible]]

بسبب اوسکی صحت عقد کے ہم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غارتگر اور غاصب اوسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کردے تو اب اوسکو مول لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی حظر الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے ساتہہ دریافت ہونے کے ساتہہ مگر وارث کے حق مین نہین ہم اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہے سوای وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اُسکے حق مین وہ مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وسنحققہ ثمہ اور ظہیریہ مین حلت وارث کو اس قید مقید کیا ہے کہ وہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اُسکے مقام مین ہم یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بقہر غصب یا رشوت لیا ہے تو اُسپر واجب ہے کہ اونکو یا اونکے وارثونکو مال مذکور پہیر دینے اور اگر نہ پہیر یگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبے مین ہے کہ مورث مرگیا اور کسب اوسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پہر اوسنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقا حرام ہے انتہے اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نہجانتا ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف بنی او غرس فیما اشتراہ فاسدا شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اوس جسکو فاسد خرید کیا تو اوسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہوگیا اور فسخ ممتنع ہوگیا شارح کہتا ہے یہہ شروع ہے اون مسائل مین جنمین حق استرداد قطع ہو جاتا ہے افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے اول اقوال قاطع فسخ کو ذکر کیا بعد اوسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختون کو اوکہاڑے اور مبیع کو پہیردے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہ جو امام کی دلیل ہے امتناع فسخ مین کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگادے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس گاہی دوام کے واسطے ہوتا ہے اور گاہے نہین وتعقبہ فی النہر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنے دفع کیا ہے نہر الفائق مین بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اوس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہے طحطاوی نے کہا یہہ تعقب اوسوقت مسلم ہو جب کہ بائع کے حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اوسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کردیا حالانکہ مذکور ہوچکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھہ فرق نرہا بیع اور اجارہ مین وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسیطرح مانع فسخ ہے ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہے اور اوس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہوگئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلۃ کولد او متولدۃ کسمن فلہ الفسخ ویضمنہا باستہلاکہا سوی منفصلۃ غیر متولدۃ جوہرۃ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنے غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گہی تو اوسکو فسخ کا اختیار ہے اور اوسکا تاوان دے اُسکے استہلاک سے سوای منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرہ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہہ ہے کہ چارون قسم کی زیادتی مین سے فقط متصل غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی مین وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین مین ہے کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی مشتری کے ہاتہہ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتہہ یعنے بقدر نقصان کچہہ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے

ف حرمت انتقال اور عدم انتقال حرمت مال موروثی کی وارث کی طرف اور صورت عدم علم بیشتر حلت وارث ...

اجنبی ہے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس به لتعلیل النھی بالاخلال بالسعی فاذا انتفی انتفی اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی ھ قرآن مجید مین منصوص ہے کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعے واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فے العنایۃ والنہایۃ اور شرح عینی مین ہے اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہے لیکن اسواسطے کہ نصوص معلق ہین کذا فی الطحطاوی وقد خص منه من لا جمعة علیه ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہے اوس سے بیع اسکی جس پر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہے یعنے عورتین اور مسافر اور بیمار ان کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ انپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین ویسکن ان یزید و لا یرید الشراء او یمدحه بما لیس فیه لیروجه اور مکروہ ہے لاڑپن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑہا دے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑپن نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہے ھ یعنی یہ لاڑپے پن کی فقط بیع ہی مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے لا تناجشوا یعنی لاڑپن نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النھی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتھا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخداع عنایۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہے اوس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہو گئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خرید ثمن کا زیادہ کرنا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فے العنایۃ یعنی اس صورت مین بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین لہذا مکروہ نہین والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو صحاح ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنی بھائی کی بیع پر اور پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے نہ ذمی اور مستامن اوسکا جواب شارح نے اپنے اس قول مین دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نھر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کیواسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ ترقبیح لائق تنفر ہے وھذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المھر والا لا یکرہ لانه بیع من یزید وقد باع علیه الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنے کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر درصورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے کہ یہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ھ عنایہ مین ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ دو شخص مول چکاوین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ بیع جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کیطرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہے اور جامع ترمذی مین انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اوسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہے جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہے جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درہم کو لیتا ہون سو حضرت نے وہ دونون چیزین اسکو دین اور دونون درہم مرد انصاری کو دئیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی

میری پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسمین اپنی دست مبارک سے بینٹ ڈالا پھر فرمایا کہ جا کر بازار لیجا کر اور بیچ کر اور مین تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اوسکو دس درم حاصل ہوئے سو اوسنے کچھہ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھہ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیری مونہہ مین ہو قیامت کے دن کذا فی المحیط وھو یہ حدیث جواز نیلام کی جو بالفعل ہند مین مشہور ہے اصل ہو وَتَلَقِّی الجَلَبِ بمعنی المجلوب ۱ و الجالِب اور مکروہ ہی اناج کی بہرتی کو آگے بڑھکر لینا اور خرید کرنا جلب بالفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہے مستلقی جلب کی صورت اسیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہی اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلہ مین جا کر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین آکر اوسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر مین آتا تو اہل شہر کو کشایش ہوتی در صورت قحط تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب ضرر نہو تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہہ ہے کہ شہر والا قافلہ کو آگے بڑھکر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرلے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہی بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی المحیط وعن الاتقانی وَھٰذا اِذَا کانَ یَضُرُّ بِاَھْلِ البَلَدِ اَوْ یَلْبِسُ السِّعرَ عَلَی الوارِدِینَ لِعَدَمِ عِلمِھِم فَیَکرَہُ لِلضَّرَرِ وَ الغَرَرِ اور یہہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہی جب کہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانیوالون پر شہر کے نرخکو مخفی رکھے بسبب انکی لاعلمی تو یہہ مکروہ ہی بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دھوکہا دینے کے دوسری صورت مین اَمّا اِذا انتَفَیا فَلا یَکرَہُ اور جب کہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون تو تلقی جلب مکروہ نہین وَکُرِہَ بَیعُ الحاضِرِ لِلبادِی اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کی یعنے شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کرکے بیچے صحیح مسلم وغیرہ مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع کرے اور چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دی بعضے آدمیونکو بعضون سی وَھٰذا فی حالَةِ قَحطٍ وَعَوَزٍ وَاِلّا لا لِانعِدامِ الضَّرَرِ اور یہہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہی اور اگر قحط نہو شخص بیرونی کا مال بیچدینا بطریق دلالی کے مکروہ نہین بسبب معدوم ہونے ضرر کے ہم یعنے قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اوس سی کہا کہ تو بیع مین جلدی نکر مین تجھکو گران بیچدونگا تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے قِیلَ الحاضِرُ المالِکُ وَ البادِی المُشتَرِی وَالاَصَحُّ کَما فِی المُجتَبیٰ اَنَّھُما السِّمسارُ وَالبائِعُ لِمُوافَقَتِهِ آخِرَ الحَدیثِ دَعُوا النّاسَ یَرزُقِ اللّٰہُ بَعضَھُم مِن بَعضٍ وَلِذا عُدِّیَ بِاللّامِ رواہ مسلم لا بمِن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی مشتری اور قول صحیح تر چنانچہ مجتبی مین ہی یہہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی سی بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگونکو تا اللہ تعالی روزی دی بعضونکو بعضون سی اور اسیواسطے بیع کا لفظ بہ لام متعدی ہوا نہ من سے ہم یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سی مروی ہے سنن ابو داؤد مین لا یُکرَہُ بَیعُ مَن یَزیدُ لِما مَرَّ وَیُسَمّی بَیعَ الدَّلالَةِ مکروہ نہین بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین پیالہ و کمبل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اسی بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالہ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہی لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہی وَلا یُفَرِّقُ عَبَّرَ بِالنَّفیِ مُبالَغَةً فِی المَنعِ لِلَعنِهٖ عَلَیہِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ مَن فَرَّقَ بَینَ والِدٍ وَوَلَدِهٖ وَاَخٍ وَاَخیهِ رَواہُ ابنُ ماجَةَ وَغَیرُہٗ عَلَیٰ وَعَنِ الثّانی فَسادُہٗ مُطلَقاً وَبِهٖ قالَ زُفَرُ وَالاَئِمَّةُ الثَّلاثَةُ بَینَ صَغیرٍ غَیرِ بالِغٍ وَذی رَحِمٍ مَحرَمٍ مِنهُ اَی مَحرَمٍ مِن جِھَةِ الرَّحِمِ لا الرَّضاعِ کَابنِ عَمٍّ هُوَ اَخٌ رِضاعاً فَافهَم اور جدائی نہ کی جائے صغیر غیر بالغ اور اوسکے قرابتی محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت سے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بہائی ہو تو اسکو بوجہہ شارح کہتا ہی مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا مبالغہ کے واسطے منع بیع مین بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اوسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اوسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بہائی اور اوسکے دوسری بہائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ یہہ بیع فاسد ہی ہر طرح سی خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ہم یعنے مین مبالغہ منع کا اسواسطے ہوا کہ تفریق کو محال عدیم الوقوع ٹہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کیواسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نکرسکے تو اس قید سی مراہق یعنی قریب البلوغ بہی صغیر مین داخل رہا اِلّا اِذا کانَ التَّفریقُ بِاِعتاقٍ وَتَوابِعِهٖ وَلَو

علی مال او بیع ممن حلف بعتقه او کان المالک کافرا والعبد صغیرا طلبته بالشرائع او متعددا ولو الآخر لطفله او مکاتبه فلا بأس او نعدد
محارمه فله بیع ما سوی واحد غیر الاقرب والابوین والملحق بهما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتاق اور اوسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد
اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا ایسے شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کہائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ
کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اوسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق مین کچہ مضائقہ نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں
تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوای ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ہم اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ
خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کی برابر ہے او بحق مستحق کخروجه مستحقا یا تفریق بواسطے حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنی
زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام انہیں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں وکدفع احدهما بالجنایة وبیعه بالدین او باتلاف
مال الغیر ورده بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دینا دو میں سے ایک غلام کو بسبب اوسکے ارتکاب جنایت
کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کرڈالنے سے اور پہیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق
جائز ہے اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اوسکے محرم مین منع ہے تو بنظر دفع ضرر کے ہے غیر سے صغیر سے نہ غیر کے ضرر مین ہم یعنی منظور شرع یہ ہے
کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اوسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقا تفریق منع ہو تو در صورت
جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت مین قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت مین عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی
بخلاف الکبیرین والزوجین فلا بأس به خلافا لاحمد فالمستثنی احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ انہین کچہ مضائقہ
نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنی گیارہ ہیں ہم یعنی صغیر اور اوسکے محرم نسبی مین تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں
مین جائز ہے ۱ اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳ اوسکے ہاتہ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنیکی قسم کہائی ہے ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جب کہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ
صغیر کے محارم کئی شخص ہوں ۷ جب کہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت مین ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین مین ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف
مال غیر مین ۱۱ پہیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق مین بارہوین صورت یہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اوسکی ماں اوسکی بیع سے راضی ہو وکما یکره
التفریق ببیع وغیره من اسباب الملک کصدقة ووصیة یکره بشراء الا من حربی ابن ملک وبقسمة فی المیراث والغنائم جوهرة
اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اوسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسیطرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ
نہیں کذا ذکر ابن ملک اور میراث اور غنائم مین قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ہم ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم چہوڑ گیا جنمین ایک صغیر ہے اور
اور ایک ایک غلام ایک بہائی کو پہونچتا ہے تو واجب یہہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بہائی اوسکا ثمن قسمت کرلیں اسیطرح غنیمت
کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہ
کے واعلم ان فسخ المکروه واجب علی کل واحد منهما ایضا بحر وغیره لدفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری
پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بہی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کرڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیه
تصحیح شراء کافر مسلما او مصحفا مع الاجبار علی اخراجهما عن ملکه وسیجیء فی المتفرقات والله اعلم اور مجمع مین یہ بہی روایت ہے کہ ہم صحیح ہے
شرا کافر کا مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتہہ اور یہ مسئلہ متفرقات مین آویگا والله تعالی اعلم ہم یعنے اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو خرید کرے تو خرید
صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائیگا کہ اونکو اپنی ملک مین نرکہے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے والله اعلم بالصواب

فصل فی الفضولی

یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام مین ہم فضولی نسبت ہے فضول کیطرف جو جمع ہے فضل بمعنے زیادت کے چنانچہ انصاری اور اعرابی منسوب ہیں ومناسبته ظاهرة
مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شی پر موقوف ہے یعنے فاسد مین قبض پر اور موقوف مین اجازت پر کذا فی العینی وذکره

فی الکنزِ بعدَ الاستحقاقِ لانہ مِن صُوَرِہٖ اور کنز میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہی اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے
ہم وجہ اسکی یہہ ہی کہ مستحق دعوی کے وقت یہہ کہتا ہے کہ یہہ مبیع میری ملک ہی اور تجھسے تیرے ہاتھہ بیچی اوسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی
حقیقت ہی اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ھو مَن یشتغل بما لا یعنیہ فالقائل
لِمَن یامر بالمعروفِ انتَ فضولیٌ یُخشی علیہِ الکفرُ فتح وہ یعنی فضولی لغت میں اسکو کہتے ہیں جو مشغول ہو بیفائدہ کام میں تو جسنے کہا اوس شخص سے جو
امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر بالمعروف شرعًا واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اوسکو فضولی کہنا
ظاہر اسکے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی التحقیق تکفیر نہوئی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی واصطلاحًا مَن یتصرف
فی حقِ غیرِہٖ بمنزلۃ الجنس بغیرِ اذنٍ شرعیٍ فصلٌ خرج بہٖ نحو وکیلٍ ووصیٍ اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق میں تصرف
کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس کے ہے تو اسمیں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن شرعی
فصل ہی جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کے تعریف سے کلُّ تصرفٍ صدرَ منہ تملیکًا کان کبیعٍ وتزویجٍ او اسقاطًا
کطلاقٍ واعتاقٍ ولہ مجیزٌ ای لہذا التصرفِ مَن یقدرُ علی اجازتِہٖ حالَ وقوعِہٖ انعقدَ موقوفًا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ
وہ تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اوسکا مجیز ہے یعنے اوس تصرف کیواسطے وہ شخص موجود
ہی جو قادر ہے اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کیوقت میں تو یہہ تصرف منعقد ہوگا مالک کے اجازت پر موقوف ہوکر مثلًا اگر مثلًا زید نے خالد
کے مال کی بیع کی یا اوسکا کسی عورت سے نکاح کردیا یا اوسکی زوجہ کو طلاق دی یا اوسکا غلام آزاد کردیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھے گا تو
بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوگا وما لا مجیزَ لہ حالۃَ العقدِ لا ینعقدُ اصلًا بانْ صبیٌ باعَ مثلًا ثم بلغ
قبل اجازۃِ ولیِّہٖ فاجازَ بنفسِہٖ جازَ لانّ لہ ولیًا یجیزُہ حالۃَ العقدِ بخلافِ ما لو طلّقَ مثلًا ثم بلغ فاجازہ بنفسِہٖ لم یجز لانہ
وقتَ العقدِ لا مجیزَ لہ فیبطلُ ما لم یقل اوقعتہ فیصحُّ انشاءً لا اجازۃً کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں حالتِ عقد
میں تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلا پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اوسنے بیع سابق کو جائز
رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تہا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلا اپنی زوجہ کو
طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اوسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکہی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اوسکا کوئی مجیز نہ تہا یعنی
صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نرکہتا تہا اور اوسکے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یوں
نہ کہے کہ میں نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ہم
ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اوسکا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اوسکو
فضولی قرار دیا وقف بیع مالِ الغیرِ لو الغیرُ بالغًا عاقلًا فلو صغیرًا او مجنونًا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہرِ معزیًا للحاوی اور
غیر کے مال کی بیع متوقف ہی اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر میں ہے حاوی سے
نقل کرکے وھذا اِن باعہ علی انّہ للمالکِ اور یہہ یعنے توقف بیع اس صورت میں ہے اگر فضولی نے بیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے
یعنے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہی اما لو باعہ علی انہ لنفسِہٖ او باعہ من نفسِہٖ او شرطَ الخیارَ فیہ
لمالکِہٖ المکلفِ او باع عرضًا من غاصبِ عرضٍ آخرَ للمالکِ بہٖ فالبیعُ باطلٌ اور اگر اسکو بیچا اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہے یا اوسکو بیچا اپنی
ذات سے یعنے خود خرید کیا یا مبیع کے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اوس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب
کی بعوض متاع مغصوبہ کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے ہم ابو السعود نے حاشیہ اشباہ میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو

غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب کے متاع مغصوب کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہو گی اسواسطے کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہو گی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہو گی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصونکی متاع کو غصب کیا الا بیع منعقد کی اور دونوں مالکون نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر ایسا ہی حکم ہے دو فضولیون کا جنہون نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہیں اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب دو شخص کے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معاوضات مین متعین نہیں کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ متوقف الا فی ھذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتون مین باطل ہے ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا ہے اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنے فضولی پر نافذ ہو گی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہو گی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہو گی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی نے وہ چیز عوض کو دے اور ثمن واپس لے تو دونوں میں بیع التعاطی ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ھذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ھذا العبد لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیہ وغیرہا یہ یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہے جب اسنے خرید کو غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کیطرف نسبت کی ہو گی بایطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ مین نے اسکے ہاتھ بیچا تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہو گی کذا فی البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لان الغاصب اسواسطے کہ فضولی کا اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا حکم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی لمالکہ کی یہہ قول التعلیل ہو وکذا الشرٰی لنفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا متولی یعنی ایجاب و قبول کا متولی نہین ہوتا سو باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بزازیہ واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض اخر للمالک بہ فتح لکن ضعف المصنف الاولی لمخالفتہا لفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتون مین باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جب کہ ٹھہرائی مالک کے واسطے خیار شرط کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اوس شخص غاصب سے جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اسکے مخالف ہونیکے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تصریح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اوس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجود یکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الثانیۃ ففی النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر چنانچہ ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہہ ہے کہ بیع فضولی کی درصورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی لکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وزدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لکن ابن مصنف نے حاشیۂ اشباہ مین ہے اور مین نے اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کئے ہین حاوی سے اور وہ دونوں یہہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کی

کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوتی یعنی باطل ہے انتہے طحطاوی نے کہا الی ہنا ما سے انتخب ہے وَوَقف بیعُ العبدِ والصبیّ المحجورَین علی اجازۃِ المولی والولیّ و
کذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولےٰ اور ولی کی اجازت پر اور اسیطرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے
وفی العمادیۃ وغیرہا لا تنعقد اقاریر العبد ولا عقودہ ومثلہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہا میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اوسکے
عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر مین ہم ظاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد
اور جواب اسکا یون ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے وَوَقف بیعُ مالِہ من فاسدِ عقلٍ غیرِ رشیدٍ علی اجازۃِ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے
مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نجانتا ہو وبیعُ المرہونِ والمستاجرِ والارض فی
مزارعۃِ الغیر علی اجازۃِ مرتھن ومستاجرٍ ومزارعٍ اور جو چیز گرو ہے اور غیر کے اجارہ مین ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی مین ہے اسکی بیع مرتہن اور
مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہین نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونو کا
مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی وَوَقف بیعُ شیءٍ برقمہ ای بالمکتوبِ علیہ فان علمہ المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف
ہے بیع شے کی اوسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت جو اوسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع مین علامت مذکورہ کو دریافت کرلیا تو بیع نافذ ہے اور نہین تو باطل
ہے ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ مین اسکے بالعکس ہے قلتُ وفی مرابحۃ البحر انہ فاسد لہ عرضیۃ
الصحۃ لا بالعکس ہو الصحیحُ وعلیہ فتحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا مین کہتا ہون اور بحر الرائق کے باب المرابحہ مین ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے
جسکو صحت عارض ہوسکتی ہے یعنے علم نے المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنی صحیح عارض الفساد نہین یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی
حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہین وترکَ المصنفُ قولَ الدرر وبیعُ المبیعِ من غیر مشتریہ لدخولہ
فی بیعِ مالِ الغیر اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع مین ہم در مین
ہے کہ ایک شے زید نے کے ہاتھ بیچی پھر اوسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہین یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کردین تو بھی ثانی منعقد نہو گی لیکن مشتری
کی اجازت پر موقوف ہو گی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مینے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر
کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہوچکا اسواسطے کہ مشتری بیع کا مالک ہوگیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصًا وبیعُ المرتدِ اور بیع مرتد کی موقوف
ہے اوسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبین والبیعُ بما باع فلانٌ والبائعُ یعلم والمشتری لا یعلم والبیعُ بمثلِ ما یبیعُ الناس
بہ او بمثلِ ما اخذ بہ فلانٌ فان علم فی المجلس صحّ والا بطل اور بیع موقوف ہے بعوض اوس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع
اوسکو جانتا ہے اور مشتری نہین جانتا اور بیع اوس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہین یا مانند اوس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر
مشتری مجلس عقد مین ثمن کو دریافت کرگیا تو تینون صورتون مین بیع صحیح ہے اور نہین تو باطل ہے وبیعُ الشیءِ بقیمتہ فان بیّن فی المجلس صحّ والا بطل
والی اور موقوف ہے بیع شے کی اوسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد مین تو صحیح ہے نہین تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیعٌ فیہ خیارُ
المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہے یعنے اگر مجلس مین اختیار کریگا تو صحیح ہے والا غیر صحیح ووقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک
یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مرّ عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے بشرطیکہ غاصب نے اوسکے مالک کے
واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہوچکا ووقف ایضًا بیعُ المالکِ المغصوبَ علی البینۃِ او اقرارِ الغاصب
اور یہی موقوف ہے بیع مالک کی شے مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود
غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح والا نہین وبیعُ ما فی تسلیمہ ضررٌ علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اوس چیز کی جسکی تسلیم مین ضرر ہے بائع کا اوسکی تسلیم فی المجلس پر
موقوف ہے ہم چنانچہ چھت کی کڑی بیچنا وبیعُ المریضِ لوارثہ علی اجازۃِ الباقی اور موقوف ہے مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثون کی

اجازت پر موقوف ہے وَبَيْعُ الوَرَثَةِ التَّرِكَةَ المُسْتَغْرَقَةَ عَلٰى اِجَازَةِ الغُرَمَاءِ اور بیچنا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف ہے وَبَيْعُ اَحَدِ الوَكِيْلَيْنِ اَوِ الوَصِيَّيْنِ اَوِ النَّاظِرَيْنِ اِذَا بَاعَ بِحَضْرَةِ الاٰخَرِ تَوَقَّفَ عَلٰى اِجَازَتِهٖ وَبِغَيْبَتِهٖ فَبَاطِلٌ اور دو وکیلون یا دو وصیون یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے واوصلہ فی النہر الی نیف وثلثین اور نہر الفائق مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ہم نہر الفائق مین اڑتیس قسمین بیع موقوف کی مذکور ہین از انجملہ مصنف اور شارح نے تیئیس قسمین ذکر کی ہین وحکمہ ای بیع الفضولی لو لہ مجیز حال وقوعہ کما مر قبول الاجازۃ من المالك اِذَا كَانَ البَائِعُ وَالمُشْتَرِي وَالمَبِيْعُ قَائِمًا بِاَنْ لَا يَتَغَيَّرَ المَبِيْعُ بِحَيْثُ يُعَدُّ شَيْئًا اٰخَرَ لِاَنَّ اِجَازَتَهٗ كَالْبَيْعِ حُكْمًا اور حکم یعنی اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اوسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنے فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ مبیع متغیر نہوگئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہوگئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی ہے ... تغیر مبیع کی یہہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور دوخت نہوئی ہو ورنہ اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اوس کا نام کپڑا نرہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین کرنے کے کہ اسمین اجازت مفید ہوگی ایسا کچہ لکہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنے بعد رنگ کرنیکے اجازت غیر مفید ہے کذافی الطحطاوی وَكَذَا يُشْتَرَطُ قِيَامُ الثَّمَنِ اَيْضًا لَوْ كَانَ عَرَضًا مُعَيَّنًا لِاَنَّهٗ مَبِيْعٌ مِنْ وَجْهٍ فَيَكُوْنُ مِلْكًا لِلْفُضُوْلِيِّ وَعَلَيْهِ مِثْلُ المَبِيْعِ لَوْ مِثْلِيًّا وَاِلَّا فَقِيْمَتُهٗ وَغَيْرُ العَرَضِ مِلْكٌ لِلْمُجِيْزِ اَمَانَةٌ فِيْ يَدِ الفُضُوْلِيِّ مُلْتَقٰى اور اسیطرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بہی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہوسکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولیکی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہین تو قیمت اوسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنے منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولیکے ہاتھ مین امانت ہے کذافی الملتقی وَكَذَا يُشْتَرَطُ قِيَامُ صَاحِبِ المَتَاعِ اَيْضًا فَلَا يَجُوْزُ اِجَازَةُ وَارِثِهٖ لِبُطْلَانِهٖ بِمَوْتِهٖ اور اسیطرح صاحب متاع کا بہی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اوسکے وارث کی بواسطے باطل ہوجانے اجازت کے اوسکی موت سے وحکمہ ایضا ان اخذ المالك الثمن او طلبه من المشتري يكون اجازة عمادية اور بیع فضولیکا یہ بہی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اوسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذافی العمادیۃ وهل للمشتري الرجوع على الفضولي بمثله لو هلك في يده قبل الاجازة الاصح نعم ان لم يعلم انه فضولي وقت الاداء لا ان علم قنية واعتمده ابن الشحنة واقره المصنف وجزم الزيلعي وابن ملك بانه امانة مطلقا اور کیا مشتریکو جائز ہے مثل ثمن کا پہیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولیکے ہاتہہ ہلاک ہوجائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہہ ہے کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادای ثمن کیوقت یہہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہین اگر اوسکو فضولی جان چکا ہو کذافی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسیکو ثابت رکہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذافی المنح اور درصورت امانت رجوع بمثل ثمن جائز نہین وقوله اسأت غير اجازة بئس ما صنعت واحسنت او اصبت على المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذافی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچہا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذافی المختار م اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہین کیونکہ استہزا کے واسطے بہی بولتے ہین کذافی الطحطاوی وهبة الثمن من المشتري والتصدق عليه به اجازة لو المبيع قائما عمادية اور ثمن ہبہ کرنا مالک کو مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذافی العمادیۃ وقوله لا اجيز رد له اي البيع الموقوف فلو اجاز بعده لم يجز لان المفسوخ لا يجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجيز بيع الاجر ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہین ہے بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ کی والی کی بیع کو پہر بعد اسکی اجازت دی تو جائز ہوجاتی ہے افاد كلامه جواز الاجازة بالفعل وبالقول وان للمالك الاجازة والفسخ وللمشتري الفسخ لا الاجازة وكذا للفضولي فسخها في البيع لا النكاح لانه معبر محض براز

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکہنا اور اوسکا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو
فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کی بیع مین فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح مین کیونکہ فضولی نکاح مین سفیر محض ہے کذا فی
البزازیہ ہم جب فضولی نکاح مین سفیر ہوا تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہو گئے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمین فضولیکو فسخ کا اختیار ہی تا حقوق
اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولے بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اوسکے طرف راجع ہون گے یعنی مطالب بالتسلیم اور
مخاصم بالعیب ہوگا اور یہین اوسکا ضرر ہے تو اوسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اوسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح و فی المجمع لو اجاز احد المالكين
خُيِّرَ المشتري في حصته فالزمه محمد بها اور مجمع مین ہے کہ اگر دو مالکون مین سے ایک مالک نے بیع جائز رکہی تو مشتری مختار ہے اُسکے حصے لینے مین
اور محمد نے مشتری پر حصہ کی بیع لازم رکہی ہے بلا اختیار بعھم ان فضولیا باع ملکه فاجاز ولو لم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر
اجازته لصیرورته بالاجازة کالوکیل حتی یصح حطه من الثمن مطلقا بزازیہ اگر یہ سُنا کہ فضولی نے اوسکا مال بیچ ڈالا سو اوسنے بیع کو
جائز رکہا اور حالانکہ اُسکو ثمن کی مقدار معلوم نہین پہر جب اُسکو علم ہوا مقدار کا تو اوسنے بیعکو رد کیا تو اوسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہوجانے
فضولی کے اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اوسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنے جب کہ فضولے وکیل کے مانند ہوا اجازت
دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہو یا نہو کذا فی المنح اشتری من غاصب عبدا فاعتقه
المشتري او باعه فاجاز المالك بيع الغاصب او ادى الغاصب الضمان الى المالك على الاصح هدایہ او ادى المشتري
الضمان اليه على الصحيح زيلعي نفذ الاول وهو العتق لا الثاني وهو البيع لان الاعتاق انما يفتقر للملك وقت نفاذه لا
وقت ثبوته خرید کیا غاصب سے غلام کو پہر مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا یا اُسکو بیچ ڈالا پہر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکہی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو
بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنے عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اس
واسطے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ہم یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تہا مالک کے دفع ضرر کے واسطے اور
بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور اس حدیث شریف مین کہ لا عتق لابن آدم فيما لا يملك عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی ثبوت کے
وقت قيد بعتق المشتري لان عتق الغاصب لا ينفذ باداء الضمان لثبوت ملكه به زيلعي مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اس
واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہین تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اوسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ہم یعنے غاصب کی ملک تاوان سے ثابت
ہوئی نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہین تو عتق اوسوقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہتی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اسمین ملک ثابت
ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی الطحطاوی ولو قطعت يده مثلا عند مشتريه فاجيز البيع فارشه اى القطع له وكذا كل ما يحدث من المبيع
كالكسب والولد والعقر ولو قبل الاجازة يكون للمشتري لان الملك تم له من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتہہ کاٹا گیا
مثلا غلام مبیع کا اوسکی مشتری کے پاس پہر اوسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے چنانچہ اوسکا کسب اور
لونڈیکا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت انکا حدوث ہو مشتری کے مملوک ہین اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے
تو قطع وغیرہ اوسکی ملک مین حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اُسکی ملک تاوان سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے وتصدق بما زاد
على نصف الثمن وجوبا لعدم دخوله فی ضمانه فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کے نصف ثمن پر اُسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے
بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اسکے ضمان مین کذا فی الفتح ہم ایک ہاتہہ کی دیت غلام مین نصف قیمت ہے اور مشتری کے ضمان مین مقدار
داخل ہے جو بمقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمین شبہہ ہو عدم ملک کا لہذا اوسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی
الطحطاوی عن الفتح باع عبد غيره بغير امره فبرهن المشتري مثلا على اقرار البائع الفضولي او على اقرار رب العبد

انه لم یأمره بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع مرفوعات بکینه ولم یقبل قوله للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اوسکے امر کے بیچا
پہر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تہا اور مشتری نے مبیع
پہیر دینے کا ارادہ کیا تو اوسکے گواہ مردود ہین اور اوسکا قول مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنے اسواسطے
کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہے ہم وجہ تناقض یہہ ہے کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اوسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ
مقبول نہین ہوتی مگر صحیح دعوے پر پہر جب دعویٰ باطل ہوا تو گواہ بہی مقبول نہونگے کما لو اقام البائع البینة انه باع بلا امر او برهن علی اقرار
المشتری بذلک واصله ان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اوسنے
بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرحکے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اوس چیز کے توڑنے مین جو اوسی شخص کی جہت سے
کامل اور پوری ہوئی ہے تو اوسکی سعی مقبول نہین مردود ہے مگر دو مسئلون مین مقبول ہے ایک مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اوسپر قبضہ کیا
پہر دعویٰ کیا کہ بائع نے اوسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتہہ بیچا تہا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ اوسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ
کی اور موہوب لہ نے اوسکو حرم بنایا پہر واہب نے دعویٰ کیا کہ اوسکو مینے مدبرہ کیا تہا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی واہب کیطرف اور اوسپر محمول ہوگا
کہ اوسنے یہہ فعل کیا پہر وہ تائب ہوا اور اوسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نرہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر البائع المذکور عند غیر القاضی
بحضرة بان رب العبد لم یأمره بالبیع ووافقه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا یمنع صحة الاقرار … التهمة
فاذا توافقا بطل فی حقهما لا فی حق المالک للعبد ان کذبهما وادعی انه کان بامره فیطالب البائع بالثمن لانه وکیل لا المشتری خلافاً
للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسطرح پر کہ غلام کے مالک نے مجہکو اوسکی بیع کا حکم نہین کیا اور عدم
امر پر مشتری بہی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب ہونے تہمت کے اپنی ذات سے
اقرار مین پہر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور اسکا
مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تہی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنے اونکے نزدیک
مشتری سے بہی مطالبہ کرسکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے بہرے کذا فی الطحطاوی باع دار غیره بغیر امره واقبضها المشتری ثم … وانما
ادخلها فی بناء المشتری فقید اتفاقی درمختار غیر کا گہر بیچا بدون اوسکے امر کے اور اوسپر مشتری کا قبضہ کرادیا کذا فی النہر اور گہر کا داخل کرنا
مشتری کی عمارت مین چنانچہ کنز مین واقع ہے سو قید اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر هم بلا امر مالک بہی قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے
اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقراره علی المشتری پہر بائع فضولی
نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گہر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا بسبب نہ سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ہم عدم سرایت
اقرار بائع اوسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزع دار کی علت ہے یعنے مشتری کے ہاتہہ سے گہر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم
ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف
کا بہی پہلا قول یہی تہا کذا فی الطحطاوی فان برهن المالک اخذها لانه نور دعواه بها اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گہر کو لیگا اسواسطے کہ
اوسنے اپنے دعوے کو شہادت سے روشن اور ثابت کردیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع عبد فضولی واجره آخر او زوجه او رهنه فاجیز
معا ثبت الاقوی فیصیر مملوکا لا زوجة فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اوسکو اجارہ دیا یا اوسکا نکاح کردیا یا رہن
رکہا پہر دونون فضولیون کے فعل کی اجازت ہوئی ساتہہ ہی یعنی بالتقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح
یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دو

جدا جدا بیچا ہیرو دونون کے واسطے اجازت ہوئی ساتھہ تو نکاح باطل ہوگا اور دونون مشتری کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے مین اختیار ہوگا کذافی لہ ثم سکوت المالک عند العقد لیس باجازۃ خانیہ من اخر فصل الاقالۃ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فصل اقالہ کے اخیر سے

باب الاقالہ

یہہ باب ہی اقالہ کے احکام مین ہم مناسبت اقالہ کی فضولے سے یہہ ہے کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے اور عقد فضولی در صورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے ہی لغۃ الرفع من اقال اجوف یائی اقالہ لغت مین رفع ہے اقال اجوف یائی سے ہم بعضون نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہی اور ہمزہ سلب کا ہی شارح نے ہسکو رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہین قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہہ یہہ ہے کہ اسکا مصدر ثلاثے میں یائے آتا ہی نہ واوی مجموع اللغۃ مین کہا قال البیع قیلاً فسخہ تیسری وجہہ یہہ ہی کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہما نے اسکو ق ی ل کے مادہ مین مذکور کیا ہے نہ ق و ل مین وشرعاً رفع البیع اور شرع مین اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنے بیعکو بعد اوسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعمم فی الجوہرۃ فعبر بالعقد اور جوہرہ مین اقالہ کو عام کہا ہے تو یون تعبیر کی کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے تو یہہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے وتصح بلفظین ماضیین وھذا رکنہا او احدہما مستقبل کا قلنی فقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظون سے اور یہہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھہ سے اقالہ کر بائع نے کہا کہ مین نے تجھہ سے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ مین مول چکانا نہین تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہین ہوتی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اقالہ بیع نہین در حکم بیع نہین ہواسطے کہ مول چکانا اقالہ مین جاری نہین بخلاف بیع کے وقال محمد کالبیع قال البرجندی وھو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظون سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے کہا یہی قول مختار ہی وتصح ایضا بفاسختک و ترکت و تارکتک ورفعت اور اقالہ صحیح ہوتا ہی ان الفاظ سے بھی جو متن مین مذکور ہوئے یعنے تجھہ سے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے مین نے متارکہ بیعکا کیا اور بیعکو مینے اوٹھا ڈالا ہم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہین بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطے سے بھی اگرچہ ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذافی البزازیہ ہم یعنے اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا تلفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہی وفی السراجیۃ لابد من التسلیم والقبض من الجانبین اور سراجیہ مین ہی کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن دونون جانب سے ضرور ہے ہم یہہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنے غیر صحیح ہی وتتوقف علی قبول الاخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا کما لو قطعہ او قبضہ فور قول المشتری اقلتک لان من شرائطہا اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہی طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس مین اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے بیعکو قطع کیا یا اوسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک ہواسطے کہ اقالہ کی شرطون سے اتحاد مجلس ہے ہم نے فی الفور سے مراد یہہ ہی کہ قبول اسی مجلس مین واقع ہو شرط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہی جو قنیہ مین مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پہر اوسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ مین اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی بسبب متحد ہونے مجلس کے ورضی المتعاقدین او الورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہی متعاقدین کی یا اونکے وارثون یا وصی کی وبقاء المحل القابل للفسخ بخیار فلو زاد زیادۃ تمنع الفسخ لم تصح خلافاً لہما اور شرط ہی باقی رہنا اوس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنے خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رؤیت کے تو اگر مبیع مین ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلاف صاحبین ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ رنگ اور درخت اور زیادت منفصلہ متولدہ چنانچہ ولد اور ثمر وقبض بدلی الصرف فی اقالتہ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا

صرف کے اقالہ مین وان لا یہب البائع الثمن للمشتری قبل قبضہ اور یہہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نکیا ہو قبل اوسکے قبضہ کرنیکے
ہم طحطاوی لکھا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اوسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہین وان لا یکون البیع باکثر من القیمۃ
فی بیع ماذون ووصی ومتولی اور یہہ شرط ہے کہ بیع اوس ثمن سے نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف
کی بیع مین ہم تسمے ایک چیز کی قیمت ایک درم ہے اور غلام ماذون یا وصی یا متولے نے اوسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہین
برعایت مولے اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کثیر القیمت کو بثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہین وتصح اقالۃ المتولی
ان خیرا للوقف والا لا والاصل ان من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء قیل وبالسلم اشباہ
اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولے کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہوا ور نہین تو نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہو وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے
مگر پانچ صورتون مین مالک بیع کا مالک اقالہ نہین تین صورتین تو مذکور ہو چکین یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولے اور چوتھی صورت خرید کا وکیل
بعضون نے کہا اور پانچوین صورت سلم کا وکیل کذا فی الاشباہ یعنے مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہین کرسکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک
اوسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرۃ اور اقالہ جاری نہین نکاح اور طلاق اور
عتاق مین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونیکے مرتفع نہین ہوتی عتاق کے مانند
وابراء بحر من باب التحالف اور اقالہ نہین ابرا مین کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابرا سے ساقط ہوگیا اور ساقط پھر عود نہین کرتا
وھی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ہم ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیمۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالے قیامت کے دن اوسکی ذلت اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت مین
مسلما نادما وارد ہے کذا فی فتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا غر البائع یسیرا نہر بحثا فلو فاحشا فلہ الرد کما سیجیء اور
اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد مین کذا فی البحر اور اسمین اقالہ واجب ہے جب کہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اوسکو زیادہ فریب
دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ آویگا وحکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ہو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا
حکم یہہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق مین اوس چیز مین جو منجملہ احکام عقد کے ہے موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہین ہم موجبات عقد وہ
امور ہین جو بنفس عقد ثابت ہون بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق
مین بیع جدید نہین مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدین کے حق مین اور غیر متعاقدین کے حق مین
بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو وجب بشرط زائد کان بیعا لذا کانت بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان شری بدینہ المؤجل عینا ثم تقایلا لم یعد الاجل
فیصیر دینہ حالا کانہ باعہ منہ ولو ردہ بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہما خانیۃ
اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق مین بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی چیز
کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اوس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نکریگی تو اوسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جاویگا گویا صاحب دین نے
اوس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضی پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر
ثابت ہوگی کیونکہ یہہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہین اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون مین عود نکریگی کذا فی الخانیہ ہم
یعنی اقالہ اور رد بالعیب مین کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہہ ہے کہ بیع مین مدت اور کفالت کا اعادہ نہین بسبب اقالہ کے اور رد بالعیب مین مدت کا اعادہ ہے
نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہا فسخا فروعا فالاول انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا
للشرع لا قبلہ مطلقا ابن الملک پھر مصنف نے بسبب ہونے اقالے کے فسخ چند فروع ذکر کیے فرع اول یہہ ہے کہ اقالہ باطل ہوجاتی ہے

بعد ولادت مبیع کے بواسطے متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر حق شرع شریف نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت
قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصۂ تفریع یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل
نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع **والثانی تصح بمثل الثمن الاول وبالسکوت عنہ** اور فرع ثانی یہ ہو کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر
اور ثمن کے سکوت سے بھی یعنی درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہوتا **ویرد مثل المشروط ولو**
المقبوض اجود او اردأ اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول مین شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت
کھوٹا ہو اگر ثمن دس دینار تھا اور مشتری نے اوسکے عوض درم دئیے پھر دونون نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہو گئے تو مشتری دینار
لیگا نہ درم کذا فی النہر **ولو تقایلا وقد کسدت ان کانت کاسدا** اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہو گئے تو کاسد پھیرے کذا فی النہر عن
الفتح **الا اذا باع المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمتہ او اشتریا شیئا باقل منہا للوقف او للصغیر لم تجز اقالتہ**
ولو بمثل الثمن الاول وکذا الماذون کما مر ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کیواسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے
کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونون نے کوئی چیز خریدی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کمتر قیمت سے تو اقالہ اوسکا جائز نہین اگرچہ ثمن اول کی
مثل سے اقالہ ہوا اور اسیطرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا **وان وصلیۃ شرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اجلہ وکذا فی**
الاقل الا مع تعییبہ فیکون فسخا بالاقل لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قیل الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے
اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ ٹھرا ہو یا ثمن کی مدت شرط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن مین مگر مبیع کے معیوب ہو جانے کے
ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہو تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر اسقدر کی زیادتی اور کمی مین کچھ
مضائقہ نہین جس مین لوگ متغابن ہوتے ہین شارح نے کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہو نہ فصلیہ ہم ان شرط متعلق ہو ما قبل استثنا سے تو اسکی تقدیم استثنا پر
مناسب تہی کذا فی الحلبی **والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ کما سیجی** اور فرع ثالث یہ ہی کہ اقالہ فاسد نہین ہوتا شرط فاسد
سے اگرچہ اوسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہین چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا ہم تعلیق کی صورت یہ ہو کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان
خرید کیا سو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اوسکے ہاتھ بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیچی تو بیع ثانی منعقد نہو گی ہمواسطے کہ یہ
اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر **والرابع جاز للبائع بیع المبیع منہ ثانیا بعدہا قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہما بطل کبیعہ**
من غیر المشتری ع ینی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوسری بار بعد اقالہ کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع
ہوتا دونون کے حق مین تو بیع ثانی باطل ہو لی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہی وجہ فساد
منقول ہے قبل اوسکے قبض کے **والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعدہا بلا اعادۃ کیلہ ووزنہ** اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہی قبض
کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اوسکے کیل اور وزن کے یعنے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہوتا **والسادس**
جاز ہبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما لما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہ ہو کہ جائز ہی ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کیواسطے
بعد اقالہ قبل القبض کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق مین تو فروع ستہ مین یہ سب کچھ جائز نہوتا ہم وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہی کہ بیع فسخ ہو جاتی ہو
اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض **وانما ہی بیع فی حق ثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ فہی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار**
اور اقالہ تو بیع ہی متعاقدین کے سوا تیسری شخص کے حق مین بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہوا اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہی سب کے حق
مین ماسوای زمین کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہی بخلاف منقول کے **ولو بلفظ مفاسخۃ او متارکۃ**
او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا تراد یعنے باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور

باہم فسخ کرنا ۔ باہم ترک کرنا

صاحبین کے بیع ٹہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہے ف بلفظ بیع اقالہ کی یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جسکو
تو نے خرید کیا وثمرته فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع الشفعة ثم تقایلا یقضی لہا بالشفعۃ لکونہ بیعا جدیدا فکان الشفیع ثالثا
اور اوسکا ثمرہ یعنے حق ثالث مین اقالہ کے بیع ہونیکا ثمرہ چند مواضع مین ہے سو موضع اول یہہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کردیا پھر بائع
اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلا یا جاویگا بسبب اوسکے ہوجانے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا ف
الثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعدہا لانہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہین کرسکتا بسبب
اوس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اسکے حق مین ف یعنے جب کہ مشتری نے مبیکو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونون مین
اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ مبیع مین عیب تہا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اسکو پھیردے بائع اول کو تو اسکو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ یہہ اسکے
حق مین بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح والثالث لیس للواھب الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب
من اخر ثم تقایلا لانہ کالمشتری من المشتری منہ اور موضع ثالث یہہ ہے کہ واہب کو ہبہ پہیر لینا جائز نہین جب کہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے
شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من اخر قبل نقد
الثمن جاز للبائع شراؤہ منہ بالاقل اور موضع رابع یہہ ہے کہ مشتری نے جب کہ مبیعکو بیچا دوسرے کے ہاتہ قبل نقد ثمن کے تو بائعکو اوس سے خرید کرنا
کمتر ثمن سے جائز ہے ف صورت اسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہین دیا پہر اوسکو دوسرے کے ہاتہ بیچا پہر بائع ثانی اور مشتری
ثانی مین اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پہر آئی پہر بائع اول نے مشتری مذکور سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے
گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والخامس اذا اشتری بعروض التجارۃ عبدا للخدمۃ بعد ما حال علیہا الحول و
وجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر ثالثہما اذا الرد بعیب بلا قضاء اقالۃ
اور موضع خامس یہہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام مین کوئی عیب نکلا مشتری
نے اسکو بغیر حکم قاضی کے پہیر دیا اور اجناس کو پہیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئین مالک کے ہاتہ مین تو اونکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہان فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا
اسواسطے کہ بوجہ عیب کے پہیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ف غلام مین خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اوسکی خرید استہلاک
نہو گا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہین اور غیر قضا کی قید کا یہہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق مین فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہوئی اور جناس
ہلاک ہوگئین تو زکوۃ واجب نہوگی رد کہ عیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق مین تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہلک ٹہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہو تو فقیر کے حق مین بیع اول سے مرتفع ہوجاتا
کذا فی الطحطاوی ویزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانہ حق اللہ تعالی فاللہ ثالثہما صدر الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر
تقابض صرف کا اور وجوب استبرا کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبرا حق اللہ ہے تو اللہ تعالے تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ ف وجوب استبرا
کی یہہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اسپر قبضہ کیا پہر اقالہ بیع ہوا تو یہہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث مین تو بائع اول کو وطی اسکی جائز نہوگی
مگر بعد استبرا کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرھن فالمرتہن ثالثہما فہی سابعۃ اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن
کے تو مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے نو ہوئے ف نہر الفائق مین کہا کہ مجہسے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو مینے جواب
دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق مین اور ثالث یہان مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پہر اقالہ
کیا انتہے تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوسنے جائز
رکہا تو نافذ ہے اور نہین تو باطل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تہا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہے کذا فی الطحطاوی والاقالۃ یمنع صحتہا ہلاک المبیع ولو حکما
کالاباق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیعکا اگرچہ ہلاک حقیقے نہین بلکہ حکمے ہو چنانچہ بہاگ جانا غلام کا ف اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہو تو اقالہ

تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہو گی کذا فی البحر لا الثمن ولو فی بدل الصرف نہ ہلاکی ثمن کی اگرچہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف مین واقع ہو ہم چونکہ اصل بیع مین
مبیع ہی نہ ثمن لہذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاکی ثمن کی وہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا
نہیں بقدر باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے ہم از انجملہ یہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے
حصے کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اوسکو قنیہ سے ذکر کرینگے ولیس منہ ما لو شری صابونا فجف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت
نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونون نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے
جائز نہیں واذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان
قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین مقایضہ اوسیطرح سلم مین ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح باقی بدل مین اور مشتری
پر ہالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہے اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونون بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف مین باطل
نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثنا منقطع ہے تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز
عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت بزازیۃ بائع و مشتری نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اوسکی
تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہوئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہ او عبدا فقطعت یدہ واخذ
ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شئ للبائع من ارش الشجر والید ان عالما بقطع الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم
خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اوسکا
خون بہا لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اوسکو لازم ہو اور اوسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت
سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے مین یا ترک کرنے مین کذا فی القنیہ وفیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا
ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ مین ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین مین اوسکے حصے کے برابر یہ
صورت بعض مبیع کے ہلاک مین داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونون نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اسواسطے
کہ عقد خرید پر وارد ہی نہ گیہون پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطئ المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ مین ہے کہ دونون نے
اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہے تو اوسکو پھیر دے اور اوسکا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ مین
ہے کہ پھیرنے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اوسکے غیبت مین کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت مین پایا نہین گیا کذا فی
الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون
المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اوٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوای اقالہ سلم کے
کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ سلم مین مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ
کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ مین ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی جیسا قبل اقالہ کے تہا تو اوسمین تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز
نہین جیسی قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنی جیسے مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اوسمین تصرف جائز نہیں ویسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف
جائز نہین یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف حکم راس المال کا قبل اقالہ اور
بعد اقالہ کے یکسان ہے مگر دو صورت مین یکسان نہین ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال مین بعد اقالہ کے تو دونون پر باہم قسم
نہین ہم اس صورت مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونون قسم کہائینگے یعنے در صورت عدم گواہ کذا فی الطحطاوی
ولو تفرقا قبل قبضہ جاز الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف مین جائز نہیں

ہم اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں واسطے کہ بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثنا منقطع ہے کیونکہ
کلام راس المال میں ہے وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور شباہ میں
ہے کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا
ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد اذا ادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں کہ
فساد کا قول معتبر ہے جب کہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا
قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے ہم اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اس لئے کہ
ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ یہاں صحت اور فساد میں خلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا
ولو بعکسہ تقالا بشرط قیام المبیع الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہو یعنے بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے بمثل
ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جب کہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کردیا
ہو تو دونوں پر قسم نہیں ہم جب کہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ
قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی العطایا و دراہت معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب ہو
میں نے یہہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کہایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ہم نزل بضم نون وزاء
میں اگرچہ بمعنے روزی و ہمالی کے ہے لیکن یہاں پھل انگور کا مراد ہے

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما بین
المعقود علیہ شرع فی الثمن مصنف نے جب کہ مبیع معین کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ہم یعنی ابتک اون بیوع کا بیان تہا جنمیں جانب مبیع ملحوظ
تہا اب اون بیوع کا بیان شروع ہوا جنمیں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل
ہے ثمن بہر الفائق میں ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر واقفکار کے فعل کیطرف تو اوسکی مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف
کی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید کئے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع
التولیہ ہمکو دو صدیق نے کہا وہ آپکے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن سے کذا لم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب
ظاہر ہونے کے ہم مساومہ وہ بیع ہے جسکے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیون نہو تو اسمیں ثمن اول کا لحاظ نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع بکمتر ثمن اول سے ہے اور
اس کا رواج سوداگرون میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض استرباح ہے المرابحۃ مصدر رابح مرابحہ مصدر ہے رابح کا ہم عرب بولتے ہیں باع المتاع او
اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جب کہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کردیا وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او
غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنتہ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں
مرابحہ عبارت ہے اوس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہوگیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اوسکا ثمن یعنی قیمت
اوتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اوسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مذکورہ مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزدوری دہوبی کی اور مانند اسکے
پھر بائع اوسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط ہم خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ مبیع باثمن خرید ہوا اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ ظاہر
عبارت کنز اور وقایہ سے متبادر ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مرابحہ جاری ہے سو اگر مبیع خریدی ہے بائع کی تو اسمیں مرابحہ یون ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑھا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق
ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہے تو اون میں مرابحہ یون ہے کہ اوس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کرکے بیچے طحطاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا
مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور حاشیہ زیلعی میں جائز ہے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت یہہ ہے کہ
مغصوب غاصب پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اوسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اسکو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے

یعنی ضمان پر نفع لیکر چلپی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مرادِ مصنف یہہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہی بیع مملوک سے
ساتھہ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولّی غیرہ جعلہ والیًا اور تولیہ مصدر ہے ولّی غیرہ کا یعنی غیر کو والی
اور کارساز مقرر کیا وشرعًا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکمًا یعنی بقیمتہ وعبّر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اُسکے
ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اوس چیز کی قیمت ہی اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا ہو اسواسطے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید
کرنا اوتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہی لیکن ظاہرا یہہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے
ثمن کو عام ٹھیرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اوسکو بھی شامل ہو جاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ منہا کو حذف کرتا ہو اسطے کہ ثمن سے مراد وہ
ہی جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے وشرط صحتہما کون العوض مثلیًا او قیمیًا مملوکًا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے
صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنے ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور کیلی اور موزون اور عددی
متقارب او رمثلی نہ ہو ثمن کا ہو اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلے ہو چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہان مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ
قیمت مجہول ہے ہان اگر مشتری اوسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تہا اوسکی خرید میں تو غیر مثلے سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ عمرو نے خرید
کیا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کردیا پھر عمرو کے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر عمرو کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھہ بعوض
اوسی کپڑے اور کچھہ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اوسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر بتصرف وکون الربح شیئًا معلومًا ولو قیمیًا مشارًا الیہ
کہذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع
للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلے نہو بلکہ قیمت والی چیز مشارالیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفع ہونے جہالت کے تو اگر بیع کریگا دہ یازدہ
کے نفع پر یعنے دس کو بعوض گیارہ کے بیچنا تو جائز نہوگا مگر یہہ کہ مشتری کو ثمن اوسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اوسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا
فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اوسکا معلوم نہوا لہذا بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی رأس المال اجر القصار والصبغ بای
لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی
الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ بالبنیان والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع رأس المال کیطرف مزدوری دہوبی اور رنگ
کی کوئی رنگ کیون نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈوری بٹنے کی مزدوری اور غلہ اوٹھا لانے اور بہیڑ بکریوں کے ہانک لانے
کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور کہیت اور سینچائی انگور کی اور اوسکی جاروب کشی اور برتون
اور نہرون کی صفائی اور درخت لگانا اور گہر کی چونہ کاری ہم اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور مولی میں سوراخ کرنے کی مزدوری اوسکے ثمن
کے ساتھہ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا المشروطۃ فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجح فی
البحر الاطلاق اور رأس المال کے ساتھہ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں شرط ہتی اسی قید پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق
کو ترجیح دی ہی سمسار وہ شخص ہی جو متاع اور صاحب متاع کو بتا دے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھہ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار
اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہا میں دونون میں فرق ہی سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھہ متاع
غالبا نہر الفائق میں ہی کہ عدم ضم اجرت دلال بالاجماع ثابت ہی وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ
التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اوسکی قیمت میں زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام
اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگرون کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنے جسکو تجار اپنے عرف میں رأس المال
کے ساتھہ ملاتے ہون اوسکو ملانا چاہیے ویقول قام علیّ بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع کہے کہ یہ چیز مجکو اتنے کو پڑی اور یون نہکہ کہ مینے

اتنے کو خریدی ہی اسواسطے کہ یہہ جھوٹ ہے ہم مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خریدا اور ایک روپیہ اوسکی سلائی مین صرف ہوا تو مالک اسکے بیچنے کے وقت
یون کہے کہ یہہ قمیص یا یہہ قبا مجکو پانچ روپے کو پڑی ہی اور یون نکہے کہ مینے پانچ کو خریدی کہ صاف جھوٹ ہے یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ بطریق مرابحہ
یا تولیہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق مساومہ بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوّم الموروث ونحوہ او باعہ
برقم وصادقا فی الرقم فتح اور ایسا ہی مرابحہ جائز ہی جب کہ شئے موروث وغیرہ کی قیمت ٹہرا دی یا بیچا اوسکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم مین سچا ہو کذا فی
الفتح ہم رقم عبارت ہی اوس علامت سے جو کپڑے وغیرہ پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صادقا فی الرقم سے مراد یہہ ہے کہ مشتری رقم کو نہین سمجھتا
اور کپڑے پر دس روپیے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہہ دس کی رقم ہی مین اسپر اتنا نفع لیکر بیچون گا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو
جائز ہی اور اگر دس کو گیارہ بتاویگا تو بیع جسیم ہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو للعلم والشعر وفیہ ما فیہ فلذا علاہ فی المبسوط بعدم
العرف نہ ملاوی طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچہ کہ ہے سو ہے اسواسطے مبسوط مین عدم
ضم تعلیم کی اجرت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہی ہم بعضے علمانے عدم ضم کی علت یہہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہوجاتی لیکن
اسکی یہہ غلط ہی بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہوجاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہی یعنے اگر رواج ہو ضم کریگا تو ملاوی والا نہ ملاوی کذا فی الفتح ملخصاً و
الدلال والراعی اور نہ ملاوے رأس المال کے ساتہہ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا نفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ہم یعنی جو سوداگر
کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت مین سفر تجارت کے اندر اسکو بہی اس بیع مین حساب نکری ولا اجر عمل بنفسہ او تطوع بہ متطوع اور نہ ملاوی
اجرت اوس عمل کی جو بذات خود کیا یعنے مثلاً اپنا رنگنا اور سینا حساب نکرے کیسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اسکی اجرت بہی نہ ملاوی وجعل الآبق وکراء بیت
الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما مر جوا ہ وکانہ للعرف والا فلا فرق یظہر فتبصر اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت
الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اوسکو رأس المال کے ساتہہ ملاوے چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم
کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہی ورنہ اسمین علت نہین کیونکہ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین سوتا مل کرلے وما یوخذ فی الطریق من
الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال کے ساتہہ نہ
ملاوی اوس خرچ کو جو لیا جاتا ہی راہ مین ظلم سے مگر اوس وقت ملانا چاہیے جب کہ رواجمین اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہو ضم اور عدم
ضم مین چنانچہ معلوم کرچکا تو ہیئے وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہو چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلالت کرتا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ
عموم اعتبار عرف اسکو مقتضی ہی کہ درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بہی رأس المال کے ساتہہ ملاوی فان ظہر خیانتہ فی مرابحۃ باقرارہ او برہان
علی ذلک او بنکولہ عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضی پہر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اسکے اقرار سے یا ثبوت
سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اسکو لیلے پورے ثمن سے یا اوسکو پہیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے تنبیہ درصورت خیانت مشتری اوس
بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اوسکو لینے نہ لینے مین اختیار ہوا نہر الفائق مین ہی خیانت یہہ کہ ثمن کے ساتہہ اسکو ملاوی جسکا ملانا جائز نہین یا جو نوع کم ہو
مثلاً خرید کی ہو اسکو دس درم کی بتاوی وقالہ الحط قدر الخیانۃ فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہی مقدار خیانت کا کم کر دینا تولیہ مین
تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ہم یعنے اگر قدر خیانت کو کم نکرے تو تولیہ ثابت نہوا سواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہین ہوتا بخلاف
مرابحہ کے ولو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع منہ من الرد لزمہ بجمیع الثمن المسمی وسقط خیارہ
اگر مبیع ہلاک ہو جاوے یا اوسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ مین اوسکے پہیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہو رد کی چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو مبیع اسکو
لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اوسکے پہیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا ثم حدث آخر لہ الرجوع بالنقصان
اور ہم اول ذکر کرچکے ہین کہ اگر صاحب تولیہ مبیع مین عیب پاوے پہر دوسرا عیب اسمین پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پہیر لے ہم تو لی اسم مفعول ہی تو لیہ سے جو بہ نقصان

ہو سطے جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہے کذا فی العتابیہ وشراءٌ ثانیاً بجنس الثمن الاول بعد ابیعہ بربح فان ذکر ہٰذا ماربح قبل ذلک خرید کیا اُسکو دوبارہ ثمن اول کے ہمجنس سے بعد اوسکے بیچنے کے نفع لیکر پھر اگر اوسکا مرابحہ کیا چاہے تو کم کرڈالے اسقدر کو جو نفع لیچکا ہے قبل اسکو ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اوسکے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا تو اگر اب دوسرے بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یون کہے کہ یہہ کپڑا مجکو پانچ کو پڑا ہے پھر اسپر جتنا چاہے نفع لے اور قید ہمجنس ثمن کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہوا اور ثمن ثانی دس درم ہوں تو اسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے ہواسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اوسکا طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ مین دخل نہیں کذا فی النہر وان استغرق الربح ثمنہ لم یرابح نعلا فالہا دھو آنرق وقولہ اوثق بھٰذا اور اگر فائدہ اوسکے ثمن کو مستغرق ہو بطورِ کہ دس درم سے خرید کرکے بیس درم کو بیچی بطور مرابحہ پھر اوسکو مشتری سے خرید کرے بعوض دس درم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونو صورتون مین ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہہ قول خلق پر سہلتر ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر ولو بین ذلک او باع بغیر الجنس وتخلل ثالث جاز اتفاقاً فقہ اور اگر اسکو بیان کر دے بطورِ کہ یہہ اسکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر پھر اتنے کو خرید کیا اور اب مین اتنے نفع پر بیچتا ہون تو بیچے یا بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو یعنے زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی النہر ذاتحر ای جاز ان یبیع مرابحۃ لغیرہ سیّد اشتری من مکاتبہٖ او ماذونہٖ ولو المستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبار ھٰذا القید لتحقیق الشراء فغیر المدیون بالاولی علٰی مااشتری الماذون کعکسہ نفیاً للتہمۃ مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اوس مولے کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دَین اسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس ہے یعنی ماذون اگر اپنے مولے سے خرید کرے تو مرابحہ مولے کی خرید پر کرے تہمت دور کرنیکے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنے استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے ہواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولے کا اوس سے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولے کا مال ہے تو غیر مدیون مین بطریق اولے یہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اوسکے مولے نے اوس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولے دس درم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولے نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اوسکے غلام مذکور نے اوس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیچے باتفاق امام اور صاحبین کے ہواسطے کہ یہہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک مین نقرف کو مفید ہے مگر اسمین عدم عقد کا شبہہ ہے ہواسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہیں تو گویا مولے نے اپنی ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ مین اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنیکے واسطے کذا فی النہر وکذا اکل من لاتقبل شہادتہ لہ کاصلہٖ وفرعہٖ ولو بین ذلک دابح علی شراء نفسہٖ ابن الکمال اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک شخص کا جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہیں چنانچہ اسکی اصل اور فرع اور اگر مولے یا غلام یا اصل یا فرع بیان کر دے کہ مینے اسکو اپنے غلام یا مولے سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال ہم اس حکم مین جملہ زوجین اور واحد المتفاوضین اصل اور فرع کے ساتھہ برابر ہین اور یہہ مذہب ہے امام کا خلاف الصاحبین کذا فی العتابیہ ولو کان مضارباً معہ عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوباً وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ رب المال باثنی عشر ونصف لان نصف الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجیٔ فی بابہٖ وتحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے پاس دس درم ہین بالمناصفہ نفع پر اونہین درمون سے اوسنے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال ساڑھے بارہ درم کو بیچے ہواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درم ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے بالعکس مین حکم ہے یعنے جبکہ صاحب مال بائع ہوا اور مضارب مشتری چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربۃ مین آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق مین ہے ویرابح مریدھا بلا بیان ای من غیر بیان انہ اشتراہ سلیماً اما بیان نفس العیب فواجب فتعیب عندہٖ بالتعیب بآفۃ سماویۃ وبصنع للمبیع ووطی الثیب ولو نقصہا الوطی کقرض فار وحرق نار للثوب المشتری و

قال ابو یوسف ومحمد وزفر والثلثة لابد من بیانه قال ابو اللیث وبه ناخذ ورجحه الکمال واقره المصنف مرابحہ لفع لیکر بیچے بلابیان یعنی بیع
جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنیکے کہ اسنے جسکو بمرابحت خرید کیا تہا سوا وسمین عیب لگ گیا اوسکے پاس لحوق عیب کی کسی سبب آفت آسمانی سے یا بیچنے فعل سے
اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اوسمین کچہ نقصان نہوگیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع
نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کی کا بیان کر دینا مرابحہ مین ضرور ہی فقیہ ابو اللیث
نے کہا اسی قول یعنے وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بہی اسیکو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بہی اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی ہم بیان نفس عیب
اسواسطے واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوی خلاصہ یہ ہی کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اسپر بیان کر دینا واجب ہی بعضے مشائخ نے کہا
کہ در صورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہے معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہی کذا فی الطحطاوی ورابح بیان بالتعیب لو بفعل غیرہ بغیر امرہ
وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الھدایۃ وغیرھا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیبدار کرنیکے بیان سے یعنے اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق
ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہی اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اوسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا نقصان
نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسیرہ بنشرہ وطیہ لنصیدہ ورقہ لان الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف ولذا قال ولم ینقصھا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اوسکے کہولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی
بسبب ہوجانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسیواسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہہ قید لگائی کہ عدم بیان اوسوقت ہی جب کہ جماع سے اسمین نقصان نہوگیا
ہو ہم ہرچند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہوجاتے ہین تو اونکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت
کا موجب ہی لہذا اوسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اس
واسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ وباع برابحۃ مائۃ بلابیان خیر المشتری اور ہار خرید کیا ہزار
درہم سے اور بیچا سو درہم کے نفع پر یعنے گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک
کرے فان تلف المبیع بتعیبہ وتعیب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پہر اگر مبیع تلف ہوئی عیبدار ہوجانیسے یا عیبدار کر دینے سے پہر مشتری کو
علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو ادہار خرید کیا تہا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح
طرح مرابحہ کی مانند تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنے درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیبدار ہوجانیکے
آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی ادہار خریدنے مین بہی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بالفضل
ما بین الحال والموجل بحر ومصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پہیر لینا ہی زیادتی کا جو ما بین ثمن حال اور ثمن موجل کے ہی کذا فی البحر
شرح المصنف ہم یعنے اگر ثمن حال مثلا پندرہ ہون اور ثمن موجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پہیر لے ولی رجلا شیئا ای باعہ
تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع لجہالۃ الثمن وکذا الحکم المرابحۃ وخیر المشتری بین
اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنے اوسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اوسقدر کے جتنا اوسپر پڑا از قسم ثمن اور
مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اوس ثمن کے جس سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اوسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہی بسبب معلوم نہو ثمن کے
اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اسکے لینے اور چہوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہوگیا ہو اور اگر مجلس مین نمعلوم ہو تو بیع
باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہی کیونکہ یہہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت
تقویم المقومین فی ظاھر الروایۃ وبہ افتی بعضھم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ
وبہ یفتی ثم رقم وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فلہ الرد والا لا وبہ افتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال وتصرفہ

فی بعض المبیع قبل علمہ بالغبن خیر ما ینم منہ فان مثل ما تلفہ ویرجع بکل الثمن علی الصواب الملتقی ملخصًا جاننا چاہئے کہ رد بیع نہین ظاہر
الروایۃ مین غبن فاحش یعنے نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت ٹہیرانیوالون کی قیمت مقرر کرنے مین داخل نہو اور اسی عدم رد کا بعضون نے
فتوی دیا ہے مطلقا خواہ اسکو دہوکہ دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیۃ پہر صاحب قنیہ نے رمز لکہی اور کہا اور غبن فاحش مین پہیر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگون پر
آسانی کرنیکے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کی اکثر روایات ہین اور اسیکا فتوی ہے پہر صاحب قنیہ نے رمز لکہی اور کہا کہ اگر اسکو دہوکہ دیا یعنی
مشتری سے بائع نے یا بائع نے مشتری کو دہوکہ دیا یا اوسکو دلال نے دہوکہ دیا تو اسکو رد بیع کا اختیار ہے اور نہین تو نہین یعنے اگر اسکو کسی نے دہوکہ نہین
دیا تو رد بیع مین اختیار نہین اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پہر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع مین قبل دریافت ہونے
غبن کے مانع رد بیع نہین تو مشتری اوسکا مثل پہیر دے جسکو اوسنے تلف کیا اور سب ثمن پہیر لیگا بنا بر صواب قول کے انتہے قول القنیۃ ملخصا جسقدر تصرف
کیا اوسکے رد مثل کے ساتہ باقی مبیع کو بہی رد کرے چنانچہ قنیہ مین مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اوسکا قول مردود ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز
ہو اوسکے حصہ کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی یعنی لوکان قیمیا لم اذکرہ باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور اسمین غبن فاحش ہوا ہو تو اس
مسئلہ کو مصرح نہین دیکہا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ مین کہتا ہون قول اخیر پر یعنے
اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہو تو رد جائز ہے والا نہین یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا مین اور اسکی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ہم صاحب
تحفہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہین کہ مغبون رد نکرے ولیکن یہ حکم اوس مغبون مین ہے جسکو کسی نے دہوکہ نہین دیا اور اگر اسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اسکو
پہیر دینے کا اختیار ہے انتہے صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کیطرف رد کیا کذا فی الحلبی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور
لا یوجب الرجوع الا فی ثلث منہا ہذہ اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ مین خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنے دہوکہ پانا موجب رجوع
نہین مگر تین صورتون مین از انجملہ ایک یہ صورت ہے جو متن مین مذکور ہو چکی یعنے غبن فاحش سے رد ہے اگر اوسکا دہوکہ دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع
نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ہلکا ثم استحقا رجع علی الدافع ما ضمنہ اور قاعدہ اوسکا یہ ہے کہ غرور اوس عقد مین ہو جسکا نفع دافع کی
طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پہر اگر دونون تلف ہون پہر مستحق غیر نکلین تو دافع سے پہیر لے جسقدر اوسنے تاوان دیا ہے دافع تمام مال ہے بائع او مشتری
اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکہنے والا اپنی حفظ مال ہے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہے ودیعت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے
پاس امانت رکہی یہہ ظاہر کرکے کہ مین اسکا مالک ہون پہر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتہ مین پہر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو
اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان پہیر لے کیونکہ اوسنے اسکو دہوکہ دیا اسطرح کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت اجارہ یہہ ہے کہ مثلا جانور اجارہ دیا یہہ ظاہر کرکے کہ
یہہ میرا مملوک ہے پہر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہوگیا پہر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اوس سے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پہیر لینا جائز ہے کذا فی الحلبی ولا رجوع
فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہین فریب دینے سے عاریت اور ہبہ مین کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ مین اپنی ذات کیواسطے ہے یعنی مستعار اور موہوب مستعیر
اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پہر وہ مستحق غیر نکلی اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونون شخص معیر اور واہب سے رجوع نہین کرسکتے کیونکہ استعار اور موہوب کا نفع مستعیر
اور موہوب کیطرف راجع تہا نہ معیر اور واہب کیطرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعوا عبدی ہذا فقد اذنت لہ ثم ظہر حرا او ابن الغیر
رجعوا علیہ بالغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرور عقد معاوضہ کے ضمن مین ہو چنانچہ مثلا زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام
یا میرے بیٹے سے خرید فروخت کرو مقرر مینے اسکو تجارت کا اذن دیا ہے پہر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے نہ زید کا تو اہل بازار زید سے پہیر لین بسبب غرور کے بشرطیکہ
باپ اذن دینے والا آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اوسکے آزاد ہونیکے بعد پہیر لین وہذا ان اضافہ الیہ وامر بمبایعتہ اور یہ جہی دہوکہ دینے والے سے پہیر لینا
ثابت ہے کہ جب اوسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یون کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اوسکے ساتہ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ومنہ لو بنی المشتری
او استولدہا ثم استحقا رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد اور منجملہ غرور در عقد معاوضہ کی یہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گہر مین عمارت بنائی یا لونڈی صحبت کی

پہر گہر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت پہیرے ہم بائع سے قیمت لینا عمارت کا اُس وقت ہی جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دی لیکن تسلیم
ولد کو فقہا نے ذکر نہیں کیا مگر اونکا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ولد مشتری کو دلایا جاویگا اور وہ آزاد ٹہیریگا اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دیگا اور بائع سے اوس
قیمت کو پہیرے واللہ اعلم کذا فی البحر وَمِنهُ مَا يَأتِي فِي بَابِ الاستِحقَاقِ اشتَرِنِي فَانَا عَبدٌ بِخِلافِ ارهَنِّي اور از انجملہ وہ مسئلہ ہی جو باب الاستحقاق مین آویگا
کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کرلے کہ مین غلام ہون بخلاف یون کہنے کے کہ مجکو رہن رکہلو ہم نے اُسکے کہنے سے اُسے خرید کیا پہر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب
بغیبت معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچہہ نہیں والا مشتری اُسی سے پہیرلے اور وہ بائع سے کذا فی البحر و معلوم کر کہ درالمختار کے نسخ یہان مختلف ہین اکثر نسخون مین
یون ہی کہ اِشتَرِنِي فَانَا عَبدٌ انتہی اور بعضے نسخون مین یون ہے بخلاف ارہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تہا اور خود اس کتاب کی باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسیکو
اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہی کہ خرید کرنے مین رجوع ضمان ہی نہ رہن رکہنے مین واللہ اعلم اَلثَّالِثَةُ اِذَا كَانَ الغُرُورُ بِالشَّرطِ كَمَا لَو زَوَّجَهُ امرَأَةً
عَلىٰ اَنَّهَا حُرَّةٌ ثُمَّ استُحِقَّت رَجَعَ عَلَى المُخبِرِ بِقِيمَةِ الوَلَدِ المُستَحَقِّ وَسَيَجِيءُ آخِرَ الدَّعوىٰ تیسری صورت یہہ ہی جب کہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے
دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پہر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مُخبر سے پہیرلے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی
کے آخر مین آویگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا هَل يَنتَقِلُ الرَّدُّ بِالتَّغرِيرِ اِلَى الوَارِثِ استَظهَرَ المُصَنِّفُ لا لِتَصرِيحِهِم بِاَنَّ الحُقُوقَ المُجَرَّدَةَ لا تُورَثُ
قُلتُ وَفِي حَاشِيَةِ الاَشبَاهِ لابنِ المُصَنِّفِ وَبِهِ اَفتىٰ شَيخُنَا العَلَّامَةُ عَلِيٌّ المَقدِسِيُّ مُفتِي مِصرَ قُلتُ قَد قَدَّمنَاهُ فِي خِيَارِ الشَّرطِ فَتَنَبَّه
[illegible] کیا انتقال کرتا ہی رد بیع فریب وغیرہ سے وارث کیطرف یعنے اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اوسکا وارث اوسکو پہیر سکتا ہی یا نہین مصنف نے اپنی شرح مین عدم
انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہین ہوتے حالانکہ یہہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت سے فقط ارادہ واپسی سے
مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہی کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون
اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہین خیار شرط مین دوبارہ نقل کرکے لٰكِن ذَكَرَ المُصَنِّفُ فِي شَرحِ مَنظُومَتِهِ الفِقهِيَّةِ مَا يُخَالِفُهُ وَمَالَ اِلىٰ اَنَّهُ يُورَثُ كَخِيَارِ العَيبِ
وَنَقَلَ عَنهُ ابنُهُ فِي كِتَابِهِ مَعُونَةِ المُفتِي فِي كِتَابِ الفَرَائِضِ وَاَيَّدَهُ بِمَا فِي بَحثِ القَولِ فِي المِلكِ مِنَ الاَشبَاهِ قُبَيلَ التَّاسِعَةِ اَنَّ الوَارِثَ يَرُدُّ بِالعَيبِ
وَيَصِيرُ مَغرُورًا بِخِلافِ الوَصِيِّ فَتَأَمَّل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہی وہ جو اسکے مخالف ہی اور مصنف مائل ہو
اسکے طرف کہ رد بیع غرور سے موروث ہوتا ہی خیار العیب مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونیکو نقل
کیا ہی اور اسکی تائید کی ہی اشباہ کی اوس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بیع کرتا ہی بسبب عیب کے اور مغرور ٹہیر جاتا ہی بخلاف وصی
کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر ہم وجہ تائید یہہ ہی کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مفید ہی کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹہیرا
مورث کو دہوکہا دینے سے وَقَدَّمنَا عَنِ الخَانِيَّةِ اَنَّهُ مَتىٰ عَايَنَ مَا يُعرَفُ بِالعِيَانِ انتَفَى الغُرُورُ فَتَدَبَّر اور ہمنے مقدم ذکر کیا ہی باب خیار الشرط مین خانیہ سے کہ جب
اوسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہی مشاہدہ کرنے سے تو خطر نیستی ساقط ہو جاتا ہی غور کرلے

فصل فِي التَّصَرُّفِ فِي المَبِيعِ وَالثَّمَنِ قَبلَ القَبضِ وَالزِّيَادَةِ وَالحَطِّ فِيهِمَا وَتَأجِيلِ الدُّيُونِ

یہہ فصل ہے بیع اور ثمن کے تصرف کرنے مین قبل قبضہ کرنیکے اور زیادہ اور کم کرنے دونون مین اور دیون کی مدت
مقرر کرنے مین صَحَّ بَيعُ عَقَارٍ لا يُخشىٰ هَلاكُهُ قَبلَ قَبضِهِ مِن بَائِعِهِ لِعَدَمِ الغَرَرِ لِنُدرَةِ هَلاكِ العَقَارِ حَتّىٰ لَو كَانَ عُلوًا اَو عَلىٰ شَطِّ نَهرٍ وَنَحوِهِ كَانَ
كَمَنقُولٍ فَلا يَصِحُّ اتِّفَاقًا بیع عقار کی یعنے اوس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونیکا خوف نہین قبل اسبات کے کہ اوسکے بائع سے لیکر اسپر قبضہ کیا صحیح ہی بسبب عدم
خطرۂ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین اگہیر کے
چہپ جانیکا ریت سے تو اسوقت مین غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین تو اسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ہم امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل
قبض کے جائز نہین کیونکہ شریعت نے غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہی شیخین کہتے ہین کہ نہی کی علت یہہ ہی کہ بر تقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہی اور ہلاکی عقار مین نادر
اور نادر کا کچہہ اعتبار نہین منع العقار مین ہی کہ مصنف نے تعبیر صح سے بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضاے بائع پر موقوف ہین تو

بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہو نہ بیع سے وکتابۃ واجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما
سیجی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے مقبوض ہونیکے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب
متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وھبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورھنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد
وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنیسے پہلے اور اوسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے
کے دوسرے شخص کو اوسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہی محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے مترجم یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اوسکا عتق اور
تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہی خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہہ ہی کہ یہہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے
اور غیر بائع مشتری کا نائب ہوسکتا ہی قبض میں تو قبضہ مامور بجای قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کیواسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف
بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک بیع قبل قبض کے فاسد ہی اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی
صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد ینفسخ بھلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز عینی اور صحت
تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب عقد کے جو فسخ پذیر ہی ہلاکی عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونیکے چنانچہ بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نقد
تو اوسمین تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فاسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اوسمین تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہی کذا فی العینی والمنقول
لو وھبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ منہ قبلہ لم یصح ھذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الھبۃ مجاز عن
الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقاً جوھرۃ قلت وفی المواھب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتھی ونفی الصحۃ یحتملھما فتدبر اور بیع
منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اوسکے مقبوض ہونیکے سو بائع نے اسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی
اسواسطے کہ ہبہ مجاز ہی اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہی کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہی مطلقا
خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کی باطل ہی انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہی غور کرے مترجم یعنی بیع
منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہی اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اسمین دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی
غیر صحیح کہتے ہیں او فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہی اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی بیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد دوبارہ
ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہی اشتری مکیلاً بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریماً بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بفسادہ وبانہ لا یقال لاکلہ انہ اکل
حراماً لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنے مکروہ تحریمی ہی اوسکا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اسکو ناپ لے اور البتہ علمانے اسکے
فساد بیع کی تصریح کی ہی اور یہ بھی کہ اسکے کھانیوالیکو حرام خور نکہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنے فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا ہی حرام خور اسواسطے نکہینگے
کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانیوالا ہی مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اوسنے کیل کرنیکے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح مترجم ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ
الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور اسمضمون کو اسحق اور بزار اور عبدالرزاق اور
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہی لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہی کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت فقہی کو شارح عنقریب اسکی بیان کریگا

ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وھی للبائع اور مکیل کی مانند ہی موزون اور معدود کو خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی
بائع کا حق ہے مترجم یعنی جب مکیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اوسمین تصرف کرنا قبضہ کرنیکے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنیکے جائز نہیں کیونکہ شاید زیادہ ہو مثلاً
بائع نے کہا کہ یہہ چیز دس پیمانہ یا دس سیر ہی تو اگر واقع میں بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ہیں لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب تا غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم
نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہہ ہی کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اوتنا ثمن کم کر ڈالے فتح القدیر میں کہا کہ معدود سے عددی متقارب مراد ہی چنانچہ انڈہ
اور اخروٹ بخلاف ما اذا باعہ مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کی چنانچہ ایک ڈھیر

گیہوں کلو خرید کیا تو اوسکا تولنا اور ناپنا لازم نہیں ہے اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہو تو اسمیں احتمال زیادتی کا نہیں وقید بقوله غیر الدراهم والدنانیر لجواز التصرف فیهما بعد
القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانه لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانه صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیه وعلیه الفتوی خلاصه اور مصنف نے
موزون میں غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر میں بعد قبض قبل وزن کرنیکے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کو وزن
کرنیکی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ اور خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات میں دو صورت میں مشتری کو دوسری بار وزن کر لینا
شرط نہیں ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف میں اسواسطے کہ اونکی مقدار مقرری میں غالبا تفاوت نہیں ہوتا اور دوسری بیع التعاطی میں تو جب مشتری نے دراہم دئے اور بائع نے
مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیله من البائع بحضرة ای المشتری بعد البیع لا قبله اصلا وبعده بغیبته فلو
کیل بحضرة رجل فشراه فباعه قبل کیله لم یجز وان اکتاله الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانہ سے ناپنا مشتری کے سامنے
بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقا خواہ اوسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اوسنے کیل کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اوسکے
کیل کرنیکے تو جائز نہیں اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بواسطے عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض نہیں ٹھیرا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ہم حضور مشتری میں کیل
بائع ہوسطے کافی ہوا کہ مبیع معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا ہوسطے کافی نہوا کہ اوسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونوں پر صحیح نہیں ولو کان المکیل او الموزون
ثمنا جاز التصرف فیه قبل کیله ووزنه لجوازه قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر کیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اسمیں تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف
ثمن کی قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہے پھر جب ثمن میں تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات بطریق اولی جائز
ہوا ولا یحرم المذروع قبل ذرعه وان اشتراه بشرطه الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فنحو فی حرمته ما ذکر کموزون والاصل ماتقرر ان الذرع وصف لا قدر فیکون
کله للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضره التبعیض لان الوزن حینئذ فیه وصف حرام نہیں بیع مذروع کی قبل پیمائش
گز اگرچہ اسکو بشرط پیمائش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت میں موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا وہ ہے جو چند بار مذکور ہو گیا
کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنے ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون
سے اوس موزون کو مستثنی کیا ہے جسکو تبعیض یعنے ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون میں وزن مقدار نرہا وصف ہو گیا ہم مضرت تبعیض موزون
چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہیں رہتا تو اس وقت میں موزون میں تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط
وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تہا کہ اسکو وزن کی بحث میں شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بهبة او بیع او غیرهما لو عینا
ای مشارا الیه ولو دینا فالتصرف فیه تملیکه ممن علیه الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیره ابن ملک قبل قبضه اور قبضہ کرنے
سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنے اوسکے طرف اشارہ ہو سکتا ہو متاع ہو نقد اور اگر
ثمن دین ہو تو اسمیں تصرف اوسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اسطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے
اور تملیک دین جائز نہیں غیر مدیون سے کذا صرح ابن ملک سواء تعین بالتعیین کمکیل او لا کنقود فلو باع ابلا بدراهم او بکر بر جاز اخذ
بدلهما شیئا اخر قبل قبض تصرف ثمن میں جائز ہے خواہ ثمن معین ہو جاتا ہو معین کرنیسے چنانچہ مکیل یا متعین نہوتا ہو تعیین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہوں سے بیچا تو درم اور گیہوں
عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ہم عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع میں بیچتے تھے تو درم کی جگہہ دینار اور بجای دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اس کو جائز رکھتے تھے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضه کمهر واجرة وضمان متلف وبدل خلع وعتق
بمال وموروث وموصی به والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلها قبل قبضها عینی سوی صرف وسلم
فلا یجوز اخذ خلاف جنسه لفوات شرطه اور یہی حکم ہے ہر دین میں قبل اوسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور
تلف کی چیز کا تاوان اور بدل الخلع اور مال کا اور میراث اور وصیت کے چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون میں

قبل القبض بیچنا تصرف کرنا جائز ہی کذا فی العینی سواے صرف اور سلم کے کہ اونمین خلاف جنس ثمن لینا جائز نہین بسبب فوت ہونے اونکی شرط کے یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہے
تو قبل اوسکے تصرف اسمین جائز نہین وصحّ الزیادة فیه ولو من غیر جنسه فی المجلس او بعده من المشتری او وارثه خلاصه ولفظ ابن ملک او من اجنبی اور صحیح
ہی زیادہ کر دینا ثمن مین اگرچہ زیادتی اوسکی خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد مین ہو یا بعد اوسکے مشتری کیطرف سے زیادتی ہو یا اوسکے وارث سے کذا فی الخلاصه ابن ملک نے
کہا یا زیادتی اجنبی کیطرف سے ہو اگر اجنبی کی زیادتی بامر مشتری ہو تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اور اگر اوسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اوسپر لازم ہے
ورنہ باطل ہی اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنیکے وقت مشتری کیطرف سے ذمہ کر لیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگرچہ بامر مشتری تہا تو اجنبی مشتری سے پھیر لے اور
نہین تو نہین کذا فی البحر اور من البحر الرائق فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس ولو بعده بطلت خلاصه ۔ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف مین ہو اور بائع اوسکو
زیادتی کی مجلس مین قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصه ہم صرف مین زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہین کیونکہ سود ہی دینا لو
ندم بعدما زاد اجبر ا در خلاصه مین ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنیکے بعد پچتاوے تو اوسپر جبر کیا جائے یعنے حاکم بزور دلاوے وکان المبیع قائما فلا تصح بعد هلاکه
ولو حکما علی الظاهر بان باعه ثم شراه ثم زاده اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہین بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر
قول ظاہر کے اسطرح پر کہ مشتری نے اوسکو بیچا پہر اوسکو خرید کیا پہر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول مین ہم بیعکو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ اختلاف آئندہ اختلاف سلف کے برخلاف ہے
اور اگر بیعکے بعد بلا خرید ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولی جائز ہے کذا فی البحر وزاد فی الخلاصة وکونه محلا للمقابلة فی حق المشتری حقیقة فلو باع بعد
القبض او دبر او کاتب او ماتت الشاة فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما لو اجر او رهن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاة لقیام
الاسم والصورة وبعض المنافع اور خلاصه مین زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنے ہونا مبیعکا محل مقابلہ زیادتی درحالیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق مین
اسطرح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اوسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مرگئی پہر مشتری نے ثمن زیادہ کر دیا
تو جائز نہین بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اوسکے کہ اگر مبیعکو باجارہ دیا یا اوسکو رہن کیا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتون مین زیادہ کرنا
جائز ہے بسبب قائم رہنے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے ہم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصه کے ذکر کی کچہہ حاجت نہ تہی اسواسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت اور موت
ہلاک حکمی مین داخل ہین کذا فی الحلبی وصح الحط منه ولو بعد هلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کر دینا ثمن کا یعنے بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع
اور قبض ثمن کے ہو والزیادة والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہی بطریق استناد کے یعنے
گویا زیادتی اور کمی ابتداء عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کر دینا ہم وجہ بطلان یہہ ہی کہ اسمین اصل عقد کی تبدیل ہی کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا کم کر دینا
یا ہبہ ہی یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی واثر الالتحاق فی تولیة ومرابحة وشفعة واستحقاق وهلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما
یظهر فی الشفعة الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے التحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہی تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور استحقاق اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف
مین لیکن شفعہ مین تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہی نہ زیادتی کا ہم یعنے اگر اول دس کی خرید تہی پہر مشتری نے پانچ درم ثمن مین زیادہ کر دیئے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم
کریگا اور درصورت کم کر دینے ثمن کے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کریگا اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتہہ پہیر لے اور بائع کو حبس مبیع
تا قبض زیادتی اختیار ہی اور صرف مین زیادتی اور کمی مفسد عقد ہے بسبب سود کے اور شفعہ مین شفیعکو زیادتی اسواسطے لازم نہوئی کہ اوسکا حق ثابت ہو چکا تہا بیع اول
تو لزوم زیادت مین اوسکے حق کا ابطال ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اوسکے ابطال کے مالک نہین وصح الزیادة فی المبیع ولزم البائع دفعها ان فی غیر سلم
زیلعی وقبل المشتری اور مبیع مین زیادہ کر دینا صحیح ہے بائع کیجانب سے اور بائعکو اوسکا دینا لازم ہی بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ مین نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری
اوسکو قبول کرے ہم زیلعی نے کہا مسلم فیہ مین زیادہ کرنا صحیح نہین کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے اوسکو تو موجود فرض کیا ہی مسلم الیہ کی دفع حاجت کے واسطے اور
مسلم فیہ مین زیادہ کرنا اوسکی حاجت کا دافع نہین بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہین ویلتحق ایضا بالعقد فلو هلکت الزیادة قبل قبض سقط
حصتها من الثمن اور مبیع کی زیادتی بہی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہی تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو اوسکا حصہ ثمن سے

ساقط ہوگا مثلاً تین درم کو چہ سیر منبس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر پہلے تلف ہوئے قبل قبضہ کے تو مشتری کو دو درم دینا لازم ہوگا ایکدرم ساقط ہوجائیگا وکذا لو زاد فی الثمن عرضاً فہلک قبل تسلیمہ انفسخ العقد بقدرہ کذا فی القنیہ اور جب کہ مشتری نے ثمن میں ایک اسباب زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل تسلیم کے تو بیع کی ایک تہائی میں بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنے ہواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم ہی تو اسکا مقتضے یہہ ہی کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضمان دے واللہ تعالی اعلم ولا یشترط فی الزیادۃ فی المبیع کونہ قائماً فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کا قائم اور شرط نہیں بہان کی زیادتی میں یعنی زیادت بیع میں قائم رہنا بیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اوسکی ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اوسمیں قیام بیع شرط ہی چنانچہ عنقریب ذکر ہوچکا ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دیناً وان عیناً لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما دفعہ فی براءۃ الاسقاط لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقاً اور بیع سے کم کر دینا بیع کو اگر مبیع دَین ہوا اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں ہواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اوسکا اسقاط صحیح ہے تو پہیرے جو اوسنے دیا تہا براءت اسقاط میں نہ براءت استیفا میں بالاتفاق ہم کہتے ہیں کہ متعین گیہون پیمانہ بہر خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کردے قبل قبضہ کرنیکے تو جائز نہیں ہواسطے کہ گیہون عین ہیں یعنے متعین مشار الیہ ہیں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اور اگر گیہون کے ڈہیر سے بقدر ایک پیمانہ کی خرید کی پھر چہارم ساقط کئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے ہواسطے کہ گیہون یہان دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہی اور براءت اسقاط کی مثال یہہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہہ کہ مینے تجکو بری الذمہ کیا بطریق براءت استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا فقولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کی تو اسمین دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع مین اختلاف ہی واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو ہبۃ او حطاً فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فینبغی ان یعول علیہ عند الفتوی بحر اور وہ ابراجو ثمن کیطرف مضاف ہو وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابرا بطریق ہبہ یا کم کر دینے ثمن کے ہو تو مشتری پہیرے جو اوسنے ثمن دیا تہا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہئے فتوی دینے کیوقت کذا فی البحر یعنے شیخ الاسلام کے نزدیک ابرا مین تفصیل ہے کہ براءت اسقاط مین رجوع ہے نہ براءت استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفا اور قبضہ کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب براءت استیفا مین رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط مین بطریق اولے جائز ہوگا اور جب اسمین اختلاف ہوا تو مفتی پر تامل کر کے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا براءت اسقاط مین اور عدم رجوع براءت استیفا مین باتفاق علما نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنے سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفی البزازیہ باعہ علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ کذا جاز لالتحاق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ مین ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اس شرط پر بیعکی کہ ثمن سے اتنا کم کر ڈالے تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سواے ہبہ کے یعنے ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا والاستحقاق للبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد و یتعلق بالزیادۃ ایضاً فلو رد بنحو عیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اوس سے متعلق ہوتا ہی جس پر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بہی متعلق ہی تو اگر عیب وغیرہ سے مبیع پہر جائے تو مشتری سب پہیرے یعنی ثمن اور زیادہ جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بالکل جس بیعکا اختیار رہی تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پہیرلے اور جب شفیع بیع کو بحق شفعہ لے تو اوس زیادتی کے ساتھ نہ جسکو بائع نے بیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ولزم تاجیل کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہی تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہم دین وہی جو کہ دین پر واجب ہو عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی تنمۃ الفائق مین ہی تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن مبیع ہو یا سوائے اسکے ہواسطے کہ حقدار دین کو معاف کر دینا جائز ہے تو تاخیر مطالبہ بطریق اولے جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنے بلا میعاد باقی رہیگا اور خانیہ میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ مینے مدتکو باطل کیا یا اوسکو چھوڑا تو دین حال ہوجائیگا اور اگر مدیون نے کہا کہ میں مدت سے بری ہون یا مجکو اوسکی کچھ حاجت نہین تو یہ قول ابطال اجل نہوگا کذا فی النہر الا فی سبع علی ما فی مداینات الاشباہ بدل صرف وسلم وثمن عند اقالۃ و بعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والسابع القرض مگر سات صورتون مین تاجیل دین لازم نہین چنانچہ اشباہ کی مداینات میں ہے

صرف کے دونون عوضون مین اور سلم مین یعنی رأس المال مین اور ثمن مین اقالہ کے وقت اور اوسکے بعد اور اوس دَین مین جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین
میت مین اور ساتوین قرض مین ہم بحرالرائق مین ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہین خلاصہ مین ہے کہ اگر مدیون مرگیا اور دین حال ہوگیا
اور وارثون نے اوسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہین نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ مین تاجیل صحیح نہین نہ کچھ صحیح
غیر لازم ہے چنانچہ ظاہر بحرالرائق اسپر ناطق ہے کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہین ہم وجہ اوسکی یہہ ہے
کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور صلہ ہے ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہین وہ قرض دینے کا بھی مالک نہین چنانچہ وصی اور صبی اور ولی اور مکاتب
اور عبد ماذون پھر جب عاریت ٹھیرا تو اوسمین تاجیل لازم نہوئی کیونکہ معیر کو اگر اوسنے عاریت کی مدت ٹھیرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کی
قرض معاوضہ ہے کیونکہ اوسمین رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے ادھار ہو اور یہہ مقتضی نسیا قرض
تو ماکی یہہ خلاف اجماع ہے لہذا علما حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنے اگر قرض ہمیشہ بہر کے وعدہ پر دیا ہو تو مقرض مستقرض
سے فی الحال مطالبہ کرسکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجحودًا تاجیل قرض لازم نہین مگر چار صورتون مین لازم ہے جب کہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو اور
شہادت ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ مین تیرے قرضکا اقرار نکرونگا تا وقتیکہ تو اوسکی کچھہ مدت مقرر کردے یا اصل مال سے کچھہ کم کر
دے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو ابت لازم ہوگی کہ اوسکا فی الحال مطالبہ نہین کرسکتا یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ اوسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر
علانیہ گواہون کے روبرو یہہ کہا تو مقرض فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا
حکم دیا ہو بعد ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احالہ علی آخر فاجلہ المقرض او احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا مستقرض نے
قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کیواسطے کچھہ مدت مقرر کردی یا مستقرض نے اپنے اوس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہے اسواسطے کہ حوالہ بری الذمہ کردینے
والا ہے محیل کا ہم جواز کی دونون صورتین ملکر ایک مسئلہ ہین جیسے مسئلہ رابعہ یعنے وصیت مین دو صورتین ہین والرابع الوصیۃ اوصی بان یقرض من مالہ
(حوالہ کنندہ ۱۲)
الف درہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسامح فیہا نظرا للموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح ویلزم ہم چوتھی صورت
لزوم تاجیل اوسکی وصیت ہے یعنے ایک شخص نے وصیت کی کہ اوسکے مال سے ہزار درم فلانے شخص کو قرض دیئے جائین سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اوسکے ثلث مال
اور رسامح کیجائیگی سال کی مدت مین بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اوس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت ٹھیرانیکو وصیت کی تو صحیح ہے اور مدت لازم ہے
والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدل صرف وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عدا ذلک
واقرہ المصنف وتعقبہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل اور خلاصہ یہہ ہے کہ تاجیل دین کی تین طرح ہے بدل صرف اور سلم مین تو تاجیل باطل ہے اور
تاجیل صحیح غیر لازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت مین اور تاجیل لازم ہے سوائے انکے جو مذکور ہوئے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت
رکھا ہے لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے کہ ملحقات قرض یعنے اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے ہم قول صاحب نہر کا سابق مفصلاً مذکور ہوچکا قلت
ومن حیل تاجیل القرض کفالتہ مؤجلا فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد بحر ونہر فتنبہ لدقتہ فلتحفظ مین کہتا ہون اور منجملہ تدابیر تاجیل
قرض کے ضمانت ہے قرض کی مدت ٹھیرا کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمناً متاخر ہوجائیگا اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہہ پانچوین صورت عدم جواز تاجیل
قرض سے مستثنے ہوئی اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یعنے اگر زید نے مثلاً سو درم خالد سے قرض لئے اور چاہا کہ ادائی قرض کی کچھہ مدت مقرر ہوجاے تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ
زید محمود کو ضامن دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینہ کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمناً زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک
درصورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے فی الحال مطالبہ ہے تو شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم وفی
الاشباہ حیلۃ تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلا علیہما ویقر
الطالب بان المیت لم یترک شیئا والا لاخذ الوارث بالبیع للدین وھذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ

اشباہ کے باب الحیل میں تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کر کے اور طالب دین اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اُسکے کفیل پر دین مؤجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت نے کچھہ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اوسکے بعد الّذی کا ادای دین کیواسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہی کہ جب دین مؤجل فی الحال واجب الادا ہوجاتا ہی مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین مؤجل ہوجاتا ہی اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہی علاء۔ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہے تو اس تکلف کی کچھہ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کرے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیٔ اٰخر الکتاب انہ لو حل بموتہ او اداہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وھو جواب لمتاخرین میں کہتا ہوں آخر کتاب میں آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اوسکی مدت کے آنیکے ادا کر دیا تو اوسکے واسطے منافع تجارت سے کچھہ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب متاخرین فقہا کا یعنے جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہی مدیون اور داین کی بیچ میں اُسمیں سے مدیون کچھہ نفع نہ دیگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ۔

فصل فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ھو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اوسکا تقاضا کرے ہم چیز عام ہی قیمی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہی بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعًا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھو اخصر من قولہ اور شرع میں قرض وہ ہی جسکو تو دے منجملہ مثلیات کے تا اوسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آیندہ سے ہم طحطاوی نے کہا لیکن یہہ تعریف ودیعت پر بھی صادق آتی ہے جسمین عین شی کا تقاضا ہوتا ہی چنانچہ ودیعت عقد مخصوص یرد بلفظ القرض ونحوہ علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لآخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا شخص لینا مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اوسکے چنانچہ یون کہنا کہ مجکو اتنے درم دیتا مین تجکو مثل اوسکی پھیر دون دفع مال بمنزلہ جنس کے ہی اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کی قید سے مانند ودیعت اور ہبہ نکل گئے ہم ودیعت کی مانند عاریت ہی کیونکہ ودیعت اور عاریت مین رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کی مانند صدقہ ہی کہ دونون مین نہ رد مثل ہی نہ رد عین ہی وصح القرض فی مثلی ھو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہی قرض مال مثلی مین مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کرڈالنے سے اُسکے مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ انڈہ اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ مین قرض صحیح نہین کذا فی العالمگیریۃ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکسان ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہین مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون مین چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہونے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات مین رد مثل نہین ہو سکتا لہذا قرض و [illegible] ہو اقول عالمگیری [illegible] متفاوت چیز مین قرض صحیح نہین چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول مین لیکن حنا اور وسمہ اور اسی مین [illegible] استقراض بطریق کیا ہے کچھہ مضایقہ نہین واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہی وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اوس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اوسکا بیچ ڈالنا حرام نہین بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے گیہون کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع ہو اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی [illegible] اجازت نہین اگرچہ متعاقدین راضی ہوجاوین کذا فی الطحطاوی وفیہ استقراض الدراہم والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیٔ تو صحیح ہی قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اوس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہی یا اوسکا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ متقارب ہو اس [illegible] صحیح ہی قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کر کے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربوا مین آویگا ہم طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے قرض [illegible] فقہا نے عمدگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہین کہا استقرض من الفلوس الرائجۃ والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا کل ما یکال ویوزن لما مر انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ ورخصہ ذکرہ فی المبسوط من غیر خلاف وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام

وعند الثانی علیہ قیمتہا یوم القبض وعند الثالث قیمتہا فی آخر یوم رواجہا وعلیہ الفتوی ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لئے پھر انکا رواج
جاتا رہا تو اوسپر مانند اوسکے غیر مروج فلوس لازم الادا ہین اور وہ شخص اونکی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسیطرح ہر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے ہواسطے کہ
مذکور ہوچکا کہ قرض مین ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہین اوسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط مین اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ مین وجوب مثل کو امام اعظم کا
قول ٹھیرایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اوسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم
گرانی اور ارزانی کا اوسوقت اعتبار نہین جبکہ قرض لینا اور ادا کرنا ایک ہی شہر مین ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا خانیہ مین ہے کہ ظاہرا عدالی جمع ہے عدلی کی اور
بحر الرائق کے باب الصرف مین بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہین جو عدال کیطرف منسوب ہین شاید عدال بادشاہ کا
نام ہو جسکے طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی العینی قال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بمکۃ فعلیہ قیمتہ
بالعراق یوم اقرضہ عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ صح بزازیہ نے کہا اور اسیطرح
مسئلہ فلوس کے مانند ائمہ ثلثہ مین خلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیہون یا مطلق اناج قرض لیا عراق مین مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شریفہ مین تو اوسپر
قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق مین تہی اوسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور
صاحب قرض پر لازم نہین کہ مستقرض کے ساتہہ پھر جا عراق کیطرف اور وہان اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ مین قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہین کیا سو اگر
دونون شہر مین اونکی ایک ہی قیمت ہو تو قیمت عراق کا کچہہ اعتبار ضرور نہین اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام
ببلد الطعام فیہ رخیص فلقیہ المقرض فی بلد الطعام فیہ غال فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب ویومر المطلوب بان
یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد الذی اخذ منہ اور اگر اناج قرض لیا اوس شہر مین جسمین اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اوس
شہر مین قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمین اناج گران ہے اور طالب نے اپنے حق کا اوس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہین اور مطلوب کو حکم
ہوگا کہ اعتماد کرلے ضامن دیکر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اوس شہر جسمین اوس سے قرض لیا تہا استقرض شیئا من الفواکہ کیلا او وزنا فلم یقبضہ
حتی انقطع فانہ یجبر صاحب القرض علی تاخیرہ الی مجیئ الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمۃ لعدم وجودہ بخلاف الفلوس اذا کسدت وتمامہ
فی صرف الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپکر پیمانہ سے یا تولکر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا نکیا یہانتک کہ میوہ منقطع ہوگیا یعنی اوسکی فصل جاتی رہی تو صاحب
قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونون اوسکی قیمت پر راضی ہو جاوین بسبب نہ موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے
جب کہ اونکا رواج جاتا رہے تو اونکی قیمت دینا جائز نہین کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپیدا نہین اور پورا بیان اسکا خانیہ کے باب الصرف مین ہے ویملک
المستقرض القرض بنفس القبض عندہما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فلہ رد المثل ولو قائما خلافا لہ بناء علی انعقادہ بلفظ
القرض وفیہ تصحیحان وینبغی اعتماد الانعقاد لافادتہ الملک للحال بحر اور مالک ہوجاتا ہے مستقرض قرض کا بمجرد قبضہ کرنیکے امام اور
محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک تا قیام قرض اوسکا
رد مثل جائز نہین طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنے بدون اوسکے استہلاک کے اور اسمین انعقاد اور عدم انعقاد دونون قولونکی
تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اوسکے مفید ہونیکے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنے بمجرد لفظ قرض اور قبضکے ملک عین فی الحال ثابت
ہوجاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہین فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراہم مقبوضۃ
فلو تفرقا قبل قبضہا بطل لانہ افتراق عن دین بزازیہ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے
بعوض دراہم مقبوضہ کے پہر اگر دونون شخص متفرق ہوئے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ
یہ خرید مستقرض افادہ ملک پر متفرع ہے یعنے جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اوسکے ذمہ ضمان مثل ثابت ہوگیا تو اب اوسکو اوس کا خرید کرنا بثمن نقد

جائز ہو البحرالرائق مین ہو کہ بیع الدین بالدین جائز ہی بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی واقرض
صبیا محجورا فاستهلکه الصبی لا یضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعه او اودعه ومثله المعتوه قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو
تلف کیا تو اوسپر ضمان نہین بخلاف ابو یوسف کے اور اسیطرح خلاف ہی طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھہ کوئی چیز بیع کی یا اوسکے پاس امانت رکہی اور اوسنے تلف
کر ڈالی اور صغیر کے مانند مرد بیہوش ہے ہم ابو یوسف کی نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہی فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی
ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یؤاخذ به قبل العتق خلافا للثانی وهی کالودیعة سواء خانیه اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اوس قرض کا
مواخذہ نہین اوسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم مین برابر ہین کذا فی الخانیه وفیها استقرض من آخر دراهم فاتاه المقرض
بها فقال المستقرض القها فی الماء فالقاها قال محمد لا شیء علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعة فان بالالقاء یعد قابضا
والفرق ان له اعطاء غیره فی الاول لا الثانی وعزاه لغریب الروایة اور خانیه مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اوسکے پاس دراہم لایا
مستقرض نے کہا کہ انکو پانی مین ڈالدے اور اوسنے دراہم پانی مین ڈالدیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے راس المال کا ہی بخلاف
خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈالدینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہہ ہی کہ اوسکو غیر کے دینے کا اختیار ہے
پہلی صورت مین یعنے قرض اور دین اور راس المال مین نہ دوسری صورتین یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیه یعنی قاضیخان نے اس قول کو روایت غریبہ کی طرف
نسبت کیا ہی ہم خرید سے مراد یہہ ہی کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈالدے اور ثمن منقود کا پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی وفیها القرض
لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا یبطله ولکنه یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدراهم المکسورة علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا
وکذا لو اقرضه طعاما بشرط رده فی مکان آخر وکان علیه مثل ما قبض اور خانیه مین ہے کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرط سے یعنے تعلیق بشرط کو قرض قبول
نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کی پہیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہی تو اگر ٹوٹے ہوئے دراہم قرض لئے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح
اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض
مانند مقبوض کی یعنے ٹوٹے ہوئے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہے کہ قرض مین مجلس الفا شرط نہین اور قرض کا محل تعین
ہی کذا فی الطحطاوی فان قضاه اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا بحر پہر اگر مستقرض نے نہایت کہری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے
حکم کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کہری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوسپر زبردستی نہین کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی
یعنے عدم جبر صحیح ہی جیسے ناقص تر کے قبول مین جبر نہین کذا فی العالمگیریة اور اگر دین مؤجل تہا اور اوسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اوسکے قبول مین جبر ہوگا
شارح نے اسکا حکم بیان نکیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج ہو جیسا کہ نصف
دانگ یعنی بقدر چہہ جو کے سو درم مین تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین دو قول ہین اور اگر
ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج نہین اور مدیون اسکو جانتا نہو تو اوسکو پہیر دینا چاہیئے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اوس چیز
کو تجزیہ یعنے اوسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنیکے ممکن ہو بسطرح پر کہ اونمین کوئی خفیف الوزن
درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنیکے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا اور تبیین المحارم مین ہی کہ اگر مستقرض نے زیادت
ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمة مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمة مین جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصة القرض بالشرط حرام
والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب به الی بلد کذا لیوفی دینه اور خلاصہ مین ہے کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہوا اور شرط لغو ہی اصلح کہ قرض دے اس شرط پر
کہ مستقرض اوسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تا اوسکا دین وہان دیا جاوے ہم اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہوا اور بعد اوسکے ایفاء دین دوسرے شہر مین ہو تو مکروہ
نہین کذا فی العالمگیریة اس صورت کو ہندوستان مین ہنڈوی کہتے ہین اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ مین آویگا وفی الاشباه کل قرض جر نفعا حرام فکره

المرتهن فسكنه المرتهن بأذن الراهن اور اشباه مين ہو کہ جو قرض کہ نفع کہنیچ لاوی وہ حرام ہی تو مرتہن کو گرہی مکان مین راہن کے اذن سے رہنا مکروہ ہو یعنی اسواسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضون نے کہاکہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن مین بیان کریگا امام کرخی نے کہاکہ نفع قرض کا اسوقت حرام ہی جبکہ منفعت مشروط ہوا اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ ترادا کرے تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر مقرض نے درم ہواسطے قرض دیئے تا مستقرض اوس سے متاع بیش بہائی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہی اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہو تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقراض پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہہ قرض کے سبب سے ہو اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہی یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسیطرح حکم ہو شمس الائمہ نے کہاکہ یہہ جو محمد نے کہا ہی کہ مدیون کی دعوت کا کچھہ مضائقہ نہین تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہوا اور اگر دعوت کی عادت نہو یا بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال نہین اور اگر دائن مدیون کے دراہم پاوے بشرطیکہ دین حل ہوا ور وہ دراہم عمدہ تر نہون تو اسکو لینا جائز ہی والا جائز نہین چنانچہ اگر درم قرض ہون اور اوسکے دینار پاوے تو لینا درست نہین کذا فی المحیط و المضمرات

فروع مسائل ملحقہ شارح کے استقرض عشرة دراهم وارسل عبده لاخذها فقال المقرض دفعته اليه واقر العبد به وقال دفعتها الى مولاى وانكر المولى قبض العبد العشرة فالقول له ولا شئ عليه ولا يرجع المقرض على العبد لانه اقر انه قبضها بحق یعنی قرض مانگے دس درم اور اپنے غلام کو اون کے لینے کے واسطے بہیجا اور مقرض نے کہاکہ مین نے غلام کو قرض دیا اور اوسکے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہاکہ مین نے درم اپنے مولے کو دے اور مولے نے قبض غلام کا انکار کیا یعنے دس درم غلام کے قبضے مین نہین آئے تو مولے ہی کا قول معتبر ہوگا اور اوسپر کچھہ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ بہرلیگا اسواسطے کہ غلام مقر ہی کہ اوسنے دراہم پر واجبی قبضہ کیا انتہے کذا فی البحر هم اسکی وجہ یہہ ہی کہ غلام نے بواسطے استقراض مولے کے دراہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولے قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادای قرض اوس پر لازم ہوگا کذا فی المحیط وعن الثانيه عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروه بالدفع لاحدهم فدفع ليس له ان يطلب منه الا حصته قلت ومفاده صحة التوكيل بقبض القرض لا بالاستقراض قنيه بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اوسکو امر کیا اپنے گروہ مین سے ایک مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہین کرسکتا اوس شخص سے مگر بقدر اوسکے حصے کے مین کہتا ہون اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ هم فتاوی عالمگیری مین کہا خلاصہ سے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہین اور استقراض کی پیام رسانی آمر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح پر کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے تو قرض آمر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنے قرض کو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اسطرح پر کہ مجھکو قرض دے فلانے شخص مرسل کیواسطے تو وکیل اپنی ذات کیواسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لئے وہ اوسیکے مملوک ہون گے اوسکو اختیار ہی چاہے موکل کو ندے کذا فی المحیط وفيها استقراض العجين وزنا يجوز وينبغي جوازه في الخبز بلا وزن سئل عليه الصلوة والسلام من خميرة يتعاطاها الجيران ايكون ربوا فقال ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح اور قنیہ مین ہے کہ قرض لینا گوندہی آٹے کا تول کر جائز ہی اور لائق ہی جائز ہونا قرض کا خمیرہ مین بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سؤال ہوا اوس خمیر کا جسکو پڑوسی ایکدوسرے کو دیا لیا کرتے ہین کہ کیا یہہ بیاج ہی تو فرمایا کہ جسکو مسلمین اچھا جانین وہ خدا تعالے کے نزدیک خوب ہی اور جسکو مسلمان برا جانین وہ خدا کے نزدیک برا ہی هم مختار الفتاوی مین ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہی بحر الرائق مین ہے کہ وزن کی قید سے اشکل نکل گئی تو اشکل سے قرض بلا وزن جائز نہین اور حدیث ما راه المسلمون کی مسند احمد مین ابن مسعود سے مروی ہی اور یہہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہی نہ رسول کریم علیہ الصلوة والسلام کا کذا فی المحیط وعن المقاصد الحسنه وفيها شراء الشئ اليسير بثمن غال لحاجة القرض يجوز ويكره واقره المصنف اور قنیہ مین ہو کہ کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہی اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت کیا ہی هم اسکی گفتگو عنقریب گذر چکی قلت وفي معروضات المفتي ابى السعود لو ادان زيد العشرة باثني عشر او بثلاثة عشر بطريق المعاملة في

زمانِنا بعدَ ان ورد الامرُ السلطاني وفتوى شيخ الاسلام بان لا تعطى العشرة باَزيدَ من عشرةٍ ونصفٍ ونبّه على ذلك فلم يمتثل ماذا يلزمه فاجاب يعزّر ويحبس الى ان تظهر توبته وصلاحه فيطلق مین کہتا ہون اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین یہہ سوال ہو کہ اگر زید نے درم کو بارہ یا تیرہ درم پر قرضدی ہمارے زمانے مین بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہو اس پر کہ دس درم ساڑہے دس سے زائد پر ندیجاوین یعنی زیدکو تنبیہ کر دیگئی اور اوسنے نمانا کیا سزا اوس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جوابدیا کہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہان تک کہ اوسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اوسکی خلاصی ہو اور معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالۃ مین آویگا صورت اوسکی یہہ ہو کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اوسنے یہہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درم ہے وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اوسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم وفی هذه الصورة هل يرد ما اخذه من الربح لصاحبه فاجاب ان حصله منه بالتراضي ورد الامر بعدم الرجوع لكن يظهر ان المناسب الامر بالرجوع واقبح من ذلك السلم حتى ان بعض القرى قد خربت بهذا الخصوص انتهى اور اسی صورت مذکورہ مین سوال ہو کہ کیا صاحب دین پھیر دے جو اوسنے نفع لیا ہو مدیون سے تو مفتی ممدوح نے جوابدیا کہ اگر اوسکو نفع اوس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہرا پھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے بتر سلم ہی یہان تک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہو گئی انتہے جواب المفتی المرحوم هم یہان سلم سے ایک قسم خاص مراد ہی یعنے دراہم قلیلہ دے اور بہت سے گیہون یا گہی وغیرہ ٹہرالے بطرحیکہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہہ باب ہی ربوا یعنے سود اور بیاج کے احکام مین هم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادت ہو مگر یہہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعے قال اللہ تعالی يا ايها الذين آمنوا لا تاكلوا الربوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ ای ایمان والو بیاج نکہاؤ اس آیت مین ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین ہوا ور کلام ربوا الفضل زیادت کو بہی کہتے ہین تسمیہ مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیعکو اور حرام کیا ربوا کو یعنے اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہی ویسے ہی قرض مین بہی حرام ہے تو یہہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہے نہ قرض مین سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کہانے والے اور کہلانیوالے پر ابو داؤد اور ترمذی مین اتنی روایت زیادہ ہی کہ سود کے دونو گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نرہیگا مگر سود کہائیگا اور اگر سود نکہائیگا تو اوسکو اوسکی بہاپ لگیگی اور ایک روایت یون ہی کہ اوسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر ہو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنے خواہ کیل یا وزن مین زیادت ہو یا سوا اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع الفاسدۃ فکلها من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیہ وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہی زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنے تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہو گئین اسواسطے کہ تمام بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہین تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اوسکا رد ضمان اسواسطے کہ ربوا مین عوض مملوک ہو جاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر هم نسیئہ کی یہہ صورت ہی کہ درم کو درم سے بیچی سو ایکدرم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہوا ایکدن یا دو دنکا تو اگرچہ یہان حقیقی زیادتی نہین لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہین چنانچہ بیع باشرط مین خالی عن عوض خرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسه ربوا وہ زیادتی ہی جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اوسکے مخالف جنس سے نکل گیا هم باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بہر گیہون اور پیمانہ بہر جو اور دو چند گیہون اور جو سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہو گئے تو یہہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹہیری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وهو الكيل والوزن فليس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین هم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلا دس گز ثوب ہروی کو پانچ گز ثوب ہروی سے دست بدست بیچنا ربوا نہین کیونکہ مقدار شرعی سے نفی ہی اور

اسی طرح ایک انڈے کو دو انڈون سے دست بدست بیچا ربوا نہین مشرو کذا لک الفضل لاحد المتعاقدين اى بائع او مشتر فلو شرط لغيرهما فليس بربوا بل بيعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کیواسطے تو اگر ان دونون کے سوا اجنبی کیواسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہین بلکہ بیع فاسد ہی ہم ربوا نہین یعنے مصطلح ربوا نہین والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ یہہ مشعر ہے اسکا کہ ثبوت ربا شرط فضل پر موقوف ہی حالانکہ ایسا نہین ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور راہن اور مرتہن بہی بائع اور مشتری کے برابر ہین آہین تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمر یہہ سب حرام ربوا ہی چنانچہ جواہر اور منتف مین مصرح ہی انتہی کذا فی الطحطاوی فی المعاوضة فليس الفضل فی الهبة بربوا فلو شرى عشرة دراهم فضة بعشرة دراهم وزادة دانقا ان وهبه منه انعدم الربوا ولم تفسد الشراء وهذا ان ضرها الكسر لانها هبة مشاع لا يقسم كما فی المنح عن الذخيرة عن محمد ربوا وہ ہے جسمین فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ مین ربوا نہین اگر خریدے کسی نے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایکدانگ یعنی چہہ جو کی برابر چاندی ثمن مین زیادہ دے اگر یہہ زیادتی بائع کو ہبہ کر دی مشتری نے تو ربا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہوئی یعنے اسواسطے کہ یہہ فضل فی الہبہ ہے نہ فضل فی المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ربوا نہین اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور یہہ یعنے صحت ہبہ اسوقت ہی جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اسواسطے کہ یہہ ہبہ اوس شئی کا ہی جو قسمت پذیر نہین کذا فی المنح عن الذخيرة عن محمد وفی صرف المجمع ان صحة الزيادة والحط قول الامام وان محمدا اجاز الحط وجعله هبة مبتدأة كحط كل الثمن وابطل الزيادة قال ابن الملك والفرق بينهما خفی عندی اور مجمع کے باب الصرف مین ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز کہا ہی اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہی تمام ثمن کے کم کرنیکی مانند اور زیادہ کرنیکو باطل کہا ہی ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنیکے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہہ مسئلہ مستقلہ ہی موضوع اوسکا یہہ ہی متعاقدین نے عوضین متساوین پر عقد کیا پہر ایک احد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اون دو درمون کے مسئلے کی مانند ہی جسمین ایک سے کا وزن زیادہ ہی قال وفی الخلاصة لو باع درهما بدرهم واحدهما اكثر وزنا فحلله زيادته جاز لانه هبة مشاع لا يقسم ولو باع قطعة لحم بلحم اكثر وزنا فوهبه الفضل لم يجز لانه هبة مشاع يقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایکدرم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پہر زیادہ کو اوسنے حلال کر دیا یعنے بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہی اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اوسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہین کیونکہ یہہ ہبہ ہے مشاع قسمت پذیر کا قلت وما قدمنا عن الذخيرة عن محمد صريح فی عدم الفرق بينهما وعليه فالكل من الزيادة والحط والعقد صحيح عند محمد وكذا عند الامام سوى العقد فيفسد لعدم التساوی فليحفظ فانی لم ار من نبه على هذا مین کہتا ہون کہ جو ہمنے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہی عدم فرق مین درمیان زیادہ کرنے اور کم کرنیکے اور بموجب اوسکے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچہہ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوای عقد کے کہ وہ فاسد ہی بواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکہنا چاہئے مین نے وہ شخص نہین دیکہا جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہی جبکہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو احد العوضین مین یعنے بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جب کہ عقد متساوین پر ہوئی ہو پہر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کر دیا ہو تو اول مین ہبہ کی تفصیل جاری ہی اور ثانی مین زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلته اى علة تحريم الزيادة القدر المعهود بكيل او وزن مع الجنس اور علت اوسکی یعنے تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہی جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتہہ جنس کے ہم اصطلاح فقہ مین علت وہ ہی جسکے طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بہی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوای کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہ ہی کذا فی الطحطاوی جنس عبارت ہی مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہی اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل

اسباب ہین وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین سوای بخاری کے عبادہ بن الصامت سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید فمن زاد او استزاد فقد اربی کذا فی النہر والفتح یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہون گیہون سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب کہ یہہ اجناس مختلف ہون تو بیچو تم جا ہو جسطرح بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم مین اتنی زیادہ ہی کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور مین تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہین اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرماکر قاعدہ کلیہ کیطرف اشارہ فرمایا ہو اسواسطے کہ سونا چاندی موزون ہین اور گیہون اور جو اور کھجور اور نمک کیلی ہین تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیزین مماثلت واجب ہی اور پوری مماثلت دو چیزون مین دو اعتبار سے ہوتی ہی باعتبار صورت کے اور باعتبار معنے کے تو کیل اور وزن سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہی اور تحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور منجملہ تتمیم تماثل مساوات ہی تقابض البدلین مین کیونکہ حال کو مؤخر پر مزیت ہے مثل مشہور ہے النقد خیر من النسیئۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن مع اتحاد جنسیت کے ساتھ ہے فان وجدا حرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد ای التاخیر فلم یجز بیع قفیز بر بقفیز منہ متساویاً واحدہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونون ساتھ پائے جائین تو فضل یعنے زیادت اور تاخیر دونون حرام ہین اور جائز نہین قفیز بھر گیہون کی بیع قفیز بھر گیہون سے برابر اور حالانکہ ایک عوض مین تاخیر ہو ہم نساء بالمد وفتح نون عبارت ہی تاخیر سے اور اسیطرح اگر دونون عوض نسیہ ہون تو بھی حرمت ثابت ہی شارح نے فضل پر تفریع نکی بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے اور اگر فضل اور تاخیر دونون مجتمع ہون تو حرمت فضل کی سبب ہو گی کذا فی البحر وان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلا کہروی بمروبین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونون منعدم ہون تو زیادتی اور تاخیر دونون حلال ہین چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہ علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے ابن ملک سے نقل کیا کہ عدما بکسر دال علم یعلم کے باب سے ہم کپڑی مین نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے ہی پھر جب علت تحریم کے دونون جزء نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخون میزان الطب سے بیچنا یا گاڑہی کے ایک تہان کو دو ہو تڑکے دو چار تہانون سے بدلنا حلال ہی اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ وان وجد احدہما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبداً بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونون چیزون مین سے ایک چیز پائی جائے یعنے فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کرکے تو بیع جائز نہو گی بسبب پائے جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقے علت تہا تو ایک امر کے ہونے سے شبہہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہہ علت سے شبہہ فضل یعنے تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہی اور حقیقت مین فضل نہین تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہون دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہان فقط قدر ہی اسواسطے کہ دونون کیلی ہین مگر جنس متحد نہین لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہون اور گیہون کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونیکی یہہ مثال ہی کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے یا تخت کی تخت سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہین اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد مین روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرو اور مؤطا مین ہے کہ علی مرتضے نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہین اوسکا جواب یہہ ہی کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیہ یعنی بمدت ٹہیراکر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جزء یعنے اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہی اور اس حدیث سے اگلی دونو حدیثین متعارض نہین ہوسکتین کیونکہ وہ مبیح ہین اور یہہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یون ہوسکتا ہی کہ اجازت قبل تحریم ہوا کیگی واللہ تعالے اعلم واستثنی فی البحر والدرر السلام منقود فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور استثنا کیا ہی مجمع اور درر مین

نقود کی سلم کا جائز ہونا موزونون مین تا اکثر ابواب سلم کے بند نہوجاوین ہم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ حدیث مشہور مین وارد ہی کہ درصورت اختلاف
جنس فضل جائز ہی اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہو کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو رأس المال قرار دینا موزونات مین جیسے زعفران اور روئی وغیرہ مین جائز
نہو حالانکہ یہہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہہ ہی کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات مین بالاجماع مستثنی ہی تا اسلم کے اکثر ابواب بند نہوجاوین اور ہدایہ مین اسکے
جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تو تولون اور ماشون سے ہوتا ہی اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیرون سے پس جب طریقہ وزن کا مختلف
ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہوگئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی بیان ثابت ہی اختلاف معنوی یہہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہین اور زعفران
اور غیر مثمن متعین اور حکمی اختلاف یہہ ہے کہ نقود مین تصرف قبل قبضہ کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہوئی و
نقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لایحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقال ترقی
السلم ان حرمۃ النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہی گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون مین مین
کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہین بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم مین گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق
سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال یہہ ہے کہ قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنے ہمارے مذہب مین گیہون کا سلم زیتون مین
منصوص ہے اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ دونون مختلف القدر ہین کیونکہ گیہون کیلی ہین اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہین کیونکہ
اوسنے اسلام مکیل کا موزون مین فرض کیا ہی اور حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہین تو جواز ہم تم کا دونون مین یا مکیل کا مکیل مین کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہوگیا
زیادہ اس سے کچھہ تنقیح کی حاجت نرہی اور جب سلم مین یہہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھہ تنقیح باقی نرہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل
الاول بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہی پہر اصل اول یعنے درصورت
وجود قدر اور جنس مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہمجنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑہاکر اگرچہ کیلی اور وزنی
کہانیکی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بہی حرام ہی لیکن
مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیہ لازم ہے بلا عکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہی بلا عکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف
باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطہ الکمال پہر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہی اسم خاص کے اختلاف اور مقصود کے اختلاف
سے چنانچہ مشرح کیا ہی اسکو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح القدیر مین ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے متحقق ہی تو گیہون اور جو دو جنس ہین اور ثوب
ہروی اور مروی دو جنس ہین بناوٹ کے اختلاف کے سبب اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہی اور تمر یعنی کہجور کا پہل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور
رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہین اور اسیطرح صوف اور بالون کا سوت اور گای اور بہیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبہ کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ
ہین اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنس ہین اور آٹا جنکی اصول مختلف ہین وہ اجناس مختلفہ ہین انتہی ملخصا اور لحوم ابل جنس واحد ہین اور ابو یوسف سے مروی ہی
کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی البعض سے زیادہ کرکے درست ہی اگرچہ طیر نوع واحد ہوا سواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہوکر بیع نہین ہوتا عادۃ مین کذا فی النہر وحل
ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑہاکر وبلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر المعیار بالذرۃ وبما دون نصف
صاع کحفنۃ وتفاحۃ بحفنتین وثلث وخمس ما لم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے تقدیر اور نصف صاع
سے کمتر کا کوئی معیار مقرر نہین فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بہر کی دو لپ اور تین اور پانچ سے جبتک کہ نصف صاع کو نپہنچے ہم معیار عبارت ہی پیمانہ سے یعنی وہ آلہ جس سے
مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہوجاوے نہر الفائق مین ہے کہ لپ و دولپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہین جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع
واجبات مالیہ مین چنانچہ کفارات اور صدقۂ فطر مین نصف صاع سے کمتر تقدیر نہین فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسے
ربع اور ثمن قدح مصر مین رائج ہی تو اوسکا تفاضل معتبر نہین یہہ اوس صورت مین ہے کہ جب احد البدلین نصف صاع کو نپہنچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز

نہین فتح القدیر مین کہا کہ قول صحیح یہی ہے کہ لپ دو لپ مین بھی ربوا ثابت ہے انتہی وتفاحۃ بتفاحتین وحفنۃ بحفنتین او اکثر باعیانہا فلو اخرج لکان اولی لما فی
النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب اور ایک بہیر کی دو بہیر سے یا زیادہ سے بشرطیکہ
دونون بدل متعین ہون شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالون کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق مین ہے کہ تعیین سب مین
قید ہے تو اگر دونون عوض غیر معین ہون یا ایک غیر معین ہو تو بیع جائز نہین باتفاق شیخین اور محمد کے وتمرۃ بتمرتین وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف
بسیفین ودواۃ بدواتین واناء باناءین ما لم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل فیہ اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے
کی دو انڈون سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن سے
بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح والبر وبالابرتین وذرۃ من ذہب وفضۃ مما لا یدخل
تحت الوزن بمثلیہا فجاز الفضل لفقد العلۃ وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحفنۃ بر بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ وحرم
الکل محمد وصحح کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہین دونون کے مماثل جنس سے
یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرہ سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلۂ سابقہ مین بسبب نہونے معیار کے یعنے اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہین اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے
جانے جنس کے یعنے چونکہ بدلین متحد الجنس ہین لہذا تاخیر حرام ہے یہان تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بہر گیہون کی بیع جو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا
خواہ فضل ہو یا نہو بسبب عدم ہر دو علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سب کو یعنی امثلۂ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے
فتح القدیر مین نقل کیا ہے ہم فتح القدیر مین یون ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہین ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹہیری تو واجب ہے کہ بیع ایک سیب
کی دو سیب اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکائیل (پیمانے) بنصف صاع سے کمتر ہون چنانچہ ہمارے دیار مصر مین ہین تو کچھ بھی شک نہین اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف
صاع اسکی مستلزم نہین کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجیے اور مجکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ اونکے نزدیک
مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر مین حرام ہے وہ اوسکے قلیل مین بھی حرام ہے انتہی ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر
وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا
ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہون اور جو اور
کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح ہے تا قیامت کا ہے متغیر نہوگا تو صحیح نہین بیع گیہون کی گیہون سے تولکر کیونکہ
وہ کیلی ہے چنانچہ اگر سونا بیچے سونے سے یا چاندی چاندی سے کیل کرکے تو صحیح نہین کیونکہ وہ وزنی ہین اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع
قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنے سے ہم نص اسواسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج کا ہے باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے مین متعارف ہے کہ شمع و
چراغ قبرستان مین لیجاتے ہین عید کی راتون مین اور نص شارع بعد از ثبوت باطل پر نہین ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی
فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کی کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہین تو وہ رواج پر محمول ہے یعنے اگر رواج ہے اوسکے کیل کا تو
وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر
طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہون
وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع مین وارد ہوا ہے تو اسوجہ سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے مین اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تہین پھر جب رواج
بدل جائے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول
پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گنکر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے مین اوسکی ہمجنس سے تولکر یعنے دراہم عددی ہین اور آٹا کیلی تو جواز استقراض
دراہم اور آٹے کی بیع اوسکی مثل سے تولکر جائز نہین مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہو سکتی ہے کہ بعتبار عادت کے دراہم کے وزن مین اختلاف

نہین ہوتا فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ استقراض دراہم گن کر وارد ہی اور غیاثیہ مین ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دقیق تولکر جائز ہو اگر لوگون مین رواج ہو اور اسی پر فتوی ہے تو اب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نرہی کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر وافقہ المصنف اور کافی مین وارد ہی کہ لوگون کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان مین گیہون کا بدلنا گیہون سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہان رائج نہین وزن ہی مروج ہو واللہ تعالی اعلم

والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضۃ بلا شرط تقابض حتی لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف مین اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر مین بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہون گیہون کے بدلے معین کرکے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبضکے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام مین ولو احدہما دینا فان ہو الثمن وقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اوس پر قبضہ کرلے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے ہم مثلا گیہون کو گیہون سے بیچا اور ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہے یعنے مدخول با ہو جائزہ ہی اسطرح کہ بعت منک ہذا القفیز من الحنطۃ بقفیز حنطۃ اور جو مدخول با ہو جائزہ نہین وہ مبیع ہی قبض اسواسطے شرط جواز ہوا کہ دین متعین نہین ہوتا مگر قبض سے والا لا لبیعہ ما لیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہین کیونکہ یہ بیع اوس چیز کی ہو جو اوسکے پاس نہین کذا فی السراج وجیدہ مال الربوا الا فی حق العباد وردیہ سواء اور ربوا کا کہرا مال اور کہوٹا برابر ہے اور حقوق عباد مین کہرا اور کہوٹا کے برابر نہین ہم ربوا مین کہرا کہوٹا اسواسطے برابر ٹہیرا کہ اگر جودت اور رداوت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے کہ مثلا گیہون دوسرے گیہون کی مثل نہین ہوسکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف مین تفاوت شمار نہین کرتے اور اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جیدہا وردیہا سواء کذا فی الطحطاوی پہر جب کہرا مال اور کہوٹا برابر ٹہیرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کرکے جائز نہین مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد مین جودت رداوت کے برابر نہین تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اوسکی برابر مقدار اور جودت مین زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اوسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت لعقبۃ بیع ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض وفی القلب لرہن اھ کذا فی الاشباہ مگر چار مسائل مین مال ربوا کی جودت اور رداوت برابر نہین وقف اور یتیم اور مریض کے مال مین اور گروی کے کنگن مین جب کہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ ہم مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہی بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے ایک قفیز جید گیہون ردی گیہون کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہین اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیچے تو تہائی ثلث مال مین نافذ ہوگا یعنی برعایت حق ورثہ اور اگر گروی کا کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر جنس کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی

باع فلوسا بمثلہا او بدراہم او دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کسی نے فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی مین ہے کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہی کہ بیع الفلوس بالفلوس مین اور بیع الفلوس بالنقدین مین تقابض شرط نہین چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اسمین مختلف ہی انتہی اور بیع الفلس بالفلسین مین اشتراط التعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع لحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین اما نسیئۃ فلا جیسے جائز ہی بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کی جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جسطرح سے کچھ ہو برابر یا کم و بیش بشرط التعیین کے اور بطریق نسیہ تو جائز نہین ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہی کہ اتحاد جنس مین تاخیر حرام ہی اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت بکری سے بیچے تو اگر نسیہ گوشت ہی تو بیع سلم ہی حیوان مین اور اگر اوسکا عکس ہو تو یہ سلم ہی گوشت مین حالانکہ حیوان اور لحم دونون مین سلم جائز نہین وشرط محمد زیادۃ المجانس اور محمد نے شرط کیا ہی زیادہ ہونا ہم جنس کا ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہی تاکہ کچھ گوشت جانور کے گوشت کی مقابل ہو اور کچھ گوشت اوسکے جگر اور طحال وغیرہ کی مقابل ہو والا ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی ولو باع مذبوحۃ بحیۃ او بمذبوحۃ جاز اتفاقا وکذا لو مسلوخۃ ان تساویا وزنا ابن ملک واراد بالمسلوخۃ المفصولۃ عن السقط کالکرش والامعاء بحر اور اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو باتفاق

شیخین اور محمد کے جائز ہے اور اسیطرح کہال اور ہیڑی دو جانوروں کی باتفاق بیع جائز ہے اگر دونون وزن مین برابر ہون کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے مسلوخ سے اوس جانور کا ارادہ کیا جو او جہڑی اور انتڑیون وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین ضمیر ارادہ طحاوی کیطرف راجع ہے شارح کو مناسب تہا کہ اوسکا کلام ذکر کرتا تا ... اور ... ہوجاتا ... بنا ... ثبت کا نام منطبق نہین ہوتا چنانچہ کہال اور اوجہڑی اور انتڑیان اور تلی وکما جاز بیع کرباس بقطن وغزل مطلقاً لتیف ما کان لاختلافہما جنساً اور جیسے جائز ہے بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جسطرحسے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونون کے جنس کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بعد نقض کے سوت اور روئی نہین ہوجاتا کذا فی البحر کبیع قطن بغزل القطن فی قول محمد وہو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئیکے سوت سے جائز ہے مطلقاً محمد کے قول مین اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی وفی القنیۃ لاباس بغزل قطن بثیاب قطن یدا بید الا غلیسا بموزونین ولا جنسین وکذلک غزل کل جنس بثیابہ اذا لم یتوزن اور قنیہ مین ہے کہ کچہہ مضائقہ نہین روئیکے سوت کی بیع مین روئیکے کپڑون سے دست بدست اسواسطے کہ دونون موزون نہین جو زیادتی جائز نہو اور دونون مختلف جنس نہین کہ دست بدست شرط نہو اور اسیطرح مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع ہر جنسکے سوت کی اوسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہوتا ہو ہم مسئلہ قنیہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بطریق نسیئہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہے کہ تفاضل جائز ہو نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب او بتمر متماثلاً کیلاً لا وزناً خلافاً للعینی فی الحال لا المآل خلافاً لہما فلو باع مجازفۃ او متساویۃ وزناً لم یجز اتفاقاً ابن ملک اور چنانچہ جائز ہے بیع تر کہجور کی تر کہجور سے اور خشک کہجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار مین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہین ہے جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین کذا مر ابن ملک ... صاحبین ... اونکے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہین کہ رطب کم ہوجاتا ہے خشک ہوکر انجام کار مین اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور زیادتی حال کا کم ہوجانا مساوات فی الحال کا مانع نہین لشبہ طبیکہ موجب اوسکا امر خلقی ہو تساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین ... ساوات معلوم نہین ہوتی اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بہاری ہوتی ہے ترازو مین اور پیمانہ مین ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب کہ بغداد مین وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہین امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہین کہ رطب تمر ہے یا نہین اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہین ہے تو بہی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پہر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ مین زید بن عیاش سے سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہوجاتا ہے خشک ہوکر لوگون نے کہا ہان تو آپ نے ہمکو منع فرمایا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین بعضون نے یون جواب دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیئہ مراد ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلاً کذلک اور چنانچہ جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے خشک انگور سے برابر برابر اسیطرح فی الحال نے المآل وکذا کل ثمرۃ تجف کتین ورمان یباع رطبہا برطبہا وبیابسہا اور اسیطرح ہر پہل کہ خشک ہوجاتا ہو جیسے انجیر اور انار اوسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطباً او مبلولاً بمثلہ وبالیابس جیسے جائز ہے بیع تر یا بہگوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع تمر او زبیب منقوع بمثلہ او بالیابس منہما خلافاً لمحمد زیلعی اور اسیطرح جائز ہے بیع بہگوئی خشک کہجور یا انگور کی اوسکی مانند سے یا دونون کی خشک سے بخلاف محمد کذا فی الزیلعی کہ اونکے نزدیک حنطہ یابسہ کی بیع مبلولہ سے جائز نہین ہے ... والاجماع سے کذا فی الطحطاوی عن الخلاصہ وفی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب والتمر والجیدۃ والردیئۃ فہو ساقط الاعتبار وکل تفاوت بصنع العباد کالحنطۃ بالدقیق والحنطۃ المقلیۃ بغیرہا یفسد کما سیجیئ اور

غایہ مین ہے کہ جو تفاوت پیدائشی ہے چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور عمدہ اور ناقص پس وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی اوس مین تفاضل جائز نہین اور جو تفاوت کہ آدمیون کے
فعل سے ہے چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھنی گیہون کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وکبیع اللحوم المختلفۃ بعضہا ببعض متفاضلا یدا
بید اور ایسے ہی جائز ہے بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کرکے دست بدست ہم لحوم مختلفہ مین تفاضل جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہے
بسبب اتحاد قدر کے ولبن بقر و غنم اور جائز ہے بیع گائی کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ اوس مین تفاضل
جائز نہین کہ دونون ایک ہی جنس ہین کذا فی المحیط وخل الدقل بفتحتین ردیٔ التمر وخصہ باعتبار العادۃ بخل عنب اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکہ کی
بیع انگوری سرکہ سے بڑھا کر دقل بفتح دال و قاف عبارت ہے ناقص کھجور سے اوسکو مخصوص ذکر کیا باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکہ کا یہی حکم ہے لیکن عادۃً خلق
یسر ہی کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہین لہذا فقط اوسیکو ذکر کیا وشحم البطن بالالیۃ بالفتح ما یسمیہ العوام لیۃ او اللحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبہ کی چکتی
یا گوشت سے اگرچہ دنبہ کا گوشت ہو کذا فی المحیط والیہ بفتح الف وہ ہے جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہین والخبز ولو من بر او دقیق و نوصنہ اور جائز ہے روٹی کی
بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو تو بھی یا دی جائز ہے اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہوگئی کیلی نرہی بخلاف گیہون
اور آٹے کے کہ وہ دونون کیلی ہین تو قدر اور جنس دونون مفقود ہین یہانتک کہ بیع بطریق نسیۂ بھی جائز ہے کذا فی المحیط عن البحر و زیت مطبوخ بغیر مطبوخ
ودہن مربی بالبنفسج بغیر المربی منہ متفاضلا او وزنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن
عادۃ حتی لو وزن لم یجز زیلعی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تولکر جسطرح ہو بسبب مختلف ہونے اونکی
اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیعین تفاضل سے اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہین اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہین مگر چڑیون کے گوشت مین
باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہی کیونکہ اونکا گوشت موزون نہین رواج مین اگر اوسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہین کذا فی الزیلعی وفی الفتح لعلہ کان
ولا وزنی فی عادۃ مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا والحاصل ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفۃ
فلیحفظ اور فتح القدیر مین ہے کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت مین اور نہر الفائق مین ہے کہ شاید وزنی ہونا اوسکے زمانے مین ہوگا ہمارے زمانے مین تو
(یعنی صاحب فتح ۱۲)
مصر مین وزنی نہین اور خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم اختلاف اصل چنانچہ گائی کا
گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبہ کی چکتی مین اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخیر ای و
الخبز نسیئۃ بہ یفتی درر ای اذا اتی بشرائط السلم لحاجۃ الناس والاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس ما سمی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روٹی
کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم مین تاخیر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر یعنے تاخیر اوسوقت جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری بجا لاوے فتوی ہوا ہے
بسبب حاجت آدمیون کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم مین ہے اسواسطے کہ کمتر قبضہ واقع ہوتا ہے اسی کی جنس سے جو ٹھہرے اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوتا ہے گیہون کی روٹی مین اور
مقبوض جو کی روٹی ہوتی ہے تو اسمین استبدال مسلم فیہ ہے اوسکے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہین وفی القہستانی معزیا للخزانۃ الاحسن ان یبیع
خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف بصفۃ معلومۃ ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری
الخاتم بالبر اور قہستانی مین خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہون کی سلم کرنیکا روٹی مین یہ ہے کہ مثلا انگوٹھی بیچڈالے نانبائی سے بقدر ارادہ روٹیکے اور اوس روٹیکو
جو موصوف بصفت معین ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نانبائی کے ذمے پر دین ہوجاوے اور انگوٹھی اوسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرلے یعنی اس طریق سے شرائط سلم شرط
ہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی وسیجیئ جواز استقراضہ ایضا اور قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ سلم
جائز ہے روٹی مین تولکر اور اسیطرح گنکر اور اسی پر فتوی ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ہم سلم کا جواز روٹی مین گنکر قہستانی مین مذکور نہین علاوہ اسکے
روٹی معدود منضبط نہین تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیۂ ابو سعود مین نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی مین سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے
اونکے نزدیک سلم جائز ہی بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی المحیط وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد لا الاسم عادی اور جائز ہے دودھ کا بیچنا پنیر

بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحاوی کلبیع نحو بیع البُرّ بالدقیق وسویق ہو البُر المقشر ولابیع دقیق بسویق مطلقا ونوعا وۃ لعدم مُتجوہ
فیحرم بِشبہۃ الربوٰ اخلافا لہما جائز نہین گیہو کی بیع گیہون کے آٹے یا اوسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسیطرح اگرچہ دونون برابر ہون اسواسطے کہ
برابر کردینے والا کوئی پیمانہ نہین تو بیع حرام ہو بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے
دست بدست ہم گیہون کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہین تفاضل اسواسطے جائز نہین کہ دونون جنس واحد ہین کیونکہ آٹا اور ستو گیہون کے
اجزا ہین اور تساوی اسواسطے جائز نہین کہ معیار دونون مین کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہین ہو سکتا کیونکہ گیہون پیسنے سے زیادہ ہو جاتا ہے وتُباع
الدقیق بالدقیق متساویا کیلا اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ واما المقلیۃ بغیرہا ففی
بکاہ اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کرکے بشرطیکہ دونونکو پیمانہ مین داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسی ستو کی بیع
ستو سے اور بُھنے گیہون کی بیع بُھنے گیہون سے جائز ہے اور بُھنے گیہون کی بیع غیر بُھنے سے تو نا سد ہے چنانچہ گذر گیا ہم بُھونے سے گیہون ہلکا ہو جاتا ہے لہذا اوسکی
بیع غیر بُھنے سے فاسد ہے طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے بیچے تو فکر لو اسمین دو روایتین ہین ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمہملۃ الشیرج
حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالثفل وکذا کل مالثفلہ قیمۃ کجوز بدہنہ ولبن بسمنہ وعنب
بعصیرہ فان لا قیمۃ لہ کبیع تراب ذہب بذہب فسدت بالزیادۃ لتحقق الربوا الفضل اور جائز نہین زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل
سے یہان تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اوس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے
مقابل ہو اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکی کھل اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اوسکے تیل سے اور دودھ کی اوسکے گھی سے اور انگور کی اوسکے
شیرہ سے سو اگر کھوجر کی قیمت نہو جیسے زر آلود مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب ربا دی کے بیاج کی ویستقرض الخبز وزنا وعددا
عند محمد علیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے تو لکر اور گنکر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے
کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیئۃ
جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیرۃ انہ کیف کان اور مجتبی مین ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی اور دو ادھار روٹیون سے تو جائز ہے اور برعکس اسکے یعنی نقد دو روٹیاں دیکر
ایک روٹی ادھار سے جائز نہین اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح جائز ہے یعنی نقدا اور نسیئہ ولا ربوا بین سید وعبدہ ولو مدبرا اوام ولد اور بیاج نہین درمیان
مولے اور اوسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب ہم غلام کا مال مملوک ہی مولے کا جسطرح چاہے لے یہان ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بجای حُر کے ہے
قبض اور تصرف کی راہ سے اذ المدیون دینہ مستغرق الرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقا یتحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق الاطلاق
وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق حق الغرماء غلام اور میاں کے مابین ہر وقت بیاج نہین جبکہ غلام کا دین اوسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو تو بیاج
ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنی ہر طرح بیاج نہین خواہ اوسکا دین مستغرق ہو یا نہو
اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہے تو بیاج کے سبب سے نہین بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونیسے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا تبایعا من
مالہا ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہین دو متفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جب کہ دونون نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی الزیلعی
قید مذکور شرکت عنان مین ہے اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونون صورتون مین بیاج اسواسطے ثابت نہین کہ ثمن اور بیع مین
دونون شریک ہین تو لعد العوضین کا فضل اوسکی ملک سے خارج نہین ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان
مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلثۃ اور بیاج نہین کافر حربی اور اوس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی
سے ہو بیاج نہین وہان یعنی دار الحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہے مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اوسکی رضامندی سے ہر طرح بدون غدر
بازی کے بخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے ہم علتِ ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین آوے یا اور مسلمان ہے ایک درم

عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز نہوگا آقول اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اوسوقت نہین جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج
ہو وے خواہ وہ زیادت مسلم کیطرف سے ہو یا حربی کیطرف سے اور جواب مسئلہ حلت دونون صورتون کو شامل ہے کذا فی العلاء و فتح القدیر مین ہے کہ ابو یوسف اور ائمہ
ثلثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین خواہ دار الحرب مین ربوا ہو یا دار الاسلام مین اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب
اور یہ حدیث غریب ہے مبسوط مین کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مراسیل سے ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ
قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تہی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تہا پھر جب
اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اوسوقت دار الحرب تہا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل
حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہے نہ مال مباح مین اور علماء مذہب نے درس مین التزام کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی
مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہے ملخصاً وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم
الربوا معہ خلافاً لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ھاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقاً جوھرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان
ہو گیا دار الحرب مین اور اوسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نکی اوسکا حکم حربی کی مانند ہے تو مسلم کو اوسکے ساتہ بیاج درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے
اسواسطے کہ اوسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہین اگر اوسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پہر گیا اہل حرب کیطرف تو ربوا بالاتفاق نہین کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون
مصنف کے قول سے معلوم ہو گیا حکم ان دونون شخصون کا جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کیطرف اونہون نے ہجرت نکی کیونکہ دونون حربی کی مانند ہین
حکم مین هم یہہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ درصورت اسلام و ہجرت ربوا نہین سو غلط ہے ٹہیک یہہ ہے کہ اس صورت مین بالاتفاق ربوا جائز نہین چنانچہ منح الغفار
مین ہے کذا فی العلاء اور اسیطرح نہر الفائق مین ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اوسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پہر گیا اونکی طرف تو اوسکے ساتہ بیاج جائز
نہین والحاصل ان الربوا حرام الا فی ھذہ الست مسائل اور خلاصہ یہہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چہہ مسئلون مین حرام نہین هم صواب یہ تہا کہ شارح
چہہ کی جگہہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کرکے ۱ میان کو اپنے غلام کے ساتہ ۲ دو شریک عنان ۳ دو شریک مفاوض ۴ مسلم کو حربی کے ساتہ دار الحرب مین
۵ مسلم کو اوسکے ساتہ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اوسنے ہجرت نکی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجئے تو صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی
العلاء

باب الحقوق

فی البیع اخرھا لتبعیتہا ولتبعیتہ ترتیب الجامع الصغیر یہہ باب ہے بیع کے حقوق مین مصنف اس باب کو مسائل
بیع کے پیچہے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے هم حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ مین حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور مبیع کے
واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب سے چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد
مسائل بیع کے لایا والقیاس یہہ چاہتا تہا کہ اول کتاب البیوع مین قبل خیارات کے اسکو ذکر کرتا اشتری بیتاً فوقہ آخر لا یدخل فیہ العلو مثلث العین
ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر یا لمرفق علیہ لان الشیٔ لا یستتبع مثلہ زید کی کوٹہری جسپر دوسری کوٹہری ہے تو اس خرید مین بالاخانہ
داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تا وقتیکہ تصریح نکرے بالاخانہ کی بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع
نہین ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہین اور لام بہرحال ساکن ہے هم دریافت کرنا چاہیئے کہ یہان تین چیز کا
معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چہت ہو اور شب باشی کیواسطے وہ بنا ہوا اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑہی کا ہونا
بہی شرط ہے اور حکم اوسکا یہہ ہے کہ بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا کل قلیل وکثیر اوسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کی مانند ہے
مسقف ہونے اور شب باشی مین اور شے اپنے مثل کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو
جسمین با اہل آدمی رہین اور جسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بہی ہو مگر اوسکا صحن غیر مسقف نہین اور اسمین اصطبل نہین اور دار نام ہے اوس ساحت کا جسکے گرد حدود ہون
اور وہ مکان بیوت اور اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح وکذا لا یدخل العلو بشراء منزل ہو ما لا اصطبل فیہ الا بکل حق ہو لہ او بمرافقہ

ای حقوقہ کالطریق ونحوہ وعند الثانی المرافق المنافع اشباہ اور اسیطرح بالاخانہ داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہ ہے جسمین اصطبل نہین مگر بکل حق ہو کہ یا
بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہین چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباہ ھم مرافق
جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فا مرافق عبارت ہین توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل اور کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے
تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہوجاوے اوسکی متصل چیزون سے اور جامع الفصولین مین ہے کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع
دار ہین اور ظاہر الروایۃ مین مرافق حقوق ہین کذا فی النہر اوبکل قلیل وکثیر ھو فیہ اومنہ یا بالاخانہ منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ھو فیہ اومنہ سے
یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل مین داخل ہے یا اوس سے متعلق ہے وہ مبیع ہے ھم چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار
کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہوگا بیت کی مشابہت سے ویدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا ولو الابنیۃ بتراب او بخیام اوقباب
اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید مین اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع مین داخل ہے اگرچہ مکانات دار مٹی کے ہون یا خیمے یا
خرگاہ وھذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلھا فتح وکافی سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک فتسمی
سرای فہر اور یہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی موجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف مین بالاخانہ داخل بیع ہوجاتا ہے بدون اوسکے ذکر کے سب صورتون
مین کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوای اوسکے مگر دار السلطان جسے سرای ہے کذا فی النہر ھم استثنا کرنا دار الملک کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور
یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اوسکی یہ ہے وفی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلھا سواء کان المبیع بیتا فوقہ علوا ومنزلا کذلک
الا ان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای انتہی اور چونکہ بنا احکام کی عرف پر ہے تو ہر اقلیم اور ہر زمانہ مین
وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی کما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبئر الماء والاشجار التی فی صحنھا وکذا البستان الداخل وان لم
یذکر لک جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید مین پاخانہ اور پانی کا کنوان اور وہ درخت جو گھر کے صحن مین واقع ہین اوسیطرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل
ہو اگرچہ اوسکی بیع کی تصریح نکی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منھا فیدخل تبعا ولو مثلھا او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی وعینی داخل بیع نہین ہے باغ
گھر کے باہر کا مگر اوسوقت داخل بیع ہے بطریق تبعیت کے جب کہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور گھر کی برابر ہو یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظلۃ
لا تدخل فی بیع الدار لبنائھا علی الطریق فاخذت حکمہ الا بکل حق ونحوہ مما مر وقالا ان مفتحھا فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہین
ہوتا گھر کی بیع مین اسواسطے کہ اوسکی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اوسنے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اوسکے جو مذکور ہوچکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر
چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہے تو گھر کی بیع مین داخل ہے بالاخانہ کی مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت ودار مع ذکر المرافق لانہ من مرافقھا
اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیعمین ذکر مرافق کے ساتھہ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق مین داخل ہے کذا فی الخانیہ لا یدخل الطریق والمسیل
والشرب الا بنحو کل حق ونحوہ مما مر داخل بیع نہین راہ اور پانی بہنے کی جگہہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہوچکا یعنے بذکر مرافق یا کل قلیل
وکثیر ھم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان کی ملک مین ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کیطرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ
بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اوس گھر کے دروازہ کے عرض کی برابر ہے اور طول اوسکا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی مین ہے
اور مسیل وہ مکان ہے جسمین بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاجارۃ للدار او
الارض فتدخل بلا ذکر لانھا تعقد للانتفاع ولا نفع بخلاف گھر اور زمین کے اجارہ کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ مین داخل ہونگے بلا ذکر حقوق اور مرافق
اسواسطے کہ مقصد اجارہ انتفاع کیواسطے ہے نہ سواے اسکے یعنی اجیر بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اوسمین قطع نظر انتفاع کے ملک عین بھی مقصود ہے
والرھن والوقف خلاصہ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر
بدار او صالح علیھا او اوصی بھا ولم یذکر حقوقھا ومرافقھا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اوس سے صلح کی یا اوس

اگر کسی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اوسنے گھر کے حقوق اور مرافق ذکر کئے تو راہ داخل نہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق و المرافق الا برضی صریح ہکذا فی النہر اور قسمت مین راہ داخل نہین اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہون مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ لا یقصد بہ الا الانتفاع قلت ہو جید لولا مخالفتہ للمنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ مین ہے لائق یون ہے کہ رہن بیع کی مانند ہو اسواسطے کہ مرہون سے انتفاع مقصود نہین ہوتا مین کہتا ہون کہ یہہ کلام جید ہے اگر اوسکی مخالفت منقول سے نہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہہ ہے اور داخل ہے طریق رہن اور صدقہ موقوفہ مین اجارہ کی مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہو کر نعم ینبغی ان تکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی نہر ہان لائق یون ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کی مانند ہو عدم دخول طریق مین اور وجہ اسکی مخفی نہین انتہے ما فی النہر ہم ہبہ وغیرہ مین مستحق آنے ہے اوس ملک کا جو سابق مین نہتی تو اشیاء مذکورہ تابع ہیع ہوئین تو مناسب ہے کہ اونمین بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہہ باب ہے استحقاق کے احکام مین استحقاق لغت مین عبارت ہے طلب حق سے ہم اور اصطلاح فقہ مین استحقاق عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شی کے حق اس باب کا یہہ تہا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جبکہ استحقاق حقوق سے مناسب ہوا لفظا و معنے لہذا اوسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی والاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ ونحوہا کتدبیر وکتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حریت ہونا اور مانند اسکے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہونا یعنے جب کہ یہہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہے وثانیہما ناقل لہ من شخص الی آخر کالاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان ما فی یدہ من العبد ملک لہ وبرہن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنیوالی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اوسکے قبضے مین غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل فسخ عقد کا موجب نہین بنابر ظاہر الروایۃ کی ہو اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہین ہم تو عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہوگا و الحکم بہ حکم علی ذی الید وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلا تسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہہ حکم ہے قابض پر اور اوس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہہ حکم باقی وارثون تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ اونپر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہین کرسکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اسطرح پر کہ بائعین مین سے کوئی بائع کہے کہ مین ثمن نہین پہیرتا کیونکہ مستحق کاذب ہے اسواسطے کہ مبیع میری ملک مین جنی ہے یا میرے بائع کی ملک مین بواسطہ یا بلا واسطہ کذا فی الجلبی مخلصا ولا یرجع احد من المشترین علی بائعہ ما لم یرجع علیہ ولا علی الکفیل ما لم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پہیر لے اپنے بائع سے جب تک اوس سے ثمن نہ پہیر لیا جاوے یعنے مشتری اوسط رجوع ثمن نکرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اوس سے نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پہیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہو تا دو ثمن ایک ملک مین مجتمع نہوجاوین اسواسطے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہے ہم اجتماع ثمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول مین ظاہر ہوتی ہے یعنی بائعین متوسطین مین اسواسطے کہ متوسطین مین سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر یہہ شخص متوسط ثمن پہیر لے قبل پہیر دینے کے تو اسکی ملک مین دو ثمن مجتمع ہو جاوینگے اور حالانکہ یہہ جائز نہین دونوں حاکم بشئ قلیل او ابرأ عن ثمنہ بعد الحکم لہ برجاع علیہ فلبائعہ ان یرجع علی بائعہ ایضا لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری نے صلح کرلی بائع سے کمتر چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کردیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہوگیا مشتری کو بائع سے ثمن پہیر لینے کا تو مشتری کی بائع کو اپنے بائع سے ثمن پہیر لینا جائز ہے بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابراء کردیا ثمن سے تو گویا اوسنے بائع سے لیلیا کذا فی الطحطاوی

ولو حکم للمستحق فصالح المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کیواسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کرلی کچھہ ثمن دیکر تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پہیرلے ہواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کردیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھہ تہوڑا ثمن مجہہ سے لے اور مبیع مجہکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کرسکتا والمبطل موجبہ ای یوجب فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل موجب فسخ عقود کا بالاتفاق یعنے جو عقود کہ بائعین میں جاری ہوئے ہیں اونکے فسخ ہونیمیں قاضی کے حکم کی کچہہ حاجت نہیں کذا فی الدرر فلکل واحد من الباعۃ الرجوع علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پہیرلینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اوس مشتری سے ثمن نہ پہیرلیا گیا ہو وہ جاتا ہو ایضا کذلک علی الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اذ بدل الحر لا یملک اور مشتری اسیطرح اپنے بائع کے ضامن سے بہی ثمن پہیرلے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پہیردینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے ہواسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہوچکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سواء کان بالبینۃ او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیون پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اوسکے اس قول سے کہ مین آزاد ہون بشرطیکہ اس قول سے پہلے اوس سے غلامی کا اقرار نہو گیا ہو کذا فی الاشباہ ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ مین حر اصلی ہون اور سابق مین اوسنے غلامی کا اقرار نہین کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اوسکی حریت اصلیہ کا حکم کردیا تو یہہ حکم حریت کا سبکو شامل ہوگا کذا فی الحلبی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگو پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اوسپر مسموع نہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہین ہم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاد ہے اور عتق سے وہ عتق مراد ہے جو ملک مطلق مین ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک المؤرخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون قضاء قبلہ کما بسطہ منلا خسرو ویعقوب باشا فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مورخ مین سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہین ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب باشانے مشرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکہنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہین ہم خلاصہ یہہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق مین بمنزلۂ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہے اور ملک مورخ مین عتق کا حکم ثبوت تاریخ کیوقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہین [illegible] زید نے کہا کہ یہہ میرا غلام ہے مین تیرا مالک ہون پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ مین محمود کا غلام تہا چہہ برس سے سو اوسنے مجہکو آزاد کردیا اور اوس نے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی مندفع ہوگا پہر اگر عمرو نے دعوی کیا کہ تو میرا غلام ہے مین تیرا مالک ہون سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اوسنے گواہی سے ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر عمرو کا غلام ٹہہریگا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک اخر ووقف اخر وہو المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہے وقف کے حکم میں بعضون نے کہا کہ حریت کے حکم کی مانند ہے اور بعضون نے کہا کہ وقف حریت کی مانند نہین تو وقف میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء وفی الوقف یقتصر علی الاصح اور اشباہ مین ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار صورت مین حریت اور نسب اور نکاح اور ولا مین اور وقف مین قضا متعدی نہین [illegible] بنابر قول اصح کے ہم یعنی جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولا و عتاقہ کا حکم کرے پہر دوسرے کا دعوی مسموع نہین وثبت رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما سیجیء انہا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہے ثمن پہیرلینا مشتری کا اپنے بائع سے جب کہ استحقاق گواہی سے ہوا کہ آویگا کہ شہادت حجت متعدیہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہوا یا اوسکے انکار قسم سے یا مشتری کے خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اوسکے انکار قسم سے تو ثمن پہیرلینا نہین ہواسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے نہ متعدیہ والاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا ظہور سب آدمیوں کے حق مین ہوتا ہے لیکن ہر چیز مین نہیں

چنانچہ ظاہر کلام سے یہی سمجھا جاتا ہے بلکہ عتق اور اوسکی مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ مین چنانچہ مذکور ہوچکا ذکر کیا ہے
اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لان الاقرار بل ہو حجۃ قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ نہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہی مقر پر
بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنی غیر پر هم چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لہذا اوسکا اقرار اوسی پر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت
حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کافہ ناس کے حق مین نافذ ہے کذا فی المنح تبعی لو اجتمعا فان ثبت الحق بہما قضی
بالاقرار الا عند الحاجۃ فالبینۃ اولیٰ فتح وفیہ باقی یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونون مجتمع ہون سو اگر حق دونون سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا
جائیگا مگر حاجت کیوقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولے ہے کذا فی الفتح والنہر هم اجتماع کی صورت یہہ ہو کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ اوسکی
ملک کا اقرار کیا تو یہان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑی چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو
گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الحموی فلو استحقت مبیعۃ ولدت عند المشتری لا باستیلادہ ببینۃ تبعہا ولدہا بشرط القضاء بہ ای بالولد
فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ مبیع جو جنی مشتری کے
پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اوسکا بچہ اوسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہوگیا ہو قول صحیح مین کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے
اس تقیید کا جب کہ گواہون نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہون نے یہہ بیان کردیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یون کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نکرے کذا فی النہر قید
استیلادہ لانہ یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ لمستحقہ کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا
استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اور اوسکے مستحق کو ولد کی قیمت دیگا چنانچہ دعوی نسب کے باب مین مذکور ہوچکا
وان اقر ذو الید بہا لرجل لا یتبعہا فیأخذہا وحدہا والفرق مامر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اوسکا بچہ لونڈی کا
تابع نہوگا تو وہ مرد فقط اوس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہوچکا قاعدہ مذکورہ مین یعنی گواہی حجت متعدیہ ہی اور اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا
لم یدعہ المقر لہ فلو ادعاہ تبعہا وکذا سائر الزوائد نعم لا ضمان بہلاکہا لزوائد المغصوب اور یہہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا مبیع کے اوسوقت ہی جب کہ مقر لہ
ولد کا دعوی نکیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کی تابع نہیں اگر مستحق
کے واسطے قابض نے درخت کا اقرار کیا مگر درصورت دعوی مقر لہ ہان یہہ البتہ ہو کہ ہلاک زوائد سے ضمان نہیں مانند زوائد مغصوب کے ولم یذکر النکول لانہ
فی حکم الاقرار قہستانی معزیا للعمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نکیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم مین ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے
عمادیہ کی طرف منسوب کرکے ومنع التناقض ای التدافع فی الکلام دعوی الملک لعین او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ یمنع دعوی
تملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ صغری مین ہو کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اوسکے مالک ہونیکے دعوی کا مانع ہی
هم تناقض اسواسطے مانع ہی کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کرسکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولے نہیں تو دونون ساقط الاعتبار ہوئی چنانچہ ایک لونڈی کے مالک
ہونے کا دعوی کرنا پھر اوسکے نکاح کی درخواست کرنا صریحا مناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہہ مثال ہے ملک عین کے دعویکی اور ملک منفعت کی یہہ مثال ہو کہ ایک
عورت کی نکاح کا دعوی کرنا پھر اوسکے نکاح کا پیام دینا وکما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعویکا مانع ہی اسیطرح اپنی غیر کے
دعویکا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہوسکے هم بزازیہ مین ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہہ چیز میری ہی فلانے موکل کی ہی پھر دعوی کیا کہ دوسرے موکل کی ہی تو یہہ دعوی مقبول نہیں مگر جبکہ توفیق
اسطرح پر کہ یہہ چیز میری ہی فلانے موکل کی تھی جسنے مجکو خصومت مین وکیل کیا تھا پھر اوسنے میری دوسری موکل کے ہاتھ اسکو بیچا اور اوسنے بھی مجکو خصومت کیواسطے وکیل کیا
کذا فی المطلب وہل یکفی امکان التوفیق خلاف سنحققہ فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کیواسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی
ضرور ہے اسمین اختلاف ہی علما کا اور اوسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات مین وفروع ہذا الاصل کثیرۃ سیجئ فی کتاب الدعوی ومنہا ادعی علی آخر
انہ اخوہ وادعی علیہ النفقۃ فقال للمدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی

لم یقبل للتناقض وان قال لی اواہنی قبل اوراس اصل یعنے منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اورانجملہ یہہ ہی کہ دعوی کیا بہت پر کہ یہ میرا بہائی ہے اوراوسپر نفقہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بہائی نہین پہر مدعی کچہہ متروکہ چہوڑکر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اوسکی میراث طلب کرتا اور بسنے کہا کہ وہ میرا بہائی تہا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اوراگر اوسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تہا تو مقبول ہوگا ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اوسکے بعد مدعا علیہ نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو یہہ جو کہا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑ گیا بلکہ مطلب وہان کا یہہ ہے کہ اگر جای دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ یہہ اصل اور وہ فرع تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کی کذا فی الطحطاوی وفیضا لا الحریۃ کلام کا تناقض دعوے حریت کا مانع نہین ولا الاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ تناقض اوسکے دعوی کا مانع نہین ہی جسکا سبب مخفی ہی چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی یہہ صورت ہی کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اوسنے اوسکو بیچا اور مشتری نے دوسری کے ہاتہہ بیچا پہر زید نے دعوی کیا کہ غلام اوسکا بیٹا ہی تو دعوی اوسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہو گی اوسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہی اور یہہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہی اور بہطرح اگر بولا کہ مین اوسکا وارث نہین پہر بولا کہ مین اوسکا وارث ہون تو مسموع ہی اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہہ ہی کہ زوجہ اپنی زوج سے خلع کیا پہر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اوسکو قبل خلع کے طلاق دی تہی تو دعوی معقول ہے اور خلع کا مال وہ پہیر لیگی اگرچہ کلام متناقض ہے اوسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہے اور اوسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد للمشتری اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر ای ظہر حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے مشتری سے کہا کہ مجکو خرید کر کہ مین زید کا غلام ہون سو اوسنے خرید کیا اوسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنے اوسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا اب اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہی یعنی مکان اوسکا معلوم ہو تو غلام پر کچہہ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنے قابض سے ثمن پہیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اوسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پہیر لیگا بخلاف ابو یوسف کے ہم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب بین ملکہ ایک صاحب ہی اون سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اوسنے اتنا کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اوسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر ہم عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہہ ہے کہ کبہی آزاد کی خرید اوسکی خلاصی کیواسطے ہوتی ہی چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی وجہ دوسری صورت مین یہہ ہے کہ ایک شخص کا ہر غلام ہوتا ہی کسیکا اور اوسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پہیرلے بائع سے جب اوسکو پاوے بخلاف الرہن بان قال ارہنی فانی عبد لم یضمن اصلا والاصل ان الغرر یوجب الضمان فی ضمن عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کی بہطرح کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکہہ لے کہ مین غلام ہون پہر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہی تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہہ ہی کہ دہوکہا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کی ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی بیع مین ضمان اوسواسطے ہی کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اوسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہی نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمد المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صححہ الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجیء اخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پہر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہی جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہی تو یہہ تناقض مقبول ہی اور یہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اوسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے بخلاف تصویب زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا اور آخر کتاب مین آویگا ہم شرط الحکم قاضی لزوم وقف مین امام کا قول ہے اور نتوی زوال ملک پر ہی مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضہ حتی ادعاہ اخر انہ لہ لا تسمع دعواہ بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خرید کی ایک چیز اور اوسپر قبضہ نہین کیا تہا کہ دوسرے شخص نے اوسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہی تو دعوی اوسکا مسموع نہین بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تاحکم قاضی اونپر جاری ہو ولو قضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کیواسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہوجاوے پہر بائع یا مشتری اسپر گواہ لائی کہ مستحق نے اوسکو بائع کے ہاتہہ بیچا تہا پہر بائع نے اوسکو مشتری کے

ا ہنہ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہے لا عبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن الغیبۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ سنتان مثلا وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہین کچہہ اعتبار غائب ہونیکی تاریخ کا بلکہ مالک ہونیکی تاریخ کا اعتبار ہو تو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہہ جانور غائب ہوگیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اسحال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہین کہ یہہ جانور میرا مملوک تہا دو برس سے مثلا اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی بلکہ مستحق کیواسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوی کے ملک مطلق مین جو خالی ہے تاریخ سے دونون طرف سے ہم دونون طرف سے لیتے دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام مین تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ منح الغفار مین مجتبی سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہین تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی المعطاء والعلم بکونہ ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو اشتری مشتراۃ یعلم غصب البائع ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق درر یہہ معلوم ہونا کہ مبیع غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پہیر لینے کو استحقاق کے نزدیک نہین منع کرتا تو اگر مشتری نے ام لد بنایا اوس خریدی لونڈی کو جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پہیر لے بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہین کہ ولد آزاد ہو تا وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یبطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب ما امر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا صرح لانہ محتمل بخلاف النص اور قنیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پہر یہہ مستحق ہو کر نکلی مشتری کے قبض مین اور مشتری نے بائع سے ثمن پہیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اوسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اوس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صریح اقرار کے یعنے اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہین لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنی ثبوت سے کہ یہہ نوشتہ ہے فلانی قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکہتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہین بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پہیر لینے کا حکم دیا جاوے ہم ذخیرہ مین ہے کہ بخارا مین ایک شخص کے پاس ایک گدہا مستحق ہو کر نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل لی پہر بائع کو اوسنے سمرقند مین پایا سو اوسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لیگیا اور ثمن پہیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر عمل کرنا اور ثمن پہیر لینے کا حکم دینا جائز نہین تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی نہ دین کہ بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتہہ سے گدہا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پہیر لینے کا اوس بائع سے حکم دیا کذا فی المعطاء وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لانہما لتحصیل العلم للقاضی لا لالزام الخصم ولذا لو الخصم حاضرا سمع اعتماد کا حکم ہے سوا نقل شہادت اور وکالت کے بحکم محاضر اور سجلات اور صکوک کے اسواسطے کہ اون مین ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ دونون قاضی کے علم حاصل کرنے کیواسطے ہین اور اسیواسطے اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کا فر ہو ہم یعنی نقل شہادت اور وکالت مین تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اوسکے مضمون کے معتبر نہین نقل شہادت کی یہہ صورت ہے کہ گواہون نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی آپ حکم نکرے بلکہ گواہی لکہہ لے تا قاضی مکتوب الیہ اوسپر حکم کرے اور مکتوب بشہود وطریق کو سپرد کرے اور نقل وکالت کی یہہ صورت ہے کہ مثلا مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت مین اور قاضی وکالت نامہ لکہکر اوس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہے جسمین قاضی حضور خصمین اور تداعی اور شہادت لکہی اور سجل وہ ہے جسمین اسکی مانند لکہی اور دے اوسکے پاس رہا اور صک وہ ہے جو مشتری اور شفیع وغیرہما کو لکہدے کذا فی المعطاء

ولا رجوع فی دعویٰ حق مجہول من دار صولح علی شیء معین واستحق بعضها لجواز دعواه فیما بقی ولو استحق کلہا رد کل العوض لدخول المدعی فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعوے مین جسکا مصالحہ ہو گیا شئ معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا ہو اسواسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا دعویٰ باقی مین ہو مستحق مین اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیر جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین واستفید منه ای من جواب المسئلة امران احدهما صحة الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالة الساقط لا تفضی الی المنازعة والثانی عدم اشتراط صحة الدعوی لصحته لجہالة المدعی به حتی لو برہن لو یقبل مالم یدع اقرارہ به اور اوس سے یعنے جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شئے معین پر اسواسطے کہ نادانی شئے ساقط کی منازعت کو نہین پہونچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اوس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول نہونگے جب تک یہہ دعوی نکرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنے اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا جاویگا کذا فی البحر وحرجع المدعی علیه بحصته فی دعوی الکل ان استحق شیء منہا لفوات سلامة البدل اور سب گھر کے دعوے مین اگر کچھ اسمین سے مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر اوسکے حصہ کے پھیر لے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اوس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیر لے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نرہا قید بالمجہول لانه لو ادعی قدرًا معلومًا کربعها لم یرجع مادام فی یده ذلک المقدار وان بقی اقل رجع بحسابه استحق منه مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا چنانچہ چوتھائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیر لے جب تک اوسکے ہاتھ مین مقدار یعنی چوتھائی باقی رہی اور اگر اس مقدار سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پھیر لے یعنی مثلاً مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پھیر لے کذا فی البحر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو صالح من الدنانیر علی دراهم وقبضها فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان هذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق البدل بطل الصلح فوجب الرجوع درر وفیها فروع اخر فلتنظر اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اوسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونیکے تو دنانیر کو پھیر لے اسواسطے کہ یہہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پھر جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہو گئی تو اصل یعنے دنانیر کا پھیر لینا واجب ہو گیا کذا فی الدرر اور اوسی کتاب مین اسی مسئلہ کی چند فروع اور ہین اونکو دیکھا چاہیے وفی المنظومة المحبیة مهمة منها اور منظومہ محبیہ مین مسائل مہمہ ضروریہ ہین از انجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے لو مستحق ظهر المبیع + له علی بائعه الرجوع + بالثمن الذی قد دفعا + الا اذا البائع ههنا ادعی + بانه کان قدیمًا اشتری + ذلک من ذا المشتری بلا امترا + اگر ایک مبیع مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو بائع سے اوس ثمن کا پھیر لینا جو اوسکو دیا ہی جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہان یہہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس امر کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی البحر لو اشتری خرابة + وانفقا + شیئا علی تعمیرها وطفقا + ذاک یبنی بعدها اکمها + ثم استحق رجل تمامها + فالمشتری فی ذاک لیس راجعًا + علی الذی غدا لذلک بائعًا + ولا علی ذا المستحق مطلقًا + بذا الذی کان علیها انفقا + اگر ویران زمین خرید کی اور کچھہ اوسکی مرمت مین خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اسکے اوسکے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اوس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اسمین پھیر لے نہین سکتا اوسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقًا پھیر لیسکتا ہی اوس مال کو جو اوسکی درستی مین صرف کیا ہم مستحق سے مطلقًا رجوع جائز نہیں نہ ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہین لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی البحر وان مبیع مستحقا ظهرا + ثم قضی القاضی علی من اشتری به فصالح الذی ادعاه + صلحًا علی شیء له اداه + یرجع فی ذلک بکل الثمن + علی الذی قد باعه فاستبن + اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اوسکے مدعی سے کچھہ اوسکے مال ٹہرنے پر صلح کر لی تو مشتری اس امر مین تمام ثمن اوسکے بائع سے پھیر لے یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی البحر وفی القنیة شری دارا وبنی فیها فاستحقت رجع بالثمن وقیمة البناء مبنیًا علی البائع اذا سلم النقض الیه یوم تسلیمه وان لم یسلم فبالثمن لا غیر اور قنیہ مین ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اسمین عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اوسکے تسلیم کے دن قیمت ٹہری پھیر لے بشرطیکہ ملبوس جیسے لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے مین کر دے اور اگر قبضہ نکروا دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے نہ کچھہ اور کذا لو استحقت

بجمیع بنائها لما ذکرنا ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو حفر بیراً او نقی البالوعۃ او رم من الدار شیئاً ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کما فی مسائل الحزانیۃ حتی لو کتب فی الصک فما انفق المشتری فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنوان کھودا یا نجاست کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اوسکے بائع سے کچھ پھیر نہ لے ہو اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلے میں مذکور ہوچکا یہانتک کہ اگر بائع نے بیعنامہ میں لکھدیا کہ جو مشتری گھر میں صرف کریگا اور اسمین کچھ مرمت کریگا تو وہ بائع کے ذمے ہے در صورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی ہم فساد بیع کی وجہ بیہ ہے کہ بیہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بئراً او طواہا یرجع بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فاذا اشترطاہ فسد اور اگر کنوان کھودا پھر اوسکی بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنیکی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ان تنظر علیہا یرجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ وبالجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بقیمۃ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ جص او طین تمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسیطرح اگر نہر کھودی تو اگر اسپر پل بنایا تو بنای پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنیکی خرچ کو اور خلاصہ بیہ ہے کہ پھیر لینا تو اوسوقت ہے جب کہ اسمین کچھ عمارت بنا دی یا درخت بودیے اوس چیز کی قیمت پھیر لے جسکا توڑنا اور بائع کا اسپر قبضہ کرا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرہوین فصل میں ہے وفیہ شری کرماً فاستحق نصفہ لہ ردہ نباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یا کل من ثمرہ اور فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اوسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اوسکا پھل کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزمہ غیر المستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری مختار کہ چاہے دوسرا قطعہ رکھلے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو اوسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اوسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق العبد او البقرۃ لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب العبد او برذعۃ الحمار لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی البیع تبعاً لا حصۃ لہ من الثمن لکن یخیر المشتری فیہ قنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اوسپر جو خرچ کیا ہے اوسکو نہ پھیر لے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیر لے اور جو چیز کہ بیع میں بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اوسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیہ ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعۃ ولکل ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف لہ ان یرجع قال الا تری ان المشتری الثانی لو ابرا الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حراً فلکل الرجوع قبلہ خانیہ اور اگر مبیع مستحق پچھلے مشتری کی ہاتھہ سے لیا تو بیہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادۂ شہادت لیکن نہ پھیرے قبل اسکے کہ اوسکا مشتری اوس سے پھیر لے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اوسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف سے کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن سے معاف کر دے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اسکو پھیر دینے کے کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین خلافہ فلیتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبردار رہنا ولو اشتری عبداً فاعتقہ بمال اخذہ منہ ثم استحق العبد یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر اوس سے مال لیکر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیر لے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اوسکو اوسکا بعینہ پورا مال ملگیا ولو شری داراً بعبد واخذت بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام کے اور گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہوگیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہونے بیع کے

باب السلم

یہ باب بیع سلم کے احکام میں ہے مصنف نے اوس بیع کا ذکر شروع کیا جسمین قبض احد العوضین یا دونون عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا ہو اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کے اور

صرف بجائی مرکب کے ہی کیونکہ صرف مین قبض عوضین کا شرط ہی اور سلم مین احد العوضین کا اور سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس رضی نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہی اور رسول خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم جب مدینہ مین تشریف لائے تو وہان کے لوگون مین بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز مین وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم مین اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہی بہ اعتبار حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کیواسطے بالفعل محتاج ہی اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی الکافی وہو لغۃ التسلف وزناً ومعنی سلم بفتحتین لغت مین سلف کی مانند ہی وزن اور معنے مین ہم عرب مین ہی کہ جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہین کہ سلف فی کذا واسلم واسلف کذا فی النہر وشرعاً بیع آجل وہو المسلم فیہ بعاجل وہو راس المال اور اصطلاح شرع مین سلم عبارت ہی مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت والی چیز مسلم فیہ ہی اور بلا مدت راس المال ہے جیسے مثلاً پہلے روپیہ دینا اور ایک دو مہینہ کی مدت پر گیہون یا جو خرید کرنا اسکا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی ہے جو بیع کا رکن ہی یعنی ایجاب اور قبول یہان تک کہ سلم منعقد ہوتی ہی بیع کے لفظ سے قول اصح مین ہم اور قول غیر اصح مین سلم بلفظ بیع منعقد نہین ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ سلم باتفاق روایات ہے سلم مین ایجاب اور قبول اسطرح ہی کہ ایک شخص کہے کہ اسلمتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی النہایۃ ویسمی صاحب الدراہم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر لام کہتے ہین ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلاً المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہین اور گیہون کو مسلم فیہ بولتے ہین اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ ولرب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہی ثمن مین مسلم الیہ کی ملک ثابت ہی اور مسلم فیہ مین رب السلم کی ترکیب مین لف ونشر مرتب ہی ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ مین باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہی لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہین کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ ومعرفۃ قدرہ اور صحیح ہی سلم اوس چیز مین جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اوس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا ضبط صفت اور معرفت مقدار ہو اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اوسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہین وصفۃ قدرہ ککیلی وموزون وخرج بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافاً لمالک اور صحیح ہی سلم اوس چیز مین جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ کیلی اور وہ موزون جو ثمن ہے مثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ دراہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہین لیکن یہ ثمن ہین نہ مثمن تو انمین سلم جائز نہین یعنے دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہین ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش وتین ولبن بکسر الباء واجر بمعین معین بین صفتہ ومکان ضربہ خلاصہ اور چنانچہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈا اور پیسے اور امرود اور زردالو اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ سمیت قالب کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان مصرح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ ہم عددی متقارب سے مراد وہ ہی جسکے افراد قیمت مین متفاوت نہون اور اوسکا ضمان لمثل ہوتا ہو بحر الرائق مین کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہی بسبب تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی کثوب بین قدرہ طولاً وعرضاً وصفتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زید او عمرو ورقۃ او غلظہ ووزنہ ان یبتغیہ فان الدیباج کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت قیمتہ فلابد من بیانہ مع الذرع اور چنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہی جیسے وہ کپڑا جسکی مقدار مصرح ہوگئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اوسکی مصرح ہوگئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا یا کتان کا یا دونون سے مرکب اور اوسکی صنعت کا بیان ہوگیا ہو چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمرو کا اور رقت بالتصریح ہوگئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اوسکی مشرح ہوگئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہی قیمت اوسکی زیادہ ہوجاتی ہے اور حریر جتنا کہ ہلکا ہوتا ہی قیمت اوسکی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے مین وزن کا بیان بھی ضرور ہے گز گنت کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان اسواسطے صحت حکم کو شرط ہوا تاآخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام باقی رہے لا یصح فی عددی متفاوت ہو ما یتفاوت مالیتہ کبطیخ وقرع ورمان فلم یجز عدداً بلا تمیز صحیح نہین سلم عددی متفاوت مین عددی متفاوت وہ ہی جسکی مالیت مین تفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اوسکی افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور موتی اور انار تو ایسی چیزون مین سلم جائز نہین گنکر بلا تمیز یعنی بلا ذکر ضابطہ چنانچہ طول یا غلظ یا غیر ذلک فقط ذکر عدد سے سلم جائز نہین کذا فی المنح وما جاز عدداً جاز کیلاً ووزناً اور جسمین سلم جائز ہے گنکر اوسمین کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہی کذا فی النہر اور

جسمین کیل جائز ہے اسمین وزن بھی جائز ہے اور جسمین وزن جائز ہی اسمین کیل جائز ہی بقول مستحاور کچی اینٹ مین کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحاوی عن البحر وبیع قی
سمک ملیح ومالح کمعہ وکتعبہ اور صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود مین شارح نے کہا سمک ملیح لغت فصیح ہی اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہے ذی طرق حین یوجد
وزنًا وضربًا ای نوعًا معلومًا اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی مین اوس وقت جبکہ وہ پائی جاتی ہے وزن سے اوسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ
دونون کی قید ہے ہم طحاوی نے کہا جواز سلم بوقت وجود ظاہر تر مچھلی کی قید ہے اسواسطے کہ خشک مچھلی بازارون مین ہر وقت ملتی ہے ہان اگر بعضے وقت بازار
مین منقطع ہو تو سلم جائز نہین اقسام مچھلی کی بکثرت ہین چنانچہ روہو اور چال اور پرسیا وغیرہ وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہوجاوے لاعددًا
للتفاوت جائز نہین سلم مچھلی مین باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے کہ بعضے مچھلی یکسان نہین جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع ہو ولو صغارًا جاز وزنًا وکیلًا اور
اگر مچھلیان چھوٹی ہون تو معلوم نہین وزن اور پیمانہ دونون جائز ہین ہیسے بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو وفی الکبار روایتان مجتبی اور بڑی مچھلیون مین دو روایتین
ہین کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن مین مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہین اور متون مین تو جواز ثابت ہی کذا فی الطحاوی لا فی
حیوان ما خلافًا للشافعی سلم جائز نہین کسی جاندار مین بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اسمین جائز نہین اسواسطے کہ حدیث مین نہی وارد ہے
سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ ہان حیوان منضبط نہین ہوسکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر واطرافہ کرؤس واکارع خلافًا لمالک وجاز وزنًا فی روایۃ
اور سلم جائز نہین جانور کے اطراف مین چنانچہ اوسکے کلہ پایون مین بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت مین سلم جائز ہے تولکر ولا فی حطب بالحزم ورطبۃ بالجرز الا
اذا شرط بما لا یؤدی الی النزاع وجاز وزنًا فیہ اور سلم جائز نہین لکڑیون مین گٹھے باندہکر اور نہ رطبہ مین گٹھی باندہکر مگر جبکہ اسطرح ضبط اور تعیین ہوجاوے کہ نزاع
نہو اور لکڑیون اور رطبہ مین تولکر سلم جائز ہے کذا فی البحر ہم تعیین قاطع نزاع کی یہہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندہا جاتا ہی اوسکا طول مصرح ہوجاوے اور یہہ جگہ
مقام گفتگو باقی ہے حزم بضم حاء حطی وفتح زاء معجمہ جمع ہے حزمہ کی یعنے گٹھا اور جرز بضم جیم وفتح راء مہملہ جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحاوی ولا فی جوہر وخرز اور
سلم جائز نہین جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہے جو تاگے مین پروئی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہر اجواہرات اور موتیون مین بطریق وزن
کے بھی سلم جائز نہین اسواسطے کہ دو موتیون مین تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت مین اگرچہ عدد اور وزن مین اتفاق ہو کذا فی الطحاوی الا صغارًا لو تباع وزنًا
لانہ انما یعلم بہ مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہین تولکر اسواسطے کہ اونکی قیمت تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحاوی ملنے کی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے سنگ
جواہر کا ومنقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور اوس نایاب چیز مین سلم جائز نہین جو بازارون مین نہین ملتی عقد سلم کے
وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار مین نہو اور گہرون مین ہو تو اوسکا اعتبار نہین ولو انقطع فی اقلیم دون اخر لم یجز
فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم مین نہ دوسری اقلیم مین تو سلم جائز نہین منقطع مین یعنی اقلیم عدیم الوجود مین شئی منقطع کی سلم جائز نہین اسواسطے کہ اوسکا لانا بدون مشقت
نہین ہے متصور نہین تو عجز عن التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ رأس مالہ اور اگر مسلم فیہ منقطع ہوئی
بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اوسکے پائے جانیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا رأس المال لے وصح ولو منزوع عظم
زحفی الا اذا بین وصفہ وموضعہ لانہ موزون معلوم وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر وشرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امام کے نزدیک اگرچہ
بے ہڈی گوشت ہو اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے جب کہ اوسکا وصف بیان ہوگیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا
اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر وشرح المجمع ہم اتقانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت
مین سلم جائز ہی بشرط بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گای کا گوشت یا بکری کا جانور یکسالہ ہو یا کم وبیش نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا
گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم وبیش کذا فی الطحاوی لکن فی القھستانی انہ یصح فی المنزوع بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع فتنبہ لیکن قہستانی مین
کہا ہے کہ گوشت بے ہڈی مین سلم جائز ہی بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اوس گوشت مین ہے جسکی ہڈی جدا نہین ہی خبردار رہو لکن صرح غیرہ بالروایتین فتدبر
لیکن جوہرۃ فی سنۃ مقررہ کی ہے دو روایتونکی صورت طے کرنا ہم یعنی امام سے دو روایتین ہین ایک روایت مین مطلقا سلم جائز نہین اور دوسری روایت مین تفصیل کرکے

یعنے دو نون کہین جو شارح کے کلام مین ہین ۱۲

ہی محتاط وسنے کہا کہ ستہ ارکین کا حذف کرنا بہتر تہا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب ستہ ارکان کی کیا ضرورت ہی ولو حکم بجوازہ اتفاقاً بزازیہ اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فے البزازیہ وفی العینی انہ قیمی عندہ مثلی عندہما اور عینی مین ہو کہ گوشت امام کے نزدیک قیمتی ہے اور صاحبین کے نزدیک شی ولا بمکیال و ذراع مجهول قید فیہما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونون کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم حلبی نے کہا پیمانہ معین اگر معین مراد ہی اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا تو سلم جائز ہی وجوزہ الثانی فی الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز رکہا ہی پانی مین مشکون بہر کے بسبب رواج کے کذا فے الفتح ہم یعنے سقے سے چند مشکین پانی کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہے

ولا فی طعام قریۃ بعینہا او ثمر نخلۃ معینۃ الا اذا کانت النسبۃ لثمرۃ او نخلۃ او قریۃ لبیان الصفۃ لا لتعیین الخارج کخنطۃ مرجی او بلدی بدایۃ فالمانع والمقتضی العرف فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کہجور کے درخت کے پہل مین مگر جب کہ نسبت پہل اور کہجور کے درخت اور گانون کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شئے خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی سلم کا عرف ہی ہم یعنے اگر ایسا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہی تو جائز ہے والا غیر جائز قریۂ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پہل مین سلم اسواسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہون اوس گانون مین یا پہل اوس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم باقی نہ رہے تو اسمین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا صحیح نہین علاوہ برین وہ چیز فے الحال معدوم بہی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہوگیا کیونکہ اقلیم کیطرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بہی گیہون نہ پیدا ہون احتمال ضعیف ہو ولا فی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل اوسکے پیدا ہونیکے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا اونکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت طول مدت شرط ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہوا اور حلول کیوقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونون وقتون کے مابین مین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی وفی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ او فی ذرۃ حدیثۃ لم یجز لانہ لا یدری ایکون فی تلک السنۃ شیء ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید بدو عامہ مفسد لانہ ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ مین ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چنے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اوس سال مین وہ پیدا ہوگا یا نہین مین کہتا ہون اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ سلم مین یہہ قول لکہا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہین وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ بیان جنس کبر او تمر و بیان نوع کسقی و بعلی وصفۃ کجید و ردی وقدر ککذا کیلا لا ینقبض ولا ینبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین ۱ بیان ہی مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کہجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آدمیونکی سیچی یا بارش تہانیکی سیچی ۳ بیان اوسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہون یا گیہون کی مثل اسقدر پیمانہ کیل جو گہٹ نہ سکے اور بڑہ نہ سکے ۴ واجل واقلہ فی السلم شہر بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم مین ایک مہینہ ہی اسیکا فتوی ہے ہم مقدار مدت مین اختلاف اور راجح وہ ہی جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہی کیونکہ اوسکے ما قبل عاجل اور اقصے آجل ہے اور ماخوذ ہی مسئلہ یمین سے یعنی جو قسم کہائی کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اوسنے قبل تمام مہینے کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ مادون شہر حکم عاجل مین ہے اور شہر اور ما فوق اوسکے آجل ہے علما نے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر وفی الحاوی لا باس بالسلم فی نوع واحد علی ان یکون حلول بعضہ فی وقت وبعضہا فی وقت آخر اور حاوی مین ہے کہ سلم کرنیکا کچہ مضائقہ نہین نوع واحد مین اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایکوقت مین ہو اور بعض کا دوسرے وقت مین ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیاخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا شرط دوام وجود المسلم فیہ لدوام القدرۃ علی تسلیمہ بموتہ اور باطل ہو جاتی ہی مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لیگا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسیواسطے یعنے ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہی صحت سلم مین تاکہ اوسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اوسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو

بیان شروط صحت سلم

وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقداره کما فی مکیل وموزون وعددی غیر متفاوت واکتفیا بالاشارة کما فی مذروع وحیوان ﴿٦﴾ مقدار رأس
المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو رأس المال کی مقدار سے چنانچہ کیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان
میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب رأس المال کے طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اوسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر رأس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں مشابہ بالاتفاق کافی
ہے اسواسطے کہ مذروع میں گزون کا معلوم ہونا شرط نہیں کیونکہ عقد اوسکی مقدار سے متعلق نہیں ہے اسواسطے کہ مسلم فیہ گزون کی شمار پر منقسم نہیں ہے اسواسطے کہ گز وصف
ہے اوسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اوسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد رأس
المال ابن کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کے طرف سے کہ کبھی مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کے تحصیل میں تو رأس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال یعنی
اگر مقدار رأس المال کی معلوم نہوگی تو نزاع واقع ہوگا وقد ینفق بعضہ ثم یجد باقیہ معیبًا فیردہ ولا یستبدل لہ رب السلم فی مجلس الرد فینفسخ
العقد فی المردود ویبقی فی غیرہ فیلزم جہالة المسلم فیہ فیما بقی ابن ملک فوجب بیانہ اور کبھی مسلم الیہ بعض رأس المال کو خرچ کر ڈالتا ہے پھر باقی رأس المال کو
عیب دار پاتا ہے تو اوسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد میں اوسکو بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اوس قدر رأس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود میں
تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی باقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان رأس المال کی مقدار کا والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل ومؤنة
اور ساتوان ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اوس مسلم فیہ میں جسمین باربرداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی باربرداری میں کلفت اور مشقت ہو وہان بیان مکان
ایفا شرط ہے مانند مشک اور سوتی کے ومثلہ الثمن والاجرة والقسمة اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ثمن کی صورت یہہ ہے کہ ایک شخص نے عبد جانکر
بکیل یا موزون سے ادہار خرید کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور اجرت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گہر یا جانور اجارہ لیا بعوض مکیل یا موزون
کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور قسمت کی صورت یہہ ہے کہ دو شخصون نے ایک گہر قسمت کرلیا اور ایک شخص نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد
کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی وعینا مکان العقد وبہ قالت الثلثة
کالبیع وقرض واتلاف وغصب قلنا ہذہ وجبة التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی
مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم بیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور
غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کے طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہا واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا اونمین وہی مکان متعین ہوگیا بخلاف پہلی صورتون کے یعنی
سلم اور ثمن اور اجرت اور قسمت شرط الایفاء فی مدینة فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلة منہا بری ولیس لہ ان یطالبہ فی
محلة اخری بزازیة ایفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اوسکے برابر ہیں ایفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اوس شہر کے کسی محلہ میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار
نہیں ہے کہ اوس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیہ وفیہا قبلہ شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین
الاجارة والتجارة اور بزازیہ میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لاد کر پہونچانا اپنے گہر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب جمع
ہو جانے دو عقد کے یعنی اجارہ اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے وما لا حمل لہ کمسک وکافور وصغار
لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا ویوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اوٹہانے کی کچھ حاجت نہیں جیسے
مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اوسمین مکان ایفا مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچا دے جہان اوسکا جی چاہے قول اصح میں اور ابن
کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے ہم حمل اور مؤنت اوس چیز میں نہیں جسمین بیشبہ پر لادنے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی
ولو عین فیما ذکر مکانا تعین فی الاصح فتح لانہ یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کرلیا اوسمین جو مذکور ہو چکا یعنی جسمین باربرداری کی حاجت نہیں تو مکان
مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطرۂ راہ کی مفید ہے ویبقی من الشروط قبض رأس المال ولو عینا قبل الافتراق
بابدانہما وان ناما او مشیا فرسخا او اکثر اور باقی رہا شروط سے رأس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ رأس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین

سو گز ہوں یا بعدد ذرع یا زیادہ وسا بق چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغییر اسلوب ہو اسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہیں ہیں جنکا ذکر کرنا شرط ہو بلکہ انکا وجود بلا ذکر کافی ہو ولو کان خل فخرج الله راهمِرًا ان توازی عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا اور اگر رب السلم مکان میں داخل ہوا اور ہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چپ گیا ہو تو سلم باطل ہو گیا اور اگر ایسی جگہ پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت الکفالۃ والحوالۃ والا رتھان برأس مال السلم ہوا ذبۃ اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن ایسا لسلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور درصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ کے طرف متوجہ ہوگا کذا فی العطاء وھو شرط بقائہ علی الصحۃ لا شرط انعقادہ بوصفہا فینعقد صحیحًا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو درصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدانِ عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو ابی المسلم الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصہ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کون راس المال منقودًا وعدم الخیار وان لا یشتمل البدلان احدی علتی الربوا وھو القدر المتفق او الجنس لان حرمۃ النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہو اسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کی ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہوں میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا ہو اسطے کہ اگرچہ بدلین میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہو کہ نقود کی باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعد فی العینی تبعًا للغایۃ سبعۃ عشر او رعینی نے باتباع غایۃ البحقیق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ہم از انجملہ چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اسکا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطیں مسلم فیہ میں یعنے بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور قیاسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور منضبط ہو وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جسمیں خیار الشرط نہو اور ایک شرط بنظر بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہونا کذا فی العطاء من النہر وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم انقطاع کے نہر الفائق میں کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو نفرع علی الشرط الثامن بقولہ وان اسلم مائتی درہم فی کر بعضہا فنشد بدا بیستوی ان تعیلا دا القفیز مانیۃ مکالیک والمکوک صاع ونصف وعینی منحال کون المائتین مقسومۃ مائۃ دینا علیہ ای علی المسلم الیہ ومائۃ نقدًا نقد رب السلم وافترقا علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین باطل لانہ دین بدین وصح فی حصۃ النقد ولم یشیع الفساد لانہ طاری حتی لو نقد الدین فی مجلسہ صح فی الکل پھر مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک کر گیہوں میں حالانکہ دو سو باعتبار مقسوم ہیں کہ ایک سو درہم مسلم الیہ پر دین ہیں اور ایک سو نقد جنکو رب السلم نے المحال دیا اور دونوں عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے میں سلم باطل ہے کیونکہ یہ دین کا دین سے بیع ہے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع ہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں صحیح واقع ہوا بعد اوسکے بقدر دین باطل ہو گیا تا اینکہ اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درہم میں سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کہ کر بضم کاف ولشدید راء مہملہ عبارت ہے شاہ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ہم اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایکسو تیس درہم کا ونوانقد مائۃ وعلی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو میں ایکسو نیا رہوں اور ایکسو درہم یا ایک سو درہم غیر عاقد پر دین ہوں تو سب دو سو میں سلم فاسد ہو ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وھبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہیں مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ میں اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے مثل بیع اور شرکت اور مرابحہ اور

تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کئے ہوں جسپر رأس المال یا سلم فیہ ہو یہان تک کہ اگر رب السلم نے مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کر دی تو یہہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ
ہبہ قبول کرلے ھم رأس المال مین اسواسطے تصرفات جائز نہین کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد مین بعد تصرف کرنا اوسمین قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہی اور
مسلم فیہ مین اسواسطے تصرف درست نہین کہ وہ مبیع ہو اور مبیع منقول مین قبل قبضہ کے تصرف جائز نہین شرکت کی یہہ صورت ہی کہ رب السلم دوسری شخص سے کہے کہ تو
مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو ادہر اہمہ اور تولیہ کی یہہ صورت ہی کہ غیر شخص سے کہے کہ رأس المال پر کچہہ مجکو فائدہ زیادہ دیدے یا اوسکے
برابر دیتا مسلم فیہ بخصوص تیرا ہو و فی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری مین ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنے بعض سلم مین اقالہ
کرنا اور بعض کو قائم رکہنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو چنانچہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اوسکے کذا فی المحیط ولا یجوز ان یشتری رب السلم شیئا
من المسلم الیہ برأس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہین رب السلم کو خرید کرنا
مسلم الیہ سے بعوض رأس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد مین اگر سلم فاسد ہو تو استبدال رأس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون مین جائز ہی قبل قبضہ
بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تأخذ الا سلمک او رأس مالک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او رأس مالک حال انفساخہ
فامتنع الاستبدال خرید مذکور جائز نہین قبل قبضہ کرنے رأس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا رأس المال یعنے
اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا رأس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہوگیا ھم یہہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہی اور
اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہی لیکن یہہ حدیث ابوداود و ابن ماجہ اور ترمذی مین بالمعنے باین لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ الی غیرہ یعنے جو ایک چیز مین سلم کرے وہ اسکو اوسکے غیر مین نہ پہیرے اور یہہ مقتضے ہی اسکو کہ لے مگر اوسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف
بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز التصرف فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اوس سے استبدال جائز
ہی لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس مین بسبب جائز ہونے اوسکے تصرف کے بدل صرفین بخلاف سلم کے یعنے رأس المال مین تصرف جائز نہین ھم
یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہہ ہی کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس مین اسواسطے کہ صرف مین تعیین حاصل نہین ہوتی بدون قبض
کے کیونکہ اوسکا استبدال جائز ہے تو اوسمین قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اوسکے اقالہ مین استبدال جائز نہین تو اوسمین تعیین
بالقبض کی حاجت نہین لہذا اوسمین نفس قبض جیسا تھا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی المحیط ولو شری المسلم الیہ کرا و امر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء
عما علیہ لم یصح للزوم الکیلین ولم یوجدا اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر مین اگر اوسنے ایک کر گیہون مثلا خرید کئے اور خرید مذکور نے رب السلم کو
امر کیا اوسکے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہین بسبب لازم ہونے کیل کے دوبار اور حالانکہ وہ یہان [illegible] گیا ھم بیان تا پنا
دوبار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوئی ایک عقد مسلم الیہ اور اوسکے بائع مین اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم مین اور دونون عقد بشرط کیل
ہین سو یہان حاصل نہین لہذا صحیح نہین اور اصل اسمین وہ حدیث ہی جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہو تاوقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور
دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہی جب کہ دو عقد مجتمع ہون اور ایک عقد مین تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہی موزون اور
معدود کا کذا فی المحیط و صح لو کان الکر قرضا و امر مقرضہ بہ لانہ اعارۃ لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہوا اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح
ہی اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہی نہ بدلنا ھم صورت قرض یہہ ہی کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہون قرض لئے پہر زید نے ایک کر گیہون خرید کئے اور خالد کو اوسپر
قبضہ کرنیکا امر کیا ادای قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہہ ہوسکتی ہے کہ دین اول سلم تہا پہر جب مدت اوسکی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر
گیہون قرض لئے اور رب السلم کو امر کیا اوسپر قبضہ کرنیکا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ منہ لہ ثم لنفسہ
ففعل فانہ یصح لجریان الصاعین چنانچہ قبض صحیح ہی اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اوسکے بائع سے اپنی ذات کیواسطے بعد اسکے امر
کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اوسکو دو بار پیمانہ کیا یعنے ایکبار مسلم الیہ کے قبض کیواسطے اور دوسری بار رب السلم کیواسطے تو

یہ قبض صحیح ہے بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تہا سو یہان دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان
یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم بغیبتہ اما بحضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ وامر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرف
البائع لم یکن قابضا للحنطۃ بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ
مسلم فیہ کو ناپ کے میرے ظرف مین سو اوسنے ناپ دیا اوسکے ظرف مین یعنے رب السلم کے برتن مین رب السلم کی غیبت مین اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض
ہوجائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسیطرح کے نپنے کو سو اوسنے ناپ دیا بائع کے ظرفمین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا
بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کی ظرف مین مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے سواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر مین ہے اور اول یعنے رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے
ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہان سلم اور خرید مین فرق ہے کہ در صورت مذکور مشتری قابض ٹہیریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود مین ہے تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کی
تو بائع اوسکا وکیل ہوگیا امساک ظروف مین بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اوسکا مالک نہین ہو سکتا بدون قبضہ کے پہر جب
قبض صحیح نہ ٹہیرا تو مسلم الیہ مستعیر ظرف ہوگیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کیواسطے کیل العین المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری
قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدی عین کا پہر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا بہر دینا مشتری کے ظرف مین قبض ہے بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے
عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کے ایک کر مین پہر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے متعین گیہون بقدر ایک کر کے خرید کئے پہر
رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنے دین اور عین اسمین بہر دے تو اگر اوسنے پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف مین تو عین کا قابض
ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بہی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے
قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہین اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹہیرا کہ مالک کا خلط ہوگیا قبل التسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الہدایۃ ومفادہ
عکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیرا ای بین نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنے پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض نہین اور صاحبین نے مشتری کو مختار
کیا ہے نقض بیع اور شرکت مین ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے لوتنے مال مین بائع کا شریک ہوجاوے ہم سلم
امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ وماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود علیہ وہو المسلم فیہ
وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما فی المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون مین اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پہر رب السلم اور مسلم الیہ نے
سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مرگئی اوسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود
علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونون صورتون مین وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تہی اسواسطے کہ قبض ہی سبب ہے ضمان کا لہذا
یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوی ہم صورت ثانیہ مین اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا سے ہے تا اینکہ وہ مقبوض ہوا اور اسمین
کچہہ شک نہین کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہین کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہے لہذا اوسکی قیمت
واجب ہوی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کی مانند حکم ہے مقایضہ مین ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونون عوض باقی ہون یا ایک ہلاک ہوگیا ہو
بیع عین کی عین کے ساتہ ہے ۱۲
اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹہیریگا بخلاف الشراء بالثمن فہلاک الامۃ
اصل فی البیع بخلاف خرید کرنیکے ثمن سے دونون صورتون مین اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے بیع مین ہم یعنے اگر لونڈی کو مثلا ہزار درم سے خرید کیا پہر لونڈی مرگئی
بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اوسکی موت کے بعد تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس صورت مین لونڈی اصل ہے بیع مین کیونکہ وہ مبیع ہے اور مبیع کا ہلاک
قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہان لونڈی راس المال تہی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع
اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم مین قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونیکے بخلاف بیع کے کہ اسمین اقالہ جائز نہین دونون طرح کے ہلاک مین تقایلا البیع فی
عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام مین پہر غلام بہاگ

گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری ہی قادر ہو اوسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال خود قائم ہے کذا فی القنیہ والقول للنافی

الزیادۃ والتاجیل لا للنافی الوصف وھو الزیادۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا ہم یعنی اگر
ایک شخص کہے کہ میں نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ میں نے کچھ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی
کا اور ردادت یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے
لیکن یہان تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے قائیہ وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق
وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول للمدعی الصحۃ عندھما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جسنے اپنا کلام
بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اوسکے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اوسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا
ایکہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت مین اوس سے عبارت ہے کہ انسان وہان گرے جہان سے
نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہ ہے کہ اوسکا منکر ہوجاوے جو اوسکے حق مین نافع ہے تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو یہان
مسلم الیہ کا قول اشتراط الدین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ
مدت نہتی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہے اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنی
مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یون کہنا کہ مین نے ردی شرط کیا تہا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مینے کچھہ شرط نہین کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تہی اور مسلم الیہ نے
کہا بلکہ اجل شرط تہی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا
قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتمد ہے کہ مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک
رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب درر نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنے تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہے
اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تہا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندھما للمنکر کذا فی الطحطاوی
یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کیطرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف ہذا الفائق مین بہی امام اور صاحبین کا مذہب ہی کی مہند مصحح طحطاوی نے کہا عقد واحد
پر اتفاق ہونا چنانچہ سلم مین ہے ہو اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلا مدت ہی سلم فاسد ہے دوسرا عقد نہین بخلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ
ثابت ہوگا اور درصورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار
مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ہم طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے وای برھن قبل وان
برھنا فبینۃ للمطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونون گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے
گواہون پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنے زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان
یبرھن الاخر وان برھنا فبینۃ المطلوب اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے مگر جبکہ
دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونون سلم مین اختلاف کرین یعنے
ایک شخص عقد سلم کا مقر ہوا اور دوسرا مدعی تو دونون قسم کہائین بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ھو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل
صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ہم یہ لغوی معنی ہین اور شرع مین استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر جیسا کہ موزہ گر کفشگر یا ٹہٹیرے سے کہے کہ مجھکو اتنا لنبا چوڑا موزہ
یا کفش بنادے یا ویسا ہی پچھ جسمین اتنا سماوے اور وزن اوسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنادے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر
باجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما سکر فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہوگا جسمین مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہوئی
بطریق استعجال یکے ہو اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہین ہوجاتا پھر جب استصناع مؤجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی

قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک هم اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ہو چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے۔ یا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اوسمین تعامل خلق جاری ہوا اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہوا اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو بطور جبر کہ اوسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسون تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کیواسطے شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچہہ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اوس مدت مین موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہین کذا فی الطحطاوی

دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہین اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہین ہو سکتا کیونکہ استیجار اوس عمل پر جو اجیر کی ملک مین ہو جائز نہین چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اوٹھا لیجل اس مکان مین فلان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہین اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہین ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو راجع ہے اجماع عملی کیطرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث مین مندرج ہے کہ لا یجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہو گی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جسمین تعامل نہین اوسمین عدم جواز بنظر قیاس مذکور کے چنانچہ جولاہے سے بنوانا اور سکے سوت سے قمیص سلوانا درزی سے اوسکی سوت سے کذا فی فتح القدیر یجری فیہ تعامل ای امام ابو حنیفہ کا قول ہے اسوقت استصناع مؤجل سلم ہے خواہ اوسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنے جسمین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ سلم ذکر فیہ ای الاجل فیما فیہ تعامل الناس کخف وقمقمۃ وطست بمہملۃ وذکرہ فی المغرب بالشین المعجمۃ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول لوگون کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہے اور مغرب مین اوسکو شین معجمہ ذکر کیا ہے اور گاہے اسکو طسوت بہی بولتے ہین هم طست لغت طی مین طس بسین مشدد تہا ایک سین کو تاء مثناۃ فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال فی جمعہ طسوت تو ٹہیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بعا لا عدۃ علی الصحیح لتفرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح یہ مصنف نے اوسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے آئندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الآمر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی کیجائیگی اوسکے بنانے پر اور بنوانے والا اوس سے پہر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع ہو العین لا عملہ خلافا للبردعی اور استصناع مین بیع خود وہ شی مصنوع ہے نہ عمل اوسکا برخلاف ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تہا سو آمر نے اوسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اوسکا لینا صحیح نہوتا ولا یتعین للمبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور مبیع اوسمین متعین نہین ہوجاتی آمر کے واسطے بدون اوسکی رضامندی کے تو صحیح ہے بیچڈالنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اوسکے آمر کے اور اگر مبیع اوسیکے واسطے متعین ہوتی تو اوسکا بیچنا درست نہوتا ولہ ای للآمر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لا خیار للصانع بعد رؤیۃ المصنوع لہ وہو الاصح نہر اور اسکو یعنی آمر کو اوسکے لینے مین اختیار ہے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہہ ہے کہ صانع کو اختیار نہین بعد دیکھنے اوس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہے کذا فی النہر ولغیرہ فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل کسلم اور استصناع صحیح نہین اوسمین جسکو بنوانیکا لوگون مین رواج نہین چنانچہ کپڑے مین مگر مدت ٹہیرا کر چنانچہ باب سلم مین مذکور ہو چکا یعنی جسمین تعامل نہین اوسمین فرمایش صحیح نہین بلا ذکر مدت پہر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹہیری تو اب مراعات جمیع شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی هم لفضل ہندوستان مین طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل عقد ورکتابین چہپواتے ہین تو ظاہر ایسا استصناع صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچہہ نہ دیجاوے مگر فرمایش مین یہہ ضرور ہے کہ ایسا کاغذ ہوا اور اوراق کا عرض و طول اتنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار منقول عنہ وغیر ذلک اور صاحب فرمایش کو بعد رؤیت کے اخذ و ترک کا اور چہاپنے والیکو قبل رؤیت صاحب فرمایش کے بیع کتب مین اختیار ہے اور اگر شرائط سلم اسمین مرعی ہون تو اوس صورت مین عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم فان لم یفصل فیہ ان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان

ملہ مرقوم الیہ ... قیمت کا وجیر ... نیز ... ہے ... اور ... ملہ بیعت اور ... جمع بین ... ہی ہین

نقرہ فکذا کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال تو تاخیر المطالبہ مذکور ہوا اور اگر استعجال کے
واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یون شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہو تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہہ تو بیع ہو گی نہ وعدہ الی آخر
التقدم کیونکہ یہہ مدت بمنزلہ حال کے ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا السلم فی الدبس لا یجوز لما فی اجارۃ جواہر الفتاوی لو جعل الدبس اجرۃ لا یجوز
لانہ لیس بمثلی لان النار عملت فیہ و لذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم دوشاب رب طب مین جائز نہین اسواسطے کہ جواہر
الفتاوی کی کتاب الاجارہ مین مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ مثلی نہین کیونکہ آگ نے اوسمین اپنا عمل کیا ہے اور اسی
واسطے سلم اوسمین جائز نہین تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر عین ہو یعنی مبیع حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معاینہ اوسمین دھوکا نہین ہے و دبس بالکسر شیرہ
عبارت ہے عسل تمر سے سلم اوسمین اسواسطے جائز نہین کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے کبھی جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور کبھی پتلا تو اوسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن
نہین بخلاف گھی کے کہ اوسمین تاثیر آگ کی بعد معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گھی بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی قلت و سیجیٔ فی الغصب ان الرب والقطر
واللحم والفحم والآجر والصابون والعصفر والسرقین والجلود والقصر مد بر مخلوط بشعیر قیمی فلیحفظ مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب الغصب مین
کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چمڑی اور کہال اور گیہون جو سے قیمت والی چیزین ہین مثلی نہین اسکو یاد
رکہنا چاہیے شارح کا مطلب یہہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمتی ہوئین تو ان مین عقد سلم جائز نہین طحطاوی نے کہا باب السلم مین کہ رب وہ چیز ہے جو خرنوب سے نکلے
اور قطر ایک قسم ہے عسل قصب کی اور محشی مذکور نے کتاب الغصب مین کہا کہ رب عبارت ہے ہر پہل کے نچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف مین وہ ہے
جو شکر سے ٹپکے بحر الجواہر مین کہا کہ اصطلاح اطبا مین رب عبارت ہے اوس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پہر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش کر
یا آفتاب مین رکھ کر **باب المتفرقات** من ابوابہا و عبر فی الکنز بمسائل منثورۃ و فی الدرر بمسائل شتی و المعنی واحد یہہ باب ہے ان
مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین اور کنز مین اس باب کو مسائل منثورہ اور درر مین مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے
عادت فقہا یہہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب متقدمہ مین چھوٹ گئے اور اپنے مواضع مین مذکور نہوئے تو اون سبکو یکجا ذکر کردیتے ہین اور اونکو ہا ثلثہ سے کسی ایک نام
سے مسمی کرتے ہین اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استئناس الصبی لا یصح و لا قیمۃ لہ و لا یضمن متلفہ و قیل بخلافہ یصح و یضمن قنیہ خرید
کیا بیل یا گہوڑا پختہ مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہہ بیع صحیح نہین اور اوسکی کچھہ قیمت نہین اور اوسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہین اور قول ضعیف
اسکے برخلاف ہے یعنے بیع صحیح ہے اور متلف پر ضمان ہے کذا فی القنیہ ہم جبکہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہین تو اوسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان
اسواسطے نہین کہ مثل آلات لہو ہے و فی اخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف
سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کھیلنا جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہہ قول بھی ضعیف ہے و صح بیع
الکلب و لو عقورا او الفہد و الفیل و القرد و السباع بسائر انواعہا حتی الہرۃ و کذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر و ہو المختار للانتفاع بہا و بجلدہا کما
کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتہی اور بندر اور درندون کی بیع اونکی باقی اقسام کے ساتھہ یہان تک
کہ بلی کی بہی بیع جائز ہے اور اسیطرح درندون پرندون کی خواہ وہ معلم ہون یا نہون سوای سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے
اور انکی کہالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر کر چکے ہین ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقا جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ و سلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی مسند مین ہیثم عن عکرمۃ عن ابن عباس سے روایت کی قال
رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کے ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن
حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہے و تمامہ فی فتح القدیر و النحل و دود القز ایکان حرا ما لا یمنع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر لخمر و ہبانیہ
اور مسخرا پن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے مانع اوسکی بیع کا نہین بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی بیچنا شراب بنانیوالے سے کذا فی شرح الوہبانیہ **فرع**

باب المتفرقات

مسئلہ تتمہ شارح کا لا ينبغي اتخاذ كلب لا لخوف لص او غيره فلا بأس ومثله سائر السباع يعنی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکہنا مگر چور وغیرہ کی خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اوسکے کی مانند باقی درندے ہیں کذا في العيني هم یہی کہتے کہ گہر میں رکہنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنى كلبا الا كلب صيد او ماشية نقص من اجره كل يوم قيراطان كذا في الفتح یعنے جو کتا رکہیگا سوای شکار اور مواشی کے کتے کے تو اوسکے ثواب سے ہر روز دو قیراط گہٹتے جاتے ہیں وجاز اقتناءه لصيد وحراسة ماشية وزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بہیڑ بکری اور کہیت کی حفاظت کیواسطے بالاتفاق كما صح بيع غير حمام كثير جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جسکی قیمت ایک پیسہ ہوا سواسطے کہ یہ اقل قیمت بیع سے ہے دعم حبة قنیہ اور صحیح ہی اوسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ واذنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط ہی ایک پیسہ ہے ولو كانت كسرة خبز لا يجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیہ یعنے اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی كما لا يجوز بيع هوام الارض كالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہیں زمین کے کیڑوں کا بیچنا مانند خنافس کے یعنی گوبریلے اور سیہ اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے هم خنافس جمع ہے خنفساء کی بضم خا و سکون نون و فتح فا کرسیا و کیڑا ہے گندہ بو سوائے گبریلے کے فارسی میں اوسکو ... کہتے ہیں طحطاوی نے کہا محیط میں ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح ہواسطے کہ لوگ اوسکو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے علاج میں اوسکے طرف حاجت ہے ولا هوام البحر كالسرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے هم چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے کچھ فائدہ ملنا حرام ہے لہذا اونکی بیع جائز نہوئی كذا في المحيط ومن القنية وكل ما فيه سوى سمك وجوز في القنية بيع ما له ثمن كسقنقور وجلود خز ونحوها وجلي للماء لو حيا وال الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوای مچھلی کے اونکی بیع جائز نہیں اور قنیہ میں جائز کہا ہے اوسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہے چنانچہ سقنقور اور کہال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اوسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات هم سقنقور جانور ہے گوہ کی مانند دریای نیل کے کنارہ پر تولید پاتا ہی بے مثل ہے اور خز بضم خا معجمہ اور زا معجمہ مشدد دریائی جانور ہے اوسکے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہی بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہی جسکا خصیہ جند بیدستر ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہے پہر یہہ نام اوس کپڑے کا ہوگیا جو اوسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو الليث بيع الحيات ان انتفع بها في الادوية وان لا ودرة لا في البدائع بانه غير سديد لانه محرم شرعا فلا يجوز الانتفاع به للتداوي كالخمر فلا تنعقد المحلية شرعا البحر اور فقیہ ابو اللیث نے سانپوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤں میں چنانچہ تریاق فاروق وغیرہ میں اور اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں رد کیا ہے اسطرح کہ یہہ کلام راست اور درست نہیں ہے اسلئے کہ جو چیز شرعا حرام ہے اوس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اوسکی بیع کے مشروع کرنیکی حاجت واقع نہیں ہوئی هم کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا کہ حرام چیز سے اوسوقت علاج کرنا جائز ہے جب اوسمیں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اوسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق بین القولین یہہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا سانپ کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم وجاز بيع ذهن نجس اي متنجس كما قدمناه في البيع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اوسکو مسائل بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں هم متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا وينتفع به للاستصباح في غير مسجد كما مر اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اوس مکان میں جو مسجد کے سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمي كالمسلم في بيع غير خمر وخنزير اور کافر ذمی مسلم کی مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم اور ربا وغیرہ میں هم ذمی مسلم کی مانند ہو اسواسطے ہو اکہ مکلف حاجتمند ہی تو جو بیعات مسلم کو جائز ہیں وہ ذمی کو بھی جائز ہیں اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اوسکو بھی جائز نہیں سوای مستثنیات آئندہ کے غير الخمر والخنزير ومتيتة لم تمت حتف انفها بل بخنق او ذبح مجوسي فانها كالخمر والخنزير والدم كالميتة ... بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہو سوای شراب اور سور اور اوس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہو اللہ ہم امور میں اونکے عدم تعرض پر اور اونکے معتقدات کے ترک پر هم شارح اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کو حکم

تعرض ان اشیاء مین ہو اسطے نہین کہ یہہ چیزین اونکے حق مین شرعاً مباح ہین چنانچہ ہمیں سمجھے ہین بلکہ حرمت اونکے حق مین بہی ثابت ہی کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہین لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہین جاتے کیونکہ وہ اونکی حرمت کے معتقد نہین اور ہم مامور ہین اونکو اعتقادیات کے عدم تعرض وعقد شراء الکافر ای الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبداً مسلماً او مصحفاً او شقصاً منہما اور صحیح ہے کافر کو خریدکرنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا یا دونون مین سے کچھہ حصہ مول لینا مثلاً ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین ذکر کرچکے ہین ویجبر علی البیع اور کافر پر زبردستی کیجائیگی بیچڈالنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خریدکریگا تو مالک ہوگا لیکن حکماً زبردستی اوس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہی ولو المشتری صغیراً اجبر علیہ ولیہ فلو لم یکن اقام القاضی لہ ولیاً اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اوس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہو تو قاضی اوسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اوسپر بیعین زبردستی کیجائے وکذا لو اسلم عبدہ ویتبعہ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا یعنی اگر کافر کا غلام مسلمان ہوجاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام مین ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضاً اور کافر نے غلام مسلم کو آزاد کردیا یا اوسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادای بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اوسکے مالک پر بہی جبر کیا جائیگا بیچڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا استسعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونون محنت مزدوری کرین اپنی قیمت کے ادا کرنے مین ویوجع ضرباً لو وطئہ مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی مستولدہ و زنا کیا جاوے یا کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہہ وطی حرام ہی **فرع** مسئلہ المحقہ شارح کا من عادتہ شراء المرد ان یجبر علی بیعہ دفعاً للفساد بہر وغیرہ وکذا محرم اخذ صیداً ہو بحر وسایہ لونڈے کا خریدکرنا جسکی عادت ہی تو اوسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کیواسطے کذلک النہر وغیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار لیا تو اوسکے چھوڑدینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہوگیا تو شراب ساقط ہوگئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہوگیا تو دو روایتین ہین ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہی اور دوسری روایت ادای قیمت کی اور یہی قول محمد کا کذا فی الطحطاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کردیا اوسکے مشتری نے اوسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہی اوسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اوسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا الا مجرد نکاحہا استحساناً نہ فقط اوسکا نکاح کردینا بلا وطی زوج قبض ہی مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی وھو المختار تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف کے قول مین اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو ماتت قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزمہ المہر للمشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہی اوس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہو اور اگر بیع کا باطل ہوجانا اوسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنیکے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہوگئی تو اوسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا ہم مشتری کیواسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر مین مذکور نہین اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہہ کیونکر ہوگا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کی مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا یہہ ہے کہ نفع بدلی نقصان کی ہی کذا فی الطحطاوی اشتری شیئاً منقولاً اذ العقار لا یبیعہ القاضی وغاب المشتری قبل القبض وقبل نقد الثمن غیبۃ معروفۃ فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظراً للغائب وادی الثمن وما فضل یمسکہ للغائب وان نقص تبعہ البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادای ثمن کے غائب ہوا بغیبت معروفہ یعنے اوسکا مکان معلوم ہے اور اوسکے بائع نے گواہ قائم کئے اسپر کہ اوسنے اسکو بیچا ہے مشتری غائب کے ہاتہہ تو وہ چیز اوسکے قرضین مین نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہان ہے تو مبیع بیچی جاویگی یعنی قاضی اوسکو بیچے یا قاضی کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع کا ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اوسکو غائب کیواسطے رکہہ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب کہ اوسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا ہم اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے

تو قاضی بائعکی نالش نہ سنیگا کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نرہا اور مبیعکے نہ ہونے سے مرہون نہ رہا یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اوسکی جائز ہے کذا فی المحیط و عن جامع الفصولین وان اشتریٰ اثنان شیئاً و غاب واحد منهما فللحاضر دفع کل ثمنه و یجبر البائع علی قبول الکل و دفع الکل للحاضر اور اگر دو شخصون نے ایکچیز خریدی اور دونون مین سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اس طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اوسکا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجائیگی کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیعکے دینے پر وله قبضه و حبسه عن شریکه اذا حضر حتی ینقد شریکه الثمن بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہان تک کہ اوسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنے اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اوسکو حبس کرنا او ادای اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطراً بخلاف الموجر اور فرق بیع اور اجارہ مین یہہ ہے کہ بائعکو حبس کرنا مبیعکا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹہیرا بخلاف موجر کے ہم یعنی جبکہ بائعکو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنی ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹہیرا اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس مبیع مین اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونیکے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللهم الا اذا شرط تعجیل الاجرة خدا وند اگر جب کہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت شرط تعجیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہوگا یہہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شیئاً بالف مثقال ذهب و فضة نصفان ای بالمثقال فیجب خمسمائة مثقال من کل منهما لعدم الاولوية کوئی چیز بیچی سونے اور چاندی کے ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونون کیطرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق مین کہا لیکن اس صورت مین بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہے اور اگر یون کہا کہ ہزار درہم اور دینار سے بیچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہان جید ہی مراد ہونگے و فی بیعه شیئاً بالف من الذهب و الفضة نصفان و الصرف للوزن المعهود فالنصف من الذهب مثاقیل و النصف من الفضة دراهم اور کسی چیز کی بیع مین بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن متعارف مراد ہوگا تو سونیکے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے ہم یعنے پانسو دینار مثقالی اور پانسو درہم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النہر و مثله له علیّ کر حنطة و شعیر و سمسم لزم من کل ثلث الکر و هذا قاعدة فی المعاملات کلها کمهر و وصیة و ودیعة و غصب و اجارة و بدل خلع و غیرها فی موزون و مکیل و معدود و مذروع علیٰ اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یون کہنا کہ اوسکا میرے اوپر ایک کر گیہون اور جو اور تل مین تو ہر ایک اشیاء ثلثہ سے کر کی تہائی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات مین مثل مہر اور وصیت اور امانت اور غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور مکیل اور معدود اور مذروع مین کذا فی العینی ہم مہر کی صورت یہہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور فضہ سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کئے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی اور پانسو درہم فضہ کے علی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال یہہ ہے کہ گہی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک مین سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہہ ہے کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہہ ہے کہ سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی و قوله وزن سبعة تقدم فی الزکوٰة اور مصنف کا یہہ قول وزن سبعة کتاب الزکوٰة مین مذکور ہو چکا ہم فلنا سبعہ سے مراد یہہ ہے کہ دس درہم سات مثقال کے وزن کے برابر ہین اور ہر مثقال بیس قیراط اور ہر درہم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو و افاد الکمال ان اسم الدراهم ینصرف للمتعارف فی بلد العقد ففی مصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ درہم کا نام بیرنا ہے اوسکے طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر مین تو مصر کے شہر مین درہم سے فلوس مراد ہونگے و افاد فی النهر ان قیمتها تختلف باختلاف الازمان فافتی اللقانی بانه یساوی نصفاً و ثلثة فلوس فلو اطلق

الواقف الذي هو اعتبار زمنه لما عرف والاصح انه للفضة لانه الاكمل كما لو قيدا بالنقرة كوقف الشيخونية والصرغتمشية ونحوهما فقيمة درهم نصف فلنضف اور نہر الفائق میں تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف ازمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہے ساڑھے تین فلوس کے تو اگر وقف کرنیوالا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگادے تو اوسکے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اوسکے زمانے کا عرف معلوم ہو اور نہیں تو درم چاندی کے درم کیطرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھہ مقید کیا یعنے یون کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندیکا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخونیہ اور صرغتمشیہ اور اونکے مانند نے درم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اوسکے درم کی قیمت د ونصف ہے ہم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہے کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ درم کی قیمت دو نصف ہونا یہہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہہ اوسوقت مسلم ہے جبکہ دراہم مذکورہ صاحب نہر متغیر نہو گئے ہون علاوہ اسکے صاحب نہر خود ذکر کر چکا ہے کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اوس سے عدول کرنا نچاہیئے وافاد المصنف ان النقرة تطلق على الفضة والذهب وعلى الفلوس النحاس بعرف مصر الآن فلابد من مرجح فان لم يوجد فالعمل على الاستمارات القديمة للموقف كما عولوا عليها في نظائره كمعرفة خراج ونحوه قال وبه افتى المنلا ابو السعود آفندی اور مصنف نے اپنی شرح مین تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس مسی پر مصر کے بالفعل کے عرف مین تو درم نقرئی کی قید مین بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نپایا جاوے تو وقف کی عطایای قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف مین اسپر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اور اوسکی مانند مین مصنف نے کہا اور اسیکا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود فندی نے ہم مرجح اعدل وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استمرار قدیم معتبر ہوگا استمرار قدیم سے مراد عطایا قدیمہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو قبض زيفا بدل الجيد كان له جاهلا به فلو علم وانفقه كان قضاء اتفاقا ونفق او انفقه فلو قائما رده اتفاقا فهو قضاء لحقه اور اگر ایک شخص نے کہوٹے درم ناواقفی سے قبض کئے عوض کہرے درمون کے جو دوسرے شخص پر اوسکے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اوسنے خرچ کر ڈالے تو یہہ اوسکے حق سے ادا ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سو اگر کہوٹا ہونا اوسکو معلوم ہوا اور اوسنے خرچ کر ڈالا تو ادای حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہوا اور اگر ناواقفی سے کہوٹے درم لئے اور وہ ہنوز موجود ہین تو انکو بالاتفاق پھیر دے ہم بحر الرائق میں لکہا ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہے درم مغشوش سے نہر الفائق مین ہے کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال مین داخل ہو وقال ابو يوسف اذا لم يعلم يرد مثل زيفه ويرجع بجيده استحسانا كما لو كانت ستوقة او نبهرجة واختاره للفتوى ابن كمال قلت ورجحه في البحر والنهر والشرنبلالية فبه يفتى اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کہوٹا ہونا معلوم نہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اوسکی مانند کہوٹے درم پھیر دے اور کہرے درم اوس سے پھیر لے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نبہرجہ درم ہون تو رد مثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کیواسطے مین کہتا ہون اوسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین تو اسیکا فتوی دیا جاوے ہم ستوقہ وہ درم ہے جسپر چاندی کا تیز ہو اور نبہرجہ وہ درم جو دار الضرب سلطانی مین نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طير في ارض رجل او تكسر فيها ظبي اي انكسر رجله بنفسه فلو كسرها رجل كان للكاسر لا الآخذ فهو للآخذ لسبق يده المباح اور اگر چڑیا نے بچہ یا انڈہ دیا ایک مرد کی زمین مین یا ہرن کا پانون آپہین خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اوسکا مملوک ہے جسنے اوسکو پایا اور لیا کیونکہ اوسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا تو اگر کوئی مرد اوسکے پانون کو توڑیگا تو ہرن توڑنیوالے کا ہوگا نہ پکڑنیوالے کا الا اذا هيأ ارضه لذلك فهو له مگر جب کہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسیکے واسطے مہیا کر رکہا ہو تو صاحب زمین اوسکا مالک ہوگا نہ آخذ او كان صاحب الارض قريبا من الصيد بحيث يقدر على اخذه لو مد يده فهو لصاحب الارض لتمكنه منه فلو اخذه غيره لم يملكه نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اسطرح کہ تا دم اوسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتہہ پہیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا بسبب اوسکے قادر ہونیکے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اوسکا مالک نہوگا کذا فی النہر وكذا امثاله ما عرض صيد تعلق بشبكة نصبت للجفاف او دخل دار رجل او درهم او سكر نثر فوقع على ثوب لم يعد له سابقا ولو كف كما حقا فلو اعده او كفه ملكه بهذا الفعل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کی مانند ہے وہ شکار جو پہنس گیا اوس جال مین جو پہیلا گیا تھا خشک کرنیکے واسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گہر میں اور درم یا شکر جو اوچہالے گئے لینے والون کے واسطے سو اوس کپڑے پر پڑی جو سابق سے درم یا شکر لینے کیواسطے مہیا نہین کر رکہا اور نہ کپڑا

سیئا گیا بعد اسکے تو اگر درم اور شکر لینے کیواسطے کپڑا اوہیا کیا ہو یا کپڑا اسمیٹ لیا ہو بعد پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑیکا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فصل سے **فروع** مسائل ملحقہ شارح عَسَلُ النحلِ فی ارضِہ مَلَکَہ مطلقاً لانہ صار من انزالِہا شہد کبھی کاہے اوسکی زمین میں تو وہ اوسکا مالک ہوگا مطلقاً خواہ زمین شہد کیواسطے مہیا ہو یا نہوا سواسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیداشی سے ہوگیا ہم انزال الفتح جمع ہی نزل بفتحتین کی بمعنے ترقیہ و زیادت مزروع کذا فی الطحطاوی وشری دارًا فطلب المشتری ان یکتب لہ البائع صکًا لایجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاء بعدلین وصک فلیس لہ الامتناع من الاقرار گھر خریدکیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اوسپر زبردستی کیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائعکے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائعکو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ہم صک وثیقہ ہی جسمین اقرار بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اسلئے جائز نہیں کہ یہ مقتضائے عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہی اسلئے کہ مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرور ہی کذا فی الطحطاوی وشرف قطنًا فغزلتہ امرأتہ فکلّہ لہ روئی خریدکی سواوسکی زوجہ نے اوسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہی ہم چون کہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہیں کی تو ظاہرا زوج پر اجرت لازم نہوگی الّا اذا کفنت بلا اذن الورثۃ کفن مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوجکو کفن مثل دیا تو متروکہ زوج سے بہرلے ولو اکثر لا ترجع بشیء قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقیمۃ کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے بہرلے تو بعید نہیں طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر مین مطلع نہین ہوا ہم ظاہرا مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہانسے شارح نیہ فروع نقل کی ہین اور بعید نہیں کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حرامًا واشتری بہ او بالدراہم المغصوبۃ شیئًا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والالا وہذا قیاس وقال ابو بکر کلاہما سواء وکل لا یطیب لہ کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اوس سے یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدہ کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہیں دیا تو خیرات نکرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہین اور اسکو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہے اور ظاہرا قول ابو بکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایکصورت یہ ہی کہ غلام کو غصب کیا اور اوسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پہر دوسرے غلام کو بعوض عرض کے بیچا پہر عرضکو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہوئی اوسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ و کذا لو اشتری ولم یقل بہذہ الدراہم واعطی من الدراہم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خریدکی اور نہیں کہا کہ بعوض ان دراہم کے خرید کی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم مغصوبہ سے ہم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول مین زائد مال کو تصدق کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اوسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خریدکی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدکی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہی ابو یوسف کی قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نکرے کذا فی الطحطاوی دفع مالہ مضاربۃ لرجل جاہل جاز اخذ ربحہ ما لم یعلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال بطریق مضاربت کے اوس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اوسکی منفعت لینا جائز ہی جب تک معلوم نہو کہ اوسنے کسب حرام سے حاصل کیا ہم طحطاوی نے کہا مناسب تمام وہ مسئلہ ہی جو خانیہ مین مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اوسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہی لازم ہی یا نہیں تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اوس شہر اور اوس زمانے مین ہو جسکے بازارون مین اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین اور بنا وحکم ظاہر پر رکھے اور اگر غالب حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من رأی ثوبہ لا یجوز لاحد اخذہ ما لم یقل حین رمی لیاخذہ من اراد جسنے اپنا کپڑا پہینکدیا تو کسی کو اوسکا لینا جائز نہیں جب تک کہ اوسنے اپنا کپڑا پہینکنے کیوقت یون نکہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ہم یہ قول ظاہر اباحت ہی نہ ہبہ کیونکہ موہوب لہ متعین نہیں اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہی اور جب اباحت یا صدور ہبہ کا قول معلوم نہو تو ظاہرا لینا جائز نہیں کیونکہ لقطہ کا مالک مجہول ہی کذا فی الطحطاوی باع الاب ضیعۃ طفلہ والاب مفسد فاسق لم یجز بیعہ استحسانًا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہی تو اوسکی

بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے شرت لطفلها علی ان لا یرجع علیه بالثمن جاز وهو کالهبة استحسانا ماں نے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خریدی کہ اس شرط پر
کہ صغیر پر رجوع ثمن نہ کریگی تو جائز ہے اور یہ خرید ہبہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے قال الاسیر اشترنی او قال فکنی فشراه رجل بامره کان له او قرضه فیدی
او دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر یا مجھکو خلاص کر سو اوسنے اسکو خرید کیا تو جو اوسنے دیا ہے بیچ قیدی کے سو گویا اوسنے اوسکو قرض دیا ہے پس پھیر لیگا اوس سے کذا فی الفصولین ہے اور مفتی بہ
عدم رجوع ہے اور اسیر نہ ہند و شخص ہے جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی المحیط و من جامع الفصولین ولو قال بالف فشراه باکثر لم یلزمه الفضل لانه
متطوع لا بامره اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھکو مثلا ہزار درم سے خرید کر سو اوسنے اوسکو زیادہ ہزار درم سے خرید کیا تو اوس پر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ خلاص
کرنا ہے نہ خرید کرنا ھ جامع الفصولین میں لزوم رجوع فضل مذکور ہے اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہے نہ عدم لزوم کذا فی المحیط دخل منزلا اشتری دارا و دبغ و تأذی جیرانه
ان عمل الدائم یمنع وعلی الندرة یحتمل منه ایک گھر خرید کیا اور اوسمین دباغی یعنی چمڑا پکایا اور اوسکے پڑوسی اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع
کیا جاوے اور اگر گاہ گاہ ایسا کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ھ جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس یہ ہے کہ جو اپنی ملک خالص میں تصرف کرے وہ روکا نجاوے اگرچہ
غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہے وہان جہان غیرون کو ضرر ہو بضرر صریح بعضون نے کہا اسی کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المحیط و فی
شری لحما علی انه لحم غنم فوجده لحم معز له الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اسکو بکری کا گوشت پایا تو اوسکو پھیر دینا جائز ہے
ھ غنم بکری کو بھی شامل ہے سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہے مگر یہ کہ عرف میں غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہے قال زن لی من هذا اللحم ثلثة ارطال فوزن له
اجبر و من هذا الخبز فوزن لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجھکو اس گوشت سے تین رطل تولدے سو اوسنے تولدیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اوسکے لینے پر اور اگر کہا
اس روٹی میں سے تول دے اور اوسنے تولدی تو اوس پر لینے کیواسطے جبر نہوگا شری بزرا خریفیا فاذا هو ربیعی او شری بزر البطیخ فاذا هو بزر القثاء
ان قائما رده وان مستهلکا فعلیه مثله خرید کیا خریف کا بیج اور وہ ربیع کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزہ کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اوسکو
پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اوسپر اوسکی مانند پھیر دینا جائز ہے ھ پھیر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہے ساوم صاحب الزجاج قدحا له
قدحا ینظر فوقع منه علی اقداح فانکسرت ضمن الاقداح لا القدح ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اوسنے پیالہ دیا کہ اوسکو دیکھے
سو اوسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالون پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالون کا نہ اوس پیالہ کا جو گر پڑا ھ پیالون کا ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ لوگون کے
اموال میں خطا معاف نہیں اور اوس پیالہ کا ضمان اسواسطے نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہے بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی
لہذا اسکا مضمون نہیں شری شجرة باصلها و فی قلعها من الاصل ضرر بالبائع یقطعه من وجه الارض من حیث لا یتضرر به البائع ولو انهدم
من سقوطها حائط ضمن القالع ما انهدم من قلعه ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اوسکے اوکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اوسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے
جہان بائع کو ضرر نہو اور اگر اوسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اوکھاڑنیوالا اوسکا تاوان دے جو اوسکو اوکھاڑنے سے پیدا ہوا فع دراہم زیوفا
فکسرها المشتری لا شیء علیه و نعم ما صنع حیث غشه و خانه وکذا لو دفع الیه لینظر الیه فکسره کھوٹے درم دیئے سو مشتری نے اونکو توڑ ڈالا تو اوسپر
تاوان نہیں اور اوسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اوسنے اسکو دغا دی اور خیانت کی اور اسیطرح اگر اوسنے اوسکو دیا تاکہ اسکو دیکھے اور اوسنے اوسکو توڑ ڈالا تو اوسپر کچھ نہیں
مناسب تھا کہ شارح بجای مشتری بائع کہتا یا یہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہان ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا بأس ببیع المغشوش اذا بین
غشه او کان ظاهرا یری وکذا قال ابو حنیفة رحمه الله فی حنطة خلط فیها الشعیر والشعیر یری لا بأس ببیعه وان طحنه لا یبیعه کچھ مضائقہ نہیں مغشوش
چیز کی بیع میں جبکہ بائع اوسکی کھوٹ بیان کردے یا وہ چیز ظاہر ہو کہ مشتری اوسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اوس گیہون میں جسمین جو مخلوط ہون اور جو
نظر آتے ہون اوسکی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ھ اسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہیں رہتا ھ اگر بیان کر دے تو بیع جائز ہے وقال
الثانی فی رجل معه فضة نحاس لا یبیعها حتی یبین اور ابو یوسف نے کہا اوس مرد کے باب میں جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہے کہ اسکو نہ بیچے یہانتک کہ بیان
کردے وکل شیء لا یجوز نفاقه ینبغی ان یقطعه ویعاقب صاحبه اذا انفقه وهو یعرفه اور جو چیز کہ جائز نہیں سو لائق یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اوسکا مالک مارا جاوے

جب کہ مغشوش کو وہ خرچ کرتی جان بوجھکر تو ہی فلو تبایعا بہم فدفعہا الیہ وقال ھی بلد جیاد لا ینفقہا حتی یبدلہا پسی خریدی کوئی درم کو سو بائع نے انکو جیسے
دیئے اور کہا کہ یہ پیسے درم کے عوض ہیں تو انکو خرچ نکرے جب تک کہ شمار کرے ھ ظاہر اشمار کرنا اس صورت پر محمول ہی جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو
نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس خیال سے ضرور ہوا کہ شاید درم باعیب ہوں تو فلوس کے خرچ کرڈالنے کے بعد معلوم نہو کہ کتنے پیسے ہوئے شری بالدراہم الزیوف ورضی بہا فلہ
ما یشتری بالجیاد حل لہ کوئی چیز خریدی کی کہوٹے درم سو اور جسقدر کہرے درم سے مول لیتے ہیں اوسکے کمتر سے راضی ہوگیا تو اوسکو حلال ہی یعنی ایک چیز کہرے
درم سے مثلا سیر بہر بکتی ہے اور اوسکو کہوٹے درم سے آدہ سیر لی راضی ہوکر تو اوسکے واسطے حلال ہے تنویر شری ثوبا ببغداد علی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز لجہالۃ
الاجل کپڑے خریدا بغداد میں اس شرط پر کہ اوسکا ثمن سمرقند میں ادا کریگا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے تاتارخانیہ نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی
المشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہی تو بیع فاسد ہے تبیین اسواسطے کہ اس شرط کو
عقد مقتضی نہیں اور اسمین بائع کا فائدہ ہی اخذ الخراج من الاکار لہ ان یرجع علی الدہقان ھ استحسانا خراج لیا گیا کشتکار سے تو اوسکو زمیندار سے پہر لینا بطریق
استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلۃ وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع ولہ حصتہ من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خرید
کئے پہلوں کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کشتکار کو بقدر اوسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہیں تو اوسکی بیع جائز نہیں ھ مراد
وہ کشتکار ہے جسکا پہلوں میں حصہ ہے قنیہ ادہ درہما وقال انفقہ وان لم یرج فرد علی فقبلہ ولم ینفقہ لہ ردہ ھ استحسانا بخلاف جاریۃ وجد بہا عیبا فقال اعرضہا
او بعہا فان نفقت والا ردہا فعرضہا علی البیع سقط الرد ھ مشتری نے بائع کو درم دیئے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجھکو پہیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا
اور خرچ نکئے تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہے بطریق استحسان کے بخلاف اوس لونڈی کے کہ جسمین مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیچنے کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال
سو اگر بک جاوے تو بہتر ہے والا مجکو پہیر دے سو مشتری نے اسکو بیچنے کے واسطے پیش کیا تو پہیر دینا ساقط ہوگیا ھ دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض عین حق
قابض نہیں بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اوسمین اختیار باطل ہے کذا فی العمادیہ ملتقطا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا وطئی رجل
امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء وقال ابو یوسف لا استحبہ ولا یقربہا حتی تحیض حیضۃ کما لو اشتراہا کما سیجیئ فی الحظر والکل من الملتقط

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پہر اوسکا نکاح کردیا وہین تو زوج کو اوسکی وطی بلا استبرا جائز ہی اور امام ابو یوسف نے کہا کہ میں اسکو نہیں
جانتا ہوں اور زوج اوسکا قربت نکرے جب تک اسکو ایک حیض نہ آوے جیسے اسکو خریدے تو استبرا لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر میں اور یہ فروع ملتقط کی
ملتقط میں ھ امام کے نزدیک زوج پر ہرچند استبرا لازم نہیں مگر مالک پر استبرا واجب ہے چنانچہ شارح نے کتاب النکاح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے
شاید ملتقط کی عبارت میں ہوگا والا در المختار میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی وما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنے فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط
فاسد سے اور اوسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور
معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے ھہنا اصلان احدہما ان کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا کالقرض بیان
دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہو مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد
نہیں ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ھ جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں اوسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا
اسواسطے کہ شروط فاسدہ ربا سے متعلق ہیں اور ربا معاوضات مالیہ سے مخصوص ہے نہ اوسکے غیر سے تو وہاں فقط شرط ہی باطل ہو جاویگی ثانیہما ان کل
ما کان من التملیکات او التقییدات کالرجعۃ یبطل تعلیقہ بالشرط ولا یصح ھ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو تصرف کہ تملیکات یا تقییدات میں سے ہے چنانچہ رجعت
تو اوسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تملیکات یا تقییدات سے نہیں بلکہ اسقاطات یا التزامات یا ولایات یا تحریضات سے ہے تو اوسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے ھ رجعت تقیید
کی مثال ہے نہ تملیک کی لکن فی الاسقاطات والالتزامات یحلف بہا کحج وطلاق یصح مطلقا لیکن اون اسقاطات اور التزامات میں جنسے قسم کہائی جاتی
ہے چنانچہ حج اور طلاق تو انکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب ھ حج اور طلاق میں لف و نشر غیر مرتب ہے یعنے حج التزام کی مثال

ہو اور طلاق ہفاظ کی وفی الطلاقات والولایات وتحریضات بالملائم بزازیۃ اور اطلاقات اور ولایا اور تحریضات یعنی ترغیبات بشرط مناسب تعلیق صحیح ہو وہم
اطلاقات چنانچہ اذون یعنی تجارت مین اور ولایا جیسے قضا اور امارت اور ترغیبات چنانچہ امام کا یون کہنا کہ جو غازی کافر کو مارے وہ اسکا انعام پاوے کذا فی الطحطاوی فالاول
اربعۃ عشر علی ما فی الدرر والکنز واجارۃ الوقایۃ سوا اول یعنے جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہین چودہ ہین بموجب درر اور کنز اور وقایہ کی کتاب الاجارہ کے
ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہہ بیان ماتن کے مخالف ہی ہو اسطے کہ مصنف نے دونون اصلون کی تمثیل ساتھہ بیع ہی کی ہے نہ فقط اصل اول کی اور جو اصل اول کی مثال ہے
وہ اصل ثانی کی بہی مثال ہو سکتی ہے بالعکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزین شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہین وہ مسئلہ مذکورہ فی المتن مین منحصر
نہیں کیونکہ حجر ماذون اور اجل اور قتل خطا اور جراحت موجبہ للمال سے صلح کرنا بہی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہے البیع ان علقہ بکلمۃ ان لا بعلی علی ما بیناہ فی البیع
الفاسد چودہ امور سے اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی نہ بلفظ علی چنانچہ بیع کو بیع فاسد مین بیان کیا ہے ہم مگر کیسو رمین تعلیق بلفظ ان شرطیہ سے باطل نہین
چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ مین نے یہہ چیز تیرے ہاتہہ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہو جاوے ہو اسطے کہ یہی کیواسطے خیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یون کہنا کہ
بشرط کذا بمنزلۂ علی ہے اور ضرور ہی کہ شرط اوسکے ساتہہ متصل ہو و الا بیع جائز ہے اور یہہ ضرور ہے کہ صلب عقد مین شرط ہو تو الحاق شرط سے التحاق نہوگا
اصح روایت مین اور ذخیرہ مین ہے کہ لکڑیان خریدین گانون مین بشرا صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط یون کہا کہ لکڑیان میرے مکان تک پہنچا دے تو بیع فاسد نہین
کیونکہ یہہ ابتدا کلام ہے کذا فی الطحطاوی والقسمۃ للمثلی اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہم مراد جنس واحد ہی ہو اسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمی مال کی قسمت
کے مانند ہے تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ شریک اقسام کرین اگر فلانا شخص راضی ہو اما قسمۃ القیمی فتصح بخیار شرط ورؤیۃ اور قیمت والے مال کی قسمت تو صحیح ہے خیار شرط
اور خیار رؤیت سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہہ صورت ہو کہ اجارہ کے اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دیدے یا مستاجر دوکان یا گہر کی مرمت
کرے اور جتنا مرمت مین خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرلے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی قولہ اذا جاء راس الشہر فقد آجرتک داری بکذا فیصح لانہ
یتعلق عادیۃ تعلیق اجارہ صحیح نہین مگر اس قول مین کہ جبکہ مہینے کا سرا آوے تو ہو مین نے تجکو اپنا گہر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے اوس شرط سے یہی فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ وقولہ
لعاصیت ان قرضتہا الا فاجرتہا کل شہر بکذا جاز کما سیجیء فی متفرقات الاجارۃ ہم انہ تعلیق بعدم التفریغ اور ویسا کے اس قول مین غاصب سے کہ گہر کو فارغ
کرے اور نہین تو کرایہ اوسکا ہر مہینے مین اتنا ہو جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ مین آویگا باوجودیکہ یہہ تعلیق ہی عدم تفریغ پر والاجازۃ بالراء نحو قول البکر جزت
النکاح ان رضیت امی مبطل للاجازۃ بزازیۃ اور اجازت بزاء معجمہ یوں باکرہ کا یون کہنا کہ مین نے نکاح کو جائز رکہا اگر میری ما راضی ہو مبطل ہے اجازت
کذا فی البزازیہ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر تفقہا علی البیع تفقہا کما وقع فی المنح
اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح نہین یعنی جسمین تملیک یا تقیید ہی جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اوسکی تعلیق صحیح نہین شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا
بیع پر قصور بیان ہے چنانچہ منح الغفار مین واقع ہوا ہے ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار مین بیع کی تمثیل واقع ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہین ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو
مصنف نے خود ذکر کیا ہے یعنے تو اب کچہہ قصور نرہا والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی بحرہ وہو خطاء والصواب انہا لا تبطل
بالشرط اعتبارا لہا باصلہا وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر وقرر بانہا لا تفتقر لشہود ومہر ولہ رجعۃ امۃ علی حرۃ لکن ابعد طلاقہا فا
تبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق
مین کہا کہ رجعت کا بیان ذکر کرنا خطا ہے اور ٹہیک یہہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہین ہوتی بہ اعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل
یعنی نکاح شرط سے باطل نہین ہوتا ویسی ہی رجعت بہی باطل نہین ہوتی اور صاحب بحر نے بیان بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن نہر الفائق مین اوسپر اعتراض کیا ہے
اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح مین اسطرح پر کہ رجعت مین گواہون اور مہر کی حاجت نہین اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اوس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد
اوسکی طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمین گواہون اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہین اور نکاح باطل نہین
ہوتا شرط سے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر ایسا اعتراض قوی نہین کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے یہہ لازم نہین کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم مین بہی

صاحب بحر نے کہا اور سنے صورت نزاع کو مخالفت کی صورت متون مین مذکور کیا والشکوں عن قال بمال درلم و غیرھا اور مسئلہ مال کی بعوض مال کے کذا فی الدرر۔ عینی و فی النہر
الظاہر الاطلاق حتی لوکان عن سکوت او انکار کان فدا فی حق المنکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہو کہ ظاہر اطلاق صلح مراد ہے یعنی بیہی تفصیل بین
بیان نکی کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہو گا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ہم جلبے نے کہا کہ حق تقیید ہو نہ اطلاق کیونکہ سیاق گفتگو اسکی ہے جو شرط
فاسد سے باطل ہوتا ہو یعنی معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ نہین اور حرجبہ اسکی تعلیق صحیح ہین لیکن کلام ہے اوسکے بطلان مین شرط فاسد
والابراء عن الدین لانہ تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہو ایک راہ سے ہم منح الغفار مین ہو کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک
ہو لہذا پھر جاتا ہو رد کرنے سے اگرچہ اسمین سنے اسقاط ہو انتہے قلبے نے کہا کہ ابراء عن الدین مین مبادلہ مال کا مال سے نہین تو لایق یہ ہے کہ شرط سے باطل نہو اور تعلیقا
مین اسکا معتبر کرنا دلالت نہین کرتا مگر اسکے بطلان پر تو اس صورت مین مناسب تھا کہ قسم ثانی مین ذکر ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا فتعلیق ابراء صحیح نہین مگر جب کہ
شرط متعارف ہو چنانچہ شوہر نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید نکاح کرے بعوض مہر کے اور اسکا مہر مثل سو درہم ہے تو وہ بری الذمہ ہو گا بدون
شرط کے کذا فی الحصاوی او علقہ بامر کائن کان اعطیتہ شریکی فقد ابرأتک وقد اعطاہ صح یا ابرا کو معلق کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب یون کہا کہ اگر تو نے
فلان چیز میری شریک کو دی تو البتہ مین تجکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اوسکے شریک کو دیچکا ہو تو تعلیق مذکور صحیح ہے وکذا بموتہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ
علی ما بحثہ فی النہر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہو طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہو گی اگرچہ اپنے وارث کیواسطے ہو چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق
بحث کے ذکر کیا ہو وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ہم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مین نے تجکو معزول کیا بشرطیکہ تو مجکو تحفہ دے
یا فلانا شخص آوے یا اور حق تعالی کے واسطے مجہپر اعتکاف واجب ہے اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آوے فانھما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقھما بالشرط یہ اسلیے کہ عزل
وکیل اور اعتکاف اوس جنس سے نہین جنسے قسم کہاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وھذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النہر اور یہ یعنے عدم جواز تعلیق دو روایتون
مین سے ایک روایت ہو چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہو نہر الفائق مین ہم نہر الفائق مین مذکور ہے کہ سرخسی کی روایت مین تعلیق بالشرط جائز ہو اور عدم جواز تعلیق اعتکاف منافی ہو اسکے
جو اعتکاف مین مذکور ہو چکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہو اور جب اوسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہو سکتا جامع الفصولین مین ہے
کہ جسکی تعلیق بالشرط جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہین ہو تا انتہے والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور صحیح کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادات مندرہ سے صحیح قول ہے
ہم طحاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تہا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہو کیونکہ وہ عبادات سے ہو اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہو اسواسطے کہ وہ عبادات سے ہے نہ یہ کہ وہ
ملحق بعبادات ہو والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنی زمین تجکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجکو اتنا قرض دے یا فلانا شخص آوے والمعاملۃ
ای المساقاۃ لانھما اجارۃ اور معاملہ یعنے درختون کی سینچائی چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات کی تعلیق
اسواسطے صحیح نہین کہ دونون اجارہ ہین والاقرار اور اقرار بایطور کہ زید کے مجہپر ہزار درہم ہین اگر وہ مجھکو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحر الرائق مین کہا کہ اقرار
معاوضات مالیہ سے نہین لیکن اسکی تعلیق صحیح نہین اور وہ باطل ہو جاتا ہو شرط فاسد سے الا اذا علقہ بمجیء الغد او بموتہ فیجوز ویلزم الحال یعنی اقرار باطل ہوتا ہو شرط
مگر جب اسکو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرین تو جائز ہو اور فی الحال اوسپر لازم ہو جاتا ہو کذا فی العینی ہم اقرار کیا کہ مجہپر ہزار درم ہین جب کہ مہینہ پورا ہو یا لوگ صوم سے
افطار کرین تو یہ اقرار جائز ہے اور دعوی مدت کا باطل مگر جب مدت شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ رہو کہ فلانے شخص کے مجہپر ہزار درم ہین اگر مین
مرجاؤن تو اوسپر ہزار درم ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یا مرجائے کذا فی الحصاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہین چنانچہ یون کہنا کہ مینے اپنا گہر وقف کیا اگر
فلانا شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم لقول المحکمین اذا اھل الشھر فاحکم بیننا لانہ صلح معنی فلا یصح تعلیقہ ولا اضافتہ عند الثانی
وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیہ اور چودہوین حکم مقرر کرنا چنانچہ محکمین کا یون کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو پنچایت کرے ہمارے درمیان
اسواسطے کہ تحکیم صلح ہو فی الحقیقت تو اوسکی تعلیق اور زمان مستقبل کیطرف اضافت کرنا صحیح نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب
القضا مین ہے ہم توضیح اوسکی یہ ہے کہ تحکیم صورۃ تولیت اور معنے صلح ہو تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہین اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور

[illegible]

احتمال کے ساتھ صحیح نہیں اور مصنف کے قول غیر مفتی بہ میں اسکی تعیین اور نہایت صحیح مرد ہے بقی ابطال الاجل ففی البزازیۃ انہ یبطل بالشرط الفاسد وکذا البحر معزیا الی الاشباہ اور اون مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہیں ابطال مدت باقی رہا سو بزازیہ میں ہے کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہے اور اسیطرح عیدا ذوی کے تصرف کو ردکنا بموجب اوس روایت کے جو اشباہ میں ہے ہم ابطال اجل کی صورت یہ ہو کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو میرا دا ادای دین کی مقرر ہے باطل کر دی اس شرط پر کہ دائن مجکو فلانی چیز ہبہ کرے اور دائن راضی ہوگیا تو یہ ابطال باطل ہے اور مدت باقی رہے گی وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضۃ المالیۃ سبعۃ وعشرون وزدت ثمانیۃ اور جو مسائل کہ صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہوجاتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے وہ ستائیس ہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے عینی کا تابع ہو کر اور میں نے آٹھ مسائل اور زیادہ کئے ہیں ہم تو مجموع مسائل ماتن اور شارح کے پینتیس ۳۵ ہوئے چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہوگا القرض والھبۃ والصدقۃ والنکاح والطلاق والخلع والعتق والرھن ازانجملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عتق ۸ رہن مثلا مقرض نے کہا کہ میں نے تجھکو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا واہب نے کہا کہ میں نے یہ لونڈی تجھکو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہو زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہو اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب ہے زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہو اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نکیجیو میں نے تجھسے خلع کیا بشرطیکہ مجکو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہو تو طلاق واقع ہوگی اور مال واجب ہوگا مولی نے کہا غلام سے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجکو اختیار ہو راہن نے کہا کہ میں اپنا غلام تیرے پاس رہن کیا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر میں اسکو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہی تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہے کذا فی العطاء والایصاء ۹ جعلتک وصیا علی ان تزوج بنتی ۹ کسیکو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں تجھکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرلے والوصیۃ ۱۰ وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنی ولد کا نکاح میری بیٹی سے کرلے تو ایصا اور وصیت صحیح ہو اور شرط لغو ہے والشرکۃ ۱۱ شرکت چنانچہ یوں کہنا کہ تجھکو میں اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجکو اتنا تحفہ دے والمضاربۃ ۱۲ مضاربت اسطرح کہ اسکو ہزار درہم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایکسال زراعت کیواسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذا فی النہر وکذا القضاء والامارۃ کولیتک بلد کذا او قلدتک امرہ وبطل الشرط علی ان لا یعزلہ بالامحنۃ اور اسیطرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴ حاکم ادا امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں تجھکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اوسکے معزول کرنیکا بلا قصور اختیار ہم ولایت موبد ہوا ہے کہ کبھی اسکو معزول نکرے وھل یشترط لصحۃ عزلہ کسنحۃ بدا السلطان ان یقول رجعت عن التابید افتی بعضھم بذلک واختار فی النھر اطلاق الصحۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنیکی صحت میں شہنشاہ اوس مدرس کے جسکو ہمیشہ کیواسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کیا شرط ہو کہ میں نے ہمیشہ منصوب کہنے سے رجوع کیا بعضے علمانے اسکا فتوی دیاہے اور نہر الفائق میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہو یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نکرے ہر وقت معزول کرنا بادشاہ کو اختیار ہم وفی البزازیۃ لو شرط علیہ ان لا یرتشی ولا یشرب الخمر ولا یقبل قول احد ولا یسمع خصومۃ زید صح التقلید والشرط اور بزازیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نلے اور شراب نپیے اور کسیکا کہنا نمانے اور زید کی مثلا خصومت نسنے تو تقلید قضا اور شرط دونوں صحیح ہیں ہم یعنی اگر انمین سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اوسکا حکم باطل ہوگا اور اوسکا حکم خصومت زید میں نافذ ہوگا اور سلطان پر واجب ہو کہ اگر اوسکا مقدمہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے کذا فی العطاء عن البزازیۃ والکفالۃ ۱۵ اضامنی اسطرح کہ میں تیرے غریم کا ضامن ہوں اگر تو مجکو قرضہ دے والحوالۃ ۱۶ احوالہ اسطرح کہ میں تیرا دین فلان زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ درصورت انکار یا موت زید کے تو مجھسے مطالبہ کرے الا اذا شرط فی الحوالۃ الاعطاء من ثمن دار المحیل فتفسد لعدم قدرتہ علی الوفاء بالملتزم کما عزا المصنف للبزازیۃ واجاب فی النھر بان ھذا من المحتال وعد ولیس الکلام فیہ فلیحرر حوالہ شرط فاسد سے جائز ہے مگر جب حوالہ میں شرط ہو محتال کو دینا محیل کے گھر کے ثمن سے تو حوالہ فاسد ہے کیونکہ محتال قادر اوسکے ادا پر نہیں جسکا اوسنے التزام کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہو اور نہر الفائق میں جواب دیا کہ یہ قول محتال کیجانب سے وعدہ ہے اور وعدہ میں کلام نہیں تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے شارح نے اشارہ کیا کہ کلام صاحب نہر غیر منقح ہے کیونکہ یہ شرط ہے نہ وعدہ اور یہ شرط محتال علیہ کے جانب سے ہے نہ محیل کیطرف سے کذا فی العطاء والوکالۃ ۱۷ اور کالت

اسطرح پر کہ مین نے تجکو بری کیا بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجکو بری الذمہ کرے ولا فائدۃ ۱۰۔ اقالہ اسطرح پر کہ عاقدین اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو ادا ہوے یا کمتر تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحاوی والکتابۃ ۱۹ کتابت اسطرح کہ مثلاً کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر سے باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ نکرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہے کذا فی المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای نفس البدل کالکتابۃ علی خمر فیفسد بہ وعلیہ یحمل اطلاقہم کما فی البحر وغیرہ مگر جب کہ فساد صلب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو چنانچہ اوسکا مکاتب کرنا شراب پر تو اوس سے کتابت فاسد ہوجاتی ہے اور اسی پر اطلاق فقہا محمول ہے چنانچہ اوسکو ملا خسرو نے درر مین تحریر کیا ہے ہم عمادی اور استروشنی وغیرہما نے کہا کہ کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہوجاتی ہے خسرو نے کہا کہ یہ اطلاق اوس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہ روایت اس حمل کے مخالف ہے کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اوسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد سے باطل ہوجاتی ہے انتہے تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحاوی والاذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ تک تجارت کرے فلانے امر مین تو یہ اذن جمیع تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد کقولہ الولد منی ان رضیت امراتی ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ یہ لڑکا میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہے اور شرط باطل والصلح عن دم العمد ۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اوسکا ولی قاتل سے کسی شی پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اوسکو قرض دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہے اور شرط فاسد اور قصاص ساقط کیونکہ اسقاطات سے ہے اور شرط کا محل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولم یذکروہ اکتفاء بالصلح درر ۲۳۔ اور ایسے ہی قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابرا کو مذکور نہین کیا صلح پر کفایت کرکے کذا فی الدرر وجہ کفایت یہ ہے کہ صلح اور ابرا مین چندان فرق نہین اسواسطے کہ جب ولی نے قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نرہے یا اوس سے صلح کرلے تو ابرا اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن الدرر وعن الجراحۃ التی فیہا القود وہو کان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اوس زخم سے جسمین قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم ہو جسمین دیت لازم ہو تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت مین اموال کا طریقہ جاری ہے تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ غصب وفی ودیعۃ وعاریۃ اذا ضمنہا رجل وشرط فیہا حوالۃ او کفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن ہو اور انمین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر یعنی غاصب مغصوب مین اور امانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھ مال پر صلح کرے ادا ہی بدل صلح مین کوئی شخص جانبین کا ضامن ہو اور ضامن حوالہ یا ضمانت امین کا شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا مین ضامن ہون بشرطیکہ فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحاوی عن الدرر وجامع الفصولین والنسب والحجر للماذون درر ۲۸ نسب ۲۹ ماذون پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر یعنی نسب معہ ولد مین مذکور ہوچکا لیکن وہ ولد مین خاص ہے اور یہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہوگا والغصب بان النفس اشباہ ۳۰ غصب امان نفس کذا فی الاشباہ یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور شرط باطل بعض نسخون مین بجای امان نفس امان الرقیق مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان ذات مغصوب بشرط مراد ہے والا نفس غصب مین اشتراط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۱ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کہے اوس کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ کرتا ہے کہ مین نے تجپر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجکو کچھ تحفہ دے کذا فی الطحاوی عن الحموی وتعلیق الرد بالعیب ۳۲ رد بالعیب کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین عیب پاؤن گا تو تجکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجکو بعض ثمن سے بری الذمہ کرے طحطاوی نے کہا یہ مثال مناسب ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بخیار الشرط ۳۳ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین بیع کو تین دن مین جاری نکرون تو تجکو پھیر دون بشرطیکہ مین تجکو تحفہ دون یا تو مجکو تحفہ دے طحطاوی نے کہا یہی مثال مناسب مرہے وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فیعزل ویبطل الشرط وما ذکرنا کلہا لیست بمعاوضۃ مالیۃ فلا توثر فیہا الشروط الفاسدۃ ۳۴ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا قاضی سے کہ مین نے تجکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی اسواسطے کہ ہمنے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ نہین لہذا انمین شروط فاسدہ اثر نہین کرتین ہم

ترجمہ مین مذکور ہین کہ شروط فاسدہ بیاج کیطرف راجع ہین اور بیاج متحقق نہین ہوتا مگر معاوضات مالیہ مین ولیقي ما یجوز تعلیقه بالشرط وھو مختص بالاسقاطات المحضة التی یحلف بہا کالطلاق والعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا کالحج والصلوٰة والتولیات کالقضاء والامارة عینی وزیلعی اور باقی رہے وہ تصرفات جنکی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے اُن اسقاطات خالصہ سے جن سے قسم کہائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور اُن التزامات سے مختص ہے جنسے قسم کہاتے ہین چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی ہیچم اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوتے کما مرّ زاد فی النھر الاذن فی التجارة وتسلیم الشفعة والاسلام نہر الفائق مین ما یجوز تعلیقه مین اذن فی التجارة اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرّر المصنف دخول الاسلام فی القسم الاول لانه من الاقرار ودخول الکفر ھنا لانه ترک اور مصنف نے اپنی شرح مین منقح کیا ہے دخول اسلام کا قسم اول مین یعنے جسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منقح کیا ہے دخول کفر کا یہان یعنے جواز تعلیق مین کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنے ترک اسلام سے ہم اسلام عبارت ہونا اقرار سے علما مین مشہور نہین بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلب سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط سے صحیح نہین ہوا واسطے کہ یہ معلوم ہے کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالبًا اوس فعل سے نفرت رکھتا ہے تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہین رکھتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اوسنے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام مین بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی ویصحّ تعلیق ھبة وحوالة وکفالة وابراء عنہا بملائم اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ابرا کا شرط مناسب پر ہم بزازیہ کی کتاب البیوع مین ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علیٰ جائز ہے اگر شرط ملائم ہو چنانچہ ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہے اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور ہبوب ریح تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما

تصح اضافته الی الزمان المستقبل الاجارة وفسخها والمزارعة والمعاملة والمضاربة والوکالة والکفالة والایصاء والوصیة والقضاء والامارة والطلاق والعتاق والوقف فھی اربعة عشر اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کیطرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت یعنے مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسیکے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ تصرف ہین ہم یعنے تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانہ کے طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے کہ مستاجر تعامنا ای عین کر سکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنیکے وقت اور موجر کو جائز نہین کہ اوسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہے کہ موجر کہے کہ مین نے تجھکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینہ کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ مین نے اپنا یہ گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ یہ ایک قول ہے شرنبلالیہ مین ہے کہ مختار عدم صحت اضافت ہے کذا فی الطحطاوی وبقي العاریة والاذن فی التجارة فیصحان مضافین ایضا عمادیہ اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارة کہ یہ دونون بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی العمادیہ وما لا تصح اضافته الی المستقبل عشرة البیع واجازته وفسخه والقسمة والشرکة والھبة والنکاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدین لانہا تملیکات للحال فلا تضاف للاستقبال کما لا تعلق بالشرط لما فیه من معنی القمار اور جنکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح نہین وہ دس ہین بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اوسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہین تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کیطرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہین ہوتے کیونکہ اسمین معنے قمار ہے یعنے مخاطرہ ہے کہ شرط متحقق ہوا یا نہو ہم ظاہرا رجعت اور ابرا پر تملیک صادق نہین کیونکہ رجعت تقیید ہے اور ابرا اسقاط ہے مگر یون کہیگے کہ رجعت مین تملیک زوج ہی تمتع سے اور ابرا مین تملیک دین ہے مدیون کو وبقي الوکالة علی قول الثانی المفتی به اور جسکی اضافت صحیح نہین اونمین وکالت کا شمار کرنا باقی رہا جب ابو یوسف کے مفتے بہ قول کے ہم جب عدم صحت اضافت وکالت پر فتویٰ ہوا تو اوسکا شمار کرنا اون تصرفات مین جنکی اضافت صحیح نہین باقی ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان مین عنونه بالباب لا الکتاب لانه من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنی اسکو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے ہم شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے

باب الصرف

کہ اوسمین کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اس طرح ہے کہ بیع کی چار قسمیں ہیں چنانچہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنے یا بیع العین بالعین ہے
یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے هُوَ لُغَةً اَلزِّيَادَةُ
صرف لغت میں بمعنے زیادت کے ہے ہم ولہذا حدیث شریف میں نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالیٰ اوسکا
صرف اور عدل قبول نکریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنے شرعی معنی میں موجود ہیں
کہ صرف میں تقابض بدلین شرط ہے تو زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع میں تقابض بدلین شرط نہیں وشرعاً بیع الثمن بالثمن ای ما خُلِق للثمنية
ومنه المصوغ جنساً بجنسٍ او بغير جنسٍ كذهبٍ بفضةٍ اور شرع میں ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے
اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنے چاندی یا سونا اور چاندی
سونے کا زیور اور برتن بھی اسمیں داخل ہے یعنے اوسکی بیع بھی صرف میں داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور
اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح نہیں رہا ولہذا عقد میں متعین ہو جاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر میں ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلہ کے
وقت اور نقود مستحق بالعقد نہیں ہوتے مگر بطریق دین کے ويشترط عدم التأجيل والخيار والتماثل ای التساوی وزناً اور شرط ہے عدم تأجیل
اور عدم خیار اور تماثل یعنے دونوں عوضوں کا برابر ہونا وزن میں ہم عدم تأجیل و خیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا
بالتخلية قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنے تقابض بالتخلیہ کافی نہیں
جب تک ہاتھ سے قبض نہو اور ظاہر اسمیں سے قبض تقابض بالبراجم میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی وهو شرط لبقائه صحيحاً على الصحيح اور تقابض
صرف کی صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنابر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی یہ مدت معین کر دیوے عاقد نے مدت باطل کر دی قبل
افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں إن اتحد جنساً و
إن وصلية اختلفا جودةً وصياغةً لما مر في الربوا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونوں عوض ایک ہی جنس ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں
مختلف ہوں اسواسطے کہ باب الربوا میں مذکور ہو چکا کہ مال ربوا میں جید اور ردی برابر ہے ہم جب عمدگی اور صنعت شرعاً ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو
معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپیہ دیکر خرید کرتے ہیں یا جھلا یا آرسی بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپیہ سے مول لیتے ہیں سو عین
ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانوں کو اوس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اس طرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنی چاندی کو اشرفیوں یا پیسوں سے خرید کرے و
الا بان لم يتجانسا شرط التقابض لحرمة النسأ اور اگر دونوں عوض ہمجنس نہوں چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے
تاخیر کے ہم یعنے درصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہیں طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین میں جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر
چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اوسمیں قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلو باع النقدين احدهما بالآخر جزافاً
او بفضلٍ وتقابضا فيه ای المجلس صح تو اگر نقدین یعنے چاندی سونے میں ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین
نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے ہم یہ تفریع ہے تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس میں فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تخمینی اور فضلی دونوں
درست ہیں اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپیہ خرید کرے یا ایک روپیہ سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی
سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس میں تساوی عوضین معلوم ہوگئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعوضان لا يتعينان
حتى لو استقرضا فأديا قبل افتراقهما وامسكا ما اشار اليه في العقد وأديا مثلهما جاز اور دونوں عوض متعین نہیں ہوتے بیع الصرف میں یہانتک کہ
اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا اپنے اپنے پاس سے یا رکھ چھوڑا اوس نقد کو جسکی طرف عقد میں اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کے ادا کیا
تو بیع جائز ہے ہم اسیطرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اوسکا ہمجنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنح ويفسد الصرف بخيار الشرط والاجل

لاخلالہما بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہی بیع الصرف خیار شرط اور مدت مقرر کرنے سے اسواسطے کہ خیار شرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہین یعنی اسواسطے کہ جب تک
اختیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور خیار اوسکا مانع ہے اسیطرح مدت مانع قبض ہے ویصح مع اسقاطہما
فی المجلس لزوال المانع اور صرف صحیح ہے دونون کے ساقط کرڈالنے کے ساتہہ بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنے اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر
ہوا پہر اوسی مجلس مین دونون کو ساقط الاعتبار کردیا تو بیع صحیح ہوگی یعنے بشرط تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار رؤیۃ وعیب فی مصنوع لا نقد
اور خیار رؤیت اور خیار العیب چاندی سونے کی زیور یا برتن مین صحیح ہے نہ نقدین مین خیار الرؤیۃ نقدین مین صحیح نہین کیونکہ انعقاد عقد نقدین کے مثل پر ہوتا ہی نہ عین
نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقدین مین خیار العیب بہی نہین ہوتا حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ خیار العیب نقدین مین داخل ہوتا ہے
تو اگر بسبب عیب کے مجلس مین پہیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اوسکا بدل داخل کریگا اوسی مجلس مین اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف باطل ہوگی کذا فی الحطاوی
فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عند الامام خلافا لہما یعنی شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک خلاف
صاحبین کے کذا فی النہر اور مراد شرط فاسد سے جو بعد عقد کے مذکور ہو ظہر بعض الثمن زیوفا فردہ ینتقض فیہ فقط کچہہ ثمن کہوٹا نکلا سو اوسنے اوسکو
پہیر دیا تو اوسیقدر مین بیع ٹوٹیگی یعنے اسواسطے کہ اوسمین قبض نہین ہوا اور دوسرے عوض مین دونون شریک ہو جائینگے بشرطیکہ ثمن کوئی ایسا دینار ہو جو
جو ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الحطاوی لا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ لوجوبہ حقا للہ تعالی تصرف کرنا بیچنے والے کو ثمن مین قبضہ کرنے
سے پہلے بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ کی جہت سے فلو باع دینارا بدراہم واشتری بہا قبل قبضہا ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر
بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درمون سے مثلا کپڑا خرید کیا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امۃ تعدل الف درہم
مع طوق فضۃ فی عنقہا قیمتہ الف انما بین قیمتہما لیفید انقسام الثمن علی القیمۃ او انہ غیر جنس الطوق والا فالعبرۃ للوزن
الطوق لا القیمۃ فقد لا مقابل لہ والباقی بالجاریۃ بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درہم کی برابر ہے اوس چاندی کے طوق کے ساتہہ جو اوسکی گردن مین
ہے جس طوق کی قیمت ہزار درہم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اسواسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا ثمن پر معلوم ہو یا یہہ معلوم ہو کہ وہ یعنے غیر نقد جنس
طوق کی مغائر ہے اور نہین تو وزن طوق کا اعتبار ہی نہ اوسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلہ مین واقع
ہوگا ہم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہین بلکہ اصل یہہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتہہ ملاکر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو یہہ ضرور ہے
کہ نقد منضوم الیہ سے ثمن زیادہ ہو بالفین متعلق بباع ونقد من الثمن الفا او باعہا بالفین الف نقد والف نسیئۃ او باع سیفا حلیتہ
خمسون وتخلص بلا ضرر فباعہ بمائۃ ونقد خمسین فما نقد فہو ثمن الفضۃ سواء سکت او قال خذ ہذا من ثمنہما تحریا للجواز
اسطرح اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درم کے اور ثمن سے ہزار درم دئیے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اسطرح کہ ایک ہزار نقد اور ایکہزار کا وعدہ یا تلوار
بیچی جسکا زیور پچاس درم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہی سو اوسکو بعوض سو درم کے بیچا اور پچاس درم ثمن مین سے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری
ساکت رہا ہو یا یون بولا ہو کہ یہہ لے دونون کے ثمن مین سے شارح نے کہا ثمن موٴدی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کے واسطے ہم چونکہ عاقل
مسلمان ہین تو باعتبار حسن ظن کے اونکا فعل حتی الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن مجمل اوسکا پہیرا جسمین تشریع التحمل شرط ہے اگرچہ اوسنے پہر بہی کہا ہو کہ یہہ
دونون کا ثمن ہی اسواسطے کہ تثنیہ سے کبہی واحد بہی مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہو کہ نسیا حوتہما اور یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان معنی ابو سعود نے
کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہہ شرط ہی اداے خمسین مین حالانکہ ایسا نہین ہے یعنی ضرر اور عدم ضرر حکم مین یکسان ہو کذا فی الحطاوی ملخصا بتصرف وکذا
لو قال ہذا المعجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضا لدخولہا فی بیعہ تبعا ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالتہ الاحتمال اور اسیطرح مثل
سابق چاندی کا ثمن ٹہیرایا جائیگا اگر مشتری نے یون کہا کہ یہہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بہی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع
مین تابع ہو کر یعنے تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہین اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون بولا کہ یہہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد

ہو گئی اسواسطے کہ قبض قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنے اب اسطرح گنجایش نرہی کہ زیور کو تلوار مین داخل کیجیے فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ
فقط وصح فی السیف ان تخلص بلا ضرر کطوق الجاریۃ وان لم تخلص الا بضرر بطل اصلا سو اگر بیع مذکور مین عاقدین کا افتراق ہوا بدون
قبض ثمن تو بیع فقط زیور مین باطل ہے اور تلوار مین صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع
باطل ہے ھ یعنے نہ زیور مین بیع صحیح ہے نہ تلوار مین اسواسطے کہ زیور کا حصہ مثل الافتراق واجب القبض ہے پھر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی
بواسطہ فقدان شرط اور اسطرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جسکے جدا کرنے مین ضرر نہیں کہ وہان فقط جاریہ یا
تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن
فلو مثلہ او اقل او جہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جب نقد غیر نقد سے ملکر چنانچہ مفضض اور مزرکش
بیچا جاوے بعوض اوس نقد کے جو اوسکے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع
ہوا وس نقد سے جو اوسکا غیر جنس ہے تو فقط تقابض شرط ہے ھ مفضض وہ ہے جسپر چاندی کا پتر ہو چنانچہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پتر سے مڑھے اور
مزرکش چنانچہ کمخاب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن مین بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اوسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلا اوس لکڑی
کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پتر ہے اور در صورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہے کہ مثلا لکڑی کے عوض مین کچھ ثمن نہین رہتا اور در صورت عدم علم کمی بیشی کے
اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اسمین شبہہ ربو فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلا اشرفیون سے کی تو بیان زیادت اور قلت اور مساوات کچھ
شرط نہین اختلاف جنس کے سبب سے ہان تقابض البدلین البتہ شرط ہے ومن باع اناء فضۃ بفضۃ او بذہب ونقد بعض ثمنہ فی المجلس ثم افترقا صح
فیما قبض واشترکا فی الاناء لانہ صرف فیما قبض اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اوسکا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد مین یعنی بشرط قبض ظرف پھر دونون
مین جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے بقدر جسمین قبض ہوا اور دونون شخص برتن مین شریک ہو گئے کیونکہ یہہ صرف ہے ولا خیار للمشتری لتعیبہ من
قبلہ بعدم نقدہ اور اسمین اختیار نہین مشتری کا بسبب عیبدار ہو جانے برتن کے مشتری کی جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ھ یعنے بوجہ عیب شرکت مشتری رد بیع
نہین کر سکتا کہ یہہ عیب اوسیکی طرف سے ہوا ہے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض حیث یخیر لعدم صنعہ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض
کہ اسمین مشتری مختار ہے کیونکہ یہہ عیب مشتری کے فعل سے نہین وان استحق بعضہ ای الاناء اخذ المشتری ما بقی بقسطہ او رد لتعیبہ بغیر
صنعہ قلت ومفادہ تخصیص استحقاقہ بالبینۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر
اوسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری مین کہتا ہون اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونیکا ہے
شہادت سے نہ اقرار سے تو اوسکی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے ھ جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھیرا تو در صورت استحقاق اوسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ
استحقاق مستحق کے گواہون یا بائع کے انکار رہتے ہی سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کیجانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو
نہین پھیر لیسکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متی ینفسخ المبیع اذا ظہر الاستحقاق
وظاہر الروایۃ انہ لا ینفسخ ما لم یفسخ وہو الاصح فتح پھر اگر مستحق بیع کو اجازت دی قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہا مین اختلاف
ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جب کہ استحقاق ظاہر ہو اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ وہ فسخ نہین ہوتی جب تک فسخ نکیجاوے اور یہی اصح ہے کذا فی الفتح وکان الثمن لہ
یاخذہ البائع من المشتری ویسلمہ لہ اذ النقود لا تتعین بالاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا للمجیز فتتعلق احکام العقد بہ دون المجیز حتی بطل
العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق بحر اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اوسوقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری
متفرق نہو گئے ہون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنی بائع وکیل ہو جائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے مجیز
سے نا اینکہ عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتری ما بقی بقسطہ

بلا خیار لان التبعیض لا یضرھا اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اوس میں سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصے کے لے بلا اختیار رد بیع ہو اسواسطے
کہ کاٹنا اوس کو ضرر نہیں کرتا ہم مشتری کو اسواسطے اختیار نہوا کہ بقدر حصۂ باقی کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوس میں قطع کرنا مضر ہے لہذا
استحقاق ظرف میں مشتری مختار ہے وھذا لو کان الاستحقاق بعد قبضھا ولو کان قبل قبضھا له الخیار لتفرق الصفقة وکذا الدینار والدراھم
بیچ چاندی کا اور یہ یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبض ہو تو مشتری کو خیار ہے بسبب تفرق ہونے عقد کے
اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوہرہ ہم یعنی اگر دینار یا درہم خرید کرے اور بعض دینار یا درہم مستحق غیر نکلے تو مشتری باقی کو اوسکے حصے کے موافق
لے بلا اختیار اسواسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب نہیں اصل نہیں کیونکہ استیفاء کل حق عوض لیکر ممکن ہے کذا فی الطحطاوی وصح بیع درھمین ودینار
بدرھم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسه اور صحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی ایکدرم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی
درہم بمقابلۂ دینار اور دینار بمقابلۂ درم واقع ہو کر صحیح ہو گئی کیونکہ در صورت اختلاف جنس مساوی بدلین شرط نہیں ومثله بیع کرّی بر وکرّ شعیر بکرّی
بر وکرّی شعیر اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے ایک کر گیہوں اور ایک کر جو کی بیع گیہوں کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہوں کا ایک کر جو کے دو کر کے
مقابل پڑ کر اور جو کا ایک کر گیہوں کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہو گئی برابری شرط نہیں وکذا بیع احد عشر درھما بعشرة دراھم ودینار اور اسی طرح
صحیح ہے بیع گیارہ درم کی دس درم اور ایک دینار سے ہم اگرچہ یہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اسواسطے اسکو ذکر کیا تا معلوم ہو
کہ دو جنس مختلف دونوں عوضوں میں سے ہر ایک عوض میں پائی جاویں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں کذا فی النہر وصح بیع درھم
صحیح ودرھمین غلة بفتح فتشدید ما یردہ بیت المال ویقبله التجار بدرھمین صحیحین ودرھم غلة للمساواة وزنا وعدم اعتبار
الجودة اور صحیح ہے بیع ایکدرم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بفتح
غین معجمہ ولام مشدد وہ درم ہے جسکو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اوسکو لیتے ہوں ہم عدم قبول بیت المال کی وجہ یہ نہیں کہ وہ کھوٹے
ہیں بلکہ دراہم غلہ قطعہ قطعہ ہوتے ہیں اونمیں سے کوئی ٹکڑا ایک درم ہوتا ہے اور کوئی مثل اوراس سے کمتر اور بیت المال میں نہیں لیتے مگر عالی کذا فی الطحطاوی
عن المکی عن البرہان وصح بیع من علیه عشرة دراھم دین لمن هی له ای من دائنه فصح بیعه منه دینارا بھا اتفاقا وتقع المقاصة
بنفس العقد اذ لا ربوا فی دین سقط اور صحیح ہے بیچنا اوسکا جسپر دس درم قرض ہیں اوسکے ہاتھ جسکے درم ہیں یعنی اپنے دائن سے تو مدیون کو دائن سے
دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہے اور مقاصہ واقع ہو جائیگا بمجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہیں اوس دَین میں جو ساقط ہوا ہم خلاصہ یہ ہے کہ زید کے
دس درم خالد پر دَین ہیں سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور بمجرد عقد مذکور مقاصہ ہو جائیگا یعنی دَین و ثمن
میں مجرا ہو کر عاقدین حساب میں برابر سرابر ہو جائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آیندہ کے کہ وہاں مقاصہ کرنے کی ضرورت حاجت ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر ماتن
یوں کہتا وصح بیع مدیون بعشرة دراھم من دائنه دینارا بھا تو واضح تر اور مختصر تر ہوتا او بیعه بعشرة مطلقة عن التقیید بدین علیه ان دفع
البائع الدینار للمشتری وتقاصا العشرة الثمن بالعشرة الدین ایضا استحسانا یا صحیح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے دس درم کے جو مطلق
ہیں قید دَین سے بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونوں نے دس درم ثمن کو دس درم دَین میں مجرا بھی کرلیا ہو بطریق استحسان ہم در صورت اطلاق
دراہم مقاصہ شرط ہے تو اگر عاقدین باہم مجرا کرلینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع ہو گا چنانچہ عنایہ میں مصرح ہے خواہ دَین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اوسکے ہوا ہو
بالقول الاصح وجہ استحسان یہ ہے کہ جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہو گیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا تو اضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت
ہو گئی کذا فی الطحطاوی وما غلب فضته فضة وذھبه ذھب اور جسمیں چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور جسمیں سونا غالب ہو وہ بحکم سونے
کے ہے ہم مثلا آٹھ ماشے چاندی ہو اور دو ماشے تانبا تو وہ مثل خالص چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود بواسطے انطباع کے غش سے کمتر خالی ہوتے ہیں اور
کبھی غش خلقی ہوتا ہے چنانچہ ردی قسم میں ہے لہذا قلیل ساقط الاعتبار ہوا فلا یصح بیع الخالص به ولا بیع بعضه ببعض الا متساویا وزنا تو صحیح

نہیں خالص چاندی اور سونے کی بیع غالب الفضہ والذہب سے اور نہ بیع اوسکی بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح
الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اوسیطرح غالب الفضہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض مین مذکور ہوچکا و
الغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب اور جسمین غش یعنے تانبا یا سیسہ نا کبے چاندی سونے سے زیادہ ہو وہ اسباب اور اجناس کے
حکم مین ہے غالب کو معتبر جان کر مع اعتبار بالغالب مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونون کی علت ہے فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش
لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو
اور زیادہ بمقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ او سیف مین مذکور ہوچکا وبجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلافہ اور صحیح ہے بیع مغشوش
کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار مین بسبب پھیرنے جنس کے مخالف جنس کی طرف ہم مثلا ایک مغشوش مین تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولہ تانبا اور دوسرے
مغشوش مین دو تولہ چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونون کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کے طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے
مقابل کرکے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لتحقق الصرف بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبضہ واقع ہو جدا ہونے سے پہلے
مجلس مین دونو صورتون مین بسبب متحقق ہونے صرف کے ہم دونون صورتین یعنے بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق
اسواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونون جانب مین موجود ہے اور غش مین تقابض اسواسطے شرط ہوا کہ اوسکے جدا کرنے مین
چاندی یا سونے سے ضرر ہے وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربوا فی الاولین وللاحتمالہ فی الثالث
اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اوس سے کمتر ہو یا معلوم نہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہین بسبب ربوا کے پہلی دو صورتون مین یعنے صورت تساوی اور قلت اور بسبب
محتمل ہونے ربوا کے تیسری صورت مین یعنے صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ربوا بجای حقیقت ربوا ہے اور صورت تساوی مین اسواسطے ربوا ہوا کہ چاندی مثلا چاندی
کے مقابل ہوئی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وھو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنے غالب الغش متعین نہین
ہوتا معین کرنے سے اگر اوسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اوسکے ثمن ہوجانے کے اسوقت مین ہم غالب الغش رائج اسواسطے ثمن ہوگیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے
تو جبتک اوسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہین یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہوگا چنانچہ خالص روپیہ یا اشرفی کی ہلاکت بطلان
عقد نہین بلکہ اوسکا مثل دیا جائیگا فلا یتعین فی البعض تعیین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہین تو معین کرنے سے متعین ہوجائیگا مانند قماش اور جنس کے حکم متعین
اسواسطے ہوگا کہ وہ اصل مین منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہوگیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اوس سے معاملہ کرنا لوگون مین متروک ہو گیا تو اپنی
اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اوسکے ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہوگا یہ حکم اوسوقت ہے جب کہ متعاقدین اوسکا حال جانتے ہون اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا
عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونون اس حال سے خبردار نہون یا خبردار ہون مگر ہر ایک یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو وہ امر رائج سے بیع متعلق ہوگی مگر
جب کہ دراہم غیر مروجہ کیطرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی المحیط عن النہر وان قبلہ البعض فکرائج فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ و
الا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہون اور بعضے نہ لیتے ہون تو وہ ناقص رائج کے برابر ہے تو اوسکے جنس ناقص درہم سے عقد متعلق ہوگا اگر
بائع اوسکا حال جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو تو اوسکے جنس عمدہ درہم سے تعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ عملا بالعرف فیما لا نص فیہ
اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اوس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اسمین جسمین تصریح نہین فان راج وزنا فیہ او عددا
فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اسمین وزن رائج ہو یا شمار ہر بیع ہو یا وزن اور شمار دونون جاری ہون تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح
ہے والمتساوی غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخالص
اور جسمین غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے مین تو بیع اور استقراض اسمین جائز نہین مگر تول کر لیکن
جب کہ دونون کیطرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہین چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ مین ہم استثنا فقط تبایع کیطرف راجع ہے نہ استقراض بھی سو وہ بلا وزن صحیح

ہتھین اور مراد وہ بیع ہی جو صرف کے سوا ہو اواسطے کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا **واما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار الماء** اور بیع صرف
میں تو غالب الغش کے مانند ہو تو صرف صحیح ہوگی باعتبار گذشتہ سے یعنی اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اوس سے اکثر ہو والا جائز
نہین اور اگر ایسی بیع جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہو اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونون صورتون مین کذا فی المطالب **واشتری شیئا به بغالب
الغش وھو نافق او بفلوس نافقۃ فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانہ کالکساد** خرید کی کوئی چیز غالب
الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اوسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوگئے ہون لوگون
کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہو **وکذا الحکم للدراھم لو کسدت او انقطعت بطل** اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر اونکا رواج جاتا رہے یا منقطع ہو
جاوین تو بیع باطل ہے **وصححاہ بقیمۃ المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق** اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہو اور اسیکا فتوی ہو لوگون
کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ہم بجای قیمت بیع قیمت کا سد کہنا صواب تہا علامہ نوح نے کہا کہ در صورت بقاء عہد قیمت کا سد واجب ہو ابو یوسف کے
نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز مین کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی
اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگون کی آسانی کیواسطے انتہی تو جو اجمال کہ شارح کے کلام میں ہے اس تقریر سے معلوم ہوگیا
کذا فی المطالب **وحد الکساد ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد فلو راجت فی بعضہا لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبہا** اور کساد یعنی عدم رواج کی حد
یہہ ہو کہ اوس سے معاملہ کرنا جمیع بلاد مین متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد مین رائج ہون تو بیع باطل نہین بلکہ بائع مختار ہی بسبب اونکے عیبدار ہو جانے کے ہم یعنے اگر بائع
کے شہر مین رائج نہون تو اوسکو اختیار ہے چاہے اونکو لے چاہے اونکی قیمت لے کذا فی البحر **وحد الانقطاع عدم وجودہا فی السوق وان وجد فی ید الصیارفۃ
وفی البیوت کذا ذکرہ العینی وابن ملک بالعطف خلافا لما فی شرح المصنف وقد عزاہ للہدایۃ ولم ارہ فیہا واللہ اعلم** اور انقطاع کی حد موجود نہ ہونا
بازار مین اگرچہ صرافون کے پاس اور گہرون مین موجود ہون چنانچہ اسکو ذکر کیا ہے عینی اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ مذکور ہے
بخلاف شرح مصنف کے نسخون کے کہ اونمین عطف مذکور نہین اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کیطرف منسوب کیا ہے اور مین نے ہدایہ مین اسکو نہین دیکہا واللہ اعلم
محطاوی نے کہا کہ یہہ عبارت ہدایہ مین اس مسئلہ کے بیان مین مذکور نہین شاید کسی اور محل مین مذکور ہو **وفی البزازیۃ لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جوازہ
لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعلیہ فقول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ فسخہ واللہ الموفق** اور بزازیہ مین ہے کہ اگر دوسری
بار رواج ہوگیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوگی بیع پہر کے بسبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنیکے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یون کہنا
کہ قبل تسلیم کے عدم رواج ہوتو باطل ہوگئی اوسکا مطلب یہہ ہے کہ بائع کو اوسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہوا اور حق تعالے توفیق دینے والا ہو **وقید
بالکساد لانہ لو نقصت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا یتخیر البائع** اور بطلان بیع مین مصنف نے کساد کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر غالب
الغش کی قیمت کم ہوجاے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ مین مختار نہین ہم جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو
غالب النقد کا حکم بطریق اولی ثابت ہوگیا **وعکسہ لو غلت قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا یتخیر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار
الذی کان وقت البیع فتح** اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہوگئی اور زیادہ ہوئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہین
اور مشتری سے نقد کا مطالبہ ہوگا جو بیع کے وقت تہا کذا فی الفتح ہم عیار سے مراد وہ مقدار ہی جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اوسکے قیمت زیادہ ہو
جانے کا اعتبار نہین کذا فی المطالب **وقید بقولہ قبل التسلیم لانہ لو باع دلال او کذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ بدراھم معلومۃ واستوفاھا
فکسدت قبل دفعہا الی رب المتاع لا یفسد البیع لان حق القبض لہ عینی وغیرہ** اور مصنف نے بطلان بیع مین کساد قبل التسلیم کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ
دلال یا اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اوسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پوری بہر لیے پہر اونکا رواج موقوف ہوگیا
صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہوگی ہو اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہو کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب

ساتھ ہم اسیطرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خریدے سو اوسنے فلوس خریدے اور اون پر قبضہ کیا پیر اونکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہین اور اگر کساد قبل قبضے موکل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہین کذا فی المحیط عن الکی وصح البیع بالفلوس النافقۃ وان لم تتعین لانہ ا اور صحیح ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہین درمون کے مانند ہم فلوس سے بیع اسواسطے صحیح ہے کہ وہ منجملہ انواع مال ہین دراہم کے مانند تا اینکہ اگر ہلاک قبل قبض تو عقد منفسخ نہین اور اگر فلوس ہلاک کرے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین ہواسطے نہین ہوتے کہ اثمان ہین واصل ہین اور شرع فقہ کی تعیین واجب نہین بلہ ان الرثمن کو متعین کرے تو بھی متعین نہین ہوتا مگر جب کہ عاقدین یون کہین کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا فی النہر وبالکاسدۃ لاحتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہین تاوقتیکہ اونکو معین نکرے چنانچہ قماش اور اسباب بیع بلا تعیین صحیح نہین ہم تعیین اسواسطے ضرور ہے کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہین نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل ما قبض لقرض اذا کسدت واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پیردینا واجب جب کہ فلوس کا رواج جاتا رہا ہو اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کہی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اوس صورت مین ہے کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہون پہر اونکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس ہاقی ہون تو بعینہا اونکو پہیر دینا چاہئے بالاتفاق کر لئے السعطای وعن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع وفی النہر تاخیر صاحب الہدایۃ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق مین ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے مین یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے اشتری شیئا بنصف درھم مثلا فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم او ربعہ خریدی کوئی چیز مثلا نصف درم کی فلوس سے تو خرید صحیح ہو بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اوسکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر تعداد فلوس واجب ہین جو نصف درم کو بیچے جاتے ہین اور اسیطرح ثلث درم یا ربع درم کے فلوس سے خریدنا صحیح ہے ہم زفر کے نزدیک بیع مذکور صحیح نہین کیونکہ فلوس تعداد چیز ہین تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اوسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہین بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پیر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہین تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اوسنے فلوس اراد وکیا ہے جو نصف درم سے بیچے جاتے ہین اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھہ حاجت نرہی کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرھم فلوس او بدرھمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسیطرح اگر خریدی کوئی چیز ایکدرم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابویوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفۃ نصف ونصفا من الفضۃ صغیرا الا حبۃ صح ویکون النصف الا حبۃ بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درم کبیر یعنے درم کامل دیا پیر بولا کہ دے مجہکو بعوض اوسکے نصف درم فلوس اور چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن مین بقدر نصف درم کبیر سے ایکحبہ کم ہو کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم کم ایک حبہ بمقابل اپنی مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوس منصوب صفت ہے نصف کی دلو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا مطلع کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبۃ یعنے دے مجکو بعوض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر کم حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب مین بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق مین ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس مین عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اوسمین باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنے اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبۃ تو فلوس مین بیع جائز اور چاندی مین باطل ہے کذا فی المطلع وبما تقرر ظہر ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء او لا قوبل بجنسہ او لا اور جو ثابت اور مذکور ہوچکا اول کتاب البیوع سے یہان تک کہ اوس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہین قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال مین وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اوسپر باء جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنے جنس سے مقابل ہو یا نہو علی ما سابق مذکور ہوچکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب الذمہ ہو بلا تعیین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب اور قسم ثانی وہ مال

جو بیع ہو ہر حال مین چنانچہ کپڑے اور جانور ہم بیع ہے ہر حال مین یعنے خواہ اپنی جنس کے مقابل ہون یا غیر جنس کے باوجارہ او نہین آگے بیان آوے وَالثالث ثمن
من وجه مبیع من وجه کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہو دوسری وجہ سے بیع چنانچہ مثلی چیزین کیلی اور موزونات سوائے
نقدین کے فان اتصل بها الباء فثمن والا فمبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باء جارہ متصل ہو جیسے کہ اشتریت الثوب بالحنطة تو اس باء سے وہ ثمن ہے اور
اگر متصل نہو تو اس باء سے وہ مبیع ہے بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد مین تو وہ مبیع ہے اور اگر معین نہو اور اسپر باء جارہ آوے اور اوسکے مقابل
بیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان رائجة فکالثمن والا فکالسلع اور فلوس اگر رائج ہون تو ثمن کے مانند ہین اور نہین تو جنس اور قماش کے
مانند ہین والثمن من حکمه عدم اشتراط وجوده فی ملك العاقد عند العقد وعدم بطلانه ای العقد بهلاکه ای الثمن وصحة الاستبدال
به فی غیر الصرف والسلم لا فیهما اور منجملہ احکام ثمن نہ مشروط ہونا اوسکے وجود کا ہے عاقد کی ملک مین عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا بیع
ثمن کے ہلاک ہوجانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنے اسکو خرچ کرڈالنا اور اوسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم مین اور ان دونون مین یعنی بیع صرف
اور سلم مین ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہین وحکم المبیع خلافه ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکه وهکذا اور حکم بیع کا
برخلاف ثمن کے ہے بیچ امور مذکورہ مین تو مشروط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کی ملک مین عقد کیوقت اسیطرح باقی امور مین یعنے بیع باطل ہوجاتی ہے مبیع کے
ہلاک ہوجانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہین ومن حکمهما وجوب التساوی عند المقابلة بالجنس فی المقدرات کما تقرر اور ثمن اور مبیع کی برابری کا
واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے مقابلۂ جنس کے وقت مقدرات مین یعنی کیلی اور موزونات مین چنانچہ مذکور اور ثابت ہوچکا ہے باب الربوا مین یعنی مکیل یا موزون
مین در صورت اتحاد جنس ثمن اور مبیع دونون کا برابر ہونا واجب ہے تذنیب فی بیع العینة ویأتی متنا فی الکفالة وبیع التلجئة ویأتی متنا فی الاقرار
یہہ کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینہ کے ذکر مین اور اوسکا بیان کتاب الکفالہ کے متن مین آویگا اور بیع التلجئہ کے بیان مین اور اوسکا ذکر کتاب الاقرار کے
متن مین آویگا تنبیہ تذنیب عبارت ہے اوس سے جسکو آخر کلام مین لاوین اور اسکو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہے بمعنے مفعول اس تذنیب مین بیع العینہ کے
ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہین تو بہتر یون تہا کہ شارح کہتا کہ اسقاط ہے بیع العینہ باقی رہی سو اوسکا ذکر کتاب الکفالہ مین آویگا کذا فی الطحطاوی وهو ان یظهرا
عقدا وهما لا یریدانه یلجأ الیه لخوف عدو وهو لیس ببیع فی الحقیقة بل کالهزل کما بسطته فی الخشری علی المنار اور وہ بیع التلجیہ یہہ ہے کہ عقد کو
شخص ظاہر کرین اور اوسکا دلمین قصد نہ کرین یہہ عقد کیطرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت مین بیع نہین ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے
مانند ہے چنانچہ اسکو مین نے مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح منار کے آخر مین ہم معترف ہین کہ تلجیہ جائز ہے اوس امر کے کرنیسے جسکا باطن مخالف ہے اوسکے ظاہر کے فتاوی
عالمگیری مین ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ دو نوع یعنے مضطر ہوجاتا ہے اور تلجیہ تین قسم ہے ایک قسم یہہ ہے کہ نفس بیع مین
ہو بسطرح پر کہ کسی مرد سے کہے کہ مین یہہ ظاہر کرتا ہون کہ مین نے اپنا گہر تیرے ہاتہہ بیچا اور یہہ فی الحقیقت بیع نہین ہے پہر اوسپر گواہ کرے پہر ظاہر مین بیع کری تو یہہ بیع باطل ہے دوسری
قسم یہہ ہے کہ تلجیہ بدل مین ہو چنانچہ عاقدین باطن مین اسپر متفق ہون کہ ثمن ہزار درہم ہین اور ظاہر مین دو ہزار کو بیع کرین تو ثمن وہی ہے جو باطن مین ٹہرا
ہوا اور زیادتی مین گویا اونہون نے ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یون ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر مین مذکور ہوا تیسری قسم یہہ ہے کہ عاقدین
باطن مین اسپر اتفاق کرین کہ ثمن ہزار درہم ہے اور ظاہر مین سو دینار سے بیع کرین محمد نے کہا قیاس یہہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان مین سو دینار سے بیع
صحیح ہے اور اگر دونون اس پر اتفاق کرین کہ اونہین بیع کا اقرار کرین جو نہین واقع ہوئی پہر اسکا اقرار کرین تو وہ بیع باطل ہے اور اگر دونون کی اجازت سے
بہی جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین تحریف ہے جسکی اصلاح یہہ ہے ونقلت عن الخلاصة ان الاقسام ثمانیة ومتعلقها اور مین نے نقل
کیا شرح مذکور مین تصریح ہے کہ بیع التلجیہ کی اشہر قسمین ہین وعقد له قاضیخان فصلا آخر الاکراه ملخصه انه بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار
اور قاضی خان نے آخر اکراہ مین بیع التلجیہ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع الخیار کی مانند وجعله الباقانی
فاسدا اور باقانی نے تلجیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے ولو ادعی احدهما بیع التلجئة وانکر الآخر فالقول لمدعی الجد بیمینه اور اگر ایک شخص نے بیع التلجیہ کا

دعوی کیا اور بعد و ہ سے ور اوسکا انکار کیا تو مدعی تلجیہ کا قول او سکی قسم کیساتھ معتبر ہے ہم طحطاوی نے کہا شاید یہ اسواسطے ہے کہ عقد اصل ہو یعنی بغیر تلجیہ
اصل ہے لہذا اوسکا قول معتبر نہوا ولو برهن آحدهما قبل ولو برهنا فالتلجیة اور دونون مین سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہی مقبول ہو
اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنے ہواسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کی اثبات کیواسطے ہے ولو تبایعا فی العلانیة ان اعتمد
بنائه علی التلجیة فالبیع باطل لاتفاقهما انهما هزلا به والا فلازم ولو لم یحضرهما نیة فباطل علی الظاهر منیه اور اگر دونون نے علانیہ
بیع کی اگر دونون اقرار کرین کہ بنا و بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونون کے اسپر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور تھا اور نہین تو بیع لازم
ہو یعنی اگر دونون اعراض پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض مین مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونون کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی نہ بنا کی نہ
اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی المنیة ہم منار مین مصرح ہے کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید
یہان دو قول ہین کذا فی العطاوی بالیقین اس مسئلہ مین دو قول ہین چنانچہ قول منیہ یعنے علی الظاہر اوس پر دلالت کرتا ہے فافہم تعالی اعلم قلت وافادة انهما
لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرة للمواضعة مین کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا
کہ اگر عاقدین وفاء مثن ٹہیرالین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹہیرا رکھنے کا ہم وجہ افادہ
یہ ہے کہ بیع التلجیہ ہم اوسوقت باطل ہے جب کہ دونون اسکا اعتراف کرین کہ بنا و علانیہ تلجیہ پر تھی ورنہ بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ
وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہے وبیع الوفاء ذکرته هنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہوکر وصورته ان یبیعه العین
بالف علی انه اذا رد علیه الثمن رد علیه العین وسماه الشافعیة بالرهن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانة وبالشام بیع الاطاعة
بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی جنس بیچے کہ ہزار درم کو مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیگا تو مشتری اسکو جنس مبیعہ پھیر دیگا اور شافعی مذہب
اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین بیع الامانة بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعة کہتے ہین ہم رہن معاد کی تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اوسکا عود راہن کی طرف
ہوتا ہے ایفا دین مقبوض کے وقت اور بیع الامانة کی وجہ یہ ہے کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جانکر درم دئے اور بائع
نے صاحب درم کو امین سمجھکر بیع دی کہ جب مین اسکو درم دونگا تو وہ بلا تکرار بیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعة کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت
منعقد ہے بعد وجود شرط کے قیل هو رهن فتضمن زوائده اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقة رہن ہے تو زوائد اوسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو
منافع مبیع حلال نہین مثل مرہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع به اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کی مفید ہو وفی
اقالة شرح المجمع عن النهایة وعلیه الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنے بیع ہونے پر وقیل ان
بلفظ البیع لم یکن رهنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن نہوگی ہم ہواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے
احکام مستقلہ ہین کذا فی الدرر ثم اذا ذکرا الفسخ فیه او قبله او زعماه غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جب کہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے
فسخ کو ذکر کیا یعنے شرط کیا یا دونون نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به لان
المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس وهو الصحیح کما فی الکافی والخانیة واقره خسرو هنا والمصنف فی باب الاکراه وابن الملک
فی باب الاقالة بزیادة اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور ایفا وعدہ کا واجب لازم ہے ہواسطے کہ مواعید
کبھی لازم الایفا ہو جاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیة اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہان اور مصنف
نے باب الاکراہ مین اور ابن ملک نے باب الاقالہ مین زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظهیریة لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفة
ولم یذکر انه فی مجلس العقد او بعده اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے
یہ ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد مین ہوا یا بعد اوسکے ہم جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوگئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی

در ذکر بیع الوفا

المحتار و فی البزازیۃ و لو باعہ لآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ وفاء و لو باعہ المشتری عن البائع او وارثہ حق الاسترداد او
بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اوسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہے
جیسے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اوسکے بائع اور بائع کے وارثون کو حق استرداد ثابت ہے ہم مشتری کی اجازت پر
موقوف ہوئی کہ حق مشتری اوس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اوسکے وارثون کو حق استرداد ہو باعتبار جانب رہن کے و افاد فی الشرنبلالیۃ
ان ورثۃ کل من البائع و المشتری تقوم مقام مورثہ نظراً لجانب الرھن فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث
انہی کے قائم مقام ہین بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یہی حکم فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہے و لو استاجرہ بائعہ لا یلزمہ
الاجر لانہ رہن … حتی لا یحل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اوسکو اجرت لازم نہین اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہان تک
کہ اوس سے فائدہ لینا حلال نہین ہم یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت و فی فتاوی ابن الجلبی ان صدرت الاجارۃ بعد قبض المشتری
المبیع وفاء و لو للبناء و کذا فی صحیحۃ و الاجرۃ لازمۃ للبائع طول مدۃ التواجر انتھی فلتنبہ مین کہتا ہون اور ابن الجلبی کے فتاوی مین ہو کہ
اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے بیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کیواسطے لازم ہے بقدر طول مدت
اجارہ … تو اسکا دہرانا ہم یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ مین مذکور ہے کہ بیع الوفا مین نو قول ہین از انجملہ بعضے علماء محققین کا یہ قول
… ہو کہ بیع الوفا بعضے احکام مین تو فاسد ہے یہان تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام مین صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے مین اور
بعضے احکام مین بیع الوفا رہن ہے یہانتک کہ مشتری اوسکی بیع اور رہن کا مالک نہیں صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یون ہو کہ
فتوی دینے مین اس قول جامع سے عدول نکیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع اوسکے کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ مین عدم از اجارہ مذکور ہے
تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت و علیہ فلو مضت المدۃ و بقی فی یدہ فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل
و یسمونہ بیع الاستغلال مین کہتا ہون اور بموجب فتاوی ابن الجلبی کے اگر مدت اجارہ منقضی ہو جاوے اور اوسکے ہاتھ مین باقی رہے تو علماء روم نے لزوم اجرت
مثل کا فتوی دیا اور علماء روم مین اس بیع کو بیع الاستغلال کہتے ہین و فی الدر و صحح بیع الوفاء فی العقار استحسانا و اختلف فی المنقول اور در
مین ہو کہ بیع الوفا زمین مین صحیح ہو بطریق استحسان کے اور منقول مین اختلاف ہو یعنی بعضے صحیح کہتے ہین اور بعضے غیر صحیح ہم اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی
وطی بائع اور مشتری کو حلال نہین ہواسطے کہ اسمین دونون کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی اور اسکا بیچنا اور رہن کرنا جائز نہین اگر بیع
… کذا فی الطحطاوی و فی الملتقط و المنیۃ اختلفا ان البیع باتا او وفاء ذکر ان القول لمدعی الجد و البتات الا بقرینۃ الھزل
در الوفاء … اور ملتقط اور منیہ مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہو تو ذکر کیا ہے کہ اوسکا قول معتبر ہے جو واقعی
بیع اور لزوم بیع کا مدعی ہو مگر بقرینہ ہزل اور وفا کا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا ہم قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو بہ نسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت
لکنہ ذکر فی الشہادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجیء فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات مین ذکر کیا کہ بیع الوفا
کے مدعی کا قول معتبر ہو بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات مین آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس ہے و لو قال البائع
بعتک بیعا باتا فالقول لہ الا ان یدل علی الوفاء نقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی صاحبہ تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے
ہاتھ بیچی بطریق بیع لازم کے تو اوسیکا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اوس وقت دعوی لزوم بیع معتبر نہین مگر یہ کہ مدعی لزوم
… متغیر ہو جانے نرخ کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا و فی الاشباہ و فی آخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ عن المنیۃ لو دفع
غزلا الی حائک لینسجہ بالنصف جوزہ مشائخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرہا عن اجارۃ البزازیۃ انہ افتی مشائخ بلخ و خوارزم و ابو علی
النسفی ایضا قال و الفتوی علی جواب الکتاب للطحان لانہ منصوص علیہ فیلزم ابطال النص اور اشباہ مین اور آخر قاعدہ العادۃ محکمۃ کے اندر

منیہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جلاہے کو تا اوسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو بعض مشائخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پر صاحب اشباہ نے اوسی قاعدے کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم نے اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتویٰ تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری مین مذکور ہے یعنی عدم جواز سو اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے ہم کہتے ہین ابو سعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ مشہور محمد مراد ہے جسکو اصل بولتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہے کہ اگر آٹا پسوانے کا اجارہ کرے کچہہ آٹے کو اجرت مقرر کرکے تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الملتقط ملخصا بتصرف وفیھا عن المبھم الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح لحاجة الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ مین بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا مین یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیون کی بیاج سے بچانے کیواسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ نہین ہوا مگر اوسکا حکم کشادہ ہو جاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذھب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا ولا اجارتھا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتویٰ دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یون فتویٰ دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانون کا خلو اوسکا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اوسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہین اور نہ اوسکے کرایہ دینے کا اوسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو مع تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوة الا باللہ اور اسیطرح مین کہتا ہون عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اوس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑ دے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اوسکا مالک نہین ولا حول ولا قوة الا باللہ کذا فی الاشباہ فی زواہر الجواہر ہذا فی واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع المتولی امرہ للقاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فھو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فھو اولی بخلوہ ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارة وسکن فی دکانہ وان شاء اجازھا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء ذلک ان رضی بہ والا یؤمر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات ضریری مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اوسکے ہاتھ مین دوکان ہے بجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اوسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اوسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اگر شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار تر ہے یعنی ہو اسواسطے کہ اوسکی اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنے خلو کے لینے مین بھی اولے ہے اور اسکو اسمین اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارۂ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو یہی حکم کرے کہ اگر صاحب دوکان راضی ہو اوسکے باقی رکھنے سے اوسکو دوکان سے خارج ہو جانیکا حکم ہوگا لینے بعد دینے حق خلو کے انتہے بلفظ الزواہر کذا فی حاشیة الہدیٰ

کتاب الکفالة

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتہا للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضة انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ضامن ہونے کے بیعین اکثر اور بسبب ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار ہونے ضمانت بایع کی مشتری کی بیع سلم کی لہذا اسمین ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہے کہ منتہا آخر کار

عند الجمع سما و ضمہ ہو اوس کے جو ذمہ مشتری پر ثابت ہو کذا فی البرجندی لغة الضم کفالت لغت میں بمعنے ضم ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا اور کفالت
لغت میں بمعنے التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل اور ضم سے بھی کذا فی الصحاح وحکی ابن القطاع کفلته وکفلت به وعنه بتثلیث الفاء
اصحاب بن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے ہم یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحروف جارہ دونوں
مستعمل ہے اور تینوں کلمہ کی حرکات ثلثہ جائز ہیں وشرعا ضم ذمة الکفیل الی ذمة الاصیل فی المطالبة مطلقا بنفس او بدین او
عین کمغصوب ونحوه کما سیجیء لا فی المطالبة ونحو ذلک اور شرع میں کفالت عبارت ہے ملانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کیطرف مطالبہ میں مطلقا
خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسا اسکا ذکر آویگا ہو اسطے کہ مطالبہ شامل ہے اس مذکور کو یعنے نفس اور دین اور عین کو
ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور دین ثابت
نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنے ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہہ قول غیر اصح ہے طحطاوی نے مصباح سے
نقل کیا ہے کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے اور نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب مالہ اور ما علیہ کی
اہلیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و رقبہ سے صاحب عہد تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد و میثاق ہے ومن عرفها بالضم فی الدین انما اراد
تعریف نوع منها وهو الکفالة بالمال لانه محل الخلاف اور جس نے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اوس نے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ
کیا ہے یعنی ضمان ضامن کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا اسمین اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الچلپی وبه یستغنی عما ذکره
ملا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اوس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ہم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یون تعریف کی ہے ضم ذمة
الی ذمة فی مطالبة النفس او المال او التسلیم شارح کا مطلب یہہ ہے کہ جب مطالبہ کو مطلق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہے تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی و
رکنها ایجاب وقبول بالالفاظ الاتیة ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہے الفاظ آئندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن
نہیں ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے یا نہ کرے وشرطها کون المکفول به نفسا او مالا
مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد وقود اور شرط ضمانت یہہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اسکی
تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی اس واسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر وفی الدین کونه صحیحا قائما
لا ساقطا بموته مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابة ونفقة زوجة قبل الحکم بها اور دین کی ضمانت میں ہو دین کا صحیح قائم شرط ہے کہ دین کا ساقط ہونا
بوجہ کے مفلس مرجانے کے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہ ہو
صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درمیان عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے میت مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر
کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی کے اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم
کی مثال ہے خلاصہ یہہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہہ کہنا ہے صاحب نہر کی روایت مذہب فما لیس
دینا بالاولی ضما تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم والرضا اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنے جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہیں ہوئی
تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمها لزوم المطالبة علی الکفیل بما هو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنے اثر مترتب لازم ہونا
مطالبہ کا ہے کفیل پر اوس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے ہم یعنی اگر حاضر ضامنی ہے تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال کا ضامن
ہے تو اوس کا مطالبہ ہوگا واهلها من هو اهل التبرع فلا تنعقد من مجنون ولا صبی الا اذا استدان له ولیه وامره ان یکفل المال عنه فیصح
ویکون اذنا لا کفالة محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہو یعنے مرد عاقل بالغ تندرست تو ضمانت کا انعقاد نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر
جب ولی نے صغیر کے واسطے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہہ ضمانت صحیح ہوگی اور یہہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا اور ضمین کفالت کذا فی المحیط

مال ضامنی کی قید ہو اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہو تو شرط سے کوئی چیز
زیادہ نہو گی سوای اسکے کہ اسکے تو صغیر متبرع نہ ہوگا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفاده ان الصبي يطالب بالمال
بموجب الكفالة ولولاها لطولب الولي نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہہ ہو کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہو تی تو ولی سے
مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مريض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں
مگر اوسکے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثون کا حق متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا وانما في الصادر ويطالب بعد العتق الا اذا اذن له المولى
اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کرنے میں اور غلام سے بعد آزاد ہونیکے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اسکو اسکے مولے نے ضامن ہونیکا
اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر ہم اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے
نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مكاتب ولو باذن مولاه اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولے نے اسکو اذن دیا ہو ہم اصیل اور مکفول لہ کی شرطیں باقی رہ گئیں
سو اصیل کی شرط یہہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اسکا
آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہہ ہو کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا عاقل ہونا
شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی العمادیہ من البحر والكل هو الدائن مكفول له اور ہے یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں جسکے نفع کیواسطے ضمانت ہوگی
والمكفول عليه وهو المديون مكفول عنه ويسمى الاصيل ايضا اور مطالبہ مدیون کو مکفول عنہ یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل
بھی بولتے ہیں والنفس او المال مكفول به اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمته المطالبة كفيل اور جس پر کفالت سے مطالبہ لازم
ہوا وہ کفیل ہے ہم کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودليلها الاجماع وسنده قوله عليه الصلوة والسلام الزعيم غارم اور صحت ضمانت
کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ الزعيم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے یہہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں
ہے ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن ہے وركنها ... مكتوب في التوراة الزعامة اولها ملامة واوسطها ندامة وآخرها غرامة مجتبی اور ضامنی کو نہیں
زیادہ تر اچھا ظاہر ہو توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اسکے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی ہم ضمانت کے اول
میں ملامت ہے یعنی خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیون پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا حاضر نفس مجھ
لازم ہوگیا اور شاید مجھ سے نہوسکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے
اور یہہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارع نے ضمانت کی برائیاں ذکر کین اور اسکی خوبیون سے سکوت کیا حالانکہ اسمین خوبیان بھی ہین ازانجملہ یہہ ہے کہ ضامن ہونیسے
طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور
مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا وكفالة النفس تنعقد بكفلت بنفسه ونحوه مما يعبر به عن بدنه
كالطلاق وقد مر ثمة انه لو تعارفوا الطلاق باليد وقع به الطلاق فكذا في الكفالة فتح اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد
ہوتی ہے یون کہنے سے کہ میں ضامن ہوا اسکی ذات کا اور مانند اسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے
ہین وہان کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اوس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح کفالت میں کذا فی
الفتح یعنے اگر یہہ بجای کل بدن بولتے ہون تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے ہاتھ کا ضامن ہون تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع ككفلت بنصفه
او ربعه اور انسان کے جزو شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے ... یعنی کفالت کی اوسکے نصف یا ربع کی ہم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو
اگر کفیل نے جزو شائع کیطرف اضافت کری اسطرح کہ تیری واسطے میں نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز نہیں کذا فی العمادی من الشرنبلالیہ وتنعقد بضمنته او علي او
الي او عندي وانا به زعيم اي كفيل او قبيل به اي بفلان او غريم او حميل بمعنى محمول بدانہ اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ

کہ مین اوسکا ضامن ہوا یا علیّ یا الیّ یا عندی یا قبلی کہے یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اوس کا تبیل یعنی ضامن ہون یا اوسکا زعیم یعنی ضامن ہون یا اوسکا غریم یا حمیل ہون یعنے محمول کذا فی البدائع م قولہ علیّ یعنے مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے ہواسطے کہ علیٰ کلمہ وجوب کا تو یہہ صیغۂ التزام ہوا قولہ الیّ یعنے چھوڑ اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنے یہہ شخص میرے پاس ہے مین اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا اور حمیل یعنے کفیل بمعنے قابل ضمان ہی طحطاوی نے کہا ظاہر یہہ ہی کہ حمیل بمعنے فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا وتنعقد بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی یلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تاتارخانیہ اور منعقد ہوتی ہی کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہان تک کہ طالب اور مطلوب جمع ہون یا یہان تک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اس کا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیہ م یعنے یہہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہے تا اجتماع والتقاء طرفین وقیل لا تنعقد لعدم بیان المضمون بہ انفس او مال کما نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ انا ضامن حتی تجتمعا سے ضمانت منعقد نہین ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اوس کا بیان نہین کہ وہ کیا ہے ذات ہی یا مال ہے چنانچہ یہہ قول خانیہ مین ابو یوسفؒ سے مروی ہی قال المصنف والظاہر انہ لیس لمذہب لکنہ استنبط منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال وقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر عدم انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہین لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوی مین استنباط کیا ہی کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہی اور ضامن کہے کہ مین حاضر ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہین م علیہ نے کہا ہو اسطے ضمانت صحیح نہین کہ دونون کا اتفاق ایک امر پر نہین ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہہ استنباط منافی ضعف نہین تو بقول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یؤاخذ باقرارہ فراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ لائق یون ہو کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمد مین کما لا تنعقد فی قولہ انا ضامن او کفیل لمعرفتہ علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہین ہوتی ضامنی اس قول مین کہ مین ضامن یا کفیل ہون اوسکی معرفت اور شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہین ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہین کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہی اس قول مین کہ مین ضامن ہون اسکی تعریف کا یا اوسکی تعریف پر یعنی اوسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہون اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہی کذا فی الفتح م ہواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہی تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اوس سے ثابت نہین ہوتا مگر پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ سراج چنانچہ اس قول مین لزوم ضمانت ہی کہ مین اوسکے چہرہ کا ضامن ہون ہواسطے کہ چہرے سے ساری بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ فلان علیّ یلزمہ ان یدل علیہ خانیہ ولا یلزم ان یکون کفیلا ھذا اور اس قول مین کہ فلانے شخص کی معرفت مجھپر ہے اسپر بتا دینا لازم ہی اور بتا دینے کو ضامن ہونا لازم نہین کذا فی النہر واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا ابدا حتی یسلمہ لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال بری وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اوسکی تسلیم کرے ہواسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر قول مذکور مین بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہی م یعنے ذکر مدت انقطاع ضمانت کیواسطے نہین بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہی تو تا تسلیم مطلوب یہہ دائمی ضمانت ہی طحطاوی نے کہا کہ ابتدا و ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یون کہے کہ مین حاضر ضامن ہون آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب وہ دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی نرہیگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو زاد وانا بری بعد ذلک لم یصر کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وہی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزمہ درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ مین بری ہون بعد اسکے یعنے یون کہا کہ تین دن تک ضامن ہون اور بعد اسکے بری ہون تو اصلا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین اور یہہ حیلہ ہوا اوس کفالت مین جو لازم نہو م اصلا ضامن نہوگا یعنی مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد گذرنے کے ہواسطے کہ اعتبار ہوتا ہی آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام مین وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اصل کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہی اور پھر اوسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہی تو گویا اوسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی

الطحاوی قلت وکذا فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیه الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انه یصیر کفیلا حتی
لکن تقوی الاول بانه ظاهر المذهب فتنبه یعنی کہتا ہون کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام مین ابو اللیث سے نقل کیا اسی پر فتوی ہے پہلے عدم
کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہے کلامہ لیکن قول اول یعنے عدم ضمانت کا فتوے قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ
ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا ہم کہتے ہین در صورت تعارض افتا ظاہر الروایہ کے طرف رجوع لازم ہے ولا یطالب بالمکفول به فی الحال فی ظاهر الروایة
وبه یفتی وصححه فی السراجیة اور جب شلا تین دن کی تاخیر سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول به کا مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذر جانے تین دن کے
ظاہر الروایہ مین اور اسیکا فتوی ہے اور اسیقول کو صحیح کہا ہے سراجیہ مین وفی البزازیة کفل علی انه متی ما طلب فله اجل شهر صحت ولکل
اجل شهر من طلبه فاذا تم الشهر فطالبه لزم التسلیم ولا اجل له ثانیا اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جبسے اور ہر بار کہ
اوس سے مطالبہ ہو تو اوسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جبسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب
اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اوس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول به کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم کہتے
مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر باطل نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقا ثم قال وکفل علی انه بالخیار عشرة
ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناها علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو خیار ہے یعنی چاہے
مدت مین ضامنی کرے یا نکرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین ہے اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے فان شرط تسلیمه
فی وقت بعینه احضره فیه ان طلبه کدین موجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول به کی تسلیم معین وقت مین تو ضامن اسکو اوس وقت مین حاضر کردے اگر
مکفول له طلب کرے جیسے اوس دین موجل کا ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہوچکی ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تا کفیل اور مکفول له دونون کی شرط کو شامل
رہے فان احضره فبها والا حبسه الحاکم حتی یظهر مطله پھر اگر کفیل مکفول به کو حاضر کرے مدت مشروط مین تو خوب ہے اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جب تک کہ اسکا
ٹالنا ظاہر ہو ہم شارح کو یون کہنا بہتر تہا کہ ان اظهر مطله ہو اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تاوقتیکہ اوسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی
جزا ہے اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہین انتہے اور بعضے نسخون مین حتی یظهر مطله ہے اور یہ تمام ہے خانیہ اور بزازیہ مین ہے کہ حبس اوسوقت ہے جب کہ ضامن [illegible]
اگر ضمانت کا منکر ہوا اور گواہون سے اوسکی ضمانت ثابت ہو تو اوسوقت اوسکی حبس مین جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظهر عجزه ابتداء لا یحبسه یعنی اور اگر
ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اوسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب امهله مدة ذهابه وایابه ولو لدار الحرب عینی وابن ملك
پھر اگر مکفول به غائب ہو تو ضامن کو اوسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول به دار الحرب مین ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانه
لا یطالب به لانه عاجز ان ثبت ذلك بتصدیق الطالب بحر او بینة اقامها الکفیل مستدلا بما فی القنیة اور اگر ضامن مکفول به
کا مکان نجانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہے تو اوس سے مطالبہ نکیا جاوے گا کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی
بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا ہے یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے ہم طحطاوی نے کہا اسمین یہ خلل ہے کہ یہ گواہی اوس چیز کی نفی پر ہے
جس پر علم شاہد محیط نہین قلت ما فی المکفول به فیلائ ان ملازمة الکفیل حتی یحضره [illegible] مکفول به غائب ہوگیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تاوقتیکہ
اسکو حاضر کرے وحیلة دفعه ان یدعی الکفیل علیه ان خصمك غائب غیبة لا تدری فبین لی موضعه فان برهن علی ذلك تندفع
عنه الخصومة اور دفع ملازمت کا یہ حیلہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم غیبت غیر معلومہ غائب ہے سو اوسکا مکان مجھسے بیان کر دے پھر اگر ضامن
اپنے اس دعوے پر گواہی گذرانے تو طالب کی خصومت اوس سے مندفع ہوجائیگی ولو اختلفا فان له خرجة للتجارة معروفة امر الکفیل بالذهاب الیه
والا حلف انه لا یدری موضعه اور اگر طالب اور ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول به کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے
تو اگر مکفول به سوداگری کیواسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اوس تک جانیکا حکم ہوگا اور نہین تو اوس سے قسم لیجاوے کہ وہ اوسکا مکان نہین جانتا

انقر فی کل موضع قلنا یدفعہ الیہ للطالب ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر یعنی جس مکان مین ضمانت مین دینا ضامن کے جائز کہا تو طالب کو
جائز ہے کہ ضامن سے مضبوطی کرلے ضامن لیکر تاکہ دوسرا غائب نہ ہوجاوے ویبرأ الکفیل بالنفس بموت المکفول بہ ولو عبداً اراد بہ دفع توہم
ان العبد مال فاذا تعذر تسلیمہ لزمہ قیمتہ وسیجیٔ ما لو کفل برقبتہ اور بری الذمہ ہوجاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول غلام
ہو مصنف نے غلام کے ذکر سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اوسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ
غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الکفیل وقیل یطالب وارثہ باحضارہ سراجیہ اور براءت حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج لا بموت الطالب بل وارثہ او وصیہ یطالب الکفیل وقیل یبرأ وهبانیہ
والمذهب الاول اور ضامن بری الذمہ نہین ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اوسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب
کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے کذا فی الوهبانیہ اور قوی مذہب پہلا ہے ویبرأ بدفعہ الی من کفل لہ حیث ای فی موضع یمکن مخاصمتہ
سواء قبلہ الطالب او لا وان لم یقل وقت التکفیل اذا دفعتہ الیک فانا بریٔ ویبرأ بتسلیمہ مرۃ ان قال سلمتہ الیک بجہۃ الکفالۃ او
ان طلبہ منہ والا فلا بد ان یقول ذلک اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کردینے سے اسمکان مین جہان اسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب
اسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کیوقت یون نکہا ہو کہ جب مین مکفول بہ کو تیرے سپرد کرون تو مین بری الذمہ ہون اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ایکبار
کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یون کہا ہو کہ مین نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہ ایک شرط پر ہے جب کہ طالب نے اوس مکفول بہ کو
طلب کیا ہو اور اگر طلب نکیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ مینے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہے مکان ممکن المخاصمۃ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دریا مین تسلیم ہوگی
تو ضامن بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب ان خصومت پر قادر نہین ولو شرط تسلیمہ فی مجلس القاضی سلمہ فیہ ولم یجز تسلیمہ فی غیرہ وبہ یفتی فی زماننا
لتہاون الناس فی اعانۃ الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی مین شرط ہو تو ضامن وہین اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی مین جائز نہین ہے کیا
فتوی ہے ہمارے زمانے مین بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین هم یہ زفر کا قول مفتے بہ ہے ولو سلمہ عند الامیر او شرط تسلیمہ عند هذا
القاضی فسلمہ عند قاض آخر جاز بحر اور اگر دوسری صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اوسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اوسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط تھی سو اوسے
دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلمہ فی السجن لو سجن هذا القاضی او سجن امیر البلد فی هذا المصر جاز ابن ملک اور اگر
اسکو قیدخانہ مین سپرد کیا تو اگر اس قاضی کی قیدخانہ ہے یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہے اس شہر مین تو جائز ہے کذا صرح ابن ملک فی شرح المجمع وکذا یبرأ الکفیل بتسلیم
المطلوب نفسہ لحصول المقصود وبتسلیم وکیل الکفیل لقیامہ مقامہ ورسولہ الیہ لان رسولہ الی غیرہ کالاجنبی اور اسیطرح ضامن بری الذمہ
ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنے اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے اپنے وکیل کی
تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اوسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کے طرف اسواسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کے طرف اجنبی کے
مانند ہے هم تسلیم مطلوب سے اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اوسکے بغیر امر ہو تو بری نہین ہوتا اور غیر طالب کیطرف تسلیم رسول
کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کو سپرد کرتا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کی مانند ہے
اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کیطرف سپرد کیا اور کہا کہ مین اسکو تیرے پاس ضامن کیجانب سے سپرد کرتا ہون سو اگر طالب اسکو قبول
کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ یشترط قبول الطالب ویشترط ان یقول کل واحد منہم
لہ سلمت الیک عن الکفیل در مختار ای بحکم الکفالۃ عینی والا لا یبرأ ابن کمال فلیحفظ اور تسلیم رسول مین قبول کرنا طالب کا شرط
ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص اشخاص مذکورہ سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور رسول طالب سے کہے کہ مینے تجھکو سپرد کیا ضامن کیجانب سے کذا فی الدر
اور اسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر یہ نکہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا صرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف

ای ان اتی به غداً فهو ضامن لما علیه من المال فلم یواف به غداً فلم یأت به علیه فلو عجز لحبس او مرض لم یلزمه المال لانه اذا عجز بموت
المطلوب او جنونه کما افاده بقوله پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لاؤں تو میں ضامن ہوں اوس مال کا جو اوسپر ہے سو وہ مطلوب کو
نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تہا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اوسپر مال لازم نہیں مگر ہو تب جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے
حاضر نکر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ہے اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہوجانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ میں ہے کہ جب
طالب غائب ہو تو قاضی اوسکے طرف سے وکیل قائم کرے کذا فی العطایا ملخصاً او مات المطلوب فی الصورة المذکورة لا یضمن المال فی الصورتین لانه
علّق الکفالة بالمال بشرط متعارف یعنی پھر مطلوب گیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے
مر جانے میں اسواسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال ولا یبرأ
بین الکفالتین المعنیین لعدم التنافی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنے مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں تخالف
نہیں جو جمع نہو سکیں فلو ابرأ عنها فلم یواف به لم یجب المال لفقد شرطه سو اگر صورت مذکورہ میں طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پھر ضامن نے
مطلوب کو حاضر نکردیا تو اوسپر مال واجب نہوگا بسبب پائے جانے اوسکی شرط کے یعنے شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تہی درصورت بقای حاضر ضامنی سو ابراء طالب سے
وہ باقی نرہی قیّد بموت المطلوب لانه لو مات الطالب طلب وارثه ولو مات الکفیل طولب وارثه درر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے
کہ اگر طالب مر گیا تو اوسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مر گیا تو اوسکے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعه الوارث للطالب بری وان لم یدفعه
حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکة المیت عینی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا
یہاں تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنے میت کے ترکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاة وعدمها فالقول
للطالب لانه منکرها وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیه اور اگر دونوں نے مطلوب کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا
کیونکہ وہ منکر ہے اور اس صورت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیه وفیها لو اختفی الطالب فلم یجده الکفیل نصب القاضی وکیلا اور خانیه میں ہے کہ
اگر چھپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اوسکے طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنے تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاے ولا یصدق الکفیل علی الموافاة الا
بحجة اور ضامن کی تصدیق نکیجائیگی موافات پر یعنے مطلوب کے حاضر کردینے پر بدون گواہی کے ادعی علی آخر مائة دینار ولم یبینها الجیدة
ام ردیة ام اشرفیة لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا اور اسکی صفت کا بیان نکیا کہ دینار عمدہ یا ناقص
یا اشرفی ہو تا کہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی دعه فانا کفیل بنفسه وان لم اوافك به غداً فعلی المائة فلم یواف الرجل به غداً فعلیه المائة
التی بیّنها المدعی اما بالبینة او باقرار المدعی علیه سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اوسکا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل حاضر نہ
کر سکا تو مجہپر سو دینار ہیں سو اسنے کل ادا نکیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنے وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہو یعنی ثابت کیا ہو یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے
اقرار سے وتصح الکفالتان لانه اذا بیّن التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحة الکفالة بالنفس فترتب علیها الثانیة اور صحیح ہونگی دونوں ضامنیاں
یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری ضامنی
یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہرچند اول دعوی مجہول غیر معین ہے لیکن جب آخر کار اسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر
جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مترتب ہوگئی والقول له ای الکفیل فی البیان لانه یدعی صحة الکفالة اور بیان میں اسیکا قول
معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح نے بیانه ضمیر لوٹائی صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر کو مکفول له ہو چنانچہ نہر نے کہا
ہے اسواسطے کہ یہ تصویب تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانه یدعی الصحة کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول له کیطرف بقطع راجع ہے کذا فی العطایا وکلام السراج یفید اشتراط
اقرار المکفول عنه بالمال فلیحفظ اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار کے مشروط ہونیکا مفید ہے تو اسکی تفہیم کرنا چاہیئے ہم مطلب اسکا وضع کیا تا دلائل و مع

جوہرہ اور کنز اور اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہ میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد و قود مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقۃ لا تعزیر لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کیواسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں نہ تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنے ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود وقذف وسرقۃ جاز اتفاقا ابن کمال فظاہر کلامہم انہا فی حقوقہ تعالی لا تجوز قلت وسیجئ انہا لا تصح بنفس حد وقود فلیکن التوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالے کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جانا چاہیے م نفس حد اور قصاص میں اسواسطے ضمانت صحیح نہیں کہ استیفای حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ تحقیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حدود خالصہ میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ مصنف تو وہ بطریق تبرع کے قائل ہے بخلاف اوسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اب دونوں کلام میں تناقض نہ ہوا ولا حبس فیہما حتی یشہد شاہدان مستوران او واحد عدل یعرفہ القاضی بالعدالۃ لان الحبس للتہمۃ مشروع وکذا تعزیر المتہم بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جبتک دو شاہد مستور العدالۃ والفسق گواہی ندین یا ایک شاہد عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہو اور اسیطرح تعزیر متہم کی مشروع ہے کذا فی البحر **فوائد** چند فائدے ہیں جنکو شارح نے زیادہ کیا لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لسماع دعوی علیہا الا فی اربع کفیل نفس وسجان قاض والاب فی صورتین فی الاشباہ لا تعم ینبغی کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کیواسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن اور قاضی کے داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ م قنیہ میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو صاحب حق کو داروغہ سے اسکے حاضر کر دینے کا مطالبہ جائز ہے انتہی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میرے بیٹے کا ضامن ہو سو ضامن نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اوسکا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اوسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اوس سے قربت کر چکا ہے یعنے مہر دیچکا ہے اور اوسنے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اوس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہیں تو امین اوسکے پاس بھیجے وفی حاشیتہا لابن المصنف معزیا لاحکامات العمادیۃ الاب یطالب باحضار طفلہ اذا تغیب اور ابن مصنف کی حاشیہ اشباہ میں ہے احکامات عمادیہ سے نقل کر کے کہ باپ سے اوسکے صغیر کے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ صورتیں ہیں جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الخلاصۃ وفیہا القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیہ الا فی اربع مکاتب و مأذون و وصی و وکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایۃ والوکالۃ اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن مدعا بہ کے حاضر کر دینے کیواسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیہ اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے ضامن لے مگر چار صورتوں میں ضامن نہ لے اوسکے مکاتب اور ماذون میں اور وصی اور وکیل میں جب کہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نکی ہو م جب کہ مولے نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اوس سے ضامن نلیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون نے اپنے مولے پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولے سے حاضر ضامن نلیا جاویگا اور اگر مدعی وصایت یا وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ رکھتا ہو اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضامنی طلب کرے تا اپنے گواہوں کو حاضر کرے تو قاضی اوس وقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الخلاصۃ وفی شرح المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیہ معروفا لا یجبر علی الکفیل ولو کان غریبا لا یجبر اتفاقا بل حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اوس پر جبر نہیں ضامن دینے کیواسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہیں بلکہ اوسکا حق فقط قسم میں ہے م یہ روایت ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے بابراء الاصیل یبرأ الکفیل بالنفس الا اذا قال لا حق لی قبلہ ولا لموکلی ولا لیتیم انا وصیہ ولا لوقف

[illegible]

الناملو لیہ بحیتنلی برأ الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن بصورت
مین جب کہ طالب یون کہے کہ اسکے جانب میرا کوئی حق نہین اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اوس یتیم کا جسکا مین وصی ہون اور نہ اوس وقف کا جسکا مین
متولی ہون تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما الکفالۃ بالمال فتصح بہ ولو المال مجہولا اذا کان ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان
الدین مشترکا فانہ لا یصح لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا تجوز ظہیریہ اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح
ہو مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہین چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا ہو اسلئے کہ دین کا قسمت کرنا اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہین کذا فی الظہیریہ
دین مشترک کی ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو عامر نے زید سے تقاضا کیا محمود اوسکے حصے کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہین
اگرچہ دین صحیح ہی کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے اور وہ صحیح نہین والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ فتصح مع انہا تسقط بموت
وطلاق اشباہ وکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوای دین صحیح کے ضمانت صحیح نہین مگر نفقۂ مقررہ کے مسئلے مین تو ضامنی
صحیح ہی باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہی کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلۂ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہو حاجت کی سبب سے نہ کہ قیاس پر
یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح نہین مگر فقہا نے اسکی ضمانت صحیح کی ہے تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندنا بزازیہ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ
والا فہو لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز فلم تصح ای دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ وای دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح مین ضمانت صحیح ہی مگر بدل
سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہی اکثر فقہا نے صحیح نہین امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایۃ کو بدل کتابت کی ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایۃ کو بدل کتابت سے ملحق نہ سمجھے
بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجے تو صحیح نہین کہ وہ ساقط نہین ہوتا ہو اسلئے کہ وہ تعجیز کو قبول نہین کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہین کہ کون صحیح
دین ہو جسکی ضامنی صحیح نہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ بدل سعایۃ ہو اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ہو ہم دین مشترک اور بدل سعایۃ
استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہوا اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت کے ہے والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل الذی
سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہی جو ساقط نہو کسیطرح بدون ادا یا ابرا کے حقیقی
اگرچہ ابرا وحکمی ہو او فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہی تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی مطاوع
ہو تو مہر اوسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادی
رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ وسیجی قید آخر تو ضامنی صحیح نہین بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابرا تعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا
اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لے جتنا اوسنے دیا یعنے اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسری قید
آویگی ہم قید آیندہ یہ ہے کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجبور اداکرنا لازم ہو ضمانت کے سبب بکفلت متعلق بتصح عنہ بالف مثال للمعلوم ضامنی صحیح ہی
اس لفظ سے کہ مین اوسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا کفلت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہو ومثال المجہول بما بعدہ
امثلۃ بمالک علیہ وبما یدرکک فی ہذا البیع وہذا یسمی ضمان الدرک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین ذکر کین پہلی مثال یہ ہو کہ مین ضامن
ہوا اوس مال کا جو تیرا اوسپر ہے دوسری مثال یہ ہو کہ مین ضامن ہوا اوتنے مال کا جو تجکو دینا پڑے اس بیع مین اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہین ہم درک بفتحتین وبسکون ثانی
عبارت ہو ثمن پھیر لینے سے جب بیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک ضمان استحقاق بھی کہتے یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر
مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی مین سراج سے منقول ہے کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب
استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے بائع سے ثمن پھیر لے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز نہین وبما بایعت
فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیہ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہ ہو کہ جو تونے بیچا
فلانے شخص سے سو مجھپر ہے اور ایسے ہی مرد کا کہنا غیر کی عورت سی کہ مین تیری نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جبتک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیہ وما غصبک فلان

مسائل الضمانی

فعلیّ ماھُنا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلیّ لا ما اشارتیۃ لما سیجیٔ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کریگا تجہ سے فلانے شخص نے وہ مجہپر ہے لفظ
ما کا مثال ثالث اور رابع مین شرطیہ ہے یعنے اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجہپر ہے نہ وہ چیز جو تو خرید کریگا اوس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ بیع کی ضامنی صحیح نہین
ھم جو لفظ کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کی مانند ہے چنانچہ یون کہنا کہ جو تیرا اوسپر ہے وہ مجہپر ہے یا مجہپر یہہ ہے کہ مین ادا کرون جو اوسپر ہے یا مینے لازم کر لیا جو تیرا
دین اوسپر ہے تاتارخانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہے چنانچہ ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک
مرد نے طالب سے کہا کہ مین تیرے دین کا ضامن ہون کہ اوس سے لیکر تجہکو دونگا تو یہہ مال ضامنی سے نہین بلکہ ضمان تقاضا ہے کذا فی المحیط و شرط فی الکل القبولُ
ای وجود لا لہ بان بایعہ او غصب الحال نھر اور ضمانت کی سب صورتون مین قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو
اسطرح پر کہ اوس سے بیچی ہو یا اوس سے غصب کیا ہو کذا فی النھر ھم یہہ قبول غیر صریح بحث ہے صاحب نہر کی یعنے زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کریگا یا جو تجہسے
محمود غصب کریگا اوسکا مین ضامن ہون پہر فی الفور بیع یا غصب اوسنے ہوا تو ضامنی صحیح ہو گرچہ قبول ضمانت صریح نہین ولو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی
کلما وقیل یلزم الا فی اذا و علیہ القھستانی والشرنبلالی عن المحیط اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ مین لازم
ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ مین لازم نہین اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ھم عینی نے محیط سے نقل کیا کہ
امام محمد نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پہر اوسنے چند بار بیچی تو اوسپر ضمانت لازم نہین مگر اول بار کی انتہے اور قول ضعیف مین لفظ ما کلما کا
مفید ہے عموم کا کذا فی البحر ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالذائب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے
تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ھم یعنے اگر ضامنی اسطرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پہر قبل بیع اوسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ
ما ذاب لک علیہ فعلی یعنے جو تیرا دین اوسپر واجب اور ثابت ہو وہ مجہپر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہین کیونکہ یہہ ضمانت ہے دین متاخر الظہور کی و بخلاف
ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبتہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ باطل اور برخلاف اس قول کے کہ جو
تجہسے غصب کرینگے لوگ یا جو شخص لوگون مین سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتہ بیچے یا جو شخص تجہکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو مین اوسکا ضامن ہون تو یہہ ضامنی باطل ہے ھم
اسواسطے باطل ہے کہ امثلہ مذکورہ مین یا مکفول عنہ کی جہالت ہے یا مکفول بہ کی کقولہ ما غصبک اھل ھذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی انسانا
بعینہ چنانچہ یون کہنا کہ جو تجہسے غصب کرین اس گہر کے لوگ تو مین ضامن ہون سو یہہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک انسان معین کا نام نلے ھم بخلاف اس قول کے کہ
جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اوس شخص سے بیچو گے تو مین ضامن ہون تو یہ ضامنی درست ہے پہر جو شخص اوس سے بیچیگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا
فی النھر او علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صریح ملائم یعنے وہ شرط جو موافق اور مناسب
ہو ضامنی کے بواسطے کسی امر کے امور ثلثہ سے ھم او علقت معطوف ہے کان پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط بکونہ شرطا للزوم
الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ و رضی بہ المکفول جاز
بخلاف ان اکلک سبع ہو ان شرط کا مناسب ضمانت سے اسطرح پر کہ وہ لازم ہونے حق کی سہیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا
کہ اگر مبیع مستحق غیر نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجہسے غصب کرے یا تجہکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجہپر دیت ہے اور مکفول
یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجہکو درندہ کہا جائے تو مین ضامن ہون ھم بعضے نسخے مین بجای صیدک صدیقک ہے اور دیت سے
مراد وہ ہے جو قیمت کو بہی شامل ہے اور قتل مخاطب سے قتل خطا مراد ہے اسواسطے کہ قتل عمد مین حنفیہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اسواسطے صحیح نہین
کہ درندہ مکفول عنہ ہونیکی صلاحیت نہین رکہتا اور اسواسطے کہ اوسکا فعل ہدر ہے معاف ۱۲ او شرطا لامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من
الدین و ھو معنی قولہ و ھو ای والحال ان زیدا مکفول عنہ او مضارب او مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدومہ
لتوسلہ للاداء یا شرط ہو امکان استیفا کی یعنے ضامن کو سہیل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجہپر ہے وہ دین جو اوسپر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے

اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہو یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اوسکا غاصب ہے تو وہ ضمان سے جو اوسکے آنے سے متعلق ہے جائز ہے بسبب قادر ہونے
ضامن کے ابراء دین پر او شرط کا تعذر ای الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلیّ وامثلته کثیرة فهذه جملة الشروط التی یجوز تعلیق الکفالة
بہا یا شرط ہو سکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اوسکا دین مجھپر اور تعذر کی مثالین بہت ہین سو یہہ بالکل وہ شروط
ہین جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے ہم منجملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے یہہ مثالین ہین کہ اگر تیرا مال جو ظالمنے پر ہی تلف ہو یا وہ مرجاوی یا تیری دین کا وعدہ آوی اور وہ
نہ دی یا تیرا دین چہہ مہینہ تک نہ دے تو مین ضامن ہون ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان هبت الریح او جاء المطر لانه تعلیق بالخطر فیبطل و
ولا یلزم المال وما فی الهدایة سهو کما حرره ابن الکمال اور ضمانت صحیح نہین اگر اوسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہہ آوی تو مجھپر
کیونکہ یہہ تعلیق خطرہ سے یعنی وجود اوسکا بالیقین معلوم نہین تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ مین ہے وہ سہو ہے چنانچہ اسکو ابن کمال
نے تحریر کیا ہی ہم خلاصہ ہدایہ یون ہی کہ تعلیق بہبوب ریح و مجیء مطر اگرچہ صحیح نہین مگر ضمانت صحیح ہی کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے
باطل نہوگی مثل طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا خلاصہ یہہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتہہ کفالت ہرگز صحیح نہین ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتہہ فی الحال
صحیح ہوتی ہی اور مدت باطل ہوجاتی ہے اور اس مقام مین بحث گفتگو ہے اوسکا کچھہ ثمرہ نہین سوای اس علامت کے کذا فی الطحطاوی و نعم لو جعله اجلا صحت ولزم
المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اس
طرح کہ ضامن کہے کہ مین ضامن ہون تا ہبوب ریح و مجیء مطر ولا تصح ای الضمانة بجهالة المکفول عنه فی تعلیق واضافة لا تخییر ککفلت بما لك علی فلان او
فلان فتصح والتعیین للمکفول له لانه صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے بہی تعلیق اور اضافت مین نہ تخییر مین چنانچہ مین ضامن ہون
تیرا ہو اوس مال کا جو ظالمنے پر ہو یا فلانی پر تو تخییر مین یہہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار مین ہی کیونکہ وہ صاحب حق ہی ہم تعلیق کی مثال یہہ ہی کہ
اگر تجھسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہہ ہے کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو اوسکا مین ضامن ہون کذا فی الحلبی والطحطاوی نے
کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹہیرانا بلاوجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عمادیہ مین اضافت کی مثال مین ذکر کیا ہی اور حالانکہ یہہ بھی اضافت نہین
تو شاید اضافت سے یہان مستقبل کی اضافت مراد ہو واللہ تعالی اعلم ولا بجهالة المکفول له وبه مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے
ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول بہ سے مراد یہان نفس ہے نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہین نعم لو قال کفلت رجلا عرفه
بوجهه لا باسمه جاز وای رجل اتی به وحلف انه هو بری بزازیه ہان اگر ضامن کہے کہ مین ضامن ہوا ہون اوس مرد کا جسکا مونہہ پہچانتا ہون نہ نام اسکا
تو ضامنی جائز ہی اور جس مرد کو لاویگا اور قسم کہاویگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیه وفی السراجیة قال لضیفه وهو
یخاف علی دابته من الذئب ان اکل الذئب حمارك فانا ضامن فاكله الذئب لم یضمن اور سراجیہ مین ہی کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ
مہمان اپنے جانور پر بہیڑیے سے ڈرتا ہی کہ اگر بہیڑیا تیرا گدہا کہا جاوی تو مین ضامن ہون سو اسکو بہیڑیا کہا گیا تو وہ ضامن نہین ہم علت عدم ضمان اکل ذئب کا صیغ مین مذکور
ہو چکی نحو ما ذاب ای ما ثبت لك علی الناس او علی احد منهم فعلی مثال للاول ونحو ما بایعت احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا اون
لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجھپر ہے یہہ مثال ہی اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی اور مانند اسکے یہہ ہی کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ مجھپر ہے کذا فی معین المفتی
او ما ذاب علیك للناس او لاحد منهم علیك فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگون کا تجھپر یا کسی کا لوگون مین سے تجھپر سو مجھپر ہے یہہ ثانی کی مثال ہی یعنی مکفول لہ
کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النیابة لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری نہین
ہوتی عقوبات مین ولا بحمل دابة معینة مستاجرة له وخدمة عبد معین مستاجر لها ای للخدمة لانه یلزم تغییر المعقود علیه اور نہ ضمانت صحیح ہی معین
جانور کی بار برداری کی جسکو کرایہ لیا بار برداری کیواسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے اسواسطے کہ ضمانت مین معقود
علیہ کا تغییر لازم آتا ہے ہم تغییر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہی کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اوسکی تسلیم سے عاجز ہی کیونکہ اسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر دا

جو مین اپنا جانور تسلیم کر دے تو مستحق اجرت نہوگا ہو اسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہین ہوا کذا فی المحیط و من البحر بخلاف غیر المعین لوجوب مطلق الفعل لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کہ اسمین ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم یعنے غیر معین جانور مین مطلق بار برداری واجب ہے اور ضامن اسپر قادر ہے اسطرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لادے اور تسلیم اسپر واجب نہین بخلاف معین جانور کے کہ وہان تسلیم واجب ہے نہ باربرداری شارح نی عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جسکو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابۃ معینہ ہو اسطے جائز نہین کہ جب جانور معین ہوا تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہے نہ باربرداری پہر جب بار برداری کی ضمانت کریگا تو اوسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہین لہذا صحیح نہین اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہان ایسا نہین کیونکہ وہان موجر پر باربرداری واجب ہے سو اوسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی المحیط و لا بمبیع قبل قبضہ و مرہون و امانۃ و نحو امانۃ بأعیانہا اور صحیح نہین ضمانت عین مبیع کی قبل اوسکے قبضہ کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہین بسبب فقدان شرط ضمانت وہ شرط یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دے یا اوسکے بدل کو اور یہان ایسا نہین کیونکہ مبیع مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو بتسلیمہا صح فی الکل در ہم مترجمہ الکمال تو اگر ضمانت ہو امور مذکورہ کی تسلیم کی تو سب مین ضمانت صحیح ہے کذا فی الصدر اور ترجیح دہی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اوسکا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو ہلک المستأجر مثلا لا شی علیہ کالکفیل بالنفس یہ اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلا ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہین جا ضر ضامن کے نہ ہم مستأجر یہان بفتح جیم ہے وجہ عدم لزوم شے یہ ہے کہ جانور وغیرہ کی ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل مطالب بتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہان اجرت پہیر دینا ہے اور ضامن اوسکا ضامن نہین اور یہی حکم ہے ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح و صح ایضا لو المکفول بہ ثمنا لکونہ دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیہ اور بہی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اوسوقت دین صحیح نہین جب کہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بہی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اوسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا و کذا لو مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن و الا فہو امانۃ کما مر اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو اور نہین تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اوسکی صحیح نہین کیونکہ امانت مین ضمانت نہین و مبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم و خلع و مہر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وجہ صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہہ چیزین باطل نہین ہو جاتین ہلاک ہونے عین سے کیونکہ ضمان قیمت اشیاء مذکورہ اونکی قائم مقام ہو جاتا ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا محشی نے کہا اولے یہ ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اوسکا بے معنے ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا و لا بالامانات اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہین یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستأجر بفتح جیم مستأجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہین یعنی درصورت ہلاک کے قیمت واجب نہین چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہین یا اعیان مضمون بنفسہا ہین یعنی اونکی قیمت واجب ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اوسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن کو وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اوسکی یا مثل اوسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصا و لا تصح الکفالۃ بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ و لو فضولیا فی مجلس العقد اور دو نون قسم کی ضمانتی یعنے بالنفس اور بالمال ضمانتی صحیح نہین بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد مین یا قبول کرنے اوسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جاے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن پہیر لے اور اگر وہ راضی ہو بعد اوسکے قبول کرنیکے تو نہین لیسکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس مین ضامنی

قبول کریں تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامن ضمانت سے آپکو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی وجعل ما الثانی بلا اجمال و
به یفتی درر و بزازیه و اقرہ فی البحر و به قالت الائمة الثلاثة لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولهما واختارہ الشیخ
قاسم هذا الحکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز کہا ہے ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو
بحر الرائق میں اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے
اس قول کو پسند کیا ہے یہہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنها بان قال انا کفیل بمالی علی فلان حال غیبة
الطالب او کفل وارث المریض الملی عنه بامره بان یقول المریض لوارثه اکفل عنی بما علی من الدین فکفل به مع غیبة الغرماء صح (فی صورتین)
بلا قبول اتفاقا استحسانا لانها وصیة فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اسطرح پر کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا
ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہہ خبر دی طالب کے غائب ہونیکے وقت یا ضمانت کی مریض المدیون کے وارث نے مریض کیطرف سے اوسکے امر سے اسطرح پر کہ مریض
کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اوس مال کا جو مجھپر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں
بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح
نہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع ھ کفالت وارث اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ
ہو جائے اور اسمیں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکور کی الکتب کے ظاہر ہونیکے اسواسطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہے
اوسکے دونوں رکن سے یعنے ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحة اوجه وحقق انها کفالة لکن یرد علیه توقفها علی المال اور تسلیم تقدیر میں ہے کہ ضمانت
اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجبہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت
ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو له مال علی غائب هل یؤمر الغرماء بانتظاره او یطالب الکفیل لم اره وینبغی علی انه وصیة ان ینتظر
لا علی انها کفالة اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اوسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کریں میں نے اوسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اوسکے
وصیت ہونے پر لائق یہہ ہے کہ شخص غائب کا انتظار کیا جائے نہ اوسکی کفالت ہونے پر ھ یہہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض
مذکور کی ضمانت مثل طرح ضمانت نہیں ہے اسواسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی
اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں وقیدنا بامره لان تبرع
الوارث بضمانه فی غیبتهم لا یصح وروی الحسن الصحة اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض میں اوسکے امر کی اسواسطے کہ تبرع وارث کا اوسکی ضمانت میں
صاحب دین کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے۔ ولو ضمنه بعد موته صح سراجیه ولعله
قول الثانی لما مر نهر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اوسکی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی
النهر ھ مذکور یہہ ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیة اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہے کہ دونوں نے
اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے میں تو مخبر کا قول معتبر ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے بیان کلام کو جواب
قرار دیا کذا فی الطحطاوی ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان به کفیل او رهن معراج او ظهر له مال فتصح بقدره
ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اوس دین کی جو ساقط ہو میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اوس وقت دین ساقط نہیں جب دین میت کا کوئی کفیل
ہو گیا ہو اسکی زندگی میں یا رہن ہو کذا فی المعراج یا اوسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ھ سقوط دین میت مفلس کے
احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اوسکی حیات میں ہوئی یا اوسنے کچھ رہن رکھدیا تو اب دین اوسکا ساقط نہوگا بسبب عدم
ضرورت کے قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہوگی اھ ولحقه دین بعد موته فتصح الکفالة به

بان حفر بئرا على الطريق فتلف به شيء بعد موته فانه ضمان المال في ماله وضمان النفس على عاقلته لثبوت الدين مستندا الى وقت
السبب وهو الحفر الثابت حال قيام الذمة كذا في البحر یا میت کو دین لاحق ہوا اوسکی موت کے بعد تو اوسکی کفالت صحیح ہے مثلا جبکہ میت نے کنوان کھودا تھا
راہ مین یعنی اپنی غیر ملک مین پھر اوس مین کوئی چیز تلف ہو گئی بعد اوسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اوسکے مال مین اور ضمان نفس اوسکے اہل محلہ اور برادری
پر ثابت ہوگا یعنی دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنوان کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت مین کذا فی البحر وهذا عنده وصححاها مطلقا
وبه قالت الثلثة اور یہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اوسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور
یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع به احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہین کذا فی
المحیط ولا تصح كفالة الوكيل بالثمن للموكل فيما وكل ببيعه لان حق القبض له بالاصالة فيصير ضامنا لنفسه اور صحیح نہین ضامنی وکیل کی ثمن
مین واسطے موکل کے اوس چیز مین جسکے بیچنے کے واسطے اوسکو وکیل کیا ہے اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالة تو وکیل اپنی ذات کے واسطے
ضامن ہو گیا اور حالانکہ تنبیہ یہ نہین حکم وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمان رسول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہو تو اب ضمانت
وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النهر ومفاده ان الوصي والناظر لا يصح ضمانهما الثمن عن
المشتري فيما باعاه لان القبض لهما ولذا لو ابرآه عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی
طرف سے اوس چیزون مین جسکو دونون نے بیچا ہے صحیح نہین اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق اونہین دونون کے واسطے ہے ولہذا اگر دونون مشتری کو بری الذمہ کر دین
ثمن سے تو صحیح ہے اور دونون پر ضمان لازم ہوگا ھم یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے ولا تصح كفالة المضارب لرب المال به اى بالثمن
لما مر ولان الثمن امانة عندهما فالضمان تغيير لحكم الشرع اور صحیح نہین مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کیواسطے اوس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت مین مذکور
ہو چکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہین کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا اونکا حکم شرع کا بدلنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہین ھم
طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونون کا بدون قبض ظاہر نہین اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح الشريك بدين مشترك مطلقا
ولو بارث لانه لو صح الضمان مع الشركة يصير ضامنا لنفسه ولو صح في حصة صاحبه يؤدي الى قسمة الدين قبل قبضه وذا لا يجوز اور صحیح
نہین ایک شریک کو دوسرے شریک کیواسطے ضامن ہونا دین مشترک مین کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح
ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک اوسمین حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے مین
ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اوسکے مقبوض ہونیکے لازم آتی ہے اور یہ ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہین نعم لو تبرع جاز كما لو كانا
صفقتين یعنی ہان اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اس صورت مین ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ھم جدائی عقد امام کے نزدیک
اسطرح ہے کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا ذکر ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصہ کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ
جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نرہی ولا تصح الكفالة بالعهدة لاشتباه المراد بها اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ عہدہ کی مراد مین اشتباہ ہے ھم ضمانت عہدہ
اسطرح ہے کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری کیواسطے عہدہ کا ضامن ہوا اور مشتری اور ضامن اوسپر سکوت کرین بیان نکرین کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہین
اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اوس وثیقہ مین جو ملک بائع کا شاہد ہوا اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر اوسکی تسلیم کا مشتری کیواسطے ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہوا جسپر قادر نہین
اور مشترک ہے عقد مین اور اوسکے حقوق اور درک اور خیار شرط مین اور چونکہ حمل اوسپر قبل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہذا اوسکی ضمانت صحیح نہین ہے
باطل ہے کذا فی الہدایہ ولا بالخلاص اى تخليص مبيع يستحق لعجزه عنه اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اوس مبیع کو خلاص کرنیکی ضمانت صحیح نہین جو مستحق ہو گئی
بسبب عاجز ہونے ضامن کے اوس سے نعم لو ضمن تخليصه ولو بشراء ان قدر والا فرد الثمن كان كالدرك یعنی ہان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہوا اگرچہ تخلیص
اوسکے خرید کرنیکے سبب ہو اگر قدرت ہو خریدیگا اور نہین تو ثمن مشتری کو پھیر دیگا تو یہ ضمانت مثل ضمانت درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہہ فائدہ ہے

جسکو شارح نے زیادہ کیا ہے یعنی اذا ادی بكفالة فاسدة يرجع كصحيحة جامع الفصولين ثم قال ونظيره لو كفل ببدل الكتابة لم يصح فيرجع بما ادى لحسبانه مجبرا على ذلك لفساد السابق واقره المصنف فليحفظ جب که ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بہرلیگا کفالت صحیحہ کی مانند ایسا ہی جامع الفصولین میں ہے پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اوسکی یہہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے پھیر لے اوس دین کو جو اوسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہہ گمان ہوا ہو کہ مین مجبور ہون اوسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کریگا بالظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں ولو كفل بامره اى بامر المطلوب بشرط قوله عنى او على انه عنى وهو غير صبي وعبد محجور ابن ملك اور اگر کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجہہ پر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب صغیر مجور اور غلام مجور نہین کذا صرح ابن ملک ہم تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے الخ رجع عليه بما ادى ان ادى بما ضمنه وان ادى اذ لا ملكه الدين بالاداء فكان كالطالب وكما لو ملكه بهبة او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پھیر لے جو کچھ ادا کیا ہو اگر اوسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اوسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول بہ جید تھا سو اوسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کیموافق پھیر لے اگرچہ اوسنے بدترادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنیکے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی ہم ضامن کے مالک ہونے کی یہہ صورت ہے کہ طالب مر جاے اور ضامن اوسکا وارث ہو یا طالب نے اوسکو اپنی حیات مین دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہہ صبہ کفیل کے واسطے جائز ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہین کیونکہ یہان دین منقول ہوا کفیل کیطرف بمقتضاے ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحاوی وان بغيره لا يرجع لتبرعه الا اذا اجاز في المجلس فيرجع عمادية اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اوسکو مطلوب سے نہ پہیرے بسبب اوسکے تبرع کے مگر جب کہ مطلوب نے مجلس ضمانت مین ضمانت کو جائز رکہا تو مطلوب سے مال مذکور پھیر لے کذا فی العمادیہ وحيلة الرجوع بلا امر ان يهبه الطالب الدين ويوكله بقبضه ولو لجيه اور حیلہ پہیر لینے ضمانت بلا امر کا یہہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کردے اور اوسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنے جانب سے کذا فی الولوالجیہ ہم ولوالجیہ میں یہہ حیلہ بضمن کفالت نفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہہ حیلہ کفالت مال مین بہی ابتدا جاری ہے بعضون نے کہا یہہ حیلہ اوسوقت جاری ہے جب کہ ضامن نے بقدر دین دیا اور یہہ ذکر نکیا کہ یہہ اصیل کا دین ہے اور اگر اوسکو اصیل کا دین کہکر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پہر یہہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحاوی ولا يطالب كفيل اصيلا بمال قبل ان يؤدى الكفيل عنه لان تملكه بالاداء نعم للكفيل اخذ رهن من الاصيل قبل ادائه خانيه اور مطالبہ نکرے ضامن اصیل سے قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کے جانب سے اسواسطے کہ ضامن اوسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہان ضامن کو کوئی چیز گرو مین لینا اصیل سے قبل ادا روا ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الكفيل لازمه اى لازم هو الاصيل ايضا حتى يخلصه پہر اگر پکڑا جاے ضامن تو وہ بہی پکڑے اصیل کو تا اسکو وہ چہوڑا دے واذا حبسه له حبسه هذا اذا كفل بامره ولم يكن على الكفيل للمطلوب دين مثله والا فلا ملازمة ولا حبس نهر اور جب کہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہہ اوسصورت مین ہے جب کہ اوسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اوس پر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفى الاشباه اداء الكفيل يوجب براءته للطالب اور اشباہ مین ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءت کا موجب ہے ہم للطالب متعلق ہے اداء سے جو ضمیل ہے کذا فی الحموی الا اذا احال الكفيل على مديونه وشرط براءة نفسه فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنی نفس کی براءت شرط کری تو اصیل بری الذمہ نہوگا ہم یون قید نہین بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محال علیہ یہی حکم رکہتا ہے وبرى الكفيل باداء الاصيل اجماعا الا اذا برهن على ادائه قبل الكفالة فيبرأ فقط كما لو حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا چنانچہ اگر اصیل قسم کہائیگا کہ مینے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری ہوگا کذا فی البحر ہم مسئلہ قسم کا منح الغفار مین قنیہ سے منقول ہے تو یہہ جو شارح بحرالرائق کے طرف نسبت کیا ہے سو مجمل ہے ظاہر ایہہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو اسپر کچہہ قسم آتی تو تصویر مسئلہ کی یہہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوے کیا

سو کوئی آدمی اوسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں پھر مدعا علیہ نے قسم کہائی تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحاوی ولو ابرأ الطالب الاصيل او اخر عنه اى اجله برئ الكفيل تبعا للاصيل الا كفيل النفس كما مر اور اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اوس سے تاخیر کرے یعنے ادائے دین کی کچہہ مدت مقرر کردے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر مگر کفیل نفس بری نہ ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا حاضر ضامن کی بحث میں وتاخر الدين عنه تبعا للاصيل الا اذا صالح المكاتب عن قتل العمد بمال ثم كفله انسان ثم عجز المكاتب تاخرت مطالبة المصالح الى عتق الاصيل وله مطالبة الكفيل الان اشباه اور متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہوکر مگر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پہر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پہر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کو ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنیوالے کا یعنے وارث مقتول کا متاخر ہوجائیگا تا عتق اصیل یعنے مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ اور خانیہ میں مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو طالب اوس سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور ضامن سے کرسکتا ہے اگرچہ مقدور والا ہو کذا فی الطحاوی ولا ينعكس لعدم تبعية الاصل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہیں یعنے براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہیں اور نہ تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے تعمر لو تكفل بالحال مؤجلا تاجل عنهما لان تاجيله على الكفيل تاجيل عليهما ہان اگر نفس الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہوجائیگا ہواسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے وفيه يشترط قبول الاصيل الابراء والتاجيل لا الكفيل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابرا اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ہم ظاہر اضمیر فیہ بحر الرائق کیطرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور حالانکہ یہہ عبارت اسمین نہیں بلکہ اسمین یہہ یون مذکور ہے کہ ابرا اصیل اور تاجیل اوسکے رد کرنے سے پہر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنیسے پہرتا ہے اور تاجیل اسکی نہین پہرتی انتہے خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ ابرا قبول پر موقوف نہین لیکن رد کرنے سے پہرتا ہے کذا فی الطحاوی الا اذا وهبه او تصدق عليه فلم قبول كفيل شرط نہین مگر جب کہ طالب نے اسکو ہبہ کردیا یا اوس پر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کما فی الدرر ہم ہبہ در مقرر غنی یعنے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونیکے قبول ہواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تسلیط علی المدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی ابن نجيم اجله على الكفيل يتاجل عليهما وعزاه للحاوى القدسى فليحفظ میں کہتا ہون اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونون پر مہلت ہوجاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہے تو یاد رکہنا چاہیئے ہم طحاوی نے کہا یہہ قول مستثنی متن پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچہہ منافات نرہی وفى القنية طالب الدائن الكفيل فقال له اصبر حتى يجئ الاصيل فقال لا تعلق لى عليه انما تعلقى عليك هل يبرأ اجاب نعم وقيل لا وهو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اوسنے کہا صبر کر تا کہ اصیل آجاوے سو صاحب دین نے کہا کہ اوس پر مجہکو کچہہ تعلق نہین مجہکو تو تعلق تجہی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہوجائیگا جواب دیا کہ ہان بری الذمہ ہوگا اور بعضون نے کہا کہ بری نہ ہوگا اور یہی قول مختار ہے ہم وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار میں قنیہ سے یون منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں انتہی اور ظاہر مراد اس قول سے تضییق ضامن ہے نہ براءت اصیل واذا حل الدين المؤجل على الكفيل بموته لا يحل على الاصيل فلو اداه وارثه لم يرجع لو الكفالة بامره الا الى اجله خلافا لزفر اور جب کہ دین موجل حال ہوجاوے ضامن پر اوسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے پہر نہ لے اگر کفالت اوسکے امر سے ہو مگر اوسکی مدت تک یعنی بدون آنے مدت کے اصیل سے لے نہیں سکتا بخلاف زفر کے كما لا يحل المؤجل على الكفيل اتفاقا اذا حل على الاصيل به اى بموته ولو ما تا خير الطالب درر چنانچہ حال نہیں ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جب کہ دین حال ہوا اصیل پر اوسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونون مرگئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنے اوسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے چاہے اصیل کے صالح احدهما رب المال عن الف الدين على نصفه مثلا برئا الا ان المسئلة مربعة یعنے اصیل یا کفیل نے صلح کرلی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اوسکے نصف پر مثلا یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونون بری الذمہ ہوگئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورتون کو محتمل ہے ہم ایک صورت یہہ ہے کہ دونون کی براءت صلح میں شرط کی ۲ فقط اصیل کی براءت شرط کی ۳ سکوت واقع ہوا براءت سے ۴ فقط کفیل کی براءت شرط کی طحاوی نے کہا بلکہ مسئلہ مثمنہ ہے یعنے آٹہہ صورت کو محتمل ہے چار صورتین باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا اشترط براءتهما او براءة الاصيل

اوسکت ہوتا تو جب کہ دونون کی براءت شرط کی صلح مین یا براءت اصیل یا براءت سے سکوت کیا تو دونون بری الذمہ ہو گئے ۔ واذا اشترط براءۃ الکفیل
وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین ۔ اور جب کہ صلح مین فقط کفیل کی براءت شرط کی تو یہہ فسخ ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین ہم فسخ
کفالت متعدد دین مین سے جسمین صلح واقع ہوئی مثلاً نصف مین نہ کل دین مین ۔ فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل فیبقی علیہ الالف فیرجع
علیہ الطالب بخمسمائۃ والکفیل بخمسمائۃ لو بامرہ ۔ تو فقط کفیل کی براءت مین فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہین گے
تو طالب اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو ۔ ولو صالحہ علی جنس آخر رجع بالالف کما مر ۔ اور اگر کفیل نے صلح کرلی
طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بعوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزار اسواسطے لیگا کہ وہ مبادلہ سے دین کا مالک ہو گیا
صالح الکفیل الطالب علی شیء لیبرئہ عن الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ وہو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس ۔ اگر صلح
کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کردے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح
بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامنی اور حاضر ضامنی دونوکو شامل ہے کذا فی البحر ہم کفالت نفس مین عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلاً دے
تا اوسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہیں اور اوسکی براءت مین کفالت سے دو روایتین ہین کذا فی البحر والنہر ۔ قال
الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض ۔ کہا طالب نے ضامن سے
کہ برئت الی یعنے تو بری الذمہ ہوا مجہہ تک اوس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تہا تو ضامن مطلوب سے مال بہر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے
طالب کے قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہی برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ لفظ الی موضوع ہو انتہای غایت کیواسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہوا اس ترکیب
مین تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبتدا بہی ہو سو یہان ابتدا نہین مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت ایسی ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے
یون کہا کہ تو نے مجہکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہین لیسکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم ۔ ومفادہ براءۃ المطلوب للطالب
لاقرارہ کالکفیل ۔ اور مفاد تعلیل براءت مطلوب ہے طالب کیطرف سے بسبب اوسکے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہین ہوسکتا بسبب اقرار
قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دوبار مقبوض نہین ہوتا ۔ وفی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ابرأتک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض
اور طالب کے یون کہنے مین کفیل سے کہ برئت بدون لفظ الی یعنے تو بری ہو گیا یا یہ کہ مین نے تجہکو بری کردیا رجوع نہین یعنی کفیل مطلوب سے مال نہین لیسکتا چنانچہ اس قول مین
رجوع نہین کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی مین ہے کیونکہ یہہ بری کردینا ہے طالب کے طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے ابرای طالب اور ادای
کفیل کا تو رجوع ثابت نہین ہوسکتا بسبب شک کے اور ابرأتک مین تو صاف ابتداء اسقاط ہونا اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اور کفیل
مالک دین نہین ہوتا مگر ایفا سے تو اس لفظ مین بالاتفاق رجوع نہین مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اوسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل
اسقاط ہی باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالابراء مین مستعمل ہے نہ براءت بالقبض مین کذا فی المحیط ۔ وخلافا لابی یوسف فی الاول ای برئت فانہ جعلہ
کالاول ای الی قیل وہو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وہو اقرب الاحتمالین فکان اولی عزاہ للعنایۃ ۔ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول مین یعنے برئت
مین اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہی اور بعضون نے کہا کہ وہ امام معظم کا قول ہے اور ہدایہ مین اسکو پسند کیا ہی اور وہ یعنی ابو یوسف کا
قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنے براءت بایفا اور براءت باسقاط ۔ واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا
بالقبض عملا بالعرف ۔ اور اجماع علما ہی کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ مین لکہیگا تو یہہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہہ راجع ہے مسئلہ خلافی کیطرف یعنی اگر
لفظ برئت طالب لکہدیگا تو ضامن درباہم ضمانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق اسواسطے کہ عرف مین کتابت نہین مگر ایفای مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹہر گئی کذا فی [illegible]
وہذا کلہ مع غیبۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان لمرادہ اتفاقا لانہ المجمل ۔ اور یہہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب
ہونیکے ساتہہ ہو اور اوسکے حاضر ہونے کے ساتہہ اوسیکے طرف رجوع ہوگی اوسکے مراد کے بیان مین بالاتفاق کیونکہ اوسکا کلام مجمل ہے یعنے طالب سے پوچھا جائیگا

کہ تونے قبض مال کا ارادہ کیا ہی یا نہین اور یہہ لفظ بحر الرائق مین نہایہ سے اور فتح القدیر مین بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وقیل الکفالۃ بالحوالۃ اور نہند
کفالت کے حوالہ ہو یعنی اگر محال نے محتال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محال علیہ محیل سے مال بہر لیگا اور اگر برائتک کہیگا تو رجوع نہین اور اگر صورت کہنے مین فقد اختلاف ہی
اختلاف ہی ویبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ھنا وفی المتفرقات لکن فی
النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو
مصنف نے یہان ثابت رکہا ہی اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی ہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ
شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جسمین طالب کو فائدہ نہین جیسا کہ دخول دار اور مجئ غد اور شرط ملائم جیسا کہ استیفاء بعض المال قید
قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت مین کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس مین
تفصیل ہے جو خانیہ مین مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال متن مین مذکور نہین کی تو یہہ مطلب ہو کہ اثناء مسائل کفالت مین اسکا ذکر کرنا بجای تقیید ہو واللہ
اعلم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہے کہ جب حاضر ضامن کی براءت معلق بشرط ہو تو اوسکی چند وجوہ ہین ایک وجہ یہہ ہو کہ براءت جائز اور شرط باطل جیسا کہ
طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ یہہ کہ براءت اور شرط دونون جائز ہین جیسا کہ ایک شخص کا ضامن اور حاضر ضامن
سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جای اور تیسری وجہ یہہ ہو کہ براءت اور شرط دونون جائز نہین جیسا کہ فقط حاضر ضامن سے
طالب نے یہہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب نے کہکہ بہر لے تو یہہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ملخصا لا یسترد الاصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ
لیدفعہ الی الطالب وان لم یعطہ طالبہ نہ پہیرے اصیل اوس مال کو جو دیا اوس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسواسطے کفیل کو دیا تا
کفیل وہ مال طالب کو دیوے اگرچہ کفیل مال مذکور اُسکے طالب کو نہ دیوے ہم باوجودیکہ کفیل طالب کو ندے تو بہی اصیل اُسکو نہین پہیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت بامر اصیل
وہ دو دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہی تو جب
بعد وجود سبب ادای دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اوسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اوسکو پہیر نہین سکتا کذا فی شرح الوقایۃ ولا یعمل تمیمہ
عن الادائِ لو کفیلا بامرہ والا عمل لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف لکنہ قدم قبلہ ما یخالفہ فتحرر اور کچہہ عمل کریگا روکنا
اصیل کا ادای دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہین تو روکنا اوسکا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اوس وقت مین استرداد کا مالک ہی کذا
فی البحر او ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن شرح مذکور مین قبل اُسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہی جو اُسکے مخالف ہی تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم طحطاوی
نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکہا تو اب اوسکے مخالف قول کا کچہہ اعتبار نہین یعنی اب تحریر کی کچہہ حاجت نہین وان ربح الکفیل به
طاب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا یطیب لہ لانہ امانۃ کالثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچہہ نفع حاصل
کریگا تو اوسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اُسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑہوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ
کیا ہوگا تو نفع اوسکو حلال نہین کیونکہ وہ مال خالص امانت ہی برخلاف ابو یوسف کے ہم قبض بطریق اقتضا کی یہہ صورت ہی کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون
کہ کہین طالب بجہہ سے اپنا حق نہ لے تو اس مال کو قبل اسکے ادا کرنے کے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح پر کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر
اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پہر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے
خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی وندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ در فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب
اور مستحب ہی منفعت کا پہیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدر اوس دین مین پہیر دینا مستحب ہی جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے جیسا کہ
گیہون نہ اوس دین مین جو تعیین سے متعین نہوتا ہو جیسا کہ نقود تو وہان رد کرنا مستحب نہین ہم جامع صغیر مین استحباب رد کیواسطے ادای اصیل کی قید مذکور نہین لیکن
درر کی عبارت مبہم ہے خلاف مقصود کی کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہہ ہی کہ اسمین خبث آگیا ہی بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اوسکے پہیر دینے پر

جبر نہیں کرسکتا کذا فی النہر ولو ردّہ ھل یطیب للاصیل الاشبہ نعم ولو غنیا عنایہ اور اگر نفع مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیر دے تو کیا اصیل کو وہ مال طیب ہو یا نہیں قول اشبہ بالحق یہہ ہے کہ ہان حلال طیب ہے اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی النہایہ آمرہ الاصیل کفیلہ ببیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وھو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچنا عین کا ادھار نفع دیکر تا قرض لینے والا اوسکو ثمن اول سے کمتر بیچ لے تاکہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سودخوارون نے ایجاد کیا ہے اور وہ بیع شرعًا مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہے عینہ بکسرہ عین مہملہ عبارت ہے سلف سے اسکو بیع العینہ اسواسطے کہا کہ اسمین میلان ہے عین کیطرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے جو بیع العین بالربح کی صورت یہہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپیہ کو ادھار بیچے منفعت حاصل کرنیکے واسطے پھر مشتری وہ کپڑا دس روپیہ کو بیچے اور پانچ روپیہ کا نقصان اوٹھاوے اور بعضون نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ عین خرید کرے زیادہ تر اوسکی قیمت سے اور اوس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اوسکے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلا زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپیہ کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپیہ کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اوسکو دیے محمود نے وہی دس روپیہ خالد کو دیدئیے توسط شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کمتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسطرح بیع العینہ کی چند صورتین ہین اور یہی ہین محمد نے کہا کہ یہہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے برابر ہے اسکو سودخوارون نے اختراع کیا ہے اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید فروخت بطریق بیع العینہ کے کرنے لگو اور بیلون کی دمون کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی مین مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہو گے تو ذلیل ہو جاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہون گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے دل مین یہہ آتا ہے کہ جسکو وافع اخراج کرتا ہے اگر اسکو ایسی صورت کی بیع کی جسمین وہ چیز سب یا بعض وافع کیطرف عود کر آئے جیسے کپڑا کا عود کرنا پہلی صورتین اور جیسے یہہ صورت کہ پندرہ روپیہ قرضہ کی پہر اوسکے ہاتھ دس روپیے کا کپڑا پندرہ روپیہ کو بیچا پندرہ روپیہ جو قرضہ کے تھے پھیر لئے تو وافع سے خارج نہوئی مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اوسمین سے بعض پہر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر مبیع اوسکے طرف راجع نہوئی تو اوسمین کراہت نہیں مگر خلاف اولی ہے شیخ الاسلام مفتی ابوالسعود نے کہا کہ جو فتح القدیر مین مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکہتا ہے اسطرح پر کہ قول محمد کراہت بیع العینہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ وافع کے طرف کل یا بعض مبیع پہر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اوس صورت پر محمول ہے جب کہ وافع کیطرف کچھہ عود نکرے اسیطرح حدیث بہی پہلی صورت پر محمول ہے جسپر محمد کا قول محمول ہے اب وہ شبہہ ساقط ہوگیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہوئے باوجود اوس حدیث کے جو کہ مقتضی ہے مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الحموی ہم فتح القدیر مین ذکر ہے کہ جب وافع کے طرف وہ عین جو اوسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کریگی تو وہ بیع شرعی بیع العینہ نہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترجعہ سے نہ مطلق عین سے والاہر بیع العینہ ہوئے ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل وزیادۃ الربح علیہ لانہ العاقد ولا شئ علی الآمر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل بمجہول وذلک باطل پہر کفیل نے ایسا ہی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو بیع مذکور کفیل کے واسطے ہے اور زیادتی منفعت کی جو آمر کو حاصل ہوئی اوسکی مضرت کفیل پر ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اوس بیع کا اور کچھہ لازم نہیں اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہے نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہے حاصل یہہ ہے کہ یہہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کیطرف راجع ہے ضمان خسران اسواسطے باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں مثلا اگر بائع بازار مین کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجھکو لاحق ہوا وہ مجھ پر ہے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بھاگ گیا تو وہ مجھ پر ہے تو جائز نہیں وکالت فاسدہ کی وجہ یہہ ہے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہیں کفل عن رجل بما ذاب لہ علیہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ عبارۃ الدرر لزمہ بلا ضمیر وفی الہدایۃ وھذا ماضی ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کیطرف سے اوس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہوا اوس مرد پر یعنی اصیل پر یا اوس مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اسپر حکم کرے یا جو مال کہ اسکو لازم ہو درر کی عبارت مین لفظ لزمہ بدون ضمیر کے ہے اور ہدایہ مین ہے کہ

ذکر بیع العینہ

یہ یعنی لفظ ذاب اور نفعے ماضی ہے اور مراد اوس سے مستقبل ہے چنانچہ اطال اللہ بقاءک مین فغاب الاصیل فبرهن المدعی علی الکفیل ان له علی الاصیل
کذا لم یقبل برهانه حتی یحضر الغائب فیقضی علیهما وقیل ... بتاً للاصیل پر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی
ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اوسکی مقبول نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اوسپر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا
پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل ہم وجہ اسکی یہہ ہے کہ کفیل نے اوس مال کا التزام کیا جو اوسپر قاضی زمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر
واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہہ ضمانت ہے اوس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعیکا دعوی مطلق ہے کیونکہ
اوسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تہا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین تو دعوی فاسد ہوا لہذا
گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولان برهن ان له علی زید الغائب کذا من المال وهو ای الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر
مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اوسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنے شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد بامرہ
قضی علیهما فللکفیل الرجوع لان المکفول به ههنا مال مطلق فامکن اثباته بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر
ضامن ہے غائب کا اوسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا بھر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اسواسطے گواہی
مسموع ہوئی کہ مکفول بہ بیان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہے تو اوسکا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے ہم گواہی بیان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ مین اسواسطے
کہ وہان مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تہا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور بیان مکفول
مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ بینت دعوی پر مبنی ہے حموی نے کہا اگرچہ یہہ قضاء علی الغائب ہے مگر یہہ
یہہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شئے ضمناً ثابت ہوتی ہے اور قصداً ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وهذه حیلة اثبات الدین علی الغائب اور یہہ یعنی مسئلہ ثانیہ یہہ
ہے اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے ولو خاف الطالب موت الشاهد یتواضع مع رجل ویدعی علیه مثل هذه الالف
فیقر الرجل بالکفالة وینکر الدین فیبرهن المدعی علی الدین فیقضی به علی الکفیل والاصیل ثم یبرئ الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالة
وتمامه فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرلے کسی مرد کے ساتھہ اور اوسپر اسطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا
دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جاوے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو اوسکا قضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم
کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہے کفالته
بالدرك تسليم منه للمبيع کفالت بالدرک تسلیم ہے واسطے مبیع کو جانب کفیل سے ہم یعنے جس نے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اوسنے تصدیق
اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اسکے یہہ دعوی کریگا کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اوسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالة ملک بائع کا اقرار ہے
اور سکی بیعکے وقت تو بعد اسکے اپنی ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی کشفعته فلا دعوی له مانند شفعہ کے پھر اوسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم
شفعہ کی ہے اگر ایک شخص شفیع ہو ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اوسکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ
کے صحیح نہین کمن کتب شهادته فی صك کتب فیه باع ملکه او باع بیعاً نافذاً باتاً فانه تسلیم ایضاً چنانچہ اپنی گواہی لکہنا اوس کاغذ مین جسمین یہہ
لکہا ہو کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہہ شہادت بہی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کما لو شهد بالبیع عند الحاکم فقضی بها او لم یقض
یہہ بہی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا
اقرار ہے باتفاق روایات لا یکون تسلیماً کتب شهادته فی صك بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکہنا اوس بیع کے کاغذ مین جو مطلق
ہے قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیعکا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیعنامہ مین نہون
تو گواہی لکہنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے

اسواسطے کہ بیع کا ہی غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہوتا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنیکے
واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض ا
اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہہ مجرد اخبار ہے تو کچہہ تناقض نہین یعنے دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع
مین مشروط نہین اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع کا ہی مالک سے صادر ہوتی ہے کا ہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولو کذا کر الختم لانہ رقم اتفاقا
باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھہ مہر کرنا مذکور کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل
زمانہ کے یعنے اہل زمان سابق کی عادت یہہ تہی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بہی کردیتے تہے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو
قال الکفیل ضمنتہ لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ مین اوسکا تجہہ سے ضامن ہوا ہون
ایک مہینہ تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور
فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الاخر ہو حال لان المقر لہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہوا اس قول مین کہ تیرے مجہہ پر
مین ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنے مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہے والحیلۃ لمن علیہ دین مؤجل
وخاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول اہو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا
حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجہہ پر حال ہے یا مؤجل پہر اگر داین کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اوسکا انکار کرے
اوس انکار مین اوسپر کچہہ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب درصورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہے
انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہے کہ وہ اسمین صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد
الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پہیر دینے کا حکم
ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہوچکا وصح ضمان الخراج ای
الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ اذ الرہن بخراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ
فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے
اس قول کے قرینہ سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے
ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہہ وجہہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہوگیا مضمون ہو نہین بخلاف خراج
مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہانتک کہ اگر کہیتی تلف ہوجاوے تو کشتکار پر کچہہ واجب نہین اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور
تقیید دونون نقل کئے ہین تو اوسپر کچہہ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحاوی ملخصا وجوز الزیلعی الرہن فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق منقوض
بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اوس چیز مین جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے بوجہہ
جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنے حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر کا
ہے اور متاخرین مصنفین اوسکے تابع ہین حموی نے اسکا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور اونکو کلیہ جو کہتے ہین تو یہ معنے کہ داخل تحت شیٔ
نہین ہین نہ یہ معنے کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی یعنے مصیبت وحادثہ یہان مراد وہ
مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہے کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے
سب خلق کو فائدہ ہے اور چوکیدار محلہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیون کے چہوڑانے کے واسطے
معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہین اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ

امام کی اوس امر مین جسمین مصلحت ہو مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال مین کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبہ ہے چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے
مین لوگون پر ناحق مقرر ہوگئے ہین انکی صحت کفالت مین اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح مین صحت کفالت پر فتوی ہے انتہے ملخصا و لو بغیر حق کجبایات زماننا
فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف
وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہوون چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ مین دیون کے مانند ہین
بلکہ اون سے بھی فوق ہین یہان تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لے تو مزارع کو مالک زمین سے اوسکا بہر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی
شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اسکو مسلم رکہا ہے ہم دررا بمنتقے مین ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے
فتح القدیر مین ہے کہ جبایات موظفہ لوگون پر ہمارے زمانے مین بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا یومیہ یا سہ ماہی سلطان کے واسطے
مقرر ہوا نہایہ مین ہے کہ مصیبت کبری کس سے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعا حرام ہے اور اوسکی کفالت جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقیدہ شمس الائمۃ
بما اذا امرہ بہ طائعا فلو مکرہا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع مین یہہ قید لگائی ہے جبکہ اوسکا امر کرنے بخوشی
سو اگر اوسپر زبردستی ہوگی امر کرنے مین تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ مین ہم یہہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف
کرنے سے مطلب مین خلل پڑگیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار مین یہہ ہے کہ جو غیر کے نائبہ کو اوسکے امر سے ادا کرے تو اوس سے بہر لے اگرچہ رجوع
شرط نکیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ مین ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اوسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ مین ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہہ اوسوقت ہے جب کہ اسکو
اوسکا مضطر ادای دین کا امر کرنا اپنی خوشی سے کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل
اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وھو نادر اور علما نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات مین قائم بانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین از روی انصاف کے ہو
وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اس قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹہیریگا جب کہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ
قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وھذا تقع فی دیارنا کثیرا وھو ان الصوبا
یمسک رجلا ویحبسہ فیقول لاٰخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا
فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسطرح کہا سو اوسنے چھڑا یا تو مال تخلیص مین جو خرچ کیا ہو وہ
اوس شخص سے بہر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے مین کہتا ہون اور ایسا حادثہ ہمارے ملک مین بکثرت ہوا کرتا ہے کہ سولباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اوسکو قید
کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھڑا دے سو وہ اسکو چھڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت مین مبلغ مذکور بہر لے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ بمجرد
اوسکے امر کرنیکے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ مین مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ھی
النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایاما کان فالکفالۃ صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ قسمت
عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضون نے سوای اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم قسمت بتفسیر مذکور
مصدر ہے بمعنے مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی مین مقرر ہو بعضون نے تفسیر قسمت یون کی کہ پہلے دو لوگون نے قسمت کر لین پہر ایک شریک نے غیر
دخل نہ دے سو اوسکا کوئی ضامن ہو اور بعضون نے یون تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک ٹالے پہر اوسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے
کیونکہ اسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی قال رجل لاٰخر اسلک ھذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے
کہا کہ یہہ راہ چل ہو اسطے کہ اس راہ مین خوف نہین با امن ہے پہر وہ شخص اوس راہ مین گیا اور اوسکا مال چہین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہین ولو قال ان کان
مخوفا واخذ مالک فانا ضامن ضمن والمسئلۃ بحالہا ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چہین لیا جاوے تو مین ضامن ہون اور یہہ مسئلہ
بدستور مسئلہ سابقہ ہے یعنے بموجب اوسکے کہنے کے وہ شخص اوس راہ مین گیا اور اوسکا مال چہن گیا تو وہ شخص ضامن ہوگا ھذا وارد علی ما قدمہ بقولہ

ولا تصح بجهالة المكفول عنه كما في الشرنبلالية یہہ اعتراض وارد ہی مصنف کے اوس قول متقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت سے کذا ف
الشرنبلالیۃ ہم بیان صحت ضمان صحت کفالت کی جہت سے نہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اوس وجہ سے ہے کہ قائل نے دہوکا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہوتا ہی
ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہے کذا في الطحطاوي عن ابي السعود والاصل ان المغرور انما يرجع على الغار اذا حصل الغرور في ضمن المعاوضة
او ضمن الغار صفة السلامة للمغرور نصا كذا في الاشباه وتمامه في الاشباه ومر في المرابحة اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ فریب کہانیوالا فریب دینیوالے سے
اوسی صورت مین رجوع کرتا ہے جب کہ فریب درضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینیوالا سلامتی کی صفت کا فریب کہانے والے سے بصراحت ضمانت کرے
کذا في الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے اور باب المرابحہ مین مذکور ہو چکا ہم عقد معاوضہ احتراز ہی عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی
کی شان متن مین مذکور ہے اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہہ ہے کہ وہ اوسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
ضمان الغرور في الحقيقة هو ضمان الكفالة فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہے نہ ضمان اتلاف کی مانند للكفيل
منع الاصيل من السفر لو كفالة حالة ليتخلصه منها باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اوسکی کفالت فی الحال کی ہو
موجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کردینے طالب کے ہم تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اوسکو جائز نہین
اگر ضامن چاہے اوسکے ساتھہ رہنا ہی تا طول مدت وفي الكفيل بالنفس ترده اليه كما في الصغرى اي لو كان بامره اور کفیل بالنفس مین تو یہہ حکم ہے کہ
حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اوسکے پاس کما في الصغرى یعنے اگر حاضر ضامنی اصیل کے امر سے ہو من قام عن غيره بواجب بامره رجع بما دفع وان
لم يشترطه كالامر بالانفاق وبقضاء دينه الا في مسائل امره بتعويض عن هبته وبالطعام عن كفارته وباداء زكوة ماله وبان يهب
فلانا عني الفا تخنيس جو شخص کیطرف سے مال واجب اوسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہے وہ اوسکو اوس غیر سے پھیر لے اگرچہ رجوع مال شرط نکیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ
اور اوسکے ادای دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ۱ پہلا مسئلہ یہہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنی ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ کے کہنا نادی
کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میرے طرف سے ہزار ہبہ کرے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو
مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنی مال سے اوسکے ہبہ کا عوض دے سو اوسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہہ شخص آمر سے رجوع مال
نکرے مگر بشرط رجوع انتہے اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین في كل موضع يملك المدفوع اليه المال
المدفوع اليه مقابلا بملك مال فان المأمور يرجع بلا شرط والا فلا وتمامه في وكالة السراج والكل من الاشباه جہان کہین کہ وہ شخص جسکو
مال دیا گیا وہ اوس مال کا مالک ہو جاوے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور آمر سے اپنا مال پھیر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اسکا سراج
کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور یہہ سب فروع مذکورہ اشباہ سے منقول ہین ہم مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہی بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری
تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور مامور اپنا مال پھیر لیگا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلا دے تو صحیح
ہی کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہی بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنے طرف سے حج کروادیگا دیا فریب لیں
مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو مامور کو یہان اپنا مال پھیر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا في الطحطاوي وفي الملتقط الكفيل للمختلعة
بما لها على الزوج من الدين لا يبرأ بتجديد النكاح بينهما اور ملتقط مین ہی کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اوس مال کا جو اوسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ
نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانے سے ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اوسکا دین
ہی جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اوس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کے طرف سے پھر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ
تجدید نکاح متعلقین سے مسقط کفالت مذکورہ نہین ثوب غاب عن دلال لا ضمان عليه کپڑا غائب ہو گیا دلال سے تو اوس پر تاوان نہین ہم اسلئے کہ دلال
وکیل اجرت گیر ہے تو وہ امین ٹہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساوم واتفقا على ثمن فعليه قيمة الثوب

اور ساگر کپڑا غائب ہوگیا اور دکاندار سے اور حالانکہ اوسنے خریدار کی خواہش کی تہی اور مالک ثوب اور دوکان دار دونوں پر متفق ہو گئے ہیں تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن الدلال بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پہر ا پہر اسکو دوکان مین رکہدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہین امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہی ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکہدیا تو تعدی اوسکی ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ بری مشہور دلال ہے جسکے ہاتہ مین کپڑا ہو جسکا مسروق ہونا کہل گیا سو دلال نے کہا کہ مین نے کپڑا پہیر دیا جس سے لیا تہا تو وہ بری المواخذہ ہے ولو قال طالب غریمی فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دیون فلانے شہر مین ہے سو جسوقت کہ تو میرا مال اوس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درہم یا دینار ہین اوس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحرر شارح کہتا اور مین نے ہکا فتوی دیا ہی کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہی کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہوجاتا ہی تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم عامل لنفسہ اسواسطے ہوتا ہی کہ قبض ثمن کی ولایت اوسیکے واسطے ہی اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہی دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہی کہ جو متاع اور اوسکے مالک کو بتاوے چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہے

فائدہ ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لا تجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہی جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب مین ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالداروں سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملون سے اور یہ استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اوسوقت ہوا تہا جب کہ فاروق اعظم نے اونکو بحرین کا عامل کیا تہا پہر اونکو معزول کیا اور بارہ ہزار اون سے لیئے پہر اونکو عاملی کے واسطے بلایا سو اونہون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور مین سورۂ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر مین بسند حاکم و ابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ عمر نے مجہکو بحرین کا عامل کیا پہر مجہکو معزول کیا اور دس ہزار مجہسے ڈانڈ لیئے پہر عاملی کے واسطے مجکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تہے تمسے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پرپوتے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بعلمی سے کچہہ کلام کرون اور بے علمی سے کچہہ فتوی دون اور میری پشت پر مار پڑے اور میری بیعزتی ہو اور میرا مال چہینا جاوے کذا فی الطحطاوی والمراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم وعزلہم فان عرف خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال غرر البحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے بیت المال کے خادم مراد لئے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اونکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشایش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع اونکی خیانت کی دلیل ہے اور اونہین کے ساتہ متصدیان اوقاف اور اوقاف کے ناظر ملحق ہین جب کہ وہ کشایش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون اور عمارات بنادین تو حاکم کو اونکے مال اون سے چہین لینا اور اونکا معزول کرنا جائز ہے سو اگر اونکی خیانت کسی وقف مخصوص مین معلوم ہو جاوے تو اوس مال کو اوسی وقف مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکہے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اوس قسم کا ہی جسکو درفیت کیجے اور چہپا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاوے تو وہ عمال ندکورین کے اموال کو

چھین لین نہ اوقاف مین اون اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ اونکو نالائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلا تاخر عن الاصیل و لو قرضا الا ان الدین واحد قلت و قدمنا انہا حیلۃ تاجیل القرض اور تلخیص مین ہے کہ اگر دین نے الحال کی ضمانت کرکے کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہوجائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہے وسیجیئی ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اوسکا روکنا درست نہین ولیکن صاحب دین اوسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہوچکے تو اوسکو سفر سے روکے تاوہ ادای دین کرے ہم منتقی مین ہے کہ درصورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادای دین مین ٹال کرتا ہو تو ضامن لیسکتا ہے ورنہ نہین کذا فی الطحطاوی واستحسن ابو یوسف اخذ کفیل شہرا لامرأۃ طلبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہے ایک مہینے کا ضامن لینا اوس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہے ھر جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس اسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وقاس علیہ فی المحیط بقیۃ الدیون لکنہ مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے ھر یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین موجلہ کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اونکی لیجاوے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونیکی وجہ یہ ہے کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتی بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقی مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المنظومۃ المحبیۃ ؎ لو قال مدیونی مرادہ السفر ۔ واجل الدین علیہ ما استقر ۔ وطلب التکفیل قالوا یلزم ۔ علیہ اعطاء کفیل یعلم ۔ لیکن منظومہ محبیہ مین ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اوسپر ہنوز مستقر نہین اور اوسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اسکو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین ؎ لو حبس الکفیل قالوا جاز لہ ۔ اذا اراد حبس من قد کفلہ ۔ لانہ قد کان لاجلہ ۔ حبس فلیجازہ بفعلہ ۔ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اوسکے واسطے ہوئی ہے تو چاہئے کہ وہ اسکو بدلا دیوے اپنے فعل سے ؎ ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل ۔ لا شک ان الدین فی ذا الحال حل ۔ علیہ فالوارث ان اداہ لم ۔ یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم ۔ پھر اگر ضامن مرجاوے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اوسپر واجب الادا ہوگیا تو اگر ضامن کا وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ بھر لے قبل تمام ہونے مدت کے ھر اصل مین یون تھا کہ لم یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہوگیا اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہ باب ہے دو مردون کے ضامن ہونے کا ھر چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد اسکو شروع کیا دین علیہما لآخر بان اشتریا منہ عبدا بمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما ادی زائدا علی النصف لرجحان جہۃ الاصالۃ علی النیابۃ دین ہے دو شخصون پر دوسرے آدمی کا اسطرح پر کہ دونون نے اوس سے ایک غلام سو روپیے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر مدیون اپنے ساتھی کا اوسکے امر سے تو جائز ہے اور نہ بھر لے اپنے شریک سے مگر اوتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین ہے اور دوسرے مطالبہ ھر یہ حکم مشہور تین ہے جب کہ دونون دین صفت اور سبب مین برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو اسطرح کہ ایک شخص پر دین مؤجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اوسکی تعیین اپنے شریک کے جانب سے صحیح ہے اور اوس سے بھر لے اور اوسکے بالعکس مین رجوع نہین اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مودی اپنے شریک کیجانب سے صحیح ہے اسواسطے کہ

دو جنس مختلف مین نیت معتبر ہے نہ جنس واحد مین اور دونون کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کریگا
اور اپنے شریک کیجانب سے اسکو ٹھیرا دیگا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اوسکے حصہ سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی
الطحاوی ولانه لو رجع بنصفه لادى الى الدور دہ اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا
کہ اگر بنصف شریک کیجانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اوسکو شریک سے پھیر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادای نائب یعنی ادای
کفیل بامر اصیل بمنزلہ ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسیطرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا در قب کرنا چاہئے کہ یہان حقیقۃ دور
مراد نہین کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشیء علی نفسہ سے اور سنے الحقیقۃ یہان تسلسل فی الرجوعات لازم ہے ولو كفلا عن رجل بشيء بالتعاقب بان
كان على رجل دين فكفل عنه رجلان كل واحد منهما بجميعه منفردا ثم كفل كل من الكفيلين عن صاحبه بامره بالجميع وهذه العقود كفالة
الاولى اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کے جانب سے بطریق تعاقب اسطرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا سو اوسکے دو مرد ضامن ہوئے اونمین سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ
علیحدہ ضامن ہوا پھر دونون کفیلون مین سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اوسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلہ سے جدا
ہوگیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ایک ساتھ ہی ضامن ہون پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ
ہو جائیگا کیونکہ دونون پر دین بنصف النصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھیرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا
ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے
جمیع دین کا ضامن ہے علے التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا فما اداه احدهما رجع بنصفه على شريكه
لكون الكل كفالة ههنا سو دونون شخصون مین سے جو شخص جسقدر مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اوسکے نصف کو اپنے شریک سے پھیر لیگا کیونکہ یہان بالکل کفالت ہے ہم جب
بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہان ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولے کے وہان اصالت راجح ہے کفالت پر او يرجع ان شاء بالكل على الاصيل
لكونه كفل بالكل بامره یا اگر چاہے اصیل سے سب مال موصوی پھیر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے ولو ابرأ الطالب احدهما اخذ الطالب
الكفيل الآخر بكله بحكم كفالته اور اگر طالب بری الذمہ کردے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اوسکی کفالت کے ہم
چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع
دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اوس سے صحیح ہوا ولو افترق المتفاوضان وعليهما دين اخذ الغريم ايا شاء منهما بكل الدين لتضمن الكفالة
كما مر اور اگر دو شریک مفاوض مین افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نرہے اور دونون پر دین ہو تو صاحب دین اون مین سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور
مطالبہ کرسکتا ہے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنے ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ مین مذکور ہو چکا ہم دستور مین مذکور ہے کہ غریم وہ
ہے جسکا دین ہو اور جسپر دین ہو کذا فی الطحاوی یعنی دائن اور مدیون دونون کو غریم کہتے ہین ولا يرجع على صاحبه حتى يؤدي اكثر من النصف لما مر
اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نکرے چنانچہ مسئلہ اولے کی تعلیل مین مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف مین اور کفیل ہے نصف
باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اوسکے دین مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اوسقدر مین رجوع ہو کاتب عبديه
كتابة واحدة وكفل كل من العبدين عن صاحبه صح استحسانا مولے نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یون کہا مثلا کہ تم
تمکو مکاتب کیا ایکہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے ہم بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہین کیونکہ
کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہین تو در صورت اجتماع بطریق اولے صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان صحیح
ہے اور شارع کی رضامندی عتق مین ثابت ہے کذا فی الطحاوی مختصرا وحينئذ فما اداه احدهما رجع على صاحبه بنصفه لاستوائهما اور ہم تبیین
جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اوسکا نصف مال پھیر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے یعنے اصالت اور کفالت مین ولو اعتق المولى احدهما

والمسئلة بحالها والاخذ ايا شاء منهما بحصته من لم يعتقه المعتق بالكفالة وللاخر بالاصالة اور اگر مولے نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا
اور مسئلہ بدستور سابق ہو تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولے دونون مین سے جس سے چاہے اوس غلام کا حصہ جسکو اوسنے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے
بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام آزاد سے باعتبار اصالت کے فان اخذ المعتق رجع على صاحبه بكفالته وان اخذ الاخر لا لاصالته
پھر اگر مولے مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بدلے لبسبب اوسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ
رجوع نہین کرسکتا بسبب اپنی اصالت کے وكذا كفل شخص عن عبد مالا لا يجب عليه ما لم يظهر في حق مولاه بل في حقه بعد عتقه
كما لو لزمه باقراره او استقراضه او استهلاك وديعة فوى المال المذكور حالا وان لم يسمه اى الحلول لحلوله على العبد
وعدم مطالبته لعسرته والكفيل غير معسر ويرجع بعد عتقه لو بامره ولو كفل مؤجلا تاجل كما مر اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی
طرف سے اوس مال کا جسکا دین ہونا حق مولے مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہے بعد اوسکے آزاد ہونیکے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار
یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال سے نہ مؤجل اگرچہ اوسنے حلول کا نام نہ لیا ہو لبسبب حال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ
مال غلام سے لبسبب اوسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اوسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور پھر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی
ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اوس صورت مین مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا ادعى شخص رقبة عبد فكفل به رجل فمات
العبد المكفول به قبل تسليمه فبرهن المدعى انه كان له ضمن الكفيل قيمته لجوازها بالاعيان المضمونة كما مر دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی
گردن کا سو اوسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مرگیا قبل اوسکی تسلیم کے سو مدعی نے لبشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اوسکا مملوک تھا تو ضامن ضامن ہوگا
اوسکی قیمت لبسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور وہ نہین قابض پر عین واجب ہے
اور بعد ہلاکی عین رد قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہوئی
قیمت عبد مدعا علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعى على عبد مالا فكفل بنفسه اى نفس العبد رجل فمات العبد برئ الكفيل
كما مر في الحوالة اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مرگیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہوچکا
یعنی اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہوجاتی ہے لبسبب تعذر تسلیم کے ولو كفل عبد غير مديون مستغرق عن سيده بامره جاز وكان الحق
له اور اگر وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے مولے کیطرف سے اوسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولے کیواسطے ثابت ہوچکا ہے
غلام مین لیاقت کفالت نہین کیونکہ وہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولے کے امر سے اوسکی عدم التصرفی زائل ہوگئی پھر جب کہ غلام پر دین نہوا تو اوسکی مالیت
مین مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن اوسکے ضامن ہونے مین کافی ہوگیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا اعتق
فاداه او كفل سيده عنه بامره فاداه ولو بعد عتقه لم يرجع واحد منهما على الاخر لانعقادها غير موجبة للرجوع لان كلا منهما لا
يستوجب دينا على الاخر فلا تنقلب موجبة له بعد ذلك پھر جب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اوسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولے غلام کا ضامن ہوا غلام
کے طرف سے اور اوسکے امر سے پھر اوسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو تو رجوع کرے کوئی غلام اور مولی مین سے دوسرے پر لبسبب منعقد ہونے
کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہین دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی بعد
اوسکے یعنے بعد انعقاد غیر موجب کما لو كفل رجل عن رجل بغير امره فبلغه فاجاز الكفالة لم تكن الكفالة موجبة للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ضامن
ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اوسنے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کی موجب نہوگی اوس دلیل کر
جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہین ہوتا وقالوا فائدة كفالة المولى عن عبده وجوب مطالبته بايفاء الدين من سائر
اموالہ اور علمانے کہا کہ مولی کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولے ہے ادای دین کفالت کے واسطے اوسکے باقی اموال سے یعنی غلام

سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اوس سے ادا ہی دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر وفائدة كفالة العبد عن مولاه تعلقه اى الدين برقبته وهذا لو يثبته المصنف متنا فى شرحه اور غلام کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے مولے کے جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اوسکی گردن سے اور یہہ یعنی فائدہ کفالت مولی وکفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح مین بطور متن کے ثابت نہین کیا یعنے بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

كتاب الحوالة

یہہ کتاب ہے حوالہ کے احکام مین ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہہ ہے کہ دونون عقد مین التزام ہے اوس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہہ کہ حوالہ مین اصیل کی براءت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح هى لغة النقل حوالہ لغت مین بمعنے نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدين من ذمة المحيل الى ذمة المحتال عليه اور اصطلاح شرع مین حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف وهل توجب البراءة من الدين المصحح نعم فتح اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول صحیح یہہ ہے کہ ہان یعنے محیل بری الذمہ ہوجاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ہم بھی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہین اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النهر المديون محيل والدائن محتال ومحتال له ومحال ومحال له ويزاد حاسر و بہہ حویل فتح مدیون محیل ہے یعنے حوالہ کرنیوالا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچوان مزید لفظ حویل ہے کذا فی الفتح ومن يقبلها محتال عليه ومحال عليه فالفرق بالصلة وقد تحذف من الاول والمال محال به اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال اور محال علیہ ہے تو صاحب دین مین اور حوالہ قبول کرنے والے مین فرق بواسطے صلہ کے ہے یعنی دائن مین لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنیوالے مین لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور گاہے اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ہم تقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل محتول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محتول بفتح واو ہے اور لفظ لہ صلہ کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہین بلکہ محال علیہ کی ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونون فرق بصلہ وعدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل (صورت بتانا) یون ہے کہ مثلا زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہین سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنے اپنا قرض اسپر اتارا اور اوس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت مین خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ ہے **فائدہ جلیلہ** رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مینے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے کہ مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہہ شرط انعقاد ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہین تو حوالہ عبد ماذون اور مجور کا صحیح ہے اور رضای محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال مین بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہے اور ہونا اوسکا مجلس حوالہ مین شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین اور محال علیہ مین عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہین اگرچہ بامر محیل ہو اور گو اوسکا ولی اسکو جائز رکھے ہو اسواسطے کہ یہ امر ضرر ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محتال علیہ کا مجلس حوالہ مین اور یہہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ مین یہہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہین تو جسکی کفالت صحیح نہین اوسکا حوالہ بھی صحیح نہین کذا فی الهنديه من البحر والحوالة تصح برضا الكل بلا خلاف الا فى الاول وهو المحيل فلا يشترط على المختار شرنبلاليه عن المواهب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سبکی بلا خلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل مین سو اوسکی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہین کذا فی الشرنبلالیہ عن المواهب ہم زیادات مین رضای محیل شرط نہین مگر قدوری مین شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل

یعنی مال بال مین متفاوت ہوتے ہین تو اوسکی رضامندی ضرور ہے کہ اوسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی نا رضامندی سے اور رضامندی محتال علیہ کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اوسپر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اوسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضامندی محیل اسواسطے شرط نہین ہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام بمعنے قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق مین اور محیل کا اسمین کچھہ ضرر نہین بلکہ اسمین اوسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اوسپر رجوع نہین کر سکتا جب کہ حوالہ بغیر محیل کے حکم کے ہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ وَاِذَا اُحِیْلَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَحْتَلْ یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادای دین کو تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم مین سے کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیئے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر یہہ ہے کہ یہہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرع ماکذا فی الفتح ملخصاً بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضای محیل اسواسطے شرط کی ہے کہ اوسپر رجوع درست ہو تو کچھہ اختلاف نہین روایت مین ہم یہہ توفیق بین القولین ہے یعنے اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کر سکتا مگر جب کہ حوالہ اوسکی رضا سے ہوا اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظہر الاکمل ان ابتداء الحوالۃ ان کان من المحیل فشرط ضرورۃ والا لا اور اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ اگر محیل کے طرف سے ہے تو رضای محیل ضرور شرط ہے اور نہین تو شرط نہین ہے یعنے اگر محیل کیجانب سے ہے تو احالہ ہے اور یہہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہین اور یہہ روایت قدوری کا محل ہے اور اگر ابتدا اوسکی محتال علیہ کیجانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضای محتال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضای محیل اور یہہ روایت زیادات کا محل ہے انتہے خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین بمعنے احالہ ہے اور زیادات کے کلام مین بمعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وآراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ہم اور بعضے نسخے مین قبولہا ہے یعنی قبول محتال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر پہنچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین لا حضورہما واقرہ المصنف لیکن درر وغیرہا مین محتال یا اوسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بزازیہ اور خانیہ مین بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہین رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر مجہول مین نہ عین مین جوہرہ مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق مین انتہے ہم عین مین اسواسطے حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اوسکا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کیطرف نہین ہو سکتا اور یہہ عدم صحت حوالہ مطلقہ مین ہے اور حوالہ مقیدہ تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی مین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محتال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اوسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نکرے چنانچہ اوس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر نہ اوسکا دین ہے نہ اوسکے پاس محیل کا عین ہے کذا فی الطحطاوی وبہ عرف ان حوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہین ہے تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولے حوالہ جائز نہوگا وکذا احالۃ المستحق بمعلومۃ فی الوقف علی الناظر فہر اور احالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ محفوظ کا وقف سے صحیح نہین کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاہر واما المقیدۃ فی الحوالۃ فی ید الناظر ینبغی ان تصح کالاحالۃ علی المودع والا لا لانہا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا بحق الغنیمۃ وعندی فیہ تردد پھر صاحب نہر نے دو ورق کے بعد کہا اور یہہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ مین ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ مختص بدیون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بحر الرائق مین ہے کہ اگر مال

ناظر کے پاس سے تو لائق یون ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہی اور اگر مال ناظر کے پاس نہین تو حوالہ صحیح نہین کیونکہ وہ مطالبہ
اور مطالبہ ناظر پر نہین بدون مال کے اور مقتضای بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہی حق غنیمت اور میرے نزدیک اسمین تردد ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ مؤید
صحت ثبوت ارث ہے یعنی غنیمت محرزہ مین غازی کے ورثہ اوسکا حصہ بطور وارث پاتے ہین تو ملک اوسکی غنیمت مین متاکد ہو گئی تو اب غنیمت و ودیعت کے
مانند ہوئی صحت حوالہ مین وَبَرِئَ المُحِيلُ مِنَ الدَّيْنِ وَالمُطَالَبَةِ جَمِيعًا بِالقَبُولِ مِنَ المُحْتَالِ لِلْحَوَالَةِ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے محیل دین اور مطالبہ سے
بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ہم بقول معتمد براءت موقت بعدم ہلاک ہے اور فائدہ براءت کا یہہ ہے کہ اگر محیل مرجاوے تو محتال اپنا دین اوسکے ترکہ
سے نہین لیسکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اوسکے ارباب دیون سے ضامن لے اس خوف سے کہ مبادا اوسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط
براءت ہے اوسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہو کذا فی البحر فَلَا يَرْجِعُ المُحْتَالُ عَلَى المُحِيلِ إِلَّا بِالتَّوَى بِالقَصْرِ وَيُمَدُّ هَلَاكُ المَالِ لِأَنَّ بَرَاءَتَهُ مُقَيَّدَةٌ بِسَلَامَةِ
حَقِّهِ تو محتال رجوع کریگا محیل پر مگر تلف مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی براءت بسلامتی حق محتال مقید ہی توی بالف مقصورہ عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے
اور بعضون نے اسکو بالف ممدودہ بھی کہاہے توی بروزن حصی لغت مین معنے ہلاک مال ہے اور اسکے اصطلاحی معنی مصنف آگے ذکر کریگا جب براءت مقید بسلامت
حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہہ براءت استیفا ہو نہ براءت اسقاط پس جب استیفای حق متعذر ہوا تو رجوع اصل دیون پر واجب ہوا وَقَيَّدَهُ فِي البَحْرِ بِأَنْ
لَا يَكُونَ المُحِيلُ هُوَ المُحْتَالَ عَلَيْهِ ثَانِيًا رجوع در صورت ہلاک کو بحر الرائق مین اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل وہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بار ہم صاحب بحر نے
کہا یہہ قید اسواسطے لگائی کہ ذخیرہ مین ہے کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اوسکا حوالہ اوسپر جسپر اصل دین ہی کیا
تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاکی مال ہوگی تو محتال علیہ اول پر عود نہو گا لکھتے ایضاح اسکا یون ہی کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے دین محمود کا
حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو در صورت ہلاکی حامد پھر دین کا اعادہ زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہوگیا حوالہ ثانیہ سے وَهُوَ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ أَنْ يَجْحَدَ
المُحَالُ عَلَيْهِ الحَوَالَةَ وَيَحْلِفَ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ أَيْ لِلْمُحْتَالِ وَلِلْمُحِيلِ أَوْ يَمُوتَ المُحَالُ عَلَيْهِ مُفْلِسًا بِغَيْرِ عَيْنٍ وَدَيْنٍ وَكَفِيلٍ وَقَالَا بِهِمَا وَبِأَنْ فَلَّسَهُ الحَاكِمُ
اور وہ یعنی ہلاکی ایک دو امرین سے ہوتی ہے یہہ کہ محال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کہاوے اور محتال اور محیل کے واسطے شہادت نہو یا محال علیہ مفلس
مرجاوے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونون امر مذکور سے اور اسطرح سے کہ محال علیہ کو حاکم مفلس ٹھیرادے وَلَوِ
اخْتَلَفَا فِيهِ أَيْ فِي مَوْتِهِ مُفْلِسًا وَكَذَا فِي مَوْتِهِ قَبْلَ الأَدَاءِ وَبَعْدَهُ فَالقَوْلُ لِلْمُحْتَالِ مَعَ يَمِينِهِ عَلَى العِلْمِ لِتَمَسُّكِهِ بِالأَصْلِ وَهُوَ العُسْرَةُ زَيْلَعِي
وَقِيلَ القَوْلُ لِلْمُحِيلِ بِيَمِينِهِ فَتْحٌ اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمین یعنے محال علیہ کے مفلس ہوکر مرجانے مین اور اسیطرح اوسکی موت کے اختلاف مین
قبل ادای دین اور بعد اوسکے تو محتال کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی
ہے کذا فی الزیلعی اور بعضون کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ محتال نے کہا کہ محال علیہ مفلس ہو کر مرگیا اور
محیل نے کہا کہ متمول ہو کر چھوڑ کر مرا تو محتال کا قول معتبر ہے اسطرح قسم کہاکر کہ واللہ مجھکو اوسکا مالدار ہونا معلوم نہین اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر بالتصاف
یمین علی العلم صحیح نہین کیونکہ اسمین قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طَالَبَ المُحْتَالُ عَلَيْهِ المُحِيلَ بِمَا أَيْ
بِمِثْلِ مَا أَحَالَ بِهِ مُدَّعِيًا قَضَاءَ دَيْنِهِ بِأَمْرِهِ فَقَالَ المُحِيلُ إِنَّمَا أَحَلْتَ بِدَيْنٍ ثَابِتٍ لِي عَلَيْكَ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ بِلَا حُجَّةٍ وَضَمِنَ المُحِيلُ مِثْلَ الدَّيْنِ لِلْمُحْتَالِ عَلَيْهِ
لِإِنْكَارِهِ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اوس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے حوالہ کیا تہا مطالبہ کیا یون مدعی ہوکر کہ اوسکا دین ادا کیا اوسکے امر سے سو محیل نے
کہا کہ مین نے تو اوسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تہا تیرے اوپر تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ محیل مماثل دین کا ضمان دیگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال
علیہ کے ہم نصف محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا
مدیون تہا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا وَقَبُولُ الحَوَالَةِ لَيْسَ إِقْرَارًا بِالدَّيْنِ لِصِحَّتِهَا بِلَا دَيْنٍ اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہین بسبب صحیح ہونے حوالہ کے
بدون دین کے بھی وَلَوْ قَالَ المُحِيلُ لِلْمُحْتَالِ أَحَلْتُكَ عَلَى فُلَانٍ بِمَعْنَى وَكَّلْتُكَ لِتَقْبِضَهُ لِي فَقَالَ المُحْتَالُ بَلْ أَحَلْتَنِي بِدَيْنٍ لِي عَلَيْكَ فَالقَوْلُ لِلْمُحِيلِ

لانه شی آخر ولفظ الحوالة تستعمل فی الوکالة اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تیرا حوالہ فلاں پر اسلئے کیا تھا کہ تجھکو وکیل کیا تا کہ وہ دین میری واسطے قبض کر لے
سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ
حوالہ وکالت میں مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہے اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ سے وکالت خلاف حقیقت ہو بلا دلیل اسکا جواب یہ ہے کہ وکالت محتاج
لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے مجازاً کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اوسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق
ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اسمیں کچھ مخالفت ہو ظاہر کی کذا فی الطحاوی آحال بماله عند زید حال کونه ودیعة بان أودع رجلا الفا
ثم أحال بها غریمه صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اوس مال کا جو زید کے پاس ہے اس حال میں کہ وہ ودیعت ہو اسطرحپر کہ امانت رکھے ایک مرد کے پاس ہزار پھر اونکا حوالہ
کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمیں داخل ہوئی اور وہ عین مستاجرہ ہو جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان هلکت الودیعة
برئ المودع وعاد الدین علی المحیل لان الحوالة تقیدت بها بخلاف المقیدة بالمغصوب فانه لا یبطل لان مثله یخلفه پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعتدار
بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کی وجہ سے بخلاف اوس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہو اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے
محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنے بدل مغصوب اوسکے قائم مقام ہوتا ہے تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل
ہلاک ہو اسطرحپر کہ مستحق ملک غیر ثابت ہو یا شہادت سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا براءت میں کذا فی الطحاوی عن شرح العینی [illegible]
الحوالة المقیدة ثلاثة اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ہے ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقید
بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح ہے کہ حوالہ کو قرض یا مانند اوسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمها ان لا یملک المحیل مطالبة المحتال علیه و
المحتال علیه دفعها للمحیل مع ان المحتال اسوة لغرماء المحیل بعد موته اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور محتال علیہ
محیل کو اوسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین والوں کے ساتھ برابر ہے اوسکی موت کے بعد ہے یعنی اگر محیل مر گیا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا
دین محال بہ محیل کے سب ارباب دیون میں حصوں کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہے کہ اوسپر کسیکا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہیں ہوا
بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحاوی بخلاف الحوالة المطلقة کما بسطه خسرو وغیره بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو شرح بیان کیا
ہے یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنے محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ کر سکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دیسکتا ہے اور محتال علیہ
محیل سے رجوع کر سکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اوسکی رضا سے ہو کذا فی الطحاوی و فتح القدیر میں ہے کہ حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل طالب سے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر
اور یہ نہ کہا کہ محتال علیہ اوس مال سے ادا کرے جو میرا اوسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کیا اور محیل کا محتال علیہ کے پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اوسکو طلب کر سکتا ہے
کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہیں ہوا اسواسطے کہ حوالہ اس سے متعلق واقع نہیں ہوا بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہے اور ذمہ میں گنجائش اور گنجائش ہے
یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور خلاصہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ اوس پر حوالہ کرے جسپر محیل کا دین ہو یا کہ
پاس اوسکا عین ہے انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما له ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانه شرط ملائم کشرط الجودة
بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح
ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہے وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اوس شرط کو عقد بیع مقتضی نہیں اور اسمیں بائع کا فائدہ ہے کیونکہ
جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت میں اکثر اوس
شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کی مانند ہوئی کذا فی الدرر أدى المال فی الحوالة الفاسدة فهو بالخيار ان شاء رجع علی
المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع ورد الاستحقاق فیه محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ میں تو اسکو اختیار ہے چاہے
اپنا مال محتال قابض سے پھیرے اور چاہے محیل سے پھیر لے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس مکان میں جہاں استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہونیکی مثال

استحقاق رجوع ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر سبب استحقاق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے
چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال پھیر لے وفیھا وَمِنْ صُوَرِ فَسَادِ الْحَوَالَةِ مَا لَوْ شَرَطَ فِيهَا الْإِعْطَاءَ مِنْ ثَمَنِ دَارِ الْمُحِيلِ مَثَلًا لِعَجْزِهِ عَنِ الْوَفَاءِ
بِالْمُلْتَزَمِ نَعَمْ لَوْ أَبَاهُ جَازَ كَمَا لَوْ قَبِلَهَا الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ بِشَرْطِ الْإِعْطَاءِ مِنْ ثَمَنِ دَارِهِ وَلَكِنْ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَوْ بَاعَ يُجْبَرُ عَلَى الْأَدَاءِ اور بزازیہ
مین ہے کہ فساد حوالہ کی صورتون مین سے وہ صورت ہے جسمین مثلاً محال بہ کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محال علیہ کے اوسکے دینے سے
جسکا التزام کیا ہان اگر محیل اپنے گھر کا بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے
ثمن سے عطا کرے ولیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادای محال بہ پر زبردستی ہوگی ہم کہتے ہیں کہ اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا
محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اوسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہین قبل
بیع کے ہان اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی العطایا ملخصاً وَلَا يَصِحُّ تَأْجِيلُ عَقْدِهَا فَلَوْ قَالَ ضَمِنْتُ بِمَا لَكَ عَلَى فُلَانٍ
عَلَى أَنْ أُحِيلَكَ بِهِ عَلَى فُلَانٍ إِلَى شَهْرٍ انْصَرَفَ التَّأْجِيلُ إِلَى الدَّيْنِ لِأَنَّهُ لَا يَصِحُّ تَأْجِيلُ عَقْدِ الْحَوَالَةِ بَحْرٌ عَنِ الْمُحِيطِ اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین
تو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین تیرے اوس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کر دونگا بعد مہینے کے تو یہہ تاجیل
دین کے طرف منصرف ہوگی یعنی ضامن پر ادای دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین کذا فی البحر عن المحیط وَكُرِهَتِ السَّفْتَجَةُ
بِضَمِّ السِّينِ وَتُفْتَحُ وَفَتْحِ التَّاءِ اور مکروہ ہے سفتجہ بضم سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شے محکم ہے چونکہ
قرض مین سقوط خطر طریق سے پکی اور مضبوطی حاصل ہو گئی لہذا اسمی بسفتجہ ہوا وَهِيَ إِقْرَاضٌ لِسُقُوطِ خَطَرِ الطَّرِيقِ اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر
راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ اپنا مال دے کسی شہر مین ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تاکہ وہ اوسکے دوست یا وکیل کو مثلاً
دوسرے شہر مین دے تا اس طریقہ سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث
بن اسامہ کی سند مین علی مرتضے رضی اللہ تعالے عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے
اور یہہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند مین سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا السُّفْتَجَةُ حَرَامٌ یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اوسکی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن
جوزی نے اسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین حسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کی مصنف مین عن خالد الاحمر عن
حجاج عطا سے منقول ہے كَانُوا يَكْرَهُونَ كُلَّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اوس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا اور
دوسری وجہ کراہت یہہ ہے کہ یہہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر مین دے تو یہہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان مین صحیح نہین
فَكَأَنَّهُ أَحَالَ الْخَطَرَ الْمُتَوَقَّعَ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ فَكَانَ فِي مَعْنَى الْحَوَالَةِ تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنے حوالہ ہو گیا ہم شارح نے یہہ
وجہ مناسبت سفتجہ کی کتاب الحوالہ کے ساتھہ بیان کی باتباع امام کردی فتح القدیر اور نہر الفائق مین وجہ مناسبت یون مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت
اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ وانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ سے اسجہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اوس مال کا جو مستقرض پر
ہے اپنے وارث یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر مین ہے وَقَالُوا إِذَا لَمْ تَكُنِ الْمَنْفَعَةُ مَشْرُوطَةً وَلَا مُتَعَارَفَةً فَلَا بَأْسَ بِهِ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی مین منفعت
مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اوسکا کچھہ مضایقہ نہین ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایک قول یہہ ہے کہ
کراہت اس فعل کی مطلقا ہے چنانچہ اس متن مین اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہو اور
دوسرا قول یہہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھہ مضایقہ نہین اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتاوی صغری اور واقعات حسامیہ اور کفالۂ شہید مین اور بزازیہ کے
باب الصرف مین بھی اسکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی مین واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا

سفتجہ یعنی ہنڈوی

اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کیطرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فتاوی میں
کہا کہ عدم شرط کے ساتھہ ہر وقت حلال ہے جب کہ اسکا بھیجنے دوسری شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہہ فعل اسواسطے
ہوتا ہے یعنی یہہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونیکا محل وہ ہے جب کہ
اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے انتہی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کما فی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض وھب
منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض نے اسمین سے زائد کو ہبہ کر دیا تو جائز نہیں
کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ہے شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہے کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے میں
بلا شرط کچہہ مضایقہ نہیں اور اسیطرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور
اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین میں داخل نہوا اور بین الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو مستقرض دائن کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درم کو سو درم میں
بالاتفاق پھیر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضون نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اسمین سے زائد کو ہبہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ
وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض ہے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہیں ہے پھر
عارف سنان افندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو انہون نے قاضی خان سے بزازیہ کی مانند نقل کیا پھر یہہ کہا کہ جسمین احتمال قسمت نہو تو جائز ہے یعنی ہبہ
مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بقبض دین الحوالۃ لم یصح۔ اور اگر وکیل ہو محیل محتال کے طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنیکا تو صحیح نہیں ہم اسواسطے
صحیح نہیں کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ابراء مؤبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعض نسخہ میں بجای عن المحتال علے المحتال ہے لہذا ان علی بمعنی عن ہے ق
لو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح۔ ویطالب ایا شاء لان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح
ہے اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہے کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل
حوالہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہا عن الثانی لو غاب المحال علیہ فجاء المحال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برھن لان المشھود علیہ غائب
فلو حاضرا وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وصح جحودہ فسخا۔ اور خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے
انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہو گی اگرچہ اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور
وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا م تو اس صورت میں محیل پر دین عود کرے گا
کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامت حق محتال ہے اور یہہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کما لا احتال الاب او الوصی اذا احتال
بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املأ صح سراجیہ والا لم یجز کما فی مضاربۃ الجوھرۃ قلت ومفادہ عدم الجواز لو تساویا او
تقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود ما شرعت الا للفائدۃ انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ قبول کرے
تو اگر یہہ یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنے محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہے کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا
جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربۃ میں ہے میں کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونون شخص محیل اور محال علیہ متساوی ہون مالداری
اور ادای دین میں یا دونون متقارب ہون اور اسیکا یقین کیا ہے خانیہ میں اور دلیل بھی اسیکی مقتضی ہے اسواسطے کہ درصورت تساوی یا تقارب حوالہ
قبول کرنا اوس چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہیں اور مشروعیت عقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالی اعلم م مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے
سیطرح غائب ہو گیا کہ اوسکا مکان معلوم نہیں بسبب اوسکی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پھیر لے تو اوسکو رجوع بالدین محیل پر جائز
نہیں جب تک محتال علیہ کی موت ثابت نکرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ واللہ سبحانہ اعلم استغفر اللہ العظیم

کتاب القضاء

یہہ کتاب ہے مسائل
قضا یعنے جھگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبھا بما یقطعھا ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات میں واقع

کتاب القضاء

ہوتے ہین تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو اونکی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہی دیون سے مراد وہ دیون
ہین جنمین کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہے ہو بالمدّ ویقصر لغۃً الحکم قضا بالف ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ بھی آیا ہی لغت مین بمعنے حکم ہے ہم ہر چند قضا
لغت مین بمعنے حکم و فراغ و ہلاک و اَدا و انہاء و مضے و منع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اختصار کیا تا معنے لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت
ظاہر ہو جائے وشرعًا فصل الخصومات وقطع المنازعات اور اصطلاح شرع مین قضا عبارت ہی فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہم یعنی
وہ فیصلہ جو خصومات مین واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فصل راجح بمعنے قطع ہی تو تعریف مین عطف تفسیری ہوا اور
بہتر یہہ تہا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر اور محکّم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذٰلک کما بسط فی المطولات
اور بعضون نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بہی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ مین مصرح ہی ہم ازانجملہ بدائع مین تعریف یون مذکور ہی کہ قضا عبارت ہی حکم بین
الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات مین ثابت ہی خواہ حکم قطعی ہو اسطرح کہ اوس پر دلیل قطعی ہو یعنے نص مفسر کتاب و سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع
سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبۂ ظن کے موجب ہو کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس اون مسائل اجتہادیہ مین ہی جسمین اختلاف
فقہا سے یا جنمین سلف سے روایت نہین تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہی تو وہ جائز نہین کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اور اسیطرح موضع اختلاف
مین وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہین کیونکہ حق اون سے متجاوز نہین اور یہہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور مقلد قاضی یعنی مثلاً
حنفی یا شافعی پر تو یہہ واجب ہی کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کر نہین معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق
حکم کر یگا جان کر تو اوسکا حکم جاری نہوگا اور اگر نا دانستہ حکم کرے تو اسکو ابطال حکم مناسب ہی اور بعض روایات مین اوسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز
ہی برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر وارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ ؎ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ٭ ست یلوح بعدھا التحقیق ٭
حکم ومحکوم بہ ولہ ومحکوم علیہ وحاکم وطریق ٭ اور ارکان قضا کے چھہ ہین چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول مین نظم کئے ہین یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ
چھہ ہین جنکے شمار کرلینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ہے ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس یعنی محمد فواکہ بدریہ کا مصنف ہی اور
اطراف سے مراد ارکان ہین اور قضیہ عبارت ہی حادثہ سے جسکو عرف مین مقدمہ کہتے ہین حکم دو قسم ہے قولی اور فعلی حکم قولی یہہ کہ قاضی کہے کہ مینے تجہپر حکم کیا یا الزام کیا
یا تجہ پر قضا مینے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہوگیا یا مین جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہین کیونکہ قاضی کی یہہ حکم ہے اوسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہین ہوسکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اوسکی شرط یہہ ہی کہ معلوم ہو آور
محکوم لہ یعنی مدعی اوسکی شرط یہہ ہی کہ دعوی اوسکا صحیح ہو اور مدعی او نمین ہو جنکی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے آور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ مین یہہ شرط
ہی کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہین آور حاکم یعنے قاضی کی نو شرطین ہین اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت
رہنا ۹ حکم دینے کیواسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کیواسطے اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہین آور طریق عبارت ہی بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی
ملخصًا واھلہ اھل الشھادۃ ای ادائہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا کے وہ ہی جو گواہی کے لائق ہی یعنی جو ادای شہادت علی
المسلمین کے لائق ہی کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم ادای شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیّت اور کفر کی حالت مین صحیح ہی نہ ادای شہادت
اور مراد ماتن یہہ ہی کہ قضا اور شہادت دونون کا مرجع ایک چیز کی طرف ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا نہ اندہا نہ محدود فی القذف نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ
اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تہی اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اُطروش یعنے جو شور کی آواز سنے تو قول اصح یہہ
ہی کہ اوسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر وہرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اھ مدنیہ کونکہ
پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہی تا وہ ذمیون مین حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب
التحکیم مین ذکر کیا ہی ہم خلاصہ اعتراض یہہ ہی کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہین رکہتا مگر اوسکا قاضی ہونا ذمیون پر صحیح ہی تو کلیہ مذکورہ صادق

نرہا یہہ اعتراض ہے صاحب بحر کا جواب اعتراض یہہ ہو کہ یہہ قاضی خاص کی تعریف ہو یعنی قاضی مسلم کی اور یہہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی بھی
ہو تو ضرور ہے کہ اوسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی وشرطہ اھلیتہا شرط اھلیتہ فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ
علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہی
اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں باب ولایت سے ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر ملزم ہے اور قضا خاصم پر ملزم ہے
اسی واسطے کہا گیا ہی کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہو کذا اصح ابن الکمال ہم جلبی نے کہا کہ ماتن کا یہہ قول مکرر ہو گیا اوسکے قول سابق کے ساتھہ طحطاوی
نے کہا تکرار کا فائدہ یہہ ہے کہ قول آیندہ یعنے والفاسق اہلہ اوسپر مترتب ہو والفاسق اھلہا فیکون اھلہ لکنہ لا یقلد وجوبا ویاثم مقلدہ
کقابل شہادتہ بہ یفتی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہی کہ فاسق کو قاضی نکیجے اور اوسکا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہی
جیسے اوسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسیکا فتوی ہے ہم مغرب میں ہی کہ لغت میں فسق خروج من الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب
کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نچاہئے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین میں امانت داری کے لائق نہیں
اوسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قولہ بہ یفتی کے مقابل وہ قول ہے جو بعضون نے کہا کہ بہتر یہہ ہی کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو
جائز ہی اور وہ قول ہی کہ قضاء فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے
خصوصا اس زمانہ میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضا کا دروازہ بند ہو جاوے خاصکر ہماری زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی
اصح ہی چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ
فلیحفظ درر اور قاعدیہ میں قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہی جب کہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جاوے تو اسکو یاد کر رکھنا چاہئے
کذا فی الحاشیہ یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نکرے یعنے ہملا قبول کرنا صحیح نہیں واستثنی الثانی
الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیہ قال فی النہر وعلیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق
بینہما انتہی قلت سیجیء تضعیفہ فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنے کر لیا ہے کیونکہ اوسکی شہادت قبول کرنا واجب ہی
کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو بموجب اس قول کے اوسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہوگا جب کہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہہ کہ ابو یوسف قبول شہادت
اور قضا کی تقلید میں فرق کرتے ہوں انتہی علائی کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اوسکے طرف رجوع کرو کتاب الشہادۃ میں فتح القدیر سے مذکور
ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ یہہ تعلیل مقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا
فی وجود العدالۃ ظاہرا ورد الامر بتقدیم الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہی کہ جب کہ ظاہرا تساوی واقع ہوئی
ہمارے زمانے کے قاضیوں میں وجود عدالت میں تو امر سلطانی وارد ہوا اوسکی تقدیم کا جو افضل یعنے زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت میں ہم یہ مفتی ممدوح کے
زمانے میں تہا اور اب تو عدم عدالت میں تساوی موجود ہی تو اب اسکو مقدم کیجئے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہیں جو مفتی موصوف کے زمانے میں سلطان کو
معروض ہوئے اور اونہوں جواب اونکا لکہا کذا فی الطحطاوی والعدو لا تقبل شہادتہ علی عدوہ اذا کانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بہا لا ینفذ ذکرہ
یعقوب باشا فلا یصح قضاؤہ علیہ لما تقرر ان اھلہ اھل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن
عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہیں اوسکے دشمن پر جب کہ دونوں میں دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اوسکا
حکم نافذ نہیں یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہیں اسواسطے کہ ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہ ہے جو اہل ہے شہادت کا مصنف نے
اپنی شرح میں کہا اسیکا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے قال وکذا السجل العدو لا یقبل علی عدوہ کہا مفتی امین الدین نے
اور اسیطرح سجل عدو کا مقبول نہیں اوسکے عدو پر ہم سجل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہی دوسرے قاضی کیطرف قاضی کاتب کے دشمن کے مقدمہ میں اور سجل سے وثیقہ موثق کا

مراد نہین کیونکہ خط پر عمل کرنا ہمارے مذہب مین نہین مجھکو اس عبارت کا مطلب بھی ظاہر ہوا اور ضمیر قال راجع ہے مفتی مذکور کے طرف کیون کہ یہہ عبارت مصنف کی شرح مین موجود نہین کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوھبانیة انه لم یر نقلها عندنا و ینبغی النفاذ لو القاضی عدلا پہر مصنف نے اپنی شرح مین علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے یہہ نقل کیا کہ دشمن پر قضاء قاضی کے مسئلے کی نقل نظر نہین پڑی ہمارے نزدیک اور نفاذ قضا لائق ہے اگر قاضی عادل ہو و قال ابن وھبان بحثا ان بعلمه لم یجز وان بشهادة العدول بحضر من الناس جاز انتہی اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو یعنے بموجب اوسکی دانست کے تو جائز نہین اور اگر بشہادت عدول ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہو انتہی کلامہ قلت واعتمده القاضی محب الدین فی منظومته فقال ؎ ولو علی عدوه قاض حکم ÷ ان کان عدلا مع ذاك وانبرم ÷ واختار بعض العلماء وفصلا ان کان بالعلم قضی لن یقبلا ÷ وان یکن بحضر من الملا ÷ وبشهادة العدول قبلا ÷ مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ مین سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا اگر قاضی عادل ہے تو یہہ حکم صحیح ہے اور مبرم ہے اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہی کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہو گا ہرگز اور اگر قضا جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہو قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی والمصنف وغیرهم عند مسئلة التقلید من الجائر عن الناصحی فی تهذیب ادب القاضی للخصاف ان من لم تجز شهادته لم تجز قضاؤه ومن لم تجز قضاؤه لا یعتمد علی کتابه انتهی وهو صریح او کالصریح فیما اعتمده المصنف کما لا یخفی فلیعتمد وبه افتی محقق الشافعیة الرملی وبخطه نقلت انه لو قضی علیه ثم اثبت عداوته بطل قضاؤه فلیحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور عینی اور زیلعی اور مصنف وغیرہم نے سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی مین ناصحی سے یہہ نقل کیا ہی کہ جسکی شہادت جائز نہین اوسکی قضا جائز نہین اور جسکی قضا جائز نہین اوسکے مکتوب پر اعتماد نہین انتہی کلام الناصحی اور یہہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اوس قول مین جسپر مصنف نے متن مین اعتماد کیا چنانچہ یہہ پوشیدہ نہین تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے اور اسیکا فتوی دیا ہی رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پہر اوسنے قاضی کی عداوت ثابت کر دی تو اوسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکھنا چاہیئے وفی شرح الوهبانیة للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوة بنحو قذف وجرحه وقتل ولی لا بمخاصمة نعم هی تمنع الشهادة فیما وقعت فیه المخاصمة کشهادة وکیل فیما وکل فیه ووصی وشریك اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے پہر عداوت تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہی اوس مقدمہ مین جسمین مخاصمت واقع ہو گئی جیسی شہادت وکیل کی اوس مقدمہ مین جسمین وہ وکیل ٹہیرا اور جیسی شہادت وصی اور شریک کی ہم یعنے وصی کی گواہی اوس امر مین مقبول نہین جسکی اوسکو وصیت ہوئی اور نہ شریک کی مال شرکت مین کذا فی الطحطاوی والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قوله فی الدیانات ابن ملك زاد العینی واختاره کثیر من المتاخرین وجزم به صاحب المجمع فی متنه وله فی شرحه عبارات بلیغة وهو قول الائمة الثلثة ایضا اور فاسق صلاحیت نہین رکھتا مفتی ہونیکی یعنے امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہین اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہی اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول نہین ہوتا کذا شرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کہا اور اسکو بہت متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہی اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہے اور عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ ہین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے وظاهر ما فی التحریر انه لا یحل استفتاؤه اتفاقا کما بسطه المصنف اور جو تحریر مین ہے اوسکا ظاہر مطلب یہہ ہی کہ فاسق سے فتوے لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین مشرح بیان کیا ہی وقیل نعم یصلح وبه جزم فی الکنز لانه یجتهد حذار نسبة الخطاء اور قول ضعیف یہہ ہی کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہی اور اسی قول پر کنز مین یقین کیا ہی اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہی نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی اوسکو خاطی نکہے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح حذر نسبة الخطأ کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنے احذر ہی یعنے بمعنے امر کذا فی القاموس ولا خلاف فی اشتراط اسلامه وعقله وشرط بعضهم تیقظه لا حریته وذکورته ونطقه فیصح افتاء الاخرس لا قضاؤه اور علما مین خلاف نہین مفتی کے اسلام اور عقل

شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اوسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہی نہ اوسکی قضا مگر گونگے کا فتوی دینا اوسوقت صحیح ہے جب کہ اوسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جاوے کہ یہ چیز کیا جائز ہے پہر وہ سر ہلادے یعنی ہان کہدے تو اوسکے اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہے سزاوار یہہ ہے کہ مفتی خوش خلق اور مروت سے سرزد اور نقیہ النفس سلیم القلب حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہے اوس شخص کا جو اوسکی لیاقت رکہتا ہو اور حاکم پر لازم ہے کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اوسکو جو لیاقت نہین رکہتا اور شرائط فتوے سے یہہ ہے کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکہے اغنیا اور جوان سلطان اور امرا کے طرف میلان نکرے بلکہ پہلے اوسکا جواب لکہے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہہ ہے کہ کاغذ استفتا کو محترم رکہے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑہے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جاوے پہر جواب لکہے اور یہ شرط ہے کہ کاغذ کو پہینک نہ دے جیسے کہ بعض لوگون کی عادت ہے کیونکہ اوسمین اللہ تعالے کا نام ہے اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہہ ہے کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکہے اور واجب ہے کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوے کے واسطے احتیاج کرے اور اگر فتوے دینے مین چوک جاوے تو رجوع کرے اور اس سے شرماوے نہ ننگ کرے اور یہہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اوسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور واجب نہین افتا اوس امرمین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہے اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوے نہ دے اوس حالت مین جبکہ اوسکے مستغرق ہون اور بہتر یہہ ہے کہ بلا فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہے باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اوسکے واسطے کچہہ روزی مقرر کردین تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ مدرس اور مفتی کو بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بول چال مین تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی دینا اوس مفتی کو جائز نہین جو اونکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہے ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب اون سے کوئی مسئلہ پوچہا تو پوشاک پہن عمامہ باندہکر بیٹہتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحاوی منقول ہے محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہے فرمایا کہ جب اوسکا صواب اکثر ہو اوسکی خطا سے انتہے بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہہ ہے کہ اوسکے جواب کے بعد واللہ الموفق یا بعد التوفیق لکہے کذا فی النہر ویکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیحہ کے یعنی قاضی مین بلفظ صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہے تو یہہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہین ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا واما الاطرش وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح نفاذہ بخلاف الاصم اور اطرش یعنے جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اوس بہرے کے جو مطلق نہین سنتا ویفتی القاضی ولو فی مجلس القضاء وہو الصحیح درہم من لم یخاصم الیہ ظہیریۃ وسیتضح اور فتوی دے قاضی اسکو جو اوسکے پاس فیصلہ کرانے نہین آیا کذا فی الظہیریہ اور آئندہ یہہ مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ اثنا مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا للمنے اور خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی البحر و یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقاً یعنے خواہ صاحبین امام کے ساتہہ متفق ہون یا نہون ہم جامع الفصولین مین ہے اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے اصحاب مختلف ہون تو اگر ابو حنیفہ کے ساتہہ صاحبین مین سے کوئی ہو تو دونون کے قول لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے انتہے اور اگر صاحبین نے خلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف اونکا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو صاحبین کا قول لے بوسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت مین بہی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا مین بعضون نے کہا کہ مجتہد مختار ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ یہان ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہے کذا فی الطحاوی ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وہو الاصح منیہ وسراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پہر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پہر زفر کا

ف مفتی کو کیا کیا باتین ضرور ہین

بعد محمد کا قول لے پھر ابو یوسف کے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق سے طرح ہو
کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خبردار ہو یعنے مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور منیہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہیں اور
بن حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتویٰ دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں
قولوں کا فتویٰ دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا وَصَحَّحَ فِی الْحَاوِی اِعْتِبَارَ قُوَّةِ الْمُدْرَکِ وَالْاَوَّلُ اَضْبَطُ نَهْرٌ اور
حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر مترجم تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح را مصدر میمی
بمعنی ادراک یعنے دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کے طرف یا مدرک اسم محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل
صاحب نہر نے قول اول یعنے منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں
کرسکتا علاوہ اسکے گاہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اوسکے برخلاف ہوتا ہے یا بسبب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور
صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر یہ شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قدسی اس صورت میں ہے جب کہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبان
دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ
یہ شبہہ مجھ پر مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں اونکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل
کیا کہ کسیکو فتویٰ دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک یہ نجانے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو
اوسکا یہی سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل اونکو معلوم ہوتی تھی اور اونپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اوسکے
موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ اونکو رتبۂ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفظ
یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے تو اب فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بموجب اس
تقریر کے جس قول کی حاوی میں تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہم پر یعنے
مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہو کیونکہ انہوں نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے اونکے حق میں یعنی
واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہم پر افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ اونکی دلیل نجانیں انتہے مضمون البحر کذا فی الطحطاوی وَلَا یُخَیَّرُ اِذَا لَمْ یَکُنْ مُجْتَهِدًا بَلِ الْمُقَلِّدُ
مَتٰی خَالَفَ مُعْتَمَدَ مَذْهَبِهٖ لَا یَنْفُذُ حُکْمُهٗ وَیُنْقَضُ هُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوٰی کَمَا بَسَطَهُ الْمُصَنِّفُ فِی فَتَاوَاهُ وَغَیْرِهٖ وَقَدَّمْنَاهُ فِی اَوَّلِ الْکِتَابِ دُرٌّ مختار
اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جب کہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اوسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے
فتویٰ کے واسطے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاویٰ میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ کے مقدمہ میں ذکر کر چکے
ہیں اور آگے بھی مذکور ہوگا وَفِی الْقُهُسْتَانِیِّ وَغَیْرِهٖ اعْلَمْ اَنَّ کُلَّ مَوْضِعٍ قَالُوا الرَّاْیُ فِیْهِ لِلْقَاضِیْ فَالْمُرَادُ قَاضٍ لَهٗ مَلَکَةُ الْاِجْتِهَادِ انتہی اور قہستانی
وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علما نے کہا کہ اسمیں قاضی کی رای ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وَفِی الْخُلَاصَةِ وَاِنَّمَا
یَنْفُذُ الْقَضَاءُ فِی الْمُجْتَهَدِ فِیْهِ اِذَا عَلِمَ اَنَّهٗ مُجْتَهَدٌ فِیْهِ وَاِلَّا فَلَا اور خلاصہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہو اسمیں تو جب حکم قاضی نافذ
ہوتا ہے جب کہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اوسکا نافذ نہیں ہم سے یہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اسواسطے کہ ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع
معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اوسکا حکم مخالف نہو جائے
کذا فی الطحطاوی وَاِذَا اخْتَلَفَ مُفْتِیَانِ فِیْ جَوَابِ حَادِثَةٍ اَخَذَ بِقَوْلِ اَفْقَهِهِمَا بَعْدَ اَنْ یَکُوْنَ اَوْرَعَهُمَا سراجیہ اور جب کہ دو مفتی ایک مقدمہ کے
جواب میں مختلف ہوں تو فقیہ تر کا قول لے بعد متقی تر ہونے کے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونوں میں زیادہ تر فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اوسکے قول پر قاضی
عمل کرے وَفِی الْمُلْتَقَطِ وَاِذَا اُشْکِلَ عَلَیْهِ اَمْرٌ وَلَا رَاْیَ لَهٗ فِیْهِ شَاوَرَ الْعُلَمَاءَ وَنَظَرَ اَحْسَنَ اَقَاوِیْلِهِمْ وَقَضٰی بِمَا رَاٰهُ صَوَابًا لَا بِغَیْرِهٖ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ

غیرہ او توقف فی الفقہ و وجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رأیہ برأیہ اور ملتقط میں ہے اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اوسکی رای اوسمین نہو یعنی اوسکا
اجتہاد کسی شے پر واقع نہو تو علما سے مشورہ لیوے اور اونکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹہیک اور حق جانے اوسپر حکم کرے نہ اوس
قول پر کہ اوسکے سوا ہو مگر اس صورت مین جب کہ غیر قاضی فقیہ اور وجوہ اجتہاد مین قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اوسکے جائز ہے
ہم یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ اطراف جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ مین اور اگر قاضی مجتہد
نہین تو در صورت اختلاف جو اوسکے نزدیک افقہ اور اورع ہو اوسکا قول لے ہرچند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہے ثم قال وَ
ان لم یکن مجتہدًا فعلیہ تقلیدہم واتباع رأیہم فاذا قضی بخلافہ لاینفذ حکمہ پہر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اوسپر تقلید اصحاب
مذہب اور اونکی رای کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اوسکے حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا ہم کہتے ہین در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت
اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہے کذا فی الطحطاوی المصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری و فی
عقار لا فی ولایتہ علی الصحیح خلاصہ و بہ یفتی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونیکی شرط ہے ظاہر الروایۃ مین اور روایۃ النوادر مین شہر کا
ہونا شرط نہین تو حکم اوسکا جاری ہوگا دیہات مین اور اوس زمین مین جو اوس قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول
غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اخذ القضاء برشوۃ لسلطان او لقومہ و ہو عالم بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین و فتاوی
ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ غیر نبلائیہ وحکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اوسکی قوم کو رشوت دیکر در حالیکہ
قاضی رشوت دینے سے واقف ہو یا سفارش کرا کے قضا لی کذا فی جامع الفصولین و فتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اوسکے عملہ مددگار نے
قاضی کی دانست مین اور حکم کیا تو اوسکا حکم نافذ نہین ہم جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اوسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی
اور رائش پر لعنت وارد ہے راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دونون مین متوسط ہو جسکے ہاتہہ رشوت حاصل ہولی
ہے جنہون نے کہا کہ اس زمانہ کے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیئے معشر قاضیون کو طرفہ ماجرا یہہ ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر قضا لیتا ہے
اگر اوسکو ملامت کیجئے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتہہ مین نہ پڑے اور حق تعالے پر کوئی چیز
مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پہر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس
اوسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اوسکو لائق ہے کہ اوسکے جمیع قضایا کو باطل کرے بزازیہ مین ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے
علم مین بحر الرائق مین ہے کہ اگر قاضی کے عملہ مین سے لوگ رشوت لینگے قاضی کی نا دانستگی مین تو اوس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہہ جو مصنف نے اختیار
کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہین ہوتا یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہہ ہے کہ جس مقدمہ مین رشوت
لی اوسمین حکم نافذ نہین اور اوسکے سوا اور مقدمات مین نافذ ہے اور یہہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ دونون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول
یہہ ہے کہ دونون مین نافذ ہے اور یہہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر مین اسیکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق
موجب عزل نہین تو ولایت اوسکی قائم ہے واللہ تعالے اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوت بضم و فتح و کسر اول مرادف جعل ہے بعضون نے کہا کہ رشوت وہ ہے
جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جسمین اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو آخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونون پر حرام ہے مثلاً
تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہہ بہی آخذ اور معطی دونون پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق۔
تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اوسکا امر درست کر دے یعنی اوسکا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت
یہہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اوسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کیونکہ یہہ
رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونیکا حیلہ لینے والیکے واسطے یہہ ہے کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھلے کہ یہہ اجارہ صحیح ہے

در تقسیم رشوت و احکام آن

تو اوسکے منافع مملوک ہوجاوینگے پہر اوسکو سلطان کے پاس فلانے کام کیواسطے بہیجے اور حوادث فتویٰ مین سے یہہ ہے کہ اوس استانے اپنی ذات کا اجارہ کیا تہا
بعضے امرا سے ہو اسطے کہ فلانے شہر مین اوسپر سے دفع ظلم کیا کرین پہر اوس بادشاہ مرگیا تو یہہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر جبر لازم ہے تو مین نے اسکے فتوا
کا جواب یون دیا کہ یہہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ اجارہ تہا اوس طاعت پر جو اوسپر واجب متعین تہی یعنی وہ شخص ناظم ملک تہا اور ناظم پر حفاظت رعایا
اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونون جانب سے حلال ہے صرف محبت کے
واسطے دوسری قسم وہ جو جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہہ کہ لینے والیکے طرف سے حرام ہو نہ دینے والیکے
طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور حیلہ اوسکا یہہ ہے کہ اوس سے اجارہ کرلے تین دن کا کام کرنیکے واسطے پہر وہ اوس سے کام لے بشرطیکہ وہ
کام کرنا اوسپر جائز ہوا ہے اور بلاشک اس فعل کا اوسکو یعنے اوس بادشاہ کو اجارہ کرنا جائز نہین چنانچہ تو معلوم کرچکا یعنے دفع ظلم ناظم پر واجب ہے تو جائز
کہ اوسکا اجارہ جائز ہو چوتہی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دی یعنے ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہہ رشوت دینے
والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ مین اسی قسم رابع سے اسکو ٹہیرایا ہے جسکو شاعر لیتا ہے کذا فی النہر فتاوی عالمگیری مین ہے اور رشوت
کی ایک قسم یہہ ہے کہ ایک مرد دوسریکو کچہہ مال بطریق ہدیہ دیتا اوسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اور اوسکی حاجت کا معین ہو اور یہہ دو وجہ ہے
وجہ اول یہہ کہ حاجت اوسکی حرام ہو تو اس وجہ مین دینے والیکو دینا اور لینے والیکو لینا حلال نہین وجہ ثانی یہہ کہ حاجت اوسکی مباح ہو اسکی بہی دو صورتین
ہین پہلی صورت یہہ کہ شرط کرے کہ ہدیہ اسواسطے دیتا ہے تا اوسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت مین کسیکو لینا حلال نہین اور اسمین اختلاف ہے
کہ دینا حلال ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال نہین اور بعضون نے کہا حلال ہے اور حلت عطا اور اخذ کا یہہ حیلہ ہے سبکے نزدیک کہ اہل مقدمہ اوس
ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرلے تا وہ اوسکا کام کرے بعوض اوس مال کے جو اسکو دیا چاہتا تہا تو یہہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجر ہوگا پہر مستاجر کو
باختیار ہے چاہے اوس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہانے کہا کہ یہہ حیلہ اوسوقت صحیح ہے جب کہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جسپہ
استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہین اور عطے کو اعطاء دون اس حیلہ کے حلال ہی یا نہین سمین
اختلاف ہے بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنے حلت عطا کا قول اصح ہے یہہ اوسوقت ہے جب کہ اوسنے قبل درستی
مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والیکو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط مین کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری
صورت یہہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریحا شرط نکرے لیکن مطلب اوسکا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اوسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف
مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہہ قول ہے کہ یہہ مکروہ نہین یہہ اوسوقت ہے جب کہ قبل اس مقدمہ کے دونون مین مہاداۃ نہوتے باہم ہدیہ دینے لینے کی عادت
نہو اور اگر دونون مین مہاداۃ کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پہر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تہا پہر وہ اوسکا مقدمہ درست
کردے تو یہہ خوب بات ہے کیونکہ یہہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہے کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو ولیکن بالیقین معلوم ہے کہ
اسواسطے ہدیہ لایا ہے کہ اوسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہماری اسپر ہین کہ اسکا کچہہ مضائقہ نہین اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کردے پہر بعد
اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمین کچہہ مضائقہ نہین اور عبداللہ بن مسعود سے جو اسمین کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی سے انتہی وفیہ مما
لو جعل لمعلمیہ مبلغا فی کل شهر یاخذه منه ویفوض الیه قضاء ناحیة فتاوی المصنف لکن فی الفتح من قلد بواسطة الشفعاء کمن قلد
احتسابا وصله فی البزازیة بزیادة وان لم یحل الطلب بالشفعاء اور یہی عدم نفاذ حکم مین کہی ہے یہہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کی دینے والیکو کچہہ روپیہ دیکر کہے کہ ہر
مہینہ مین تم مجہہ سے لیلیا کرو اور کسی پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ اسکے مانند ہے
جو قاضی ہوا بطریق احتساب یعنی اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہے اتنی زیادتی کے ساتہہ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطہ سے حلال نہین ہے یہہ
مستدرک ہے جامع الفصولین کا جو قبل اسکے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذها او بغیرها وحکم لا تہ المعظم استحق العزل وجہ

وَقِیلَ یَنعَزِلُ وَعَلَیہِ الفَتوَیٰ ابنُ الکَمَالِ وَابنُ المَلَکِ اور اگر قاضی عادل تھا پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو بعض نے کہا کہ معزولی کا مستحق ہوگا بنا بر وجوب کے یعنی سلطان پر اوسکا معزول کرنا واجب ہو کذا فی البزازیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے بدون معزول کرنیکے اور اسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال وابن الملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے ہم عادل وہ ہے جو احکام شرع بجالاوے اور اوسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہ کہ حکم شرع سے باہر ہو جاوے گناہ کبیرہ کرکے جیسے استماع غنا اور رقص و اخذ رشوت وغیر ذلک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اوسکا بیٹا یا کوئی اور قرابت دار جسکی گواہی اوسکے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اوسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وَفِی الخُلَاصَۃِ عَنِ النَّوَادِرِ لَو فَسَقَ اَوِ ارتَدَّ اَو عَمِیَ ثُمَّ صَلَحَ اَو اَبصَرَ فَھُوَ عَلیٰ قَضَائِہٖ وَمَا قَضیٰ فِی فِسقِہٖ وَنَحوِہٖ بَاطِلٌ وَاعتَمَدَہٗ فِی البَحرِ اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے پھر صالح اور متقی ہو جاوے توبہ اور اسلام سے یا اوسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اوسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اسی قول پر بحرالرائق میں اعتماد کیا ہم یہ قول مبنی ہے اوس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے وہ اوسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اوسکی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی وَفِی الفَتحِ اتَّفَقُوا فِی الاِمَارَۃِ وَالسَّلطَنَۃِ عَلیٰ عَدَمِ الاِنعِزَالِ بِالفِسقِ لِاَنَّھَا مَبنِیَّۃٌ عَلَی القَھرِ وَالغَلَبَۃِ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بنائے امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لٰکِن فِی اَوَّلِ دَعوَی الخَانِیَۃِ اَلوَالِی کَالقَاضِی فَلیُحفَظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعاوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم بحرالرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جاتا ہے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہوتا تو یہ استدراک ہے عدم عزل والی کے اتفاق پر وَیَنبَغِی اَن یَکُونَ مَوثُوقًا بِہٖ فِی عَفَافِہٖ وَعَقلِہٖ وَصَلَاحِہٖ وَفَھمِہٖ وَعِلمِہٖ بِالسُّنَّۃِ وَالاٰثَارِ وَوُجُوہِ الفِقہِ اور سزاوار یہ ہے کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں ہم عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہے محرمات اور خوارم مروت سے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اوس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی قاضی کامل العقل چاہیئے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہیں خصاف نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہو نہ پردہ در نہ صاحب تہمت مستقیم الطریقہ سلیم الناحیہ کامن الاذی قلیل السوء ہو نہ شارب نبیذ نہ سبّاب رجال نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس انسانی کتاب تدبر اور معانی کیواسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طرق مراد ہیں جن سے فقہ مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول جن پر بنائے فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحرالرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ مستحب کی شرطیں ہیں وَالاِجتِہَادُ شَرطُ الاَولَوِیَّۃِ لِتَعَذُّرِہٖ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہمارے زمانے میں متعذر ہے اور قضا کی طرف ہمارے زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہیئے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اوس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جاوے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا عالم ہونا اور یہ شرائط تو مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو نہ دوسرے حکم میں تو اوس پر معرفت اوسیقدر کی لازم ہے جو اوس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں اور یہاں اجتہاد سے اول مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی عَلیٰ اَنَّہٗ یَجُوزُ خُلُوُّ الزَّمَنِ عَنہُ عِندَ الاَکثَرِ فَیَصِحُّ تَولِیَۃُ العَامِّیِّ ابن کمال وَیَحکُمُ بِفَتوَیٰ غَیرِہٖ علاوہ اسکے خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور حکم کرے

قاضی جاہل غیر شخص کے فتوی سے ہو اسواسطے کہ مقصود قضا سے حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہو غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فوائد بدیعہ
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ تا قلیل علم اور فہم ضروری ہے اور کمتر مرتبہ یہہ ہو کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام
شرعیہ کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور عادی اور رجوع میں کیفیت اثر اور مسائل سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی
ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی
الدماء والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر واین الکبریت الاحمر واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہو اور قاضی
ظاہر پر حکم کرتا ہے یہہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہیں تو دماء اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہوا اور
اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہو کبریت احمر اور کہاں علم انتہی کلام البزازی ہم کہتے ہیں جب یہہ ثابت ہوا کہ بنای فتوی دیانت پر ہے یعنے
فیما بینہ وبین اللہ اور بنای قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جسپر قرائن دلالت کرین تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی ہر مقدمہ میں متصور نہیں
اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانت ہو دماء اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونون میں خونریزی اور اختلاف انساب سے ضرر زائد ہے خطا کی
کہا بعض نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ افتا سے وہ مراد ہے جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو
تو وہ اسمین کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے نہ ہر مسئلہ میں ومثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی کی مانند اوصاف مذکورہ
میں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثق بہ ہونا ضرور اور ہو عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں وہو عند الاصولیین المجتہد
واما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیون کے نزدیک عبارت ہو مجتہد سے
اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اوسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر میں شرح بیان کیا ہو فتح
القدیر میں ہے رای اصولیین اسپر مستقر ہوگئی ہو کہ مفتی وہی ہو جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اوس سے کوئی سوال کرے
تو اوسپر واجب ہو کہ مجتہد کا مثلا امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علماء موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہیں بلکہ
وہ کلام مفتی کی نقل ہے اور اسکے نقل کرنیکے دو طریقے ہیں یا یہہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روات معتمدین اسکو پہنچا
یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند اونکے تصانیف مشہورہ معتمدہ مجتہدین سے کیونکہ
کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھہ ذکر کیا ہو رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا یسئلہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے
قضا کی اپنے دل سے اور نہ اوسکا سوال کرے اپنی زبان سے ہم یہہ نفی بمعنی نہی ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کیطرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو
زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اوسکے طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ای عبد الرحمن بن سمرہ امارت کا سوال نکیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اوسکے طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجھکو امارت دیجائیگی
تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہے اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوئی تو سوای خذلان کے کیا ہوئی
دارین او سکا کیا ثمرہ ہے اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم بخیر ہوگا
فی الخلاصۃ طالب الولایۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل من القاضی الاول بغیر جنحۃ
تھا اور خلاصہ میں ہے کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجاوے مگر جب کہ طالب پر قضا متعین ہو جاوے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو یا متولی قاضی جدید سے
یہہ دعوی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز
نہیں اور اسمین کچھہ فرق نہیں مابین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہہ مفید شرط کی طلب ہوگی اور

در صورت دعویٰ بقصوری اگر قاضی جدید سے بحالی عہدہ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اوس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اوسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق میں ہے کہ اگر
قاضی متعین ہو اسطرح کہ اوسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اب اوسپر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور ظلم ظالمین منع ہو واستحبہ الشافعیۃ
والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص گمنام کے واسطے تاکہ اوسکا
علم ظاہر ہو ویختار المقلد الاقدر والاولیٰ بہ اور سلطان قاضی کا تعین کرنے والا اوس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر
سے یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم میں فضل ہو اوسکو یہہ عہدۂ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی میں ابن عباس سے مروی
ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امور مسلمین ہو کسی شئی میں پھر وہ حاکم اور عامل کرے ایک مرد کو اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ انہیں
بعض مسلمین میں کوئی شخص اولے بایں عمل ہے اور اوس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا تو البتہ اوس نے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور
جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلے موصلی میں مروی ہے اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر
کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور بقدر در دالا ہو اور اگر کچھہ نلے اور فی سبیل اللہ عمل قضا کرے تو فضل ہے اور اصل اسمیں قول ہے اللہ تعالیٰ کا
مال یتیم میں جبکہ وصی اوسکی کاروائی کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو
فقیر ہو تو دستور کی موافق کہا ہے عمر فاروق نے سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدۂ قضا پانسو درہم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اونکی عیال کے اور شریح قاضی کو سو
درہم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضیٰ نے شریح کو پانسو درہم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کے عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلہ ارزان تھا اور خلافت مرتضوی
میں اونکی عیال بکثرت تھے اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی میں کچھہ تقدیر اور حد نہیں بقدر کفایت چاہیئے کیونکہ یہہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہیں
کذا فی الفتح ولا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بد خلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق پسند
معاند حق نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہے ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے دفع فساد ہے اور اخلاق
مذکورہ تو آپ ہی فساد ہیں وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے میں خلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضوں کے
نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا ہو اسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنے پر محمول ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید ہو اسطے کہ یہ لفظ مخصوص
با نبیا علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز یکفی احدہما
الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اوس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے یعنی ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اکثر نسخ در مختار میں کرہ التقلید ہے اور مصنف کی شرح میں کرہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور اسیطرح ملتقے کے قول میں والتقلید رخصۃ ہے اور یہ بہتر والتقلد رخصۃ کہیں
کذا فی الطحطاوی ولن تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم یا عجز قضا اوسکے واسطے متعین
ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بیخوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اوسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ ہے
ہم فتح القدیر میں ہے محل کراہت اوس وقت ہے جب کہ قضا اوس پر متعین نہو اور اگر اوسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اوسپر واجب ہے کہ آپکو ظلم وغیرہ
سے نگاہ رکھے مگر یہہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولی عدمہ اور
قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم در صورت عدم خوف ظلم
قبول قضا مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ میں ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر زبردستی
سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہہ ہے کہ دخول رخصت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو بموجب اسکے اولیٰ عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہہ ہے
کہ دخول نفس قضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامۂ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا
پڑتی ہے اوس شخص کے گمان میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اوسی سے خلاف اوسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر ویحرم علی غیر الاہل الدخول

فیہ قطعًا من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہونا اہل پر داخل ہونا قضا مین یقینًا بلا تردد فی الحرمۃ تو سبہین احکام خمسہ ہین ہم خلاصہ
یہ ہی کہ قبول قضا کا ہو فرض مین ہوتا ہی اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہی واسطے متاہل کے جب کہ اوسکے سوا اور لوگ بہی لیاقت
قضا رکہتے ہون اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اور صورت یہ ہو کہ ظلم و بے
انصاف کذا فی النہر اب چند احادیث درباب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ان النبی صلے
اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چہری ذبح ہو گیا ترمذی نے
کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل مین ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنے جسنے قضا طلب کی وہ بے
چہری ذبح ہو گیا و لہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہان تک صبر کیا کہ قید
خانہ مین مر گئے اور محمد بن حسن اسیواسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر اوسکے پار ہوسکون تیر کر لو ابو یوسف
نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کانی بک قاضیًا یعنی شاید کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم مین ابوذر سے روایت
ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابوذر مین تیری واسطے وہ چیز محبوب رکہتا ہون جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکہتا ہون ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصون پر اور
مال یتیم کا متولی نہوجیو اور ابو داؤد مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہین دو دوزخ مین ہین اور ایک بہشت مین ایک
مرد وہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا پہر اوسیکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت مین ہے اور ایک مرد وہ ہی جس نے حقکو دریافت کیا اور اوسپر حکم ندیا اور حکم مین جور کیا
تو وہ دوزخ مین ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حقکو نہ دریافت کیا اور لوگون کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخمین ہے اور صحیح ابن حبان مین عایشہ
صدیقہ سے روایت ہی کہ مینے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تہے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کیدن تو شدت حساب مین اتنا گرفتار ہوگا
کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر مین دو شخصون مین فیصلہ نکیا ہوتا اور نسائی مین روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجہکو اختیار دیا جاوی میری گردن مارنے مین اور قضا قبول
کرنے مین تو مین اپنی گردن کٹوانا اختیار کرون اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصون پر حاکم ہوا پہر اوسنے اونمین اونکی خوشی
یا ناخوشی کیموافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اوسکا ہاتہ گردن مین بندہا ہوگا سو اگر اوسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نلی اپنے حکم مین
اور ظلم نکیا تو حق تعالے اوسکے بندش کہولدیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم مین رشوت لی اور ظلم کیا تو اوسمین اوسکا بایان ہاتہ
داہنے ہاتہ کیطرف باندہا جائیگا پہر وہ ڈالدیا جائیگا جہنم مین کذا فی فتح القدیر ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کان کافرًا ذکرہ
مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا
اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جب کہ بادشاہ مذکور قاضیکو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے ہم عادل وہی ہے جو ہر شے کو اوسکے مقام پر رکہے اور بعضون نے کہا
جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط مین خواہ توسط عقائد مین ہو یا اعمال مین یا اخلاق مین وقیل غیر ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم مین کچہہ شک نہین اور حالانکہ
علمای سلف نے اوسکے زمانے مین قضا قبول کی تاتارخانیہ مین ہے کہ اسلام شرط نہین اوس بادشاہ مین جو قاضیون کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافرون کے
قبضے مین ہین وہ بلاشک بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ اونہون نے اونمین کفر کا حکم جاری نہین کیا اور قاضی وہان مسلمان ہین اور ملوک جو اونکی اطاعت
بضرورت کرتے ہین وہ مسلمان ہین اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہین تو فاسق ہین اور جس شہر مین کہ کفار کے طرف سے حاکم مسلم ہے تو اوس مین اقامت جمعہ
و عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامی جائز ہے کیونکہ اون پر مسلم مستولی ہے اور طاعت کفر تو مخادعہ ہے اور وہ بلاد جن پر کفار حاکم ہین مسلمانون کو
ون مین اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہی تراضی مسلمین سے اور مسلمانون پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کرین انتہی اور
مسکین نے اسکو اپنی شرح مین اصل کے طرف نسبت کیا ہی اور مانند اسکے جامع الفصولین مین ہے کذا فی النہر ولو فقد وال بغلبۃ کفار وجب علی
المسلمین تعیین وال وامام للجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبۂ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح ہ

فتح القدیر مین ہو کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ جسسے تقلیدِ قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین مین اب کافر غالب ہو گئے ہین جیسے قرطبہ مین تو مسلمین پر واجب ہی
کو سب مسلمین ایک شخص پر اتفاق کرین اور اسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے یا وہ اونمین فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹھیرا دین جو انکو
جمعہ پڑھایا کرے انتہے اور یہہ وہ قول ہے جسکی طرف نفس مطمئن ہوتا ہے تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے کذا فی النہر وصحّ من سلطانِ الخوارجِ واهلِ البغيِ واذا
صحّت التولية صحّ العزلُ واذا رفع قضاءُ الباغي الى قاضي العدلِ نفّذه وقيل لا وبه جزم الناصحي اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجین کے
بادشاہ اور باغیون سے اور جب کہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو اونکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی
مقرر کرے تو صحیح ہے اور جب کہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کیطرف تو اسکو جاری رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نکرے اور اسی پر یقین کیا ہے ناصحی نے
ہم بحر الرائق مین ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکہتا ہے اور
یہی قول معتمد ہے انتہے تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہے فاذا تقلّد القضاءَ طلب ديوانَ قاضٍ قبله يعني السجلّات پس جب کہ عہدۂ قضا پر منصوب
ہو تو قبل کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ہم دیوان اصل مین بمعنے جریدۂ حساب ہے پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہان مراد
وہ تہیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہون دستور یہہ ہے کہ قاضی دو نسخے لکہتا ہے ایک اپنے پاس رکہتا ہے کہ شاید اوسکی طرف کاہے حاجت ہو اور
دوسرا خصم کے ہاتھ مین دیتا ہے اور جو نسخہ کہ محکمہ مین ہو وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بہیجے تا قاضی معزول یا اوسکے امین سے
کاغذ مذکور وصول لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اوس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تہیلی مین رکہے تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اوسپر مہر کرے تا تغییر [illegible]
سجل وہ جسمین خصومت متخاصمین اور اقرار مدعا علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا بنکول اسطرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ نرہے اور اسکو محضر بھی کہتے ہین اور صک وثیقہ
ہیں جسمین اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہے اور حال کے عرف مین سجل وہ ہے جسکو شاہدون نے واقعہ مین لکھا اور قاضی نے اسکے
پاس یا اوسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل سے واقعہ منقول ہو اور اوسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اوسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو
دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر في حالِ المحبوسين في سجنِ القاضي اور قاضی نظر کرے اون قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قیدخانہ مین ہین
ہم یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ مین بہیجے اور وہ قیدیون کے نام اور اونکی اخبار اور اونکے مقید ہونے کا سبب لکھ لاوے اور دریافت کرے کہ کسنے اونکو مقید
کیا و اما المحبوس في سجنِ الوالي فعلى الامامِ النظرُ في احوالهم اور جو شخص حاکم کے قیدخانہ مین محبوس ہے تو امام یعنے بادشاہ پر اونکے حال کا نظر کرنا لازم ہے
فمن لزمه ادبٌ ادّبه والا اطلقه سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اوسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہین تو اسکو چہوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تہا
جیسا کہ بحر الرائق مین شرح ادب ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چہوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اوس سے قضیہ متعلق ہو ولا يبيت
احدٌ في قيدٍ الا رجلا مطلوبا بالدم اور کسیکو شب باش نہونے دے قید مین مگر اوس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو ونفقةُ من ليس له مالٌ في بيت
المالِ بحر اور اوس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال مین ہے کذا فی البحر یعنے مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہے اور یہی حکم ہے
مشرکین کے محبوسونکا اور سزاوار یہہ ہے کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اونکے نام لکھے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے
ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقرّ منهم بحقٍّ او قامت عليه بيّنةٌ الزمه الحبسَ ذكره مسكين وقيل الحقّ سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے
یا اوسپر گواہی قائم ہو تو اوسکو حبس لازم رکہے اسکو مسکین نے شرح مین ذکر کیا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اوسپر حق لازم کر دے یہہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہے
والا نادى عليه بقدر ما يرى ثم يطلقه بكفيلٍ بنفسه فان ابى نادى عليه شهرا ثم اطلقه اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اوسپر منادی کرا دے
جسقدر کہ مدت قاضی کی راے مین آوے پہر محبوس کو چہوڑ دے اوس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اوسپر مہینہ بہر منادی کرا دے
پہر اسکو چہوڑ دے ہم طریقہ ندا یون ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلہ مین منادی کو بہیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچہہ دعوی ہو وہ حاضر
ہو تا اوسکی روبکاری ہو وعمل في الودائعِ وغلاتِ الوقفِ ببيّنةٍ او اقرارِ ذي اليدِ اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی

یا قابض کے اقرار سے حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانہ
مین تو اموال وقف ناظرون کے تحت مین ہین اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضے مین ہین اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت
یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کتاب مین مذکور ہے وَلَمْ یَعْمَلِ الْمُوَلّٰی بِقَوْلِ الْمَعْزُوْلِ لِالْتِحَاقِهٖ بِالرَّعَایَا وَشَهَادَةُ الْفَرْدِ
لَا تُقْبَلُ خُصُوْصًا بِفِعْلِ نَفْسِهٖ درر وَمُفَادُهٗ رَدُّهَا وَلَوْ مَعَ اٰخَرَ فَرْ اور قاضی منصوب عمل نکرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہو جانے معزول کے
رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہین خصوصا اپنے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصا کا مفاد شہادت معزول کی
اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نرہی
اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افتی قاری الھدایۃ بقبولھا وتبعہ ابن نجیم فتنبہ مین کہتا ہون لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکور کا
فتوی دیا ہے اور ابن نجیم صاحب نے اسکا اتباع کیا ہے تو خبردار رہو ہم طحطاوی نے کہا بحرالرائق مین تو نہرالفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم
کے فتاوی مین قبول شہادت کا فتوی سے مذکور ہو اِلَّا اَنْ یُقِرَّ ذُوالْیَدِ اَنَّہٗ اَیِ الْمَعْزُوْلَ سَلَّمَهَا اَیِ الْوَدَائِعَ وَالْغَلَّاتِ اِلَیْهِ فَیُقْبَلُ قَوْلُهٗ فِیْهِمَا اِلَّا اِذَا
بَدَأَ ذُوالْیَدِ بِالْاِقْرَارِ لِلْغَیْرِ ثُمَّ اَقَرَّ بِتَسْلِیْمِ الْقَاضِیْ اِلَیْهِ فَاَقَرَّ الْقَاضِیْ بِاَنَّهَا لِاٰخَرَ فَیُسَلِّمُ لِلْمُقَرِّ لَهُ الْاَوَّلِ وَیَضْمَنُ الْمُقِرُّ قِیْمَتَهٗ اَیْ
مِثْلَهٗ لِلْقَاضِیْ بِاِقْرَارِهِ الثَّانِیْ وَیُسَلِّمُهٗ لِمَنْ اَقَرَّ لَهُ الْقَاضِیْ قول معزول پر عمل نہین مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور
حاصل اوقاف سپرد کیے ہین تو اب ودائع اور حاصل مین معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہین مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار
کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت مین ودائع اور حاصل پہلے مقرلہ کو تسلیم کیے
جائینگے اور تاوان دیگا مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اوسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے
مقرلہ کو تسلیم کریگا وَیَقْضِیْ فِی الْمَسْجِدِ وَیَخْتَارُ مَسْجِدًا فِیْ وَسْطِ الْبَلَدِ تَیْسِیْرًا لِلنَّاسِ وَیَسْتَدْبِرُ الْقِبْلَةَ کَخَطِیْبٍ وَمُدَرِّسٍ خانیہ اور قاضی مسجد مین بیٹھکر
حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگون کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہوکر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ہم چونکہ قضا عبادت ہے لہذا
مسجد مین جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نکرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی
اور ہمارے زمانہ مین تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہین کرتے اور بحالت جنابت جانے سے احتراز نہین کرتے اور مساجد مین وہ کام کرتے ہین
جو ہرگز لائق نہین وَالْمُخْتَارُ الْمُعْتَبَرُ عَلَی الْمُدَّعِیْ هُوَ الْاَصَحُّ بَحْرٌ عَنِ الْبَزَّازِیَّةِ وَفِی الْخَانِیَةِ عَلَی الْمُتَمَرِّدِ وَهُوَ الصَّحِیْحُ اور اجرت حاضر کرنیوالے کی مدعی پر ہے یہی قول
اصح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ مین ہے کہ اجرت سرکش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعض
نے کہا کہ اجرت حاضر کرنیوالے کی بیت المال مین ہے بحرالرائق مین ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اوسی شہر مین اگلے درم ہے دو درم تک اور خارج شہر مین حساب
فی فرسنگ تین درم سے چار درم تک اور بزازیہ مین ہے کہ حاکم کے یہان سے ہتھیار کی درخواست کرے وَکَذَا السُّلْطَانُ وَالْمُفْتِیْ وَالْفَقِیْهُ اور ایسا ہی سلطان
اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد مین جلوس جائز ہے اَوْفِیْ دَارِهٖ وَیَاْذَنُ عُمُوْمًا یا قاضی حکم کرے اپنے گھر مین اور لوگون کو آنے کی اجازت دے علی العموم
ہم خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس مین جلوس کرے اور دربان اور حاجب نہ مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب مین ہے کہ اگر دفع ازدحام خصوم کے
واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نکرے شغل قلب کی حالت مین یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت
مین اور جس روز جلوس کا ارادہ کرے نفل روزہ نرکھے اور سخے احسن ثیاب اور اعتدال احوال مین کذا نے طحطاوی نہر ھدایۃ التنکیر للتقلیل ابن کمال اور قاضی
ہدیہ اور سوغات نہ پھیرے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ واسطے تقلیل کے واسطے یعنی تھوڑی سی حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہین پھیر دے کے لفظ
سے معلوم ہوا کہ بیت المال مین نرکھے اور یہی تو اسطے اکثر مشائخ کا اور بعضون نے کہا بیت المال مین رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے
مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالی عنہم کذا فی الطحطاوی وَهِیَ مَا یُعْطٰی بِلَا شَرْطِ اِعَانَةٍ بِخِلَافِ الرِّشْوَةِ اِبْنُ مَلَكٍ اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جاتا ہے بلا

له یعنی جبکہ مثلی کا مثل سے ادا کرنا ۱۲

فرق ہدیہ و رشوت

اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہہ فرق ہے کہ ہدیہ مین اعانت مشروط نہین ہوتی اور رشوت مین مددگاری اوسکا برابری
مشروط ہوتی ہے ولو تاذی المھدی بالرد یعطیہ مثل قیمتھا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والیکو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اوسکو بقدر اوسکی قیمت کے عطا
کرے کذا فی الخلاصہ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او بعد مکانہ وضعھا فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پھیر دینا اوسکی عدم معرفت یا اوسکے مکان کی دوری
سے متعذر ہو تو اوسکو بیت المال مین رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ھدایاہ لہ تتارخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام یہہ ہے کہ آپکے
ہدایا آپ کے مملوک تھے کذا فی التاتارخانیہ ہم یہہ منع دخل ہے یعنے اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول علیہ السلام کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول
فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نکرے اوسکا جواب یا کہ یہہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہین اور وجہ خصوصیت شاید
واللہ اعلم یہہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر ہدیہ خلاف شرع حضرت سے متصور نتھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہین ومفادہ انہ لیس للامام
قبول الھدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیھا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الھدیۃ لانہ انما یھدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی
اور تاتارخانیہ کا مفاد یہہ ہے کہ امام یعنے سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہین ورنہ خصوصیت نہین رہتی اور تاتارخانیہ مین ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول
کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اوسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے یعنے اوسکے ہدیہ دینے مین تو دنیا کی کاربرآری کا احتمال ہے ہم
شاید نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کو
ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہہ لازم نہین آتا
کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکھدین تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہوچکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو
جائز ہے اور اوسکو مصالح مسلمین مین صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الا من ابویہ السلطان والباشا اشباہ وذی
رحم محرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لھما در مگر چار شخصون کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا
کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنی قرابتی محرم کا یا اوس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونون
کذا فی الدر یعنے بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضا مین رجوع نہو ہم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اوتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابتی
اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نکرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اوسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کا
ہدیہ قبول کرنیکی یہہ وجہ ہے کہ اونکا ہدیہ بیت المال مین سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف مین سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ اس صورتین سے جب کہ منافع
غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونون برابر ہون تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض لے
اگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت اور اسیطرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی وغیرہ
دعوۃ خاصۃ وھی التی لا یتخذھا صاحبھا لولا حضور القاضی ولو من محرم او معتاد وقیل ھی کالھدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کو مان لیوے
قبول نکرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نکرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے
ہم بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور اونکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضون نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ
اور مصنف کی تفسیر صحیح ہے چنانچہ سراج مین ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین کا قول ہے اور محمد کہتے
کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمین صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب
بحر نے کہا تو یون کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نکرے گو محرم اور معتاد سے ہو تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج
شرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع مین ہے اور قاضی قبول کرے دعوت عامہ غیر معتاد کی اگرچہ دعوت
عامہ ہو بسبب تہمت کے ہم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے مین ایکبار پھر وہ ہر ہفتے مین بعد قاضی ہونیکے دعوت کرے تو قبول نکرے

عادت قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر مقصود تہین جب کہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی المعراج عن التاتارخانیہ ویشھد الجنازۃ ویعود المریض ان لم یکن لھما ولا علیھما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعا علیہ نہوں کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا واشارۃ ونظرا ویمنع عن مسارۃ احدھما والاشارۃ الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعا علیہ کو یکسان رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان مین بات کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نکرے ہم امور مذکورہ مین مساوات بین الخصمین اسواسطے واجب ہے تا دوسرے کی دلشکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور ہواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بالقضا بین المسلمین ہو وہ اونمین مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر مین اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اھ اور عمر نے ابو موسی اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس مین تا شریف تیرے ظلم مین طمع نکرے اور ضعیف تیرے عدل سے نا امید نہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نکرا اور نہ وجہ سے مخفی بات کرے اور اسکو تلقین حجت نکر بسبب تہمت کے نوازل اور فتاوی کبری مین ہے کہ بادشاہ نے مخاصمت کی ایکمرد کے ساتھہ سو بادشاہ قاضی کے پاس اسکی نشست گاہ مین آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہان بیٹھے اور قاضی زمین مین بیٹھکر دونون مین فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ اونہون نے امیر المومنین علی مرتضی کو اور اونکے مخاصم کو اسطرح بٹھلایا اور باتفاق اہل علم یہہ مستحب ہے کہ دونون کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنی داہنے اور دوسرے کو بائین نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھین دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے روبرو اور چار زانو یا ایڑیون پر نہ بیٹھین اور اگر اسطرح بیٹھین تو قاضی بسبب تعظیم قضا کے اونکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اسکے سامنے کھڑے رہین بسبب ہیبت قضا کے واسطے پھر جب خصمین حاضر ہون تو قاضی مختار ہے چاہے اون سے ابتدا بہ تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہان تک کہ وہی کلام آغاز کرین پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جاوے تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونون کے کلام ساتھہ کرنے مین شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہین پھر مدعا علیہ سے کلام کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب اوس سے نہ طلب کرے یہی قول اصح ہے تا علم المقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی مین ترتیب مختار ہے یعنی اول دعوی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے پھر تیسرے کا وعلی ہذا القیاس اور اپنے ایک امین غیر مرتشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی کے دروازہ پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق مین تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نکرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی مین حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے روبرو کھڑا ہونا معروف نہ تھا یعنی سلف صالح مین اسکا رواج نہ تھا تو یہہ بھی اون محدثات سے ہے جسکے طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والادب ہین تو قاضی عمل کرے بمقتضای حال اس خیر کا ارادہ کرے نہ حشمت نفس جو تکبر کیطرف پہنچاتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی مین عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع اور انکسار ہو بلا ذلت وضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا سجل فاسد نہو جاوے بعضے شروط کے ترک کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر مین مذکور ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا نہر الفائق مین ہے کہ اطلاق تسویہ بین الخصمین فی الجلوس عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت وور ذلیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہہ کہ اگر بادشاہ مدعا علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہان بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی والضحک فی وجھہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسیطرح ایک شخص کے واسطے اوٹھنے سے باز رہے بطریق اولی ہے ہواسطے کہ قاضی کی ضحک سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جاویگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونون مین سے ضیافت نکرے ہے اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین امام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضی کے گھر مین آکر اوترا آپ نے اوسکی ضیافت کی پھر جب اوسنے یہہ کہا کہ مین یہہ چاہتا ہون کہ فلانے شخص سے خصومت کرون تو علی مرتضی نے فرمایا کہ یہان سے اوٹھہ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہمکو منع فرمایا اسسے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کرین مگر کہ اوسکے ساتھہ اوسکا خصم ہو اخرجہ عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور ہواسطے کہ تہمت
میلان ہے کذا فی الفتح لکن لو فعل ذلک معہما جاز یعنی ہان اگر اسکو دونون کے ساتھہ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر م نہر الفائق مین ہے کہ ضیافت
مین احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کی تشامی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اوسکا یہہ ہے کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کے طرف
اشارہ کرے تو جائز ہے انتہے ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا ولو بغیرہما لذہابہ بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نکرے حکم کی مجلس مین مطلقا اگرچہ
خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہین رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا بأس بہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ
کو حجت نہ سکہاوے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہہ بھی ہے کہ تلقین حجت مین کچہہ مضائقہ نہین کذا فی العینی م تلقین حجت اسواسطے جائز نہین کہ اسمین تہمت ہے
اور دوسرے کی دل شکنی ہے ولا یلقن الشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت
نکرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین مین شاہد کو زیادہ دلنہت حاصل نہو م ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت
اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچہہ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت
نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے اور مدعا علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف
کر دئیے ہون اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہہ بالاتفاق
جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین اور مبسوط مین ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بقضا ہوئے
اور دیکہا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادای شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین نکرین تو حق ضائع ہو جاوے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ
فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونیکے سبب سے م اور قنیہ
مین بہی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی
الولوالجیۃ حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع
الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویصح لمن ولاہ قاضی
علیہ وبعکسہ اور ولوالجیہ مین حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ مینے میلان نہین کیا یعنی مین نہین جہکا احد الخصمین کیطرف
یہان تک کہ دل سے بہی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین ہارون رشید کے ساتھہ مینے دونونکو برابر نہین کیا یعنی مجلس مین اور حکم کیا مینے ہارون رشید پر یعنی
اوسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہے مین کہتا ہون اس حکایت کے مسئلے سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اوس بادشاہ پر جسنے اسکو
قاضی مقرر کیا اور ملتقے الابحر مین ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اوس سلطان کی نفع اور مضرت مین جسنے اوسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا **فروع** مسائل
ملحقہ شارح کے فی البدایۃ من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدایع مین ہے کہ جملہ ادب قاضی یہہ ہے کہ قاضی
کلام نکرے احد الخصمین سے اوس بولی مین جسکو دوسرا خصم نہین جانتا یعنی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التتارخانیۃ والاحوط ان یقول
للخصمین انا حکم بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ مین ہے اور زیادہ تر احتیاط یہہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعا علیہ
کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کردون تو اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچہہ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جاویگا دونون کی تحکیم سے م یعنے قاضی حکم کرنیکی دونون سے
اجازت چاہے جب وہ کہین کہ حکم کیجیئے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہہ ہے کہ اگر تقلید قضا مین کچہہ خلل ہو مثلا رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح
ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اسکو
حکم کیا کہ پھر سرنو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے تو یعنے دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فی البزازیہ م طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے
یون منقول ہے کہ قاضی پر یہہ فرض نہین تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء

ہو صحیح ہم الا ان متنع الزمہ القاضی بذلک جواہر الفتاوی جو ہارا اوس نے نسخہ سجل کا مانگا اوس سے جو جیتا تا سجل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں سو اوس نے نسخہ دیا تو قاضی اوسپر اسکا دینا لازم کر دیگا منے دیوے کذا فی جواہر الفتاوی وفی الفتح متی امکن اقامۃ الحق بلا ایغار صدر لا یکون له ان یوغر اور فتح القدیر میں ہے کہ جب تک قامت حق بلا کینہ اندوزی قلوب ممکن ہو تو بہتر ہے ہم طریقہ او سکا بیسوطیین یون ذکر ہے کہ جو شخص ہارا ہے اوس سے قاضی عذر کرے اور وجہ حکم اوس سے بیان کرے اور کہے کہ میں نے تیری حجت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع ایسا ہی تہا اسکے سوا نہیں ہو سکتا تہا یہہ اسلئے ہے تاکہ وہ لوگون سے شکایت نکرے اور قاضی کو ظالم نجانے اور لوگ اسکی شکایت سنکر بدگمان ہوں کذا فی الطحاوی القضاء وهل یقبل قصص الخصوم ان جلس للقضاء لا والا اخذها ولا یاخذ بما فیها الا اذا اقر بلفظه صریحا اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نکرے جواب اسکا یہہ ہے کہ اگر قاضی فیصلہ کے واسطے بیٹھ چکا ہے تو قبول نکرے اور اگر ہنوز نہیں بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ پکڑے مگر اوس بات کو کہ جب کوئی اسمین بلفظ صریح اقرار کرے اور حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعوے سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب کا یون کہنا کہ میں مال مضاربت کو سفر میں لیگیا اور فلانے شہر میں اسکو بیچا اور اوس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اسکے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعوے سے نہیں مجلس حکم میں سماع حکایات اسواسطے نہیں کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے بطور حکایت کہے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تہا سو یہہ سفر میں لیگیا پہر اوس نے وہان گہہ بان کی سو مال ضائع ہو گیا اب میں اس سے تاوان چاہتا ہون تو مدعا علیہ جواب میں کہے کہ ہان یا اوسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح یہہ ہے کہ مضارب کہے کہ میں نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور میں شہر میں حمال کے لانیکے واسطے گیا پہر جو کنارے پر آیا تو مال نپایا کذا فی الطحاوی

فصل فی الحبس یہہ فصل ہے حبس کی احکام میں ہم چونکہ حبس منجملہ احکام قضا تہا اور مختص باحکام کثیرہ تہا لہذا مصنف نے اوسکو علیحدہ فصل کر کے ذکر کیا حبس مصدر ہے بمعنے منع یعنے روکنا اور بند کرنا پہر موضع حبس پر اوسکا اطلاق ہوا کذا فی الکفایۃ اہل ہند حبس کو قیدخانہ اور بندیخانہ اور جیلخانہ بولتے ہیں ہو مشروع بقوله تعالی او ینفوا من الارض حبس شرع ہے حق تعالی کے اس قول سے یا نفی کیے جائیں زمین میں سے یعنی قطاع الطریق ہم نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہیں کہ متصور نہیں تو نفی سے حبس مراد ہے وحبس علیه الصلوۃ والسلام رجلا باتهمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد متہم کو مسجد میں محبوس کیا ہم رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حبس مسجد میں تہا یا دہلیز میں یا مانند اسکے اور ایک قول یہہ ہے کہ فاروق نے ایک گہر مکہ معظمہ میں چار ہزار درم کو خرید کیا اور اسکو محبس ٹہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنہ وبناه من قصب وسماه نافعا فنقبه اللصوص فبنی غیره من مدر وسماه مخیسا بفتح الیاء وتکسر موضع التخییس وهو التذلیل اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے قیدخانہ ایجاد کیا اور اوسکو بانس سے بنایا اور اوسکا نام نافع رکہا سو اوسمین کو نقب دیا چورون نے یعنی اور قیدیون کو نکال لیگئے پہر حضرت مرتضی نے اسکے سوا اور محبس بنایا مٹی کے ڈہیلون سے اور اوسکا نام مخیس بفتح یا رکہا اور کسرہ یا بہی جائز ہے مخیس موضع تخییس یعنے ذلیل کرنے کا مکان ہم مخیس بضم میم وفتح خاء وتشدید یا اسم ظرف ہے یعنی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہے یعنے ذلیل کرنیوالا وفیه یقول علی رضی اللہ عنه الا ترانی کیسا مکیسا بنیت بعد نافع مخیسا حصنا حصینا وامینا کیسا اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجہکو نہیں جانتا عاقل زیرک کا عاقل جاننے والا میں بعد نافع کے مخیس بنایا مکان مضبوط اور امیر دار وعدہ امانت دار عاقل ٹہرایا ہم خلاصہ یہہ ہے کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہوا اور اسکے جواز پر اجماع منعقد ہے کذا فی الزیلعی صفته ان یکون بموضع لیس به فراش ولا وطاء لیتضجر فیوفی صفت قیدخانہ یہہ ہے کہ ایسا مکان ہو جہان فرش اور بسر نہو تا محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے ہم بہتر یہہ تہا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا بحذف باء جارہ اور وطاء بوزن کتاب وسحاب خلاف غلط ہے چنانچہ قاموس میں ہے تو مشعور ہوا کہ فراش اور وطاء ایک ہی چیز ہے اور بعضون نے کہا کہ وطاء وہ فرش ہے جو سونے کے واسطے مہیا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر ہوا کذا فی الطحاوی وسعاده ولا یمنع احد من ان یدخل علیه للاستیناس الا اذا به وجبرانه لاحتیاجه للمشاورۃ اور کوئی تمام کیا جاوے اور اسکے پاس جانے پر بہی نگاہ کیسے واسطے گراوسکے قرابتدار

اور پڑوسی جاننے پاوین مشورہ کی احتیاج کے سبب سے ہم نہ منع ہوا سطے کہ اوسکے مشورہ سے بہ منع مشہور ہے یعنی اوادی ہین ولا یمکنون عندنا طویلا ومعاذ
ان زوجته لا تحبس معه لوفی الحابسة وهو الظاهر اور اقارب اور صاحب و منکے نزدیک یاد و نہ ٹھہرین اور مفاد عدم طول مکث اقارب یہہ ہو کہ مجبوس کی
زوجہ او سکے ساتھ قید کیجاوے اگر قید کرانے والی وہی ہو اور یہہ قول ظاہر ہے ہم زوجہ اقارب اور جیران مین داخل نہین تو انکا مذکور کہان حاصل ہوا اور
یہہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کر نیسے بحر الفائق مین یون مذکور ہے کہ جب مجبوس جماع کا محتاج ہو تو اوسکی زوجہ یا لونڈی او سکے پاس جانے
اگر وہان اوسکا مکان ہو اور اسمین دلیل یہہ ہے کہ زوجہ اوسکی قید کی جاوے او سکے ساتھ اگر وہ حابسہ ہو اوسکی اور یہہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمین یہی غلط
ہو کہ حابسہ ہونیکی تقیید ما تقدم سے مستفاد نہین بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقا ثابت ہوتا ہے بحر الرائق مین ہو کہ اگر زوجہ بر احتمال فساد ہو تو مشائخ کے نزدیک زوج کے
ساتھ قید کیجاوے کذا فی الطحاوی وفی الملتقط یمکن من وطی جاریته لو فیه خلوة اور ملتقط مین ہے کہ مجبوس کو قدرت دیجاوے اوسکی لونڈی کی قربت پر
اگر محبس مین خلوت ہو ولا یخرج للجمعة ولا للجماعة ولا لحج فرض فغيره اولى اور مجبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض
یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولے نہ نکلے ولا لحضور جنازة ولو كان بكفيل زيلعي وفي الخلاصة يخرج بكفيل لجنازة اصوله وفروعه
لا غيرهم وعليه الفتوى اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونیکے واسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ہے کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع کے
جنازہ کے واسطے نہ سوای اونکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناه ولم يجد من يخدمه يخرج بكفيل والا لا به يفتى اور اگر ایسا بیمار ہو کہ اسکو
ضعیف اور قریب الهلاک کردیا اور نہین پاتا کسیکو جو اوسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت کرنیوالا ہو تو
تو نہ نکلے اسیکا فتوی ہے ولا يخرج لمعالجة وكسب بل ولا يكتسب فيه ولو له دیون تخرج لغایہم ثم يحبس خانیه اور نہ نکلے علاج اور کمائی کیواسطے
بلکہ محبس مین بھی کسب نکرے اور اگر مجبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کے واسطے نکلے پس جاوے پھر قید کیا جاوے کذا فی الخانیہ ولا يضرب المحبوس الا في
ثلاث اذا امتنع عن كفارة الظهار والانفاق على قريبه والقسم بين نسائه بعد عظه والضابطة ما يفوت بالتاخير الى خلف اشباه
اور نہ مجبوس مارا جاوے مگر تین صورت مین ایک یہہ کہ کفارہ ظہار او اکرنے سے منع کرتا ہو باوجود قدرت دوسری یہہ کہ اپنے قرابتدار محتاج پر مال خرچ نکرے تیسرے یہہ کہ اپنی
زوجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جاوے تاخیر سے اور کوئی چیز اوسکی قائم مقام نہو تو
او سکے ترک مین ضرب ہے کذا فی الاشباہ ہم ضرب اسوجہ سے ہوتی ہے کہ تاخیر کفارہ مین مذہب کا ضرر ہے اور نفقہ ذی قرابت مین قرابت دار کا ضرر ہے کیونکہ اوسکا نفقہ ساقط
ہو جاتا ہے مدت گذر جانے سے اور اسیطرح مرد کے حبس مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزاد ما في الوهبانية وان فرّقه دونه فعل لا تقييد او تأديب به ولا بنفقة
في العنية فراجعه مین کہتا ہون اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جاوے جو وہبانیہ مین ہے یعنی اور اگر مجبوس بھاگنے کا ڈر ہو تو اوسکے واسطے مارا جاوے بیڑی
بیڑی ڈالدینے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی مین مذکور ہے یعنی اگر مجبوس سرکش ہو اور بھاگ جانیکا ڈر ہو تو دروازہ بند کیا جاوے اور ایک سوراخ
چھوڑ کہا جاوے جس سے روٹی پانی اسکو دیا جاوے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اسمین قاضی کی رای کو دخل ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحاوی ولا يغل الا
اذا خاف فرارہ فيقيد او يحول الى سجن اللصوص وهل يطين الباب الراي فيه للقاضي بزازيه اور مجبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جاوے مگر جب
او سکے بھاگ جانیکا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جاوین یا اوس محبس مین بدل دیا جاوے جو چورون کے واسطے مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چنوایا جاوے اسمین قاضی کو
اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البزازیہ ولا يجرد ولا يؤاجر وعن الثاني يؤجر لقضاء دينه اور نہ مجبوس برہنہ کیا جاوے کرتے اتار کر اور نہ مجبوس
محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جاوے او سکے ادای دین کے واسطے ولا يقام بين يدي صاحب الحق اهانة اور نہ
مجبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جاوے اوسکی ذلت کے واسطے ولو كان ببلد لا قاضي فيه لا ذمه ليلا ونهارا حتى يأخذ حقه جواهر الفتاوى اور
اگر صاحب حق اوس شہر مین ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کے ساتھ رہے رات اور دن یہان تک کہ اپنا حق پاجاوے کذا فی جواہر الفتاوی ہم صاحب حق کو ملازمت
مین اختیار ہے اور یہہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب نکرنے دے یا گھر مین نہ جانے دے اور اسیکی طرف اشارہ حدیث شریف مین ہے کہ لصاحب الحق اليد واللسان یعنی واسطے ملازمت

مراد ہو اور نہ بان سو سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سو متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح ف
تعیین مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار مین ہے جب کہ صاحب حق نے تعیین
مکان کا ارادہ نکیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا اخر فیجیبہ لذلک قنیہ مگر جب کہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے کذا فی
القنیہ و افتی المصنف تبعا لقاری الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر
کہ سہی یعنے تعیین مکان مین صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ینبغی ان لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحوہ اذ نہر
الفائق مین ہو لائق یہ ہے کہ قبول نکیا جاوے اگر شے نے محبوس کرنا مدعا علیہ کا چورون کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان مین طلب کیا ہو فرع مسئلہ تتمہ
فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء سجن علی حدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق مین محیط سو منقول ہے اور عورتون کے واسطے علحدہ مردون سو محبس بنایا
جاوے فتنہ رفع کرنیکے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم بالبینۃ عجل حبسہ بطلب المدعی بظہور المطل
بانکارہ اور جب کہ مدعیکا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اوسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درم کا تو قاضی اوسکو جلد قید کرے
مدعی کی درخواست سو بسبب ظاہر ہو جانے تادہندگی کے مدعا علیہ کے انکار سو ہم درم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندیکا تو دانگ کچھہ کم تین رتی چاندی کی
ٹہری طحطاوی نے کہا طلب مدعیکی قید اسواسطے لگائی کہ بدون اوسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہین مگر شریح کے قول مین ولا یثبت ببینۃ بل
باقرار لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعا علیہ کے اقرار سو ثابت ہو تو قاضی اوسکی حبس مین
جلدی نکرے بلکہ اوسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نمانے تو اوسکو قید کرے ہم جب کہ اقرار سے ثابت ہو تو اوسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اوسکی حبس مین
شتابی نکرے اور ادای دین کا اوسوقت امر کرے جب کہ اوسکے ادای دین پر خود قادر نہو اطلع پر کہ مدعا علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا دینیت کیا او
اس دعویکو گواہی سو ثابت کیا اور وہ چیز اوسکے پاس نکلی تو قاضی اوسکو لے اور ادای دین کرے کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے برعکس کہا سرخسی نے
یعنی اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس مین شتابی نکرے اور اقرار مین جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعا علیہ کہہ سکتا ہے درصورت گواہی کہ مجھکو اسکا دین معلوم
نتہا مگر اب معلوم ہوا سو مین اب ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار مین نہین ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر واستحسنہ الزیلعی اور کنز
اور درر مین ثبوت بگواہی اور اقرار مین برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ہم یعنے گواہی اور اقرار دونون مین حبس کی تعجیل نکرے اسواسطے
کہ ایفاء دین محتمل ہے تو حبس مین شتابی نکرے تاوقتیکہ اوسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ و
المجمع قال فی البحر وہو المذہب عندنا انتہی اور قول اول یعنے متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق مین کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے
نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی منیۃ المفتی لو ثبت ببینۃ یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن
التوفیق مین کہتا ہون اور منیۃ المفتی مین ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد الامر مین محبوس کیا جاوے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سو تو دوسرے بار
اور تیسری بار کے انکار مین قید کرے نہ اول بار کے انکار مین تو اب اقوال ثلثہ مذکورہ مین اتفاق ہو جانا چاہیے ہم یہہ توفیق نستو یہ کے قول مین ظاہر نہین ہوتی
اور نہ سرخسی کے قول مین اسواسطے کہ اوسکے نزدیک حبس مقرین شتابی سے ہے نہ منکرین تو یہہ نہین کہہ سکتے کہ حبس مقر مین تعجیل ہے دوسری اور تیسری
بار یا حبس منکر مین تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نکیا بحر الرائق مین قلانسی سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت
ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم مین تاخیر کرے اور طالب اوسکے حبس کا طالب ہو تو قاضی اوسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحبس المدیون فی
کل دین ہو بدل مال او ملتزم بعقد درر ومجمع وملتقی مثل الثمن ولو لمنفعۃ کالاجرۃ والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ و
لو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا بزازیہ لانہ التزمہ بعقد کالمہر وہذا ہو المعتمد خلافا لما فی قاضیخان لتقدیم المتون والشروح
علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاوے مدیون ہر ایک اوس دین مین جو عوض ہے مال کا یا لازم کر لیا ہو دین عقد سو کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن مبیع کے اگرچہ

ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اوسکو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک
ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہوں کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور جیسے
یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت میں محبوس ہوگا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہے برخلاف فتوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح
فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م قاضی خان نے کہا کہ در صورت دعوی افلاس حبس نہیں مگر ثمن اور قرض میں اور مہر معجل اور دین کفالت میں حبس بعد ظہار
مفلسی ہیں لیکن یہہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہے لہذا معتمد نہیں اشیاء مذکورہ میں حبس کرنیکی وجہ باوجود دعوی افلاس یہہ ہے کہ جب مال اوسکے ہاتھ
میں آیا یعنے مبیع اور قرض تو ادای دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمیں بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ
قبول مہر اور کفالت پر پیشقدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اوسکا یہہ قول کہ میں محتاج ہوں مسموع نہوگا کیونکہ یہہ قول مناقض کے مانند ہے بسبب
وجود دلیل کشادہ دستی کے حاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکہا والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے
نہ نادر پر کذا فی الطحاوی تعقد وكذا في الاختيار بدل الخلع هنا خطأ فتنبه م ان اختیار شرح مختار میں بدل خلع کو یہان شمار کرنا خطا ہے سو آگاہ رہنا
م بدل خلع کو یہان شمار کرنا یعنے جہان حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسي انه يحبس ايضا في كل عين يقدر على تسليمها كالعين
المغصوبة اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعا علیہ حبس کیا جائے ہر ایک اوس عین میں جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکہتا ہے جیسا کہ غصب
کی ہوئی چیز لا يحبس في غيرها اي غير ما ذكر وهو نيف وثلثون صورة بدل الخلع ومغصوب ومستهلك ودم عمد وعتق حظ شريك وارش جناية ونفقة
قريب وزوجة ومهر مؤجل حبس کیا جائے انکے غیر میں یعنے اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور یہ تیس سے زیادہ صورتیں ہیں ۱ بدل خلع ۲ بدل مغصوب ۳ مستلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اوسکا بدل ۴
دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت دار ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل قلت ظاهره ولو بعد طلاق میں کہتا ہوں اور ظاہر
اطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسمیں حبس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنے اگرچہ مہر مؤجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہیں وفي نفقات البزازية
يثبت اليسار بالاخبار هنا بخلاف سائر الديون اور بزازیہ کی نفقات میں ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہان یعنی نفقات میں بخلاف
باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لكن افتى ابن نجيم بان القول له بيمينه ما لم يثبت غناه فراجعه لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا کہ تنگدستی کے مدعی
منفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تاوقتیکہ اوسکی تونگری ثابت نہو تو اوسکی طرف مراجعت کر م مدار استدراک اسپر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہہ ہے کہ کشادہ دستی
شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اوسکے غیر میں شہادت سے کیونکہ اوسکی عبارت میں تعیین
نہیں کذا فی الطحاوی ولو اختلفا فقال المديون ليس بدل مال وقال الدائن انه ثمن متاع فالقول للمديون ما لم يبرهن رب الدين طحطاوی
بحثا واقره في النهر اور اگر دونون میں خلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ مجھپر دین بدل مال کا نہیں ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول
معتبر ہوتا وقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نکرے چنانچہ اسکو طحطاوی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں اسکو ثابت رکہا ہے م مدیون محبوس
نہوگا اگر مدعی فقر ہو فرع مسئلہ ملحقہ لا يحبس في دين مؤجل وكذا لا يمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد له السفر معه فاذا حل الاجل
منعه حتى يوفيه بدائع وقدمناه في الكفالة مدیون محبوس نہوگا دین مؤجل میں اور اسی طرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر
بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اوسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اوسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر
کر چکے ہیں کتاب الکفالۃ میں ان ادعى المديون الفقر اذ الاصل العسرة اشیاء اربعہ کے غیر میں محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلئے
کہ اصل تنگدستی ہے م یعنے ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور جو شخص امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو
بدون شہادت اوسکا دعوی مقبول نہوگا کذا في البحر الا ان يبرهن غريمه على غناه اي قدرته على الوفاء ولو بالاقتراض او بتقاضي غريمه مگر یہہ کہ
اوسکا صاحب دین اوسکی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادای دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کو تقاضا کرنے سے

له ایک نسخہ میں خطا کے بعد ظاہر یہی ہے ۱۲

حاصل یہ ہے کہ شارح نے غنا کو بقدرت علی الوفا اسواسطے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غناے زکوۃ مراد نہیں فواگر مدیون تو قرض دینے والا ہے اور وہ قرض لے تو
وہ ظالم ہے محبوس ہوگا کیونکہ حبس جزاء ظلم ہے اور اوسکا ظلم ثابت ہو چکا وجود مقترض سے اور اگر قاضی مدیون کی حق جانے لیکن اوسکا مال دوسرے پر ہو تو اس سے
تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نکرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحاوی عن
الحموی فیحبسه حینئذ بما رأی ولو یوما هو الصحیح تو قاضی حبس کرے اسوقت مین جسقدر مدت کہ اوسکی رای مین آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے
ہمنے جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رای پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اوسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس مین
آپ کو خلاص کر دیتا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت مین مدت حبس دو یا تین مہینے ہین اور حسن کی روایت مین چار مہینے سے چھ مہینے تک ہے اور
مین کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رای پر مفوض ہے کیونکہ لوگون کے حال متفاوت ہین کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال
ابو حنیفة اذا کان المعسر معروفا بالعسرة لم احبسه وفی الخانیة ولو فقره ظاهرا سأل عنه عاجلا وقبل بینته علی افلاسه وخلی
سبیله انتہی بلکہ ملتقط کی شہادات مین ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو مین اسکو محبوس نکرونگا یعنے اوسکے حبس کا حکم نکرون اور خانیہ مین ہے
کہ اگر اوسکی محتاجی ظاہر ہو تو اوسکا حال جلد لوگون سے دریافت کرے اور اوسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیة
قال المدیون حلفه انه ما یعلم انی معسر اجابه القاضی فان حلف حبسه بطلبه وان نکل خلاه واقره المصنف وغیره اور بزازیہ
مین ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھا گیا تو اوسکو حبس کرے مدعی کی درخواست
سے اور اگر قسم نکہائے تو اوسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرأی لمن له ملکة الاجتهاد فتنبه مین کہتا
ہون ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اوس قاضی کی رای کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنے قاضی غیر مجتہد کی رای کا کچھ اعتبار نہیں ہم چلبی نے
کہا کہ شارح اسمین قہستانی کا تابع ہوا ہے مین کہتا ہون کہ ایسا امر یعنے تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم بعد حبسه ما
رآه لو حاله مشکلا عند القاضی والا عمل بما ظهر بحر واعتمده المصنف پھر مدیون کے حبس کرنیکے بعد بقدر اوس مدت کے جو اوسکی رای مین آوے اگر
اوسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اوسکی نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگون سے اوسکا حال دریافت کرے اور اگر ظاہر ہو تو بموجب
ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسپر اعتماد کیا ہے سأل عنه احتیاطا لا وجوبا من جیرانه ویکفی عدل والاثنان احوط بعد
حبس اوسکا حال اوسکے پڑوسیون سے پوچھے بنابر احتیاط کے نہ بنابر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی نسبت یعنے اوس کا
مقصود ضرور نہیں ہے جو اخبار کہ لائق امر دینی ہے اسمین ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر مین دو شخصون سے دریافت کرنا احوط ہے
اور کیفیت اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجون کا سا حال ہے خوراک اور لباس مین اور حال اوسکا تنگ ہے اور ہمنے اوسکا حال ظاہر و
مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحاوی واما المستور فان وافق قوله رأی القاضی عمل به والا لا نفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور
مخفی ہو تو اگر اوس کا قول قاضی کی رای کے موافق ہو تو اوسپر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی انفع المسائل بحثا مگر بحر الرائق مین ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول
نہیں ولا یشترط حضرة الخصم ولا لفظ الشهادة الا اذا تنازعا فی الیسار والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار مین حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ
شہادت کا مگر جبکہ مدعی اور مدعا علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی مین تنازع کرین کذا فی القہستانی یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعا علیہ کہتا ہو کہ مین تنگدست ہون تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور
اسی طرح خبر واحد در صورت تنازع مقبول نہین بلکہ بینہ ضروری ہے قلت لکنها بالاعسار للنفی وہی لیست بحجة ولذا لم یجب السؤال انفع الوسائل فتنبه مین کہتا ہون لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی
گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ولہذا اوسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی انفع الوسائل سو خبردار ہو جامع بحر الرائق مین سغناقی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ
اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ یوالی نے کہا کہ شہود کہتے ہین کہ مدعا علیہ ضیق الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنے
اثبات ہے کذا فی الطحاوی فان لم یظهر له مال خلاه بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم و وقف واذا کان الدائن غائبا پھر اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اوسکو چھوڑ دے بلا ضامن

اگر تین صورتون مین ضامن نہ لیکر چھوڑے یتیم کے مال مین اور وقف کے مال مین اور جبکہ صاحب دین غائب ہو ہم مفلس چھوڑنے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اوسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو ... بہت دیر کا انتظار
ہو گیا ہو جب یہ ثابت ہوا تو اوسکو بعد اسکے قید کرنا ظلم ہے اور مال وقف کو صاحب بحر نے قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علماء متاخرین اوسکے تابع ہو گئے ہین اور قیاس مین کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا الا اذا ادعی الغیرۃ
حتی یثبت غرمہ غناہ کذا فی البزازیہ پھر جب بوجہ افلاس کے سبب حبس چھوڑا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نکرے اول رہنے کی وجہ سے جب اوسکے غریم کو پہلے فلس کا صاحب دین اوسکی مالداری ثابت نکرے کذا فی البزازیہ وفی
القنیۃ یحبس المحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی ایصالہ القضاء بہ حتی لا یحبسہ الدائن ثانیا اور قنیہ مین ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس کے گواہ گذرانے سو صاحب دین نے اوسکا چھوڑ دینا چاہا تو
اس بات سے کہ قاضی اوسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اوسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اسکو دوسری بار قید نکرا دے ہم شارح نے یہان ایک جملہ
قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنے صاحب دین قبل تفلیس اوسکا اطلاق چاہے اور محبوس کہے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے
کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ **فرع** مسئلہ لمحۃ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب ربہ یریدتطویل حبسہ ان علمہ وقدرہ اخذہ منہ
کفیلا وخلاہ خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہو گیا تطویل حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اوسکو یا
مدیون سے ضامن لے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ہم ضامن لے یعنے مال ضامن اور حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق
المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہین مگر اوسکے
مدعی کی رضامندی سے مگر جب کہ اوسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اوسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی
اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعمیم ہے چنانچہ ہمنے اسکے طرف اشارہ
کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ ضربت لابلاء
الاعذار اور اگر کہا اوس شخص نے جسکے محبوس کرنیکا ارادہ ہوا کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اوسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت مقرر کر دے اور اسکو
قید نکرے اسواسطے کہ تین دن آزمایش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہو گئے ہین یعنے اتنے عرصہ مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار
یحبسہ ای لیبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجیء تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اوسکو حبس کرے
یعنی اسواسطے کہ تا اوسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اوسپر ہے اگرچہ بیچ بثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یمنع غرمائہ
عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جاوین مدیون سے اوسکے دین والے بنا بر ظاہر الروایۃ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا
مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دیوے اور اگر ارباب دیون اوسکے ساتھ رہنے کا قصد کرین تو قاضی اونکو نہ روکے یہی ظاہر الروایۃ ہے امام سے خلافا للصاحبین امام کی
دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہے تا حصول قدرت ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اوسکے ساتھ رہین تاکہ وہ مخفی نکرڈالے کذا فی الطحطاوی
فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیون مفلس کے ساتھ لگے رہین لیکن نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ
رہین ہم اور ملازمت مین بہتر قول وہی جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود مین ملازمت کرے اور اوسکو جورو لڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو
دونون وقت کے کہانے سے روکے اور نہ وضوسے اور نہ جای ضرور سے جانیسے خواہ دائن آپ اوسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کر دے اور
یہ جائز نہین کہ اسکو دہوپ مین رکھے یا برف پر بیٹہلا کر ایسے مکان مین کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی وکیستاجر للمرأۃ امرأۃ تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے
واسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اوسکے ساتھ بنی رہے کذا فی القنیہ **فرع** مسئلہ لمحۃ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ فالخیار
للطالب الا بضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہے کہ طالب کو اختیار دیا جاوے گا مگر ضرر سے یعنی اگر
ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اوسکے گھر مین نجانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس ہی اچھا ہے کذا فی البحر وکلفہ فی البزازیۃ بکفیل
بالنفس اور بزازیہ مین حاضر ضامن دینے سے اوسکو مکلف کیا ہے ہم خانیہ مین ہے کہ اگر اوسکی ملازمت مین اوسکی روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اوسکو چھوڑ دے
کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمتہ بلا امر قاض لو مقرا بحقہ اور طالب کو اوسکی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اوسکا حق کا

ولا يقبل برهانه على افلاسه قبل حبسه لقيامها على النفي وصححه عزمي زاده ٭ اور مقبول نہین مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے
بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنے نفی غنا پر اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم بلا تائید حبس گواہی لینے پر مقبول نہین اسواسطے کہ جب چند مدت
وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اوسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اوٹھاتا اور اس قول کی صاحب نہایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی
عن الهداية وصحح غيره قبولها اور غیر عزمی زادہ اور علمانے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے ہم اور اسیکا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور اسمعیل
بن حماد بن ابی حنیفہ اور بنصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول عليه رأيه كما مر فان علم اعساره قبلها والا لا
غرفليحفظ اور اعتماد اوسپر ہے قاضی کی رائے ہے سو اگر قاضی اوسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہین تو نہین کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
وبينة يساره احق من بينة اعساره بالقبول لان اليسار عارض والبينات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہے اوسکی
افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیان تو اثبات کے واسطے ہین نہ نفی کیواسطے ہم یعنے اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری
اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت مین مالداری کی گواہی احق بالقبول ہے بدلیل گذشتہ نعم لو بين سبب اعساره وشهدا به فتقدم
لاثباتها امرا عارضا بحثا واعتمدا فى النهر ہان اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان کرے اور گواہ اوسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی
مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنے یہہ گواہی اثبات کی ہوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفى
القنية ان لم يبينوا مقدار ما يملك قبلت والا لم يمكن قبولها لانها قامت للمحبوس وهو منكر والبينة متى قامت للمنكر لا تقبل اور
قنیہ مین ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اوس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اوس کا قبول
کرنا ممکن نہین اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہین وابد حبس الموسر
لانه جزاء الظلم قلت وسيجيء فى الحجر انه يباع ماله لدينه عندهما وبه يفتى وحينئذ فلا يتابد حبسه فتنبه اور محبوس مالدار کی دائمی
کیا ہو اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظلم کا مین کہتا ہون اور کتاب الحجر مین آگے آویگا کہ مدیون کا مال اوسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور
اسی کا فتوی ہے اور اسوقت مین تو اوسکا حبس دائمی نہین رہتا تو خبردار ہو جاؤ یعنے بموجب قول مفتی بہ مال بیچکر دین ادا کر کے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر دوام
حبس کہان باقی رہا ولا يحبس لما مضى من نفقة زوجته وولده اذا ادعى الفقر وان قضى بها لانها ليست بدل مال ولا لزمته بعقد على ما
مر حتى لو برهنت على يساره حبس بطلبها اور قید نکیا جائیگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کیواسطے جب کہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے
نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہین اور نہ اسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہان تک کہ اگر زوجہ اوسکی
مالداری شہادت سے ثابت کریگی تو اوسکی درخواست سے حبس ہوگا ہم خلاصہ یہہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ مین حبس نہین درصورت ادعای فقر مگر اوس صورت مین
جب کہ زوجہ اوسکی مالداری ثابت کرے کذا فی المنح بل يحبس اذا برهنت على يساره بطلبها كما لو ابى ان ينفق عليها او على اصوله وفروعه
فيحبس احياء لهم بل بلکہ زوج محبوس ہو جب کہ اوسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے
سے یا اپنے اصول اور فروع پر طرح کرنے سے تو حبس کیا جاوے اون لوگون کے جلانے کے واسطے قلت وهل يحبس لمحرمه لو ابى لم ار ان وظاهر تقييدهم
لا لكن ما مر من الاشباه لا يضرب المحبوس الا فى ثلاث يفيده فتامل عند الفتوى مین کہتا ہون اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب اگر
نفقہ دینے سے انکار کرے مین نے اسکو صریح نہین دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہہ ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ
دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صور تو نہین مفید حبس ہے تو تامل کیجیو فتوی دینے کیوقت ہم منجملہ صور ثلثہ ایک
صورت یہہ ہے جب کہ انفاق نکرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہین کیونکہ اصول اور فروع اقارب مین داخل نہین اور اقارب مین کسیکا نفقہ
واجب نہین مگر قرابتدار محرم کا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ عدول جائز نہین قول صریح سے اوس تقیید کیطرف جو ذکر عدد سے ماخوذ ہے وسيجيء حبس الوالي

بِدَینِ الصَّغیرِ اور آگے آویگا مجوسی ہونا ولی کا صغیر کے دین سے ضمنے ہو وین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہوا ہے واسطے کہ اوسکے سوا ولی اوسکا متولی نہیں ہے جو دین کو
کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصلہ ولٰکن علا فی دَینِ فرعِہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ وانصحیح عند محمد ابنہ عقار او کمنقول
بجا قلیحفظ نہ مجوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو مثلاً دادا پردادا اور نانا پرنانا اپنے فرع کے دین میں بلکہ قاضی فرع کا دین اصل کے عین مال سے یا اوسکی قیمت سے ادا
کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح یہی اوسکی اراضی کی بیع مانند اوسکے اموال منقولہ کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ حبس اصول سوا سطے جائز نہیں کہ
حبس عقوبت ہے اور والد اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اُف کہنا حرام ہوا موجب نص قرآنی کے تو حبس تو بدرجہ اولیٰ
ہوا اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد مجوس ہوگا اپنے اصل کے دین میں اور ایک قرابتدار دوسرے قرابت دار کے
دین میں مجوس ہوگا عین مال اصل سے اوسوقت قضا دین کرے جب کہ موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اوسوقت جب کہ مال موجود اوسکے حق کی جنس سے
نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاض نائبا الا اذا فوض الیہ صریحا کولِّ من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ھنا
اقوی لان فی التصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ولّ من شئت واستبدل او استخلف من شئت
فان قاضی القضاۃ ھو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اوسوقت جب کہ بادشاہ کیطرف سے اسکو
نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ والی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یون کہنا سلطان کا کہ میں نے
تجھکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہان قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نائب کرنیکا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت
مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونو کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول مین کہ والی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی
القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں مین ہر طرح منصوب اور معزول کرنے مین ھ غیر مفوض کو استخلاف مین اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے
استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہیں
کرسکتا تو توقع فساد نیابت قضا مین زیادہ ہے اور اگر قاضی نے نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کیا اور کتابت اقرار کی اجازت ندی اور نہ حکم دینے کی تو اوسکے
امر کے موافق کرے اور اوسکو حکم دینا جائز نہیں اور بزازیہ مین ہے کہ نائب حکم کرے اوس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو
گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المأمور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اوس شخص کے
جو مامور ہوا سلطان کیطرف سے جمعہ کی نماز پڑہانے کے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کرسکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا ذکرہ
ابن ملک وغیرہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اوسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجاوے اور یہہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ
ہے آفات اور بیماریون کا تو گویا سلطان نے اوسکو نائب کرنے مین اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جاوے سو اسواسطے یہہ
جمعہ تاخیر عن الوقت کا محتمل نہیں بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب
اگر بیمار ہوجاوے یا اوسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے امام جمعہ کو استخلاف اوسوقت جائز
ہے جب کہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ سماع خطبہ شرائط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اوس امام کے جسکا وضو ٹوٹا
اور اوس نے اوسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تہا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہان بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ درحق اصل موجود ہے
کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ منلا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ وانما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقد مرّ فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے
درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اوسکی کچہہ اصل نہیں وہ تو اوسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجہا ہے اور البتہ یہہ گفتگو جمعہ مین ہوچکی ھ ملا خسرو نے کہا
کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہیں بلا اذن کے یعنی بلا سبق حدث اور درصورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اوس نے بضرورت جائز کہا
اپنی شرح مین کذا فی الطحطاوی نائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وہو السلطان وحینئذ فلا یملک

ف ذکر مسائل استخلاف قاضی

ان يعزله القاضي بغير تفويض منه للعزل ايضا كوكيل وكل وكذا لا ينعزل ايضا بعزله ولا بموته ولا بموت السلطان بل بعزله زيلعي وعيني وابن ملك وغيرهم في الوكالة واعتمدا في الدرر والملتقى وفي البزازية وعليه الفتوى وتمامه في الاشباه وفي فتاوى المصنف وهذا هو المعتمد في المذهب لا ماذكره ابن الغرس لمخالفته للمذهب اوس قاضي كا نائب جسكو فقط نائب كرنا مفوض ہے نہ معزول كرنا وہ نائب بمنزلہ مثل ہوتی سلطان كيطرف سے اور اسوقت مين تو قاضي اوسكے معزول كرنيكا مالك نہين بغير تفويض كرنے سلطان كے معزول ليكن بھی نہ اوس وكيل كے جسنے وكيل كيا ہو يعني باذن موكل كہ وہ معزول نہين ہوتا اوسكے عزل سے اوسيطرح نائب قاضي بھی معزول نہين ہوتا قاضيكے معزول كرنيسے اور نہ اوسكی موت سے اور نہ سلطان كی موت سے بلكہ نائب مذكور سلطان كے معزول كرنيسے معزول ہوتا ہے چنانچہ زيلعي اور عيني اور ابن ملك نے كتاب الوكالة مين ذكر كيا ہے اور درر اور ملتقى مين اوسپر اعتماد كيا ہے اور بزازيہ مين ہے كہ اسی پر فتوى ہے اور پورا بيان اسكا اشباہ مين ہے اور مصنف كے فتاوى مين ہے اور يہی قول معتمد في المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن الغرس نے ذكر كيا بسبب مخالف ہونے منقول كے واسطے مذہب كے ہم ابن غرس نے فواكہ بدريہ مين ذكر كيا كہ نائب قاضي ہمارے زمانے مين معزول ہوجاتا ہے قاضي كی معزولی اور موت سے كذا نقلہ الطحاوي عن المنح ونائب غيرہ اي غير المفوض لہ ان قضى عندہ او في غيبتہ واجازہ القاضي صح قضاؤہ لو اہلا لو قضى فضولي اذ ہو في غير نوبتہ واجازہ جاز لان المقصود حصول رأيہ بحر قال وبہ علم دخول الفضولي في القضاء اور غير قاضي مذكور كا نائب يعني جس قاضي كو نائب كرنا سلطان كيطرف سے مفوض نہين اوسكا نائب اگر فيصلہ كرے قاضيكے روبرو يا قاضي كی غيبت مين فيصلہ كرے اور قاضي اوسكو جائز كہے تو نائب كا فيصلہ صحيح ہے اگر نائب اہل ہو قضا كا يعني اگر رقيق يا محدود في القذف يا كافر ہو تو صحيح نہين بلكہ اگر شخص اجنبی يا خود قاضي اگر غير نوبت قضا مين فيصلہ كرے اور بعد قاضي ہونيكے اوسكو جائز ركھے تو جائز ہے اسواسطے كہ مطلب تو اوسكی رای حاصل ہوناہی اور وہ ان صورتون مين حاصل ہے كذا في البحر صاحب بحر نے كہا اور اسی سے معلوم ہوگيا فضولي كا داخل ہونا قضا مين **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح كا في الاشباہ والمنظومة المحبية لو فوض لعبد قضاء صح ولو حكم بنفسہ لم يصح ولو عتق نفذ حكمہ بخلاف صبي بلغ اشباہ اور منظومہ محبيہ مين ہے كہ اگر سلطان نے غلام كو عہدہ قضا مفوض كيا اور اوس غير شخص كو جو لياقت قضا ركھتا ہے قضا تفويض كی تو صحيح ہے اور اگر غلام نے خود حكم كيا تو صحيح نہين ہے اور اگر غلام جبكو آزاد ہوا پھر اوس نے حكم كيا تو صحيح ہی بخلاف صغير كے جو بالغ ہوا ہم صاحب اشباہ نے احكام صبيان مين بزازيہ سے نقل كيا كہ سلطان يا والي اگر نابالغ ہو پھر جب كہ وہ بالغ ہو تو تقليد جديد كی حاجت ہی انتہی اور سلاطين قاضي كا ذكر نہين كيا مگر عموم والي مين قاضي بھی داخل ہے كذا في الطحطاوي واذا رفع اليہ حكم قاض آخر نفذہ وحل المیت والمعزول الحكم لرأيہ لانہ نكرة في سياق الشرط فيعم فافہم لو قيد اتفاقي اذ حكمہ نفسہ قبل ذلك كذلك ابن كمال نفذہ اي الزمہ الحكم والعمل بمقتضاہ اور جب كہ مرافعہ ہو قاضي كيطرف دوسرے قاضي كے حكم كا تو اوسكو نافذ كرديتا ہے اور اوسكے حكم كو اور عمل بمقتضاء حكم كو لازم كردے يعني اپنے حكم ميں اوسكے حكم كو نافذ اور لازم كردے شارح نے كہا قاضي كی قيد سے محكم نكل گيا اور قاضي ميت اور قاضي معزول اور وہ قاضي جسنے اپنی غرض كے مخالف حكم كيا داخل ہوگيا اسواسطے كہ لفظ قاضي نكرہ ہے سياق شرط مين تو عام ہوگا جميع انواع مذكورہ كو سو اسكو سمجھ لے اور دوسرے قاضي كی قيد اتفاقي ہے اسواسطے كہ خود اوس قاضي كا حكم قبل اسكے تنفيذ قبل مرافعہ ايسا ہی ہے يعني اپنے حكم كو بھی بعد مرافعہ جاري كرنا چاہيے كذا ذكرہ ابن كمال ہم محكم كو اسواسطے نكالا كہ اگر اوسكے حكم كا مرافعہ ہو قاضي كے پاس تو اگر قاضيكے مذہب كے موافق ہو تو جاري كرے اور اگر موافق نہو تو باطل كرے اسواسطے كہ محكم كا حكم رافع خلاف نہين ہوتا چنانچہ باب التحكيم مين آويگا اور عموم قاضي مين اہل بغي كا قاضي بھی داخل ہے اسواسطے كہ قاضي اہل عدل اوسكے حكم كو نافذ كرے بشرطيكہ اہل عدل كے موافق ہو تہستاني مين منقول ہے كہ قاضي ثاني پر قاضي اول كا حكم جاري كرنا واجب ہی تو وہ اسكو رد نہين كرسكتا اور اگر ثاني نے رد كيا تو قاضي ثالث قاضي اول كے حكم كو جاري كرے اور ثاني كے رد كو رد كرے كذا في الطحطاوي لو مجتہدا فيہ عالما باختلاف الفقہاء فيہ فلو لم يعلم لم يجز قضاؤہ ولا يمضيہ الثاني في ظاہر المذہب زيلعي وعيني وابن كمال قاضي ثاني قاضي اول كا حكم نافذ كرے بشرطيكہ حكم مجتہد فيہ ہو يعني جس امر مين مجتہدون كا اختلاف ہوا ہو ہر قول مستند بدليل اور قاضي جانتا ہو كہ اسمين فقہا يعني مجتہدون كا اختلاف ہے تو اگر قاضي نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدين كو تو اوسكی قضا جائز نہين اور نہ قاضي ثاني اوسكو جاري

اگر وہ ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال ھم خلاصۂ مقام یہہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہا
ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اوسکی تنفیذ واجب ہے یہہ صورت متعین ہے جب کہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر
نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اوسکو جاری کرے اور اگر عمدًا حکم کیا تو اسمین دو روایتین ہین یعنے تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین
کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اوسکا حکم نافذ نہ ہے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حکم کیا جو خود اوسکے نزدیک خطا ہے اور فتوی
صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے قنیہ مین ہے کہ قاضی مقلد جب اپنی مذہب کی مخالف حکم کرے
تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنی مذہب کے مخالف سہوًا یا عمدًا قضا نافذ نہین اسواسطے کہ جو اپنا مذہب
عمدًا چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اوس کی تقلید نہین کی مگر اوسکے مذہب کی جہت
سے نہ اوسکے غیر کے مذہب سے اور یہہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسی واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابو حنیفہ کے مذہب
پر شرعًا حکم کرے اور وہ خلاف نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے
یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اوسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف
حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہین محمد کے نزدیک خود اوس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی ما فی
البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہے وہی قول معتمد علیہ ہے مذہب مین اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہہ ہو کہ قاضی
مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اوس قاضی مجتہد کے ہے جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم
اوسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولے نافذ نہوگی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے یہی منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ
یہہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصۃ وغیرہا بخلافہ وکانہ تیسیرًا فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہے کہ خلاف اوسکے
فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے م خلاف اوسکے فتوی دیا گیا ہے یعنی قضا علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اوس مسئلہ مین
اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فواکہ بدریہ مین مین کہتا ہون لائق یہہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نکیجے خصوصًا ہمارے زمانہ مین
اسواسطے کہ ہمارے زمانہ کے قاضیون کو اپنی مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جای علم مذاہب بقیہ مجتہدین پہر اوس نے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی
نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہے یعنے جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو
اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد **بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر** یعنے
دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہے الزم کا یعنے قاضی حکم کو لازم کرلے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اوسکے
سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہو کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنے حکم قاض کیطرف راجع کیجئے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم
اسوقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور حضار شہود اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزازیہ مین ہے
کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پہر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء
اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اوس سے مال دلادے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اوسکے نسب کا انتہی **قولہ کان**
فیحکم بمذھبہ لا غیر یعنی اور اگر ایسا نہین تو یہہ افتا ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اسکے کذا فی البحر ھم حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہے بقرینہ قولہ
کان افتاءً اور اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ کان افتاءً حکم اول کے طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہو
انتہی خلاصۂ مطلب حلبی یہہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہہ افتا ہے یعنی طلب فتوی ہو نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنی مذہب کے موافق
فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور حاصل مضمون طحطاوی یہہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتا ہے نہ قضا

تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وَسَیَجِیُٔ اٰخِرَ الکِتَابِ وَاِنَّہٗ اِذَا ارْتَابَ فِی حُکْمِ الْاَوَّلِ لَہٗ طَلَبُ شُہُوْدِ الْاَصْلِ اور آخر کتاب میں
مسائل شتّٰی میں قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہہ پڑے قاضی اول کے حکم میں تو اوسکو اختیار
ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال وبہ یُعْرَفُ اَنَّ
تَنَافِیْذَ زَمَانِنَا لَا تُعْتَبَرُ لِتَرْکِ مَا ذُکِرَ صاحب بحر نے کہا اور اوس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کی تنفیذات معتبر نہیں
بسبب ترک کرنے اوس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم نے بعض قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے معتبر نہیں کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیتا ہے اسطرح کہ
صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہے خلاف قاضی کے حکم پر تا قاضی ثانی اوسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اوسنے اوسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق میں ہے
میں کہتا ہون اور گاہے یہہ لکھدیا جاتا ہے قاضی اول کے وثیقے پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وَقَدْ تَعَارَفُوْا فِیْ زَمَانِنَا الْقَضَاءَ بِالْمُوْجَبِ
اور البتہ رائج ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیون مین قضا بالموجب یعنے موجب پر حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب
نہر نے ابن غرس سے تو مزید توضیح کیواسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن غرس نے فواکہ بدریہ میں کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو صریح
فیصلہ ہوتے تھے مثلا یون کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا تسلیم مین بیہ کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک اور اسطرح
حکم صریح ہونا اصل ہے اسباب مین پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی توسّع اور آسانی کے واسطے پھر تو بیہودگی کی یہان تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے
مدلول اور معنے سے آگاہ نہیں وہ کہتا ہے کہ مینے حکم بالموجب کیا انتہی لفظا موجب لغت میں اسکو کہتے ہیں جسکو کوئی شئے واجب کردے اور اسکو مقتضی ہو
اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وَہُوَ عِبَارَۃٌ عَنِ الْمَعْنَی الْمُتَعَلِّقِ بِمَا اُضِیْفَ اِلَیْہِ فِیْ ظَنِّ الْقَاضِیْ شَرْعًا مِنْ حَیْثُ
اَنَّہٗ یَقْتَضِیْ بِہٖ اور موجب عبارت ہے معنے متعلق بعقد سے جو عقد کہ شرعا مضاف اور منسوب ہے موجب کے طرف قاضی کے ظن مین جس حیثیت سے کہ قاضی اوسکا حکم
کرتا ہے ہم مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت مین مقتضای بیع ہے یعنی خارج ہونا
مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اوسکا مشتری کی ملک مین اور تسلیم اور تسلّم ثمن اور مثمن مین الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہہ معنی محکوم بہ
جو مضاف اور منسوب ہے بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن مین شرعا وہی موجب ہے یہان اور اسکو عقد بیع مقتضی ہے اور بحیثیت تقضا کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ مثلا قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اسواسطے
کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضیکو اوسکا دھیان بھی نہیں تو یہہ موجب متعلق بالحکم نہوا اس مراد سے کہ قاضی نے اوسکا بھی حکم کر دیا فتامل کذا
فی الطحطاوی فَاِذَا حَکَمَ حَنَفِیٌّ بِمُوْجَبِ بَیْعِ الْمُدَبَّرِ کَانَ مَعْنَاہُ الْحُکْمَ بِبُطْلَانِ الْبَیْعِ سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب
اوسکا حکم ہے بطلان بیع کا یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اوس بیع مین تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے
اس بیع کے موجب کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہہ ہوگا کہ یہہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت مین وہ معنے ہین جو اس بیع محکوم بہ کے طرف مضاف ہے
شرعا قاضی کے ظن مین یعنے اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی وَلَوْ قَالَ الْمُوَثِّقُ وَحَکَمَ بِمُقْتَضَاہُ لَا یَصِحُّ لِاَنَّ الشَّیْءَ لَا یَقْتَضِیْ بُطْلَانَ نَفْسِہٖ
اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شے اپنی ذات کے باطل ہونیکو مقتضی نہیں ہوتی ہم
یعنی اگر قاضی یا موثق یون لکھے کہ مین نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک تو یہہ حکم عدم کا ہے
سنی ہوا تو قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دیسکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ محل شافعیکو مانع نہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضا بیع مدبر کا حکم منوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا کچھ
مقتضا ہی نہیں ہے اسواسطے کہ ہر شئی اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وَبِہٖ ظَہَرَ اَنَّ الْحُکْمَ بِالْمُوْجَبِ اَعَمُّ ہم اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم
بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے
فواکہ میں کہا لازم یہہ آتا ہے کہ بیان حکم مین موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کے قضا کی بعض صورتون مین چنانچہ بیع المدبر کی

صورت مین اتحاد اور موجب اور مقتضا مجتمع ہوجاتے ہین بیع صحیح کی قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہوچکا فوائد بدریہ مین کہا حاصل یہہ ہے کہ موجب بیان مقتضا کی سابقہ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہے فلہذا متبادر ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہے الی آخر ما قال کذا فی الطحاوی الا ما عری عن دلیل مجمع درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جبکہ سراسر دلیل سے اوسکو جاری نکرے کذا فی المجمع ہم صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا سراسر الدلیل کی ایک صورت یہہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ چندسال صاحب دین مطالبہ نکرے کذا فی الطحاوی او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنے قضا بلزوم حق متروک التسمیہ عمدًا سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق ہوے درحالیکہ کرنا چاہو کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمدًا حلال ہے اوسکا کہانا اور بیع اوسکی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمدًا حلال نہین نہ اوسکی بیع صحیح ہے بدلیل آیت قرآنی وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی او رنکہاؤ اوس جانور کو جسپر اللہ کا نام نہین لیاگیا کذا فی الطحاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ مین ظاہرا آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اوسکو باطل کریگا جاری نکریگا او سنۃ مشہورۃ کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہے ہم سعید بن مسیب کا یہہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل حلال ہوجاتی ہے بدون اسکی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اوسکو نافذ نکرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ وکبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع صحابہ کرام کے اوسکے فساد پر اور جیسے ام الولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہے بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہہ مذہب ہے کہ ام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور یہی قول ہے محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہے اور شیخین کا یہہ مذہب ہے کہ قضاء مذکور نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نہ آوے اور فتح القدیر مین ہے کہ قضاء مذکور دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہے بدائع مین ہے کہ اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نکرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحاوی ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفتہ للحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کردیا بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اوسپر ہین جو دعوی کرے اور قسم اوسپر ہے جو منکر ہوا او بالقصاص بیمین الولی واحد من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب متعین کردینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے ہم بعضے علمانے کہا کہ یہہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جب مدعا علیہ مین اور مقتول مین عداوت ظاہرہ ہوا اور اسکی عداوت غیر مدعا علیہ سے معلوم نہو نیز مدعا علیہ محلہ مین موجود ہوا اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم ولی مقتول سے اوسکے دعوی پر بپر جب وہ قسم کہاوے تو اوسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک اسمین دیت اور قسامہ ہے تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اوسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہہ قضا مخالف اجماع ہے کذا فی الطحاوی عن العالمگیریۃ او بصحۃ نکاح المتعۃ والموقتۃ یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نکرے او بصحۃ بیع عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نکرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا اسمین ہمارے اصحاب سے کچھ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول نہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہہ قضا فصل مجتہد فیہ مین ہے کذا فی الطحاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ طلاق الدور وبقاء النکاح کما مر فی بابہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقاء نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین و قضاء عبد وصبی مطلقًا

اور قضا غلام اور صغیر کی مطلقا نافذ نہیں یعنی خواہ حر پر حکم کرین یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی العینی وقضاء الکافر علی المسلم ابدًا ونحو ذلک
کالتفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ لا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اوسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی
کی گواہی سے نافذ نہیں ہوتا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ مین وھکذا فی الاشباہ نیفا واربعین اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے اشباہ مین چالیس اور چند
مسائل شمار کئے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ مین بطریق حصر کے مذکور نہین حموی سے کہا اور جن مسائل مین قضاء قاضی منقوض ہوتی
ہے اونکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر مین ہے جسکو جی چاہے وہ کتب مذکورہ کیطرف مراجعت کرے وذکرہ فی
الدرر لا ینفذ سبعۃ مواضع ما لو قضیت المرأۃ بحد او قود وسیجی متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر مین قضا نافذ کی سات صورتین
مذکور کین اونمین سے ایک یہہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہہ مسئلہ متن مین آویگا کتاب القاضی الی القاضی مین اوسکے برخلاف جسکو مصنف
نے شرح مین ذکر کیا ہم کہتے ہین دو قول ہین خانیہ مین نفاذ مذکور ہے اور بزدوی نے قضا جامع کے مقدمہ مین عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والاصل ان
القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ قضا صحیح ہے
موضع اختلاف مین نہ موضع خلاف مین اور اختلاف اور خلاف مین فرق یہہ ہے کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہے خلاف کے واسطے ہم یہہ تفرقہ عرفیہ ہے والا
فقد قال تعالٰی وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب اور حالانکہ اہل کتاب کے واسطے کچہ دلیل نہین اور مراد شارح
یہہ ہے کہ موضع خلاف مین کوئی دلیل صحیح نہین مخالف کی نظر مین والا اوسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وھل اختلاف الشافعی
معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہہ ہے کہ ہان معتبر ہے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ مین ہے
ہدایہ مین کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہہ ہے کہ یہہ شرط نہین تو سلف کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لا یدخل تحت القضاء
بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہین یعنی اوس سے کوئی حکم متعلق نہین بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور اوسکی تاریخ
معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ مین کذا فی الطحطاوی فلو برھن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برھنت امرأۃ ان المیت نکحھا بعد ذلک
قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پہر کوئی عورت گواہ لائی کہ میت مذکور نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو ثبوت نکاح کا
حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث ان کے ساتھہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہین اور استحقاق میراث سبب
علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونون گواہون
پر عمل ممکن ہے ولو برھن علی قتلہ فیہ فبرھنت ان المقتول نکحھا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پہر عورت گواہ لائی
کہ مقتول نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اوسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا
جمیع العقود والمداینات اور اسیطرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہین ہم عقود چنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات چنانچہ قرض
اور ودیعت مستہلکہ یعنی جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا مین کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ التی قدمناہا لانہ نقل ثبتہا
بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اوس زوجہ کے مسئلے مین جسکے ساتھہ لڑکا ہے اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے
اوس تاریخ کے ساتھہ جو متناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اوسکی ولوالجیہ مین یون ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ اوسنے اوسکے باپ کو عمدا تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت ہوئی اور مین اوسکا وارث ہون کوئی اوسکا وارث نہین سوای میرے اور اس دعوی کو گواہون
سے ثابت کیا پہر ایک عورت آئی اور اوسکے ساتھہ ایک لڑکا ہے سو اوسنے گواہی قایم کی اس پر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھ سے نکاح کیا اور یہہ
لڑکا اوس کا ہے اور اوسکا وارث ہے اس مدعی کے ساتھہ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین یہہ مستحسن جانتا ہون کہ عورت کے گواہون کو جائز رکھون اور ولد کو
ثابت النسب کہون اور قتل کے گواہون کو باطل کر دون اور یہہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہے اوس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا

فرق درمیان خلاف و اختلاف
یعنی اونمین اختلاف ہے اور جس امر مین اختلاف ہے وہ اوس مین مجتہد ہے
یعنی بیس برس اونمین اختلاف ہے اور بین مجہول دعوی کی

ساتھ نلادی تو ابن مدعی کے گواہ مقبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحاوی وَاسْتَثْنَیٰ مُحَشّوهَا مِنَ الاَوَّلِ مَسَائِلَ
مِنْهَا اِذَا ادَّعیَا مِیْرَاثًا فَلاَ یَسْتَحِقَّانِ تَارِیخًا اور اشباہ کے محشیون نے مستثنیٰ کیے چند مسائل کو اول سے یعنے یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ کہ
کہ دو شخصون نے ایک چیز مین میراث کا دعوی کیا تو میراث اوسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہے ہم ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے مینے اسکو اپنے باپ سے
میراث مین پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے مین ہے تو یہان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نکی یا دونون نے ایک ہی
تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحاوی وَبَرْهَنَ الوَکِیْلُ عَلیٰ وَکَالَتِهٖ وَحُکِمَ بِمَا ثُمَّ ادَّعَی المَطْلُوْبُ مَوْتَ الطَّالِبِ مَعَ الدَّفْعِ
قبض مین کیے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر یون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مرگیا بعد
توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنے وکیل اب مطالبہ نہین کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہین ہے طحاوی نے کہا
یہان حکم کہان ہے جو کہیئے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہین ہے یہ تو فقط دفع ہے دعوی کا بَرْهَنَ اَنَّهٗ اشْتَرَاهُ مِنْ اَبِیْهِ مُنْذُ سَنَةٍ وَبَرْهَنَ ذُو الیَدِ
عَلیٰ مَوْتِهٖ مُنْذُ سَنَتَیْنِ لَمْ تُسْمَعْ وَقِیْلَ تُسْمَعُ مدعی گواہ لایا کہ اوس نے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر
دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہو گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہو گی ہم استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ مین ہے کہ
یہی قول صواب ہے کذا فی الطحاوی وَسِرُّہٗ اِنَّ القَضَاءَ بِالبَیِّنَةِ عِبَارَةٌ عَنْ دَفْعِ النِّزَاعِ وَالمَوْتُ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ مَوْتٌ لَیْسَ مَحَلاًّ لِلنِّزَاعِ لِیُرْتَفَعَ بِاِثْبَاتِ
بِخِلَافِ القَتْلِ فَاِنَّهٗ مِنْ حَیْثُ هُوَ مَحَلٌّ لِلنِّزَاعِ کَمَا لاَ یَخْفٰی اور بھید اوسکا یعنے موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت ہے دفع
نزاع سے اور موت اس وجہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہین کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہین اور میراث کا سبب منعقد ہی موت سے
جسوقت کہ موت ہوگی مال اوسکا وارث پائیگا بلا خصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہین ہم اخیاس مین کو
ہے کہ محمد نے دونون مین فرق بیان کیا ہے ہسطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت مین کوئی حق لازم نہین توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بطلم عا
نہین قصد سے یا دیت ہے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر مین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین مذکور ہوچکا اسقاط ہے اوسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ
یہ نہین ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق مین پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق
اعتبار کے نہون گے بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہین اسواسطے کہ یہان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہین اسلیے
کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جسطرح حالت انفراد مین وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون مین درباب ارث تعارض نہوا اوسکے اسقاط اور اثبات
مین لہذا عورت کے گواہ یہان مقبول ہوئے کذا فی الطحاوی وَیَنْفُذُ القَضَاءُ بِشَهَادَةِ الزُّوْرِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور
باطن مین ہم امام کے نزدیک اگر شے بواسطہ سبب معین دعوی کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین کذا
فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا شخص نے ایک عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات
اوسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو شے اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال
اسواسطے کہ رجال غلام ہین اللہ تعالیٰ کے اور نسا لونڈیان ہین اور مولی کو ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کے نکاح مین اور ولایت اللہ تعالیٰ
کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا
عقد جدید کا انشاء ہے شارع کی جانب سے حَیْثُ کَانَ المَحَلُّ قَابِلًا وَالقَاضِی غَیْرُ عَالِمٍ بِزُوْرِهِمْ قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے
کذب کو نجانتا ہو ہم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہو گی
کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہین بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہو گی کذا فی الطحاوی فِی العُقُوْدِ کَبَیْعٍ وَنِکَاحٍ
وَالفُسُوْخِ کَاِقَالَةٍ وَطَلَاقٍ لِقَوْلِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ شَاهِدَاكَ زَوَّجَاكَ قضا بشہادت زور نافذ ہے عقود مین مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ مین

ھ اور ایک نسخہ مین بعد رضی اللہ عنہ کے لک الزوجۃ ہے یعنی جیسا ارشاد علی مرتضی رض کا اور شرح وہ منکا الخ ۱۲

مانند اقالہ اور طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا ہم امام کی دلیل سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر
نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اوس پر قائم کئے تو آپ نے دونون مین ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین
اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اوس سے کر دیجئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونون مین نکاح
منعقد نہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسمین دونون کا محفوظ
رہنا بھی لازم تھا اسلئے کہ زنا سے اور شہود بلاشبہہ کاذب تھے بدلیل قصۂ مذکورہ کذا فی الدرر بیع کی صورت یہہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعوی کیا کہ اوسنے اس لونڈی کو
اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کئے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہہ حکم نافذ ہے باطن مین بھی
امام کے نزدیک اور اسکو اوسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق مثلث کا دعوی کیا اور شہود زور قایم کئے اور
قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اوسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہیں
اور زوج ثانی کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اوسکو طلاق نہین دی اسطرح پر کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو
یا حقیقت حال نجانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریۃ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنے شہادت کاذبہ کیونکر سبب
ہوگی حلت کا تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ہمنے حرام محض کو سبب حلت کا نہین ٹہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے
نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنے درصورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہین بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہین اور قضا مرتب ہے
شہادت پر اور اوسکے نزدیک شہادت حق ہے بنابر عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی
و مع ہذا شبہہ تصرف اور امام کی قوی تر دلیل تحریم القضا سے یہہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہراً اور باطناً مین تو تفریق
بامر اللہ اولی بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالی کے جانب سے کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلثۃ ظاہراً فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیۃ
عن البرھان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ کہتے کہ قضا بشہادت زور سو فقط ظاہر مین نافذ ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان م یعنی قضا بشہادت زور ظاہر مین نافذ ہے نہ باطن
مین اسلئے کہ شہادت زور ظاہر مین حجت ہے نہ باطن مین تو قضا بھی اسیطرح فقط ظاہر مین نافذ ہوگی نہ باطن مین اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کی قہستانی مین حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن
فتوی دا بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہو الوجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک فظاہراً فقط اجماعاً کالنذ اجم
الاسباب متعذر القضاء املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب سے مطلق ہین تو فقط ظاہر مین نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے م یعنی املاک مرسلہ عقود و فسوخ کی مخالف ہین کہ انمین ظاہر ہی مین فقط
قضا نافذ ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ مثلاً انکا مین نکاح مقدم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ مین نے تیرا نکاح اوس سے کر دیا یا تم دونون مین نکاح کا حکم کیا
قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ مین ایسا نہین ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب اولے نہین بعض سے بسبب تزاحم
اسباب ملک تو یہان اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہین بطریق اقتضا پہر جب باطن مین قضا نافذ نہوئی تو مقضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال نہین اور
مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر مین کریگا تو لوگ اوسکو نسبت بفسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجیۃ حتی لو
ذکر سبباً معیناً فعلی الخلاف ان کان سبباً یمکن انشاءہ تو اگر املاک مین سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو
جس کا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ہے م یعنی اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری ملک ہے بسبب ہبہ کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور
قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی مین نافذ ہوگی نہ باطن مین والا لا ینفذ
اتفاقاً کالارث اور اگر ایسا سبب مدعی نے مذکور نہین کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن مین کذا فی الطحطاوی نافذ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے
چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہے لیکن ایسا سبب نہین ہے جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اوس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا
ہو سکے طحطاوی نے کہا بدائع مین ہے کہ میراث اور مطلق ملک دعوی مین برابر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہین انتہی و کذا لو کانت المرأۃ محرمۃ بنحو عدۃ

اور دِیَۃً وَکَذَا لَوْ عَلِمَ الْقَاضِی بِکَذِبِ الشُّهُوْدِ حَیْثُ لَا یَنْفُذُ اَصْلًا کَالْقَضَاءِ بِالْیَمِیْنِ الْکَاذِبَۃِ زیلعی و نکاح الفتح اور چنانچہ اگر عورت محرمہ یعنی کسی پر حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہما کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہون کی دروغگوئی سے واقف ہو جاوے کہ وہان مطلقاً قضا نافذ نہو گی جھوٹی قسم کی قضا کے نہ ہونے کذا فی الزیلعی و نکاح فتح القدیر ہم بہتر یہہ تہا کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کے ساتہہ تمثیل نہ دیتا کیونکہ دونون صورتون مین اصلا قضا نافذ نہین نہ ظاہر مین نہ باطن مین بخلاف ارث کے کہ اسمین فقط باطن مین نافذ نہین ہین کا فرہ کی یہہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اوسکا منکر ہے تو قاضی نے اوسکو قسم دی اور اوسنے قسم کہائی انکار پر اور عورت جانتی ہے کہ بلاشبہہ طلاق واقع ہوئی تو اوسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہین اور نہ اوسکی میراث لینا اوسکو درست ہے خلاصہ مین ہے کہ زوج کو اوسکی وطی حلال نہین اجماعاً کذا فی الطحطاوی وطی اوسواسطے حلال نہین کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے قَضٰی فِیْ مُجْتَهَدٍ فِیْهِ بِخِلَافِ رَأْیِهٖ اَیْ مَذْهَبِهٖ مجمع و ابن کمال لَا یَنْفُذُ مُطْلَقًا نَاسِیًا اَوْ عَامِدًا عِنْدَهُمَا وَالْاَئِمَّۃِ الثَّلٰثَۃِ وَبِهٖ یُفْتٰی مجمع و وقایۃ و ملتقی وَقِیْلَ بِالنَّفَاذِ یُفْتٰی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا مین برخلاف اپنی رای کے یعنے اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع و ابن کمال تو نافذ نہو گا مطلقاً بہول کر نہ عمداً صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایۃ فی الملتقی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری مین کافی سے فتوی منقول ہے کذا فی الطحطاوی ہم یہہ مسئلہ عنقریب شرح مذکور ہو چکا وَفِیْ شَرْحِ الْوَهْبَانِیَّۃِ لِلشُّرُنْبُلَالِیِّ قَضٰی مَنْ لَیْسَ مُجْتَهِدًا کَالْحَنَفِیَّۃِ زَمَانَنَا بِخِلَافِ مَذْهَبِهٖ عَامِدًا لَا یَنْفُذُ اتِّفَاقًا وَکَذَا نَاسِیًا عِنْدَهُمَا اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہین جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب ویسی حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجہکر تو حکم مذکور نافذ نہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بہولکر حکم نافذ نہو گا صاحبین نزدیک ہم حکم خلاف مذہب [illegible] شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہو گا اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگرد و نکے قول پر حکم کرے تو یہہ حکم [illegible] مین ہی یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقلید نہ واقع ہوئی ہو ورنہ وہ معزول ٹہیریگا کذا فی الطحطاوی وَلَوْ قَیَّدَهُ السُّلْطَانُ بِصَحِیْحِ مَذْهَبِهٖ کَزَمَانِنَا تَقَیَّدَ بِلَا خِلَافٍ لِکَوْنِهٖ مَعْزُوْلًا عَنْهُ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے ساتہہ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے مین تصحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلاخلاف مقید ہو گی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام الشرنبلالی وَقَدْ غَیَّرْتُ بَیْتَ الْوَهْبَانِیَّۃِ بِقَوْلِیْ وَلَوْ حَکَمَ الْقَاضِیْ بِحُکْمٍ مُخَالِفٍ لِمَذْهَبِهٖ مَا مَرَّ اَصْلًا یُسَطَّرُ اور البتہ مینے متغیر کر دیا وہبانیہ کی بیت کو سولیون کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلاً صحیح نہین نہ نافذ نہ ساتہہ اسکو لکہہ کہنا چاہیے قُلْتُ وَاَمَّا اَمْرُ الْاَمِیْرِ فَمَتٰی صَادَفَ فَصْلًا مُجْتَهِدًا فِیْهِ [illegible] قَدَّمْنَاهُ عَنْ سِیَرِ التَّاتَارْخَانِیَّۃِ وَغَیْرِهَا فَلْیُحْفَظْ مین کہتا ہون اور امیر کا حکم تو جب کہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہو گا چنانچہ ہمنے پہلے سیر کتاب التاتارخانیہ وغیرہا سے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے لَا یَقْضِیْ عَلٰی غَائِبٍ وَلَا لَهٗ اَیْ لَا یَصِحُّ بَلْ وَلَا یَنْفُذُ عَلَی الْمُفْتٰی بِهٖ بحر نہ حکم دیا جاوے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اوسکے واسطے یعنے غائب کی مضرت اور منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہین بلکہ حکم نافذ ہی نہین بر قول مفتی بہ کذا فی البحر ہم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ابو داود وغیرہ مین مروی ہے کہ جب علی مرتضے کو یمن کا قاضی کرکے بہیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونون خصم بیٹہین تو حکم نکیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد و اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بہی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہے اور یہہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اوسکے نائب کے غائب ہونے سے اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن سے شہادت سے اور اوسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہین ہو سکتا کذا فی فتح القدیر اِلَّا بِحُضُوْرِ نَائِبِهٖ اَیْ مَنْ یَقُوْمُ مَقَامَ الْغَائِبِ حَقِیْقَۃً کَوَکِیْلِهٖ وَوَصِیِّهٖ وَمُتَوَلِّی الْوَقْفِ غائب پر قضا نہین مگر اوس کے نائب کے حضور مین نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃً چنانچہ غائب کا وکیل اور اوسکا وصی اور متولی وقف کا اور

[illegible]

وکیل خصومت اور دعویکا ہو خواہ حکم کے واسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اوسنے کسیکو وکیل مقرر کیا تا اوسپر حکم ہو تو قضیہ میں جو اقامت
بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور موکل اوسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت بینہ ہوئی سو وہ مر گیا اور وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر
اقامت ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو بینہ مذکور سنی اوسپر حکم ہوگا جو حاضر ہے لیکن اوصے سو وہ وصی ہے جو میت کی
طرف سے ہو یا قاضی کیطرف سے اور متولے وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہیں ہے لیکن اوسکا کرے افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی
الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انه حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرة وکیله وبحضرة وصیه جامع
الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل
میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو وکذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان
احد الورثة کذلک ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین والاجنبی بیده مال یتیم وبعض الموقوف علیهم ای لو الوقف
ثابتا کما مر فی بابه اور مصنف نے کاف تمثیل سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف میں منحصر نہیں اسواسطے کہ ایکشخص
وارثوں میں سے اسیطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے
اور اسیطرح وہ اجنبی جسکے ہاتہ میں یتیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے اونمیں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر
وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف میں مذکور ہو چکا اونائبه شرعا کوصی نصبه القاضی خرج المسخر کما سیجئی یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے
شرعا نائب کے مقابلہ جیسے غائب کا وصی ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اوسکا ذکر آویگا مسخر وہ ہے کہ قاضی
ایک وکیل قائم کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سنے کذا فی البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالة فلو شرى
امة ثم ادعى ان مولاها زوجها من فلان الغائب واراد ردها بعیب لزواجها لم یقبل لاحتمال انه طلقها وزال العیب ابن کمال ادعی
علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوی کیا جاوے غائب پر وہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعویکا جو شخص حاضر پر دعوی کیا
جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر لونڈی کے مالک پر یہہ دعوی کیا کہ اوس لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو
پھیر دے منکوحہ ہونیکے عیب سے تو دعوی اوسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال
ھم شارح نے یہہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنیسے تو طلاق کے احتمال سے ادعاء علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنے تزویج غائب بعد
الوقوع کا سبب قطعی نہیں انفکاک کے احتمال سے مثاله کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرهن المدعی علی ذی الید انه اشتری الدار من فلان الغائب
فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب للملکیة
لا محالة مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعوی کیا اوس گہر کا جو ایک مرد کے قبضہ میں ہے اور مدعی قابض پر اثبات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اوس گہر کو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا پہر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ
خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعا اس صورت میں لو عا علی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے لزوما عا علی الحاضر کا یعنے مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے
خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنے بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیة وله صور کثیرة ذکر منها فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی نیابت
حکمی کی بہت صورتیں ہیں اونمیں سے مجتبی میں انتیس صورتیں مذکور ہیں ھم انہا بجملہ یہہ کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اوسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے
اور یہہ شخص حاضر اوسکا ضامن ہے اوسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہا تو غائب پر حکم نہوگا اور ازان
جملہ یہہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہہ گہر فلانے غائب سے اور میں اوسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اوسکی
خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اوسکے خرید کرنیکا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور ازانجملہ مسئلہ متن ہے اور ازانجملہ اثبات حق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو

شارح ذکر کریگا کذا سنے بطحطاوی عن السمر عن المجتبیٰ ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطاً لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید و برہن علی التطلیق بغیبۃ زید لا یقبل فی الاصح اذا کان فیہ ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امرأتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوی کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جب کہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنے زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونیمین ہم قہستانی لشرطین اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت بمسبب کے حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت بمشروط کے تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا لفی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی الغائب ان یدعی المشہود علیہ ان الشاہد عبد فلان فبرہن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ تقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہہ ہے کہ مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ یہہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اوسکے مالک غائب نے اسکو آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کی مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیری مہر کا ضامن ہون جو زوج پر ہے سو اوسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو اوسنے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کیواسطے جامع الفصولین مین ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی اسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوی کفالتہ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقۂ عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقۂ عدت کا ضامن ہون سو اوس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان لا یتزوج فحیلتہ ما فی دعوی البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیہا بالطلاق یقضی علیہا انہا زوجۃ الحاضر ولا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص ارادہ کرے کہ زنا نکرے تو اوسکا حیلہ وہی ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اوسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی عدت منقضی ہو گئی اور مدعی نے اوس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اوسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر گواہ سے طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادۂ شہادت کی حاجت نہوگی جب کہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر یہہ دعوی راست ہے تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اھ اور ذکر عدم ارادہ زنا بیموقع ہے اور طرز بیان شارح اسکا موہم ہے کہ دعوی دروغ میں بھی یہہ حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان طلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونون مین تلازم نہین سو اگر یہہ مراد ہو کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو اب ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظہر الروایتین عن اصحابنا ذکرہ ملا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی ظاہر الروایتین مین بیان کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب مین بحر الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کی نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عام سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب

مین قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی جسکے نزدیک جائز نہیں اور ظاہرا یہہ فتوی اوس قاضی کے حق مین ہے جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہے اسلئے
کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید نے شرح آداب القاضی مین ذکر کیا ہے اور اگر عامد ہو تو ہمارے اصحاب کے مذہب پر لا تسمع اوس
یا فتوی نفاذ کا مفقود کے حق مین محمول ہے نہ مطلق غائب مین وقیل لا ینفذ ورجحہ فی الخلاصۃ وفی المنیۃ والبزازیۃ ومجمع الفتاوی وعلیہ الفتوی
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی مین کہا اور اسی
قول پر فتوی ہے ورجح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاضٍ آخر اور فتح القدیر مین قضا علی الغائب کے موقوف ہونیکو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کردینے
پر یعنی قضا علی الغائب اسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اسکو جاری کرے ہم طحطاوی نے کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ
یہہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورۃ وہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق مین ہے اور قول
معتمد وہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہہ ضرورت پانچ مسئلون مین ہے مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنے جسکو قاضی سماع صورت
کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے اشتری بالخیار فتوارٰی پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ کوئی چیز بشرط خیار خرید کی سو بائع چھپ رہا یعنی مشتری نے
مدت خیار مین رد بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کیطرف سے وکیل قائم کرے تا اوسکو بیع پھیر دے صاحب
بحر نے یہین دو قول نقل کئے ہین بلا ترجیح اختفی المکفول لہ دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ مکفول لہ چھپ رہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس
شرط پر کہ اگر اسکو کل حاضر نکرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہوگیا اور کفیل نے اسکو نہ پایا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال
لازم ہوگیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اوسنے مکفول لہ کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہوجائیگا اور
یہہ ظاہر الروایہ کے مخالف ہے تو یہہ ابو یوسف کی بعضی روایات مین سے ہے کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفینہ الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہہ ہے
کہ مدیون نے قسم کہائی کہ البتہ اوسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہوگیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حانث ہوجائیگا تو قاضی
غائب کیطرف سے وکیل قائم کرے اور اسکو دین ادا کرے تو حانث نہو خانیہ مین کہا اسی قول پر فتوی ہے شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت
نہیں اگر قاضی کو دین ادا کر دیگا تو حانث نہوگا بر قول مختار مفتے بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ مین ہے اور اگر وہان قاضی نہو تو حانث ہوگا بقول مفتے بہ کذا فی
الطحطاوی جعل امرہا بیدہا ان لم یصل نفقتہا فتغیبت چوتھا مسئلہ یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اوسکا نفقہ نہ پہونچے سو عورت
چھپ رہی یعنے بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنیکے واسطے الخامسۃ اذا توارٰی الخصم فالمتاخرون ان القاضی ینصب
وکیلا فی الکل وہو قول الثانی خانیۃ پانچوان مسئلہ یہہ ہے کہ جب تخاصم چھپ رہے دار القضا مین حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صورتون
مین اور یہہ قول ہے ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل شراح الوہبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وان القاضی یختم بیتہ مدۃ
ثم اذا ہم ینصب لہ وکیلا اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین سبکا قول ہے اور یہہ کہ قاضی غیر حاضر کے
گھر پر مہر کرے جسقدر مدت کہ اوسکو مناسب معلوم ہو پہر وکیل قائم کرے وولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حیث کان
الدین لغیرہم وولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہے نہ وارثون کو بسبب مالک ہونے وارثون کے جب کہ دین وارثون کے سوا اور کسیکا
ہو ہم مثلا متروکہ ہے پانسو کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اسکو بیچکر ادا دین کریگا نہ اوسکے وارث مگر جب کہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہون
اور وارثون کو استخلاص متروکہ کا حق ہے تو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون سے زبردستی قبول کروایا جاویگا اور اگر وارث
کہین کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر نکرین تو قاضی کو بیع متروکہ مین اختیار ہے کذا فی الطحطاوی ویقرض القاضی مال الوقف والغائب واللقطۃ
والیتیم من ملی مؤتمن حیث لا وصی ولا من یقبلہ مضاربۃ ولا مستغلا یشتریہ قاضی قرض دیگا مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ
اور مال یتیم مالدار امانت دار کو جب کہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے

ہم قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذاتِ خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کر سکتا لہذا مستحب ہوا کہ بطریق قرض کے دیوے کیونکہ قرض میں تاوان ضمانت ہے اور ودیعت میں امانت
کو مناسب ہے کہ قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تا اگر کسی کا حال پریشان دیکھے تو اوس سے مال کو لیلے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ افلاس [illegible] مگر غنی ہے
نہ محتاج ہو ولہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا
منع ہے چنانچہ قنیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہے جسمین آمدنی ہو جیسے زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کی کسب وله اخذ المال من اب
مبذر ووضعه عند عدل قنیه اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اوسکو کسی مرد عادل کے پاس کذا فی التہنیہ یعنی
کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے ویکتب الصك ندبا لیحفظه اور سند لکہا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب تاکہ قرض یاد رہے ہم موی نے
کہا صک عبارت ہے مال دیگر کے اقرار نامہ سے وہ فارسی سے معرب ہے لا یقرض الاب ولو قاضیا لانه لا یقضی لولده نہ قرض دیوے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ
باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہیں کر سکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم کہتے ہیں اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اوسکی سماعت
اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز اقراض کی علت منتفی ہو گئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی
ولا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزهم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دیوے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دیوے اگر
باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اون پر لازم ہوگا بسبب عاجز ہونیکے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر
ہے شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اوس دوسری روایت کا کہ باپکو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اوسکی قاضی کی ولایت سے
عام تر ہے اسواسطے کہ نفس اور مال میں دونون کی ولایت یکسان ہے مگر مزید شفقت میں باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہرا باپ اوسکو قرض دیگا جو لیکر
منکر ہو جاوے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے
بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو پہیر لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہون کو نپاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم
اور دانست پر حکم کریگا یا لامحال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضهم للضرورة کحرق ونهب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے
اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنی ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارت گری کا خوف ہو تو ایسی ضرورت میں بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر ومتی جاز
للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جبکہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اوس وقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم کہتے ہیں جب کہ ابد [illegible]
ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اوس وقت اوسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے ولو قضی بالجور فالغرم علیه فی ماله ان
متعمدا واقر به ای العمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی له درر اور اگر قاضی نے [illegible] جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اوسکے ذاتی مال میں اگر
بقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا قصد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے [illegible]
ہو تو وہ دو سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ کہ حق العبد [illegible]
[illegible] ممکن ہو سطرح پر کہ مال صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پہر خطا ثابت ہوئی سطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے
غلام مالک کو دے اور عورت اوسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا پہیرنا ممکن نہین سطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا
تو مقضی لہ کی قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہہ سب کچھ اوس صورت مین ہے جب کہ قاضی کی خطا
بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہہ مقضی لہ کے حق مین ظاہر نہوگا جبتک یہ حکم کو مقضی لہ کے حق مین باطل
نکرے اور اگر قاضی نے حق اللہ مین خطا کی سطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پہر ظاہر ہوا کہ شہود غلام یا کفار
یا محدود فی القذف ہین تو تاوان اسکا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمدا ظلم کیا حکم مین اور اسکا اقرار کیا تو اوسکے مال مین تاوان ہوگا سب وجوہ
مذکورین مین اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصا وفی المنح معزیا للسراج قال قضیت لو قال

قاضی اگر حکم مین خطا کرے

اَلْمُحِيطُ اَلْبُرْهَانِيُّ اِنْعَزَلَ عَنِ الْقَضَاءِ وَفِيهِ عَنْ اَبِي يُوسُفَ اِذَا غَلَبَ جَوْرُهُ وَ رِشْوَتُهُ رُدَّتْ قَضَايَاهُ وَشَهَادَتُهُ اور مبسوط میں ہے کہ شرح کرخی میں نسبت کرکے کہ محمد سے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ میں نے عمدا ظلم کیا تو معزول ہوجائیگا قضا سے اور نہیں ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اوسکے فیصلے اور گواہی مردود ہو فروع مسائل ملحقہ شارح کے اَلْقَضَاءُ مُظْهِرٌ لَا مُثْبِتٌ قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہے یعنی حکم قاضی مظہر خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اوسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہہ مشہور میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہوا اور مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادت کاذبہ کذا فی الحطاوی وَيَتَخَصَّصُ بِزَمَانٍ وَمَكَانٍ وَخُصُومَةٍ حَتَّى لَوْ اَمَرَ السُّلْطَانُ بِعَدَمِ سَمَاعِ الدَّعْوَى بَعْدَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَنَةً فَسَمِعَهَا لَمْ يَنْفُذْ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماع دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہوگا ہم ظہیریہ کی مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایکدن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصومت استثنا کرے یعنے یوں کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نکرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قُلْتُ فَلَا تُسْمَعُ الْآنَ بَعْدَهَا اِلَّا بِاَمْرٍ اِلَّا فِي الْوَقْفِ وَالْاِرْثِ وَوُجُودِ عُذْرٍ شَرْعِيٍّ وَبِهِ اَفْتَى الْمُفْتِي اَبُو السُّعُودِ فَلْيُحْفَظْ میں کہتا ہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جاویگا پندرہ برس بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بہی مسموع ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے حموی نے اپنے استاد یحیی منقاری سے نقل کیا کہ سلاطین یعنے سلاطین روم اب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوای وقف اور ارث کے انتہے اور یہہ نہی قطع حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہے اور یہہ جو روایت تیس برس یا تینتیس یا چھتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے درباب عدم سماع سو یہہ روایت قبل ورود نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی مختصرا اَمْرُ السُّلْطَانِ اِنَّمَا يَنْفُذُ اِذَا وَافَقَ الشَّرْعَ وَاِلَّا فَلَا اَشْبَاهٌ مِنَ الْقَاعِدَةِ الْخَامِسَةِ وَفَوَائِدُ شَتَّى فَلَوْ اَمَرَ قُضَاتَهُ بِتَحْلِيفِ الشُّهُودِ وَجَبَ عَلَى الْعُلَمَاءِ اَنْ يَنْصَحُوهُ وَيَقُولُوا لَهُ لَا تُكَلِّفْ قُضَاتَكَ اِلَى اَمْرٍ يَلْزَمُ مِنْهُ سَخَطُكَ اَوْ سَخَطُ الْخَالِقِ تَعَالَى حکم بادشاہ کا اوسوقت نافذ ہے جب تک شرع کے موافق ہوا ورنہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کے پانچویں قاعدے اور فوائد شتے میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کے قسم دلانے کا حکم کیا تو عالموں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اوس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے وہ امر نکروائیے جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہے ہم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا تیسیر فیہ سے جواز تحلیف منقول ہے تو یعنے شاہدوں سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہہ متوقف ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے ہسطرح پر کہ وہ صاحب رای ہو یعنی مجتہد ہوا ورا گر صاحب الرای نہو تو تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی الطحطاوی قَضَاءُ الْبَاشَا وَكِتَابُهُ اِلَى الْقَاضِي جَائِزٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ قَاضٍ مُوَلًّى مِنَ السُّلْطَانِ قضا باشا کی اور مکتوب اوسکا قاضی کیطرف جائز ہے اگر سلطان کے طرف سے قاضی معین نہو ہم روم میں باشا امیر کو کہتے ہیں باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی بہ نافذ ہے چنانچہ ادب القضا میں ہو کذا فی الطحطاوی وَالْمُحَكَّمُ كَالْقَاضِي اِلَّا فِي اَرْبَعَةَ عَشَرَ مَسْئَلَةً ذَكَرْنَاهَا فِي شَرْحِ الْكَنْزِ يَعْنِي الْبَحْرَ اور محکم یعنے پنچ قاضی کی مانند ہے مگر چودہ مسئلون میں جنکو ہمنے ذکر کیا ہے شرح کنز یعنے بحر الرائق میں ہم بحر الرائق میں سترہ مسئلے مذکور ہیں ہسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ میں پھر اوسکا مرافعہ ہو قاضی یا محکم کیطرف تو اگر اوسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور تحکیم پر تمامی خصمین ضرور ہے اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حد اور قصاص اور دیت میں بقول صحیح جائز نہیں اور فسخ یمین مضاف میں جواز تحکیم کا فتوے نہ دیا جاے اگرچہ قول صحیح میں وہ نافذ ہوا اور محکم کا حکم غائب کے طرف متعدی نہیں ہوتا اگر اوسکے واسطے الغائب سبب ہوا دعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلہ میں اور جائز نہیں مکتوب محکم کا قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اوسکے طرف جائز نہیں اور محکم حکم نکرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونوں مخاصم راضی ہوں اور اگر محکم مرتد ہوجاے تو معزول ہوگا پنچایت سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نکرے تو قاضی

اور دوسرے پنچ کو اوسکا قبول کرنا درست ہو اور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثون کے طرف نہین پہونچتا اور محکم کا حکم بعیب بائع کے طرف نہین پہونچتا مگر جب کہ وہ تحکیم سے راضی ہو اور اگر محکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اوسکا حکم موکل کیطرف نہین متعدی ہوتا اور محکم اوسکا سفیہ کم وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مقید نہین بلکہ اوسکو حکم جائز ہے جیسا دو مین بعد رضامی تخاصمین اور اگر محکم مین اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو ایک گواہ کہتا ہے کہ اوسکو خصومت مین وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کیطرف اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ دوسرے فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ مین جیسے کہا ممن ان مسائل کا بالتحکیم انتہی ملخصاً اور منجملہ مسائل مذکورہ یہہ ہے کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جائز نہین چنانچہ برجندی مین ہے کذا فی الخطاوی و فی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور معزول کیا جاتا ہے اور تعزیر دیجاتی ہے و فی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ ولرجاء صلح الاقارب و اذا استمہل المدعی اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشتباہ کے سبب سے اور بسبب صلح اقارب کے اور جب کہ مدعی مہلت چاہے ہم اشتباہ یہہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ تین گواہون نے قاضی کے پاس ایک مقدمہ مین گواہی دی اور ہنوز اونکی گواہی کے بموجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ اونمین سے بولا استغفر اللہ مینے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہہ کلام سنا مگر یہہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کسنے یہہ کلام کیا سو قاضی نے اونسے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر حکم نکرے اور لسان الحکام مین ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہے کہ اونکو تھوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دیتا کہ وہ باہم صلح کرلین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بھائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بسبب صلح اقارب مین محصور نہیں بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینہ کا مورث ہے تو حتے الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور یہہ مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اسصورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا موئد ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہے کہ جب قاضی کو اہل خصمین کی توقع ہو تو اونکے رد کرنے مین کچھہ مضایقہ نہین ایک دو دفعہ مین حکم جاری نکرے شاید صلح کرلین اور اونکو دو بار سے زیادہ رد نکرے اور اگر توقع صلح نہو تو حکم جاری کر دے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعا علیہ سے جب کہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایکصورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نکرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہے کذا فی الطحطاوی لا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطائہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اوسپر عمل نکرنا اور اوسکو باطل کر دینا جائز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہم اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہوگیا کہ اوسکا علم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونون وہان سے غائب ہوگئے پھر دو شخص نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہہ شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہہ اوسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ اور ظہور خطا کی یہہ صورت ہے کہ مثلاً حنفے المذہب نے مشاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا حکم دیا پھر اوسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق تفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر مین ہے کہ امام کے نزدیک قاضیکو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کی وقت اوس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہے اوس حق کا علم جو حد خالص للہ نہین چنانچہ قرض یا مبیع یا طلاق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اوسکے سامنے آوے یا اپنی حالت قضا مین جان چکا غیر شہر مین پھر اوس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اوسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اوسی شہر مین قاضی ہے پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نکرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصراً فصل

القاضی حکم فلو زوّج الیتیمۃ من نفسہ او ابنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہین
ہے فعل سے مراد وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا تلفظ صیغۂ حکم نکاح مذکور اسواسطے جائز نہین کہ قاضی کا فعل مذکور جب کہ حکم ٹھیرا تو جائز ہوا کیونکہ قاضی کو
اپنی ذات کیواسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہین الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتون مین حکم نہین ہے یہہ استثنا ہے فعل القاضی حکم سے
نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن الولی القاضی بتزویجہا کان وکیلا ایک صورت یہہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا
ہے قاضی جب وکیل ٹھیرا تو فعل تزویج حکم نہوگا تو اگر اوسکے عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کے طرف تو اوسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی
عن الاشباہ والثانی اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان لہ اعطاء غیرہ دوسری صورت یہہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے
قاضی کو اوسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے ہے اس مسئلہ مین قید یہہ ہے کہ قاضی نے فقیر کے واسطے راتبہ نہ مقرر کر دیا ہوا اور فقیر قرابت دار کے واسطے حکم نکر دیا
والا قاضی ثانی کو نقض اوسکا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلۃ الوقف المذکورۃ قاضی فلو امر بصرف لغیرہ صح امر قاضی کا حکم
ہے مگر اوس مسئلہ وقف مین جو مذکور ہوچکا تو امر اوسکا نہ ثبوت تو اگر اوسکے سوا اور کے طرف صرف کرے تو صحیح ہے ہے مثلاً قاضی کا یون کہنا ما علیہ قامت
برہان کے بعد کہ کہہ ... تو یہہ تسلیم ہے اشباہ مین عمادیہ اور بزازیہ سے ہے کہ وقف کیا فقرا پر پھر بعضے قرابتدار واقف کے محتاج ہوگئے
سو قاضی نے امر کیا کہ ... وقف مین سے ... دیا جاوے تو یہہ امر بمنزلہ فتوی ہے یہان تک کہ اگر واقف یہہ ارادہ کرے کہ اوسکو دوسرے فقیر کے طرف صرف کرے تو
صحیح ہے القاضی تحلیف غریم المیت ... قاضی قسم دے میت کے دین والیکو اگرچہ مریض نے اوسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت
مین دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیئے اور اگرچہ وارث قسم طلب نکرین کذا فی الطحطاوی لا یقبل قول امین القاضی انہ حلف المخدرۃ الا بشاہدین
قاضی کے امین کا یون کہنا کہ اوس نے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہین مگر دو شاہد دین ہے بزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہے جسکو غیر محارم
نے نہین دیکھا ہو کواری ہو یا بیاہی اور جو عورت جلوہ گاہ عروسی مین بیٹھی اور اوسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد مین عادت ہے وہ مخدرہ نہین کذا فی
الحموی من اعتمد علی امر القاضی الذی لیس بشرعی لم یخرج عن العھدۃ انتہی جس نے اعتماد کیا قاضی کے اوس امر پر جو شرعی نہین وہ عہدہ سے خارج نہوگا یعنی
بری الذمہ نہوگا انتہی کلام الاشباہ ہے مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیرون کو سو دینار خیرات کرے اور وصی دوسرے
شہر سے اور وہان تک نہ پہنچ سکے اور موصی کے اوس شہر مین ایک مدیون ہے جسپر ہزار درہم ہین تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیرون کو
دے تو مدیون پر اوسکا دین باقی رہیگا اور مدیون کا دینا تطوع ٹھیریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقدمنا فی الوقف
عن المنظومۃ المحبیۃ معزیا للمبسوط ان للسلطان مخالفۃ شرط الواقف لو غالبہ قری و مزارع وانہ یعمل بامرہ وان غایر الشرط فلیحفظ
اور سابق ہم ذکر کر چکے ہین منظومہ محبیہ سے بنسبت مبسوط کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہون اور یہہ کہ عمل کیا
جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اوسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہے مفتی ابو سعود نے فتوی دیا کہ ملوک اور امرا کے اوقاف مین واقفین
کی شرطون کی رعایت نہین اسوجہ سے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی مملوک ہے یا بیت المال کے طرف راجع ہے اسطرح پر کہ واقف اونکا رقیق ہے بیت
المال کا جسکی آزادی ثابت نہین ہے اور یہہ حکم متعلق نہین بلکہ اون اراضی مین سے جنمین واقفین کی ملک ثابت نہین اور اگر اونکی ملکیت ثابت ہے تو شرطون کی
مخالفت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف قلت واجاب مفتی آفندی بانہ متی کان فی الوقف سعۃ ولم یقصر فی اداء خدمتہ لا یمنع فتنبہ
مین کہتا ہون ابو سعود آفندی نے یون جواب دیا ہے کہ جب وقف مین گنجایش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف مین وظیفہ مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی
خدمت کے ادا کرنے مین قصور نکرے تو ممنوع نہین یعنے اوسکو وظیفہ لینا حرام نہین سو آگاہ رہنا ہے یہہ بھی اوسی صورت پر محمول ہے جب کہ وقف واقف کا ملک نہو
یا جواب اس اعتماد پر ہے کہ گنجایش وقف ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل اوسکی بیت المال سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ یحبس لولی بدین
الصغیر حتی یوفیہ ۔ ویظھر فقر الصغیر قلت لکن قدم شارحہا عن قاضیخان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء فلیتامل فغیہ

هذا قاله الشرنبلالی اور وہبانیہ مین ہے محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین مین یہان تک کہ اسکو ادا کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ
کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہے قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونیمین برابر ہین تو غور کرنا چاہیئے ولی کی نفی حبس کی
یہان یہہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اوسکا کاہیکو محبوس ہوگا ہم خلاصہ مین ہے کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہین کیا جاتا دین استہلاک کی
ولیکن اوسکا باپ یا وصی حبس کیا جاتا ہی انتہی اور ظاہر اوجہ توفیق بین القولین یہہ ہے کہ قاضیخان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ
مین ہی چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی قال ولیس للقاضی البیع مع وجود اب او وصی ہی فائدۃ حسنۃ قلت وہو فی
القنیۃ وحتی باعا فللقاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضمنتہ لکن مغیرا لبعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین باوجود
باپ یا وصی کے اور یہہ خوب فائدہ ہی مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ تو قنیہ مین ہے اور جب کہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اوسکا توڑنا جائز ہی اگر نقض اصلح
ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے سو مین نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدلکر سو یون کہا ہے وینقض بیع من اب و وصیہ +
ولو مصلحا والا صلح النقض یسطر + اور توڑی جاوے بیع باپ یا اوسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہی یہہ حکم مسطور ہے
کتب مذہب مین سے ویحبس فی دین علی الطفل والد + وصی و للتادیب بعض یصور + اور حبس کیا جاوے طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کے
واسطے بعضے علما حبس صغیر کی بہی صورت بتاتے ہین یعنے بعضون کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہی تاکہ وہ ڈہیٹ نہو جاوے — وفی الدین لم یحبس
اب مکاتب + وعبد لمولاہ کعکس فمعسر + اور صغیر کے دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب اپنے مولی کے دین مین
اور نہ غلام مولی کے دین مین اور نہ مولی غلام کے دین مین اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہی نعم لو للعبد مدیونا یحبس المولی بدینہ لانہ للغرماء ہان اگر غلام مدیون
ہو غیر شخص کا تو مولے محبوس ہوگا اوسکے دین مین اسواسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہی یعنی حبس مولی اسواسطے ہے تاکہ اونکو وہ دیون جا صل ہون
جو دین کہ غلام پر ہین کذا فی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ الا فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسیطرح مولے محبوس ہوتا ہی اپنے مکاتب کے دین مین مگر
اوس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلا دس من گیہون ہین اور کتابت ہوئی مثلا دس درم پر تو اس
صورت مین بدل کتابت مغائر ہی دین کی تو مولے محبوس ہوگا اور اگر کتابت بہی دس من گیہون پر ہوئی ہے تو اب وہ دین جنس کتابت سے ٹہیرا تو محبوس نہوگا ففی
عتاق الوہبانیۃ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا + مکاتبہ والعبد فیہا یخیر + سو وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہے اور غیر جنس حق مین
محبوس کرے مولے کو مکاتب اوسکا اور غلام کتابت مین مختار ہی یعنے چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کردے بدون رضامندی مولے کے کذا فی الطحطاوی وفی
حجرہا وتحبس ذو الکتب للفقہ المحرر + علی الدین اذ بالکتب ہو معسر + اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہے اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین مین
اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین ہم قنیہ مین ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اوسکے پاس کتابین ہین تو وہ در حق قضاء دین مقدور والا ہی تو وہ محبوس
ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے در حق صدقہ و وجوب زکوۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہہ باب ہی تحکیم مین یعنے پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بہی قضا کی
فروع سے ہی اور محکم یعنے پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہے جسنے اسکو پنچ ٹہیرایا
اور پنچایت حدیث سے ثابت ہی اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ مینے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف ہوتا ہی کسی چیز مین تو میری پاس آتے
ہین سو مین اونمین حکم کردیتا ہون تو مجہہ سے فریقین راضی ہوجاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہہ کیا خوب ہی رواہ النسائی کذا فی الفتح ہو لغۃ
جعل الحکم فیما لک لغیرک اور تحکیم لغت مین عبارت ہی اس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما
یحکم بینہما اور تحکیم عرف مین عبارت ہی متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کردے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع
قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہی یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتہہ قبول کرلینے دوسرے کے یعنی حکم کے اسکو یعنی متخاصمین کسی
مرد سے کہین کہ ہمنے تجہکو حکم مقرر کیا تا تو ہم مین حکم کرے اور وہ اسکو قبول کرے اور مانند اوسکے یہہ ہے کہ محکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمان

اسکو قبول کرلین محیط مین ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نکرے تو اوسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الخطاء وشرطہ من
جہۃ المحکم بالکسر العقل لا الحریۃ والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بکسر کاف یعنی پنچ مقرر کرنے والے کیطرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور
نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو یعنی پنچ ہونا ذمی کا مسلمین مین باطل ہے اور ذمیون مین ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ وشرطہ من جہۃ
المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کے طرف سے لیاقت رکہنا اوسکا ہی قضا کیواسطے چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا یعنی پنچ
کی شرط یہہ ہی کہ مرد مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندہا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہی کہ جائز ہو ہماری
نزدیک انتہی ہم ظاہرا فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہے کیونکہ قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم ویشترط الاہلیۃ المذکورۃ وقتہ ای التحکیم و
وقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما ہو الحکم فی مقلد بفتح اللام مسئلۃ بخلاف
الشہادۃ اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کی وقت اور حکم کرنیکے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پہر وہ آزاد ہو جاوے یا صغیر کو پہر
وہ بالغ ہو جاوے یا ذمی کو پہر وہ مسلمان ہو جاوے پہر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط ادای شہادت
کی وقت اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کیوقت وقد منا انہ لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح وعزاہ سعدی آفندی للمبتغی اور پہلے ہم اسکو ذکر کیا ہے
کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاوے پہر وہ آزاد ہو جاوے پہر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی آفندی نے اس قول کو مبتغی کیطرف نسبت کیا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہہ قول مخالف
متن کے ہے اور ظاہرا یہہ ضعیف ہے حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا للجہالۃ فحکم بینہما ببینۃ او اقرار او نکول
ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد وقود ودیۃ علی عاقلۃ متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اوس نے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور
دونون اوسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہو مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین
پنچ مقرر کرین اسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین بسبب اوسکے مجہول ہونیکے ہم شارح نے جو رضای متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ لگے متن کی مخالف
اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہے کہ رضای متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا بحکمہ کہتا عوض رضیا بحکمہ کے تو خوب ہوتا کہ تحکیم کے
خارج ہو جاتی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تحکیم اوس امر مین صحیح ہی جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے نہ حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور
طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ مین جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین لکہتے آور قہستانی مین ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت
اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اوسکے حکم سے اور پنچ کا حکم آپہی
نافذ ہی جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی ہمنا الاصل ان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وہذہ لا تجوز بالصلح فلا تجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ حکم پنچ کا
بمنزلہ صلح کے ہے اور یہہ یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بہی جائز نہوگی ویتفرد احدہما بنقضہ ای التحکیم بعد
وقوعہ کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ ووکالۃ بلا التماس طالب اور متخاصمین مین سے ایک شخص مختار ہی تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم
از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہی نقض عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت مین بلا التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہی کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے
خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ پہر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اوسکا ماننا
لازم ہو گیا اور اوسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کرنے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمہ الی غیرہما الا فی
مسئلۃ ما لو حکم احد الشریکین وغریمہ رجلا فحکم بینہما والزم الشریک تعدی الشریک الغائب لان حکمہ کالصلح بحر اور متعدی
نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین کے غیر کیطرف مگر اوس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اوسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹہیرایا سو اوسنے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کہ تمال مشترک کا ملزم
کر دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہی کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہی تجارت کا تو ہر شریک صلح سے راضی
ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو حکما فی عیب مبیع فقضی برده لیس للبائع رده علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بحکمہ فتح

تو اگر بائع اور مشتری نے اوسکو حکم مقرر کیا بیع کے عیب مین سو اوس نے رد بیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائعکو اوسکا پہیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہوجانے سے اوس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحة التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافة الی الملک وغیر ذلک پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ تین یعنے حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہی صحت تحکیم کو جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین مین چنانچہ کنایات کے رجعی ہونیکا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کردینا وغیر ذلک ہم از انجملہ یہہ ہی کہ خوشدامن سے شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پہر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونون مین حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہی کذا فی الخطاوی ملخصاً لکن ھذا یعلم ویکتم وظاہر الہدایة انہ یجیب بلا تحلیل فقال لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم رکہے اور چہپاوے اور ظاہر ہدایہ سے یہہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہیں ہے سو تامل کرو یعنے اگر حنفیہ سے کوئی مضطر کا سوال کرے جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یون جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچہہ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہے تا عوام الناس ہم مذہب پر دلیر نہو جاوین و

صح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالة الشاھد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمھما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت سے اپنی ولایت کی حالت مین یعنے درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ہم یعنے اگر مدعا علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحال بقاء تحکیم کیونکہ اوسکا اخبار اسحال مین قائم مقام ہے دو شاہدون کی شہادت کے کذا فی الخطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہیں اوسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہوجانے اوسکی ولایت کے تلے حکم کے بعد اسکی ولایت باقی نرہی تو وہ منجملہ رعایا کے ہوگیا تو اب اوسکا اخبار بجای شہادت شاہدین نہین ہوسکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہین حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کیواسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بہائی اور چچون اور ماموں کی اولاد اور سسر اور داماد کے واسطے اوسکا حکم صحیح ہے جیسے اونکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہما ای القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشہادة بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے ہم حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعا علیہ نے دو شخصون کو پنچ مقرر کیا تو دونون کا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی ایک رای پر فیصلہ صحیح نہوگا تا وقتیکہ دونون متفق الرای نہون وامضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافاً اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اوسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہم اسواسطے کہ ولایت محکم مین قصور ہی کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہو تو اوسکا رافع خلاف ہوگا ولیس لہ ای للمحکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہین محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنے اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اسکو جائز رکہے تو جائز نہیں مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الخطاوی وحکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیة اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا رافع خلاف علما نہین بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہی تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہہ خلاف مرتفع نہوگا فلو قضی ای موافق لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا یقضیہ لانہ لو تقع معتبراً پہر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اوس قاضی کے طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہے تو وہ سرنو سے لزوم وقف کا حکم کرے اوس کی شرط کے ساتہہ اور محکم کے حکم کو جاری نکرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا ہم لزوم وقف کی شرط یہہ ہی کہ صادر ہوا اہل سے اپنے محل مین کذا فی الخطاوی والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عدّ فی البحر منہا سبعة عشر منہا لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج لتحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہہ ہی کہ محکم قاضی کے مانند ہی مگر چند مسائل مین قاضی کے مانند نہیں اونمین سے بحر الرائق مین سترہ مسئلہ شمار کئے ہین از انجملہ یہہ ہی کہ اگر محکم مرتد ہوجاوے تو معزول ہوگا پہر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہین ہوتا ومنہا لو رد الشہادة لتہمة فلغیرہ قبولہا اور ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہی وینبغی ان لا یحل

الحبس ولم اره ۱۲ اور لائق یہہ ہے کہ محکم متولی حبس نہو اور مینے اسکو صریح نہین لکہا ہے یہہ بحث ہے صاحب بحر کی طحطاوی نے کہا صدر الشہید نے تصریح کی ہے کہ محکم
کو حبس کا اختیار ہے وکذا لم اره حکم قبول المحکم الھدیۃ وینبغی ان لا یجوز ان اھدی الیہ وقت التحکیم اور اسیطرح مینے نہین دیکہا محکم کے ہدیہ قبول
کرنے کا حکم اور لائق یہہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر متخاصمین نے اسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب كتاب القاضي الى القاضي وغيره

اراد بغیره قولہ والمرأة تقضی الخ یہہ باب ہے قاضی کے خط بہیجنے کا دوسرے قاضی کیطرف اور باب ہے غیر خط کا مصنف نے
لفظ وغیره سے اپنے اس قول کا اراده کیا والمرأة تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام مین ہم کتاب بمعنی مکتوب ہے اور غیره
عطف ہے کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب مین قاضی کے خط کے احکام مذکور ہین اور خط کے سوا اور بہی احکام اسمین ہین القاضی یکتب
الی القاضی فی کل حق بہ یفتی استحسانا قاضی مکتوب لکہکے بہیجتا ہے دوسرے قاضی کے طرف ہر ایک حق مین کہ اسکا فتوی ہے بطریق استحسان کے ہم یعنی دین
اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصا اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور عین
منقولہ اور غیر منقولہ سب حقوق مین خط لکہنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے اور اسی پر متاخرین ہین اور اسیکا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی
البحر غیر حد وقود للشبہۃ قاضی خط لکہے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہہ کے یعنی شبہہ بدلیت عن الشہادۃ سے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا
اسقاط پر ہے لہذا انمین خط پر عمل کرنا اونکے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدرر فان شہدوا علی خصم حاضر حکم بالشہادۃ وکتب بحکمہ لیحفظ الحکم
شاہد گواہی دین خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکہے تا محفوظ رہے ہم یہہ قول مقصود بالذات نہین بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا
توطیہ ہے کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائده یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بہول نجاے والا تحریر حکم کی حاجت نہین کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم سے یا اوسکے
وکیل سے مگر جب کہ غائب ہوجاے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکہنا چاہیئے تا حقدار کا حق ثابت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی و
کتاب الحکم ہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کی کتاب
وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمین قاضی کا حکم مندرج ہو یہہ اصطلاح تہی سلف مین اور ہمارے عرف مین سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمین لوگون کے وقائع
اور مقدمات لکہی جاوین ہم مغرب مین ہے کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جسمین اوسنے اپنا حکم لکہا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بہیجا یا نہ بہیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجرا
گذرا یعنی وصف دعوی اور اسامی شہود اور دراہم انتہی اور کفایہ مین ہے کہ محضر وہ ہے جسمین دعوی لکہا گیا قبل جواب دوسرے کے پہر جب اوسنے جواب دیا یا اقامت
بینہ ہوئی تو وہ تتمہ ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ
الی قاض یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وان کان مخالفا لرأی الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ
ویسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نکرے کیونکہ یہہ غائب پر حکم ہے اور لکہے گواہی کو اوس قاضی کے طرف جسکی ولایت مین خصم ہو
تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اپنے مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اوسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہہ ابتداء حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ
نقل ہے شہادت کی فی الحقیقۃ یعنے اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمین حکم نہین لکہا اور قاضی کاتب کا مکتوب ہے کتاب حکمی ہے اور نہین ہم سجل اسواسطے
نہین کہ اسمین حکم مندرج نہین اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم ای عند شہود الطریق اور
قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑہے یا انکو فقط مضمون سے مطلع کردے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر اونکے سامنے ہم شہود طریق وہ ہین جو قاضی کا خط
لیجائین دوسرے قاضی کے پاس اور اونکے سامنے خط پڑہنے کا فائده یہہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت سے تا ادای شہادت طرفین کے
نزدیک کذا فی البحر اور فتوی اسپر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہین اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ
فی باطنہ وہو ان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکہنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہہ ہے کہ اسمین اپنا
نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونون کی لکہے ہم یعنی فقط نام اور کنیت عنوان مین کافی نہین تا وقتیکہ وہ لفظ اور لقب لکہے جس سے وہ دونون مشہور ہین

باب كتاب القاضي الى القاضي

اسواسطے کہ نام اورکنیت مین لوگ مشترک ہوتے ہین اورحموی نے کہا یہ شرط ہی کہ تاریخ لکھے اوراگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین انتہے اورنیز یہ شرط ہی کہ مدعی اورمدعاعلیہ کا نام بروجہ امتیاز لکھے اورحق اوسمین ذکر کری اورچاہی توشہود کا ذکر بھی درج کرے کذافی العطابی فلوکان العلوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ھذا فی عرفہم فی عرفنا یکون علی لظاہر فیعمل بہ سواگر عنوان یعنے سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا بعضون نے کہا کہ یہ بات یعنے عرف مین تہا اورہمارے عرف مین عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشھدھم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی العزیۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اورابو یوسف نے کفایت کی ہی اسپر کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کری کہ وہ اوسکا خط ہی یعنی خط کا پڑہنا شہود طریق کے سامنے اورتسلیم کرنا جیساکہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہین اوراسی قول پر فتوی ہے چنانچہ عزمیہ مین کفایہ سے اورملتقے مین ہی کہ خبر دیکہنے کے برابر نہین ہم کہتے ابو یوسف قاضی ہوئے تہے اورانہون نے وقائع کو دیکہا اورجسمین مصلحت تہی اسکو معاینہ اورمعلوم کیا اورطرفین کو مصالح قضا کا معاینہ نہین ہوا تو معاین تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی العطابی فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقراہ الا بحضور الخصم وشہودہ پھر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اوسکی مہر کو پہلے دیکھے اوراسکو قبول نکرے یعنے اوسکو نہ پڑہے مگر خصم اوراوسکے شہود طریق سامنے ہم تو اگر مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھہ حاجت نہین اوراگر منکر ہوا اورمدعی کہے کہ میرے ساتھہ قاضی کا خط ہے تو اوس خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہی مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑہے یعنی شہود خط اورشہود طریق کے سامنے اورشہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک مرد اوردو عورتین جو اسکی گواہی دین کہ یہہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی العطابی ولابد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اورضرور ہے شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونیکے مسلم کے فعل پر یعنے اگرچہ مدعی اورمدعاعلیہ کافر ہون تو بہی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنے قاضی نے اونکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہی الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم ای الشہود مگر جب کہ مدعاعلیہ نے دعویکا اقرار کیا تو شہود کی کچھہ حاجت نہین بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی کچھہ حاجت نہین کیونکہ وہ ملزم نہین یعنے سلطان چاہی امان دی چاہے نہ دی ہم نے نہر الفائق مین عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کیواسطے تو اسکی حاجت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہہ خط دار الحرب کے بادشاہ طرف سے ہی تو بہتر یہہ تہا کہ شارح بجای فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی العطابی وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان وما یلحق بہ البراۃ اوراشباہ مین ہی کہ خط معمول بہ اورلائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اورکتاب الامان سے ملحق ہی فرامین سلاطین درباب وظائف ہم براآت سے مراد فرمانات سلطانیہ ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ مدرسی وغیرہ وظائف کے مقرر کرنیکے واسطے اوریہہ الحاق صاحب اشباہ کیطرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی العطابی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اورخط پر عمل نہین مگر بیاع اورصراف اورمتوسط بین البائع والمشتری کے دفتر یعنی اونکے بہی کہاتے پر ہم دفتر بیاع عطف ہی کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب سے نہ ملحق ابو سعود نے خزانہ اکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اوسکے قول پر خرید فروخت مین اعتماد کرین اوربیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اوسکے قول پر اعتماد نہین شہادت مین تو کتابت مین کیونکر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہی اسپر تو اگر بیاع کہو کہ مینے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہین تو اوسپر دین لازم ہوگیا تجرید مین کہا اوراسیطرح صراف اورسمسار کا خط ہی انتہے تو موضوع مسئلہ مصورہ مین ہے کہ جب کاتب پر دین ہو نہ کاتب کا دین خزانہ اکمل مین ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچہہ مال مین لکہا یعنی مجہپر فلانے کا اتنا دین ہے اورخط اوسکا اہل شہر اورسوداگرون مین معلوم ہے پہر وہ مرگیا اورصاحب مال اوسکا مدعی ہوا اورخط اوسکا پیش کیا اورلوگ خط اوسکا پہچانتے ہین تو اوسکے دین کا حکم ہوگا اوسکے ترکہ مین انتہے طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہی کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اوریہاں اسکا اعتبار نہین کیا اسکی وجہ نہین کہلتی اشباہ مین کہا ابن وہبان نے اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکہتا مگر وہ دین جو اوسکا ہو اوراوسپر ہو انتہی جیسے دارم

بہت وضیع کر دیا جاوے بلکہ مسائل کتابت کی اصل وضع اوس دین میں ہی جو کاتب پر ہے چنانچہ نصوص مستند الیہا معلوم ہو چکا تو اگر اوس نے یہہ لکھا کہ میرا دین فلانی پر
انام ہے اسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے نہیں کہا بلکہ مصنف نے وافقون نے ابن وہبان کی تعمیم سے اسکو سمجھا ہے اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا
قول بصراحت رد کیا ہے کہ کہاں سے تبیہ اسکو معلوم ہوا کہ سوای مالہ اور ما علیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ گاہے صراف وغیرہ اسکے سوا بھی لکھا کرتے
علی الخصوص جب کہ تاجر معتمد علیہ اور مسلم نہو چنانچہ کہ مشاہدہ ایسا ہی ہے اس زمانے میں تو کیونکر عمل کیا جائیگا اوسکے خط پر اور اسکے دین کے ثبوت میں اور جو بکا فتوی
دی وہ جاہل ہے اصل نص خزانۃ الاکمل سے اور منشاء غلط تعلیل ابن وہبان ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وجوزاہ محمد لراو و قاض وشاهد ان تیقن
بہ قبل و بہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکہا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اوسکا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسیکا فتوی ہے صم خزانۃ
الاکمل میں ہے کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز رکہا ہے جب کہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو انتہی عیون میں
کہا انہیں دونوں صاحبوں کے قول پر ہے در صورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہے اور تغییر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن
ہے اور کمتر مشتبہ ہوتے ہے خط ہر وجہ سے تو جب تیقن ہوجاوے تو اسپر اعتماد جائز ہے تا لوگون پر وسعت ہوجاوے تنگی اسمیں باقی نرہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی
عن التتمۃ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس میں ہی سو ایک مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اوسنے صک ظاہر کی جسمیں خطوط
ہین عدول اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اوسنے حکم طلب کیا اس وثیقہ کا علمانے کہا ہے کہ قاضی کو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم
کرتا ہے اور حجت شہادت ہے یا اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ حجت ہونیکی لیاقت نہین رکہتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اسیطرح
خانیہ میں ہے کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اوسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہہ میرا خط نہین سو
اوس سے کچھہ لکھوایا گیا اور دونون کے خط مین مشابہت بہت ظاہر نکلی تو اسمین علما کا اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ اسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہے
انتہی اور یہہ جو جاری زاہدیہ میں ہے کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اوس وقت کا باقی نہو اور اسمین حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا
ہو کہ یہہ بوقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد کے ہے تو جائز ہے اوسکے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغییر اور تزویر کی تہمت اوسمین
نکرے اور اگر تہمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کہاوے تو بہی اوسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نکہاوے تو اوسکا حجت ہونا باطل ہے
انتہی سو یہہ قول جاری کا مخالف قاضیخان کی خانیہ کا ہے جو اصل مذہب کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ
علی الشہادۃ علی الظاہر وجوزہ الثانی بحیث لا یبیت فی بیتہ وعلیہ الفتوی شرنبلالیۃ وسراجیۃ اور ضرور ہے مسافت تین دن کی دونون
قاضیون کے مابین مین جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ ضرور ہے ظاہر الروایہ مین اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادۃ
کو جائز رکہا ہے اوتنی مسافت مین جسمین آدمی عود نکر سکے بسیدن اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ
قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اوسکی معزولی سے قبل پہونچنے
خط کے دوسرے قاضی کے طرف یا بعد وصول خط قبل اوسکے پڑہنے کے اور ابو یوسف نے اوسکو جائز رکہا ہے واما بعدہما فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قراءت
اگر کاتب مرگیا یا معزول ہوگیا تو خط باطل نہین یعنی اوسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ للقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ
لخروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانیسے اور اوسکے محدود فی القذف اور اندہا ہونے اور فاسق ہوجانے سے
بعد اوسکے عادل ہونیکے بسبب نکل جانے کاتب کی لیاقت اوس مذکور ولایت قضا سے اور ابو یوسف نے اوسکو جائز رکہا ہے وکذا بموت المکتوب الیہ وعزلہ
عن الاہلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہوجاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب
الیہ مگر اسوقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہین ہوتا جب کہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کردے یعنی یون لکہکر یہہ خط ہے فلانی قاضی
کیطرف یا جو وہان کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے بخلاف ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ بخلاف ما لو

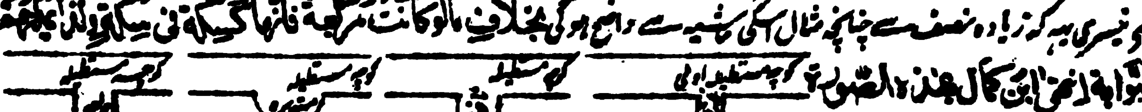
اگر ابتداء تعمیم کرے تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصہ لا یبطل بموت الخصم ایا کان لقیام وارثہ او
وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا ہے خصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اوسکے وارث یا وصی کے اوسکے مقام پر قلت وکذا
لا یبطل بموت شاهدی الاصل کما سیاتی متنا فی بابه خلافا لما وقع فی الخانیة هنا فانه مخالف لما ذکره بنفسه ثمه فتنبه اور ایسا ہی خط باطل
نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادۃ کے باب میں متن کے اندر آویگا بخلاف اوسکے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اوس
قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنے شہادت علی الشہادۃ کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت
فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی واعلم ان الکتابة بعلمه کالقضاء بعلمه فی الاشباه فمن جوزه جوزها ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم
حکمه بعلمه فی زماننا اشباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے مانند حکم کرنے کے اپنے علم و دانست سے ہے قول اصح
میں کذا فی البحر سو جسنے قضا بعلم قاضی جائز رکھی ہے اوسنے کتابت بہی اوسکی دانست سے جائز رکہی اور جسنے قضا بعلم جائز رکہی اوسنے کتابت بہی جائز رکہی مگر یہہ
حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ہم پہر جب قضا بعلم معتمد نہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہوگی وفیها الامام یقضی بعلمه
فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فهل الامام قید کما قدمناه
فی الحد ولم اره لکن فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی والمختار الان عدم حکمه بعلمه مطلقا میں کہتا ہوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بعلم
کے مسئلے میں چنانچہ ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حد میں اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا
ہم شارح نے شرح وہبانیہ سے سہو اوسکا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف
اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمه فی الحدود الخالصة لله تعالی کزنا وخمر مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود
خالصہ اللہ تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا یعنے خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پہر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ
اسی قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انه یعزر من به اثر السکر للتهمة مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اوس شخص کو جسمیں اثر مستی کا بسبب تہمت کے
ہم اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرعین وعن الامام ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولة علی وجه الحسبة
لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق
اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت الازواج اور مولے کو عدم استخدام قہری اور عدم وطی کا امر
کرے اور غاصب کو امر کرے دفع مغصوب کا یا اوسکو کسی امین کے پاس رکہوا دے لیکن یہہ امر بطریق احتساب اور امید ثواب کے ہوگا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی
ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام یملک اقامة الجمعة وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر او
رستاق والمعتمد المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کیطرف سے بلکہ اوس قاضی کیطرف سے جو متعین ہے سلطان کیطرف سے کہ جو اقامت جمعہ کا مالک ہے
اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کیطرف مقبول ہے اور مقبول پر عمل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے کتب
کتابا الی من یصل الیه من قضاة المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابته هذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایته وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اوس شخص کے طرف جسکو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اوس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد
کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اوس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تہا تو
اسکا مخاطب ہی نہ ٹہیرا یہہ تعمیم ابتدائی بمذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہے وفیها لو جعل الخطاب للمکتوب الیه لیس لنائبه ان یقبله اور
اوسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کے طرف معین ہو گیا تو اوسکے نائب کو اوسکا قبول کرنا جائز نہیں ہم اور ایسا ہی اگر نائب کے طرف خطاب ہے
تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البحر والمراة تقضی فی غیر حد وقود ولو اثم المولی لها الخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرهم امراة اور عورت

قاضی ہو سکتی ہے سوای حد اور قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بہلا نہوا اوس قوم کا جسنے اپنا کار بار عورت
کو دیا ہے بحر الرائق مین لن یفلح قوم سے تعنی ہرگز بہلا نہوگا اوس قوم کا جنہون نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ اونہون نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو نتیجہ
لائق اوسکے نہو سکیگی وتصلح ناظرۃ لوقف ووصیۃ لیتیم وشاہدۃ فی فصلہ تقریرہا فی النظر الشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا اشتراط الواقف بحر اور
عورت لیاقت رکہتی ہے وقف کے ناظر ہونیکی اور یتیم کی وصی بنانے کی اور شاہد ہونیکی کذا فی الفتح تو صحیح ہے مقرر کرنا اوسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت مین اگرچہ
بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدا فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ
صاحب بحر نے کہا اور مینے فتوی دیا اوس شخص کے بارہ مین جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف مین فلانے شخص کے واسطے پہر اوسکے ولد کیواسطے سو وہ شخص مر گیا اور اوسنے
ایک لڑکی چہوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ہم نے کہا یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہے کہ عرف وقفین
واجب الرعایۃ ہے اور تا حال کسی وقت اسکا اتفاق نہین ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اوسکے الفاظ کا صرف کرنا اوسکے عرف پر تو واقف کی مراد
شاہد کامل ہے تو اوسکی غیر مراد کے طرف کیونکر اوسکے لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الحطاوی مختصرا وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز
کونہا نبیۃ لا رسولۃ لبناء حالہن علی الستر اور اشباہ مین منجملہ احکام عورت کی مذکور ہے کہ مسایرہ مین عورت کے نبی ہونیکو اختیار کیا ہے نہ اوسکے رسول
ہونے کو کیونکہ عورتون کا حال الستر اور خفا پر مبنی ہے ہم اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت دلائل کیواسطے اور یہہ نہین ہو سکتا مگر مردسے
اور جواز ثبوت مقتضی وقوع نہین بدالامالی مین کہا کہ عورت کا ہے نبی نہین ہوئی مسایرہ رسالہ ہے علم کلام مین فتح القدیر نے اسمین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے
کذا فی الحطاوی ولو قضت فی حد وقود فرفع الی قاض اخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف شریح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد
اور قصاص مین پہر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے طرف جسکے مذہب مین عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص مین جائز ہے پہر اوس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ
کر دیا تو اوسکے غیر کو اوسکا ابطال جائز نہین بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ہم عینی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتون کی شہادت مردکے ساتہہ حد اور
قصاص مین جائز ہے انتہے پہر جب اونکی شہادت جائز ہوئی لہذا اونمین قضا بہی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا
کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثے عورت کی مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اوسکا حکم غیر حد اور قصاص مین صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ لہ او
لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ اولولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیۃ اور دریافت کر
کہ جب قاضی یا اوسکے ولد کا کوئی واقعہ حادث ہو پہر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب یا اوسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اوسکی قضا جائز ہے
چنانچہ اگر قاضی اوس سلطان کیواسطے حکم کرے جسنے اوسکو عہدہ قضا سپرد کیا یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ
کیواسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر وا
الملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اوسکے نفع اور نقصان مین اوسکی قضا بہی صحیح ہے انتہی
برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اوسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اوسپر
دلالت کرتی ہے کذا فی الحطاوی ولیقضی النائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ وہو قضاء الاصل بما شہدوا بہ عند النائب فیجوز
للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اوسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور بالعکس اسکے
یعنی اصل کا حکم کرنا اوس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اوس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اسکے یعنی نائب حکم کرے
قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصہ **فروع** مسائل متفرقہ شایع کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاض ممن
لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ حکم نکرے قاضی اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع مگر جب
قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے اوسکی گواہی مقبول نہین تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ

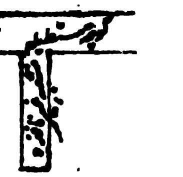
ہم معین الحکام میں ہے کہ قضا بسبب کے مانند امانت کے ہونے کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو اپنی بیعنے جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے
کذا فی الحموی وغیرہ۔ کہ لا یقضی لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ میں ہے کہ حکم نکرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت میں ہم ایسا
مناسب ہے کہنا مگر ایسا میں صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعضے اقارب پر جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین
مرگیا پھر دوسرے مرد نے دعوی کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اسپر گواہی قائم کی قاضی یا مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے
جائز ہے کیونکہ اس حالت میں قاضی شاہد ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ
ہو جائیگا اور اگر قاضی دین دیگا اوس مرد کو جو آپ کو وصی گمان کرتا ہے پہر دینے کے بعد اوسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اوسکی وصایت کا
حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اوسکی نافذ نہوگی اور قاضی دینے سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادای دین قاضی اس مرد کا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس
گواہی میں قاضی کی منفعت ہو یعنے براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکور مرجائے
یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اوسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو وصی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اوسکے قرابتدار کو بری الذمہ ٹھہرادیگا کذا فی الطحطاوی
وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ ولامرأۃ ابیہ ولو فی حیاۃ امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ
کی شرح میں صحت قضا کی قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماکیواسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ اور اپنے باپ کی زندگی میں دیا ہو وانہ یقضی فیما تحت
نظرہا من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقاف میں جو اوسکی تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے بمضمون مذکور دو بیتیں
زیادہ کیں سو یوں کہا ہے ویقضی لام العرس حال حیوتہا + وعرس ابیہ وھو حی کحرد + اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماکیواسطے زوجہ کی حالت حیات
اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہو یہ حکم محرر ہے ۵ وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ + بارث مقضی بہ فتبصرنا
اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اوسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی جسمیں حکم کرے جسمیں قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ
اس وقت میں دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماکیواسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصرنا ابرای بیت ہو یعنی بصارت حاصل کر
اس حکم کو دریافت کر کے ۵ ویقضی بوقف مستحق کونہ + بوصف القضا والعلم اذکان ینظر + اور حکم کرتا ہے قاضی اوس وقف میں جس کی آمدنی کو بوصف قضا
وعلم مستحق ہو یا وقف قاضی کی تحت نظر ہو ہم یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اسمیں قاضی کا حکم کرنا جائز
ہو اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی هذه مسائل شتی ای متفرقۃ یہہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ میں
شتے جمع شتیت کی ہو معنے متفرق ومختلف قال تعالی (ان سعیکم لشتی) یعنی مختلف الجزا وجاؤا اشتی ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ شتے آئے
متفرق آئے یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لاخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ وھو البیت التحتانی منع کیا جاویگا نیچے
مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہے اس سے کہ میخ ٹہونکے بیت تحتانی میں ہم ایک مکان دو منزلہ ہو نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہو اور اوپر
مکان کا دوسرا شخص مالک ہو تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کہونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کریگا مطلقا یعنی کہا لقرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف
جائز ہو خانیہ میں ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں وغیرہ کہودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانے والیکا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک
بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس بعنی الجمع یا صاحب تحتانی روزن کہودے تو منع کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی
الجمع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوۃ بفتح وضم کاف وتشدید واو عبارت
ہے طاق سے بلا رضی الاخر وھذا عندہ وھو القیاس جو یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کہودنے سے بدون رضامندی دوسرے کے
روکا جائے گا اور یہہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا یفعل ما لا یضر اور صاحبین نے کہا ہر دو فریق میں سے ہر ایک کرے وہ فعل
درست ہو جو دوسرے کو ضرر نکرے ہم ظاہر قول شارح [illegible] دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتمد ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر

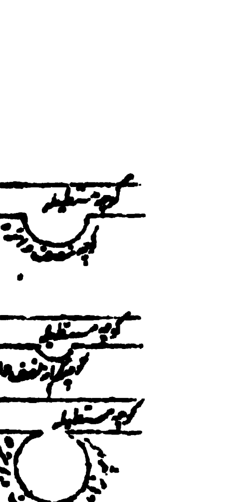
مسائل شتی

عمومی مین ترمیم سے مستقل ہے کہ یہی قول مستند ہے کے واسطے تمام ہے ولو انھدم السفل بلا صنعہ لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا
مکان گر گیا وسکے مالک کے بدون مگر نیچے تو اوسپر اوسکے بنانے مین زبردستی نہو گی بسبب عدم تعدی کے والذی العلو ان یبنی السفل ثم یرجع بما انفق ان بنی
باذنہ او اذن القاضی والا فبقیمة البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بنا دے یعنی نیچے کے مکان کو در صورت انہدام پھر
جو اوسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے بھرلے اگر اوسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو ورنہ نہین تو جو اوسکی قیمت ہو بنانے کے دن
وہ اوس سے لیوے اور پورا بیان اسکا عینی مین ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اوسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اوسپر تاوان نہین کذا
فی الخلاصہ وبنیت فی زائغة مستطیلة ای سکة طویلة یتشعب عنها سکة مثلها لکن غیر نافذة الی محل اخر یمنع اهل الاولی من فتح باب للمرور
لا للاستضاءة والریح مبنی فی الفصول الغیر نافذة علی الصحیح اذ لا حق لهم فی المرور بخلاف النافذة زائغة مستطیلة یعنی لمبا کوچہ جس
جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہو مانند پہلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہین دوسری مکان کے طرف یعنی بند ہو دوسری جانب سے تو روکے جاوینگے
پہلے کوچہ والے چلنے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ مین بقول صحیح اسواسطے کہ اونکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہین بخلاف کوچہ نافذہ
کہ اوسمین دروازہ پھوڑنا جائز ہے یعنی نہ کہا روشنی کے واسطے اور ہوا آنیکے واسطے کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہے
ہم کہتے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ مین سطح کا اوسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار مین دروازہ نہین پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ
مین نکل آوے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہوتا اور اسکے واسطے حق مرور نہین کوچہ غیر نافذہ مین بلکہ اوسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کے
ہو جاوے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ مین تو پہلے کوچے والون کا شفعہ اسمین ثابت نہین بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اونکو پہلے کوچے مین دروازہ لگانا
درست ہو کیونکہ اوسمین اونکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسمین سبکا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ مین فتح باب منع
نہین بلکہ مرور ممنوع ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع مین بنص محمد صحیح ہے اور یہ اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہین کیونکہ رات اور دن
اوسکی نگہبانی ممکن نہین اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعای حق مرور کی تمہید ہو کذا فی فتح القدیر ہم
معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر صحیح ہو اور مثال کوچہ مستطیلہ اور شعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہے وفی زائغة مستدیرة لزق ای اتصل طرفاها ای
نهایة مستدیرة بحیط طرفاها بالمستطیلة لا یمنعون لانها ساحة مشترکة فی دائرة اور گول کوچے مین جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہین دروازہ
پھوڑنا ممنوع نہین کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ بمنزلہ اوس صحن کے ہے جو گھر مین مشترک ہو دونون کنارون سے مراد گول کوچے کی نہایت
کشادگی ہو ہم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ مین حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک کے مانند ہے اور یہہ
کہ وہ کچے ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ مین مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیع ہو کذا فی النہر فتح باب تبھی تک ہو جب کہ مستدیرہ نصف دائرہ کی برابر ہو یا نصف
کم ہو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اسمین فتح باب جائز نہین تو یہان دو صورتین تصور کرنا چاہیئے پہلی صورت مین فتح باب جائز ہے نہ دوسری
صورت مین وجہ فرق یہہ ہے کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب وہ سکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ
دوسرا موضع ٹھیرا مستطیلہ کا تابع نہوا کذا قال شرح الوقایہ ہم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہوئین ایک یہہ کہ استدارہ بقدر نصف دایرہ ہو دوسری یہ کہ کم
نصف ہو تیسری یہہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہو گی بخلاف ما لو کانت مربعة فانها کسکة فی سکة ولذا یکون
لهم نصب البوابة انتهی ابن کمال بعدہ الصور



بخلاف کوچہ مشبہ مربع کے کہ وہ بمنزلہ اوس کوچے کے ہے جو کوچے مین واقع ہو ولہذا اگر چوکون والون کو نصب دروازہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مربع شارح
نہ یعنی کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ مین دروازہ لگادین اور اس محل کی صورتین نسخون مین مختلف مرقوم ہین لیکن مقام سے قریب بفہم ہین
کہ اونکے لگانے چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کر دین ہین بقولہ فتح القدیر مین ہے کہ کوچہ غیر نافذہ جو اعدادن کے لوگون مین





ایک شخص نے گارا بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگون کے چھوڑی اور مٹی جلد اوٹہائی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نکیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گہر مین سے سوا اوسنے اپنی دیوار مین مٹی لیسنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے کے اوسکے گہر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گہر مین پڑی ہے سو اوسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اوسکا نابدان ہے دوسرے کے گہر مین سو اوسکے صاف کرنیکا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اوسکے گہر کے داخل ہوئے اور منع کرتا ہو تو اوسکے ہمسایہ کو کہا جائیگا کہ یا تو اوسکو داخل ہونے سے منع نکرنا وہ درست کیوے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اوسکا مطلب پورا کردے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور یہی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑہا کہودا سو اوسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو بھی زبردستی نہین پہر اگر دیوار منہدم ہوگی تو اوسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہو کہ ایک شخص نے امام ممدوح سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گہر مین کنوان کہودا ہے جسنے میری دیوار گراوسی ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گہر مین اوسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کہود سو اوسنے ایسا ہی کیا تو اوسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اوسنے ناچار ہوکر کنوان بند کر ڈالا امام نے منع جائز کا فتوی نہ دیا بلکہ اوسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بجارہ ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیہ الفتوی بزازیۃ واختارہ فی العمادیۃ وافتی بہ قاری الہدایۃ حتی یمنع الجار من فتح الطاق وھذا جواب المشایخ استحسانا اور منع نکیا جاوے شخص اپنی ملک مین تصرف کرنے سے مگر جب کہ اوسکے پڑوسیکو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اوس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اور اسیکو پسند کیا ہے عمادیہ مین اور اسیکا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کہڑکی اور روزن کہولنے سے اور یہ جواب ہے مشایخ کا بطریق استحسان کے ضرر مین جسنے ضرر صریح وہ ہو جو سبب سلم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسے روشنی کا بالکل بندکرنا اور اسیکو علما فتوی کے واسطے پسند کیا ہے اور اگر اندک منفعت سے بھی مانع ہو تو اپنی ملک کے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جاوے تاتارخانیہ نے کتاب الاستحسان مین ذکر کیا کہ ایک گہر اگر متصل چند گہرون کے ہے اور اوس گہر کا مالک یہہ ارادہ کرے کہ اوسمین تنور بناوے جسمین ہمیشہ روٹیان پکاوین وہ کاندی کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دہوبیون کے کندی کرنے کی پٹری بناوے تو جائز نہین کیونکہ اسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا ہو اسواسطے کہ تنور مذکور سے بکثرت و شدت دہوان پہیلیگا اور چکی اور کندی کی پٹری سے دیوارین بودی ہوجاوینگی بخلاف حمام کہ وہ مضر نہین مگر بسبب طراوت کے اور اوس سے بچاؤ ممکن ہے درمیان مین دیوار اوٹہاکر اور بخلاف تنور معمولی کے جو گہرون مین ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب قلانسی مین وہ قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اوس عمارت مین جو مشرف ہو کسیکی زمین یا گہر پر لائق اختیار ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزن وہ ہو جو نظر کیواسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کیواسطے ہو تو روکا نجائیگا یعنی اگر سافل عمارت مین روزن ہو تو پہلی صورت ہے اور اگر عالی عمارت مین ہے یا اوسپر شباک یعنی جالی ہے تو وہ دوسری صورت ہے کہ ظاہر روشنی کیواسطے ہو کذا فی العطاء وجواب ظاہر الروایۃ عدم المنع مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ ووالدہ ورجحہ فی الفتح تبعا للمجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثم قال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ انتہی قلت وحیث تعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر اہ افندیۃ اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہی ہر طرح سے خواہ پڑوسیکا ضرر صریح ہو یا نہو اور اسیکا فتوی دیا ہے چند علمانے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اوسکے والد نے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمۃ مین ہے کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمۃ مین اسی پر اعتماد کیا ہے سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین بیان اختلاف ہوا ہے اور لائق یہ ہے کہ درصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے انتہی مین کہتا ہون اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہے بارہا سو تامل کرو جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنی ملک کے تصرف مین مختار ہے کسیکا ضرر ہو یا نہو اور تجہکو معلوم ہوچکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنے درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف سے نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی العطاء

قلت وبقي ما لو اشكل هل يضر ام لا وقد حرر محشي الاشباه المنع قياسا على مسئلة السفل والعلو انه لا يتد اذا اضر وكذا اذا اشكل على
المختار للفتوى كما في الخانية قال المحشي فكذا تصرفه في ملكه ان اضر او اشكل يمنع وان لم يضر لم يمنع قال ولم ار من نبه عليه
فليغتنم فانه من خواص كتابي انتهى مین کہتا ہون اور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہین اور البتہ
اس باب مین محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو میخ دیوار مین نہ ٹھونکے جب کہ دوسرے کو
ضرر کرے اور یہی حکم ہے جب کہ تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر مین بنا بر اوس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانیہ مین ہے محشی نے کہا تو ایسا ہی
انسان کا تصرف اپنی ملک مین اگر دوسرے کو مضر ہو یا مضر اور عدم ضرر مین تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہین تو منع نکیا جائیگا محشی نے کہا مین نے
نہین دیکھا اوس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیئے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے انتہے کلام المحشی م طحطاوی نے کہا کہ محشی
اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا اوسی مطلب مین کافی تھا ادعى على آخر هبة في
وقت فسئل المدعي بينة فقال قد جحدنيها اي الهبة فاشتريتها منه او لم يقل ذلك اي جحدنيها ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا
ایک وقت مین مثلا یہہ دعوی کیا کہ اوسنے فلانی چیز مجھکو رمضان مین دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اوسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کر کے منکر ہو گیا
ہبہ سے تو مین نے اوس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہہ نکہا یعنے انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نکیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اوسکے بعد خرید کا ومفاده الاكتفاء
بامكان التوفيق وهو مختار شيخ الاسلام من اقوال اربعة اور مفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہے بامکان توفیق اور یہہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے
منجملہ چار قولون کے ہر جس موضع مین تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اوسکی توفیق یعنے رفع تناقض مین فقہا کے چار قول ہین پہلا قول یہ
ہے کہ دونون کلامون مین بالفعل توفیق ضرور ہے امکان توفیق کافی نہین دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقا خواہ مدعی کیجانب سے یا مدعا علیہ کی
طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو
نہ متعدد کذا في الحموي وفي البحر جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کر کے خرید کا دعوی کیا تو یہی
اسکے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نرہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو یہان توفیق بالفعل مدعی کے
کلام سے نہین بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق سے واختار الخجندي انه يكفي من المدعى عليه لا من المدعي لانه
مستحق وذلك دافع والظاهر يكفي للدفع لا للاستحقاق بزازية اور خجندی نے یہہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی
کیجانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کیواسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا في البزازية
امکان توفیق کے نزدیک وجود اور وقوع اوسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع مین حجت ہے نہ استحقاق مین کذا في البحر فاقام بينة على الشراء بعدها اي بعد
الهبة تقبل في الصورتين پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کئے یعنی مثلا شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہو گی دونو صورتون مین یعنی
ایک صورت یہہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھ سے انکار کیا دوسری صورت یہہ کہ نکہا ہم بعد و قبلها ظہر ہو شرا کا نہ اقام کذا في الحلبي وقبلها
لا لوضوح التوفيق في الوجه الاول وظهور التناقض في الثاني اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلا شعبان کی خرید پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول
نہو گی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول مین اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی مین ہم حاصل مسئلہ یہہ ہے کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلا دعوی کیا جب گواہ
طلب ہوئے تو اوس نے خرید کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلا شوال مین خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین ممکن
ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید مین تناقض نہین کہ اوسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعی نے اوسکو شعبان مین خرید کیا تو اسمین قول مدعی
اور شہادت شہود مین تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ مین اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض ہے لہذا
مقبول نہین ولو لم يذكر لهما تاريخا او ذكر لاحدهما تقبل لامكان التوفيق بتاخير الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نکی فقط

ہبہ یا فقط خرید کی تاریخ مذکور کی تو دعویٰ مقبول ہے بوجہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہو تو احتمال ہے کہ خرید اس
بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وہل یشترط کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی جزمًا بان التناقض اور کیا شرط ہے کہ
دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اسمین خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہے کذا فی
البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے م علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خرشہ لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک
وہ قاضی کے نزدیک ثابت نکیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونوں مجلس قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق
الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامہ فی البحر آخر المصنف اور تناقض دفع ہوجاتا ہے خصم کی تصدیق
سے اور متناقض کے یوں کہنے سے کہ مینے کلام اول کو چھوڑا اور اب میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے اور
مصنف نے اسکو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے م تکذیب حاکم کی یہ صورت ہے کہ زید نے دعویٰ کیا کہ محمود اوسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود نے ضمانت کا انکار
کیا اور زید گواہ لایا اوسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعویٰ کیا کہ میں اوسکا
ضامن ہوا تھا اوسکی اجازت سے اور پھر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پھر لینا جائز ہے یعنی مدیون یہ نہیں کہہ سکتا کہ
کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعًا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر
بتصرف کما لو ادعی اولا انہا ای الدار مثلا وقف علیہ ثم ادعاہا لنفسہ او ادعاہا لغیرہ ثم ادعاہا لنفسہ لم تقبل للتناقض چنانچہ
اگر دعویٰ کیا اول کہ وہ یعنی مثلاً گھر وقف ہے مجھپر پھر اوسکی ملکیت کا دعویٰ کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعویٰ کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے پھر اوسکی ملکیت کا
اپنے واسطے دعویٰ کیا تو مقبول نہیں بسبب تناقض کے م یہ تشبیہ ہی نفی قبول میں جب وقف کا پھر ملکیت کا دعویٰ کیا لیکن اب توفیق میں اگرچہ ممکن
نہیں اسواسطے کہ وقف مملوک نہیں ہوتا وقیل تقبل ان وفق بان قال کان لفلان ثم اشتریتہ منہ درر فی اواخر الدعوی اور بعضوں نے کہا کہ اگر
مسئلہ ثانیہ میں توفیق دی مدعی نے اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر مینے اوسکو خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعویٰ کے اواخر میں ہے
قال ولو ادعی الملک لنفسہ اولا ثم ادعی انہ وقف علیہ تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعویٰ ملک کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعویٰ کیا
کہ وہ مجھپر وقف ہے تو مقبول ہے م منح الغفار میں اسیطرح ہے اور بحر الرائق اور جوہری میں تقیید بلفظ علیہ نہیں تو بموجب عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے
اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مینے اسکو وقف کر دیا اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہیں کیونکہ تناقض ظاہر ہے جسمیں توفیق نہیں مگر
بقول ابو یوسف توفیق ہو سکتی ہے کہ اونکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ یقبل
چنانچہ اگر اوسکا دعویٰ کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومنہ قال
لآخر اشتریت منی ہذہ الجاریۃ وانکر الآخر الشراء جاز للبائع ان یطأہا ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترکہ بفعل یدل علی
الرضی بالفسخ کامساکہا ونقلہا لمنزلہ لما تقرر ان جحود جمیع العقود ما عدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے کو کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی بیع
کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اوس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اوس فعل سے مقارن ہو
جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان میں لیجانا جماع اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جمیع عقود کا انکار
سوائے نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک میں داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوگئی فلو باعہا ردّہا بعیب قدیم
لتمام الفسخ بالتراضی علی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہے بباعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی م اوس عیب کے
سبب رد جائز ہے جسپر اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہیں کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز میں ذکر کیا
کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو یہ فسخ ہوئی مشتری کے جانب سے پھر جب کہ بائع نے اوسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا کہ اسلئے

الصحاوي اما النكاح فلا يقبل الفسخ اصلا فلذا لو جحد انه تزوجها ثم ادعاه وبرهن على النكاح يقبل برهانه اور نكاح تو فسخ قبول نہين كرتا تو يہي
وجه اگر زوج زوجيكے نكاح كرنے سے منكر ہو پھر بعد اسكے نكاح كا دعوىٰ كرے اور نكاح پر گواہ لاوے تو دليل اوسكي مقبول ہے ہم نے كہا تھا كہ نكاح فسخ نہين كسى سبب سے
تو اگر عورت دعوىٰ كرے ايك مرد پر نكاح كا اور مرد منكر ہو تو عورت كو دوسرے مرد سے نكاح جائز نہين كيونكہ انكار زوج فسخ نكاح نہين تو قاضي كو حاجت ہے
كہ اسكے بعد يون كہے كہ مين نے تم دونون مين تفريق كردى يا مرد يون كہے كہ ميرى زوجہ تھى سو مين نے اسكو طلاق بائن دى اور اگر مرد نے عورت كے نكاح كا
دعوىٰ كيا اور عورت نكاح كى منكر ہے پھر مرد مرگيا اور عورت آئى ميراث كا دعوىٰ كرتى تو اسكو ميراث مليگى كذا في الطحاوى بخلاف البيع فانه اذا انكره
ثم ادعاه لا يقبل لانفساخه بالانكار بخلاف النكاح بخلاف بيع كے اسواسطے كہ جب بيع كا منكر ہوگا اور پھر بيع كا دعوىٰ كريگا تو مقبول نہين بسبب فسخ
ہوجانے بيع كے انكار سے بخلاف نكاح كے ہم بہتر يہ تہا كہ شارح لفظ بخلاف النكاح كو حذف كرتا كہ اوسكي كچھ حاجت نہين اور ان مسائل كا ذكر كتاب الدعوىٰ مين
مناسب تہا كہ بيان انكا ذكر اسواسطے ہوا تاكہ حكم قضا انمين مذكور ہو اقر بقبض عشرة دراهم ثم ادعى انها زيوف او نبهرجة صدق بيمينه لان اسم
الدراهم يتناولها بخلاف الستوقة لغلبة غشها اقرار كيا دس درم كے قبضہ كرنے كا پھر مقر نے دعوىٰ كيا كہ دراہم مذكورہ زيوف ہين يا نبہرجہ تو اوسكي تصديق
ہوگي قسم كے ساتھ اسواسطے كہ دراہم كا نام زيوف اور نبہرجہ كو شامل ہے بخلاف ستوقہ كے كہ انكو اسم دراہم شامل نہين بسبب غالب ہونے اونكي غش كے ہم
زيوف جمع ہے زيف كى زيف وہ درہم ہے جو خزانۂ سلطانى مين نہ ليا جاوے اور سودا گرون مين وہ سكا لينا رائج ہوا سواسطے كہ خزانہ سلطانى مين كھرا مال ليا
جاتا ہے اور ستوقہ وہ درم ہے جسكے اندر تانبا يا سيسہ ہو اور دونون طرف چاندى ہو موسىٰ نے ابو سعود سے نقل كيا كہ حق يہ ہے كہ نبہرجہ كے لفظ مين ہے مقدم
ہونے نون پر جيم كے معرب ہے معلوم ہوتا ہے كذا في الطحاوى ولذا لو ادعى انها ستوقة لا يصدق ان كان البيان مفصولا وصدق لو بين موصولا
نهاية فالتفصيل في المفصول لا الموصول اور چونكہ درم كا نام ستوقہ كو شامل نہين اگر بعد مقر نے كوربيعہ دعوىٰ كرے كہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہين تو اوسكي تصديق
نہوگى اگر يہ بيان جدا ہو اقرار قبض سے اور تصديق ہوگى اگر بيان كيا اوسي اقرار قبض سے ملا كر كذا في النهاية تو تفصيل مذكور مفصول مين ہے نہ موصول مين ہم يعني
تفصيل ربيعہ اور نبہرجہ مين اور ستوقہ مين بصورت انفصال بيان ہے يعنے اگر دراہم مقبوضہ كو زيوف يا نبہرجہ كہا بطريق انفصال تو تصديق ہوگى اور اگر ستوقہ
كہا تو بطور انفصال تصديق نہوگى اور اگر اقرار كے ساتھ بيان متصل واقع ہوا تو بلا تفصيل تصديق ہوگى خواہ زيوف كہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض
الجياد لم يصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر كھرے درمون كے قبضہ كرنيكا اقرار كيا اور پھر دعوىٰ كيا كہ دراہم زيوف يا نبہرجہ يا ستوقہ تھے تو تصديق
نہوگى مطلقا اگرچہ يہ بيان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض كے يعني جب جودت كا اقرار كيا تو اب اوسكے خلاف دعوىٰ كرنا صريح تناقض ہے ولو اقر انه قبض
حقه او قبض الثمن او استوفى حقه صدق في دعوى الزيافة لو بين موصولا لا اور اگر اقرار كيا كہ اوسنے اپنے حق پر قبضہ كيا يا ثمن پر قبضہ
كيا يا اوسنے اپنا حق پورا بھر ليا تو اوسكي تصديق ہوگى دعوىٰ زيافت مين يعني اگر يون كہا كہ وہ دراہم زيوف تھے تو تصديق ہوگى بشرطيكہ اسكو موصول بيان
كيا ہو اور اگر اسكو موصول بيان نہين كيا تو تصديق نہوگى ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونيكا دعوىٰ مانند ہے دعوىٰ زيافت كے كيونكہ سبكا حكم ايك ہى ہے نہايہ مين ہے
كہ اگر اپنے قبض حق كا دعوىٰ كيا پھر لوٹا كر كہا كہ ستوقہ ہين يا دراہم رصاص ہين تو موصولا تصديق ہوگى نہ مفصولا كذا في الطحاوى ولان قوله جياد مفسر
فلا يحتمل التاويل بخلاف غيره لانه ظاهر او نص فيحتمل التاويل ابن كمال اسواسطے كہ مقر كا جياد يعني كھرے درم كہنا مفسر ہے تو محتمل تاويل نہين بخلاف
غير جياد كہنے كے كيونكہ وہ ظاہر ہے يا نص تو اوسمين تاويل كا احتمال ہے كذا ذكرہ ابن كمال ہم مفسر اوسمين مشہور وہى جو نص سے زيادہ تر واضح ہو اسطرح پر كہ اوسكے
ساتھ احتمال تاويل باقى نرہے اور ظاہر وہ ہے جسمين غير مراد كا احتمال بعيد ہو اور نص وہ ہے جسمين غير مراد كا احتمال بعيد تر ہو كذا في الطحاوى تو جب جيد بولا تو غير جيد
كا احتمال باقى نرہا كيونكہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق قبض ثمن يا استيفاء حق كے اقرار كے كہ وہ ظاہر ہے يا نص تو اوسمين زيافت وغيرہ كا احتمال ہے اگرچہ احتمال
بعيد ہے اقر بدين ثم ادعى ان بعضه قرض وبعضه ربوا وبرهن عليه قبل برهانه قنية عن علاء الدين وسيجيء في الاقرار اقرار كيا
دين كا پھر دعوىٰ كيا كہ بعض دين قرض ہے اور بعض بياج ہے اور اسپر گواہ لايا تو گواہى اوسكي مقبول ہوگى چنانچہ قنيہ مين ہے علاء الدين سے اور آگے كتاب الاقرار

بین آدمیین فقال لاخر لک علی الف درهم فقال المقر له لیست لی ثم صدقه فی مجلسه فلا شیء للمقر له الا بحجة او اقر ثانیا وکذا الحکم فی کل اقرار فیه المقر له واحد
ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تیری مجھ پر ہزار درم ہین سو جسکے واسطے اقرار کیا اوس نے اوسکا اقرار رد کیا اسنے یون کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہین یا وہ درم تیرے ہین
یا فلانے شخص کے ہین کہ انسے اقرار کیا پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اوسی مجلس مین تو مقر لہ کا کچھہ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اسی
طرح کا حکم ہر ایک اوس اقرار مین جسمین ایک شخص کا حق ہے ہم مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہو گیا مقر لہ کے رد کر دینے سے اور
بعد انکار کے تصدیق کرنا یہہ دعوی ہے تو اوسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت
اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے مردود نہین ہوتا اور تصدیق الخ کی قید ہم اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کریگا
تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء عن الدین اور ہبۂ دین قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہین ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اوسنے قبول کیا پھر
رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کریگا تو رد ہوگا تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھہ دین ثابت نہوگا
ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہان مقر لہ منفرد بردّ اقرار ہے بخلاف اوسکے اگر یون کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا
تو اوسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ مین منفرد نہین جیسے عقد مین منفرد نہین خلاصہ یہہ ہے کہ جس چیز مین دو شخصون کا
حق ہے اگر اسمین منکر رجوع کرے تصدیق کے طرف قبل اثبات کے کہ شخص آخر اوسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جسمین
مین ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اوسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہین کذا فی الطحطاوی المفتاد ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیه

ما کان لک علی شیء قط فبرهن المدعی علی انه له علیه الف وبرهن المدعی علیه علی القضاء ای الایفاء او الابراء ولو بعد القضاء
ای الحکم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسائل الخمسة کما سیجیء قبل برهانه لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی
ویبرأ منه دفعا للخصومة اور جس نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھہ نہ تھا ہرگز سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار
ہین اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا
اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ مین دفع صحیح نہین چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی مین آویگا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابراء مین اسواسطے کہ جھگڑا مٹانیکے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے
اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے ہم یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ مین مال دیچکا ہون یا مدعی نے مجھے معاف کر دیا ہے اور اسکو گواہی سے
ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر مین تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہان متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا
مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو ہم مسئلہ
مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ اوسمین علما کے پانچ قول ہین وہ یہہ ہے فی الاقرار الاصل برهن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شهودی
کذبة او لیس لی علیه شیء صح الدفع الی آخره وذکره فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستشراء اور کتاب الاقرار مین آویگا یہہ کہ اگر
مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ مین دعوی مین جھوٹا ہون یا میرے گواہ جھوٹے ہین یا میرا اوسپر کچھہ نہین تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر مین
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استشرا مین ذکر کیا ہے استشرا معنے خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی علیه فبرهن
المدعی علی القصاص ثم برهن المدعی علیه علی العفو او علی الصلح عنه علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا
دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہم
یہان بھی کلام مدعی مین رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع مین پہلے قصاص تہا اور اوسنے جھگڑا مٹانیکے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص کو
معاف کروالیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی عبدیة شخص فانکر فبرهن المدعی ثم برهن العبد ان المدعی اعتقه یقبل لما بینا

اور ایسا ہی حکم ہے دعوی رق میں بایں طور کہ دعوی کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اوس نے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اوسکی غلامی پر پھر غلام گواہ
لایا کہ مدعی نے مجھکو آزاد کر دیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر اوسنے صلح کر لی ہو مدعی سے ہم تصنیف برہان در صورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر اول انکار
کیا پھر کچھ مال پر صلح کر لی پھر گواہ لایا ایفا یا ابراء پر تو اوسکی برہان مسموع نہو گی ایفا پر کذا فی المنح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برھانہ علی الایفاء جاز
اور اگر مدعا علیہ نے ایفاء دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کر لی تو اوسکا برہان ایفاء پر مقبول ہے کذا فی البحر یعنے صلح دعوی ایفاء کو باطل
نہیں اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے گاہے غیر حق بھی دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی دفیہ برھن ان لہ اربع مائۃ ثم اقر ان علیہ للمنکر
ثلث مائۃ یقطع عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا فذمتہ غیر مشغولۃ فی
زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اوسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر
تین سو ہیں تو چار سو میں تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے
کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اوسکا ذمہ مشغول نہیں اوسکے گمان میں پھر مقاصّہ یعنے باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوتا ہے واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک
ونحوہ کما ایتک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا ہوں اور نہ اسکے چنانچہ یون کہا کہ میں نے
تجھکو نہیں دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول ہے بسبب متعذر ہونے توفیق کے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا
مجھ پر کچھہ نتھا ہرگز اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یون بولا کہ مینے تجھکو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلطہ نہیں اور نہ دینا اور نہ لینا
یا میں اور تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور نہ اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کئے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر
شرح وقایہ میں ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصون کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء بدون معرفت کے نہیں ہوتا انتہی
وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یتعاطی بنفسہ
لا یقبل اور بعضون نے یعنے قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو گاہی اذیت ہوتی
ہے اپنے دروازہ کو غل شور کرنیسے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے مخاصم کو راضی کر دینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اسکو معلوم
کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ اون لوگون میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اوسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہو گی ہم یہ
شعر بہ ہی قاضی خان کی محتجب وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضون نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی
نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح در فی اخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار ہان اگر مدعا علیہ اوس
شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض مانع صحت
اقرار دائن کا مانع نہیں ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اوس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر محذوف یہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہو
تو تناقض مندفع نہو گا چنانچہ اوسنے کہا کہ میں نے اوسکو کچھہ نہیں دیا پھر اوسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہو گا کیونکہ محال ہے کہ شئی واحد میں دافع
غیر دافع ہو ہان اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے تو معنے جس دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہو چکا اوسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح
کہ اوس نے یہہ اقرار کیا کہ دین اسکو پہونچ گیا ہے یا یون کہا کہ میں نے اوسکو پہونچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی
الطحطاوی بعد قبضہ اقر ببیع عبدہ من فلان ثم جحد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کی بیع کا فلان شخص کو
پھر اوسکا انکار کیا تو اوسکا انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہے ہم صحت انکار کا مطلب
یہہ کہ کلام متناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی علی آخر انہ باعہ امتہ منہ فقال الاخر لم ابعہا منک قط فبرھن
المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرھن البائع انہ ای المشتری بریٔ الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ

المانع للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اوس نے اپنی لونڈی اوسکے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ مین نے اوسکے ہاتھ نہین بیچی ہرگز سو گواہ بائع نے
خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی مین عیب پایا اور اوسکے پھیرنے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے براءت کرچکا ہے اوس کے
ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ھ وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ براءت عیوب بیع بدون
بیع متصور نہین و عن الثانی تقبل لامکان التوفیق بیع وکیلہ وابرائہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب
ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ھ جب اوسکے وکیل سے بیع کی توجیہ کہنا درست ہوا کہ میں نے بیع نہین کی یعنی بذات خود میں نے
بیع نہین ہوا اور براءت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنہ واقعۃ معرفۃ اور از جنس مسئلہ متن واقعہ ہے
سمرقند کا جس مین تناقض واقع ہے ھ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو مقدم بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا وطالبتہ بالمھر
فانکر فبرھنت فادعی انہ خلعہا علی المھر تقبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلافہ زوجہ نے دعوی کیا کہ اوس نے مجھ سے
نکاح کیا اتنے مہر پر اور اوس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اوس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اوسنے
عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا
نکاح اوسکے باپ نے کردیا ہوا اور وہ صغیر ہوا اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصۃ ھ یعنے اسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہین ہوا اور
نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہین پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر مین تناقض نہین کذا فی الطحطاوی ویبطل جمیع الصک
ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی اخرہ باطل ہوجاتا ہے تمام مضمون اوس صک یعنی کاغذ تمسک کا جسکے آخر مین ان شاء اللہ لکھا ہے ھ شارح نے
بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہے خواہ اوسمین ایک شی مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی مین ہے وقالا اخرہ فقط کی
ہو استحسان راجح علی قولہ فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ تمسک کا باطل ہوتا ہے جو ان شاء اللہ سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان
ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ھ وجہ استحسان یہہ ہے کہ جملون مین اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہین اور وثیقہ لکھا جاتا ہے واسطے اعتماد اور
وثوق کے اسواسطے تو اگر استثنا کل کے طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے اور یہہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنا اوسیکے طرف راجع ہوگا جو
اوس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہین اسپر کہ فرجہ خط مین فاصل
سکوت کی مانند ہے ھ فرجہ یعنی اثناء تحریر مین کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق مین سکوت کرنا تو ان شاء اللہ مابعد فرجہ کے طرف راجع ہوگا جیسے سکوت مین مابعد
سکوت کے طرف راجع ہوتا ہے وعلی انصرافہ للکل فی جمل معطوفۃ بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ متفق ہین ان شاء اللہ کے راجع ہونے پر
کل کے طرف اون جمل منطوقہ مین جنمین عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور اونکے اخیر مین شرط ہو ھ چنانچہ ایک شخص نے یون کہا کہ میری عورت مطلقہ
ہو اور میرا غلام آزاد ہے اور مجھپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے ان شاء اللہ تو شرط تینون جملون کے طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور مشی
کچھہ لازم نہین جمل منطوقہ کی قید ترجمہ مین اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ مین امام اور صاحبین کا اتفاق نہین چنانچہ مسئلہ صک مین مذکور ہوچکا واما الاستثناء
بالا واخواتہا فللاخیر الا بقرینۃ کمائۃ درہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اوسکے اشباہ سے اخیر کے
طرف راجع ہوتا ہے مگر بقرینہ اول کیطرف راجع ہوجاتا ہے چنانچہ اسقول مین کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہہ استثنا اول یعنے درہمون کے طرف
راجع ہو نہ اخیر کے طرف بطریق استحسان کے ھ قرینہ یہان اتحاد جنسیت مستثنی منہ اور مستثنی ہے واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین
فالیہما اتفاقا اور استثنا بلفظ ان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونون کے طرف بالاتفاق راجع ہے ھ جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہے جسمین تعلیق
واقع نہین بقرینہ مقابلہ چنانچہ یون کہنا کہ انت طالق وہذا حر ان شاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق
فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہونا بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونون کے طرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک

ھ یعنی جس جملہ ... ان شاء اللہ کی ... شرط ... کیا جاوے اور ... جملہ کی ... متعلق ہو ... مقابلہ کی جہت سے بیان غیر معلق مراد ہوتا ہے ۱۲

اور خبر کیطرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف کے نزدیک ھ دو طلاق معلق کی مثال آنتِ وخلتِ الدارَ فانتِ طالقٌ وفلانۃ ان شاء اللہ طلاق معلق اور غیر معلق
کی مثال انتِ وخلتِ الدارَ فانتِ طالقٌ وعبدی حرٌ اور یہہ خلاف فعلق مین ہے اور عکس مین تو دونون کا اتفاق ہے ولو بلا عطفٍ اوبعد سکوتٍ
فللاخیر اتفاقاً اور اگر شرط واقع ہو بعد جملۂ غیر متعاطفہ کے یا جملون مین عطف ہو لیکن ان مین سکوت واقع ہوا ہو لفظ مین جیسے جو واقع ہوا اثناء خط مین تو
استثنا اخیر کیطرف راجع ہے بالاتفاق خیر سے مراد بعد سکوت ہے کذا فی الحطاوی وعطفہ بعد سکوتہ لغو الا بما فیہ تشدید علی نفسہ
وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اوسمین لغو نہین جسمین سخت گیری ہے اوسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
مین ہے ھ یعنے جسمین متکلم کی ذات پر وسعت ہو تو وہان عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یون بولا کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے
پھر چپ ہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر مین اور یہہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہو مگر دونون گھرون کے داخل ہونے سے اور جسمین سخت گیری ہو اپنی
ذات پر چنانچہ یون بولا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجۂ ثانیہ یمین مین داخل ہو گی کذا
فی الطحاوی مات ذمیٌ فقالت عرسہ اسلمتُ بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صُدِّقوا تحکیماً للحال ذمی مر گیا سو اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان
ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثون نے کہا کہ قبل اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثون کی تصدیق ہو گی باعتبار تحکیم حال کے
ھ یعنی بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ سنے الحال ثابت ہے تو زمان گذشتہ مین بھی ثابت رہیگا تحریر مین ہے کہ استصحاب عبارت
ہے اوس امر محقق کی بقاء حکم سے جسکا عدم مظنون نہین کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونیکے
مسئلے مین ھ یعنی پنچکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ مین انتفاع پر قادر نہوا اوسکے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب
فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیئے اور اوسکے موافق زمان گذشتہ مین حکم کرنا چاہیئے یعنی اگر سنے الحال پانی جاری ہے تو سابق مین بھی جاری تھا اور اگر فی الحال
جاری نہین تو سابق مین بھی جاری نہ تھا ھ انما الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت
ہونے کی فقط دفع دعوے کے واسطے چنانچہ مسئلۂ سابقہ مین نہ استحقاق کے واسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ
فالارث لہ وقالوا بعدہ فالقول لھم لان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہے اوس مسلمان کے باب مین جو مر گیا سو اوسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ مین
اسلام قبول کر چکی ہون قبل موت زوج کے تو مین اوسکی وارث ہون اور میت کے وارثون نے کہا کہ بعد اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثون کا
قول معتبر ہے اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کے طرف منسوب ہوتی ہے یعنے مابعد موت اقرب ہے ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کے طرف منسوب
ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ھ طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہہ مثال ہے
استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہین وجہ خلل یہہ ہے کہ مسئلۂ طاحونہ اصل متن مین تھا متن مین تو مسئلۂ ذمی کے بعد مسئلۂ مسلم تھا
ان دونون مین وجہ شبہہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلۂ طاحونہ کے درمیان مین آنے سے یہہ خلل پیدا ہو گیا فتامل اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلۂ طاحونہ باقی
رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وقع الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ فالقول لمدعی الاسلام جب واقع ہوا
اختلاف میت کے کفر اور اسلام مین تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اوسکے والدین ذمی ہین اور بیٹا
مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مر گیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودَعُ بالفتح ھذا ابن مودِعی المیتِ
المیتِ لا وارث لہ غیرہ دفعھا الیہ وجوباً کقولہ ھذا ابن دائنی کہا مودع بالفتح نے یعنے جسکے پاس کچھ ودیعت ہے اوس نے کہا کہ یہہ شخص میرے مودع
بالکسر یعنے جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی تھی اوسکا یہہ بیٹا ہے کوئی اوسکا وارث نہین سوا اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اوس شخص کو تفویض اور
تسلیم کرے چنانچہ اس قول مین تسلیم دین واجب ہے کہ یہہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قیدنا بالوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او
وکیلہ او المشتری منہ لم یدفعھا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر امانت دار یہہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل ہے یا

ہو میت سے تو اوسکو ودیعت نہ دے فان اقر ثانیا بابن آخر له لم ینفعہ اقرارہ ہذا لانہ لما اقر بہ الابن الاول لما کذبہ الابن الاول ولا نہ اقر علی الغیر پہر اگر امانت دار نے اس بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مفید نہوگا جب کہ پہلا بیٹا اوسکی تکذیب کرے کیونکہ یہہ اقرار سے غیر کی مضرت کا ہم اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اوسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا ویضمن للثانی حظہ ان دفع للاول بلا قضاء زیلعی اور درصورت تکذیب لثانی کو بقدر اوسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی ہم قول النعمان بھی صواب ہی چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اوسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی العطاء ترکۃ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشہود لم یقولوا لا نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرہا لا نعلم لہ وارثا او غریما لم یکفلوا اخلافا لہما جہالۃ المکفول لہ ترکہ مقسوم ہو گیا درمیان وارثون کے یا دین والون کے اون گواہون کی گواہی سے جنہون نے یہہ نہیں کہا کہ ہم نہین جانتے ہین میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسیطرح ہے لفظ لا نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے نسخون میں اور عبارت درر وغیرہا کی یون ہے کہ اون شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنہون نے یہہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہین تو ضامنی نہ لیجائیگی وارثون یا دین والون سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک حاضر ضامنی لیجائیگی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن اور شرح میں لا نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اوسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا ابنیہ مجہول مضعف العین ہے اور ضمیر ورثہ وغیرہم کے طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص ترکہ چھوڑ کر مر گیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہین لیکن اونہون نے حصر ورثہ کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ قسمت کر دے اونسے اور اون سے ضامن طلب نکرے ویتلوم القاضی ما ثم یقضی اور قاضی کچہہ مدت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پہر قسمت کا حکم کرے ہم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پہر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم سے نہ تاخیر دفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحاوی نے ایک سال کی مدت ذکر کی ہے کذا فی الطحطاوی منحا ولو ثبت بالاقرار یکفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضامنی دین باتفاق امام اور صاحبین کے ولو قال الشہود ذلک لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہیں یعنی یون کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا انکے نہیں جانتے ہین تو نہ ضامنی دین باتفاق کذا فی الطحطاوی وادعی علی آخر دارا لنفسہ ولاخیہ الغائب ارثا وبرہن علیہ علی ما ادعاہ اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا وترک باقیہ مع ذی الید بلا کفیل جحد ذو الید دعواہ او لم یجحد خلافا لہما وقولہما استحسان کذا فی النہایۃ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گہر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بہائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوے پر تو مدعی نصف گہر لے بطور شاع اور چہوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوے مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نکیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک درصورت انکار دعوے باقیکو اوسکے پاس نرکہے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایۃ ہم امام کی دلیل یہہ ہے کہ حاضر خصم نہیں غائب کے طرف سے حقیقتا وارث ہین اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ جب اوس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اوسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب اوسکے پاس رکہنا مضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثۃ خصما للمیت حتی یقضی منہا کل دینہ اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جب کہ مدعی کا غائب بہائی سفر سے آوے قول اصح میں بسبب قائم ہو جانے ایک وارث کے مخاصم ہو کر میت کے طرف سے یہان تک کہ اوس سے ادا کیے جاوینگے متروکہ سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعۃ مبسوطۃ فی البحر پہر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثون کے طرف سے اوسمین جو میت پر دعوی کیا جاوے تو شرطون سے جو مشرح مذکور ہین بحر الرائق مین ہم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح بشروط ثلثہ کہتا ایک شرط یہہ کہ عین کل وارث کے ہاتھ مین ہو دوسری یہہ کہ اوسمین قسمت نہو گئی ہو تیسری یہہ کہ وارث غائب اوسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق مین مذکور ہین وہ شرط نہیں بلکہ بعض شرطین

ہین اور بعض احکام اور وہ ہمگی آیندہ بین نہ ہوگذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہہ ہو کہ دین اور عین بین فرق ہے ہم بعض الورثۃ خصم نہین باقی وارثون کے طرف سے اوس عین کے دعوی مین جو میت پر ہے مگر جب کہ عین اوسکے ہاتھہ مین ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثون کیجانب سے گرچہ اوسکے ہاتھہ مین عین ترکہ نہوا سواسطے کہ دائن کا حق ہمیہ متروکہ مین شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہہ ہے کہ دعوی دین مین بہی عین ترکہ کا بالکل ہاتھہ مین ہونا ضرور ہے بحر الرائق مین کہا کہ جو فتح القدیر مین ہے یعنے فرق مذکور وہی حق سے باقی ہے سہو اور یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر وارث میراث مین کا مدعی ہو قابض پر تو اگر اپنا دعوی ثابت کرے تو اوسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اونکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نکر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اوسکا دفع کر دیا ہو اسطرح پر کہ میت نے اوسکو تیری مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعوی ارث کا حاضر اور غائب کے حق مین دفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ومثلہ ای مثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح درر اور مانند اوسکے یعنے غیر منقول کے مانند منقول کے بھی امر مذکور مین بقول اصح کذا فی الدرر یعنے اگر مال منقول مین دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لیلے اور غائب کا حصہ ذی الید پاس چھوڑ دے لکن اعتمد فی الملتقی انہ یوخذ منہ اتفاقا ومثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر مین اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لیا جائیگا ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح بحر الرائق مین ہے ہم اسواسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہے اور اوس سے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہے اور زمین تو خود محفوظ ہے قال واجمعوا انہ لا یوخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائیگا یعنی منقول مین اگر ذی الید مقر ہو ہم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ درحالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے اوصی لہ بثلث مالہ یقع ذلک علی کل شیء لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع مملوکہ پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہمجنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز مین جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنے جس چیز مین حق تعالے نے صدقہ واجب کیا ہے اوسمین ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ مین سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہون یا نہون اسواسطے کہ جس چیز مین زکوۃ واجب ہوتی ہے اوسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اوسکی مقدار اور شرط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نپاوے سوای مال زکوۃ کے یعنے اوسکے پاس سوا سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اوسمین سے بقدر اپنے قوت کے رکہہ لے اور باقی خیرات کرے پہر سوای اوسکے جب کہ مالک ہو تو بقدر اوسکے تصدق کرے ہم علماء متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹہیرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایکدن کی قوت رکہہ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینہ کا قوت رکہہ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اوتنا رکہہ لے جو اوسکو کفایت کرے یہان تک کہ اوسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل بثوب فی مندیل ولم یقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرؤیۃ فلا یلزمہ شیء بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون یعنے مثلا اگر زید سے کلام کرون تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھہ بیع کرے بعوض اوس کپڑے کے جو رومال مین لپٹا ہوا ہے اور اوس پر قبضہ کرے بدون اوسکے دیکھنے کے پہر وہ فعل کرے یعنے زید سے کلام کرے پہر اوس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پہیر دے تو اوسپر کچہہ صدقہ لازم نآویگا ہم اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلا کلام زید کے وقت کوئی چیز اوسکی ملک مین نتہی بسبب بیع مذکور کے اسواسطے کہ ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت ولو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملکہ

ولو لم يكن له شيء لا يجب شيء اور اگر بولا کہ ہزار درم میرے مال سے صدقہ ہیں اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے
تو اسی قدر کا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اوسکی ملک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں وصح الایصاء بلا علم الوصی فصح تصرفہ
اور صحیح ہے وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا حتی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا متروکہ پر وصی کیا
اور وصی کو معلوم نہیں پھر موصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اوسکی بیچ ڈالی تو صحیح ہے لا یصح التوکیل بلا علم الوکیل نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون
علم وکیل کے حتی کہ اوسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہیں والفرق ان تصرف الوصی خلافة والوکیل نیابة اور ایصاء اور توکیل مین فرق یہ ہے
کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے ہم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق
ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا اپنے پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت
کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو یہان علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ مینے مثلاً زید کو
اوسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونیکا علم نہیں پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے امانتدار سے
تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانتدار کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کرادے اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان نہیں کذا فی المحیط فلو علم الوکیل التوکیل
ولو من ممیز او فاسق صح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہو اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے معلوم ہو تو اب اوسکا تصرف صحیح ہے ولا یثبت
عزله الا باخبار عدل او فاسق ان صدقه عنایة او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہین ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے
سے یا فاسق کے خبر دینے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی العنایة یا معزولی ثابت ہوتی ہے دو شخص مستور العدالة ہو یا دو فاسقون کی خبر سے
قول اصح مین [illegible] بجنایة عبده فلو باعه کان مختارا للفداء اسیطرح خبردار ہونے مولیٰ کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین
جنایت عبد کی مولیٰ کو پہونچی پھر اسنے اوسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے یعنی اوسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا والشفیع بالبیع اور اسیطرح شفیع کو
بیع کی خبر پہونچنا یعنی اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہو گیا والبکر بالنکاح اور اسیطرح باکرہ کو نکاح کی خبر
پہونچنا یعنی سکوت بکر نافذ نہین مگر جب کہ اوسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ ساکت رہی تو
یہ سکوت رضا نہین والمسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرائع اور جیسے اوس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کے طرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ کی خبر پہونچنا
یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اوسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہے یہانتک کہ اگر فرائض ترک کریگا تو قضا اوسپر
لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہے کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہے وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء وحجر ماذون وفسخ شرکة
وعزل قاض ومتولی وقف فهی عشرة یشترط فیها احد شطری الشهادة لا لفظها اور اسیطرح عیب مبیع کی خبر دینا خرید کرنیکا ارادہ کرنیوالے کو اور منع
تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ شرکت کی خبر دینا شریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزین ہین جنمین شہادت کے دو جزون
سے ایک جز شرط ہے نہ لفظ شہادت ہم شہادت کے دو جز ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کی اخبار مین ایک جز شرط ہے
یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد عزل قاضی اور متولی وقف بحث ہے صاحب بحر کی نہ نقل مذہب کذا فی الطحطاوی ویشترط سائر الشروط فی الشاهد
اور مخبر مذکورین باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنے آزاد اور بالغ ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہونا مع عدد یا عدالت حاصل یہ ہے کہ مخبر مین
وہ شروط جو شاہد مین شرط ہے بجز لفظ شہادت وحضور مجلس قضا اور یہ سب کہ امام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر مین
شرط ہے کذا فی الطحطاوی وقیده فی البحر بالعزل القصدی وبما اذا لم یصدقه ویکون المخبر غیر المرسل ورسوله فانه یعمل بخبره مطلقا کما سیجیئ فی
بابه اور قید لگائی ہے بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جب کہ وکیل مخبر کی تصدیق نکرے اور اسکی کہ مخبر غیر مرسل ہو اور موکل کا پیام رسان نہو اسواسطے
کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل ہے چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا ہم یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہے اور عزل حکمی مین تو قبل علم

معزولی کے معزول ہوجاتا ہے عزل سنگے یہہ کہ موکل مرجائے یا اوسکو جنون مطبق ہوجائے غیر مرسل غلط ہے بلکہ صواب غیر صحیح ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے
یعنی اگر خصم خبر دے تو عدد یا عدالت مخبر شرط ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری نے بیع کی خبر دی ہو تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا پس ایلچی
کی خبر پر مطلقاً عمل لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا غیر یا اوسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی باع قاض او امینه وان لم یقل جعلتك امینا فی بیعه علی
الصحیح ولو الجیة عبداً للدین للغرماء واخذ المال فضاع ثمنه عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمه لم یضمن لان امین
القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منهم لا یضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب الناظر قاضی یا اوسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہہ نکہا ہو کہ
میں نے تجھکو امین مقرر کیا اوسکی بیع میں بقول صحیح کذا فی الولوالجیة غلام کو بیچا دین خواہوں کے ادای دین کے واسطے اور مال لیا سو اوسکا ثمن ضائع ہوگیا
قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اوسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی
سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک اونمین سے تاوان نہیں دیتا بلکہ اون سے قسم بھی نہیں لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اوسکا قول بدون قسم کے
معتبر نہیں ہم قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہیں کہ اگر اون پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرینگے تو رعایا کی مصالح معطل
ہوجاوینگے کذا فی العینی ورجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین خواہوں سے پھیر لے بسبب متعذر ہونے رجوع کے
عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اوس شخص سے متعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہے اور عقد کے طرف
اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہان ایسا بیوپاریوں میں بیچنے کے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیچکا حکم نہین دیتا جبتک
صاحب دین طلب نکرے کذا فی الحموی بتصرف ولو باعه الوصی لهم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امره فاستحق العبد او مات قبل القبض
للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانه وان نصبه القاضی عاقد نیابة عن المیت فترجع الحقوق الیه وهو ای الوصی یرجع
علی الغرماء لانه عامل لهم اور اگر غلام کو وصی نے دین والوں کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اوسکے حکم کے پہر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا
قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کیجانب سے اور ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیرلے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بنکر
حقوق عقد وصی ہی کے طرف راجع ہوں گے اور وصی دین والوں پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے اونہیں کی منفعت کیواسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے
اور اوس کام کے سبب سے اوسپر ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اوس سے پھیرلیگا جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے لکھا ہے بہتر یہہ تھا کہ شارح ترجع کہتا بجائے
ترجع کے ولو ظهر بعده للمیت مال رجع الغریم فیه بدینه بلا خفاء اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اوس مال میں سے پھیر
لیگا اوس سے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطهم ایاه حتی هلك كان الهالك من مال الفقراء والثلثان للورثة لما مر
قاضی نے متروکہ موصی سے تہائی نکالی فقیروں کے واسطے اور اونکو نہیں دی یہان تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیروں کا مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیان
وارثوں کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی قاضی فقیروں کے واسطے عامل تہا تو قاضی پر ضمان نہوگا امرك قاض عدل برجم او قطع فی سرقة
او ضرب فی حد قضی به بما ذکر وسعك فعله لوجوب طاعة ولی الامر ای مخاطب تجھکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگساری یا ہاتھ
کاٹنے یا کوڑے مارنیکا حدمین جسکا وہ حکم کرچکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھکو اوسکے فعل میں گنجائش ہے تنگی نہیں بسبب واجب
ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی اسکی تصدیق ہے ومنعه محمد حتی یعاین الحجة واستحسنه
فی زماننا فی العیون وبه یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ کرے اور علماء نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے میں اور عیون میں
ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے اور وجہ استحسان مذکور فساد قضاۃ ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عہدۂ قضا حاصل کرتے ہیں تو احکام اونکی ظالمانہ ہیں
اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہے بحرالرائق میں کہا لیکن میں نے ابوالسعود شہید کی شرح آداب القاضی میں دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع
کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی فالحاصل یہہ کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پہر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر اونکا رجوع کرنا شیخین کی

قول سکے طرف صحیح ہوا کذا فی المحیط الا فی کتاب القاضی المشہور ورقہ کر قاضی کے خط مین اوسکے موافق عمل کرنا بلا معاینہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت
کے یعنی بضرورت احیاء حق اور اسواسطے کہ خیانت اسمین کم واقع ہوتی ہے کذا فی المحیط وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضون نے کہا رجم قطع یا حد کا
قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو اور یہہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم تہمت بسبب فساد اور غلطی کے ہے اور یہہ امر عالم عادل مین منتفی ہے اور
اسبیجابی نے ذکر کیا کہ امام کے نزدیک قاضی کے برجب قول کے عمل کرنا اوس صورت مین ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق
قضا کے نہیں اور اوسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہیں تو ابو منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذا فی المحیط وان عدلا جاھلا ان
استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اوس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہوگی مثال اوسکی زنا مین یہہ ہے کہ قاضی کہے کہ مین نے زنا کی مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور محصن ہونیکا اوس نے زنا کیا اوس کا
سوال متعرض کیا تو اوسنے اقرار کیا چنانچہ اسمین معروف ہے اور اوسپر مینے سنگساری کا حکم کیا اور حد سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک بحجت ثابت ہوا کہ
اوسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمین کچھ شبہہ نہیں اور قصاص مین کہے کہ اوسنے عمدا بلا شبہہ قتل کیا تو اب اوسکی تصدیق اور قبول قول
واجب ہے کذا فی النہر وکذا لا یقبل قولہ لو کان فاسقا عالما کان او جاھلا للتہمۃ فالقضاۃ اربعۃ اور اسیطرح قاضی کا قول مقبول نہیں اگر قاضی
فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہین ہم قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہے تو قاضی
اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب مین خوب بیان کرے تو تصدیق اوسکی واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث اور رابع کا
قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا
قول مقبول ہے ہم اسواسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نہیں ہے شارح نے حجت کو تاویل بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہوجاوے صب دھنا لانسان
عند الشہود فادعی مالکہ ضمانہ وقال الصاب کانت الدھن نجسۃ وانکر المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشہود یشہدون
علی الصب لا علی عدم النجاسۃ ڈہلکا یا کسی آدمی کا تیل گواہوں کے سامنے سو اوسکے مالک نے اوسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈہلکانیوالے نے کہا
کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اوسکا انکار کرتا ہے تو ڈہلکانیوالے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہین ڈہلکانے پر نہ کہ تیل کی
عدم نجاست پر ہم ظاہرا جواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہوجاوے تو اوسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چراغ مین جلانا
درست ہے غیر مسجد مین اور اگر اسکو اسپر حمل کیجیے کہ اوسنے پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردد صحیح ہے کذا فی
العطاء ولو قتل رجلا وقال قتلتہ لردتہ او لقتلہ ابی لم یقبل قولہ لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک
وامر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال کذا فی البزازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ مین نے اسکو قتل کیا بسبب اوسکے ارتداد کے یا
بسبب اوسکے مارڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تاکہ سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کہل جاوے یعنے اگر اوسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد
عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مارڈالے اور اوسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جائیگا اور قاضی کہو کہ قتل
اوسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ مہمل چہوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیہ من کتاب الاقرار ہم خون کا امر عظیم ہے لہذا
مال مین ایک قسم کفایت کرتی ہے اور خون مین پچاس قسمین صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہا ای
بالالف لبکر ودفعت الیہ او قال قضیت بقطع یدک فی حق وادعی زید اخذہ الالف وقطعہ الید ظلما واقر بکونہما ای الاخذ
والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم فعلہ قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان
فیصدق الا ان یبرہن زید علی کونہما فی غیر قضائہ فالقاضی یکون مبطلا کذا فی صدر الشریعۃ تصدیق کیجاویگی اوس قاضی معزول کی بدون قسم
جس نے زید سے کہا کہ مینے تجہسے ہزار درم لئے جنکا مین نے حکم کیا تہا بکر کے واسطے اور مین نے اوسکو دیدیا یا قاضی نے کہا کہ مینے حکم دیا تہا تیرے ہاتہہ کاٹنے کا حق مین

اور زید نے اوسکے ہزار درم لیئے اور ہاتھ کاٹنے کا اور اور ظلم سکے دعوی کیا اور اقرار کیا کہ ز ید کو ان امر سے اخذ اور قطع اوس قاضی کی قضا کی حالت
مین واقع ہوئی اور قطع قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اوسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونیکے قول اصح مین اسواسطے کہ زید نے قاضی
کے فعل کی اوس حالت معینہ یعنی قضا کے طرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہہ کہ زید گواہ لاوے یہہ کہ اخذ اور قطع حالت
قضا مین نہین واقع ہوئی تو اب قاضی کا قول باطل ہوگا اسی فصل مین کذا فی صدر الشریعۃ ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اوسکا شاہد ہے اسلئے
کہ ظاہر اقاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہین کہ فعل اوسکا قضا مین ٹھہرا وہ ثابت ہوا کذا فی الحیط **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح نے نقل
فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ مین
نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو اوسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کار پرداز ہے
لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب نوازل سے نقل کیا پھر اسکے انکار مین مبالغہ کیا و فی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ
اور خانیہ مین ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ مین ہم اس مسئلے کا بیان کر کے کہتے ہیں کہ علاوہ برین یہہ قول محرر اور منقح بھی نہین اشباہ
مین خانیہ سے یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا
دسوان حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنی پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ مین بطور مقاطعہ جسمین متولی کی کچھ حاجت نہین
اور اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ لیا کرتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ اسمین واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجرت کے تو مستوجب اجر نہوگا
بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہہ ہے کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف مین مقرر ہوا تو مراد اوس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہوا
اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دیگا انتہی ملخصاً کذا فی خزانۃ اکمل اور درر لوامع مین بطریق اجمال یون ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذا فی
الحاوی ملخصاً قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجر بہ کانکاح صغیر لانہ واجب علیہ وجواب
المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہے کہ جو فعل کہ
قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو دونون کو اوسکی مزدوری لینا جائز نہین جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی
جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونون کو جائز ہے بقدر اونکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم
نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور
نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہین اور اوسکے سوای حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہین اور اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ
مین کہا اور اصح یہہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور گاہی ایک سوکے وثیقے کی مشقت جسمین اجناس مختلفہ ہین زیادہ ہوتی ہے دس لاکھ نقد کی
مشقت پر مین کہتا ہون اور حاویہ مین ملتقط سے ہے اور یہہ جو بعضون نے کہا کہ ہر ایک ہزار مین پانچ درم اجرت ہے سو معتمد نہین اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی
فقہ سے مناسب اور لائق نہین اور کونسی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر مین اوسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اوسکی محنت کے اور بقدر اوسکی صنعت اور اعمال کے
مانند اجرت حکاک اور ثقاب کے مشقت قلیلہ مین اور شرح تمرتاشی مین نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہہ قول ہمارے اصحاب کے
اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات مین ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول اور قصر اور اسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کیطرف نظر رکھنے سے
اجرت کا اندازہ ہے کذا فی المحیط و فیہا ولیس لہ اجر وان کان قاسما وان لم یکن من بیت مال معلوم اور شرح وہبانیہ مین ہے اور قاضی کیواسطے اجرت
نہین اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو ... بیت المال سے کچھ مقرر نہو ورخص بعض لانعدام مقرر و فی عصرنا فالقول الاول منصور اور
بعضون نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانہ مین تو پہلا قول منصور اور مختار ہے وتجوز للمفتی علی کتب خطہ علی قدر
ذلک فی الکتب خطہ ... مفتی کو اجرت مجوز ہے ... اسکے لکھنے پر بقدر اوسکی کتابت کے اسواسطے کہ فتوی کتابت مین منحصر نہین یعنی اور کتابت پر اجرت واجب

اور لازم نہین ہم شرح وہبانیہ مین جلال الدین ابو المحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضایقہ نہین جواب فتوے کی کتابت کی اجرت لینے مین اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہو نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ العظیم

كتاب الشهادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام مین ہم شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل مین مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکی انواع کے اخرها عن القضاء لانها كالوسيلة وهو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ ہی لغة خبر قاطع شہادت لغت مین عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جسمین شک اور تردد نہین وشرعا اخبار صدق لاثبات حق فهو قلت فاطلاقها على الزور مجاز كاطلاق اليمين على الغموس اور شرع مین شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنیکے واسطے کذا فی الفتح مین کہتا ہون جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے ہم اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئین اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا مین بلفظ اشہد تکلم کرے بلفظ الشهادة تو اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہم یعنی شہادت مین بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بلفظ علم و یقین کافی نہین في مجلس القاضي ولو بلا دعوى كما في عتق الامة اخبار صدق بلفظ شہادت مجلس قاضی مین اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی آزادی مین ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہوگئی جو غیر مجلس قضا مین واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہین عتق جاریہ اور طلاق زوجہ مین صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہین بلکہ جمیع شہادت حسبہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسبب وجوبها طلب ذي الحق او خوف فوت حقه بان لم يعلم بها ذو الحق وخاف فوته لزمه ان يشهد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونیکا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہجانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہو جانے حق سے تو اسکو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب ہی کے کذا فی الفتح یعنے آدمیکے حق مین شہادت شاہد پر واجب نہین بلا طلب مدعی مگر در صورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادا سے شہادت مین تو شاہد مثل محتسب کے ہے وشرطها احد وعشرون شہادت کی شرطین اکیس ہین شرائط مكانها واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا مین شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ شرط مكانها واحد وشرائط التحمل ثلثة العقل الكامل وقت التحمل والبصر ومعاينة المشهود به الا فيما يثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونیکی شرطین تین ہین عقل کامل ہونا شاہد ہونیکے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اوس چیز کا جسکی گواہی دیجاوے مگر اوسکا معاینہ شرط نہین جسمین تسامع سے گواہی ثابت ہے ہم جب عقل کامل ہوئی تو مجنون اور صغیر لایعقل کا گواہ ہونا صحیح نہین اوسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہین بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہین تو اگر گواہ ہونیکے وقت صغیر عاقل ہو یا غلام یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دین تو گواہی مقبول ہوگی کذا فے البحر وشرائط الاداء سبعة عشر عشرة عامة وسبعة خاصة اور ادا وشہادت کی ستره شرطین ہین دس شرطین عام ہین جمیع انواع شہادت مین اور سات شرطین لبعض انواع شہادت مین خاص ہین منها الضبط ازانجملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک وتردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہین بدون مقدمہ یاد ہونیکے خلافا للصاحبين والولاية فيشترط الاسلام لو المدعى عليه مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونون کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اوسپر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرة على التمييز بالسمع والبصر بين المدعي والمدعى عليه اور ازانجملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنیکی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھکر دونون مین فرق کرسکتا ہو ومن الشرائط عدم

قرابة ولادٍ او زوجيّة اور منجملہ شرائط عدم قرابت ہے بعتبار ولادت اور زوجیت کے یعنی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے برعکس جائز نہیں
اور اسیطرح زوجین کی گواہی او عداوة دنیویة اور منجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں او دفع مغرم او جرّ مغنم
کما سیجیٔ یا منجملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہونا ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنے یہہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ حاصل
ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور شارح نے شہادت کی شرائط کو بالاستیعاب ذکر کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہے کہ بعض شرائط
شاہد کے طرف راجع ہین او نمین سو پانچ وجوب قبول کی شرطین بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو
اپنی ذات کے واسطے جر منفعت نکرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹاوے اور یہہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی
موکل کیواسطے مقبول نہین اور یہہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعضی شرائط شہادت کے طرف راجع ہین وہ یہہ ہین کہ دونو شاہدون کا اتفاق ہو
گواہی مین اور یہہ شروط عام ہین جمیع انواع شہادت مین اور جو بعض انواع مین مخصوص ہین او نمین سو اسلام ہے اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی
مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی مین اور تقدم دعوی حقوق عباد مین اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمین توافق شرط ہے اور قیام رائحہ
شرب خمر کی شہادت مین مگر بعد نسیت سواد اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت مین اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت علی الشہادة مین تو یہہ
ادای شہادت کی سترہ شرطین ہین اور مکان شہادت یعنی مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہہ دونون تو تحمل اور ادا دونون مین شرط ہین اور معاینہ
مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہے نہ اداکی تو یہہ سب تئیس شرطین ہوئین اور امتیاز کرنا عاقل کا اسے یہہ شروط سوا زائد ہے جسکو شارح نے اعتبار کیا ہے تو باعتبار
سمع کے بیس شرطین ہولی ہین کذا فی الطحاوی وركنها لفظ اشهد لا غير لتضمّنه معنى مشاهدةٍ وقسمٍ واخبارٍ للحال فكانّه يقول اقسم بالله
لقد اطّلعت على ذلك وانا اخبر به وهذه المعانى مفقودة فى غيره فتعيّن حتى لو زاد فيما اعلم بطل للشك اور شہادت کا رکن لفظ
اشہد ہی بصیغہ مضارع متکلم کوئی اور لفظ سوا اسکے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنے شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو توشاہد نے لفظ اشہد بولکر
گویا یون کہا کہ مین اللہ کی قسم کہاتا ہون کہ مقرر مین مطلع ہون اوسپر اور مین اوسکی خبر دیتا ہون اور یہہ معانی ثلثہ حاصل نہین لفظ اشہد کے غیر مین تو
اسیواسطے لفظ اشہد کا متعین ہوگیا یہان تک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنے یون کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنے مین گواہی دیتا ہون اپنے علم کے موافق
تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے ہم لفظ اشہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہوا تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہین اسواسطے کہ صیغہ
(یعنے مین نے گواہی دی ۱۲)
ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اسمین محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جب کہ لفظ
اشہد متعین ہوگیا شہادت مین تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنے اگر شاہد یون کہے کہ مین جانتا ہون یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہے تو
شہادت مقبول نہین اور اسیطرح یہہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحاوی
وحكمها وجوب الحكم على القاضى بموجبها بعد التزكية بمعنى افتراضه فورًا الا فى ثلث قدّمناها اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے
قاضی پر بمقتضای شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم بمعنے افتراض حکم ہے فورًا مگر تین صورتون مین جنکو ہم پہلے ذکر کرچکے ہم یعنی جب
تزکیہ شہود ہوگیا تو اب قاضی پر بمقتضای شہادت کے سنے الفور حکم کرنا فرض ہوگیا مگر جب کہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو
شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہین اشتراط تزکیہ صاحبین کا قول ہے مفتے بہ ہے کذا فی شرنبلالیہ فلو امتنع بعد وجود شرائطها اثم لتركه الفرض
واستحقّ العزل لفسقه وعُزّر لارتكابه ما لا يجوز شرعًا زيلعى سو اگر قاضی بمقتضای شہادت حکم نہدے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے
بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنیکے لائق ہوگا بسبب اوسکے فاسق ہوجانیکے اور اوسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اوسکے
مرتکب ہونے اوس چیز کے جو شرعًا جائز نہین کذا فی الزیلعی وكفر ان لم ير الوجوب اى ان لم يعتقد افتراضه عليه ابن ملك وظاهر
الكافى تقييده بكفره واستظهر المصنف الاول اور قاضی کافر ہوجائیگا اگر اسکا وجوب نجانے یعنے اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہوگا

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے معلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول یعنی
کفر در صورت عدم اعتقاد فرضیت کی تقویت کی ہے ھم کافیجی ایک عالم ہی جسکا رسالہ ہے مسمے بسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی البحر ویجب اداءھا
بالطلب ولو حکما کما مر اور واجب ہوا ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہو اور خوف
ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادای شہادت واجب ہی ھم افتراض ادای شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالے نے فرمایا ولا تکتموا الشھادۃ ومن
یکتمھا فانہ اثم قلبہ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض
ہوا شاہدون پر پھر کتمان محرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اوسکا دل گنہ گار ہی تو یہہ تاکید بر تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہو دل کے طرف
جو اشرف الاعضا ہی اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹہیرا بخلاف باقی معاصی کے جن کا تعلق اعضاء ظاہری
سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالے کے اس قول مین کہا (ولا یأب الشھداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ
وہ بلائے جاوین کہ یہہ بہی عام ہے تحمل اور ادای شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد کرنیکے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہد کو
اونکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادای شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیئے نہ کہ قاضی اونکے پاس سماعت شہادت کیواسطے
آوے پہر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے
واسطے کوئی نہو تو شہادت فرض عین ہے اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہو مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی
مین ہی کہ اشہاد عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور اسیطرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہی کہ کچھ
مضایقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادای شہادت سے باوجود طلب کے جب کہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ نہون تو
امتناع جائز نہین کذا فی البحر ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منھا عدالۃ القاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاھد لانھا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاھدان لتحمل او
اداء ولیکن ادای شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہو جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین از انجملہ عدالت قاضی اور اوسکا مکان قریب ہونا اور شاہد کو
قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اوسکے شتاب تر قبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہو بشرطیکہ اوسکا بدل یعنے شاہد کا عوض کوئی دوسرا
نہو اسیطرح کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوای دو شاہدون کے اور کوئی نہو ھم شارح نے شروط سبعہ
پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو
قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہہ ہے کہ ادا اور شہادت اوسپر متعین ہو دوسرے قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور
اوسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہ گار نہوگا کیونکہ اوسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالے نے فرمایا ولا
یضار کاتب ولا شہید یعنی اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو تیسرے علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اوسپر گواہی دینا لازم
نہین یا علم سرعت قبول یعنے اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اوسپر ادای شہادت واجب ہے اگرچہ وہان اور بہی
شاہد مقبول الشہادۃ ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہے وجہ تامل شاید یہہ ہی کہ جب وہان وہ شخص موجود ہے جس سے
حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ھم طلب مدعی تو بلا طلب ادای شہادت واجب نہین مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادۃ
شاہد پنجم شاہد پر ادای شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بہی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون اور اونہون نے گواہی بہی دی
ہو اور مقبول بہی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہ گار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط ششم یہہ ہی کہ شاہد کو
دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اوسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دی

یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا ہو یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اسکو دین اور نکاح اور ہبہ اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں ہے اور اگر
مخبر عدول نہوں تو شاہدون کو اختیار ہے چاہیں گواہی دین اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دین اور چاہیں گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک
شہادت مین اختیار نہیں شرط سامع یہہ ہو کہ شاہد کو یہہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہہ جانتا ہو کہ اوس نے خوف سے اقرار کیا ہے
تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الخلاصۃ ملخصا بتصرف وکذا الکاتب اذا تعین لکن لہ اخذ الاجرۃ لا للشاهد حتی لو ارکبہ بلا عذر لم تقبل
وبہ تقبل لحدیث اکرموا الشہود اور یہی حکم کاتب کا حکم ہے یعنے کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو جاوے یعنے جب اوسکا کوئی بدل نہو لیکن
کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہانتک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کریگا تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سواری دینے
سے گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود ہم عذر یہہ ہے کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہو
اور یہہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے مرفوع روایت کی ہے کہ اکرموا الشہود فان اللہ تعالی یستخرج
بہم الحقوق ویدفع بہم الظلم یعنی کریم اور توقیر کرو شاہدون کی اسواسطے کہ اللہ تعالے اونکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور اونکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا
فی الخطاوی تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا منجملہ توقیر اور تکریم کے ہے وجوز الثانی الاکل مطلقا وبہ یفتی بحر وا قرہ المصنف اور ابو یوسف نے شاہد کو
کھانا مطلقا جائز کہا ہے اور اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح مین ہم تجویز اکل مطلقا ہے خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہد کے
لئے یا پہلے یا اونہیں کے واسطے طیار کیا ہو اور محمد نے مطلقا منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے ویجب الاداء بلا طلب لو الشہادۃ
فی حقوق اللہ تعالی اور ادای شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالے کے حقوق مین ہو ہم واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ
ہو خواہ فرض عین حق اللہ مین قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہہ ہے کہ حق تعالے کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی منجملہ اونکے ہے
جن پر یہہ واجب ہے تو شاہد مدعی ہوا من جہۃ الوجوب اور شاہد ہوا من جہۃ تحمل الشہادۃ تو اور مدعی کی کچہہ حاجت نہوئی اور بعضون نے حق اللہ مین
قاضی کو مدعی کہا ہے وہی کثیرۃ عدہا فی الاشباہ اربعۃ عشر اور حقوق اللہ تعالے کے بہت ہین اونمین سے اشباہ مین چودہ شمار کئے ہین ہم
حقوق مذکورہ کی تفصیل یہہ ہے طلاق عدت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سوای حد قذف وسرقہ نسب خلع ایلا ظہار مصاہرت حرمت
اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہہ ہے کہ وقف مین جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو
قوم پر یا عیانہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہین اور اگر فقیرون اور مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہین اور صاحبین
کے نزدیک بدون دعوی مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عمادیہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوی
مقبول ہے اور عمادیہ مین فتاوی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہے اور اضحی مین اختلاف ہے بعضون نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال
فطر پر اور نسب مین خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضون کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہین اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت مین
شرط یہہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ ہے اور عتق عبد مین صاحبین کے نزدیک
حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہین یعنے وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے
اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحاوی قال ومتی اخر شاهد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر یفسق فترد صاحب بحر نے کہا کہ جب
شاہد حسبہ اپنی شہادت مین تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اوسکی مردود ہوگی ہم بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ
نے ان گواہون مین جواب دیا جنہون نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اونکی گواہی مقبول نہین کاکی نے کہا حسبہ وہ ہے جس
سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحاوی کطلاق امرأۃ ای بائنا وعتق امۃ وتدبیرہا حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی
اور اوسکا مدبر ہونا ہم عورت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین زوجین کا پاس رہنا بطور ازدواج مخالف شرع

نہیں اسواسطے کہ یہ طرح کا رہنا رجعت مین شمار ہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولے پر اوسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اوسکی
شرمگاہ وارثون پر حرام ہے مولے کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وکذا عتق عبد فی قول بعض کما شرح وہبانیہ اور اسیطرح ہے غلام کی
آزادی اور اوس کا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق
اللہ ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع کما مر فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہو چکا وھل یقبل جرح الشاھد حسبۃ
الظاھر نعم لکونہ حقاللہ تعالی شبناہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین بارادۂ ثواب مقبول ہے یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ حق اللہ
ہے کذا فی الاشباہ ہم حسبۃ حال ہے جرح سے یعنی اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہرا مقبول ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سے حال
واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے
سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کئے یعنے عتق عبد اور اوسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق
اَمَۃ اور اسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثرت اوسکے طرف
اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہین ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقف مین بنا بر قول ضعیف
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے اگر موقوف علیہ اہل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہین
اگر متولی ہے پھر جب موقوف علیہ کا دعوے مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولے مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وسترھا فی الحدود احب لحدیث
من ستر ستر فالاولی الکتمان الا المتھتک جہرا اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود مین نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائیگا وہ چھپایا جائیگا
تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیحیا پردہ دریکے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر ہم ہرچند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان
عام ہے لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہے ازانجملہ وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے
بخاری اور مسلم مین مروی ہے من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی
کریگا وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاھد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہہ ہے کہ شاہد چوری مین یون
کہے کہ اوسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نکہے کہ اوسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے ہم یہہ قول بمنزلہ استدراک کی ہے
یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقا نہو کہ وہ مستلزم حد ہے اوسکا جواب دیا کہ اوس طرح کی گواہی دے
کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعای ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق
کی مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا
منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح **لطیفہ** امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے اونمین قاضی
ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوسنے اوسکا مال اوسکے گھر سے لیلیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے
سوال کیا اونہون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اوسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے
دعوی کیا کہ اوسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اونکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے
کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اوسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اوسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اب
اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہو گئے ونصابھا للزنا اربعۃ رجال لیس منھم ابن زوجھا
شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ہم ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہے استحباب
پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہے اور ابن زوج کی نفی مقید ہے اس [illegible]

مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں زندہ ہو اور اگر ایسا نہو تو ابن زوجکی گواہی جائز ہے بحرالرائق مین کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتین ہون اور
ایک عورت سے پانچ بیٹے ہون اونمین سے چار بیٹون نے اپنے بھائی پر یہہ گواہی دی کہ اوس نے زنا کیا اونکی سوتیلی مان سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب
کہ باپ مدعی زنا ہو یا اونکی ماں زندہ ہو تو گواہی اونکی مقبول نہین کذا فی المحیط ولو علق عتقه بالزناء فشهد رجلان ولا حد اور اگر مولی نے اپنے غلام
کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یون بولا کہ اگر مین زنا کرون تو یہہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہو گی دو مردون کی گواہی سے اور حد نہوگی
یعنی اگر دو شاہد مرد نے کہ زنا کی گواہی دین تو ہر چند مولی پر حد نہین کیونکہ چار گواہ نہین لیکن عتق غلام ثابت ہو گا ولو شهدا بعتقه ثم اربعة
بزنائه محصنا فاعتقه القاضي ثم رجمه ثم رجع الكل ضمن الاولان قيمته لمولاه والاربعة ديته له ايضا لو وارثه اور اگر دو شاہدون نے
اعتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہون نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اوسکی آزادی کا حکم کیا پھر
غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہون نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دین اوسکے مولی کو
اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دین اگر مولی غلام کا وارث ہو ولبقية الحدود والقود ومنه اسلام كافر ذكر لما لها
بقتله بخلاف الانثى بحر ومثله ردة مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہین اور منجملہ قصاص کافر مرد کے
اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اوس کافر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کافر کی مانند ارتداد مسلم ہے مرد کافر
کہ اسلام کی گواہی مین دو مرد اسواسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ کہ اوسکے اسلام پر عورتون
کی گواہی مقبول ہو گی کیونکہ اوسکا مآل کار قتل نہین اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسیطرح ارتداد مسلم کی گواہی مین دو مرد شرط ہین اسواسطے کہ درصورت اصرار
اسکا بھی مآل کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر مین ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص مین دو مردون کی گواہی مقبول ہے
نہ عورتون کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده ان لا تجوز شهادة
النساء في الحدود والدماء یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے بعد دونون خلیفون سے یہہ سنت جاری ہے کہ جائز نہین عورتونکی
گواہی حدود اور دماء مین یعنی قصاص مین اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق اسواسطے کی کہ معظم تقریر شرع اور طرق احکام انہین دونون کے زمانے
مین ہوا اور اونکے بعد اور خلفا مین نہ تھا مگر اونکا اتباع انتہے الا المعلق فيقع ولا يحد كما مر مگر عتق معلق واقع ہو گا اور حد نماری جائیگی چنانچہ عنقریب
مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر بعض شہود عورات ہون تو امر معلق واقع ہو گا بدون حد کے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین شراب پیون تو میرا
غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اوسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہو گا لیکن مولی پر حد قائم نہو گی کیونکہ حدود مین شہادت
عورات کی مجال نہین کذا فی المحیط وللولادة واستهلال الصبي للصلوة عليه وللارث عندهما والشافعي واحمد وهو ارجح فتح والبكارة
وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال امرأة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اوسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت
اور عیوب نساء کے واسطے جس عضو مین مرد مطلع نہین ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد سے اور دو عورتون مین زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت
مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح تر ہے کذا فی الفتح م یعنی امور مذکورہ مین ایک عورت
کی شہادت کافی ہے قاضیخان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی بحق ثبوت نسب بحق میراث انتہے اگر دائی گواہی دے
طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہو گی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہو گی ہان اوسکی یہہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کیواسطے کافی
ہے عورات کے عیوب چنانچہ شرمگاہ مین ہڈی یا گوشت زائد ہونا لونڈی خرید کرنے مین اسکی دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عورت شاہدہ مین بالغہ عاقلہ
کی قید زیادہ مذکور کی ہین کذا فی المحیط وفتح القدیر مین ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونیکی دلیل وہ ہے جسکو مبسوط مین محمد بن حسن نے روایت کیا من ابی
یوسف عن غالب بن عبد الله عن مجاهد وسعيد بن المسيب وعطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال

انتظر الیہ یعنی مجاہد اور سعید اور عطا اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اوسمین جسکے
طرف مرد نہین نظر کر سکتے یہہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہہ ہے کہ لفظ النساء جمع محلی بالف ولام ہے اور مراد اوس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو
شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبدالرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی
گواہی اوس امر مین جائز ہے جسپر انکے سوا کوئی مطلع نہین ہو سکتا از قبیل ولادات نسا وعیوب نسا انتہے ولا مع قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک
مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصہ ھ بحر الرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان
جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اوسپر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اوس نے کہا کہ مینے بالقصد اوسکے طرف نظر کی تو گواہی
مقبول نہوگی یعنے اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی البرجندی عن الملتقط ان المعلم اذا شهد منفرداً فی حوادث الصبیان تقبل
شهادته انتهی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے انتہے تو اسکو
یاد رکھنا چاہیئے ھ حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تاخون مفت ضائع نہو ونصابها لغیرها مین
الحقوق سواء کان الحق مالاً او غیره کنکاح وطلاق ووکالة ووصیة واستهلال صبی ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور
حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے
ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فانه یقبل فیها شهادة المعلم منفرداً قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ ادنمین تو تنہا معلم کی
گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے ھ ابو سعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو صبیان اہل حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہہ ہے کہ
صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتین یعنے زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق مین نصاب شہادت
دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ تعالی فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت
چار قسم ہے زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص مین دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور ان
امور مین جن مین مرد مطلع نہین ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نسا ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینهما لقوله تعالی فتذکر احدهما
الاخری اور جدائی کرنا نچاہیئے دو گواہ عورتون مین بدلیل حق تعالی تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری عورت کو ھ جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہہ بدون اجتماع
نہین ہو سکتا ولم تقبل شهادة اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجهن اور مقبول نہین چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت
سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے ادنکو دار الحکومت مین آنا پڑے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع
مین ثابت نہین وخصهن الائمة الثلاث بالاموال وتوابعها اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھہ مخصوص کی ہے اموال اور
اونکے توابع کے ساتھہ ھ یعنی حقوق غیر مالیہ مین اونکی گواہی مرد کے ساتھہ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع اموال چنانچہ شرط
خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی کے مذہب کے
موافق ہے اور دوسری روایت ہماری مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشهد بلفظ المضارع بالاجماع
لقبولها اور لازم ہے شہادت قبول ہونیکے واسطے جمیع مراتب اربعۂ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ھ یعنی شہادت مین یہہ
ضرور ہے کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکھتا ہون اسکا
تو مقبول نہین کیونکہ یہہ اخبار ہے شہادت نہین فتح القدیر مین ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص اشتراط لفظ پر ناطق ہین قال تعالے
واشهدوا ذوی عدل منکم واشهدوا اذا تبایعتم واستشهدوا شهیدین من رجالکم فاستشهدوا علیهن اربعة
منکم واقیموا الشهادة وقال علیه الصلوة والسلام اذا رأیت مثل الشمس فاشهد الحاصل کہ ان نصوص مین امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہوا ہے اسلئے

کہ لفظ شہادت اوسمین ہے اخبار اور تیقن سے کیونکہ بمعنے مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہی بخلاف تکبیر افتتاح اوسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم مین برابر
اللہ اکبر کے ہے لہذا تعظیم فقط اللہ اکبر کے لفظ مین منحصر نہین انتہی محضًا بتصرف وکل ما لا یشترط فیہ ھذا اللفظ کطہارۃ الماء ورؤیۃ الہلال فہو
اخبار لا شہادۃ اور جس مین کہ بلفظ اشہد کہنا شرط نہین جیسے طہارت پانی کی یا رویت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہین والعدالۃ
لوجوبہ اور مراتب اربع مین عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہین بدون عدالت شاہد
عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی وَاَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ یعنے شاہد کرو دو شخص عدالت والون کو اپنون سے یعنی اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ
عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جس مین صدق اور کذب دونون کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم تو اس سے
اوسکا راست ہونا لازم نہین آتا کہ اوسپر عمل کیا جاوے کذا فی الفتح فی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب لخروجہ
من البطن ینابیع مین ہے کہ عادل وہ شخص ہے جسپر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ مین اور ازانجملہ کذب ہے بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبدالبر نے
لکہا تفسیر عدالت مین بہتر قول یہہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے
صدق اوسکے استعمال مین ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا
چاہیئے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھہ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہد یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اسکی
شہادت کے تو مقبول نہین اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہون مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور برجندی نے اوسمین یہہ
قید لگائی کہ اگر یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اوس نے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ مین ہے کہ اسی قول کا
فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی لا لصحتہ خلافًا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ وأثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی برخلاف
امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من
القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتأقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاءہ باقوال
ضعیفۃ مگر یہہ کہ امام منع کردے اوس سے یعنی قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا موقت اور مقید ہو سکتی
ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ مین وما فی القنیۃ والمجتبیٰ من قبول ذی المروۃ الصادقۃ
فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبیٰ مین ہے صاحب مروت صادقہ
کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اسطرح کہ یہہ تعلیل ہے نص کے
مقابلہ مین تو مقبول نہین اور اسکو مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے ہم فتح القدیر مین ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگون مین
صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اوسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اوسکی رو داری اور وجاہت کے جہوٹی گواہی کے
واسطے کوئی اوسکے واسطے اجور ومقرر نہین کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیون کہ یہہ تعلیل ہے
نص کے مقابل مین تو مقبول نہین انتہے نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی وَاَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ طحطاوی نے کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے
جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہون وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ
لو عینًا لا دینًا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہے تو شاہد کو تین موضع کے طرف اشارہ کرنیکی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی
دیتا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلًا یون کہے شاہد کہ مین گواہی دیتا ہون کہ یہہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب
کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای
بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو چنانچہ نقل شہادت مین یا میت پر گواہی ہو تو اوسکے مقبول ہونیکے واسطے

ضرور ہو نسبت مشہور علیہ کے اوسکے دادا کا بھی ذکر کرنا اوسکے نام اور اوسکے باپ کے نام اور اوسکے حرفہ اور پیشہ کا کافی نہین مگر جب کہ دادا بھی
پیشہ کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر مین دوسرا شخص اوس پیشہ مین اوسکا شریک نہ ہو تو وصف بلا ذکر الجد یغنی فالمقصود التعریف کما لا یکاد
التعریف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی بجامع الفصولین والملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہور علیہ
کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہانتک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا فقط اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا فقط لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین
والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ
کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم سرا وعلنا بہ یفتی وہو اختلاف زمان لا برہان کما فی
القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی اوسکا حال نجانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا
فتوی ہے اور یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا بسبب اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے ہم حموی نے کہا صاحبین کے
نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا اور مخفی سوال کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے ہین کسی
کے پاس بھیجے اور اوس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑھتے ہون مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اوسمین لکھے اسطرح
کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اوسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اوسکی تصریح نکرے بلکہ
سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اوس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر مین تصریح نہین کرتا تو اوسکی
شہادت پر حکم ہوجائیگا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ نہایہ مین ہے اور خفیہ سوال کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی اوسی سے کہے کہ دوسرا
اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہہ نکہے کہ یہہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور خلش پیدا نہو اور علانیہ سوال کا یہہ طریقہ
ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد
تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہوگئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا
بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث مین تھے جنکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جسمین مین ہون پھر وہ لوگ جو انکے متصل ہین پھر وہ لوگ جو اون سے متصل ہین پھر کذب پھیل جائیگا یہانتک کہ
مرد قسم کھائیگا درخواست قسم کے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہہ مبنی ہے اس پر کہ قرن پچاس برس کا ہوتا ہے چنانچہ
خضری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے
دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مینے نہین دیکھا انتہی طبقات عبد القادر مین مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس مین ہوا
اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا نقلہ الطحطاوی ولو اکتفی بالسر جاز مجمع وبہ یفتی
سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیۃ ہم فقط تزکیہ علانیہ صدر اول مین
تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار وہو یعنی
الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو بعبارتہ جواب عن النقض بالعبد وبدلالتہ عن النقض بالمحدود ابن کمال
اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونیکے کذا فی الدر یعنی
جو شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہے اوسمین اصل حریت ہے تو وہ یعنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب
محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اوسکا غلام نہونا اور
محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا ہے

اوس وقت مسلم ہے جب کہ حیثیت لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور فاسق پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا
نہیں علیہذا ہمارے نزدیک مختار یہہ ہو کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ ہے اور ساتھ اسکے باپ جب کہ
اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو عدل ہے زیادہ مگر ناجائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیریہ میں ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہہ قول ترجیح کے لائق ہے انتہے
خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں ہیں اول یہہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہہ کہ مزکی شاہد کو آزما چکا ہو
شرکت یا معاملہ سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہے چہارم یہہ کہ شاہد دینار اور درم کی خوش معاملگی میں مشہور ہو پنجم یہہ کہ
ادای امانت میں نامور ہو ششم یہہ کہ بہت گو نہو ہفتم یہہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہے مافی الطحاوی والتعدیل حسن
الخصم الذی لو ترجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اوس مدعا علیہ سے جسکے طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں ہم
جب کہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولے صحیح نہیں ہوئی سنے کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اوسکے شہود کے
گمان میں مدعا علیہ کاذب ہے انکار دعوے میں اور مبطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ
فی التعدیل صح بزازیۃ تو اگر مدعا علیہ اون لوگوں میں ہو جن کے طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اوسکی صحیح ہے کذا فی البزازیۃ قال
المراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ہم عدول لکنہم اخطاوا او نسوا او لم یزد اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اوسکا تزکیہ ہے یوں کہنے سے
کہ شاہد عادل ہیں خواہ اوسنے یہہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدونے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو ہم جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اوسکی
تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ
عند المجوز اختیار اور مدعا علیہ کا یون کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدل ہیں سچے سو یہہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اوسکے اقرار پر
حکم کریگا نہ گواہوں پر انتہے مدقق کذا فی الاختیار م یعنی اگر مدعا علیہ دعوے مدعی کا انکار کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہہ درحقیقت اقبال دعوی ہے
تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اوسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب
یحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی اور
بحر الرائق میں ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو اور
مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اوسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے
ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانے میں خود مجہول ہے تو وہ
شاہد مجہول کو کیا بتاویگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضا میں قبیل التحکیم اشباہ سے
مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں کو تحلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اوسکا نصیحت کرنا واجب ہے اسطرح کہ کہیں کہ تحلیف نہ دلا اپنے قاضیوں کو اوس
امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہے علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول
مذکور تہذیب کے کہا کہ یہہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہیں اور یوں نہیں کوئی کہہ
سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کی نسبت غالبا اور مجہول اصالتا یا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ نفس
الواقع حال اسیطرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش حالت اور تعمق میں نہایت کدوکاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور
کوئی مومن بلا عیب نہ نکلے چنانچہ قائل نے کہا ہے ؎ ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا ٭ کفی المرء نبلا ان تعد معایبہ کذا فی الطحاوی یعنی ایسا کون ہے
جسکی سب خصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اوسکی برائیاں گنی جاویں والشاہد لہ ان یشہد بما سمعہ او رای
فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مسموعا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے ساتھ اوسکے جسکو سنا یا دیکھا ہو

مانند بن اگرچہ بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق کہنے کے ہو تو یہہ اقرار
من جملہ مبصرات ہوگا حاصل یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اوسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گاہی شی مسموع
اور مرئی دونون ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہوا تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے
ہے اور تعاطی مین گواہ لینے دینے کی گواہی دین اور اگر بیع کی گواہی دینگے تو بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ مین ہے اور خریداری کی شہادت مین
بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہین اور اقرار لسانی مسموعات سے ہے اور اقرار بالکتابۃ مرئیات سے لیکن معلوم
کرنا چاہیئے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھہ نہ کہا تو یہہ اقرار نہین اور گواہی دینا اسطرح کہ اوسنے اقرار کیا حلال نہین کیونکہ لکھنا
کبھی ہے آزمایش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدرہ اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ اما بعد
فلک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرای مخاطب کہ تیرے مجھپر اتنے درم ہین اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے تو اونکو اوسکے اقرار کی گواہی
دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدون کے روبرو لکھا اور کہا کہ اسکے گواہ رہنا تو اگر اونکو اسکا مضمون
معلوم ہو تو یہہ اقرار ہے اور نہین تو اقرار نہین اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدرہ اور معنون چاہیئے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار نہو کذا فی الطحطاوی و

حکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر ویفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور
قتل کی اگرچہ شاہد کو اوسپر گواہ نکیا ہو گو کہ شاہد اوسوقت چھپا لگا ہو اسطرح پر کہ مقر کا مونہہ دیکھتا ہو اور اوسکا اقرار سمجھتا ہو خلاصہ مین ہے کہ
اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تونے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی تو در صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد
مقر کو نہ دیکھتے ہون اور اوس کا کلام سنتے ہون تو اونکو گواہی اوسکے اقرار کی دینا حلال نہین مگر در صورت آیندہ متن کذا فی الطحطاوی ولا یشہد

علی محتجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل در اور شخص دیوار وغیرہ کی آڑ مین ہے اوسپر
گواہی نہ دے اوس سے بات سنکر مگر جب کہ ظاہر ہو جاوے قائل اسطرح کہ نہو کوئی کوٹھری مین سوا اوسکے لیکن اگر شاہد اوس کی تفسیر کو بیان کریگا تو گواہی مقبول
نہوگی کذا فی الدرر م یعنی جب کہ شاہد کوٹھری مین داخل ہوا اور وہان ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد تحمل کرا اوسکے دروازہ پر بیٹھا اور اوس کوٹھری مین
کوئی راہ نہین سوای دروازہ کے تو اب اوس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخصاف او یری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ

اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذہ الشہادۃ علی الاسم والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت
کلام کرنیوالی کا جسم دیکھے و مردون کی یون گواہی دینے کے ساتھہ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہہ یعنی دو شخصون کی خبر عورت کے
اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین م رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب والی عورت
کی صحت پر اوسکا چہرہ دیکھنا شرط نہین بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آتا ہو اور دو مرد شاہد سے کہین کہ یہہ
فلانی عورت ہے تو اوسکو گواہی دینا جائز نہین چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکورہ
بتادین تو عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کرین تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالۃ دے کذا فی الطحطاوی و فی
مسئلۃ ملحقۃ شارح کا فی المجتبی عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیتضرر جواہر مین ہے
محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہین گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادای شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اون سے تو
بغض اوسکو ضرر کریگا حاصل وجہ ضرر یہہ ہے کہ یہہ ناحق بغض ہے اون لوگون سے جو شرعا محبوب ہین یعنی اہل علم کی محبت شرعا لازم ہے اور تحمل شہادت
آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ اہل علم مین تحمل یا ادای شہادت متعین نہو و ان کان

بین الخطین بان اخرج المدعی خط اقرار المدعی علیہ فانکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب و بین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ علی انہما

اعتمادًا واحدًا لا یحکم علیہ بالمال ہو الصحیح خانیۃ وان افتی قاری الہدایۃ بخلافہ فلا یعول علیہ وانما یعول علی ہذا التصحیح لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاتہ کذا ذکرہ المصنف ہنا وفی کتاب الاقرار واعتمدہ فی الاشباہ اور اگر دو خطوں میں تشابہ ہو اسطرح کہ مدعی اقرارنامہ نکالے مدعا علیہ کے خط سے سو مدعا علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعا علیہ سے آزمایش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سو اوس نے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعا علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اوسپر اعتماد نکیا جائیگا اعتماد تو فقط اوس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگوں کی تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے اونمیں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح میں بیان اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے م مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعا علیہ اقرار کرے کہ یہہ میرا خط ہے اور میں نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھپر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال لازم نہیں ہوتا تو اسیطرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہوگا کذا فی المنح لکن فی شرح الوہبانیۃ لو قال ہذا خطی لکن لیس علی ہذا المال ان کان الخط علی وجہ الرسالۃ مصدرًا معنونًا لا یصدق ویلزم بالمال ونحوہ فی الملتقط وفتاوی قاری الہدایۃ فراجع ذلک لیکن شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ کہے کہ یہہ میرا خط ہے لیکن مجھپر یہہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعا علیہ کی تصدیق نہوگی اور مال اوسپر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاویٰ میں ہے تو اوسکے طرف مراجعت کرم یہہ قول ہے قاضی النسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہہ مال کا اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہے لیکن جمہور علماء اسکے خلاف پر ہیں اسواسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصًا ولا یشہد احد علی شہادۃ غیرہ ما لم یشہدہ علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ وہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نکرے اور نہایہ میں اس مسئلہ کی یہہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سنی تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اوسکے گواہ کرنیکے تو اگر محکمہ قضا میں اسکو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن الجوہرۃ م وجہ جواز یہہ ہے کہ شہادت اب لازم ہوا اور یہہ تعلیل اسکے مفید ہے کہ قاضی نے اوس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا لازم نہیں ویخالفہ تصویر صدر الشریعۃ وغیرہا اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعۃ وغیرہ کی تصویر م صدر الشریعۃ نے اس مسئلے کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادائے شہادت کو سنا تو اسکو اسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہے تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجئے تو منافات مرتفع ہو جائے کذا فی الطحطاوی وقولہم لا بد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل علی الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہہ قول کہ ضرور ہے تحمیل یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر م قولہم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مصدر باب تفعیل کا ہے وجہ مخالفت یہہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی نعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ بان حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اسپر گواہ نکیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھہ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی بلا اشہاد اوسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور یہی زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ وکفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ

مسئلون مین چنانچہ اشباہ مین ہے از انجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور کی خبر اسطرح مستورین کی خبران چیزون مین مقبول نہین خبر قاضی کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اوس مال مین جو دوسرے مال کا عوض ہے اور مدعا علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اوسکی تصدیق نکرے اور مناسب حال مدت تک اوسکو قید رکھے پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اوسکے افلاس کی خبر دے تو اوسکی خبر کو قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی الطحاوی وَالتَّزْکِیَۃُ تزکیۃ السِّرِّ وَاَمَّا تَزْکِیَۃُ العَلَانِیَۃِ فَشَہَادَۃٌ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ مین یعنے تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی بالاجماع ہے تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرطین ہین جو شہادت مین شرط ہے سوای لفظ شہادت اور ظاہر اتزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیے کہ اسکو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون نہین اور مفلس نہو تا مال پاکر دہو کہا نکہا ہے اور اگر شاہد کے گھر کے ہمسایہ یا اہل بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تواتر اخبار معتبر ہوگا یعنے عدالت شہود مین کذا فی الطحاوی وَتَرْجَمَۃُ الشَّاهِدِ وَالخَصْمِ اور شاہد اور خصم کے ترجمہ مین ایک عادل کافی ہے ہم مصباح مین ہے ترجم کلامہ عرب بولتے ہین جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم کلام غیرہ بولتے ہین جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا و ضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور کبھی جیم اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہے امام عظم کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھ کر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحاوی وَالرِّسَالَۃُ مِنَ القَاضِی اِلَی المُزَکِّی وَالاِثْنَانِ اَحْوَطُ اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی مین قاضی سے مزکی کیطرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط ہے ہم اسطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کے طرف عادل واحد کافی ہے وَجَازَ تَزْکِیَۃُ عَبْدٍ وَصَبِيٍّ وَوَالِدٍ اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولے کے واسطے اور صغیر لڑکا اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکور سے گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کئے ہین سو یون کہا ہے ؎ وَيُقْبَلُ عَدْلٌ وَاحِدٌ فِي تَقَوُّمٍ وَجَرْحٍ وَتَعْدِيلٍ وَاَرْشٍ يُقَدَّرُ اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھیرانے مین اور جرح اور تعدیل شاہد مین اور دیت مقدر مین ہم یعنی صید محرم کی قیمت ٹھیرانے مین اور تلف کردہ الشی کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اوسکی تھی تو اوسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنے ہے کہ اوسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ مین ہے اور سر کے زخمون کی دیت ٹھیرانے مین مثلا ایک عادل کافی ہے ؎ وَتَرْجَمَۃٍ وَالسَّلَمِ هَلْ هُوَ جَيِّدٌ وَاِفْلَاسِہِ الاِرْسَالُ وَالعَيْبُ يُظْهَرُ اور مقبول ہے قول عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ ہے یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے ہم سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنے جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اوسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اوسمین کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اوسمین کافی ہے کذا فی الطحاوی ؎ وَصَوْمٍ عَلَی مَا مَرَّ اَوْ عِنْدَ عِلَّۃٍ وَمَوْتٍ اِذَا الشَّاهِدَانِ يُخْبَرُ اور صوم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونیکے وقت اور موت مین جب کہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان مین عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ درصورت علت کے

عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اوسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحاوی وَالتَّزْکِيَۃُ لِلذِّمِّيِّ تَكُونُ بِالاَمَانَۃِ فِي دِينِہِ وَلِسَانِہِ وَيَدِہِ وَاَنَّہُ صَاحِبُ يَقَظَۃٍ فَاِنْ لَمْ يَعْرِفْہُ المُسْلِمُونَ سَاَلُوا عَنْہُ عُدُولَ المُشْرِكِينَ اختیار اور

تزکیہ ذمی کا یہ ہی امانت داری سے اوسکے دین اور زبان اور ہاتھہ مین اور یہہ کہ وہ ہوشیار ہے مبہوت نہیں ہی پہر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے
ہون تو اوسکا حال عدول مشرکین سے دریافت کرین کذا فی الاختیار ہم دین ذمی کی امانت داری یہہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور
زبان کی امانت داری یہہ کہ جہوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتہہ کی امانتداری شاید یہہ کہ سارق نہو اور بہتر سبب یہ کہ شایع کہا کہ اگر مسلمان نہ جانتے ہون
تو قاضی عدول کفار سے اوسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عدل النصرانی ثم اسلم قبلت
شهادته ولو سکر الذمی لا تقبل اور ملتقط مین ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پہر وہ مسلمان ہو گیا تو اوسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ
گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہو اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اوسکی مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ نشا اوسکی انجیل مین حرام ہے
تو وہ فاسق ہوا نصاری کے دین مین ولا یشهد من رای خطه ولم یذکر الحادثة اور وہ شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکہا دیکہا اور حادثہ
اوسکو یاد نہین کذا القاضی والراوی لمشابهة الخط للخط اسیطرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکہکر بدون یاد داشت کے
بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ مین ہی کہ ابو حنیفہ نے جمیع امور مین تنگ روی اختیار کی لہذا اون سے روایت احادیث
مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مرد و زن سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع سے
اور روایت کے وقت ہی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکہنا ضرور ہے تو اگر اوسمین سے کوئی چیز
یاد نہو اور اوسکو یقین ہو کہ یہہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اوسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی فتح
المعین اور فقط ذکر مجلس شہادت کافی نہین وجوزاه لو فی حرزه وبه نأخذ بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اوسکو جائز کہا ہے اگر کاغذ قوم اوسکے
قبض اور حفاظت مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المبتغی ہم خلاصہ مین ہے شرط یہہ ہی کہ صک محفوظ ہو دست بدست نگیا ہو اور مدعی کے
ہاتہہ مین نہو جب کہ اوسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی ہو اگر ایسا نہو تو اوسکو گواہی دینا جائز نہین انتہی بحر الرائق مین ہے کہ ابو یوسف نے یہہ قاضی اور راوی
کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل مین جائز کہا ہی اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہہ میرا خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون
پر آسان کرنیکے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اسمین متفق ہین اور جو بحر الرائق مین ہے وہ معلوم ہوچکا اور صحیح
اور زیلعی مین ہے ابو یوسف نے کہا دفع تنافی یون ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتین ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یشهد احد بما لم یعاینه بالاجماع
الا فی عشرة علی ما فی شرح الوهبانیة اور نہ گواہی دے کوئی اوس چیز کی جسکو اوسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس صورتون مین بلا معاینہ گواہی
درست ہی چنانچہ وہبانیہ کی شرحین سے ہم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہی یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین آنکہہ کے معاینہ یا سماع سے اوسکی گواہی
نہ دے اور سماع کی مثال عقود ہین کذا فی الطحطاوی منها العتق والولاء عند الثانی والمهر علی الاصح بزازیة منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہی دوسرا
ابو یوسف کے نزدیک ولا ہی اور تیسرا مہر بقول اصح کذا فی البزازیة ہم شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہے اور سرخسی کے
استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہی سوا ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق مین جیسے ولا مین عدم قبول معتمد
ہی اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ شہادت عتق مین یعنی بسماعت حلال نہین ہماری نزدیک خلافا للشافعی پہر اوسنے حلوانی کا قول مذکور
کیا اور ولا مین محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد ہی کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد سے دو روایتین ہین اصح یہہ ہی کہ
مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بسماع مین چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو مذکور کیا ہے اور اسکے مانند ہی بحر الرائق مین ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ
اور شرنبلالیہ مین ہے خلاصہ یہی کذا فی الطحطاوی والنسب ہم نسب ہم تو جس نے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک
کہ وہ شخص فلان بن فلان ہے تو اوسکو اوسکی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوسنے اوسکی ولادت اور اوسکے فراش پر نہین دیکہی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی
کذا فی الطحطاوی والموت ہم موت ہم تو جب لوگون سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اوسکو موت کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اوسنے موت کا معاینہ نکیا بزازیہ

ہین ہی کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اوسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہی کہ اگر انسان کی موت کی خبر
آئی سوا اوسکے اپنون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہی تو جائز نہین کہ اوسکی موت کی خبر دے جب تک کہ شخص معتمد اسکو یہہ خبر نہ دے کہ مین نے
اوسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب کا سے موت پر مقدم ہو جاتی ہین خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا
فی الطحطاوی والنکاح ۔ ونکاح ہم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادل سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے
عمادیہ مین ہی کہ شہادت بالشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے سنے کہ فلانی عورت فلانے
مرد کی جورو ہے تو اوسکو اوسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوس نے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا اور درر مین ہے کہ اگر ایک شخص نے
مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اوسکی جورو ہے کذا فی الطحطاوی والدخول
بزوجته ۔ دخول بزوجہ یعنے یہہ بھی بالتسامع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب و ولایة القاضی ۔ ولا
قاضی ہم یعنے جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکی قضا کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اوس نے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا
بحر الرائق مین معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے واصل الوقف ۔ اصل وقف ہم یعنی گواہی
دی کہ یہہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہی اور
خزانہ مین ہی کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیرون کے طرف منصرف ہوگا قیل وشرائطه علی المختار کما مر فی بابه اور قول
ضعیف مین شرائط وقف کی بہی گواہی بالتسامع درست ہی بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر
کرنا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحر الرائق مین فصول عمادیہ سے ہے کہ قول مختار یہہ ہی کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے
مقبول نہین انتہے اور مجتبے مین ہے قول مختار یہہ ہی کہ شرائط وقف پر شہادت بالشہرت مقبول ہے انتہی اور اسی پر اعتماد کیا ہی معراج اور فتح القدیر مین
واصله ہو کل ما تعلق به صحته وتوقف علیه والا فمن شرائطه اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جس پر وقف موقوف ہو
اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی ہم تعلق صحت وقف شرط صحت وقف سے ہی چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور مسلم ہونا اور انجام کا
اوس جہت کے واسطے مقرر کرنا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جس پر صحت موقوف نہین جیسے جہات مصرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فله الشهادة
بذلك اذا اخبره بها بهذه الاشياء من يثق الشاهد به من خبر جماعة لا يتصور تواطئهم على الكذب بلا شرط عدالة او شهادة
عدلين الا في الموت فيكفي العدل ولو انثى وهو المختار ملتقى وفتح ۔ تو شاہد کو بسبب سماع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیا مذکورہ کی
وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہے اوس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت
سوای موت کے کہ اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح ۔ فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ شہرت
کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقیہ چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین مگر موت
مین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کی جائز ہے دفع
حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوای خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص
موجود نہین ہوتا اور دخول ۔ وجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود
نہین ہوتا سوای دائی جنائی کے اور منصب تقلید سلطان سے سوا اوسکو کوئی معاینہ نہین کرتا سوای وزیر وغیرہ خواص کے اور اسیطرح وقف
وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علے مر الدہور باقی رہتی ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا
فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کیوقت

ایک ہی شخص وجود ہو تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر موت کی دے پہر دونون ملکر قاضی کے روبرو گواہی دین تو قاضی اونکی شہادت پر
حکم کریگا کذا ذکرہ ابو السعود وقیدہ شارح الوہبانیۃ بان لا یکون المخبر متہما کوارث وموصی لہ اور شارح وہبانیہ نے مخبر موت مین یہہ قید
لگائی ہے کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہو وجہ تہمت یہہ ہے کہ وارث شاید ہو اسواسطے مورث کی موت بیان
کرتا ہو کہ اوسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شیء سوی رقیق علم رقہ ویعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع فلک ان تشہد
بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبض اور تصرف مین کوئی چیز ہو سوا ایسے رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور
وہ اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہے تو تجھکو اوس متاع مقبوض کی یون گواہی
دینا درست ہے کہ وہ قابض کی مملوک ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تیرے دل مین یہہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہے ہم خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے
سوا نقد ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف مین ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا
درست ہے اسواسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی ہے تکثر کی دلیل ہے کیونکہ جمیع اسباب مین جو دلالت قبض ہو تو وہی پر اکتفا ہوگی اور صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض
اور تصرف مین دیکھی پہر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ مین دیکھی پہلا آدمی اوسکی ملک کا مدعی ہے تو دیکھنے والے کو گواہی دینا جائز ہوگا کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت یا حریت
بیان کرسکتا ہو تو پہر معاینہ قبض اوسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہین اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اوس کی مملوکیت
کی گواہی معاینہ قبض سے درست ہے طحطاوی نے کہا ہے جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہے اور شارح کو وہم ہوا کہ شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون
عبارت مذکورہ کا سمجھے رقیق یعبر عن نفسہ سوا یعنی جب تک نجانے کہ وہ رقیق ہے تو معاینہ قبض سے اوسکی رقیت کی گواہی ندے اور غیر معبر عن نفسہ کی رقیت کی
گواہی دیتے یعنی معاینہ قبض سے مراد اوسکی یہہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہو تو اوسکی مملوکیت کی گواہی ندے معاینہ قبض سے مگر جبکہ اوسکی
رقیت معلوم ہو اور یہہ مطلب شارح کے کلام سے نہین نکلتا تو اگر شارح یون کہتا سوی رقیق یعبر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو متاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی
شرنبلالیہ مین ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اسواسطے کہ حلت شہادت مین یقین ہونا اصل ہے تو بقدر یقین کے وقت شہادت قلبی کے طرف حاجت
ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہی بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پہر جب دل نے گواہی ندی تو ظن حاصل نہوا تو مجرد قبض مفید نہوا لہذا علما نے کہا ہے
کہ جب انسان گران قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ مین دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد مین کوئی اہل علم نہین ہوا تو اوسکی ملک کی گواہی
قابض کے واسطے جائز نہین تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہین انتہی اور یہہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر ندین کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر
دین تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ خلاصہ مین ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہین مگر جب کہ تیرے دل مین یہہ جم جاوے
کہ یہہ شخص صادق ہے تو اب تجھکو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہین چنانچہ شبلی کے حاشیہ مین ہے خانیہ سے والا لا اور نہین تو نہین یعنی
اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی ندے تو تجھکو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ القضاء
بہ بزازیہ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اوسکو یعنی قبض اور تصرف کو معاینہ کرے تو اوسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی
البزازیہ یعنی اوس وقت حکم جائز ہے جب کہ مالک اوسکی ملک کا دعوی کرے اور اگر دعوی نکرے تو جائز نہین ہم دعوی ملک کی قید مین شارح صاحب بحر کا تابع ہوا ہے
اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہے زیلعی کے کلام مین اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام مین زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعاینہ قبض جائز نہین
خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو السعود نے کہا
کہ اس تکلف کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین مین متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم سے جائز ہے اور
متاخرین کے نزدیک جائز نہین تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی ولکن

[illegible] للقاضی ان شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسرا وقالا اخبرنا بہ من نثق

انتفی بہ تقبل علی الاصح خلاصۃ اور اگر شاہد لتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اوسکی گواہی تسامع سے ہے یا معاینہ قبض سے تو گواہی مقبول نہ
مردود ہوگی مگر وقف اور موت مین جبکہ دونون شاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے اوسنے جسپر ہمکو بھروسہ ہے
تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ حموی نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اوسکی تفسیر نکرے یعنی
تسامع یا معاینہ قبض کو ذکر کرے بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقول شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک
ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ دُرر کے حاشیہ عزمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت
بالتسامع یہ ہے کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگون سے سنا اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معاینہ نہین کیا ولیکن وہ ہمارے نزدیک
مشہور ہو تو جمیع امور مین شہادت لتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ح شہرت اور سماع من الناس مین فرق یہ ہے کہ
شہرت وہ ہے جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین یہ بات حاصل نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لا من یصح قبولہا ولا یصح لصحۃ شہادۃ الفاسق مثلا کما حققہ
المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول مین یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب
نہین نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہین بسبب صحیح ہونے قبول کرنے کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت کا
ذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر
وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنتا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنتین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی
اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہین چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھہ مذہبون کے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے
بہتر فرقے ہوگئے ح ہوی عبارت ہے خواہش مذموم سے اور مراد اس سے ایک فرقہ معین نہین ہین بلکہ جو مخالف سنت کے ہو مراد ہے یعنی ناسد وہ اہل ہوی ہے مغرب مین ہے
کہ اہل اہواء وہ لوگ ہین جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے تجاوز کرین اور اہل قبلہ ہون یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہون اونکی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ
اونکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت مین اسکو نہین ڈالا مگر اسکے تدین یعنی دین سمجھنے نے اپنے نزدیک حق جان کر اوسنے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث
التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہین بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اوسکی گواہی مقبول نہین جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت
عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالے کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضے فرقہ مشہور ہے اور خوارج
وہ لوگ ہین جو حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہین معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کی صفات ثابت کرین اور قہستانی نے جو مرجیہ
کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھہ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ مذہب ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات
سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی مین سے جن کی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین
اونکی شہادت مسلمین پر مقبول نہین انتہی تو شارح نے ان فرقون کو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہے چنانچہ
کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہوی جو چھہ مین منحصر ہے شارح نے چند فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بتصرف الا الخطابیۃ صنف من
الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب ولم یبق لمذہبہم ذکر مگر اہل ہوی
کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک قسم ہین روافض سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے شیعون کے واسطے اور ہر اوس شخص کے واسطے جو قسم کہائے کہ
مین حق پر ہون تو اونکی شہادت کا مردود ہونا اونکی بدعت کے سبب سے نہین بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور اونکے مذہب کا ذکر باقی نہین رہا کذا فی
البحر یعنی اوس مذہب والا کوئی باقی نہین رہا خطابیہ نسبت ہے ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب نے کوفہ مین خروج
کیا اور عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کے طرف دعوت کی اور یہ دعوی کیا کہ علی مرتضی خدای اکبر ہین اور

باب القبول وعدمہ

جعفر صادق خدای صغیر ہو کر انمین حلول کر گیا خطابیہ کی سو شہادت فقط بدعت سے اس واسطے نہین کہ محض بدعت قائل تکفیر کی نہین بشرطیکہ اپنے
دین کے مانند اعتقاد رکھتے ہون کذا فی المحیط و من الذمی لو عدلا فی دینہم جوہرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی
کی گواہی اپنے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگرچہ عادل ہو اپنے دین مین کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتون مین ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہین چنانچہ
اشباہ مین ہے منجملہ مسائل خمس ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانیکی گواہی دین اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہین
اور بعض نسخون مین ہے کہ اسلام پر گواہی مقبول ہو گی اور اوسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجائیگی ۲ جب کہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دین اور وہ مسلم کا یعنی ہو اور
ترکہ اوس مین کفایت نکرتا ہو ۳ جب کہ ذمیکی خریدہ پر مسلم کو گواہی دین اور مسلم منکر ہو ۴ جب کہ چار شخص گواہی دین نصرانی پر کہ اوس نے عورت مسلمان
سے زنا کیا مگر درصورتیکہ اوس مسلمہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور کافرون نے گواہی دی کہ وہ اوسکا غلام ہے اور غلام نے
مسلم قاضی نے اوسکا حکم دیا ہو وتبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو بعقوبۃ کقود بحر اور باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اوس کے
مسلمان ہوجانے سے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہو جاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی ہو چنانچہ قصاص کذا فی البحر ہے اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جائے تو
گواہی باطل ہو جائیگی کیونکہ اگر اوسکی گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہین وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصاری
ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاری اسواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن
لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنے مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہین کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے کہ دار
الاسلام مین رہتا ہے ولا مرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے واسطے دوسرے مرتد پر قول اصح و تقبل منہ علی مستامن مثلہ
مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک مین
رہنے کے ساتھ یعنی جب کہ دونون ایک ہی ملک کے رہنے والے ہون اسواسطے کہ دونون کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے مثلا
ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونون دارالاسلام مین ہون تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہین اور اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور ملک
مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر و تقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول
علیہ کما سیجیء اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اوسمین اطمینان نہین دروغ
گوئی سے چنانچہ آگے آویگا اسی باب مین ہے یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت لگا ہے واجب ہوتی ہے
اسطرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اوسکے منع کرنے سے وہ باز نرہے ولہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونون مین عداوت
دینی ہے کذا فی الکرمی واما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الاخر فتاوی
للمصنف معزیا لمعین الحکام اور دوست کی گواہی تو دوست کیواسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے
دوست کے مال مین تو اب مقبول نہین چنانچہ مصنف کے فتاوی مین ہے معین الحکام کیطرف منسوب و من مرتکب صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر
کلہا وغلب صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال وہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اوسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے
پرہیز کرتا ہو یا صواب اوسکا غالب ہو اوسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنے عدالت کے ہے تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار
کرے یا اوسکے کرنے سے خوش ہو یا اوسکو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اوسکی پیروی کرتے ہون تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدیر مین کہا بہتر قول وہ
ہے جو ابو یوسف سے تفسیر عادل مین یون منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نکرے ہو اور صغیرہ پر اصرار نکرے اور پردہ پوشی کشیرہ ہو پردہ دری سے اور صواب اوسکا اکثر ہو
خطا سے اور مروت اوسکی ظاہر ہو اور استعمال صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سو نیکیاں کرے
اور ننانوے صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہین کذا فی الطحطاوی و فی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم

وأقره ابن کمال اور خلاصہ مین ہی کہ جو شخص کہ مروت اور کرم کو چھوڑ دیوے وہ کبیرہ گناہ ہی اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ابن کمال نے ہم فتح القدیر مین اسپر
اعتراض کیا ہی کہ یہ قول منضبط اور صحیح نہیں لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہیں ہوسکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال ومتى
ارتكب كبيرة سقطت عدالته ابن کمال نے کہا اور جب کہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اوسکی عدالت ساقط ہوگئی ہم حموی نے کہا مگر زوال
عدالت کا اوسوقت حکم ہوگا جب کہ کبیرہ مرتبہ ظہور مین پہنچے ولہذا شرب محرم مین اذہان شرط ہی اور قہستانی مین خلاصہ سے ہی کہ مختار یہ ہی کہ کبائر سے
اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اوسکی شہادت مقبول ہے ومن أقلف لو من عذر وإلا لا وبه نأخذ مجمع اور غیر مختون کی
گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہوا اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی المجمع عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی
جان کے تلف ہوجانے سے اور جیسے اوسکی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اوسکی امامت بھی صحیح ہی اور ختنہ کے وقت مین اختلاف ہی خلاصہ مین
کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہین اور آخر وقت بارہ برس ہین کذا فی المنح والاستهزاء بشيء من الشرائع كفر ابن
کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہی ذکرہ ابن کمال وخصي وأقطع اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ
کی ہم اسواسطے کہ خوجی کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسیکا ہاتھہ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھہ چوری مین کاٹا گیا اوسکی گواہی اوسوقت مقبول ہی جب کہ وہ
عدل ہو کذا فی الطحطاوی وولد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالك اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے مذہب
کے ہم اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثى كأنثى لو مشكلا وإلا فلا إشكال اور خنثی عورت کی
مانند ہی اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہو تو کچھہ اشکال نہیں ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ خنثی مشکل جمیع احکام مین عورت کی مانند ہی اسلیے تو اوسکی گواہی
دوسری عورت کے ساتھہ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہیں یعنے اگر علامت مردی غالب ہی تو اوسکا مرد کا حکم ہے اور نہیں تو عورت کا
وعتيق لمعتقه وعكسه لعدم التهمة إلا إذا شهدا بعد عتقهما أن الثمن كذا عند اختلاف بائع ومشتر لم تقبل
لجرهما المغنم بإثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنیوالیکے واسطے اور آزاد کرنے والیکی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے کہ سبب
تہمت کے مقبول نہیں اسواسطے کہ خلاصہ مین ہے کہ بائع اور مشتری کا اختلاف ثمن کے وقت دو غلامون نے اپنے آزاد ہونیکے بعد یہ گواہی دی کہ
ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب کہینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ہم جر منفعت کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری
دونوں قسم کھاتے اور بیع فسخ ہوجاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اسواسطے مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضی کے
واسطے قبول کی تھی اور قنبر اونکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولأخيه وعمه ومن محرم رضاعا أو مصاهرة إلا إذا اشتد الخصوم
وخاصمهم معه على ما في القنية اور مقبول ہی گواہی بھائی کی اپنے بھائی کیواسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کیواسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتے کی محرم
گواہی مقبول ہے مگر جب کہ نہایت جھگڑا ہوا اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھہ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قنیہ مین ہے ہم محرم رضاعی جیسے رضاعی
بیٹا اور سسرالی رشتے کی محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور ہمہ اشخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہے
کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہین اور ایک دوسرے کے مال مین تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہی بخلاف شہادت قرابت ولاد ولیکن جب کہ شاہد
مدعی کے ساتھہ خصومت کرتا پھرے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اب مدعا علیہ کا گویا مخاصم ہوگیا وفي الخزانة تخاصم الشهود والمدعى عليه
تقبل لو عدولا اور خزانہ مین ہی کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ مین گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہون ہم یہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہو صاحب بحر نے
توفیق بین القولین کے واسطے اسکو عدم عدالت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالی اعلم وذمي كافر على عبد كافر مولاه مسلم أو
على وكيل حربي كافر موكله مسلم لا يجوز عكسه لقيامها على مسلم قصدا أو في الأولى ضمنا اور مقبول ہے گواہی کافر ذمی اوس غلام کافر پر
جسکا مولی مسلم ہے یا اوس وکیل حربی کافر پر جسکا موکل مسلمان ہو نہیں جائز ہی اسکے عکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصدا اور اول مین

له ختنہ شخص بالغ کا ... ہین ... ملا مسکین الکتابہ اور ... غلط ہو ۱۲

قیام شہادت ضمناً ہو۔ قصداً اور ضمناً جائز ہے نہ قصداً اور عکس یہہ ہو کہ گواہی دے کافر اوس مسلمان غلام پر جسکا مولے کافر ہے کذا فی المحیط۔ وتقبل
علی ذمیٍّ میّتٍ وصیّہ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم جائز مقبول ہے گواہی کافر کی اوس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر
کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر وفی الاشباہ لاتقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعاً کما اذا ضمن ورثۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران
علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلماً علیہ حق للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق
وہذا استحسان ووجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کی تبعاً ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم
کی گواہی جبکہ کافر ہیں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہہ گواہی دی کہ
اوسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اوس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے
گواہی دی کہ یہہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اوسنے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے وجہ استحسان یوں
مذکور ہے کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا سبب نکاح ہے اور
اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت مسلم پر اثبات ایصا میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو وہ حقوق
ضائع ہو جاوینگے جو ایصا سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہے شرنبلالی نے کہا کہ ظاہراً قبول شہادت
اوس صورت میں ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر
مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی گواہی اوسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی
الطحطاوی والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو
حقوق واجبہ مثل خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی
الطحطاوی الا اذا کانوا اعواناً علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین
فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق
النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں تو اونکی گواہی بسبب غلبہ
ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اوسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے
اور صراف کی اور جہازوں کے معرفین کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور مشتریوں سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری اور مہتر کی
اور اوسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی گواہی اور قبالہ نویسوں کی اور جہات کے ضامنوں کی
گواہی مقبول نہیں مانند ان لوگوں کے جو شہروں کے بازار نخاس کے بندوبست کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں یہاں تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے
بسبب اوسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھاوین اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے
مراد پیشہ وروں کے رئیس اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور وکلاء مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو
دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو اونکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہیں اور اونکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ اونکی
جعل سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور لوگ حقیقت کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد مہملہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی
یعنی کاتب قبالہ و قبالہ نویس اونکی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور ضامن درک ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا
اگرچہ یہ امور واقع نہوں اور کتابت مانند تحریر کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ
و تشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیگی بسبب اقرار باطل اور فعل باطل پر گواہی دینے اوسکے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ

الخانیہ اور اسکے شیخ نے ہر گواہی کتبا ہی مشائخ سنے کہا کہ اگر گواہی دین تو اون پر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہو سوکیا حال
اون لوگون کا ہے جو شہرون سلطان سے جو ضمان جہات اور اجارات معتادہ پر گواہی دیتے ہین انتہے تماسین بجای وہلہ ہو اور بعضی کتب مین بجای ہجہ
لفظ جہے ہے یعنی بائع و داب و رقیق کذا فی الطحاوی وقوم بجیبا یتامیر کے بدعی فیشہدلہ عماله و نوابہ و رعایاہ لم تقبل کشہادۃ
الاجیر لمستاجرہ قرار فی اور وہبانیہ مین ہو امیر کسیپر دعوی کیا سوا وسکے عمال اور نوابون نے اور عمال کی رعایا نے اوسکے واسطے گواہی دی تو
مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہم عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب گناہی کے امیر کے خوف
مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای وعرفتہم لا تقدح به و هی حرفة ابائه واجداده ولا فلا مروۃ له لو حرفة فلا شهادة
له لما عرف فی حد العدالة فتح واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادۃ سے پیشہ ور مراد ہین یعنے وہ پیشہ جاود کے لائق
ہو یعنی جو پیشہ وہ کے باپ دادون کا پیشہ ہو اور اگر اوسکا پیشہ نالائق ہو باپ دادا کے مخالف تو اوس پیشہ ور مین مروت اور جوانمردی
اگر اوسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اوسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا عدالت مین معلوم ہوچکا کذا فی الفتح اور ثابت
رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہو کہ ترک مروت مسقط عدالت ہے مروت کی تفسیر مین بعضون نے یون کہا کہ انسان ایسا
فعل نکرے جس سے اوسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جای اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان اور اسکی عقل سے
اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہے لا تقبل من اعمی ای لا یقضی بہا ولو قضی صح وعمم فی له مطلقا ما لو عمی بعد الاداء
قبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندہے کی مطلقا یعنی اندہے کی گواہی سے قاضی حکم ندے اور اگر حکم دیگا تو صحیح
اور مصنف کا مطلقا کہنا عام ہے اوس صورت کو کہ شاہد اندہا ہو گیا بعد ادای شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت تسامع جائز
ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہہ ہے کہ ادای شہادت مین اشارہ سے
تمیز کی حاجت ہے مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین اور اندہا امتیاز نہین کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اوسکو کچھہ خصم تلقین کردے اسواسطے
کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت
اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولے ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ اوسمین شہادت ہو جسمین تسامع کافی ہے یا اوسکے غیر مین خواہ
باشارہ ہو خواہ بکتابت اولویت افادہ کی وجہ یہہ ہے کہ اخرس کو مطلقا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحاوی ومرتد ومملوک ولو
مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اوسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا
فی حال صحتہ اور صغیر اور بے عقل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ہم محیط مین ہے کہ جو ایک
ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہے کہ یہہ بمنزلہ بیہوشی کے ہے تو معلوم
ہوا کہ حالت جنون سے ہو کذا فی الطحاوی الا ان تحملا فی الرق والتمیز وادیا بعد الحریۃ ولو لمعتقہ کما مر وبعد البلوغ مگر یہہ کہ غلام اور صغیر
غلامی اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادای شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنیکے
حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا بعد الابصار والاسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور ایسی
گواہی اندہے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادای
شہادت مطلقا ہے کذا فی شرح التکملہ ہم عطف اسکا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمے ہوا اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین
ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل مذکورہ مین حکم صحیح ہے کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم برده لعلة ثم زالت فشهد بها
لم یقبل الا اربعة عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہے جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو کسی علت کے سبب وہ علت

بالغ ہوجاوے پھر شاہد اوسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر چار شخصون کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صبی اور اعمی اور کافر کی ہمارے علمائے
اور اعمی کی قید اسواسطے لگائی گئی ہے کہ ثانیہ مین اُسکی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم نے شوہر کی گواہی
ایک حادثہ مین رد کر دی تو دوسرے حاکم کو اوسکی گواہی اس حادثہ مین قبول کرنا جائز نہین اگرچہ اوسکے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ مین ہے
چار شخصون کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور عبد کی اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہین ہے اور قبول شہادت اعمی بعد رد
اس قول پر ہے کہ تحمل اور ادای شہادت حال بصارت مین ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور یہی پر شارح کا قول سابق محمول ہے
یعنی ہکذا ابتدا بصارۃ و اسلام کذا فی الطحطاوی وادخال الکمالِ احدَ الزوجین مع الاربعۃ سہوٌ اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو
اشخاص اربعہ کو مین کے ساتھ سہو ہے ہم چنانچہ منح الغفار مین عنقریب گذرا و محدود فی قذف تمام الحدِّ و قیل بالاکثر وان تاب بکذیبہ
نفسہ فتح لان الرد من تمام الحدّ بالنص اور اُسکی گواہی مقبول نہین جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضون کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود
فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے نص قرآنی سے ہم تمام حد کے
حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہوا وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ
شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ یعنی جو حرام کاری کا عیب
لگاتے ہین محصنات کو پھر چار گواہ نلاوین تو اونکو اسی کوڑے مارو اور اونکی گواہی کبھی قبول نکرو اور وہ لوگ فاسق ہین مگر جن لوگون نے توبہ کی بعد اسکے اور
نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے تو ظاہرا عطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے
اسواسطے کہ عدم قبول شہادت مؤلم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالی اعلم والاستثناء منصرف لما
یلیہ و ہو قولہ و اولئک ہم الفسقون اور استثنا راجع ہے اوسی متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے اولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع
واولئک ہم الفاسقون کے طرف نہ لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول مین ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا جب کہ جمل متعاطفہ کے بعد
واقع ہو تو اخیر جملہ کیطرف راجع ہوتا ہے مگر جب کہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کیطرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین مین اور امام شافعی اور
اوراسکے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے و تمامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ
بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبدٍ حُدَّ فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماریجاوے پھر وہ مسلمان ہوجاوے تو اوسکی گواہی مقبول ہوگی
اگرچہ اکثر حد قذف بعد اوسکے مسلمان ہونیکے ماری جاوے بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف اوس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہوگیا
تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام مین وجہ فرق یہ ہے کہ کافر نے جو اہل شہادت تھا تو اوسکی رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے
دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اوسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام مین رقیت کیحالت
مین مطلق شہادت کی اہلیت نہتھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اوسمین اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب
رد شہادت من جملہ اُسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینۃ علی صدقہ ای اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما بحثہ فی النہر قبل
الحد بحر محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مقذوف پر زنا یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین کہ مقذوف
النہر اوسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاوے کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی
اوسکی ہر مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی تہمت اوس پر سے اب مندفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود فی قذف
والمعروف بالکذب اھ بحر الرائق مین ہے کہ فاسق جب کہ توبہ کرے تو اوسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بکذب کی گواہی بعد توبہ کے
بھی مقبول نہین ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ اوسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہین ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق و شاہد

الا ان الفتوی عندہما انہ لا تقبل ابداً کذا فی الملتقط لیکن صحیح ترجیح قبول لہا اور شاہد زور اگر عادل ہو اور اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول شہادت مذکورہ آگے آئیگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دیکر توبہ کریگا تو گواہی اوسکی مقبول ہوتی اور ترجیح سو موجود یہ ہی کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر فتویٰ ہو کذا فی الفتح وصححہ فی الحاوی وغیرہ کذا فی البحر وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجۃ الیہ لان الشرع ما شرع ذلک بل منع منہا اعنی ملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیہ وصغری وشرنبلالیہ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہیں گواہی مجوس کی اون حوادث میں جو واقع ہو مجلس اوسکی میں اور ایسے ہی لڑکون کی گواہی مقبول نہیں اون حوادث میں جو انواع لہو ولعب میں واقع ہون اور نہ عورتون کی گواہی اوس واقعہ میں جو حمامون کے اندر واقع ہو اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اوس فعل سے جسکے سبب مجوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب منع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کی تو عدم قبول شہادت میں تقصیر اونہیں کے طرف منسوب ہوئی نہ شرع کے طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی میں ہو کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاکہ خون ضائع اور باطل نہو جائے انتہی تو مفتی کو چاہیئے فتویٰ دینے کے وقت ہوشیار رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ہم عبارت صغری ظاہراً اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر ہو تو اوسکی بہی گواہی مقبول نہیں کیونکہ وہ وہان جانے سے فاسق ہو گیا اور ہر مجوس کے فسق میں گفتگو ہو اسواسطے کہ گاہی انسان بقصور ہی قید ہو جاتا ہو اور منع شرعی حق مجوسین اور نساء میں البتہ ظاہر ہے نہ اطفال میں کیونکہ وہ شرعاً مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی والزوج لزوجتہ ولا ہی لہ وجاز علیہا اور مقبول نہیں زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہے گواہی زوجکی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوجکی اپنی عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنے شریک کیواسطے اوس چیز میں جو دونون میں مشترک ہو لیکن غیر مشترک میں جائز ہو اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور نہ غلام کی اپنے مولے کے واسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابو بکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الثانی مسئلتین فی الاشباہ اگر اشباہ کے دو مسئلون میں زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہیں ہم پہلا مسئلہ یہہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پہر تین شاہدوں کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہہ کہ زوج سے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من طلاق اما فی النبیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم ان المانع عند القضاء لا التحمل والاداء اور زوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اسوسطے کہ قنیہ میں ہی کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہو تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی دی پہر اوس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادائی شہادت کے وقت شامی حکم مذکور صاحب بحر نے خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہہ ہی کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے اوسکی گواہی رد نہ کی یہان تک کہ اوس نے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اوسکی گواہی نافذ ہے انتہی جب زوجیت عند التحمل مانع نہوئی تو اگر زوج گواہ ہو احالت زوجیت میں اور بعد القضا ہے جسکے اوسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں مذکور

نہیں جائز ہی شہادت والد کی بیٹے کے واسطے اور نہ لڑکے کی اپنے والد کے لئے اور نہ عورت کی اپنے خاوند کے لئے اور نہ شوہر کی اپنی بی بی کے لئے اور نہ غلام کی اپنے آقا کے حق میں اور نہ آقا کی اپنے غلام کے حق میں اور نہ شریک کی اپنے شریک کے لئے اور نہ مزدور کی اوس شخص کے لئے جسنے اوسکو اجرت پر رکھا ہو ۱۲

ہو چکی کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ وان علا اور مقبول نہیں گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاد کی آباء و اجداد کے واسطے اگرچہ اوپر ہوں یعنی
دادا پردادا اور نانا پرنانا ہوں دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہ سے جو مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آباء میں متصل ہیں تو یہ گواہی
اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا اسکو زکوۃ دینا جائز نہیں الخ یہی ہے حتی کہ شریح قاضی کا بیان ہے کہ حسن مجتبی کی گواہی جو انہوں نے حضرت
ساتھ علی مرتضی کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نکی تو حضرت علی مرتضی نے کہا کہ تجھے وہ حدیث نہیں پہنچی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
کہ حسن اور حسین دو سردار ہیں جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ کیواسطے شاہد لاؤ بعضی
روایات میں ایسے ہے کہ حضرت علی مرتضی نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور مدینہ اور مکہ زیادہ کر دیا اور بعضوں نے کہا کہ حضرت علی مرتضی نے شریح
کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شهد الجد لابن ابنه على ابنه اشباه مگر جب کہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے
بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباه اور صاحب محیط نے اس گواہی کی صورت مخصوصہ میں ذکر کیا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اسنے
دعوی کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور دادا نے زوج کے اس اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو
دادا کی گواہی مقبول ہے اور منح الغفار میں وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقا منقول ہے بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول
یہی ہو کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر باب
عکس ہے لیکن یہ شہادت حمل کی ہے فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز على اصله الا اذا شهد على ابيه لامه ولو بطلاق ضرتها
والام في نكاحه صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جب کہ اپنے باپ پر گواہی دی اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اسکی سوت کی
طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اسکے باپ کے نکاح میں ہے اسمیں اصل کی منفعت ہے اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنی میں
وہاں قبول نہیں کیونکہ اسمیں جنس منفعت ہو جانے کے واسطے کذا فی الحموی وفيها بعد ثمان ورق لا تقبل شهادة الانسان لنفسه الا في مسئلة
القاتل اذا شهد بعفو ولي المقتول فراجعها اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہیں
مگر مسئلہ قاتل میں جب کہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اسکی طرف ہم القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اسکی
یوں مذکور ہے کہ تین شخصوں نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا پھر ان میں سے دو نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کر دیا اور حسن نے کہا کہ گواہی جائز نہیں
مگر اس طرح کہ ان میں سے دو شخص کہیں کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور
حسن نے کہا کہ سب کے حق میں مقبول ہے انتہی ملخصا کبری میں ہے کہ فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کیواسطے
نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق میں ہاں حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہد کے کذا فی
الطحطاوی ملخصا والعكس للتهمة اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع سے ہے
تو گویا اپنے حق میں گواہی دی وسيد لعبده ومكاتبه والشريك لشريكه فيما هو من شركتهما لانها لنفسه من وجه اور مقبول نہیں میاں کی گواہی
اپنے غلام اور مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اوس مال میں جو دونوں میں مشترک ہو اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کیواسطے
ہوئی ہے ایک راہ سے وفي الاشباه للخصم ان يطعن بثلاثة برق وحد وشركة اشباہ میں ہے کہ مدعا علیہ کو جائز ہے کہ شاہد میں طعن کرے تین طرح سے رقیت سے
اور حد قذف سے اور شرکت سے ہم جب مدعا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہیں تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو طاعن پر
اقامت بینہ لازم ہے اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ مدعا علیہ کی شرکت پر مقبول نہیں ظاہر الروایۃ
میں کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحطاوی وفي فتاوى النسفي لو شهد بعض اهل القرية على بعض منهم بزيادة الخراج لا تقبل
ما لم يكن خراج كل ارض معينة ولا خراج للشاهد اور فتاوی نسفی میں ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی

تو مقبول نہین جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کے واسطے خراج مین منفعت نہو ہم اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے
کیونکہ ہمین جر منفعت اور دفع مضرت نہین اور اسیطرح جب کہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریتہم لا تقبل
وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہ لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا اخذ
شیئا تقبل وکذا فی وقف المکتب ھٰھنا انتہی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اونکے گانون مین سے ہے تو مقبول نہین اور
اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین منجملہ مصالح اور منافع کے مثلا قطعہ زمین کو کہین کہ ہمارے کوچے مین سے ہے کذا فی العالمگیریۃ تو مقبول نہین بسبب جر
منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ مین اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اوس قطعہ زمین مین دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو
گواہی مقبول نہین اور اگر کہے کہ مین کچھ نلونگا تو گواہی مقبول ہوا اور اسیطرح وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہے انتہی ما فی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ مین تو وہ متہم ہے
کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہہ ہے کہ شاہد کا اوس مین فائدہ ہے تو محل تہمت ہے و لا الاجیر الخاص لمستاجرہ
مسانہۃ او مشاہرۃ او للخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ و نفعہ نفع نفسہ وھو
معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باھل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہین گواہی
اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصہ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد
ہے جو استاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اوسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع
اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش انہین سے یعنی گہر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم سے بمعنے سوال و تذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد مین اختلاف
ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے
جو حدیث مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور ٹکڑا ہے اوس حدیث کا جو ابو داؤد مین عن عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بہائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے
اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکہی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد
ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود لہ کے گہر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت نہ ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین جو اپنے شیوخ استاد
کبیر کے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور دہوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے
مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اوسکے
منافع مستاجر کے مستحق ہین ولہذا وہ دوسری کی مزدوری اور چاکری نہین کر سکتا مدت اجارہ مین تو اگر اوسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم
آوے کیونکہ اسکی شہادت بہی منجملہ اوسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ
لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اوسکا محتاج نہین بخلاف اجیر
خاص کے ہم یہہ مسئلہ فتح القدیر مین مصرح مذکور ہے و مخنث بالفتح من یفعل الردی ویؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہین مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق
فعل کرے اور لواطت کراوے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتون کے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین اونکے ساتھ مشابہت کرے فعلی
مشابہت یہہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا فقط
فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی

لعنت کری اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے ان عورتون پر جو مردون کے ساتھہ مشابہت کرتی ہین وَاَمَّا بِالْکَسْرِ فَالْمُتَکَسِّرُ الْمُتَلَیِّنُ
فِیْ اَعْضَائِہٖ وَکَلَامِہٖ خِلْقَۃً فَیُقْبَلُ بحر اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدایشی طور پر ایسا بچا ہو اپنے اعضا اور گفتگو مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے
کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ یہہ امر اختیاری نہین پیدایشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے وَمُغَنِّیَۃٍ وَلَوْ لِنَفْسِہَا لِحُرْمَۃِ رَفْعِ صَوْتِہَا درر اور گانیوالی عورت
کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگون کو سناتی نہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنیکے کذا فی الدرر
ہم قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الصَّوْتَیْنِ الْاَحْمَقَیْنِ الْمُغَنِّیَۃِ وَالنَّائِحَۃِ دریافت کرنا چاہیے کہ مغنی یعنی گانا
لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصاً جب کہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلا اختلاف حرام ہے
کذا فی الطحاوی عن الشلبی وَیَنْبَغِیْ تَقْیِیْدُہٗ بِمُدَاوَمَتِہَا عَلَیْہِ لِیَظْہَرَ عِنْدَ الْقَاضِیْ کَمَا فِیْ مُدْمِنِ الشُّرْبِ عَلَی اللَّہْوِ کذا الوانی اور لائق
ہی راگ مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اوسکا گانا ظاہر ہو جیسے وَاٰثم الشرب علی اللہو مین مداومت شرط
ہی کذا ذکرہ الوانی ہم اسیطرح جمیع ابواب کبائر مین مداومت کی تقیید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گواہی
رد کری اور یہہ مطلب نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا کری تو حرام نہین ہے وَنَائِحَۃٍ فِیْ مُصِیْبَۃِ غَیْرِہَا بِاَجْرٍ درر و فتح زَادَ الْعَیْنِیُّ فَلَوْ فِیْ مُصِیْبَتِہَا
تُقْبَلُ وَعَلَّلَہُ الْوَانِیْ بِزِیَادَۃِ اضْطِرَارِہَا وَانْسِلَابِ صَبْرِہَا وَاخْتِیَارِہَا فَکَانَ کَالشُّرْبِ لِلتَّدَاوِیْ اور اوس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول
نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کری اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کری تو گواہی مقبول ہے اور علامہ
وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اوسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اوسکے صبر اور اختیار کے تو اوسکا نوحہ اپنی مصیبت
مین مانند شرب مسکر کے ہوا علاج کے واسطے وَعَدُوٍّ بِسَبَبِ الدُّنْیَا اور مقبول نہین اوس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو بسبب
ہم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جس کا اسباب راہ مین لٹا اوسکی گواہی
رہزن غارت گر پر اور یہہ مطلب نہین ہی کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کری وہ اوسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے
کذا فی البحر قَالَہُ ابْنُ کَمَالٍ عَکْسُ الْفَرْعِ لَا اَصْلِہٖ فَتُقْبَلُ لَہٗ لَا عَلَیْہِ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لا اصلہ کے
بعکس قرار دیا ہی تو اوسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اوسکے ضرر پر وَاعْتَمَدَہٗ فِی الْوَہْبَانِیَّۃِ وَالْمُحِبِّیَّۃِ فَتَوَہَّمَا مَا لَمْ یَفْسُقْ بِسَبَبِہَا
قَالُوْا الْحِقْدُ فِسْقٌ لِلنَّہْیِ عَنْہُ اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہی تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہو
گیا ہو فقہا نے کہا ہی کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہی اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہی ہم یہہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار
متاخرین ہی قہستانی مین ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے اونکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحاوی وَفِی الْاَشْبَاہِ فِیْ تَتِمَّۃِ قَاعِدَۃِ اِذَا اجْتَمَعَ
الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوِ الْعَدَاوَۃُ لِلدُّنْیَا لَا تُقْبَلُ سَوَاءٌ شَہِدَ عَلٰی عَدُوِّہٖ اَوْ غَیْرِہٖ لِاَنَّہَا فِسْقٌ وَہُوَ لَا یَتَجَزَّأُ اور اشباہ مین اجتماع حلال اور حرام
کے قاعدہ کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دی یا اوسکے غیر پر اسواسطے کہ
عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وَفِیْ فَتَاوَی الْمُصَنِّفِ لَا تُقْبَلُ شَہَادَۃُ الْجَاہِلِ عَلَی الْعَالِمِ لِفِسْقِہٖ بِتَرْکِ مَا یَجِبُ
تَعَلُّمُہٗ شَرْعًا فَحِیْنَئِذٍ لَا تُقْبَلُ شَہَادَتُہٗ عَلٰی مِثْلِہٖ وَغَیْرِہٖ وَلِلْعَالِمِ تَعْزِیْرُہٗ عَلٰی تَرْکِہٖ ذٰلِکَ ثُمَّ قَالَ وَالْعَالِمُ مَنْ یَسْتَخْرِجُ الْمَعْنٰی مِنَ
التَّرْکِیْبِ کَمَا یَحِقُّ وَیَنْبَغِیْ اھ مصنف کے فتاوی مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اوس چیز کے ترک
کرنیسے جسکا سیکھنا اوسپر واجب ہی شرعاً یعنی احکام شرعیہ پھر جب کہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اوسکی گواہی مقبول نہین ویسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو
جائز ہی کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہی کہ جو معنے کو استخراج کری ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع مین ثابت اور لائق ہے
ہم عالم کی تفسیر اسواسطے کی تاکوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہی اور اخراج معنے سے مراد فہم ہو اور ظاہر مراد تفسیر مذکور سے یہہ ہی کہ عالم وہ ہی کہ جو علوم شرعیہ اور

بعض آلات علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحطاوی دیکھا نہ جب فی کلامہ اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ ہر ایک گوئی
کی پروا نہ کرتا ہو جسکو با توتی اور بکی کہتے ہیں اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہیں کذا فی الطحطاوی م فتح القدیر مین حکایت ہی کہ
فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے
کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہیں دیتا سو تمنے اسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مینے اس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا
کہ مین آپ کا غلام ہون تو اگر وہ اس کلام مین صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ نے عذر
قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہیں کیونکہ جو کہا یون کہنا کہ مین تیرا غلام ہون باعتبار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہون اور مطیع
اور مجاز کلام مین شائع ہے یہان تک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہی کہ اس مجاز مخصوص مین آپ کو ذلیل کرنا اور دنیا کے
واسطے چاپلوسی کرنا ہے الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہے انتہے مختصرا اَوْ يَحْلِفُ فِيهِ كَثِيرًا اَوْ اِعْتَادَ شَتْمَ اَوْلَادِهٖ اَوْ غَيْرِهِمْ لِاَنَّهٗ مَعْصِيَةٌ
كَبِيرَةٌ يا گواہی مقبول نہیں اسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر اولاد کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیان دینے
کی عادت کبیرہ گناہ ہے م کثرت حلف اگرچہ راستی مین ہے مگر اموردین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہے اور
گالی دینا اسکے سامنے ہے یا پیچھے اگر سامنے ہے تو شوخ چشمی ہے اور سوء ادب اور کمینون کی عادت سے جنمین مروت اور حیا نہیں اور اگر پیچھے سے تو غیبت
ہے اور وہ موجب فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسطرح دشنام بلفظ المنتہی چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحطاوی عن ابن بیان
كَتَرْكِ زَكٰوةٍ اَوْ حَجٍّ عَلٰى رِوَايَةٍ فَوْرِيَّتِهٖ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے م یعنے تاخیر ادائی زکوۃ بلا عذر فسق کے
یہی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا اَوْ تَرْكِ جَمَاعَةٍ اَوْ جُمُعَةٍ اَوْ اَكْلٍ فَوْقَ شَبْعٍ بِلَا عُذْرٍ یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ
بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے م بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل تینون کی قید ہے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک کرے یا تاویل سے
ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالۃ نہیں اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا تاویل
فسق امام ترک کرے تو فسق نہیں بعضون کے نزدیک ایکبار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر بقصد مونست مہمان
یا نیت روزہ زیادہ کھاوے تو ساقط العدالۃ نہیں کذا فی الطحطاوی وغیرہ وَخُرُوجٍ لِفُرْجَةِ قُدُومِ اَمِيْرٍ اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے م
ظہیریہ مین فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کیواسطے نہ نکلین بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالۃ ہین کذا فی الطحطاوی وَرُكُوبِ بَحْرٍ
اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے م اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا یا مال دار
ہو کر اپنے گھر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر ارکوب بحر
علی الاطلاق منع نہیں بلکہ اقتران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اوسوقت تھا جب کہ ہندوستان تمام کفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر
منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقا اباحت ثابت ہے مگر جب کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر مین سوار ہوا کئے ہین بلا انکار اور نص قرآنی منظم و نیاب بہ جواز کی
انتہی کذا فی الطحطاوی وَلُبْسِ حَرِيْرٍ وَبَوْلٍ فِي سُوْقٍ اَوْ اِلٰى قِبْلَةٍ اَوْ شَمْسٍ اَوْ قَمَرٍ وَطُفَيْلِيٍّ وَمَسْخَرَةٍ وَرَقَّاصٍ وَشَتَّامٍ لِلدَّابَّةِ وَفِي بِلَادِنَا يَشْتُمُوْنَ
بَائِعَ الدَّابَّةِ فَتْح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کے طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے
والا اور جانور کے گالی دینے والیکی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک مین جانور کے بیچنے والیکو گالی دیتے ہین کذا فی الفتح وغیرہ وفی شرح الوہبانیۃ
لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْبَخِيْلِ لِاَنَّهٗ لِبُخْلِهٖ يَسْتَقْصِيْ فِيْمَا يُقْرِضُ مِنَ النَّاسِ فَيَاْخُذُ زِيَادَةً عَلٰى حَقِّهٖ فَلَا يَكُوْنُ عَدْلًا اور شرح وہبانیہ مین ہے
کہ مقبول نہیں شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنی بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو وہ صاحب عدالت نہ ہوا
م ایک نسخہ مین یستقصی سے بجای یقرض کے اسیطرح خلاصہ مین ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین یقرض ہے بیاہی تحتانیہ و قاف کذا فی الحلبی

ولا شهادة الاشراف من اهل العراق لتعصبهم اور مقبول نہین گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب انکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہو کہ
جب کسیکو مصیبت پیش آتی ہو تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اوسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اوسکی سفارش کرتا ہو تو عجب نہین کہ جھوٹی
گواہی دیوے یعنی پیدا اسی قوم سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواهر الفتاوى ولا من انتقل من مذهب ابي حنيفة
الى مذهب الشافعي اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اوسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابوحنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار
کرے ہم مصنف نے آخر باب مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اوسکو جراءت ہو ایک مذہب
سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کے طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کے کوئی غرض حاصل ہونیکے واسطے تو اوسکی گواہی مقبول نہین انتہی ملخصًا تو
مذہب ابوحنیفہ کی کچھ قید نہین بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی بتصرف قال وكذا بائع الاكفان
والحنوط لتمنيه الموت مصنف نے کہا ہے یعنی اپنی شرح مین اور اسیطرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہین بسبب تمنا کرنے اوس
شخص کی موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اوسکی گواہی مردود ہے نہ ہر کپڑا بیچنے والیکی کذا فی العالمگیرية وكذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی
مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بیع کے وکیل اور وہ
دلال گواہی دین اور کہین کہ ہمنے اس چیز کو بیچا ہے فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہین انتہے فتح القدیر مین ہے کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے
جیسے حلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح یہہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشون کو اختیار کیا ہی تو جب تک قادح شہادت معلوم
نہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہین ہو سکتی اور یہی حکم ہے نخاسین اور دلالین کا انتہے والوكيل لو باثبات النكاح اما لو شهد انها
امرأته تقبل والحيلة انه يشهد بالنكاح ولا يذكر الوكالة بزازية وتسهيل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہین اگر اثبات
نکاح کی گواہی دی اور اگر یون گواہی دی کہ یہہ عورت اس مرد کی زوجہ ہی تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہہ ہے کہ نکاحکی گواہی دے
اور وکالت کا ذکر نکرے یعنی یون نکہے کہ مین وکیل تہا نکاح کا کذا فی البزازية والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہی نہ عقد
نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمد لا قدري افندي في واقعاته وذكره المصنف في
اجارة معينه معزيا للبزازية وملخصه انه لا تقبل شهادة الدلالين والصكاكين والمحضرين والوكلاء المفتعلة على ابوابهم ونحوهم
في فتاوى مؤيد زاده اور قول سابق پر اعتماد کیا ہی قدری افندی نے اپنی واقعات مین اور مصنف نے اوسکو ذکر کیا ہی اپنی کتاب مسمی بمعین کی کتاب
الاجارہ مین بزازیہ کے طرف نسبت کرکے اور خلاصہ اوسکا یہہ ہی کہ مقبول نہین گواہی دلالون کی اور قبالہ نویسون کی اور اونکی جو مدعی اور مدعا علیہ کو
قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہین اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیون کے دروازون پر حاضر رہتے ہین اور اسیکے مانند مؤید زادہ کے فتاوی مین ہی ہم
فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہون تو صحیح قول یہہ ہے کہ اونکی گواہی مقبول ہے انتہی فخر الدین نے کہا
کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیون کے دروازون پر ہوتے ہین اونکی گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال مین کوشش
کرتے ہین اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی وفيها وصي اخرج من الوصاية بعد قبولها لم تجز شهادته للميت ابدا وكذا الوكيل بعد
ما اخرج من الوكالة ان خاصم اتفاقا والا فكذلك عند ابي يوسف اور فتاوی مؤید زادہ مین ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت
سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق مین جائز نہین کبہی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہین اور اگر خصومت نکی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہین ہم اس مسئلہ کا ذکر بعد الکورق کے متن مین آویگا ومدمن الشرب لغير الخمر
لان بقطرة منها يرتكب الكبيرة فترد شهادته وما ذكره ابن الكمال غلط كما حرره في البحر قال وفي غير الخمر يشترط الادمان لان شربه
صغيرة اور گواہی مقبول نہین ہمیشہ نشا پینیوالیکی سوای شراب کے اسواسطے کہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہی تو گواہی اوسکی مردود ہوگی

اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہی سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق مین اوسکی تحریر کی ہو اور سوای شراب کے اور مسکرات مین ادمان یعنی دوام شرب شرط ہی
اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے ہم بہہ جو شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شهادت مین غیر خمر مین ادمان شرط ہی نہ خمر مین سوالتفات
کے نہین کہ صریحا منقول مذہب کے مخالف ہے کافی مین ہو کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہہ فعل اوسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہی پوشیدہ
اور اوسکا یہہ فعل ظاہر نہین ہوتا تو عدالت سے خارج نہین ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اوسیوقت ساقط ہوگی جب کہ شرب ظاہر ہوا اوس سے
یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اوس سے کہیلین تو ایسے شخص مین مروت نرہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہین کرتا ماوقع اور فتاوی قاضی خان مین ہے
کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہو کہ مدمن خمر کی شهادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور عینی مین ہے اور نہایہ مین ہو کہ ادمان
شرط ہی خمر مین بھی سقوط عدالت کے حق مین انتہی تو یہہ منقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین ادمان شرط ہی بلافرق اور سابق مذکور ہوچکا کہ کبیرہ
گناہ مین اشتہار شرط ہی لیعنے سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے
کہا کہ یہہ غلط ہی اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہی اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہے انہی تو خمر مین اوسکا
اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہی نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہی دریافت کرنا چاہیئے کہ ادمان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہی
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہی کذا فے الطحطاوی وانما قال علی اللهو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبهۃ الاختلاف
صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب مین لہو یعنی کہیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشا پینا نکل جای تو عدالت ساقط
نہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ہم لہو عبارت ہی دل خوش کرنیسے بواسطہ اوس قول اور فعل کے جو بمقتضای حکمت نہین اور
اور مراد کہیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کہیل مین داخل ہے اور قول اصح یہہ ہے کہ دوا کو واسطے بھی پینا حرام ہے ومن
یلعب بالصبیان لعدم مروته وکذبه غالبا کافی اھ اوسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے ساتھہ کہیلے اوسکی عدم مروت اور کذب کے
سبب سے غالبا کذا فی الکافی ہم لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہو غایۃ البیان مین حسن سے مروی
ہو کہ اگر بڈہا نوجوانون سے کشتی کرے مجامع مین تو اوسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول ہو کہ اگر شیخ نوجوانون سے
جامع مین کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہین کیونکہ وہ سخیف ہی والطیور الا اذا امسکها للاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا
لاکله الحرام عینی وعنایۃ اور اسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کہیلے مگر جب کہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہی مگر جب کہ غیر کے
کبوتر کہینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب اسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایۃ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ موجب
غفلت ہی اور وہ محمول ہے اوس صورت پر جب کہ کبوتر اوڑانیکے واسطے کوٹھے پر چڑہتا ہو اور عورات نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور لمغن
کل لهو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقصوا
به خانیۃ لدخوله فی حد الکبائر بحر اور اسکی گواہی مقبول نہین جو طنبور اور ہر ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہی لوگون مین چنانچہ طنبور
اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون مین چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنیکے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شهادت نہین مگر جب کہ اوسمین
مبالغہ اور زیادتی کرے سطرح کہ اسپر لوگ رقص کرین تو مانع شهادت ہی کذا فے الخانیہ بسبب اسکے داخل ہونیکے حد کبائر مین کذا فے البحر میں
بھی یہی تفصیل مذکور ہی جو خانیہ سے مذکور ہوچکی اور معراج الدرایۃ مین ہو کہ ملاہی دو قسم ہین ایک قسم حرام ہو وہ آلات مطربہ ہین بدون راگ کے یعنی طرب انگیز
باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشب کے ہون یا قصب کے چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان الله تعالى بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر
یعنی حق تعالی نے مجھکو بہیجا ساری عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانیکے واسطے اھ دوسری قسم ملاہی کی مباح ہی
وہ دف ہی نکاح مین اور نکاح کے مانند ہی ہر سرور حادث اور اسکے غیر مین دف بھی مکروہ ہو اور اسکو فتح القدیر مین بھی نقل کیا ہی بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی

عن البحر حدیث مذکور مشکوٰۃ مین مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس مین ہے کہ معازف ملاہی ہین مانند عود اور طنبور کے
اور مزامیر جمع مزمار آلہ غنا اور جس قصبہ یعنی نے اور بانسری مین گاوین اوسکو زمارہ اور مزمار کہتے ہین اور امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا
کہتے ہین کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت تر کذا فی ترجمۃ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن
یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول نہین جو راگ گاتا ہو لوگون کے واسطے اسوجہ سے کہ وہ لوگون کو
کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین ہے وکلام سعدی آفندی یفید تقییدہ بالاجرۃ فتامل اور سعدی آفندی کا کلام مغنی مین
اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اوس مغنی کی گواہی مقبول نہین جو لوگون سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو طحطاوی نے کہا قید
مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجر واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا باس بہ عند العامۃ عنایۃ و
صححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع وحشت کرلئے تو اوسکا کچھ
مضایقہ نہین جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایۃ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود مین وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق
جائز ہے عینی نے اباحت سرود وہ ہے کہ باجا نہو اوسکے ساتھہ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب مین اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جب کہ شرط
باجے پر ہو مانند عود اور بنایہ اور عنایہ مین ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان مین ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز
ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع
الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعضے فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح مین جیسے دف بجانا
جائز ہے اور بعضون نے اسکو مباح کہا ہے مطلقا نکاح اور غیر نکاح مین اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقا باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح ختم ہوے کلام العینی اور بحر
الرائق مین ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علما کا منقطع ہوگیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے
واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین اور بحر الرائق مین ہے کہ شارحین نے تصریح نہین کی کہ سرود مین مذہب کیا ہے اور بنایہ اور عنایہ مین ہے
کہ تغنی لہو کیواسطے معصیت ہے جمیع ادیان مین اور زیادات مین کہا کہ اگر اوس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور
مین بیان کیے وہ وصیت ذکر کی جو مغنین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہوگئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہوگیا
انتہی ما فی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کین وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہین کیونکہ بنایہ اور عنایہ کی عبارت مقید لہو ہے اور زیادات
کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اوس وقت ہوگی جب لوگون کے سامنے گاوے وجہ افادہ شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے
متعارف کی طرف اور عرف مین مغنیہ یا مغنی نہین کہتے مگر اوسکو جو راگ گانے کے ساتھہ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی مین مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح
قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ مقبول نہین گواہی اوسکی جو لوگون کے واسطے گاوے اور اونکو سناوے اور اگر تغنی اپنی
ذات کے سنانے کیواسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اسبات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اوسکا مضایقہ نہین اور عدالت اوسکی ساقط نہین کی
قول صحیح مین انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو ولعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہے بلاخلاف اگر تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی
تعلیل کہ مغنی لوگون کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر نسنے تا اپنی ذات
سے وحشت دفع کرے مکروہ نہین اور بعضون نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونیکے واسطے تغنی مکروہ نہین اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون کے
سنانیکو واسطے نکاح اور ولیمہ مین تغنی کرے مکروہ نہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے تغنی مین فقہا کا اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ
مکروہ نہین مکروہ وہ تغنی ہے جو سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زہاد صحابہ مین تھے اور وہ تغنی
کرتے تھے اور یہی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محمل حدیث براء بن مالک کا

بیہ ہی کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے تھے جنمین مواعظ اور حکم تھیں اسواسطے کہ لفظ غناء جیسے غنا ممدوح کو بولتے ہین ویسے ہی غیر ممدوح کو بھی کہتے
ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہو مَن لَّم یَتَغَنَّ بِالقُرآنِ فَلَیسَ مِنَّا اور اشعار مباحہ کی شعرخوانی جائز ہے پہر جب کہ خلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جاننا چاہئے کہ صاحب
ہدایہ بنیہ منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند گر ہمکو معلوم ہو چکا ہی کہ تغنی محرم وہ ہی جسکے الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مرد معین اور عورت
معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اوسکے طرف یا ہجو ہو مسلم یا ذمی کی بشرط قصد ہجو نہ بقصد استشہاد یا تعلیم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار
غیر معین عورت کے وصف مین ہون تو مباح ہین بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اوسپر
انکار نہین فرمایا ہان اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ و حکم ہون منتقی مین ہو کہ ملاہی دو قسم ہین ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے
مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسری مباح وہ دف ہو نکاح اور اوسکے مانند اور سرور حادث مین اور اسکے غیر مین مکروہ ہو عبد اللہ بن عمر رض سے مروی ہو کہ جب
آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا اور کچھہ ہوتا تو درّہ لیتے اور جناس مین ہو کہ محمد بن شجاع سے اوس شخص کے حال کا
سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھہ ترنم کرتا ہو جواب دیا کہ یہ اوسکی شہادت کا قادح نہین اور قرآن خوانی الحان سے بعضون کے نزدیک مباح ہو اور بعضون کے نزدیک
منع ہے اور مختار یہ ہو کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہون تو مباح ہو اور نہین تو غیر مباح ہو ایسا کچھہ علما نے ذکر کیا ہو اور ہم نے باب
الاذان مین مذکور کرچکے ہین کہ تحقیق یہ ہو ان تغیر مقتضیات حسن شرع کے نہین ہوتی تو یہ تفصیل بےمعنے ہو انتہے ما فی الفتح ملخصا بتصرف قال ولا تقبل شهادة
مَن یَسمَعُ الغِنَاءَ اَو یَجلِسُ مَجلِسَ الغِنَاءِ زاد العینی وَمَجلِسَ الفُجُورِ وَالشُّربِ وَاِن لَم یُسکِر لِاَنَّ اختِلَاطَهُ بِهِم وَتَرکَهُ الاَمرَ بِالمَعرُوفِ
یُسقِطُ عَدَالَتَهُ مصنف نے کہا اور مقبول نہین گواہی اوس شخص کی جو راگ سنتا ہو یا راگ کی مجلس مین بیٹھتا ہو عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شرب کی
مجلس مین بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشانہ پیتا ہو اسواسطے کہ اوسکا مختلط ہونا اونکے ساتھہ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اوسکی عدالت کا مسقط ہو مجلس غنا مین
بیٹھنا مسقط عدالت ہو اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول رہے اور تاہم جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحطاوی او یرتکب ما
یُحَدُّ بِهِ لِلفِسقِ ومراده من یرتکب کبیرة قاله المصنف وغیره یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو مرتکب ہو اوس چیز کا جسکے سبب سے اوسکو مار یا حد
بواسطہ فسق کے اور مطلب اسکا یہ ہو کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اوسکی گواہی مقبول نہین ایسا کچھہ کہا ہو مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف
ہین اور قول محقق وہ ہو جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قول الجمیل مین اختیار کیا ہو یعنی حق یہ ہو کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جسپر دوزخ یا عذاب شدید
کی وعید وارد ہی قرآن مجید مین یا حدیث صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہو یا اوسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوۃ متعمدا کو یا اوسکے
مرتکب پر شرع مین حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا اون سے زیادہ تر ہو شر اور برائی مین بحکم بداہت
عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہو جو شرع مین منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہے شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین کہا کہ
مینے اون احادیث کو جمع کیا جنمین کبائر کی تصریح وارد ہی تو سترہ کبائر پائے چار دل مین شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الٰہی
اور بیخوفی مکر الٰہی سے اور چار زبان مین شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل سود اور دو
شرمگاہ مین زنا اور لواطت اور دو ہاتھہ مین قتل ناحق اور چوری اور ایک پانون مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی
عقوق والدین انتہے حق تعالے اپنے کرم سے ہمکو اون سے بچا دے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو حمام مین غسل کے
واسطے بلا ازار برہنہ جاے اسواسطے کہ برہنگی حرام ہی او یلعب بالنرد او طاب مطلقا قمارا او لا یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو کھیلے نرد یا طاب سے مطلقا
خواہ بازی بدی یا نہ بدے ہم فتح القدیر مین ہو کہ لعب طاب کھیل ہے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ مین نرد کے مانند اوسکو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہین جو
کھیل ایسا ہو جسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اوسکو کرتے ہون اور وہ مطلقا حرام ہے انتہے معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہو جو سر کے بانسون کی طرح
اوسکو پھینکتے ہین اما الشطرنج فللشبهة للاختلاف شرط واحد من ستة فلذا قال او یقامر بالشطرنج اور شطرنج مین تو بسبب شبہہ خلاف کے

یعنی جو شخص قرآن کو خوش آوازی کے ساتھ نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ۱۲

تفصیل ہے

سقوط عدالت کیواسطے چہ چیزون میں سے کوئی ایک چیز مشروط ہی تو اسواسطے مصنف نے کہا یا جو ایسی شطرنج سے تو اوسکی گواہی مقبول نہیں ہم امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نکہا او یذہل بہ الصلوۃ حتی یفوت وقتہا یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت فوت ہوجاے ہم ترک صلوۃ سے عدم فعل مطلقاً نہیں بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہی او یحلف علیہ کثیرا یا شطرنج کھیلنے مین قسم بہت کہاتا ہو ہم زیلعی اور اتقانی نے اسمین حلف کاذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب بہ علی الطریق او یذکر علیہ فسقا اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلا یا اوسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ہو جاتا ہے چنانچہ شتم اور قذف اور غنا او یداوم علیہ ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اوسکی گواہی مقبول نہیں اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا ہم اسواسطے کہ مداومت غفلت کی دلیل ہے اور غالبا بعض ضروریات مین خلل پڑتا ہے یہانتک کہ بعضے شطرنجبازون کا لڑکا مرگیا اور اوسکی تجہیز اور تکفین کے واسطے اونھون نے بازی موقوف نکی نعوذ باللہ من ارتکاب المعاصی او یاکل الربوا قیدہ ق بالشہرۃ ولا یخفی ان الفسق بہما شرعا الا ان القاضی لا یثبت ذلک الا بعد ظہورہ لہ فالکل سواء عرفلیحفظ یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو بیاج کہاے بیاج کہانے مین علما نے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہی شہادت کا شرعا مگر یہہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کہاے ایکبار تو گواہی اوسکی مقبول نہین اور بیاج خواری مین شہرت شرط ہی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھہ فرق نہین فسق ہونے مین دونو برابر ہین اور اشتراط شہرت مین دونون یکسان ہین شہرت تو اتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین تخصیص بلا دلیل ہے

او یبول او یاکل علی الطریق وکذا اکل ما یخل بالمروۃ ومنہ کشف عورتہ لیستنجی من جانب البرکۃ والناس حضور وقد کثر فی زماننا فلہم یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو پیشاب کرے یا کہاے راہ مین اور اسیطرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہی از انجملہ اپنی شرمگاہ کہولنا تالاب کے کنارے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہہ فعل بکثرت ہوگیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے اوسکی گواہی مقبول نہین جو فعل مستحقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہین جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کہانا اور فقط سراویل پہنے یا جامہ پہنکر چلنا پھرنا اور لوگون کے روبرو پانون پہیلانا اور وہان سر کہولنا جہان خفت او بے ادبی اور قلت مروت اور حیا ہین اسکو شمار کرین اسواسطے کہ جو شخص ایسا ہو اوس سے بعید نہین کہ جہوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع مین وارد ہی کہ لوگون نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہی وہ یہہ ہی کہ جب تجہکو حیا نرہے تو جو تیرے دل مین آوے سو کر انتہے طحطاوی مجملہ افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت مین بیٹھنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور بازار مین غل اور شور کرنا مروت عبارت ہی دین اور صلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان اور سبکی عقل سے کنارہ گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہے او یظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانہ فاسق مستور عینی قال المصنف و انما قید نا بالسلف تبعا لکلامہم والا فالاولی ان یقال سب مسلم لسقوط العدالۃ بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراجیۃ والنہایۃ یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہوجانے اوسکے فسق کے بخلاف اوس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکہتا ہی اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہی یعنی وہ مقبول الشہادۃ ہی کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہای مصنفین اور نہین تو یون کہنا بہتر تہا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادۃ نہین بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہی ہم سب یعنی دشنام اور گالی یہہ ہی کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو اوسکے حق مین معیوب ہو حدیث مین وارد ہی کہ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر وفیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین

ف فرق سلف وخلف

منہم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر بحر اور نہایہ مین ہو کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہہ ہو کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے او نہین سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہین جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہین اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہین جنکو عرف مین ناخلف کہتے ہین کذا فی البحر صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماء مجتہدین تابعین ہین رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ عن العنایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق مین عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہو کہ مین قبول نہین کرتا گواہی اوسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اوسکی گواہی قبول کرتا ہون جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نکیا ولیکن رکہا بخلاف بدگو کہ اوسنے اپنا فسق ظاہر کردیا م ظاہر ہے یہ مسئلہ متفق علیہا ہوا ور ابو یوسف کے طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہین اسکے شہدا ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصیتیہ لثالث علی الایصاء دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلان شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اوسکا دعویٰ کرے تو دونون کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنون کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے مین اور میت کے دو مدیونون کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے مین اور جن دو شخصون کے واسطے میت نے وصیت کی اونکی گواہی کسیکے وصی ہونے مین اور میت کے دو وصیون کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے مین صحیح ہو کذا فی الطحطاوی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہین اسواسطے کہ قاضی مالک نہین کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانیکا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی یعنے مقبول نہین گواہی اگر دو بیٹے گواہی دین کہ ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنیکا خواہ وکیل وکالت کا دعویٰ کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ مین یہہ ہے کہ قاضی مالک نہین غائب کے طرف سے وکیل مقرر کرنیکا بخلاف نصب وصی کے اسمین قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق للمیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مالہ او غیرہ خاصم او لا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق مین بعد اسکے کہ قاضی نے اوسکو معزول کردیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق مین اسکے مال اور غیر مال مین مقبول نہین خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہوجانے وصی کے بجای میت کے اور اسیواسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنیکا مالک نہین بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئی م درصورت بقای وصایت وصی کا بجای میت کے ہونا ظاہر ہے اور درصورت معزولی ظاہر نہین مگر باعتبار سابق کے کہ جب بجای میت کے ہوا تو گویا اوسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہین بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہین تو اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دی وکیل اپنے معزول ہونیکے بعد موکل کے حق مین اگر اوسنے خصومت کی ہی مجلس قاضی مین پہر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونیکے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہین بسبب تہمت کے م تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہے یعنی وکیل جسمین خصومت کرچکا ہو اوسمین اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا قبلت لعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہین کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق مین بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہونے تہمت مذکور کے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک درصورت عدم خصومت بہی مقبول نہین تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹہرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان

بعرضيته ان يصير خصما ولو ينتصب خصما بعد تقبل وهذا ان الاصلان متفق عليهما وتمامه فيه اور شرح زیلعی کی کتاب القسامۃ مین ہی کہ جو شخص کہ مخاصم ہوگیا کسی مقدمہ مین تو اوس مقدمہ مین گواہی اوس کی مقبول نہین اور جس کا مخاصم ہونا درپیش ہے اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اوسکی گواہی مقبول ہے اور یہہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اس کا اوسی شرح مین ہے ہم شلبیے نے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ ہو جب کہ اوس نے حاکم کے پاس خصومت کی پہر وہ معزول ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنی قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پہر اوسکو ترک کیا تو اوسکی گواہی بہین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جب کہ اوس نے خصومت نکی اور شفیع ہو جب کہ اوس نے شفعہ طلب نکیا اور گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہے کذا فے الطحاوی قيدنا بمجلس القاضي لانه لو خاصم في غيره ثم عزله قبلت عندهما كما لو شهد في غيرها وكل فيه او عليه جامع الفتاوى قید لگائی ہمنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل غیر مجلس قاضی مین خصومت کی ہو پہر موکل نے اوسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اوس مقدمہ کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی منفعت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فے جامع الفصولین وفي البزازية وكله بالخصومة عند القاضي فخاصم المطلوب بالف درهم عند القاضي ثم عزله فشهد ان لموكله على المطلوب مائة دينار تقبل بخلاف ما لو وكله عند غير القاضي فخاصم وتمامه فيها اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اوس نے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پہر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اوسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہے یعنے اسواسطے کہ یہہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اوس صورت کے کہ اوسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اوس نے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اسکا اوسی کتاب مین ہے ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہے کہ اگر قاضی کہ وکالت سے وہم نہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پہر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اوسکی مردود ہی ہر ایک اوس حق مین جو وقت توکیل قائم ہے مگر جب کہ اوس حق کی گواہی دی جو نیا پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فے الطحاوی كما قبلت عندهما خلافا للثاني شهادة اثنين بدين على الميت لرجلين ثم شهد المشهود لهما للشاهدين بدين على الميت لان كل فريق يشهد بالدين في الذمة وهي تقبل حقوقا شتى فلم تقع الشركة له في ذلك بخلاف الوصية بغير كما في وصايا المجمع وشرحه وسيجيء تمامه جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہی دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین کی میت پر پہر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہی اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہی ذمہ پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کرسکتا ہی تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اوسمین بخلاف اوس وصیت کے جو غیر معین مین ہو چنانچہ مجمع اور اوسکی شرح مین ہی اور اس کا ذکر کتاب الوصایا مین آویگا ہم دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہو اور وہ مانع شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اوسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ انکا حق ترکہ مین ہے یعنی ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہے تو یہہ گواہی ہوئی اوسمین جو دونون مین مشترک ہی اور اگر دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پہر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اسمین شرکت نہین وكشهادة وصيين لوارث كبير على اجنبي في غير مال الميت فانها مقبولة في ظاهر الرواية لما لو شهدا الوصيان على اقرار الميت بشيء معين لوارث بالغ تقبل بزازية اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہو کذا فے البزازیۃ ہم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین جیسا کہ کذا فی الطحاوی ولو

شہد اتی مالہ ای المیت لاخلافا لہما ولو لصغیر لو یجز اتفاقا وسیجئ فی الوصایا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفسق ای فسق مجرد عن اثبات حق للہ تعالی او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنی اوس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے ہم جرح البغیہ اصطلاح شرع مین عبارت ہی اظہار فسق شاہد سے کذا ای الجرح حق اللہ چنانچہ حد اور حق العبد چنانچہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہی جسپر رفع خصومت مشہود علیہ سے مترتب نہو فتح القدیر مین ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضرور ہی کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اوسکے دفع پر فی الحال قادر ہے تو بیہ کرنے سے دوسری وجہ یہہ ہے کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہی کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر منظور ہے اوسکا جواب یہہ ہی کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کردی تو بہی مطلب حاصل ہے انتہی فان تضمنتہ قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہے اور نہین تو مقبول نہین بعد التعدیل بل ولو قبلہ فیلت ای الشہادۃ بل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد کذا اعتمدہ المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ منلا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطلق ابن الکمال ردہا تبعا لعامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت شہود کے اور اگر قبل ثبوت عدالت طعن مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر [illegible] مصنف نے [illegible] کے قرار داد کی پیروی کرکے اوسکو ثابت رکہا ہی ملا خسرو نے [illegible] مین اور داخل کیا ہے اسکو فقہا کے اس قول [illegible] کہ دفع سہل تر ہے رفع سے یعنی قبل ثبوت [illegible] آسان [illegible] ثبوت [illegible] اور وجہ بیان کی ہے اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقا مردود کہا ہی باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ ذکر کی ہے ہم ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیون مقبول ہے قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت در صورتیکہ خبر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہہ ہے کہ جرح شاہد قبل تعدیل دفع ہی شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہہ دیانت کے باب سے ہی لہذا اسمین خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے رفع ہی شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہان تک کہ قاضی پر عمل بالشہادت واجب ہی جب تک جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہہ قاعدہ ہی کہ دفع اسہل ہے رفع سے اور بہی یہہ ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہی انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہی کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ فسق تحت حکم داخل نہین اور گواہی اوسی مین مقبول ہوتی ہی جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اوسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہی نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہہ جو کہا ہی کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اوسکی یہہ ہی کہ وہ معتبر نہین یعنی کہ وہسی شہادت نہین کہ مقصود کو ثابت کرے قول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول ہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہی کہ اگر تو کہے کہ کیا یہہ بات نہین ہے کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہی قبول شہادت سے اور اوس شہادت کی موافق حکم دینے سے تو مین جواب دون کہ ہان مانع ہی لیکن یہہ منع اس سبب سے ہی کہ خبر فسق طعن ہی اوسکی عدالت مین اسی سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا لہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو اونکی گواہی مقبول ہے اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نرہتی انتہی تو یہہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہی اسواسطے کہ ہرچند اوس نے یہہ کہا لیکن اوس نے یہہ بہی کہا ہی کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو دفع شہود کا

گواہی مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ہوگا کذا فی الطحطاوی نقلا وظاہر کلام الواجی وعزمی زادہ المیل الیہ۔ اور علامہ واتی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام
ابن کمال کے کلام کیطرف میلان ثابت ہوتا ہے مترجم علامہ واتی نے جو ابن کمال کیطرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد
کی شہادت درحقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس
باب سے اوسکا تعلق نہوا اسواسطے کہ اس باب میں اونکا ذکر ہے جن کی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اوسکا
یہ ہے کہ وہ شہادت کی شمار میں نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو انہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول ہوتی
تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کیطرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن
خبر کی الشہود سترا وعلنا فان عدلوا قبلہا وعزاہ للمضمرات اور اسیطرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کے طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ
قہستانی نے کہا اور اسمین بعض نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کیطرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود
مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر اونکی عدالت ثابت ہو تو گواہی اونکی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہے مترجم نقایہ کا
کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاہد مدعی میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا
مترجم نے لم یلتفت کیطرف التفات نکیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہما لا قولہ فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت
تعدیل صاحبین کا قول ٹھیرایا ہے تو امام کا سو خبردار ہو جا مترجم طحطاوی نے کہا کہ تجہکو معلوم ہوچکا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف لفظی ہے نہ معنوی
مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یون
گواہی دین کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں شراب خوار ہیں مترجم جرح مرکب کی بھی مثالون میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر مذکور ہے تو
مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں سبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں
تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل کا ہی بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہان بصیغہ ماضی
تفسیق ہے او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم
علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کی گواہ شہود مدعی کے اس اقرار
کی گواہی دین کہ اونہون نے جہوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود
کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے
مصنف نے مترجم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم
او اقرارہ بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہون نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی
بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدون کی گواہی جہوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے اونکی اجرت مقرر کی اس گواہی پر مترجم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس
جرح پر رد شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اوس پر مترتب ہوا وہ دو چیزین ہین اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدون نے
اظہار فاحشہ کی گواہی نہین دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹہرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے
اور قاضی بسبب اوسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار قوی کرنے سے مرتفع نہیں ہوتا خزانۃ الاکمل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا بطل شہادۃ مقبول ہے
اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اوس باب سے ہے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی
کان فیہ الحق مثلا یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہتھے اوس مجلس میں جسمین مدعی کا حق تہا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون
فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایۃ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یون گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذف

ہین گواہ مدعی کا شاہد ہی یا اوسکا باپ ہی کذا فی النہایۃ یا کہ مشاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اوسکا مدعی ہو او انہم ذمیون او وقع مفوضًا او مستترقوا ہیں کذا
و بینۃ او شہدوا لخصم ولم یتقادم العہد کما مر بیانہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انہون نے بیان کیا یا شہود نے بیان کیا الحاصل
اور مال مسروق کی اوسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین حد شرب مین مذکور
ہو چکا کہ شرب کا تقادم زوال ریح یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہی اور بغیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدًا یعنی یا گواہی دی کہ شاہدون
نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھکر کذا فی العینی او شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین وہ مدعی ہو
مال ہو مراد یہہ ہی کہ شاہد شریک مفاوض ہے مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعیکو حاصل ہوگا تو شاہد کو اوسمین فائدہ ہوگا اور بینہ ہی نہین شاید
مدعی کا شریک ہی مدعا بہ مین والا اوسکا اقرار ہوگا کہ مدعا بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہو کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لاداء الشہادۃ و
اعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال الوالم یقبلہ لو تقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی مدعا علیہ اس قول پر کہ مدعی
نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور اونکو اجرت دی اوس مال مین سے جو میرا تھا مدعی کے پاس اور اگر یہہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی
بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اوسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ خصم نہیں ٹھیرا یعنی جب یہہ کہوگا کہ اجرت میرے مال
دی او سوقت شہود مدعی کی گواہی پر دو وجہ ہوگی اور شہود مجیح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور مع جرح ہی جو مقبول نہین
او انی صالحتہم علی کذا او دفعتہ الیہم ای رشوۃ ولا فلا صلح بالمعنی الشرعی و لو قال لم اعطہم یقبل علی ان لا یشہدوا علی
زورا وقد شہدوا زورا وانا اطلب ما اعطیتہم یا گواہی مدعا علیہ اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تہی بعوض اتنے مال کے اور وہ
مال اونکو بطور رشوت کے مینے دیا تہا اس شرط پر کہ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھہ ہیکے اونہون نے جھوٹ گواہی دی اور مین اونسے طلب کرتا ہون مال
اونکو مینے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو صلح معنے شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہو کہ صلح کرکے مین نے مال نہین دیا تو گواہی
مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الفصول لانہا تثبت حق الشرع او العبد فتثبت الحاجۃ لاحیائہما اور ان صورتون مین تو گواہی اسیواسطے مقبول ہی
کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد مین ثابت ہو وہ دونو حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح عن مجلس القاضی
المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطات بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو عدلا
ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیہ وبحر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس ہی میں تہا
اور مدعی نے اوسکی تکذیب نہین کی بیان تک کہ شاہد نے کہا کہ مینے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ وہ دونو قولون مین مناقضہ نہین تو اوسکی گواہی
مقبول ہو سب چیز مین جسکی اوسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہے کذا فی
الخانیۃ والبحر خطا بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم
ہین اور کمی کی یہہ مثال ہی کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونو صورتون مین
مقبول ہو اسواسطے کہ رعب مجلس قضا سے کبہی ایسا ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون
گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پہر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبلہا لی قولہ
اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل وسعدی ترجیحہ قنیہ وتبصرہ مین کہتا ہون لیکن
عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ باقی کا حکم ہوگا اور یہہ قول سرخسی وغیرہ کا نزدیک مختار ہی اور
اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جا اس شارح کا یہہ استدلال صحیح ہی کیونکہ اس قول میں مرحوم اختلاف ہی
مابین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اور شکی تو پندرہ سو کی

تو ہمین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور بعضون نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہانتک کہ اگر ہزار کی گواہی دیکر پھر کہا
ہمنے غلط کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اُسکے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور
اسیکے طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہے انتہے مختصراً و اِن قالہ الشاہدُ بعد قیامہٖ عن المجلسِ لا تقبلُ علی الظاہرِ احتیاطاً اور اگر شاہد نے
بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اوٹھ جانیکے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ہم وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت
ہوسکتا ہے کہ شاید مدعی نے اور کمی مین مدعا علیہ نے اسکو دوغلایا ہو طمع دنیا دیکر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم قبول اوس صورت مین ہے جب کہ محل شبہہ ہو یعنی
چنانچہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اوسنے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین
اوسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہے اور اسیطرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کے طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسیکا نام نلیا تو مقبول ہے اسواسطے
کہ قضا متصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلطُ فی بعضِ الحدودِ او النسبِ ہدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی
واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ہم شلاً حد غربی کے مکان حد شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجای محمد بن علی بن عمران کے محمد بن
احمد بن عمر بول گیا پھر اوسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد و نے ایک حد
مین غلطی کی پھر اوسکا تدارک کیا اوسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یون بولے کہ اوسکا نام فلانا تہا پھر اوسکا
نام فلانا ہوگیا و بینۃُ انّہ ای المجروح ثمّ مات من الجرح اولیٰ من بیّنۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولیٰ بالقبول ہے اس گواہی سے
کہ بعد صحت کے مرگیا ہم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اوسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگارون نے
گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا ہوکر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیا مقتول کی گواہی اولیٰ ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاءُ المقتولِ بینۃً علی انّ زیداً
جرحہ وقتلہ واقام زیدٌ بینۃً علی انّ المقتولَ قال انّ زیداً لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃُ زیدٍ اولیٰ من بینۃِ اولیاءِ المقتولِ مجمع
الفتاویٰ اور اگر اولیاء مقتول نے اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تہا کہ زید نے مجھکو
زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اوسکے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ہم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ
قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے و بینۃُ الغبنِ من یتیمٍ بلغ من بیّنۃِ کونِ القیمۃِ ای قیمۃِ ما اشتراہ من وصیّہٖ فی ذٰلک الوقتِ مثلَ
الثمنِ لانّہا تثبتُ امراً زائداً ولانّ بینۃَ الفسادِ ارجحُ من بینۃِ الصحّۃِ درر خلافاً لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اوس
یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولیٰ ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تہی یعنی جس قیمت سے مشتری نے بیچکو یتیم کے وصی سے خرید کیا اوسوقت مین یعنے
وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہے جو وہبانیہ
مین ہے یعنی اوسمین بینۂ صحت کی تقدیم بینۂ فساد پر مذکور ہے ہم درر مین صورت مسئلہ یون مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا ملک تہا
بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اوسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اوس باغ کی قیمت اوسوقت مین مثل ثمن کے تہی تو غبن کے گواہ
اولے بالقبول ہین انتہے اما بدونِ البیّنۃِ فالقولُ لمدّعی الصحّۃِ منیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے کذا فی المنیۃ ہم شرح وہبانیہ
مین ہے کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور در صورت گواہی تو فساد کی
گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی و بیّنۃُ کونِ المتصرّفِ فی نحوِ تدبیرٍ او خلعٍ او خصومۃٍ ذا عقلٍ اولیٰ من بیّنۃِ الورثۃِ
مثلاً لو انّہ مختلطُ العقلِ او مجنوناً اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات مین صاحب عقل تہا مقدم ہے وارثون کی مثلاً
اس گواہی سے کہ وہ متصرف مختلط العقل یا مجنون تہا ہم یعنی لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اوسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ
وہ عاقل صاحب ہوش تہا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تہا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسیطرح اگر زوجہ نے خلع کیا پھر زوج نے

گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تہا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تہا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تہا خصومت کیوقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تہا تو دونون صورتون مین عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر۔ ولو قال الشہود لا ندری کان فی صحتہ او مرضہ فہو علی المرض اور اگر گواہون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ طلاق یا عتاق صحت مین تہا یا مرض مین تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جب کہ مدعی صحت کا دعوی کرتا ہو اور مدعا علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی ولو قال الوارث کان یہذی یصدق حتی یشہدا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تہا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی یہان تک کہ دو شاہد گواہی دین کہ وہ صحیح العقل تہا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی الاقرار اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخہما فان اختلفا او لم یوقتا فبینۃ الطوع اولی ملتقط وغیرہ ومتنہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقر مین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے تاریخ ذکر کی اور دونون کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونون کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونون نے تاریخ ذکر نکی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اوسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے

فروع مسائل لحقہ شارح بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ شرح وہبانیۃ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طحطاوی نے کہا یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے سابق۔ وفی الاشباہ اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع مین اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ مین مدعی فساد کا قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے بیعکی بائع کے ہاتہہ کمتر ثمن سے قبل اداکرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیعکا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے برعکس ہوتا تو دونون سے قسم کہاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع اولی اور ملتقط مین ہے کہ دو شخصون نے اختلاف کیا بیع اور رہن مین تو بیعکا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصون نے اختلاف کیا بیعکے لازم ہونے مین اور بیع الوفا مین تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ کم فاسق جمہما غیرہم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا فی ید الخصم فشہد بہ اخران شہادت قاصرہ کو پورا کردیا اور شاہدون نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدون نے گہر کی گواہی دی کہ مدعیکا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گہر مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے سو دو اور شاہدون نے اوسکی گواہی دی ہم دونون گواہیان ملکر مقبول ہین اسواسطے کہ اثبات قبض مدعا علیہ کی حاجت ہے کہ مدعا علیہ خصم ٹہیرے ہو ملک مدعی کے اثبات مین کذا فی الدرر او شہدا بالملک فی المحدود واخران بالحدود یا دو شخصون نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور اونکے سوا اور دو شاہدون نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشہد اخران انہ المسمی بہ جبرلیا دو شاہدون نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونون شاہد اوس مرد کو بعینہ نہین جانتے ہین تو دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ فلان شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنی یہہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کذلک لم تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ وعلیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدون نے کہا کہ ہم بہی گواہی دیتے ہین اوسکی مدعی کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اپنی اپنی گواہی کو نہ بولے اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے یعنی اگر نفی متواتر ہو لوگون کے نزدیک اسطرح پر کہ سب جانتے ہون کہ مدعا علیہ اوس مکان اور زمان مین نتہا تو اوس شخص کی گواہی جو متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اوسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اوسکی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات مین شک جائز نہین ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہین مگر دو مسائل مین جو اشباہ کی کتاب القضا مین مذکور ہین اور نوادر مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصون نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعا علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات مین لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ

ابو حنيفة ولو شهد احدهما بالنكاح والآخر بالتزويج قبلت لاتحاد معناهما اور اگر ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے
کہ دونوں لفظوں کے ایک معنے ہیں ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو
یا اوسکا مرادف یعنے ہم معنی كذا الهبة والعطية ونحوهما اور اسیطرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے جیسے مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ
صورت ہے کہ مدیون نے ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شهد
احدهما بالف والآخر بالفين او مائة ومائتين او طلقة وطلقتين او ثلث ردت لاختلاف المعنيين اور اگر شاہد نے ہزار کی گواہی
دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے
دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ہم صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں
شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد متفرد بزیادت ہے تو مجمع علیہ ثابت ہو
نہ متفرد بہ۔ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو
دو ہزار نہیں بولتے كما لو ادعى غصبا او قتلا فشهد احدهما به والآخر بالاقرار به لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے
غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہم اسواسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں
فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهدا بالاقرار به قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول
ہو ہم اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادۃ اور دعوی میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوی میں تطابق
ویسا شرط نہیں جو شہادتین میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی بتغیر وكذا لا تقبل في كل قول جمع مع فعل بان ادعى الفا فشهد احدهما
بالدفع والآخر بالاقرار بها لانه جمع بين قول وفعل تنيه اور اسیطرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی
کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنیکے مابین قول او
فعل کے کذا فی العینیہ ہم جمع قول بعد فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہو اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد لفظهما كشهادة احدهما
ببيع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء والاقرار فانه يقول في الانشاء بعت وا
قرضت وفي الاقرار كنت بعت واقرضت فلم يمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی
تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق
یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغۂ انشا اور اقرار کے یعنی تصرفات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا
ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو
قبول شہادت کا مانع نہوا ہم اتحاد صیغۂ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغۂ اقرار کے ہو ورنہ اقرار میں تو کنت کا لفظ بزیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت
کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اوسکے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شهادة احدهما بقتله عمدا
بسيف والآخر به بسكين لم تقبل لعدم تكرار الفعل بتكرر الآلة محيط وشرنبلالية بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل
کے قتل کی عمدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی دی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے فعل کے آلۂ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ
ہم فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا
شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل على الالف في شهادة احدهما بالف والآخر بالف ومائة
ان ادعى الاكثر الا في كل الاكثر ان يوفق باستيفاء او ابراء ابن كمال اور گواہی مقبول ہو ہزار پر ان شہادت میں کہ ایک گواہ نے

ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ مدعی توفیق
کرے یعنی ایفا یا ابراء وغیرہ کا کذا فی کتاب الکمال م یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار
ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو میں منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوی کرتا ہو تو مقبول نہیں اسواسطے
کہ مدعی مکذب ہے اوس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقعی میرے گیارہ سو تھے سو میں سو وصول کر لیے
یا میں نے اونکو معاف کر دیئے تو دعوی اقل میں بھی گواہی مقبول ہے وهذا فی الدین اور یہہ جو ہے شرط موافقت بین الشہادتین لفظا بحسب معنی
دین کے دعوی میں ہے تو اسم اشارہ اوسکے طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی العطائی وفی العین تقبل علی الواحد کما
لو شهد واحد ان هذا العبد له وآخر ان هذا له قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیه اتفاقا درر اور دعوی عین میں
گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے
تو گواہی مقبول ہے اوس ایک غلام پر جسپر دونوں شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل
مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرهما عزمی زادہ اور اثبات عقد میں کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعوی اقل المالین ہو
یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی هذا الاصل بقوله فلو شهد واحد بشراء
عبد او کتابته علی الف وآخر بالف وخمس مائة ردت لان المقصود اثبات العقد وهو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد
علی کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اوسکے مکاتب ہونیکی ہزار درم پر اور
دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف
ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر م عقد مختلف ہوتا ہے اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے
اوس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور یہ اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر ومثله
العتق بمال والصلح عن قود والرهن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراهن والمرأة لف ونشر مرتب اذ مقصودهم اثبات
العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی ہو صلح میں اور
راہن رہن میں اور خلع میں مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن میں لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب اثبات
عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی الآخر کالمولی
مثلا فکدعوی الدین اذ مقصودهم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلا مولے مدعی ہو تو وہ دعوی
دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ
مذکور ہو چکا م توضیح دعاوی مذکورہ اسطرح سے کہ غلام کے مولے نے کہا کہ میں نے تجھکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر
یا ولی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسیطرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر والاجارة کالبیع
لو فی اول المدة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے م یعنے اگر مستاجر یا موجر نے
دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا
مانند بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفای منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت
نہوگا کذا فی البحر وکالدین بعدها لو ادعی المؤجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانیکے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر
مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی ہے بالاتفاق م دعوی موجر میں بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ

کی ہو تو یہہ دعوی اجرت کا ہی تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دیں اور دوسرا پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھہ قصور نہیں
بعد مدت کے سوای اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوی ہے کیونکہ وہ مال الاجارہ کا معترف ہی تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اوسکے
اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالاقل ای بالالف مطلقا استحسانا
خلافا لهما اور صحیح ہے نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے اونکے
نزدیک نکاح باطل ہے ہم وجہ استحسان یہہ ہو کہ مال تابع ہو نکاح مین اور مقصود اصلی نکاح مین حلت اور ملک ہی اور اسمین اختلاف نہیں بلکہ تابع مین
پھر جب تابع مین یعنی مال مین اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہو گی
کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشهادۃ بارث الجر بشهادۃ ارث بان یقولا مات وترکه میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت مین جر میراث کا بیان
کرنا لازم ہی اسطرح کہ شاہدین کہین کہ مورث مرگیا اور متروکہ کو اوسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہم جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کے
طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ مین ولہذا مورث کی لونڈی مین وارث پر استبرا واجب ہی اور
وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متجدد محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال مثبت نہ ٹھیرے اور ابو یوسف کے نزدیک جر شرط لازم
نہین اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہی بطور خلافت کے مورث سے ولہذا وہ مبیع بسبب عیب کے رد کرسکتا ہی تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی
ہو الا ان یشهدا بملکه عند موته او یده او ید من یقوم مقامه کمستاجر ومستعیر وغاصب ومودع فیغنی ذلك عن الجر لان
الایدی عند الموت تنقلب ید ملك بواسطة الضمان فاذا ثبت الملك ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہو مگر یہہ کہ شاہدین گواہی
دین مورث کی ملک کی اوسکے مرنیکے وقت یعنی یون کہین کہ مورث تا مرگ اوسکا مالک تھا یا اوسکے ہاتھہ کی یعنے اوسکے قبض اور تصرف کی گواہی دین
یا اوس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینیوالا یا غاصب یا امانتدار تو یہہ یعنی شہادت ملک
یا قبض مغنی ہے بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہوجاتے ہین بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی
ملک ثابت ہوی تو جر میراث صریحا ثابت ہو گئی ہم تا وقت موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہی اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہی یعنی قبضۂ غصب
اور قبضۂ امانت اور قبضۂ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہوجاتا ہی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہو کہ غاصب اور امانتدار اگر بلا بیان
غصب اور امانت کے مرجاوی تو مغصوب اور ودیعت اوسکی ملک ہوجاتی ہے اوسپر ضمان واجب ہو کر شرعا کذا فی الفتح ظاہر ہے کہ درر مین کہا ہم موت
قائم مقام تصرف و دلیل ملک میت ہی بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اوسکے پاس ہوتی تو البتہ وقت
جانکنی مین بیان کر دیتا پھر جب اوسنے بیان نکیا تو معلوم ہوا کہ جو اوسکے تصرف مین تھا سو اوسکا ملک تھا انتہی ملخصا ولا بد مع الجر المذکور
من بیان سبب الوراثۃ وبیان انه اخو المیت لابیه وامه او لاحدهما ونحو ذلك ظهیریه اور شہادت میراث مین جر مذکور کے ساتھہ بیان کرنا
سبب وراثت کا ضرور ہی یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہہ بیان ضرور ہی کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہی
یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظهیریۃ ہم اور دوسرے کی شہادت مین یون کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولی ہی میت کا جسنے اوسکو آزاد کر دیا اور کوئی
اور میت کا وارث نہین سوای اسکے اسواسطے کہ لفظ مولی مشترک ہی چند معانی مین کذا فی الطحاوی وبقی شرط ثالث وهو قول الشاهد لا وارث له
الا لا نعلم له وارثا غیره اور شہادت ارث مین تیسری شرط باقی رہی وہ یہہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہین سوای مدعی کے یا مین کسی وارث کو
نہین جانتا سوای اسکے ورابع وهو ان یدرك الشاهد المیت والا فباطل لعدم معاینة السبب ذکرهما البزازی اور باقی رہی چوتھی
شرط وہ یہہ ہو کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہین تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر
کیا وذکر اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت مین شرط نہین فلو شهدا انه جد ابیه لامه ولا وارث له غیره

فصلی المنتقی و عند محمد لا تقبل اور اگر شاہدون نے شخص بند مدعے کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدون نے یون کہا کہ ایک مہینہ یا ایک سال سے قبضہ تہا یا یون نہ کہا ہو
تو گواہی مقبول نہین ہے بسبب معلوم ہونے گواہی مقر مجہول بسبب چند قسم قبض ہونے کے ہم یعنی مثلاً ایک گہر ایک مرد کے قبضہ مین ہو سو دوسری شخص نے دعوی
کیا کہ میرا ہی اور گواہون نے گواہی دی کہ وہ سالون مین مدعی کے قبضہ مین تہا تو مقبول نہین بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اوس
قبضہ بطریق ملک تہا یا بطریق ودیعت یا اجارہ و غصب تو قاضی بسبب شک کے حکم نہ دیگا کہ پیرا و سکو دیا جاوے کذا فی البدر بخلاف ما لو شہدا انہا
کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی فانہ یدفع للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ
المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اوس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گہر مدعی کا ملک تہا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی
ملک تہا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض مین تہا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے
اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہین ہم پہلی صورت مین دلانیکی وجہ یہہ ہو کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہہ ہے کہ ہر چیز کو بطور
سابق باقی رکہین تا عدم ثبوت انتقال اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہین کہ اوسکے قبضہ مین بطور امانت
یا غصب کے تہا یا بطور ملک کے تو یہہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دلانیکے حق مین نہین خلاصہ یہہ ہو کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گہر سابق مین
مدعی کے قبض مین تہا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے بعد اوسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے
کہ اوسکے قبضہ مین بطور امانت یا غصب کے تہا تو اوسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی بتصرف والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی
لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیہ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہہ ہو کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم کے
قبض کے نہ چند قسم کی ملک کے کذا فی البزازیہ ہم قبض منقضی جو زندہ کا قبض ہو وہ نہ قبضہ میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا
فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز
مدعی کی قبض مین ناحق تہی تو یہہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی بہ یہہ ہو کہ ہان یہہ بہی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد کے گواہی
غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کہ شہدا بالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالف الا اذا شہد معہ آخر
دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی گر جب کہ اوسکے ساتہہ دوسرا شاہد بہی
پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دیوے تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ہم اور دوسرا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ تکذیب اوس شہادت مین ہے جو اوسکی
مضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب نفی شہادت نہین ولا یشہد من علم بحق حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دیوے اپنی دانست سے یہان تک کہ مدعی اوس کا
اقرار کرے ہم جنین اوسکا فی مین ہو کہ پوری ہزار کی گواہی نہ دیوے جب اوسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اوسمین سے پانسو ادا کیے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنیکا اقرار
نکرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریہ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر صدر الشریعۃ قولہما کذا فی الدر
نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا
ہم امام کی دلیل یہہ ہو کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہو تو رنگت مین دہوکہا پڑ سکتا ہے لہذا اوسکا اختلاف مانع شہادت نہین وہذا اذا لم یذکر المدعی لونہا
ذکرہ الزیلعی ہم اور یہہ یعنی عدم اعتبار رنگ اوس وقت ہو جب کہ مدعی نے اوسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی
مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹہیریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدیون نے ایصال
دین کا دعوی کیا بطریق ادای متفرق اور شاہدون نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیہ شہدا ان علیہ الحی
یا انہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا سألہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو
علیہ بحر شاہدون نے گواہی دی زندہ کو دین مین اسطرح کہ اوسپر اتنا دین ہے یا تہا تو مقبول ہے مگر جب کہ دونون شاہدون سے پوچہا تا حال دین کا سوال کیا

تو شاہدوں نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہد یون نکہین کہ مرگیا اور یہ اسپر موجود ہی کذا فی البحر قلت ویخالفہ ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین الخ ولا احتیاط لا یخفی مین کہتا ہون بحرالرائق کے مخالف ہی وہ قول جو معین الحکام مین ہی ثابت ہوجانے دین سو بمجرد بیان سبب مین اگرچہ شاہدین نے یہ نکہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اوسپر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہیں ہم یعنی بحرالرائق کے قول مین احتیاط ہی تا مال مین جو قرضہ ہے وارثون کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحرالرائق کا قول ضعیف ہی اور احتیاط امر میت مین ہقدر کافی ہے کہ خصم سے قسم لیجاوی باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضاً جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعویٰ کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول اصح مین چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی جامع الفصولین ہم ادعا ملک ماضی قرینہ ہی نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں سنا و ماضی مین باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین —

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ

یہ باب ہی گواہی پر گواہی دینے کا ہم شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہی اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ مین لیکن فقہانے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہی بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب بیماری وغیرہ کے ادای شہادت سو عاجز ہوتا ہی تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہو تی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہی اگرچہ بکثرت ہو یعنی فروع کی شہادت پر شہادت ہیراونکی فروع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدر المختار ھی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہما بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع مین کثرت ہو اور لعقد ہو مقبول ہی بطریق استحسان کے ہر حق مین بقول صحیح مگر حد اور قصاص مین مقبول نہیں بسبب ساقط ہوجانے دونون کے شبہہ سے وجاز الاشہاد مطلقاً اور جائز ہی شاہد کرنا ہر طرح یعنی بعذر وبلا عذر م خزانۃ المفتیین مین ہی کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہو تا ہو اگر اصول کو بیماری یا غیبت سے عذر پیش آوی تو فروع گواہی دین لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت او مرض الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ عن الخانیۃ ھنا وھو خطأ والصواب ما ھنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہی اسمین کلام ہی سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ مین خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا مین ہی وہ خطا ہی اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ مین ہی ہم قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا مین ہی کہ اصل جب مرجاوی تو اوسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی شرط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ تحفہ نے عبارت خانیہ کی دیکھی اسمین نقل نہایہ سے نہیں طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا فانہ نقلہ منہا عن الخانیۃ چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہی شرح الملتقی مین انتہی لہذا مترجم نے اسطرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبتہ بحیث یتعذر ان یبیت باھلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہی اسطرح کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگون مین رات کا پہنچنا اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ مین ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم جدید [illegible] بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا مین حاضر نہوسکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہی اور یہی روایت ہی کہ اگر صبح سو ادای شہادت کے واسطے جاوی اور اپنے گھر مین رات [illegible] آسکے [illegible] کا اس قول پر فتویٰ ہی اور امام ابو یوسف سے روایت ہی [illegible] عالمگیریہ او کون المرأۃ مخدرۃ [illegible] قول سے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے [illegible] ملکیۃ [illegible] یا حضور اصل متعذر ہو بسبب اسکے عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردون سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت [illegible]

سلطان اور امیر شہر مین ہون تو اونکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہین مگر کسی کے نزدیک کذا فی المحیط اور اگر کل مجبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز
نہیں حاکم المخصوص بغیر حق کذا فی المصنف فی الوکالۃ اور کیا مجبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر غیر حاکم حکومت نے حبس کیا ہو تو
جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ مین ذکر کیا ہے ہم مصنف سے اپنی شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ ہمین ہمارے زمانہ کے مشائخ مختلف مین بعضون
نے کہا کہ اگر ایسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہین کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے حبس مین ہو اور
نکالنا اوسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی العطایا و تقبل عند تعذر حضور الاصل عند القاضی قید للکل لا اطلاق جواز الاشہاد لا الاداء
شمنی اور مصنف کا یہہ قول کہ قاضی کے روبرو ادای شہادت کیوقت حضور اصل متعذر ہو یہہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور
سفر اور پردہ نشین عورت کی لسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادای شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول مین کہ جاز الاشہاد مطلقا و تشترط
لشہادۃ الفرع نصاب و لو بجملۃ و امرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت حد یعنی لبشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتین
ہون و ما فی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی مین ہے غلط ہے کذا فی البحر ما حاوی مین ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتون کی گواہی مقبول نہین کذا فی
الطحطاوی عن کل اصل و لو امرأۃ نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایر فرعی ہذا او ذاک خلافا للشافعی
نہ متغایر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی رح یعنی یہہ واجب نہین کہ ہر شاہد کو دو شاہد متغایر ہون بلکہ دو
شاہدون کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہین خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہون یا وہی شاہد دونون کے
ہون اور امام شافعی کے نزدیک یہہ شرط ہے کہ چار شاہد ہون واسطے ادر وہ کے جدا جدا و کیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع و لو
ابنہ بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اوسکا یہہ ہے کہ اصل اپنے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ
فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ مین ایسی شہادت دیتا ہون ہم یہہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اسواسطے کہ فرع کو
اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی و یکفی سکوت الفرع و لو ردہ ارتد
قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اوسکو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نکرے تو شہادت رد ہوگا کذا فی القنیہ یعنی بعد رد کرنے کے اگر گواہی
دیگا تو مقبول نہو گی و لا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عند الحاوی اور لائق نہین فرع کو گواہی دینا اوس اصل کی گواہی پر جو
نزدیک حاوی کے عادل نہین کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق مین خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ مین
ایسی یعنی بدکار ہے بسبب ترک کرنے احتیاط کے و یقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا و قال لی اشہد علی شہادتی
بذلک ہذا اوسط العبارات و فیہ خمس شینات و الاقصر منہ ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا و یقول الفرع اشہد علی شہادتہ
بکذا و علیہ فتوی السرخسی و غیرہ ابن کمال و ہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی کہ فلان
شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اوس نے مجھسے کہا کہ تو شاہد ہو میری اوس شہادت پر شارح نے کہا یہہ سب عبارتون مین اوسط عبارت
ہے اور اسمین پانچ شین ہین اور اوس سے مختصر زیادہ یہہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اوسکی شہادت پر
اور عبارت مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی مین زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت
اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہہ عبارت ہے
کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے کہ اشہد ان فلانا اشہدنی علی ان لفلان علی فلان کذا من المال و اشہدنی علی شہادتہ و امرنی ان اشہد علی شہادتہ و انا اشہد
علی شہادتہ بذلک اس عبارت مین آٹھ شین ہین اور اوسط عبارت مین پانچ شین ہین اور اقصر مین دو شین ہین عنایہ مین ہے کہ اقصر عبارت فقیہ
ابو اللیث اور استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدر و یکفی تعدیل الفرع لاصلہ ان عرفت الفرع بالعدالۃ و الا تعم

ف
ف یعنی گواہی دینے کو کہ فلان شخص نے میرے سامنے گواہی دی ہے بابت کے کہ فلان شخص کا فلان پر اسقدر مال ہے اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ اوسکی گواہی پر گواہی دون اور مین اوسکی گواہی پر بالال مذکور کے باب مین گواہی دیتا ہون ۱۲

اصل اوسکی کفایت کرتی ہے تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فروع مشہور بعدالت ہون اور نہیں تو اصول اور فروع سبکی تعدیل معلوم ہو گی مسئلہ کی
تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد اپنے ساتھی کو
قول اصح مین اسواسطے کہ عادل متہم نہین ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے حتی کہ بعضون کے نزدیک یہہ جائز نہین کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے
کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی اوسپر حکم دے لیکن مقبول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل
تعدیل مثل سے متہم نہین جیسے اپنی ذات کی شہادت مین متہم نہین یعنی اوسکی ذاتی شہادت بہی اس منفعت کی متضمن ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی
اوسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اوسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل مثل مین بہی کذا فی الفتح وان
سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیہ وشرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل
علی ما فی القہستانی عن المحیط فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال مین یعنی فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر
غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دیگا اور نہیں تو نہیں کذا فی النہر اور اسیطرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ مین اوسکے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرنبلالیہ
وشرح المجمع اور اسیطرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہیں چنانچہ قہستانی مین محیط سے ہے سو آگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بنہیہم عن الشہادۃ
علی الاظہر خلاصہ وسیجیئ متنا ما یخالفہ اور باطل ہو جاتی ہے فرع کی گواہی چند امور سے بسبب منع فرعونکے شہادت سے یعنی اصول نے فروع
کو کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فروع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آگے متن مین مخالف اسکے آئیگا وبخروج اصلہ عن اہلیتہا
بفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکلجانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے بسبب فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد
فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسیطرح جنون اور ارتداد وبانکار اصلہ الشہادۃ لقولہم ما لنا شہادۃ او لم نشہدہم او
اشہدناہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یون کہنا کہ ہم گواہ نہیں ہیں یا ہمنے انکو گواہ نہیں کیا
یا ہمنے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی مین ہے صورت مسئلہ یہہ ہو کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں پہر وہ مرگئے یا غائب ہوگئے پھر فروع
آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اوس حادثہ مین اور اگر اصول موجود ہین تو فروع کی شہادت کے طرف التفات نہیں اگرچہ اصول منکر نہون کذا
فی البحر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصہ اور اگر اصل سے فرع کی شہادت کا سوال ہوا اور انہون نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو
فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ حم اس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہے شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ و
قالا اخبرانا بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفاہا قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ اگر دو شاہد دوسرے گواہی
دو شخصون کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر ادا کرین اور کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اوسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اوس عورت کو جانتے
ہیں اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ
عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ مین وہی عورت ہون حم صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہہ ہے کہ یہہ شرط نہیں کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے
ہون اور یہہ غرض نہیں کہ یہ نسبت پوری ہے اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہد پر یہہ جب کہ اوسکے دادا کا ذکر کیا تو مسئلہ صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کے
طرف نسبت کا ملحق ہے تعریف مین ہے کہ نسبت پوری ہو جاتی ہے ملا خسرو نے درر مین کہا مدعی سے اسو اصلی گواہ طلب ہونگے کیونکہ نسبت ثابت ہو چکی دونون کی شہادت
سے اور مدعی دعوی کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ مین ثابت ہو مگر یہہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اوسکا اثبات حاضرہ کے واسطے
تو یہہ گواہی شہادت قائم کرنے کے مانند ہے جو اور شاہدون سے پوری ہوتی ہے انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ
کالشہادۃ علی الشہادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ کلفہ اثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند
کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اسواسطے کہ وہ بمنزلہ شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد

نہین پہچانتا تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دیگا ثبوت کی کہ یہہ فروہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مدعا علیہ اقرار کرتا ہو
بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البرجندی ولو ادعی الاشتراک فالبیان لمدعیہ کما بسطہ القاضیخان اور اشتراک کے مدعی کو بیان کرنا
لازم ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام
اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہین ہون اور قاضی مکتوب الیہ اسکو نہین جانتا تو مدعی سے کہے کہ
تو گواہون سے ثابت کر کہ یہہ فلان بن فلان ہے پہر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان ہون اور اس محلہ یا اس قبیلۂ خاصہ یا اس شہر مین
میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اوس سے مندفع ہوگی انتہے ملخصا کذا فی الطحطاوی ولو قال
فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسبہا الی فخذہا کجلیہا اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہین یہان تک کہ
اسکو اوسکے قبیلۂ خاصہ کے طرف نسبت کرین چنانچہ اوسکے دادا کے طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اونسے معرفت حاصل نہین ہوتی جب تک
قبیلۂ خاصہ کے طرف نسبت نہو ہدایہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلۂ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جد اعلی کی ہے خلاصہ مین ہے الحاصل اعتبار تو حصول
معرفت کا ہے اور ارتفاع اشتراک کا ایضاح مین ہے کہ عجم یعنی غیر عرب مین ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلۂ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہی
زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھہ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے
کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی
نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اوسکے زوج کے طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی جسطرح سے کہ حاصل ہو ولو
اشہد علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لانہ قدم ترجیح خلافہ عن
الخلاصہ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پہر اوسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہے کہ اوسپر گواہی
دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اوسکو عنقریب ذکر
کر چکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو
مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے
کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجلین علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایکمرد
کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا فی الدرر بخلاف ملتقط کے اوسمین عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور
بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا ولا غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اوسنے جہوٹی گواہی دی الخ ظاہر ہوا کہ اوسنے
اپنی ذات پر جہوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہے ہم یا شہادت زور کی ظہور کی یہہ
صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اوسکی موت کی گواہی دی پہر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رؤیت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور
آسمان پر کچہہ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکہلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے شہادت باطلہ سے
عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل نفی ہے
ہم اسواسطے کہ گواہ یہہ کہین گے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکے طرف التفات نہوگا کذا فی الطحطاوی من الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی
سراجیۃ جسکی گواہی جہوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جائے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری
ہے تو قاضی اوسکو بازار مین بہیجے اور اگر بازاری نہین تو اوسکی قوم کے طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بہیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ
ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسکو پسند کیا وزادا

ضربه وحبسه بحبسه اور صاحبین نے اوسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کہا ہے کذا فی المجمع ومنح الغفار میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے
واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم ان للقاضی ان یسخم وجہہ اذا رأی ذلک سیاسۃ اور بحر الرائق میں ہے اور ظاہر کلام فقہا سے ہے کہ قاضی کو
جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا مونہہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اوسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تائبا لم یعزر اجماعا
اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہو کر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کر کے رجوع کرے تو باتفاق اسپر تعزیر نہیں ہے
اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ میں نے یہہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ پھرونگا کذا فی الفتح وتفویض مدۃ توبتہ لرأی القاضی
علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لا تقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنیکی مدت قاضی کی رای پر مفوض ہے بقول صحیح اگر
شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اوسکی گواہی کبھی مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ اوسکی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت
وعن الثانی تقبل وبہ یفتی حلبی وغیرہ میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول
ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ اسواسطے کہ اوسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی کر پلٹنا
اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنے اوس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ ونحوہ
رجوع عن الشہادۃ یہہ ہے کہ شاہد کہے کہ میں پھرا اور پلٹا اوس چیز سے جسکی میں نے گواہی دی اور مانند اس کلام کے ہے جیسا کہ یون کہنا کہ میں نے جھوٹی
گواہی دی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذا فی الطحطاوی یا میں مبطل تھا شہادت میں یعنے ناحق پر تھا اسمین کذا فی الدرر فلو انکرھا لا یکون
رجوعا تو اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہہ انکار رجوع عن الشہادت نہیں والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی
بحسب الجنایۃ لما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا
دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ ہے یعنے شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا میں تو اوسکی توبہ بھی
مقید بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوی کیا
مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو بگواہی ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو
مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوی کے م یعنی بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہہ دعوی کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل
ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اوسکے اگر دعوی
کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی م یعنے اگر یہہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس
رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا اون پر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوی کے
کذا فی الدر او برہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونون
شاہد نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی گویا ابھی
رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اوس شہادت کے حکم کرے
تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اوسپر حکم نہ کرے ولا ضمان ویعزر ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ بجامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر
ضمان نہیں اور اسکو تعزیر دیجاے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع
الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی المنح م قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے یہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور

باب الرجوع عن الشہادۃ کا بیان

ہین مذکور ہو چکی ہین لتشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اوسکی عمارت کی اور گہوڑی
اور راہ کے بچے کی گواہی دی پہر عمارت اور بچے مین رجوع کیا و بعدا لو تغیر حال الشاہد مطلقا لا یجوز بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی
طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے وقت برابر ہو اوس حال کے جو شہادت کے وقت تہا یا ادنی یا اعلی ہو کذا فی البحر بسبب راجح ہو جانی خبراول
کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا لترجح الخبر الاول من الشاہد بالقضاء، تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہراً ضمیر حکم کے طرف راجع ہے اور وہ خلاف
مقصود ہی حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہے خبراول کے تو حکم منقوض نہین ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی
صدق پر دلالت کرنے مین خبراول کے مانند ہے اور حالانکہ خبراول مرجح اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الحواشی بخلاف ظہور
الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل و یرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود لما مر ان الحاکم
اذا اخطأ فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ. بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اوس صورت مین باطل ہو جاتا
ہے اور مقضی لہ پہیر دے جو اوس نے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہو اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور
ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ہم صورت مذکورہ مین خطائی حاکم یہہ ہے کہ اوسنے حال شہود کا تفحص نکیا
تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالمجبر
الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دین مشہود علیہ کے اوس مال کا جس مال کو اونہون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع
ہوئی تعدی کے راہ سے ساتہہ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنی قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ہم امام شافعی کے نزدیک
شہود پر ضمان نہین جب کہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اوسکا جواب یہہ ہے
کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ
قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اینکہ اگر حکم ندے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال ام لا بہ
یفتی بحر بزازیۃ وخلاصہ وخزانۃ المفتین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصہ
وخزانۃ المفتین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز
اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتہہ اوس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا
فکالثانی درر وقہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہو یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین
ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکہا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہہ ہے
کہ ضمان مقید بمماثلت ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اوسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور
دین مین ملک اوسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ
لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور ضمان مین اوسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اوس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے
حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف تو اگر ایک شاہد پہر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین
ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اوسکا ضمان واجب
جسمین حجت باقی نرہے وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا
ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بہی پہر گیا تو
وہ دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاہد ان حجت

امرأتین رجل وامرأتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جاوے ایک مرد اور دو عورتون سے تو وہ چوتہائی مال کا ضمان دیگی اسواسطے
کہ شہادت پر اوسی شخص باقی ہیں جن سے تین چوتہائیان باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتون سے دونون عورتین شہادت
سے پھر گئین تو دونون نصف مال ضمان دین ہم اسواسطے کہ ایک شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من
رجل وعشر نسوۃ لم تضمن اور اگر آٹھ عورتین پھر گئین ایک مرد اور دس عورتون سے تو کوئی تاوان نہ دیگی اسواسطے کہ اوسقدر شاہد باقی ہین
جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین ہین فان رجعت آخری ضمن التسع ربعۃ لبقاء ثلثۃ
ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتین چوتہائی مال کا ضمان دین بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتہائیون کے ہم اسواسطے کہ نصف حق
سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتون کے رجوع سے تلف ہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس پس اگر
ایک مرد اور دس عورتین سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان چھٹے حصون کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتون
پر ہم امام کی دلیل یہہ ہے کہ دو عورتین بجای ایک مرد کے ہین تو دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کی ہوئین تو ایسا ہوگیا کہ گویا چھہ مرد گواہی دیکر
پھر گئے تو ان پر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنی ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہن النصف کما لو رجعن فقط اور صاحبین نے
کہا کہ دس عورتون پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسون عورتین پھر جائین تو ان پر نصف تاوان ہے ہم صاحبین کی یہہ دلیل ہے کہ عورتین
اگرچہ بکثرت ہون مگر شہادت مین قائم مقام ایک مرد کی ہین ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہین اور ایک مرد کی شہادت سے
نصف مال ثابت تہا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمہر المثل اولا قل اذ الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہین دیتا شاہد راجع نکاح مین جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمے کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے
کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے ہم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہتی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت
اوسکی یہہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت
سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھہ نہ دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا کمتر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمناها لو هي
المدعیۃ وهو المنکر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونون شاہد بقدر زیادت تاوان دین زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا
ذکرہ عزمی زادہ ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر
اوس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کی برابر ہو یا زیادہ تو شاہدون پر کچھہ ضمان نہین اور اگر اوس کا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو
زوجکو زیادت کا ضمان دین کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے کہ شاہدون نے بدون عوض قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہہ ہے کہ
راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہین خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جب کہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو
شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلۃ بین البضع والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی
عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدون پر ضمان نہین بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہہ ترکیب
سہو ہے کہ مسئلہ اوسنے یعنی شہادت اصل نکاح پر نہی حالانکہ وہان بہی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یون لکھتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر
ہوتا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہین تو متقوم سے ضمان نہین ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی
مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال مین مماثلت نہین اور زوجکے تملک سے جو ضمان اور متقوم ہوتا ہے تو وہ بسبب اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اوس سے نسل
حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحاوی بخلاف ما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمناہ لها لاتلافہما المہر بخلاف اوس صورت
کے کہ گواہی دی عورت پر کہ اوس نے پورا مہر یا بعض مہر لیا ہے پہر دونون شہادت سے پھر گئے تو دونون شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کرنے مہر کے

وضمنا في البيع والشراء ما نقص عن قيمة المبيع لو الشهادة على البائع او زاد لو الشهادة على المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونون
شاہد ضامن وین بیع اور شرا مین جتنا مقدار کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضامن وین اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو
بسبب اتلاف بلا عوض کے یہ اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونون کی تعلیل ہے پہلی صورت یہہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس
مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضمان دین کیونکہ انہون نے
اسکے ہزار درم تلف کئے اور دوسری صورت یہہ ہے کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہہ غلام دو ہزار کو لیا اور اوس پر ثمن ہے اور مشتری اوسکا منکر ہے
سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایکہزار کا ضمان دین اسواسطے
کہ انہون نے مشتری کے ایکہزار تلف کئے کذا فی الدرر ولو شهدا بالبيع وبنقد الثمن فلو في شهادة واحدة ضمنا القيمة ولو في شهادتين
ضمنا الثمن عيني اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کی ساتھ ہی ایکہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور
اگر دو شہادت مین گواہی دی یعنی ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا في العيني یہ اسواسطے کہ پہلی صورت مین قبضہ بیع ثمن
اور دوسری صورت مین ثمن کا استقلال مقتضی ہے کذا في الطحطاوي ملخصا ولو شهدا على البائع بالبيع بالفين الى سنة وقيمته الف فان شاء ضمن
الشهود قيمته حالا وان شاء اخذ المشتري الى سنة وايهما اختار بريء الآخر وتمامه في خزانة المفتين اور اگر شاہدون نے بائع پر
دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت مبیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان یعنی ہزار کا اور چاہے
مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے بایکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا
خزانة المفتين مین ہے صورت اسکی یہہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے سو شاہدون نے بھی
گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونون مین سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنیکے
وقت دو ہزار درم پھر لین اونکو ایک ہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین سو اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیردے سو اگر اوسکو
بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ دو ہزار درم لے اور اوسکا کچھہ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا
جو دو ہزار اوسنے شاہدین کو دیئے ہین اونکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دیئے تھے وہ بائع سے پھیر لین کذا في العالمگيرية عن المضمرات وشرح
الطحاوي چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانة المفتين سے لہذا ترجمہ اوسیکا مناسب دیکھا وفي الطلاق قبل وطئ وخلوة ضمنا نصف
المال المسمى او المتعة ان لم يسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کی شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف المسمى کا اور اگر مسمی نہو تو متعہ کا ضمان دین اگر
مہر مسمی نہو ولو شهدا انه طلقها ثلثا وآخران انه طلقها واحدة قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المهر على شهود الثلث لا
قيد الحرمة الغليظة اور اگر شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اوسنے
اوسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے پٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہے نہ اونکے غیر پر بسبب
حرمت غلیظہ کے ہے اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ مفید نہین ہے اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات
ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا في المنح حلبی نے کہا قبل دخول دونو گواہیون کی قید ہے ولو بعد وطئ او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی
طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہین ہے یہہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہے اور تحفہ مین ہے کہ ضمان نہین مگر اوتنا ہی
مہر مثل پر زیادہ ہو کذا في الفتح ولو شهدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شهود الدخول ثلثة ارباع المهر
وشهود الطلاق ربعه اختيار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر شاہدون [illegible]
گواہی سے پھرے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا في الاختيار ولو شهدا بعتق

ووجب ضمنا القیمة للمولی مطلقا ولو معسرین لانه ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنیکی گواہی دی پہر دونوں گواہی سے پہر گئے
تو غلام کے مولے کو اوسکی قیمت کا ضمان دیوین مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق
الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ھدایہ اور ولاء یعنی حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب پہر جانے عتق کے ضمان دینے سے
شاہدوں کی طرف تو حق ولاء اونکے طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا ما نقصه وهو ثلث قیمته اور تدبیر میں شاہدین ضمان دینگے
اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کر دیا یعنے اوسکی تہائی قیمت ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضے نے اوسکے مدبر
ہونیکا حکم دیا پہر شاہد گواہی سے پہر گئے تو شاہد اوسکے مولے کو تہائی قیمت کا ضمان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے فن ہی ولو
مات المولی عتق من الثلث ولزمهما بقیة قیمته وتمامه فی البحر اور اگر مولے مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اوسکے ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو
اوسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یعنے اگر مولے مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور
قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر دونوں کیواسطے کذا فی البحر وفی الکتابة یضمنان قیمته کلها وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں
شاہد ضمان دینگے اوسکی پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار
درہم پر مکاتب کیا ہوت یکسال اور قیمت غلام کی پانسو ہے اور قاضے نے کتابت کا حکم کیا پہر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولے کو اختیار دیگا سو اگر
وہ تضمین شاہدین اختیار کرے تو اوسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نرہیگا ہے اور مکاتب ہزار درہم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولے اتباع
مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لیگا کذا فی العالمگیریة عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیه الیهما ویتصدقا بالفضل اور مکاتب
آزاد نہوگا یہاں تک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اوسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے
لیا ہے اکثر ہو اوس قیمت سے جسکا وہ ضمان دے چکے ہیں مولے کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو اونکو حلال طیب ہیں اور پانسو کو خیرات کریں
یہہ مذہب ہے طرفین کا والولاء للمولی ولو عجز عاد للمولی ورد قیمته علی الشهود اور ولاء مکاتب کی اوسکے مولے کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز
ہوگیا ادای بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پہر آویگا اپنے مولے کیطرف اور مولے اوسکی قیمت جو شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو پہیر دیگا وفی
الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتها بان تقوم قنة وام ولد لو جاز بیعها فیضمنان ما بینهما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دین ام ولد کے نقصان
قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھیرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اوسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین ہے
ہم صورت استیلاد یہہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولے منکر ہے سو قاضے نے اوسکے ام
ولد ہونے کا حکم دیا پہر شاہد گواہی سے پہر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھہ لڑکا نہو اور مولے زندہ ہو تو نقصان قیمت کا ضمان دیں کذا فی العطاء عن العینی
وھکذا فی العالمگیریة عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درہم ہے اور ام ولد کی درصورت جواز بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدوں پر
سو درہم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا بقیة قیمتها امة للورثة وتمامه فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد آزاد ہوگی
اور شاہد وارثوں کو ضمان دین اوسکی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیة فی مال الشاهدین
وورثاه اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے ہم یعنی شاہدین نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا قتل کیا
سو قاضی نے اوسکے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پہر شاہد گواہی سے پہر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال
سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنے اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اوسکے وارث
ہونگے کذا فی العطاء ولم یقتصا لعدم المباشرة اور شاہدوں سے قصاص نلیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے ہاتھہ سے اوسکو قتل نہیں کیا
قصاص میں پرآنا ولو شهدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال احتیاطا اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کرنیکی گواہی دی تو اون پر ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہیں ہے اور ان پر ضمان لازم ہوگا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لان الاتلاف مضاف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فروع پر بسبب انکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے اونکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی ہے ضمان اونسے اور قاضی کا حکم اونہیں کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی العطاء ولا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدناہم وغلطنا۔ ضمان نہیں شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے اونکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کیا ہم بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار شہادہ اصول کریں تو حکم نہوگا اسواسطے کہ اونہوں نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم ولا الفرع لعدم رجوعہم اور اسیطرح اگر اصول کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو اون پر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کے جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع کے ولا اعتبار بقول الفرع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کا اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انہوں نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں لوٹتا اونکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ اونہوں نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی العطاء ولو رجع الکل ضمن الفرع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر گئے تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ قول ہے شیخین کا اسواسطے کہ سبب تلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہے چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے اونہیں کی شہادت معاینہ کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں اونکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو الدیۃ بالرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا خلافا لہما اور ضمان دیں مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانیکے تعدیل سے باوجود اونکی دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین کے ہم امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہے شہادت کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے تو انسے اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو اون پر ضمان نہیں اور نہ شہود پر کذا فی العطاء وای آما مع الخطا فلا اجماعا ہم اور خطا کے ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین ہم خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ ہمنے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی العطاء وضمن شہود التعلیق قیمۃ القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دیں شہود تعلیق کے قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر دو اور شہود نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین علت حکم ہیں اسواسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور جن شاہدوں نے یہ کلام ثابت کیا اور تعلیق بشرط مانع تھی تو شرط پائی جانیکے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کے طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی العطاء لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہی بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہی ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی العطاء والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ ہم

بلکہ شہود تعلیق مین ہوگا واذا وجد شہود علی الیمین ... اگر فقط شہود شرط کی شہادت سے پہر جائین بلا رجوع شہود تعلیق تو یہی بقول صحیح اون پر ضمان
نہین کذا فی العینی و شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال مین ضامن نہین چنانچہ زیادات مین منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال و
ضمن شاہد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دیگا شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے
اور تفویض سبب ہے بحر الرائق مین ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دیلے اپنی ذات کو اور دو اور گواہون نے کہا کہ عورت نے
اپنی ذات کو طلاق دی اور یہہ ماجرا قبل دخول تہا پہر سب شاہد گواہی سے پہر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب شرط اور علت اور سبب اور علامت مین
فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم مین نہ موثر ہو نہ اوسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم
مین موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم
واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالة

یہہ کتاب ہے وکالت کے احکام مین ہے وکالت بفتح وکسر واو لغت مین اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہہ
کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اور اوسپر اعتماد کرکے اپنی آسایش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم بامر مفوض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے
بمعنے مفعول یعنی جسکی طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق مین ہے کہ وکیل بمعنے فاعل بہی ہوتا ہے جب کہ بمعنے حافظ ہو چنانچہ اس آیت مین
(حسبنا اللہ ونعم الوکیل) طحطاوی نے کہا اور یہہ بہی صحیح ہے کہ آیت مین وکیل بمعنے مفوض الیہ ہو مناسبتہ ان کلا من الشاہد والوکیل ساع
فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالة کی کتاب الشہادة سے یہہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد
مین یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد مین ساعی ہے التوکیل صحیح بالکتاب والسنة قال اللہ تعالی فابعثوا احدکم بورقکم
غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالے نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت مین سو بہیجو ایک شخص کو اپنے درم لیکر ہم وجہ استدلال یہہ ہے
کہ یہہ بہیجنا بطریق توکیل تہا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہین جب کہ اللہ اور اوسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اوسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی
النہر ووکل علیہ الصلوة والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیة اور رسول علیہ الصلوة والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید مین
ابو داود نے اوس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بہیجا کہ آپ کے واسطے
قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خرید کی اور اوسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پہر ایک دینار سے دوسری قربانی خرید کی اور ایک
دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوة والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوة والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور اونکی تجارت کی واسطے برکت کی دعا
کی اور سند اسکی ترمذی مین ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع و اتفاق
ہے وہی خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیء عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث بغیر طلاق وعتاق
ووقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضیخان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر و
زواہر الجواہر وسیجیء ان بہ یفتی واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفة خلافا
لمحمد اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز مین یہہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہان تک طلاق
کو بہی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ مین اور
قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتہہ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات مین وکیل تصرف نکر سکے گا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر
اور زواہر الجواہر مین ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط مین اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق مین تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ
کے نزدیک بخلاف محمد کے توکیل عام کی یہہ بہی مثال ہے کہ جو کچہہ تو کرے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز مین اور توکیل خاص کی مثال یہہ ہے کہ
تو میرا وکیل ہے اسی گہر کی خرید مین مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیة ولو لم یکن للموکل صناعة معروفة فالوکالة باطلة اور شرنبلالیہ

فرق شرط و سبب و علت و علامت

کتاب الوکالة

نہین ہو کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو تو وکالت باطل ہے ہم یہہ قول کہ مین تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجای اپنی ذات کے توکیل
عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اوسکا کوئی پیشہ مقرر نہین اور معاملات اوسکے مختلف ہین
تو وکالت باطل کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح مین توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو
اپنی ذات کے مقام پر آسائش یا عاجزی کی جہت سے اوس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے ہم جائز کی قید سے یہہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ
کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے
اور اسمین متصرف معلوم نہین اوس کا جواب یہہ ہے کہ توکیل عام نے الجملہ معلوم ہے گو اگرچہ اصلا معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے
کذا فی الطحاوی فلو جہل ثبت الادنیٰ وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنے ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ہم تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل
کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی النہر فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنے تصرفات وکیل کو ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا
کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شئے مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہے درر مین ہے کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت کے معنی
حفظ کے ہین ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے
اپنے مقام پر اوس شخص کیجانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیاء مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن
کمال ہم اہل تصرف کی ملک سے مراد یہہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم
ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہہ قول مبنی ہے اس پر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل
تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار نحو طلاق
وعتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل
کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کے مالک نہین اور معلوم
ہوچکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اوسکے ولی کے
اوس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ
کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اوس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف
مسطور مین اور اگر اوسکو اوسکے ولی نے اذن ندیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اوسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ
کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بہی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا
او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور
موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد مین مر گیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل
نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما کما مر فی البیع الفاسد وعدم صحۃ بیعہ بنفسہ وان امتنع عنہ
الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اونکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع
فاسد مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا تو کیا اگاہ
مین ہے اگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پہر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو
کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجہتا بوجہتا ہو ہم یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہو کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے
اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہرا صغیر عاقل مین بہی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو مع مجور صبی اور عبد دونوں کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل میں عقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لایقوں ان یکون الاّ ان فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل فلذا لم یقل ویقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اب سیاہ میں صحت وکالت عن مجھکو ہے نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اسی واسطے مصنف نے بیان یوں لکھا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز در عدم ذکر مع ہدایہ اور وقایہ اور درر غرر میں وکیل کی شرط میں یوں مذکور ہے کہ یعقل العقد ویقصدہ یعنی وکیل میں شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اوسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کرے گا تو موکل کی طرف سے واقع نہ ہوگی شارح نے کہا کہ در صورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہیں لیکن بیان گفتگو صحت وکالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں ثم ذکر ضابطاً للموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ لنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اوس چیز میں جسکو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اوس کام میں جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہیں اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے اور استقراض کے توکیل کا مالک نہیں ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ در صورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ میں تصریح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کیواسطے ہوگا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فتشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی خصومت کو مع مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنی خصومت وغیرہا کو شامل ہے خصومت لغت میں مجادلہ ہے اور شرع میں ہاں یا نہیں کا جواب ہو یعنی مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکے جواب میں اقبال یا انکار یہ حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور جوہرہ میں ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوی صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ مطلقا فی حقوق العباد برضی الخصم تو اسیواسطے مصنف نے کہا تو صحیح ہے وکیل کرنا اوس خصومت میں جو حقوق العباد میں ہو مخاصم کی رضامندی سے و قالا یجوز بلا رضاہ و بہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے جائز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا امام اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل میں ہے نہ جواز میں یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضای مخاصم جائز ہے لیکن بدون اوسکے راضی ہونیکے لازم نہیں بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خصومت میں وکیل کرنا اپنے خاص حق میں تصرف کرنا ہے تو موقوف نہ ہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب مستحق ہے مخاصم پر اور لوگوں کی عادت خصومت میں متفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوں تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اوسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درمختار اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہے اسکو نہایہ میں اور فتوی کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی رائے پر مفوض کرنا چاہیئے کذا فی الدر مدر میں ہے کہ اگر قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت میں معلوم ہو تو مخاصم کو دخل نہ دیوے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نکرے بدون رضای خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ کافی میں ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ التفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جب کہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیوں کے اختیار دینے میں تو فساد ہے انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضای مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اوسکو حاضر ہونا مجلس حکم میں اپنے قدموں سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل غائب بقدر مدت سفر ہو یعنی تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضای خصم لازم ہو مع یہ اوس صورت میں ہے جب کہ مخاصم انکار کرے و لہذا محیط میں ہے کہ اگر موکل مریض یا مسافر ہو تو توکیل دونوں سے لازم نہیں بدون رضای خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیئے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا کہ اوسکا عذر رفع ہو اور اگر صبر نہیں کرتا تو توکیل پر راضی ہو پھر جب کہ وہ راضی ہو جاوے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ میں تخمینہ مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کم غیبت ہو تو وہ بمنزلہ حضر

سمجھے ہو کذا فی الخلاصۃ ۔ ومن قال ویکفی قولہ انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ ظاہر کرتا ہو تب توکیل لازم ہو اور کفایت کرتا ہے موکل کا اتنا کہنا
کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ھ سیاق اس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادۂ سفر
امر باطنی ہے تو اوس پر دلیل چاہئے اور خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اوسکا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اوسکے حال
کو ملاحظہ کرے اور اوسکے سامان میں اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحطاوی ۱ و مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہے
جو مردوں سے مخالطت نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادۃ میں مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے ھ پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان
اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری میں حاضر ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکیگی حیا کے سبب سے تو اوسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی ۱ و کذا
حائضا او نفساء والحاکم فی المسجد ۱ و المریض لخصم بالتاخیر ھ یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جب مخاصم
تاخیر پر آپ راضی نہو کذا فی البحر ھ اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہوگا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضا ۱ و محبوسا من غیر حاکم ھذہ الخصومۃ
فلو منہ فلیس بعذر بزازیۃ بحثا یا موکل محبوس ہو اوس حاکم کیجانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر حبس اوس حاکم کیطرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع
ہو تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیہ بحثا ھ اسواسطے عذر نہیں کہ محبوس اوس حاکم کے اختیار میں ہے اسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی
کرے گو تاخیر دعوی سے راضی نہو پھر اسکو قید کرے کذا فی البحر ۱ و لا یحسن الدعوی خانیہ یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی
اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے نیابت خود تو وکالت اوسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو ۱ لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا
خاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر ۱ ز توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہیں کذا فی البحر ۱ و
للرجوع عن الرضا قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے
اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ھ رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ میں ایکدن کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ۱ و لو اختلفا
فی کونہا مخدرۃ فلو من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا فیرسل امینہ یحلفہا مع شاہدین بحر واقرہ المصنف اور اگر مخاصم
اختلاف کریں عورت کے پردہ نشین ہونے نہونے میں تو اگر عورت معاملہ اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی
اپنا امین اور دو گواہ اوسکے ساتھ اوسکے پاس بھیجے تاکہ اوس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھ امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جائیں
تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی نے کہا اور دو اور شاہد گواہی دینگے حلف یا نکول پر ۱ و ان من الاوساط
فالقول لہا لو بکرا ۱ و ان ہی من الاسافل فلا فی الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہو تو عورت کا قول
معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور ارذال میں سے ہے تو اوسکا قول پردہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر
عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ھ عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقا پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں
در صورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقا پردہ نہیں طحطاوی نے کہا بظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیاء دنیاوی آمیں وہ اہل میں
کہ اونکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہوں ۱ وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا الا فی حد و قود بغیبۃ موکلہ عن
المجلس ملتقی الخ صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے میں اور سب حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں وکالت صحیح نہیں درصورت غائب ہونے
موکل کے مجلس ایفاء اور استیفا سے کذا فی الملتقی ھ ایفا سے مراد بیان و ادا حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق
موکل کا مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اوسکا وکیل اور
استیفا ہی حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حد و قتل جاتی ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے
یعنی کہ شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی ۱ و حقوق عقد لا بد من اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع و اجارۃ و ق

تسلیم میں تو اسکی تعلق بہ ما دام حیًّا ولو غائبًا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کیطرف ضرور ہی چنانچہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اوسکے حقوق
وکیل سے متعلق ہین جبتک وہ زندہ ہی گرچہ وہ غائب ہو کہ اصح ابن ملک ہم اضافت الی الوکیل سے استغنا فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یون کہنا
کہ مینے اس گہر کو بیچا یا موکل کا فلان گہر مینے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کے طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گہر موکل نے بیچا تو وکیل رہیگا فضولی
ہو جائیگا محیط مین ہے کہ اگر وکیل مرگیا امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اوسکے وصی کے طرف منتقل ہون گے نہ موکل کے طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم
وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت وکیل قبض کی ولایت موکل کے طرف منتقل ہوگی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے
کذا فی الطحطاوی ملتقی لو بلغ محجورًا بشرطیکہ وکیل محجور یعنی ممنوع التصرف نہو ہم نے یہ احتراز سے صبی محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ اونکی وکالت جائز
ہی لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کے طرف راجع ہون گے کذا فی الدرر کتسلیم مبیع و قبضہ و قبض ثمن و رجوع بہ عند استحقاق وخصومۃ
فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ و غیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکمًا حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن قبض
کرنا اور ثمن کا پہیر لینا یا پہیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بدون فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اوسکے
غائب ہونیکے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہی حقیقۃ وحکمًا ہم عقد قائم
ہوتا ہی کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹہیرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کے طرف راجع ہوتے ہین تو وہی حکمًا عاقد
ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علی الآخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ مین ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو عہدہ
حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقًا ابن ملک
فلیحفظ فقولہ لابد فیہ ما فیہ ولذا قال ابن کمال یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کے طرف کی تو حقوق
عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کے طرف ضرور ہی وہ خلل
ہی جو اسمین ہے اور اسیواسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اوسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو سمجھ لو ہم خلاصہ عبارت
شارح یہہ ہی کہ وکالت مین نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کیطرف ضرور نہین چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے
کہا بزازیہ اور خلاصہ مین ابن ملک کے مخالف ہی یعنی خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہہ غلام مینے موکل کے ہاتہہ بیچا اور وکیل نے
کہا کہ مینے قبول کیا تو یہہ بیع موکل کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اوسکا امر یہہ تہا کہ عہدہ اوسکے طرف راجع نہو سو راجع
کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہہ ہی کہ وکیل وکیل نرہا فضولی ہوگیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نرہیگا
مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کیطرف نسبت کریگا تو اسمین اختلاف مذکور ہے اور نسخ الغفارین ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے
لگائی کہ رسول کے طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط یہہ ہے کہ اپنے بہیجنے والے کے طرف عقد کی نسبت کرے انتہی مافی الطحطاوی مختصرًا
تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد تہا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ ای بالوکیل لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونے حقوق
کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرۃ والملک یثبت للموکل ابتداءً فی الاصح اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے
قول اصح مین ہم یہی قول ابو طاہر کا ہی اور کرخی کا یہہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پہر موکل کے طرف منتقل ہوتی ہی فلا یعتق قریب
الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اوسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل
خرید کرنے سے مثلاً اگر وکیل نے اپنے بہائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسیکی لونڈی تہی اور اوس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بہائی
آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک مستقر سے ثابت ہوتا ہی سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہوئی نہ وکیل کی
یہہ وجہ بقول ابو طاہر ہے اور کرخی کے قول پر بہی یہی حکم ہی اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہی نہ ملک منتقل سے اور کر

بھی نظام کا آزاد کرے قبل قبض کے اعتاق نافذ ہے اسواسطے کہ اوس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا جو ابرائن مین کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول
منافات کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہے ولکن ھٰذا بناءً علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ او
زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر ولیکن دونون یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے
موکل کا قرابتدار یا اوسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے ھ یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے جو ابو طاہر
کے قول کے خلاف ہے چنانچہ شرح مذکور ہوچکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنی لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ
الی نفسہ لا یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اوسکا وکیل کو موکل کیطرف ضرور ہے یعنی موکل کے طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں
تو اگر وکیل اوس عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ھ عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہین یا باعتبار
اصالت یعنے اگر وکیل نکاحکو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہوجاویگا تو اب تفریع آیندہ سے منافات باقی
نرہی یعنے قولہ حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ کالنکاح والخلع والصلح عن دم عمد او الانکار والعتق علی مال والکتابۃ والہبۃ والتصدق والاعارۃ
والایداع والرہن والاقراض والشرکۃ والمضاربۃ عینی تتعلق بموکلہ لانہ تکون فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح
لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کے طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد اسوا اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور
کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اوس عقد کے حقوق
وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب اسکے کہ وکیل عقود مذکورہ مین محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاحکو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح
واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا
ھ یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کے طرف سے ہو تو اوس سے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کے طرف سے
ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین وللمشتری الاباء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے ھ چونکہ بیع مین حقوق عقد
وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خریدی اور موکل اوس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہے
طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کردے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین وان دفع لہ صح ولو نہی الوکیل استحسانا
ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روکنے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل
دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکریگا بواسطے عدم فائدہ کے ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اسکو پہنچ گیا اور اسمین کچھ فائدہ نہین کہ اوس سے لیا جاوے
پھر اوسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ وبدینہ لموکلہ ہان واقع ہوتا ہے باہم مجرا کرلینا ثمن کا وکیل کے دین سے
مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضامن ہے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ھ یعنے اگر فقط وکیل ہی کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع
ہوگا یعنی دونون برابر سرابر ہوگئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے
ادا کیا اور اگر فقط مدیون ہو مشتری کا یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم وصرف عینی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ھ یہ متصل ہے ماتن کے اس قول سے وان دفع لہ
صح یعنے اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین عینی مین بجای وکیل یتیم وصی یتیم ہے صورت اوسکی یہ
ہے کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اوسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اوسکو واجب ہے کہ دوسری بار وصی کو ثمن دیوے اسواسطے کہ
یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین اختیار نہین تو اوس کا دینا تضییع ہے اور وکیل الصرف نے جب کہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے
بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب افتراق احد العاقدین یعنے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ الوکیل عبدا مأذونا لا دین

ط ه
یہان تک کرخی کے قول کو بیان ... نکاح بھی واقع ہوگا

علیہ لمولاہ فلا یملک قبض دینہ ولو قبض صح استحسانا ما لم یکن علیہ دین لانہ لا تعلق حق غرمائہ بتاذیہ اور مثل اوسکے یعنی تحصیل کے
مانند وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہے جسپر دین نہین اپنے مولے کے ساتھ تو مولے مالک دیون عبد کے قبض کرنے کا نہین اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا
بدلیل استحسان مذکور جب تک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اوسکے دائنون کا حق ہے کذا فی البزازیہ یعنی اگر غلام ماذون مدیون ہوگا
تو اوسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہین کیونکہ اوسمین ماذون کے دائنون کا حق ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض
باطل لا الرسالۃ درم قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر ودرر مین ہے توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہے کہ ملک
غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اوسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہے
اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض یعنی قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اوسمین تفویض تصرف ہے اپنی ملک مین انتہے مختصراً طحطاوی مین
تاتارخانیہ سے مذکور ہے کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اوسکو جائز
ہے کہ وہ درم آمر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلان شخص تجھسے دس درم قرض مانگتا ہے سو اوس نے قرض دیا قبول کیا تو دس درم آمر کے ہونگے لیکن اس صورت
مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہے والتوکیل بقبض القرض صحیح کذا فی القنیۃ اور وکیل کرنا قرض کے قبض
مین صحیح ہے سو اگلا درم صورت اوسکی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ قبول کرے پھر وہ اوسکے قبض کرنے کا کسیکو
وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہے بیع اور شرا کی وکالت مین الاصل انہا ان عمت او علمت او
جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ
ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہے چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے عم وکالت عام یہ ہے کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو
کیونکہ اوسنے تفویض امر اوسکی رای پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا یا معلوم اور متعین ہو سطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کردی
ہو یعنی کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اوسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اوسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہے
چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اوسکی جنس او مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہے تا جسکے واسطے وکیل ہوا ہے وہ معلوم ہو جائے تا امتثال امر ممکن ہو لفظ نوع خالص کی قید
اسواسطے دی تا اوس نوع سے احتراز ہو جو مترد مین الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اوسمین تفصیل ہے ولا فاحشۃ وہی جہالۃ الجنس
کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہے عم دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہے
جو زمین پر چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس مجتمع ہو گئین اسیطرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطلس اور کمخاب
سوتی گزی اور گاڑھا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کترکی صحت والا لا اور اگر جہالت متوسط ہو مابین جنس اور نوع
چنانچہ غلام سو اگر موکل اوس کا ثمن بیان کردے یا اوسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہے
عم اگر دو شے حقیقت اور مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنسین ہین پھر اگر جہالت جنس
کی بکثرت ہو سطرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ مشتمل ہے مرد اور عورت کے طرف اور مرد اور عورت بنی آدم
مین دو جنسین ہین بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ہر ایک لونڈی اور غلام سے کہ ہے تو لصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام مین اور کام خدمت
مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام مین اور اسیطرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایۃ وکذا بشراء ثوب هروی او فرس او بغل صح بالمثل
الامر زیلعی فواحشہ وان لم یسم ثمنا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اوسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑی یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر حال
حال آمر کذا فی الزیلعی تو اوس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نکیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہالت یسیرہ کی
عبارت ہے نوع خالص کی جہالت سے عم اتقانی نے کہا کہ جہالت نوع کی معفو ہے اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہین ہے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

لیکن وکالت منصرف ہوگی اوسکے ظرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انہی زیلعی نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل نادر ہوگا
مقصود موکل کی تعیین پر اسطرح کہ موکل کے حال کو دیکہے تبہی اوسکے مقدور اور حوصلہ کے موافق خرید کر یگا کذا فی الطحاوی و بشراء دار او
عبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا بحر او نوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا اگر وکیل کیا گہر یا غلام کی خرید کا
تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اوس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ
غلام حبشی بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یا جو ہم یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کے
بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنے گہر کو جہالت فاحشہ مین سے شمار کیا ہے اسواسطے کہ گہر مین اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار
اختلاف اغراض اور پڑوسیون اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضیخان کا تابع ہے اور
صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اوس ملک پر محمول کیا ہے جہان گہرون مین اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا
ہو منح الغفار مین ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہو چنانچہ بزازیہ مین ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر لو تو
صحیح نہین جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحاوی و الا یسم ذلک لا یصح و الحق بجہالۃ الجنس وہی ما لو وکلہ بشراء ثوب
او دابۃ لا یصح و ان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہوگی اور ملحق بجہالت جنس کی
اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل نے اوسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ قسم
ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہہ ہے کہ جسکی خرید کی وکالت ہوئی اگر اوسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کر دے تو وکالت صحیح ہے اور اگر
سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہین بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع
مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتہہ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین اور اسیطرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت
کذا فی الطحاوی و عن الحموی و بشراء طعام و بین قدرہ او دفع ثمنہ وقع علی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا
ادام کلحم مطبوخ او مشوی و بہ قالت الثلثۃ و بہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور
اوسکی مقدار بیان کر دی یا اوسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنی صاحب بزازیہ کے عرف مین اوس طعام پر جو مہیا ہے
کہانیکے واسطے ہر ایک اوس مطعوم سے جسکا کہانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بہنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسیکا فتوی ہے
کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم مین عرف اور رواج معتبر ہے ہم اور کوفہ کے عرف مین طعام عبارت ہے گیہون اور اوسکے آٹے سے اور
مصر کے عرف مین طعام کہتے ہین پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت
باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اوسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہے و فی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم و لو
دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت مین داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ دوا ہو جسمین شیرینی ہو چنانچہ
سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین مین ذکر کیا ہے نہ وصیت مین اور شاید کہ شارح نے یہہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ
وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحاوی و للوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ و لوارثہ او وصیہ ذلک بعد
موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پہیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے
جب تک کہ مبیع اوسکے ہاتہہ مین ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اوسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا
وارث اور وصی نہو تو اوسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پہیر دینا اور اسیطرح بیع کے وکیل کا حکم ہے ہم یعنی وکیل نے کوئی چیز بیچ کی اور
مبیع مین عیب نکلا تو مبیع اسکو پہیر دیجائیگی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پہیری جائیگی اور

موکل اجنبی ہے خصومت لعیب مین کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ وھذا اذا لم یسلمہ الی موکلہ فان سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتھاء
الوکالۃ بالتسلیم اور بیع یعنی رد بعیب اوس وقت ہو جب کہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کر دی اور اگر اوس نے مبیع اپنے موکل کو سپرد کر دی تو اوسکو
پہیر دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بالبیع فانہ یملک اقالۃ الفسخ مطلقا بالعیب الشرعی
قلتیہ بخلاف اوس وکیل کے جسنے کوئی شئے بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ ھم مطلقا
یعنی اگرچہ بیع مشتری کو دیچکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور بغیر اوس کے
اوسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ او لا یا الاولی لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز
ہے روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے صحیح ہے
کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبۂ ثمن مین ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وھی الحیلۃ
خلاصہ اور اگر وکیل نے اوسکو بثمن حال خرید کیا پہر بائع نے ثمن دینے کی کچھہ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہے
اور یہی حیلہ ہے کذا فی الخلاصہ ھم یعنے تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی تاخیر
ہیر اوس کو کذا فی الطحطاوی ولو وھبہ کل الثمن رجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط جبر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل
موکل سے تمام ثمن پہیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن پہیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اصل ثمن کا کذا فی البحر ھلک المبیع
من یدہ قبل حبسہ ھلک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی وکیل کے ہاتہہ سے قبل حبس مبیع تو موکل
کے مال سے ہلاک ہو گئی اور ثمن ساقط نہو گا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے ھم اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے
ہاتہہ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پہر موکل نے ثمن دیا سو ہلاک ہو گیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال
ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ھلک بعد حبسہ فھو کمبیع یھلک بالثمن وعند الثانی کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اوسکے حبس کے تو وہ بیع کی ثمن
ہے تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو یعنے اوسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہو ھم بیع کے مانند ہے یعنے اوس مبیع کے مانند
جو بائع کے پاس ہلاک ہو گئی اور بائع جب کہ حبس مبیع کر لیگا استیفا ثمن کے واسطے تو اوسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہو گا اسیطرح وکیل کے پاس ہلاک
ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہو گا اب وکیل موکل سے نہین لیسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل
بقدر فضل موکل سے پہیر لیگا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک
اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بحر الرائق کی پیروی کر کے بخلاف عینی
اور ابن ملک کے ھم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پہر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھہ اعتبار نہین حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہو اصل عقد مین اور
حقوق عقد مین وہ اصیل ہے تو اب کچھہ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد
بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہو گا صاحب کی
مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہو یعنے چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہو گا قبل قبض تو عقد باطل ہو گا اسواسطے کہ العاقد ہے
کہ افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہو والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہو نہ قبول سلم
کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال ھم اسلام کی یہ صورت ہو کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ وکیل راس المال مسلم الیہ کو دیوے اور قبول سلم
کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیھما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ
بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اوسکے بہیجنے والے کی مفارقت

معتبر ہے اسواسطے کہ پیام رسانی عقد مین ہونہ قبض مین و استفید صحۃ التوکیل بہما اور ستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ
عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہے بہتر یہ تہا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال
لحم بدرہم فاشتری عشرین بدرہم مما یباع منہ عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافاً لہما والثلثۃ قلنا انہ
امر بارطال معدودۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس طل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درہم سو وکیل نے دوچند گوشت اوسکا خرید کیا
یعنی بیس طل ایکدرہم سے اوسقسم کا گوشت جو دس طل ایک درہم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس طل سے دس طل بعوض نصف درہم کے بخلاف
صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے اونکے نزدیک بیس طل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے اوسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کے
طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنے دس طل کا تو اوس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی م خلاصۂ جواب یہہ ہو کہ وہ دس طل
کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو اشتری مالا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعاً کغیر الموزون
اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اوسکے برابر نہین یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس طل ایکدرہم کو بکتا ہے اوسکو دو درہم سے خرید کیا تو یہہ بیع وکیل کے واسطے
واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع م غیر موزون کی یہہ صورت ہو کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض
سو درہم کے تو اوس نے ایسے دو غلام خرید کیئے سو درہم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درہم کا ہے تو یہہ بیع موکل کو لازم نہو گی اسواسطے کہ ہر ایک
کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہوسکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اوسکے اجزا پر منقسم ہوجائیگا کذا
فی الطحطاوی بتصرف ولو وکلہ بشراء شیئ بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوانی غیر الموکل
لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفاً دفعاً للغرر اور اگر اسکو وکیل کیا اوس معین چیز کی خرید کا جو موکل
کی غیر ہو تو وکیل اوس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی غیبت مین جب کہ وکیل نے
امر موکل کی مخالفت نکی ہو لیکنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کریگا تو صحیح ہوگا کذا فی
المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر مین مذکور ہے م غیر موکل کی قید ہو اسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جسمین چیز معین
نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اوسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہہ خرید وکیل ہی کے
واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر چیز معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید
کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہہ ہے کہ
نکاح اون عقود سے ہے جنکی اضافت موکل کے طرف ضروری ہے اور اوسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جب کہ اوسیکے طرف منسوب اور
مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہرصورت موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اوسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی
مختصراً فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ
یعنی تو اگر وکیل نے شئے معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اوس ثمن کے جس کا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی
اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے در ضمن مخالفت امر کذا فی العینی م یہہ تفریع ہے حیث لم یکن مخالفاً پر
وان لیشتری شیئ بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اوسکو وکیل کیا
غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہو مگر جب کہ موکل کے واسطے اوسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت یا اوسکو موکل کے مال سے خرید کریگا
ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعاً اور اگر باہم وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے
اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونون مین اتفاق ہو

اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو ہمیں دو روایتیں ہیں ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور
نسبت ایک شخص کے مال کی طرف کی خواہ وکیل کے مال کیطرف یا موکل کے مال کیطرف تو وہ چیز اوسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کیطرف نسبت کی تو اگر
وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اوسیکی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا
اتفاق ہو تو امام محمد کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نقد پر حکم ہوگا انتہے جب یہہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو الا اذا نواہ
للموکل واجب ہے کہ اس صورت پر محمول سمجھیے جب کہ وکیل عقد کو اپنے مال کیطرف نسبت کرے خواہ اسکو موکل کے مال کے طرف نسبت کرے یا مطلق مال کیطرف
خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہہ ہے کہ موکل کو مال کے طرف اسکو
نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے
اور نیت میں تجاذب اور توافق اسوقت کا مراد ہے جب کہ عقد مطلق مال کے طرف مضاف ہو اور دو روایتوں سے صاحبین کا قول مراد ہے
کذا فی الجلبی زعم انه اشتری عبدا للموکل فهلک وقال موکله بل شریته لنفسک فان کان العبد معینا وهو حی قائم فالقول
للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن او لا لاخباره عن امر یملک استینافه وکیل نے کہا کہ اوسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک
ہوگیا اور اوسکے موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول
معتبر ہے مطلقا خواہ اوسنے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اوسکی خبر دی جسکی استیناف کا وہ مالک ہے ہم استیناف عقد یعنی سر نو
عقد جدید کر سکتا ہے یعنے اگرچہ وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو جادہ اور استیناف کا اختیار ہے اسطرح پر کہ کہے کہ مینے اوسکو موکل کے
واسطے خرید کیا اسواسطے کہ شے معین کی خرید میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک
الحکم اور اگر غلام میت ہو اور حالانکہ ثمن نقد ہے تو اسیطرح حکم ہے یعنے مامور کا قول معتبر ہے والا یکن منقودا فالقول للموکل لانه یحکی
الرجوع علیه اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہے اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہوتا
ان العبد غیر معین وهو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا لانه امین اور اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ
تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہو اسواسطے کہ مامور امین ہے والا فللامر للتهمة خلافا لهما اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول
معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے ہم تہمت یہہ ہو کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمین نقصان دیکھا تو آمر پر ڈالا قال بعنی
هذا لعمرو فباعه ثم انکر الامر ای انکر المشتری ان عمروا امره بالشراء اخذه عمرو ولغا انکاره الامر لمناقضته الاقرار بتوکیله بقوله
بعنی لعمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھہ سے عمرو کے واسطے پھر اوسنے امر کرنیوالے کا انکار کیا یعنی مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا
امر کیا تو عمرو اوس بیع کو لیگا اور اوس کا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اوسکے انکار کے اوسکی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے کہ مجھہ سے
بیچ عمرو کے واسطے یعنی جب اوسنے اول یوں کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اوسکا وکیل ہوں پھر اوسنے وکالت کا انکار
کیا تو اب یہہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم امره به ای بالشراء فلا یاخذه عمرو لان اقرار
المشتری ارتد برده مگر یہہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اوسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اوسکے رد کرنے
سے الا ان یسلمه المشتری الیه ای الی عمرو لان التسلیم علی وجه البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہہ کہ مشتری مبیع
عمرو کو تسلیم کردے تو عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادا ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی ترکی ثمن مروج ہے
امر بشراء شیئین معینین او غیر معینین اذا نواه للموکل کما مر بحر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین چیزوں
کی خرید کا جب کہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر ہم عنقریب مذکور یہہ ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا

وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کریگا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والمحال انه لو کیشتریهما فاشتری احدهما بقدر قیمته او بزیادة یسیرة یتغابن الناس فیها صح عن الآمر و ان کان لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعاً بخلاف وکیل البیع کما سیجئ میں دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اوسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک چیز خرید کی بقدر اسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہو جاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کے طرف سوالا اگر ایسا نہین یعنے کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کے طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اوسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا اذا امره ان یشتریهما بالف و قیمتهما سواء فاشتری احدهما بنصفه او اقل صح اور اسیطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونون کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے اون دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے کم قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اسمین موکل کا فائدہ ہے لہذا صحیح ہے ولو بالاکثر ولو یسیراً لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلاً بما بقی من الالف قبل الخصومة لحصول المقصود اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلاً دونون معین چیزون سے ہزار کی باقیماندہ سے قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اوس نے ایک غلام نیم ہزار اور دو درم کو خرید کیا تو یہہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درم کو خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم کو وجوّزا ان بقی ما یشتری بمثله الاخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اوتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امره من له علیه دین بشراء شیء معین بدینه الذی علیه و عینه او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالة فیبرأ الغریم بالتسلیم الیه اگر ایک قرضخواہ نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اوس دین کے جو اوسکا اوسپر ہی اور بیچ کو اوس نے معین کر دیا یا بائعکو معین کر دیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹہرایا جائے گا قبض دین مین بنابر دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہو جائیگا بائعکو دینے سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجهول باطل ولذا قال والا یعینه فلا یلزم الآمر و نفذ علی المأمور فهلاکه علیه خلافاً لهما بخلاف غیر معین بیع یا بائع کے سو اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر بیع یا بائعکو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی تو اوسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑیگا بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آمر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی العمادیه وکذا الخلاف لو امره ان یسلم ما علیه او یصرفه بناء علی تعین النقود فی الوکالات عنده و عدم تعینها فی المعاوضات عندهما اور اسیطرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اوس دین کے جو اوسپر ہے بنای خلاف ہی نقود کے متعین ہونے پر وکالات مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہے اور آمر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا آمر کے تصرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالات مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹہیری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہہ تملیک دین ٹہیری بدون سپاہت کے کہ اوس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیو اور یہہ جائز نہین کذا فی العمادیه لمنشا ولو امره ای امر رجل مدیونه بالتصدق بما علیه صح امره بجعله المال لله تعالی وهو معلوم اور اگر اوس نے اوسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اوس دین کے خیرات کرنے کا امر کیا جو اوسپر ثابت ہے تو اوسکا امر صحیح ہے بسبب ٹہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کیواسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو یعنی جب مدیون کو کہا کہ دین کو تصدق کر دے تو گویا اوس نے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹہرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہی خدا کا جل شانہ کما ذکره

بعد ثمن بخمسمائة وقال المأمور بالف فالقول للآمر مع يمينه فان برهنا قدم برهان المأمور لانه اكثر اثباتا اور اگر دونون نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین یعنے تسمیہ مقدار ثمن مین تو موکل نے کہا کہ مین نے تجھکو اوسکے خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنیکو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھہ پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین بہ اعتبار کثرت اثبات کے وکلہ بشراء اخیہ فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس هذا المشتری باخی فالقول له بیمینه ویکون الوکیل مشتریا لنفسه والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط اور اگر موکل نے اوسکو امر کیا اپنے بہائی کی خرید کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہہ جسکو خرید کیا میرا بہائی نہین تو موکل کا قول اوسکی قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور وکیل اوسکا مشتری ٹہریگا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ خریداری جب کہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہوچکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد علیه وان علی الوکیل لزعمه عتقه علی الآمر کذا فی الخانیة اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اوسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیہ ولو امر عبد بشراء نفسه لآمر من مولاه بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیده اشتریته لنفسه فباعه علی هذا الوجه عتق علی المال وولاؤه لسیده وکان الوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنیکا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اوسکو دیا سو وکیل نے اوسکے مالک سے کہا کہ مینے اوس غلام کو خرید کیا اوسیکی ذات کے واسطے سو مالک نے اوسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اوسکے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اوسکے طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی المحیط وان قال الوکیل اشتریته ولم یقل لنفسه فالعبد ملک للمشتری والالف للسید فیهما لانه کسب عبده وعلی العبد الف اخری فی الصورة الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلها فی الثانیة لان الاول مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مینے اوس غلام کو خرید کیا اور یہہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونون صورتون مین مالک کا مال ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے غلام کی کمائی ہے اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اوسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہے مولی کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکہتا وشراء العبد من سیده اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسه سلم فی العطاء صح الشراء مجرا اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہوجائینگے تو ہیہ واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی المحیط کما صح فی حصته اذا اشتری نفسه من مولاه ومعه رجل اخر وبطل الشراء فی حصة شریکه جیسے صحیح ہوگی خرید غلام کے حصے مین جب کہ غلام نے اپنے ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام کے ساتھہ دوسرا مرد مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری اوسکے ساتھی کے حصے مین مراد یہہ ہو کہ غلام اور اوسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل اوس پر دال ہے بخلاف ما لو شری الاب ولده مع رجل اخر فانه یصح فیهما بیوع الخانیة من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی لا الاول لان الشرع جعله اعتاقا ولذا ابطل فی حصة شریکه للزوم الجمع بین الحقیقة والمجاز بخلاف اوس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک مرد کے ساتھہ شریک ہوکر کہ یہہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہے استحقاق کی بحث سے اور دونون صورتون مین وجہ فرق یہہ ہو کہ بیع منعقد ہوجاتی ہے دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنی غلام کی شرکت

مین اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو عتاق قرار دیا ہے ولہذا بیع باطل ہے تمام ہوئی شریک کے حصے مین بسبب انہ جمع بین الحقیقۃ
والمجاز کے ہم یہہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہہ ہے کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام مین عتاق اور اوسکے شریک کے حق مین بیع
ملک ہوئی خلاصۂ جواب یہہ ہے کہ یہہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنے مجازی یعنے عتاق مین اور معنے حقیقیہ
یعنی ثبوت ملک مین اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہین قال لعبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان ففعل
ای باعہ علی ہذا الوجہ فہو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد
للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے
شخص کے واسطے سو اوس نے کیا یعنی اوسکے مالک نے اوسکو اسطرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہو سو اگر موکل نے اوسمین کوئی عیب پایا اگر اوس عیب کو
غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہین اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اوسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار
کذا فی الاختیار شرح المختار ہم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع مین اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان عتق لانہ
اتی بتصرف آخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیہما لزوال الحجر بعقد باشرہ مقترنا باذن المولی درر اور اگر غلام نے یہہ کہا کہ بیچ مجھکو
فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھہ یا یون کہا کہ مجھکو بیچڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ وکالت کے سوا
اوس نے دوسرا تصرف کیا تو اوسپر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت مین بسبب زائل
ہونے منع تصرف غلام کے اوس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھہ متصل ہوکر کذا فی الدرر ہم یہہ جواب ہو سوال
مقدر کا تقریر اوسکی یہہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام مجور التصرف ہو تو چاہیے کہ حقوق بیع اوسکے طرف راجع نہون فرع مسئلہ متعلقہ
شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا خلافا
و درر وکیل نے جب امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کے طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے
گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی البحر
والدرر ہم یہہ مسئلہ درر مین خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہہ تہا کہ شارح فقط خلاصہ پر نسبت کرتا واللہ اعلم

فصل یہہ فصل ہے بیع اور شرا وغیرہا کی وکالت
کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوہا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ
اور صرف اور سلم اور اونکے مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اوس شخص کے ساتھہ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہے بسبب تہمت کے
ہم مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھہ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا
اوس نے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اوسکے ہاتھہ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ
موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولے معلوم ہوگیا کذا
فی الطحطاوی عن البحر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے سوائے غلام اور مکاتب سے
اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھہ بیچنا جائز نہین مگر جب کہ موکل وکیل کو
علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھہ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اوسکا بیچنا ان لوگون کے ہاتھہ بمثل قیمت باتفاق امام اور
صاحبین کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لاشرائہ منہم باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا اونکے ساتھہ
درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اوسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق ہم شارح نے بیع
کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید مین کما لو باع باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا

لما ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ وفی السراجیۃ لو صرح بہ جاز اجماعاً الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت کثیر قیمت سے اور عوض اسباب کے ہم یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہی انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہی تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف در صورت عدم تقیید موکل ہے سو اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرہم بغبن فاحش اجماعاً لانہ بیع من وجہ شراء من وجہ صیرفیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درہم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہو ایک راہ اور خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ہم اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلاً الی رجل لیبیعہ لہا ویتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع اودہار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادہار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اوسے بیچدے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچدینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوے ہے کذا فی الخلاصہ ہم اسواسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسیطرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اوس مقام میں جسمیں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وھذا ایضاً ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہ بھی یعنے تجارت میں ادہار سے بیچنا اوس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اوتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادہار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسی کا فتوے ہے کذا صرح ابن ملک ومتی عین الامر شیئاً تعین الا فی بیعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جب کہ موکل کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درہم ادہار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درہم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ہم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اوس نے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھ اوسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں وانہا تتقید بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہا فی الاصح وکالکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسیطرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعہ بشہود او برأی فلان او علمہ او معرفتہ وباع بدونہم جاز بخلاف لا تبعہ الا بشہود او الا بحضور فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالاً وقال اشتر لی زیتاً بمعرفۃ فلان فذہب واشتری بلا معرفتہ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں کے روبرو یا بیچ اوسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اوسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے

روبرو کہ بدون اوسکے بیع جائز نہوگی کیسا فتوی ہے مین کہتا ہون اور اسمین کلام ہے جیسا کہ ظاہر ہوگیا اسی خاطر فتوی طلب ہے حکم اگر موکل نے وکیل کو
مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر مگر فلان شخص کی معرفت سے خرید کیا اور اوس نے بدون معرفت اوس شخص کے خرید کیا پھر روغن
مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے کہ خرید کر تا آنکہ فلان شخص کی معرفت ہو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم فتاوی عالمگیری ہے
کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو بالکل مفید نہین بلکہ اوسکو مضر ہے تو وکیل پر اوسکی مراعات واجب نہین خواہ اوسکی تاکید نفی سے کی ہو
یا نکی ہو چنانچہ اوسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے اوسکو بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر ہزار درم سے سو اوس نے دو ہزار نقد سے بیچا تو بیع موکل پر جائز
ہوا اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر اوسکی تاکید نفی سے کر دیگا تو مراعات اوسکی واجب ہے
اور اگر نفی سے تاکید نکی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اوسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اوس نے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اوس نے
تاکید بنفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہوا اور اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور تیسری قسم لیت چھوڑ دی ہے یہ ہے کہ شرط مفید محض ہوا اور ظاہرا اونکی تصریحات سے اس
وقت مین تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وصح اخذہ رہنا وکفیلا بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او
توی المال علی الکفیل لان الجواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن مین رہن لینا اور ضامن لینا تو اوس پر تاوان نہین اگر
رہن ضائع ہوگیا اوسکے ہاتھہ مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کے منافی ہے ہم ہلاکی مال کی صورت یہہ ہے
کہ مقدمہ رجوع کرے اوس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوجاوے لہذا بعضون نے کہا کہ
کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنے حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہو کر
مرجاوین کذا فی الطحطاوی عن الواقی عن شرح الہدایہ وتقید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید
بمثل قیمت ہو یا غبن قلیل کے ساتھہ غبن قلیل وہ ہے کہ اوسکے برابر کوئی قیمت کرنیوالا واقف کار تجارت کرتا ہو کذا فی الدرر و غبن یسیر کا واضح معنے اوپر ہوا اور
غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز و
جبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایہ اور یہہ جو کہ وکیل کی خرید جائز ہوتا غبن یسیر کے ساتھہ سو وقت ہے
جب کہ نرخ اوسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اوسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھہ بیع نافذ
نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبنایہ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل
وقالا لا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وہو استحسان ملتقی وہدایہ وظاہرہ ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اوسکو
غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچا الا قبل خصومت کے
تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایہ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ
اوسکے مخالف ہے کذا فی البحر ہم امام کی دلیل یہہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے
کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف
مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین وقید ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا
اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جاوے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے تو اس
تقیید کو تلاش کرنا چاہیئے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہو تو احتراز واقع ہوا اوس سے جسکی تبعیض مین ضرر
نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ
اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہے اوسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے معنے اگر قبل

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ او نکولہ
او اقرارہ فیما لا یحدث مثلہ فی ھذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر بیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اوسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہی
کے یا قسم نکھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اوس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اوسکو پھیر دیگا موکل پر وکذا باقرارہ
فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل اور اگر رد بیع ہوا وکیل کے اقرار سے اوس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہو اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو
وہ لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے ولہذا
وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ایداع کا مالک ہو وفرع علیہ بقولہ فان باع
الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے
بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسلئے
کہ وکالت مین خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے اختلاف مین مضارب کی
تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا
کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہے لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا لو وکلہما
بکلام واحد ولو الآخر عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے ساتھ ہی
وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مین نے تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہو گیا ہو اسلئے
ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونون وکیلون کی رائے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اوس تصرف مین ہے جسمین
اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اسمین رائے کی حاجت ہو اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف
الوصیین کما سیجیء فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اوس صورت مین نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ ہی
بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ نہوگا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا
فی خصومۃ بشرط رأی الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر خصومت مین نافذ ہے بشرط شرکت رای وکیل ثانی کے
نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ہے خصومت مین تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہے کہ شور وشغب کا سبب
ہوگا مجلس قضا مین کذا فی الدرر منح الغفار مین عینی سے مذکور ہے کہ خصومت مین وکیل ثانی کی رائے مشروط ہو تو اگر بدون رائے ثانی وہ مباشر
ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہیا الی القبض فحینئذ یجتمعان خصومت مین احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونون وکیل
منتہی ہون قبض کے طرف یعنی جب خصومت منتہی لقبض ہو تو جائز نہیں یہان تک کہ دونون وکیل مجتمع ہون کذا فی الجوہرہ وعتق معین
وطلاق معینۃ لم یعلقہما بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق
مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے ہر عتق اور طلاق معینہ بلا عوض مین رائے کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا
تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اوسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہیں وتعلیق بمشیئتہما ای الوکیلین
فانہ یلزم اجتماعہما عملا بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیئت وکیلین اسلئے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے
مصنف نے ہر چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اوسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہے اسواسطے
کہ جو چیز دو شئے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شئے کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت وظاہرہ
عطفہ علی لم یعلقہما کما یعلم من العینی واللہ یحق العبادۃ ولا ملقا بمشیئتہما فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر ہے عطف تعلیق بمشیئتہما

لم یوصنا پر ہے چنانچہ عینی اور عورت سے معلوم ہوتا ہے تو حق عبارت یون تہا ولا ظلقا بمشیتہما سو تامل کرو تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین
نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جبکہ انہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کئے گئے وفی تدبیر و ردّ عین کو ایقظ
و عاریۃ و مغصوب و مبیع فاسد خلاصہ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب
اور بیع فاسد کے پہیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادہا فلو قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شیٔ منہ وکمال
سراجیہ یعنی بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پہیر لیگا تو اوسکے پورے کا تاوان دیگا کیونکہ درصورت
ہلاکی شے مستردہ بسبب نہونے امر موکل کے اوسمین سے کچہ قبضہ کرنے کا تنہا معنے موکل نے یہہ نکہا تہا کہ ایک وکیل تنہا بعض شے پر قبضہ کرے
کذا فی السراج ہم یہہ جواب دیتے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ شے مستردہ کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یون تہا کہ وکیل
پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شے کے قبض پر مامور تہا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اوسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تہا بلکہ بہ اجماع
وکیلین امر تہا جب اوس نے خلاف اوسکا کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اوس پر لازم آیا وفی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولوالجیہ اور
تسلیم ہبہ یعنی موہوب مین احد الوکیلین کا نافذ ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اوسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی الولوالجیہ وقضاء دین
بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے اوا کرنے مین ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اوسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی
عدم استرداد عین اور قبض ہبہ اور تقاضائے دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اسمین موکل کی
غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کے حفظ کی برابر نہین وبخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء
والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدہما الانفراد معینی اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونیکے اور ایسی
طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہہ چہہ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے
انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی الاشباہ مذکورہ بالا چیزین ہین جہہ تو شارح نے وصایت مین دو صورتین شمار کی ہین الکسورتیہ کہ دونکو
ساتہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہہ کہ علے التعاقب کیا چونکہ مذکورہ بالا چیزون مین رائے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً
بادشاہ نے ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کئے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف الا فی مسئلۃ ما
اذا شرط الواقف النظر لہ ولکل مستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اوس مسئلہ مین جبکہ وقف کرنیوالے
نے نظارت واسطے اپنے اور واسطے ہر ایک استبدال کے فلانے شخص کے ساتہہ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی
الاشباہ والتوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذ لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادائی دین کا وکیل خواہ ادائی دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اوسپر زبردستی
نکیجائیگی اذا کہ اوس میں شبہ نہیکہ موکل کا وکیل پر دین نہوا اور یہہ واقعہ کبہی فتوی طلب تہا چنانچہ اوسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہو اور مصنف نے
اوسپر بہروسا کیا ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہو چنانچہ اوسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اوس فعل سے جسمین وہ وکیل
ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی اور ملتقات مین علت اوسکی یہہ ذکر کی ہے کہ احسان کرنا اوسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہے کہ وکیل پر جبر
ہوگا وضع و ثمن حبکہ اوسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی وقال ومفادہ ان الوکیل بیبیع عینًا من مال الموکل لو فات ثمنہ لا یجبر
علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعًا مصنف نے کہا اور عدم
جبر وکیل کا مفاد یہہ ہو کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادائی دین کے واسطے تو اوسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ
وکیل پر جبر نہین مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے

اور اوسکے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہو یعنی افعال مذکورہ اوسپر لازم الفعل نہیں الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ
بدفع عین ثم غاب او ببیع رھن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ
خلافا لما افتی بہ قاری الہدایۃ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جب کہ موکل نے اوسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا
یا اوس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہو یا بعد عقد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اوسکو وکیل کیا خصومت
مین مدعی کے طلب کرنیسے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوای قاری ہدایہ ھم بیان شارح ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قاری
ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اوسکی فقط متن کے مسئلے مین ہے کہ وجوب وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین
وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین شرح مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فقد بحثہ
کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اسکو ھم اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر
انتہی مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اوسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ
اوسکو پہنچ گیا بدلا اوسکے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا فی الحطاوی ولا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی ذکرھا فی تنویر
البصائر فلعلہ اولی اور نہ بھولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کے طرف کہ اوس نے پورا اسکو بیان کیا
ھم واقعۃ الفتوی یہہ ہے کہ جب وکیل ہوا اوس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اوسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملاکر پانچ
مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضای دین پر اپنے مال سے تو اوسپر جبر نہین اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو
اوس پر جبر ہے کذا فی الحطاوی والمحشا وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا
بنفسہ او مسافرا او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے کہ وکیل کرنا بدون رضامندی مدعی کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر
یہہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ھم یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ لوجود
الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ھم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز
نہوا کہ اوسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی رای سے راضی ہوا اور لوگ رای مین مختلف ہوتے ہین اور دوسرا وجہ یہہ ہے کہ جس
کام مین وہ وکیل ہوا اوسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل بطریق اولی نہین مثلا بیع کا وکیل دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کرسکتا
لیکن تقاضای ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی دفع زکوتہ فوکل آخر
ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ الخانیہ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جب کہ وکیل کو
دفع زکوۃ مین وکیل کیا سو اوس نے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو علے ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو
دی تو جائز ہے اور یہہ جواز موقوف نرہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی الخانیۃ ھم یعنے موکل نے زید کو قربانی خریدنے
پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوس نے جائز رکھی تو جائز ہے
اور نہین تو نہین کذا فی الحطاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا
وکیل جب کہ وکیل کرے اوسکو جو اوسکی عیال مین ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ
فیصح بلا اجازۃ لحصول المقصود درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹہیرانے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز
ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر ھم اسواسطے کہ رای کے طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو بیان حاصل
بخلاف اوس صورت کے جب کہ وہ وکیل مقرر کرے اور ثمن ٹہیراوے یا اسواسطے کہ جب دوسرے شخص کے طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ

غرض موکل اجتماع رای وکیلین سے زیادت مثن اور اختیار مشتری ہین کذا فی الہدایہ والتفویض الی رایہ کالعمل برایہ کالاذن فی التوکیل
الا فی طلاق وعتاق لانہما مما یحلف بہ فلا یقوم غیرہ مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی رای کے طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے
یون کہنا کہ عمل کر اپنی رای اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے مین مگر طلاق اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق
اور عتاق منجملہ اون امور کے ہے کہ اون سے قسم کہائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجای وکیل نہین ہو سکتا کذا فی القنیہ وہذا حکم بنظر تفویض کے ہی
اور اگر وکیل کو صریحا اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ بلا دخابدون
اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے
غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اوسکو جائز رکہا
تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رای وکیل اول ہو سو یہان حاصل ہے
الا فی ما لیس بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلیقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اوس تصرف مین جو عقد
نہین جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کے شرط سے یعنی دونون
تعلیق بالشرط کی قابل ہین تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وکذا ابراء عن الکتابۃ فتح
وخصومۃ وقضاء دین فلا تکفی الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیہ اور دین سے ابرا کرنے مین کذا فی القنیہ اور خصومت اور ابرای دین
مین توکافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے مع خلاف خانیہ فقط خصومت مین ہے اوسمین یون ہے کہ اگر وکیل
ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اوسی نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل
بیع کذا فی الطحطاوی ولو فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف حتی وجد نفاذا اور
اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اوسکو وکیل اول نے جائز رکہا تو جائز ہے مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نرہیگا جب کہ وہ
نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر والتفویض فہو ای الثانی وکیل الاصیل وحینئذ فلا ینعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت
الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل اول کا وکیل ہے اور
اس وقت مین تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل اول
کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضا مین وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ
من صنعہ بخلاف اعمل برایک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل
صرح بہا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے
اس قول مین کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اوسکا معزول کرنا بہی اوسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول
کے عمل کر اپنی رای پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جای کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اوسکو اپنے نائب کا معزول
کرنا جائز ہے بدون صراحت کے کہ اوسکو معزول کرنا صریحا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل
وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر
اور در یافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتویٰ ہے کذا فی زواہر
الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امراتی صار وکیلا بالطلاق وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک
فی امر امراتی فلا یتقید بہ صراحۃ کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا

اوسکا مجلس مین یعنے اگر اوسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ مین تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین
تو طلاق مقید نہوگی اوسی مجلس کے ساتھ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اوس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ
فی حقہ وحینئذ فاذا باع عبدا ومکاتب اوذمی او حربی ای عین مال صغیرۃ الحر المسلم او شری واحد منہم بہ او زوج صغیرۃ
کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اوسکا تصرف جائز نہین اوس غیر کے حق مین اوس
وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص اونمین سے بعوض اوس مال کے کچہہ خرید
کرے یا نکاح کر دے اسطرح کی صغیرہ کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی
ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بہی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا لو
یملک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ
اور صغیر کے مال مین اوسکے باپ کی ولایت ہی پہر باپ کے وصی کی پہر اوسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہی دوسرے وصی کرنیکا
پہر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہین پہر دادا کے وصی کی پہر اوسکے وصی کے وصی کی پہر ولایت قاضی کی ہے پہر
اوسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پہر اوسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام و وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ
الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور ماکے وصی اور بہائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین ماکے متروکہ
اور اسطرح بہائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اوسکے وصی کے یا اوسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہی
وان لم یکن واحد مما ذکرنا فلہ ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو اشخاص بہ مذکورہ سے تو اوسکو یعنے ماکے وصی کو ماکے متروکہ مین حفاظت
کی ولایت ہی ولہ بیع المنقول لا العقار اور ماکے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ غیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہی
کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری الا الطعام والکسوۃ لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیہ اور ماکا وصی کوئی چیز خرید نکرے سوای
طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیہ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے وصی القاضی کوصی
الاب الا اذا قیدہ القاضی بنوع تعیّد بہ وفی الاب یعمّ لکل عمادیہ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی وصی کو
ایک قسم کے تصرف کے ساتہہ مقید کرے تو اوسکا وصی ہونا اوسی قسم کے ساتہہ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہی کذا فی
العمادیہ یعنے اگرچہ باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بہی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا ترجع حقوق
عقد باشراہ للیتیم الیہما بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلاف
اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اوسکے امین کی طرف اوس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوئی بخلاف
وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اوسکا امین تاوان دیوے بعد بالغ ہونے یتیم کے اوس چیز کی ثمن کا جسکو قاضی یا اوسکے امین نے یتیم کیواسطے
بیچا تو صحیح ہے بخلاف اون لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ دونون حقوق عقد سے
اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ اونکے واسطے حق استیفا ثابت ہی تو اون کا ضمان دینا اپنی ذاتون کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بالوکالۃ اور اشباہ
مین ہی کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوای وصی کے کہ اوسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنی
واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابو السعود نے حاشیہ لکہا ہم اوسمین بجای
وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم

تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے میں وکیل کرے سو اوس نے اوسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ
بشن مامور سے بہرے اور مامور لینے آمر سے اور وکیل آمر اول سے۔ یہ کذا فی الطحاوی عن الاشباہ **باب الوکالۃ بالخصومۃ**

والقبض یہہ باب ہو خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہم مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہما کے
بہی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہو دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہان یا نہیں چنانچہ سابق مذکور ہوچکا وکیل الخصومۃ
والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر و بہ یفتی لفساد الزمان واعتمد فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضے کا
یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے لسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور
بحرالرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا بمعنے اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہو لیکن عرف میں تقاضا بمعنے مطالبہ ہے۔ قبض اور عرف
مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب
بحر نے فتاوی صغری سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہان سوداگرون میں رواج ہو کہ تقاضا کرنیوالا
وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی
الطحاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضے کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر ہو اسطے کہ صلح مغائر ہے
اوسکی جسکے واسطے وہ وکیل ہوا ورسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہو قبض کا
نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک او کن رسولا عنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یون کہنا کہ ارسلتک یعنے
مینے تجھکو پیام رسان کیا یا یون کہنا کہ کن رسولا عنی یعنے تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہہ رسول مقرر کرنا ہے اور یون کہنا کہ مینے
تجھکو امر کیا اوسکے قبضہ کرنے کا یہہ توکیل ہے برخلاف زیلعی یعنے زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے۔ توکیل ولا یملکہما ای
الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور قبض کا ہم ملازمت عبارت ہو ساتہہ نچہوڑنے سے سو اسکو خصومت
اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح بحر جیسے وکیل صلح مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر ووکیل قبض الدین
یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما لو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین
کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے
قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہم اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا
سو ذوالید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہے گا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحاوی واما وکیل
قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پہیرنے اور رد
بالعیب کا وکیل تو مالک ہو خصومت کا قبض کے ساتہہ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما
لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلو بعیرۃ وکیلا و لا امر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم
بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرے دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوای ایکدرہم کے تو اوسکا قبض مذکور جائز
نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہے لینے دین کا پہر لینا مدیون سے پورا اور اسطرح نہ قبض کرے
ایک درم سوای ایکدرم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع منہ ثم برھن
المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ذخیرہ تو اگر مدیون کے
گواہ نہون ادای دین موکل پر پہر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادای دین کا اور وکیل نے اوسپر قبضہ کیا سو اوسکے پاس تلف ہو گیا پہر مدیون

مطلوب نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے بری ہو لیگا جو اوس نے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبضہ اور تصرف موکل کے
قبضہ کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لا یجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ لا
یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جب کہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی مگر جس صورت میں کہ وکیل
بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جب کہ وہ باز رہا اوس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے
مگر تین مسئلوں میں جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اوسپر جبر
ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے م یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا اوسپر جبر ہوگا اور تصویر اوسکی یون ممکن ہے کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اوسپر
ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اوس مال میں جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا
فی المحیط وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ہذا التوکیل فلو اثبت
الوکیل المال لہ ای لموکلہ فاراد الخصم الدفع لا یسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی
خصومات میں اور اپنے حقوق کے لینے میں لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اوسمین جو موکل پر دعوی کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہے
سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اوسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اوسمین وکیل نہیں کذا
فی الدرر تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ
لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار
سوای حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کے رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ
غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں وان انعزل الوکیل بہ ای بہذا الاقرار حتی
لا یدفع الیہ المال ولو برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہو جاوے اس اقرار
کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائے گا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر صورت اوسکی یہ ہے کہ موکل نے
اوسکو وکیل کیا اس کام کا کہ خصومت کرے موکل کی جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اوس نے بیچی ہے تو وہ اس اقرار سے
معزول ہوگیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی وکذا اذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک
بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزازیہ اور اسیطرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار مستثنی کر لیا اسطرح کہ میں نے تجھکو خصومت
غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ م بحر الرائق میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک
یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنی کرلے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا
۳ یہ کہ انکار کو مستثنی کرلے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ میں ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار میں وکیل کرے تو خصومت اور اقرار میں
وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار میں وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ ای القاضی
لا یصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثنا انکار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار
وکالت سے نکل جائیگا تو اوسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر اور
صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر ہوجائے گا کذا فی البحر م طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہے
کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اوسپر کچھ حق واجب نہوا سواسطے کہ ہر شخص خصومت
پر قادر نہیں سو اگر مخاصم اوسپر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اوسپر حکم نکریگا ویبطل توکیل الکفیل بالمال

لئلا یصیر عاملاً لنفسه اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جائے م صورت اوسکی یہہ ہو کہ اگر ایک
شخص کو دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اوس کا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل
صحیح نہو گی اسواسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ٹھیری یعنے وہ
ساعی ہو گا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی کذا فی العینی کما لا یصح توکیله بقبضه ای الدین
من نفسه او عبده لان الوکیل متی عمل لنفسه بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسه فیصح و یصح عزله قبل ابرائه
نفسه اشباه جیسے صحیح نہیں توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اوسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل
جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہو گئی مگر جب کہ دائن مدیون کو ابرای ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے
اور صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل ابرات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ م قوله اذا وکل اسمین ضمیر فاعل سے
راجع ہے اون کے طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر وکیل کرے ابرای نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے
اپنی ذات کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنیکے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اوسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط
یہہ ہو کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہہ کہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہو لیتے جب یہہ معلوم ہوا تو شارح کا یوں کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت
باطل ہے بلا وجہ ہے مگر یہہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجئے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضه من المحال علیه او
وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالة کونه قاضیا و مقتضیا قنیه یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا
وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہے کذا فی القنیہ م اگر کوئی کہے کہ محیل
کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہو گیا تو اوسکی توکیل کیوں صحیح نہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی براءت نفس میں
اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مر جائے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہو گا خلاصہ عبارت قنیہ یہہ ہے کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین
لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اوس وکیل کو اپنے طرف سے دینے کا وکیل کیا کہ یہہ میرا اسباب بیچکر صاحب دین کا دین ادا کر سو اوس نے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف
ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اوسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا
میں کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول و وکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانهم لان کلا منهم
[illegible] بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول بقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ اون کا تاوان
دینا صحیح ہے اسواسطے کہ ہر شخص اونمیں سے سفیر اور معبر محض ہے یعنے حقوق عقود اونکے طرف راجع نہیں جو اونکا ضمان صحیح نہو الوکیل
بقبض الدین اذا کفل صح و بطل الوکالة لان الکفالة اقوی للزومها فصلحت ناسخة قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہو جائے مدیون کا تو
صحیح ہو اور وکالت باطل ہو گئی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو منسوخ
ہو سکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنے جب کہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہو گی
یہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلما صحت کفالة الوکیل بالقبض بطلت وکالته تقدمت
الکفالة او تأخرت لما قلنا اور اسیطرح جب کہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہو گی وکالت اوسکی باطل ہو جائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا مؤخر
ہو بسبب اوس دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اوسکی ناسخ ہو گی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری
لم یجز لما مر انه یصیر عاملا لنفسه بیع کا وکیل جب کہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کے جانب سے تو جائز نہو گا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنے اور شرط وکیل یہہ ہے کہ عامل لغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

رجع لبطلانہ وبدونہ لا لتبرعہ پہر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پہیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون بحکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پہیرے بسبب اوسکے تبرع یعنی احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدقہ الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اوسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اوسپر ادای دین کا حکم کیا جائے گا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفای دین کا دعوی کریگا یعنے بمجرد دعوے ایفای دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقہ فی التوکیل فبہا وتمت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پہر اگر غائب آیا سو اوس نے اوسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائے گا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادای اول کے اوسکے منکر ہونے سے قسم کے ساتھہ ہم یعنے جب غائب نے قسم کہائی کہ یہہ شخص میرا وکیل نہین تو شرعے وکالت کو دین دینا فاسد ٹہیرا لہذا اوسپر دوبارہ ادای دین لازم ہوگا ورجع الغریم بہ علی الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصہ اور مدیون وکیل سے دین پہیر لے اگر دین اوسکے ہاتھہ مین باقی ہو اگرچہ بقای دین حکمی ہو نہ حقیقے سطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اوسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ وان ضاع لا عملا بتصدیقہ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اوسکو نہین لیسکتا اوسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اوس نے دین دیا اوسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹہیرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع لقدر ما یاخذہ الدائن ثانیا لا ما اخذہ الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر مدیون اوسوقت وکیل سے دین پہیر لے جب کہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اوسکے جسکو دائن دوسری بار لے نہ اوس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم الضامنی کی صورت یہہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اوسکا وکیل ہی لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجہہ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال لہ قبضت منک علی انی ابرأتک من الدین فہو کما قال الاب للختن عند اخذ مہر بنتہ اخذ منک علی انی ابرأتک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا ہذا بزازیہ یا وکیل نے مدیون کو کہا کہ مین نے تجہہ سے مال لیا اس شرط پر کہ مینے تجہکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے کے وقت کہ مین اس شرط پر تجہہ سے لیتا ہون کہ مین نے تجہکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگی تو داماد باپ سے پہیر لے گا سو سطرح یہہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیہ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ بعد صحود فی السکوت والتکذیب ودفع لہ ذلک علی زعمہ الوکالۃ فہذہ اسباب للرجوع عند الہلاک اور سطرح وکیل نے ضامنی کی جب کہ موکل اوسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اوسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتون سکوت اور تکذیب کو تو یہہ اسباب ہین رجوع دین کے جب کہ دین ہلاک ہوجاے وکیل کے پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہہ کہ قبض کری لبشرط ابرای مدیون تیسرا یہہ کہ ضامن ہو در صورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پہر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھہ ہم تصدیق وکیل سوای مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ متن ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوہ المذکورۃ کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو پہیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہین تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل او علی اقرارہ بذلک او اراد استحلافہ لم یقبل لسعیہ فی نقض ما اوجبہ للغائب اور اگر

مدیون گواہ لایا اس پر کہ وہ شخص وکیل نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اوس اقرار پر یعنے عدم وکالت کے اقرار پر یا اوس نے وکیل سے قسم لینی کا
ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب سبقت کرنے مدیون کے اوس چیز کو توڑنے مین جسکو اوس نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہی غائب کا
اور دافع اوسکا پھیر لینا چاہتا ہے کذا فے المحیط و تقبل لو برھن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحر ہان اگر مدیون گواہ لاوے
اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کرچکا ہے اور وکیل نے مجھسے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کذا فے البحر یعنے اسواسطے مقبول ہے کہ نقض
موکل کے جانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی و لو مات الموکل و ورثه غریمه او وھبه
له اخذه قائما ولو ھالکا ضمنه الا اذا صدقه علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اوسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ
کردیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو اوس کا تاوان لے مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق
کرچکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین و انکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکله عینی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار
کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہہ قسم کھاویگا کہ اوسکو معلوم نہیں کہ دائن نے اوسکو وکیل کیا ہے کذا فی العینی قال انی وکیل بقبض الودیعۃ
فصدقه المودع لم یؤمر بالدفع الیه علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا مین وکیل ہون قبض امانت کا سوا امانت دار نے اوسکی تصدیق
کی تو اوسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ رحمہ اللہ کے کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی
ہے اور یہان مذہب مذکور ہے تو کچہہ معارضہ نہین ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا الخ اور اگر امانتدار وکیل کو دیگا تو استرداد کا
مالک نہوگا کسیطرح خواہ اوس نے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءھا من المالک و صدقه
المودع لم یؤمر بالدفع لانه اقرار علی الغیر اوراسیطرح حکم ہے اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانتدار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکے
دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور یہہ علت ہے دونون مسئلون کی ولو ادعی انتقالها بالارث او الوصیۃ منه وصدقه
امر بالدفع الیه لاتفاقهما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق ولا بد من التلوم فیهما لاحتمال ظهور وارث
آخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانت دار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو اوسکے
دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانتدار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق ترکہ نہ ہوا اور ضرور ہے انتظار سے دونون صورتون مین
ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونیکے احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انکر موته او قال لا ادری لا یؤمر به ما لم یبرھن
اور اگر امانت دار نے اوسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جبتک وارث گواہ نلاوے موت پر و دعوی
الایصاء کالوکالۃ فلیس لمودع میت و مدیونه الدفع قبل ثبوت انه وصی اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوی کے مانند ہے تو میت کے
امانتدار اور اوسکے مدیون کو جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اوسکے ثابت ہونیکے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل و لو لا وصی فدفع الی بعض
الورثۃ بری عن حصته فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارث کو دیا یعنے سب دین یا تو مدیون فقط اوسی وارث کے حصے سے
بری الذمہ ہوجاویگا تسنے باقی وارثون کا مواخذہ اوسپر باقی رہے گا ولو وکله بقبض ماله فادعی الغریم ما یسقط حق موکله کاداء
او ابراء او اقراره بانه ملکه دفع الغریم المال ولو عقارا الیه ای الوکیل لان جوابه تسلیم ما لم یبرھن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا
وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اوسکے موکل کے حق کو ساقط کردے چنانچہ ادائے دین یا ابراء دین یا موکل کا یہہ اقرار کہ وہ مال میری
ملک ہے یعنے مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کرلینا ہے دین اور وکالت کا جبتک
گواہ نلاوے اپنے دعوی پر یعنی جب مدیون نے ادای دین کا دعوی کیا مثلا تو اوس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اوسپر دینا لازم ہوا محشی
نے کہا کہ یہہ قول تعلیل ہونیکے لائق نہین تعلیل وہ ہے جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکورہ سے وکالت ثابت ہوئی اور ادای دین بحجہ

دعوی ثابت ہوا تو اوسکے حق مین تاخیر نہوگی و له تحليف الموكل لا الوكيل لان النيابة لا تجري في اليمين خلافا لزفر اور مدیون کو جائز
ہو قسم لینا مثلاً ادای دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے ولو وكله ببيع
في امة فباع وادعى البائع ان المشتري رضي بالعيب لم يرد عليه حتى يحلف المشتري والفرق ان القضاء هنا فسخ لا يقبل
النقض بخلاف ما مر خلافا لهما اور اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے
راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نکرے جب تک مشتری قسم کہائے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین یہہ ہے کہ قضا یہان فسخ
ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کے اونکے نزدیک رد مبیع ہوگا یعنے اگر رد مبیع کے ہم قائل ہون
تو قضا فسخ ٹھیریگی کیونکہ رد سے عیب کے اوسطرح کا فسخ عقد ہوا اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے
نزدیک قضا نافذ ہے ظاہرا و باطنا دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اوسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا
ظاہر ہو قسم نکہانیکے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر مجرد تسلیم تو قضا بالعقود والفسوخ مین نہ ٹھیری
كذا في المجتبى فلو رده الوكيل على البائع بالعيب فحضر الموكل وصدقه على الرضى كانت له لا للبائع اتفاقا في الاصح لان
القضاء لا عن دليل بل للجهل بالرضى ثم ظهر خلافه فلا ينفذ باطنا نهاية پہر اگر وکیل نے لونڈی پہیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی پہر
موکل آیا اور اوسنے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح
مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ نادانستگی رضامندی سے ہے پہر اوسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن مین كذا في النهاية
والمامور بالانفاق على اهلي او بنائها او القضاء لدينه او الشراء او التصدق عن زكوته اذا امسك ما دفع اليه ونقد من
ماله ناويا الرجوع كذا قيد الخامسة في الاشباه حال قيامه لم يكن متبرعا بل يقع التقاص استحسانا اذا لم يضف الى غيره
اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنای عمارت پر یا مامور ہو اوسکی ادای دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جب کہ وہ رکہہ چھوڑے
وہ مال جو اوسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے مال موکل کے موجود ہونیکے وقت رجوع کی نیت کر کے اسیطرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ
خامسہ یعنی زکوۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ متقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہو جائے گا بطریق استحسان کے جب کہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کے
طرف نسبت نکیا ہو یعنی صرف کیوقت یون نکہا ہو کہ یہہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کے طرف نسبت کیا ہو یا مطلقا دیا ہو ہم رجوع کی نیت
یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اوسکو عوض ٹھیراویگا اوس مال کا جو اوسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید غلط ہے
اتفاقی ہے فلو كانت وقت انفاقه مستهلكة ولو بصرفها لدين نفسه او اضاف العقد الى دراهم نفسه ضمن وصار مشتريا
لنفسه متبرعا بالانفاق لان الدراهم تتعين في الوكالة نهاية وبزازية پہر اگر مامور کے خرچ کرنیکے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہون
اگرچہ اونکا استہلاک مامور کے دین ذاتی کے طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کیطرف نسبت کیا ہو یعنی یون کہا ہو خرید
کے وقت مثلاً کہ مین اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھیر جائیگا اور اہل وعیال کے
خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نکر سکیگا اسواسطے کہ یہہ دراہم وکالت مین متعین ہو جاتے ہین كذا في النهاية
والبزازية ہم انفاق کے مانند شرا اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے جب کہ وکالت مین دراہم متعین ٹھیرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک
ہو گئے تو وکالت باطل ہوگئی پہر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہین لیسکتا كذا في الطحطاوي بقي في الملتقى لو امره
ان يقبض من مديونه الفا ويتصدق فتصدق بالف ليرجع على المديون جاز استحسانا انتهى یعنی اگر موکل نے وکیل کو امر کیا
کہ میرے مدیون سے ہزار درہم لے اور صدقہ کر دے سو اوسنے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پہر لے اوسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے

هم بحر الرائق مین ہیہ روایت مستقیٰ بالنون کیطرف منسوب ہو اور اسیطرح در المختار کے بعضے نسخون مین ہے اور اسیطرح منح الغفار مین ہے بلا استدراک اور وجہ اوسکی یہہ ہوکہ جو دراہم کہ مدیون پر دین ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وَصیٌّ اَنفَقَ مِن مَالِہٖ وَالحَالُ اِنَّ مَالَ الیَتِیمِ غَائِبٌ فَھُوَ ای الوصی کَالاَبِ مُتَطَوِّعٌ اِلَّا اَن یُشھِدَ اَنَّہٗ قَرضٌ علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وَغیرہ وَعَلَّلَہٗ فِی الخُلَاصَۃِ بِاَنَّ قَولَ الوَصِیِّ وَاِن اعتُبِرَ فِی الاِنفَاقِ لٰکِن لَا یُقبَلُ فِی الرُّجُوعِ فِی مَالِ الیَتِیمِ اِلَّا بِالبَیِّنَۃِ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اوسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہو مگر یہہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کرلے اسکو کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اوسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھیریگا فروع مسائل ملحقہ شارح کی الوَکَالَۃُ المُجَرَّدَۃُ لَا تَدخُلُ تَحتَ الحُکمِ وَبَیَانُہٗ فِی الدُّرَرِ وکالت مجردہ یعنے جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اوسکا درر مین ہے ہم درر مین صغرٰی سے منقول ہے کہ قبض دین کے وکیل نے جب کہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سواوس نے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنی قاضی اسکو سماعت نکریگا انتہے بقدر الضرورۃ وَصَحَّ التَّوکِیلُ بِالسَّلَمِ اور صحیح ہے توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت اوسکی یہہ ہوکہ کچھہ روپیے کسی آدمی کو دے تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لَا بِقَبُولِ عَقدِ السَّلَمِ صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین ہم صورت اوسکی یہہ ہوکہ کسیکو وکیل کیا کہ روپیے لے طعام مسمی مین سو وکیل نے روپیے لیئے اور موکل کو دئیے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور روپیے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھیرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی فَالنَّاظِرُ اَن یُسلِمَ مِن رَیعِہٖ فِی زَیتٍ وَحُصُرٍ تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقف کی محاصل مسجد یا مدرسہ کیواسطے تیل اور چٹائیون مین ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور اوس نے مسجد کے چراغ روشن کرنیکے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کیواسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور توکیل بالسلم صحیح ہے وَلَیسَ لَہٗ اَن یُوَکِّلَ بِہٖ مَن جَعَلَہٗ اَمِینًا عَلَی القَریَۃِ فِیَامُرُہٗ بِعَقدِ السَّلَمِ وَیَتَسَلَّمُ مِنہُ عَلٰی مَا قُرِّرَ لَہٗ بِالمُنَا لِاَنَّہٗ وَکِیلُ الوَاقِفِ وَالوَکَالَۃُ اَمَانَۃٌ لَا یَصِحُّ بَیعُہَا وَتَمَامُہٗ فِی شَرحِ الوَھبَانِیَّۃِ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اوس شخص کو جسکو اوس نے امین مقرر کیا ہے قریۂ وقف پر کچھہ مال معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اور سواناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا اور رأس المال سلم کا اوس امین سے لے باطل مین بعوض اوس وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہیہ اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم امین کو حبوب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھہ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اوس نے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصًا

باب عزل الوکیل

یہہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام مین اَلوَکَالَۃُ مِنَ العُقُودِ الغَیرِ اللَّازِمَۃِ کَالعَارِیَۃِ فَلَا یَدخُلُھَا خِیَارُ شَرطٍ وکالت اون عقود مین سے ہے جو لازم نہین جیسا کہ عاریت تو وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ہم عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہے تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اسمین خیار شرط کی کچھہ حاجت نہین وَلَا یَصِحُّ الحُکمُ بِہَا مَقصُودًا وَاِنَّمَا یَصِحُّ فِی ضِمنِ دَعوًی صَحِیحَۃٍ عَلٰی غَرِیمٍ وَبَیَانُہٗ فِی الدُّرَرِ اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود و بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر درضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہے ہم اوپر اسباب کے عنقریب گذرا درر میں ہے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا منکر تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہ یہہ ہوکہ

حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعاً غیر لازم ہے پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول میں وللموکل
العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجئ تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب
چاہے تا وقتیکہ اوس سے حق غیر متعلق ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ھ یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا
کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اوسکو معزول نہیں کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اوسکا حق فوت ہو جاوے اور اگر مدعا علیہ موجود
ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہیں موکل کو اوسکے معزول کرنے کا اختیار ہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی کلا دوری وتعتانی خلافا
ما صححہ البزازی وسیجئ عن العینی خلافہ فلیتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہیں اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق میں بنا بر اس
قول کے جسکی تصحیح کی ہے بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ھ وکالت دوری یہہ کہ موکل کہو وکیل سے کہ
مین نے تجھکو فلانے کام کا وکیل کیا جب کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی العزل القصدی اما الحکمی فیثبت
وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل
کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ
قبل وجود الشرط فی المعلق بہ ای بالشرط بہ یفتی شرح وھبانیہ اگرچہ اوسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اوس وکالت مین جو
معلق بشرط ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ویثبت ذلک ای العزل بمشافہتہ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلہ وارسال رسول
ممیز عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول
کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزولی کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق
آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اوسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب کرکیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین
ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ
عزل ثابت ہوتا ہے جب کہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بہیجا ہے تاکہ مین تجھکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو
اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی
معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کی چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین
جو اول مذکور ہوچکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہے ہم اخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیع کو بیع کی خبر پہونچانا اور باکرہ
نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شراکو اور محجور ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر
ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین شرط ہے کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقدمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور ہم نے
مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اوسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ
وبشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم
موکلہ خصومت کے وکیل اور شئے معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق
اور مال موکل کی بیع اور شئے غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ اوسکا موکل
معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاضی وامام نفسہما والا لا کما بسطہ فی البحر [illegible] دانست بادشاہ کی
قاضی اور امام مسجد کو اپنی خلافت کی معزول کرنیکی شرط ہے اور نہین تو معزولی ثابت نہیں چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکو شرح بیان کیا ہے یعنی اگر قاضی نے

آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپکو امامت سے معزول کیا تو یہہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکّلہ بقبض الدین فلک عزلہ
ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کما مرّ وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہو اگر اسکو
موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ
اوسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے م تعلق حق مدیون یون ہے کہ اگر معزولی بلا علم مدیون صحیح ہو تو
مدیون مغرور یعنے فریب خوردہ ہو جائیگا درصورت ادای دین بوکیل الا اذا علم بہ بالعزل المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرّع علیہ بقولہ
مگر جب کہ مدیون معزولی کو معلوم کر جاوی تو اب اسوقت مین وکیل معزول ہو جائیگا پہر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آیندہ کو متفرع کیا فلو دفع
المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ برئ وبعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو
دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ برئ الذمہ ہوگیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہو گا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے
جب اوسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پہر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اوس نے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے
دینے سے دین ادا نہین ہوتا ولو عزل العدل الموکّل ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صحّ والا لا لتعلق حقہ
بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ بطلب المدعی عند غیبتہ کما مرّ اور اگر اوس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیع کو واسطے
اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتہ اوسکے
اور اسیطرح سے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب م طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت
وکیل کی بمقتضای غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح
لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی بعزلہ یکلما وکلتک فانت معزول عینی اور نہیں ہے اوس قسم سے جسمین
حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اوسمین کچہہ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور
سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجہکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہونیکے اس قول سے کہ ہر بار کہ مین تجہکو وکیل کرون
تو تو معزول ہے کذا فی العینی م طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اوسمین حق وکیل متعلق نہیں

وقول الموکیل بعد القبول بحضرۃ الموکّل الغیت توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل کجحود الموکّل بقولہ لم اوکّلک لا
یکون عزلا الا ان یقول الموکّل للوکیل واللہ لا اوکلک بشئ فقد عرفت تہاونک فعزل ذیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول وکالت
کے موکل کے سامنے کہ مینے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ مین نے
تجہکو وکیل نہیں کیا عزل نہوگا مگر یہہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجکو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سوا اسکے مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم
کی تو عزل ثابت ہو گا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک
لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اوس پر محمول کیا ہو جب وکیل موکل کے ساتھہ موافقت
کرے ترک وکالت پر م یعنی انکار موکل اوس صورت مین عزل ہے جب کہ وکیل بہی وکالت کو چہوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ
وقدّم الثانی وعلّلہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا
ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہے اور وجہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ماورای نکاح کے انکار فسخ ہے پہر
قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے م اور اسیطرح حموی نے
اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر مین ہے کہ یہہ رجوع نہین

تو اسمین دو روایتین ہین اور اسیطرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت بلا جحود ہتا بعین یہ تاجرین مین خلاف ہے اور صحیح یہہ ہے کہ جحود رجوع ہے اسواسطے کہ جحود فسخ ہو اُنتھے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت مین ہے یا سب مین انتھوا اور ظاہر اسیمین کی تصحیح تبادر ہو چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی مؤید ہے کذا فے الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنھایۃ الشیئ الموکل فیہ کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجھا الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہے وکیل بدون معزول کرنیکے اوس چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اوسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اوسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اوسکو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھہ نکاح کردیا کذا فے البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران کما فے الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری بیع مین شریک ہونگے اور مختار ہین چاہین بیع قائم رکھین چاہین فسخ کرین کذا فے الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدھما وجنونہ مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرھا لکن فے الشرنبلالیۃ عن المضمرات شھرا وبہ یفتی وکذا فی القھستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان فی فصل فیما یقضی بالمجتھدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کے مرجانے سے اور اوسکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فے الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہے مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوجاتا ہے اوسی کا فتوی ہے اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہے اور قاضی خان نے اوس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہے اور یہہ کہ اسی قول پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے مطبق بالکسر کے معنے ہین کامل مستوعب ہے اور بعضون نے معنے دائم تفسیر کیا ہے بحر الرائق مین مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح با بولتے ہین وبالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا تعود بعودہ مسلما علی المذھب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہین کرتی اوسکے پھر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور زائل ہونے جنون جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فے البحر یعنے جب کہ مرتد ہوگیا پھر وکیل یا پھر دار الحرب مین جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کردیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسیطرح وکالت مرتد بھی موقوف ہے اگر مسلمان ہوگیا تو نافذ ہے اور اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جاملا تو وکالت باطل ہے کذا فے الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لا تبطل بھذہ العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراھن العدل او المرتھن ببیع الرھن عند حلول الاجل لا ینعزل بالعزل ولا بموت الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین ہے کہ جانے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تواسیواسطے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلا جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت آنیکے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنیسے اور موکل کی موت اور اسکی جنون سے ہم مرتہن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اوسکا عطف کرنا صحیح نہین سواسطے کہ مرتہن بیچنے کا مالک نہین کذا فے الطحطاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزل بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ او الطلاق بزازیۃ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فے البزازیہ ہم یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اوسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ ببیع الرھن لا تبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاھلیۃ بجنون وردۃ وفیما عداھا من اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاھلیۃ قلت فاطلاق الدرر فیہ نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت وکیل سے بسبب جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

مین کہتا ہون تو درر کے طلاق مین بحث ہے ہم درر مین یون کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر ثابت بالخصومۃ بالتماس طالب کو بہی شامل ہے اور حالانکہ اوسمین ایسا حکم نہین کذا فی المنح و ینعزل بافتراق احد الشریکین و لو بتوکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہوا اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے ہم طلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہو جاوے قبل خرید کے تو وکالت ضمنیہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہے کہ دونون یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا و ینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا و حجرہ ای موکلہ لو ماذونا کذلک ای علما ولا لانہ عزل حکمی لما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادای بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے مجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون سنے التجارۃ ہو اسیطرح معزول ہو جاتا ہے یعنی اوسکو علم ہو عزل کا یا نہوا اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وھذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین واقتضائہ و قبض ودیعۃ فلا ینعزل بعجزہ و حجرہ اور یہہ جو عزل بسبب عجز اور حجر کے اوسوقت ہے جب کہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین اور جب کہ وکیل ہوا ادای دین اور طلب دین و قبض ودیعت مین تو معزول نہین ہوتا بعجز مکاتب اور حجر ماذون سے و لو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا و ینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لا کما لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اوس فعل مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اوسکے ساتھہ تصرف کرنیسے عاجز ہو جاوے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھہ وکیل تصرف نہین کرسکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہین رہتی چنانچہ اعتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پہر اوسکو موکل نے خود آزاد کردیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کرلیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اوسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کرلیا و لو ارتد الزوج ولحق وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا تو اوسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہو ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہی کہ اگر زوج مرتد ہو جاوے تو وکیل کی طلاق موقوف پر تا بقای عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اوسکی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام مین لحوق اوس لحوق پر محمول ہے جسپر قاضی کا حکم نہین ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اوس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی و تعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور پہر آتی ہے وکالت جب کہ موکل کیطرف اوسکی قدیم ملک پہر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیچنےکا وکیل کیا سو اوسکو بیچ ڈالا اوسکے موکل نے پہر وہ چیز پہر دی گئی موکل کو اوس سبب سے کہ وہ فسخ ہی چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہےگا اپنی وکالت پر او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پہر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی ہے طلاق دیسکتا ہے بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اوسکے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیچنے کا وکیل کیا پہر آپ اوسکو بیچ ڈالا پہر اوسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے کہ یہان قدیم ملک نے عود نہین کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکیلہ بالکتاب ما لم یبلغہ الکتاب ملتقط مین ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکہہ بہیجی تو معزول نہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنے اسواسطے کہ یہہ عزل قصدی

ہو اوسمین علم وکیل شرط ہی اور علم خط بھیجنے سے ہو وکّل غائبًا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اوسکو معزول کیا قبل اوسکے قبول کرنیکے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہین یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہی اور بعد قبول صحیح نہین بدون علم کے درصورت عزل قصدی کذا فی المحیط ودفع الیہ قمقمۃ لیدفعہا الی انسان یصلحہا فدفعہا ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اوسکا آدمی کو دے جو اوسکو درست کرے سو وکیل نے اوسکو دیا اور بہول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہین اسواسطے کہ اوس نے موافق اوسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اوسکی ثابت نہین ابرأہ انہ علیہ بری من الکل قضاء واما فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما توہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کردیا اس دین سے جو اوس پر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم مین اور آخرت مین تو بری الذمہ نہوگا مگر بقدر دین جتنا صاحب دین گمان کرتا ہے کہ اوسکا آتا ہے اوسپر ہم نے مجملا اوسنے دین معاف کردیا لیکن اوسکا گمان یہہ ہی کہ میرے دس درم ہین پھر ظاہر ہوا کہ اوسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہوگیا بنظر اطلاق برات اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی المحیط وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ مین ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجہسے فلانی بات کہے تو اوسکو دیجیو تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہوگا اوسکے دینے سے وفی الوہبانیۃ ومن قال اعط المال قابض خنصری فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر اور وہبانیہ مین ہے اور جسنے کہا کہ یہہ مال چہنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اوسکو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اور مال مین ٹوٹا ہوگا یعنی دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا وبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ قالوا یجوز التغیر اور جسکو کہا بیچ اوسکو اور بیچو نقد یا یون کہا کہ بیچ اسکو اور بیچو خالد کے ہاتہہ سو وکیل نے اوسکے خلاف کیا یعنے ادہار بیچا یا زید کے ہاتہہ بیچا تو علماء نے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے ہم بعہ وبع بالنقد یہہ ایک ہی صورت ہے وبعہ وبع لخالد یہہ دوسری صورت ہی وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہی کہ یہہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہون خرید کرنا تو اوسکو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہہ کلام مشورہ ہی اوسکا بخلاف اس قول کے کہ بعہ بالنقد یا یون کہا کہ بعہ من فلان تو اب اوسکو مخالفت کرنا جائز نہین کذا فی المحیط وفی شرح الوہبانیۃ وفی الدفع قول الوکیل مقدم کذا قول رب الدین والخصم یجبر اور ادا کے دینے مین وکیل کا قول مقدم ہے اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنے موکل پر جبر کیا جائیگا صورت اوسکی یہہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کہ مجہے اوس نے نہین دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے مین یعنے وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اوس نے صاحب دین کو نہین دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مین نے کچہ نہین پایا لیکن یہہ فقط دربارہ حق برات ہے نہ دربارہ سقوط حق دائن تو دائن اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے دائن کا حق اوسکا دلایا جائیگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاوے سو اگر اوس نے قسم کہا لی تو قبض دین ثابت نہوا اور اگر قسم کہانے سے انکار کیا تو حق اوسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاوے کذا فی المحیط وفی ... ولو قبض الدلال مال المبیع کی یسلمہ منہ وضاع یشطر اور اگر دلال نے مال بیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع مین نصفا نصف کیا جائیگا یعنے مصالحہ بنصف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہین اور نہین تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری نے لے تو وہ دلال سے پہیر لے تا وقتیکہ دلال اوسکا فرستادہ نہو بائع کے طرف ثمن پہونچانے مین کذا فی المحیط واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

یہہ کتاب ہی دعوی کے کلام مین لا یخفی مناسبتہا للوکالۃ بالخصومۃ مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین

ہم مناسبت یہہ ہی کہ خصومت کے وکیل کو دعوی کے طرف حاجت ہے بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بہی دعوے کیطرف حاجتمند ہوتا ہی ہی لغۃً قول یقصد بہ الانسان ایجاب حق علی غیرہٖ لغت مین دعوی وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت ومسالمت اور اسمین دفع عن حق نفسہ سے کچہہ تعرض نہین والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اوسپر تنوین داخل نہین کیجاتی وجمعہا دعاوی بفتح الواو کفتوی وفتاوی درر اور جمع دعوی کی دعاوی ہے بفتح واو جیسے فتوی اور فتاوی کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علی الف التانیث لیکن مصباح اللغات مین واو کے کسرہ پر یقین کیا دونون میں یعنی دعاوی اور فتاوی مین الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف ہی مصباح مین یون ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہی اسواسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الحطاوی ملخصا وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ اخرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوی عبارت ہی اوس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اوس سے طلب حق اپنی غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ہم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اوس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اوسیطرح اقرار بہی اور دفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعوی التعرض فتسمع بہ یفتی بزازیۃ دعوی عبارت ہی دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمین داخل ہوا التعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہہ ہی کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہی اور مین اوسکے دفع تعرض کا مطالب ہوں تو یہہ دعوی مسموع ہے قاضی اوسکو ناحق تعرض سے باز رکھی تو جب تک اوسکے پاس حجت نہین ہے تو وہ تعرض سے روکا جائی اور جب اوسکو حجت ملی تو متعرض کرے کذا فی الحطاوی بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیۃ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہین کذا فی السراجیہ ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ قاضی کے پاس جاوی اور کہو کہ اگر فلانے شخص کا مجہہ پر کچہہ ہو تو دعوی کرے اور نہین تو ابرا کرے تو اوس شخص پر جبر نکیا جائے گا دعوی مین اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہی کذا فی الحطاوی وہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہہ یعنی تعریف دعوی مین او دفعہ عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا موقت ہی جب کہ تعریف مذکور مین حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجئے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل ہنو گی تو قول مذکور کے زیادہ کرنیکی حاجت ہوئی تا دفع بہی دعوی کی تعریف مین داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بہی شامل ہے اسواسطے کہ دفع عدمی نہین ہے کیونکہ دفع سے کف عن المنازعۃ مراد ہے فلو ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجئے جو کہ وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید کے زیادت دفع کی حاجت نرہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہی کہ جب کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چہوڑا جاوے یعنے حاکم اوس سے زبردستی دعوی نکرواوے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے چہوڑا نجاوے بلکہ اوس سے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد وبہ یفتی بزازیۃ ولو القضاۃ فی المذاہب الاربعۃ علی الظاہر وبہ افتیت مرارا بحر تو اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلہ کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہی جس قاضی کے پاس چاہی حاضر ہو محمد کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چارون مذہب کے قاضی ہون بنا بر قول ظاہر کے اور اسیکا مین نے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی البحر ہم علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنے مدعی کو اختیار ہی اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی او مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرۃ للمدعی نعم لو امر السلطان باجابۃ المدعی علیہ لزم اعتبارہ لعزلہ بالنسبۃ الیہا کما مر مرارا کہا مصنف نے اپنی شرح مین اور اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت ہو برابر جمیع محلات

شہر مین تو مدعی کا اعتبار ہے ہان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اوسکا معتبر رکہنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اوس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے
پسند نہین کیا اس دعوی کی سماعت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہوچکا کہ قضا قید پذیر ہے کذا فی الطحاوی قلت وھذا الخلاف فیما اذا کان
کل قاض علی محلۃ علیحدۃ اما اذا کان فی المصر حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع
الخلاف فی اجابۃ المدعی لما انہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علی ھامش البزازیۃ فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہہ خلاف محمد و ابو یوسف کا
اوس صورت مین ہے جب کہ ہر ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حاکم ہو اور جب کہ شہر مین حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک
یعنی حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہو اسواسطے کہ بلاشک مدعی ہی تو صاحب حق ہے اسطرح لکہا ہے مصنف نے
بخط خود بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے م اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر مدار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا
تو خوب ہوتا ورکنھا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا کلی علیہ کذا او اضافتہ الی من ناب المدعی منابہ کوکیل ووصی عند النزاع
متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کے طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اوسپر آتا ہے یا نسبت
کرنا حق کا اوسکے طرف جسکے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے واھلھا
العاقل الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ والا لا اشباہ اور دعوی کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار باتمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اوسکے ولی نے
اوسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوی نہین کذا فی الاشباہ وشرطھا ای شرط جواز الدعوی مجلس القضاء
وحضور خصمہ فلا یقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنی جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اوسکے مخاصم کا تو حکم نکیا جاے
مدعا علیہ غائب پر وھل یحضرہ بمجرد الدعوی ان بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ نعم والا لا حتی یبرھن او یحلف منیہ اور کیا قاضی
مدعا علیہ کو بمجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اوسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اسطرح پر کہ جوابدہی کر کے اپنے گہر رات کو جا پہونچے تو ہان بمجرد
دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اوسکو نہ بلاوے تاوقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کہاے کذا فی المنیہ م مدعا علیہ کے حضار مین دو قول ہین بعضون کے
نزدیک احضار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہہ گواہی مدعا علیہ کے بلانیکے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شلبی نے
کہا کہ ہمارے زمانہ کے قاضیون کا عمل برخلاف ما تقدم ہے کہ بمجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد
اور یہہ اونکی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحاوی ومعلومیۃ المال المدعی اذ لا یقضی بمجہول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا
اوس مال کا جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا ولا یقال مدعی فیہ وبہ الا ان یتضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا علیہ
اور مدعا بہ نہین کہتے مگر جب کہ لفظ ادعا معنے اخبار کے متضمن ہو تو اب مدعا بہ بولنا درست ہے م مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہین اگرچہ متفقہین بولتے
ہین مگر یہہ مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب ہجور سے کذا فی الحموی وشرطھا ایضا کونھا ملزمۃ شیئا علی الخصم بعد ثبوتھا والا کان عبثا اور
یہی دعوی کی شرط ہے ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر ملزم نہو تو بے فائدہ ہو م جب ملزم ہونا
دعوی کی شرط ٹہیرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوی کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وکون المدعی مما یحتمل الثبوت
فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا وعادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب او لمن لا یولد مثلہ لمثلہ
ھذا ابنی ولظھورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی اخر انہ اقرضھا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبھا منہ
فالظاھر عدم سماعھا بحر وبہ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط یہی ہونا اوس چیز کا جسکا دعوی کیا اوس قسم سے جو محتمل
الثبوت ہو تو اوس کا دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا
معروف النسب کو کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا اوسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اوس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ

سلہ وفی نظم الحموی شروط الدعوی فخذ لہ سبعا ... کذا فی لسان الحکام

مخلص مشہور کا دعوی اموال عینیہ کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اوسنے اوسکو ال قرض نئے بین ایک ہی دفعہ یا یہ مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اوس سے غصب کرلیا تو ظاہر ہے یہ دعوی غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین وَحُکْمُهَا وُجُوبُ الْجَوَابِ عَلَى الْخَصْمِ وَ هُوَ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ بِلَا اَوْ بِنَعَمْ حَتّٰى لَوْ سَكَتَ كَانَ اِنْكَارًا فَتُسْمَعُ الْبَيِّنَةُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ اَخْرَسَ اختيار وَ سَنُحَقِّقُهُ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہین یا ہان کرکے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہین بولا نہ ہان تو یہہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اوسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے یعنی قضے بنکولیہ کی شرح مین وَ سَبَبُهَا تَعَلُّقُ الْبَقَاءِ الْمُقَدَّرِ بِتَعَاطِي الْمُعَامَلَاتِ اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہے تو دعوی کرنا اوسی نسبت سے ٹہرا جو بقای عالم مکلفین کا مقتضی ہے اسواسطے کہ اگر دعوی نکیجے تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتین فَلَوْ كَانَ مَا يَدَّعِيْهِ مَنْقُوْلًا فِيْ يَدِ الْخَصْمِ ذَكَرَ الْمُدَّعِيْ اَنَّهُ فِيْ يَدِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ لِاحْتِمَالِ كَوْنِهِ مَرْهُوْنًا فِيْ يَدِهِ اَوْ مَحْبُوْسًا بِالثَّمَنِ فِيْ يَدِهِ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہے ایسا منقول ہے جو مدعا علیہ کے قبضہ مین ہو تو مدعی یہہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتہ مین ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اوس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتہ مین یا یہہ کہ محبوس ہو واسطہ ثمن کے ہو اوسکے پاس وَطَلَبَ الْمُدَّعِيْ اِحْضَارَهُ اِنْ اَمْكَنَ فِعْلُ الْغَرِيْمِ اِحْضَارُهُ لِيُشَارَ اِلَيْهِ فِي الدَّعْوٰى وَالشَّهَادَةِ وَالِاسْتِحْلَافِ اور مطالبہ کرے مدعی اوسکے حاضر کرنیکا اگر تھے آنا اوسکا ممکن ہو بلا مشقت تو مدیون پر حضار اوسکا واجب ہے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جاوے دعوی اور شہادت اور استحلاف مین وَ ذَكَرَ الْمُدَّعِيْ قِيْمَتَهَا اِنْ تَعَذَّرَ اِحْضَارُ الْعَيْنِ بِاَنْ كَانَ فِيْ نَقْلِهَا مَؤُوْنَةٌ وَاِنْ قَلَّتْ [illegible] بِالْغَرَامَةِ اور مدعی اوسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو حضار عین کا اسطرح کہ اوسکے لانے مین مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے مشقت کو ذکر کیا ہے نسبت بغرامہ کرکے ہم کلام ابن کمال چکی اور ڈہیر وغیرہ مین ہو نہ ہلاک عین مین تو شارح کا بیان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحطاوی وَهَلَاكِهَا اَوْ غَيْبَتِهَا لِاَنَّهُ مِثْلُهُ مَعْنًى قیمت بیان کرے اگر حضار اوسکا متعذر ہو اوسکے ہلاک ہوجانے سے یا اوسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اوسکی مانند ہے اوسکے باعتبار معنے کے یعنی قیمت اوسکی مماثل معنوی ہے وَاِنْ تَعَذَّرَ اِحْضَارُهَا مَعَ بَقَائِهَا كَرَحًى وَصُبْرَةِ طَعَامٍ وَقَطِيْعِ غَنَمٍ بَعَثَ الْقَاضِيْ اَمِيْنَهُ لِيُشَارَ اِلَيْهَا اور اگر حضار اوسکا متعذر ہو باوجود اوسکے موجود ہونیکے جیسے چکی اور گیہون کا ڈہیر اور بہیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بہیجے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جاوے وَالْاَكْثَرُ بِاَنَّهُ اِكْتَفٰى فِي الدَّعْوٰى بِذِكْرِ الْقِيْمَةِ اور اگر وہ چیز باقی نرہی ہو تو دعوی مین بذکر قیمت کفایت کرے وَقَالُوْا لَوِ ادَّعٰى اَنَّهُ غَصَبَ مِنْهُ عَيْنَ كَذَا وَلَمْ يَذْكُرْ قِيْمَتَهَا تُسْمَعُ فَيَحْلِفُ خَصْمُهُ اَوْ يُجْبَرُ عَلَى الْبَيَانِ درر وابن ملک وَلِهٰذَا لَوِ ادَّعٰى اَعْيَانًا مُخْتَلِفَةَ الْجِنْسِ وَالنَّوْعِ وَالصِّفَةِ وَذَكَرَ قِيْمَةَ الْكُلِّ جُمْلَةً كَفٰى ذٰلِكَ الْاِجْمَالُ عَلَى الصَّحِيْحِ وَتُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ اَوْ يَحْلِفُ خَصْمُهُ عَلَى الْكُلِّ مَرَّةً اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اوسکی قیمت نہ بیان کی تو دعوی مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت انکار یا اوس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسیواسطے یعنی بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اوسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیا مختلف الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہہ اجمال کافی ہے صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اوسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہون اور جوار مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہون اور ناقص وَاِنْ لَمْ يَذْكُرْ قِيْمَةَ كُلِّ عَيْنٍ عَلٰى حِدَةٍ لِاَنَّهُ لَمَّا صَحَّ دَعْوَى الْغَصْبِ بِلَا بَيَانٍ فَلَاَنْ يَصِحَّ اِذَا بَيَّنَ قِيْمَةَ الْكُلِّ جُمْلَةً بِالْاَوْلٰى قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو جب کہ کل اشیاء کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولی وَقِيْلَ فِيْ دَعْوَى السَّرِقَةِ يُشْتَرَطُ ذِكْرُ الْقِيْمَةِ لِيُعْلَمَ كَوْنُهَا نِصَابًا فَاَمَّا فِيْ غَيْرِهَا فَلَا يُشْتَرَطُ عمادیہ اور بعضون نے کہا کہ چوری کے دعوی مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اوسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوای مین تو بیان قیمت شرط نہین

المدعی

کذا فی العمادیۃ وھذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شیء مستھلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشہادۃ
لیعلم القاضی بماذا یقضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی میں ہے نہ دین کے دعوی میں تو اگر مدعی نے شئے مستہلک کا دعوی کیا تو
اوسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعوی اور شہادت میں تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی
الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر خلاف ہے
جانور کی نری اور مادگی کے بیان میں تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو بھی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار میں پسند
کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے وفی
دعوی الایداع لابد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکھنے کے دعوی میں مکان ایداع کا
بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہیں مگر اسی
مکان میں جہاں ودیعت رکھی گئی اور اسمیں بیان قیمت کا اعتبار نہیں کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اوسکی قیمت وفی الغصب ان کان لہ
حمل ومؤنۃ فلابد لصحۃ الدعوی من بیانہ والا لا اور غصب کے دعوی میں اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور
ہے اوسکے صحت دعوی کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہیں وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ
یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب میں روز غصب کی اوسکی قیمت بیان کرے بنابر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی
العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوی میں حدود کا بیان کرنا شرط ہے
جیسے اوسکی گواہی میں تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہیں ہم عقار بروزن سلام
میں عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور گلہ ہے متاع کو بھی عقار بولتے ہیں انتہی اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات
سے ہے اور اسمیں شفعہ نہیں جب کہ اوسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی وعن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر
منقول کی تحدید ضروری ہے مگر جب کہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہوں تو اوسکی حدود کے بیان کی حاجت نہیں ہم اسمیں گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے
مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر
زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہیں اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہے نہ زمین کا کذا فی البحر ولابد من ذکر بلدۃ فیہا الدار ثم
المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اوس شہر کے بیان سے جسمیں وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کی بیان سے
تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب میں ہم یعنی یوں کہے کہ وہ گھر فلانے شہر فلانے محلہ فلانی کوچہ میں ہے پھر حدود بیان کرے اور
نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہیں تو خاص تر کی طرف ترقی کرے یعنی یوں کہے کہ
جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہو جاوے تو بہتر نہیں تو دادا کے طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان
ذکرہ وغلط فیہ لا ملتقی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدوں کے ذکر میں کفایت ہے تو اگر چوتھی
ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمیں غلطی کرے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے
ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضروری ہے اسواسطے کہ تعریف پوری نہیں ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع
کی غلطی مقبول نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود واسماء آبائہم و
لابد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضروری ہے اہل حدود کا نام ذکر کرنا اور اونکے
باپوں کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے اونمیں سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اوسکا نام کافی ہے

بسبب حاصل ہونے مقصود کے ہم متقطعین ہے کہ اگر دادا معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اوسکے موالی کے ذکر سے یا اوسکے پیشہ یا وطن یا اوسکی دوکان
یا اوسکے محلہ سے تو مقصود تمیز سے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انہ ای العقار فی یدہ لیصیر خصماً اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ
مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ مخاصم ٹہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ بیان بابہا عقار کا
کذا فی المحیط وزید علیہ بغیر حق ان کان المدعی منقولاً لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جس کا دعوی کیا چنانچہ مذکور
ہو چکا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اوسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار بتصادقہما
بل لا بد من بینۃ او علم قاض لاحتمال تزویرہما بخلاف المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہیں ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے
باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اوسمیں تصادق متخاصمین مثبت قبض
ہے بسبب معاینہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہے کہ شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے آپس میں مدعی اور مدعا علیہ بنا یا ہو ثم ہذا لیس علی
اطلاقہ بل اذا ادعی العقار ملکاً مطلقاً پھر یہ یعنی اشتراط بینہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علے الاطلاق نہیں بلکہ جب زمین میں ملک مطلق کا
دعوی کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جسمیں ملک کا سبب کوئی نہو جیسے خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید
فلا یفتقر لبینتہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضاً بزازیۃ اور غصب کے دعوی اور قابض سے خرید کرنے کے
دعوی میں تو حاجت نہیں گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل سے
اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی میں اور فعل کے دعوے میں فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے وذکر انہ یطالبہ بہ لتوقفہ علی طلبہ
ولاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن وبہ استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہم اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ
سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اوسکی طلب پر اور اوسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونیکے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے
زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ مغنی
ہے اوس سے ولو کان ما یدعیہ دیناً مکیلاً او موزوناً نقداً او غیرہ ذکر وصفہ لانہ لا یعرف الا بہ اور جس کا مدعی دعوی کرتا ہے اگر دین ہو
خواہ مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنے چاندی سونا ہو یا سوای اسکے تو اوسکے وصف کو ذکر کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہیں
ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ ہے کہ گیہوں مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کہری یا کہوٹی اور ذکر وصف کی اوس وقت حاجت ہے جب کہ
شہر میں کئی قسم کے روپے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی المحیط ولا بد
فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دیناً علیہ ولم یذکر
سببا لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوی میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب کا تو اگر مدعا علیہ پر ایک
کر گیہوں کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہوں اور نوع جیسے سرخ گیہوں یا سفید اور صفت
جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذکر فی السلم انہ لہ المطالبۃ فی مکان
عقدہ اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم میں اوسکو مطالبہ جائز نہیں مگر اوسی مکان میں جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا ق
فی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی
میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اوسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان میں کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل
القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتہا والا تصح لم یسأل لعدم
وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال

بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب واجب ہونے اوسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اوسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیۃ فَاِنْ اَقَرَّ بِہَا اَوْ اَنْکَرَ فَبَرْهَنَ الْمُدَّعِی قُضِیَ عَلَیْہِ بِلَا طَلَبِ الْمُدَّعِی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ یعنی اوسکو ہرا دے اور مدعیکو جتا دے بدون طلب مدعی کے ہم اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اوسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھپر حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الطحاوی وَاِلَّا یُبَرْهِنْ حَلَّفَہُ الْحَاکِمُ بَعْدَ طَلَبِہِ اِذْ لَا بُدَّ مِنْ طَلَبِہِ الْیَمِیْنَ فِیْ جَمِیْعِ الدَّعَاوِیْ اِلَّا عِنْدَ الثَّانِیْ فِیْ اَرْبَعٍ عَلٰی مَا فِی الْبَزَّازِیَۃِ اور اگر مدعی گواہون سے اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسف کے نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہے مشتری خدا کی قسم کہائے کہ مین راضی نہین ہوا عیب سے دوسرا شفیع قسم کہائے کہ مین نے تیرا شفعہ باطل نہین کیا تیسرا عورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون قسم کہائے کہ زوج نے اوسکو نفقہ نہین دیا اور نکچہہ اوسکے واسطے چہوڑ گیا چہارم مستحق قسم کہائے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قَالَ وَاَجْمَعُوْا عَلَی التَّحْلِیْفِ بِلَا طَلَبٍ فِیْ دَعْوَی الدَّیْنِ عَلَی الْمَیِّتِ بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم صورت تحلیف یہان یون ہے کہ قاضی وارث کو قسم اللہ کی دے کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے تجہکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے کسی نے اوسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اوسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسیکا تو نے اوسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اوسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر وَاِذَا قَالَ الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ لَا اُقِرُّ وَلَا اُنْکِرُ لَا یُسْتَحْلَفُ بَلْ یُحْبَسُ لِیُقِرَّ اَوْ یُنْکِرَ دُرَر اور جب کہ مدعا علیہ نے کہا دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو حاکم قسم نلے بلکہ اوسکو قید رکہے تا کہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر یہہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اوس سے قسم لینا چاہیے وَکَذَا لَوْ لَزِمَ السُّکُوْتَ بِلَا اٰفَۃٍ عِنْدَ الثَّانِیْ خلاصہ قَالَ فِی الْبَحْرِ وَبِہٖ اُفْتِیَتْ لِمَا اَنَّ الْفَتْوٰی عَلٰی قَوْلِ الثَّانِیْ فِیْمَا یَتَعَلَّقُ بِالْقَضَاءِ اِنْتَہٰی ثُمَّ نَقَلَ عَنِ الْبَدَائِعِ اَلْاَشْبَہُ اَنَّہٗ اِنْکَارٌ فَیُسْتَحْلَفُ اور اسیطرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ بحر الرائق مین کہا اور اسیکا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا مین ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی ملخصا پہر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ تر بحق یہہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم تنبیہ یہہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کے طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کے طرف راجع ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا قَیَّدْنَا بِتَحْلِیْفِ الْحَاکِمِ لِاَنَّہُمَا لَوِ اصْطَلَحَا عَلٰی اَنْ یُحَلِّفَ عِنْدَ غَیْرِ قَاضٍ وَیَکُوْنَ بَرِیْئًا فَہُوَ بَاطِلٌ لِاَنَّ الْیَمِیْنَ حَقُّ الْقَاضِیْ مَعَ طَلَبِ الْخَصْمِ وَلَا عِبْرَۃَ لِیَمِیْنٍ وَلَا نُکُوْلٍ عِنْدَ غَیْرِ الْقَاضِیْ ہم نے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کہا وے اور بری الذمہ ہوجاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتہہ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فَلَوْ بَرْهَنَ عَلَیْہِ اَیْ عَلٰی حَقِّہٖ یُقْبَلُ وَاِلَّا یُحَلِّفُ ثَانِیًا عِنْدَ قَاضٍ بَزَّازِیَّۃٌ اِلَّا اِذَا کَانَ حَلَّفَہُ الْاَوَّلُ عِنْدَہٗ فَیَکْفِیْ دُرَر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کہائی پہر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نلایا تو مدعا علیہ کو دوسری بار قسم لیجاے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لیگئی تو کافی ہے یعنے دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر وَنَقَلَ الْمُصَنِّفُ عَنِ الْقُنْیَۃِ اَنَّ التَّحْلِیْفَ حَقُّ الْقَاضِیْ فَمَا لَمْ یَکُنْ بِاسْتِحْلَافِہٖ لَمْ یُعْتَبَرْ اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہو گی معتبر نہو گی ہم یہہ مسئلہ مغائر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ متن یہہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کہانا

باطل ہے اور یہان مطلب یہہ ہو کہ قاضی کے پاس قسم کہائی مدعی کے استحلاف سے : قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا
انّ المدّعی لو حلف فالخصم ضامنٌ للمال وحلف ای المدّعی لم یضمن الخصم لانّ فیه تغییرَ الشرع اور اگر متخاصمین نے
اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کہائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کہائی تو مدعا علیہ ضامن نہو اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہی شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہہ ہی کہ قسم مدعا علیہ پر ہی
نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پہیر لے کیون کہ یہہ شرط باطل ہے والیمین لا تردّ علی المدّعی لحدیث
البیّنة علی المدّعی اور قسم پہیری نہین جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ یعنی گواہ مدعی پر ہو ہم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی
اور ابو داؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباس یون ہے البیّنة علی المدّعی والیمین علی من انکر کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور
قسم اوس پر ہے جو انکار کرتا ہی طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین مین تقسیم فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہی
اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہی اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہی اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہی جبکہ
وہان معہود نہو تو مطلب یہہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بہی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوی وحدیث الشاهد و
الیمین ضعیفٌ بل ردّه ابن معین بل انکره الراوی عینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہی بلکہ اسکو یحیی بن معین نے رد کیا ہی بلکہ اُس
حدیث کے راوی نے اوس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی م مسلم اور ابو داؤد مین ابن عباس سے روایت ہی قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیمینٍ وشاهدٍ کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی
نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہی سہیل بن صالح سے اور سہیل اسکی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت باقی نرہی بعد منکر
ہونے اوسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہوسکیگی انتہی برهن المدعی علی دعواه وطلب من القاضی ان یحلّف

المدّعی انّه محقٌّ فی الدعوی او علی انّ الشهود صادقون او محقّون فی الشهادة لا یجیبه القاضی الی طلبه لانّ الخصم لا یحلّف

طلبه

مرّتین فکیف الشاهد لانّ لفظ اشهد عندنا یمینٌ ولا یکرّر الیمین لانّا امرنا باکرام الشهود ولذا لو علم الشاهد انّ القاضی
یحلّفه ویعمل بالمنسوخ له الامتناع عن اداء الشهادة لانّه لا یلزمه بزازیه گواہ لایا مدعی اپنے دعوی پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے
یہہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوی مین حق پر ہے یا یہہ خواہش کی کہ گواہ قسم کہاوین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ
حق پر ہین تو قاضی اوسکی خواہش کو نمانے اسواسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دو بار قسم نہین لیجاتی تو شاہد سے دو بار کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے
کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دو بار قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسیواسطے اگر شاہد جانے
کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اوسکو ادای شہادت سے باز رہنا جائز ہے اسواسطے کہ اب اوسکو ادای شہادت لازم نہین کذا
فی البزازیہ م اب ہندوستان مین نصاری کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بلحاظ حلف ادای شہادت مین پہلوتہی کرین
تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار نہونگے واللہ اعلم وبیّنة الخارج فی الملک المطلق وهو الذی لم یذکر له سبب احقّ من بیّنة
ذی الید لانّه المدّعی والبیّنة له بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کی ملک مطلق مین اولے بقبول ہین قابض کے گواہون سے اسواسطے
کہ خارج مدعی ہی اور گواہ اوسیکے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو نہ خرید یا میراث ہم صورت اوسکی یہہ ہی شخص
غیر قابض نے ایک گہر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون
نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے
حکم ہوگا اور ظہیریہ مین ہو کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی
خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصًا بخلاف المقیّد بسبب النتاج والنکاح فالبیّنة لذی الید اجماعًا کما سیجیء بخلاف

دعوی اوس ملک کی جو مقید بسبب ہے جیسا نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ آگے آویگا مسئلہ صورت نتاج یہہ ہو کہ ہرایک نے گواہ قائم کیے کہ لونڈی اوسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے ساتھ ترجیح ہی قبض کی آور نکاح کی صورت یہہ ہی کہ دونون نے گواہ اسپر قائم کیے کہ اوس نے نکاح کیا اوس عورت سے تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین تو ملک سے مراد وہ ہی جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو نے الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ مین نہین قسم کہاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اوس کا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونیکے قول صحیح مین کذا فے السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہی یعنے مستحب ہو نہ واجب وھل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف درر ولم ار فیہ ترجیحا قالہ المصنف قلت قدمنا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا شرط ہی حکم دینا انکار قسم کے بعد فورا اسمین خلاف ہی علما کا کذا فے الدرر اور اس خلاف مین مین نے کسی قول کی ترجیح نہین دیکھی یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین یون کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فورا فرض ہے مگر تین صورت مین ہم پہلی صورت یہہ ہے کہ قاضی کو شک پڑے طریق قضا مین چنانچہ گواہون مین دوسری یہہ کہ مدعے مہلت مانگے تیسری یہہ کہ امید صلح ہو اقارب مین کذا فے الطحطاوی فقضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اوسکے طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہی کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وعدھا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاض علی المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوھا فرأوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ مین طرق قضا سات شمار کیے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتہڑی چھری لئے نکلا پھر اوس گھر مین فورا لوگ داخل ہوئے تو اوسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اوسکے خون مین ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہی کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہے بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہی اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین فتامل کذا فے الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اوسمین جسکا اوس نے دعوی کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہہ ہے یعنی واجب ہی کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نلے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رأیہ ان المدعی مبطل حلف والا بان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اوسکا مخاصم نمانے سوای قسم کے اگر اوس کا ظن غالب یہہ کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کہائے اور اگر ایسا نہو بطرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نکہائے کذا فی البزازیہ ہم یہہ مسئلہ مغائر ہے مسئلۂ شک سے خلاصہ یہہ ہے کہ مدعیکو اگر اپنے دعوی کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نلے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کہائے اور نہین تو قسم نکہائے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہون گے اگر مدعے نے اونکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی یہہ کہہ چکا ہو کہ میرے

لہ وہ نقض الحکم ... شاہدی ... القضاء ... بہ ... التطلب ... نکول ... قسامہ ... الذی ... لدی ... الیمین ...

گواہ نہین کذا فی السراج برخلاف اوس قول کے جو طرح مجمع مین ہے محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اسی دعوی پر پہر وہ گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کرچکا اور محمدؒ کے نزدیک مقبول ہین اس احتمال سے کہ اوسکے گواہ ہون مگر وہ بہول گیا انتہے یہین خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین سراجیہ سے قول محمد کی ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحاوی بعد یمین المدعی علیہ ثم تقبل البینة بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہین بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامة وہو الصحیح بقول شریح الیمین الفاجرة احق ان ترد من البینة العادلة ولان الیمین کالخلف عن البینة فاذا جاء حلوا الاصل انتہی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شریح کہ جہوٹی قسم مردود کرنیکے لائق تر ہے عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہوچکا گویا کچہہ نہ تہا کذا فی البحر وظہر کذبہ باقامتہا ای البینة لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیہ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی پہر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اس قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق درر کے درر مین کہا صواب یہہ ہے کہ اوس کا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہے خواہ دعوی سبب کے ساتہہ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوی کیا پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی کہ اوسپر دین نہین ہے پہر مدعی نے سبب مثلا قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پہر ابراء قرض یا ادا قرض پایا گیا اور اسی قول مفصل پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعة جحدہا ہو او ہی بعد عدة وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدة واستیلاد تدعیہ الامة ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقة او موالاة ادعاہ الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اوس استیلاد مین جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور اوسکے بالعکس یعنی ادعای استیلاد مولے حاصل نہین ہوسکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین اسطرح دعوی کیا شخص مجہول پر کہ وہ اوس کا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنے مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولے ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولاء عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولا کا دعوی کیا شخص اعلے نے یا اسفل نے یعنے معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر اور حد اور لعان مین قسم نہین ہم اشیای سبعہ مین امام کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کی اسواسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کی قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت مین ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوی سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہے والفتوی علی انہ یحلف المنکر فی الاشیاء السبعة ومن عدہا ستة الحق امومیة الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود واللعان فتوی اسپر ہے کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ مین اور جسنے اونکو چہہ شمار کیا ہے اوس نے ام ولد ہونیکو نسب مین یا رق مین ملایا حاصل یہہ ہے کہ قول مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ مین سوای حدود کے ومنہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا

تفشن حقًا بان علق عتق عبدہٖ بزنی نفسہ فللعبدِ تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنیٰ اور من جملہ حدود قذف اور لعان کی حد ہے
تو اوسمین قسم نہین باجماع امام اور صاحبین کے مگر جب کہ حد حق العبد کی متضمن ہو بطرح پر کہ موسلے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو
تو غلام کو قسم لینا موسلے کا درصورت انکار جائز ہے سو اگر موسلے قسم نکہاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلاً غلام یون کہے کہ موسلے نے قبل
کیا جسپر میری آزادی معلق کی تہی اور یہہ نکہے کہ اوسنے زناکاری کی تا اپنے موسلے کا قاذف نہ ٹہیرے کذا فے الطحطاوی وکذا یستحلف
السارق لاجلِ المالِ فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لیجاوے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نکہاوے
تو تاوان دے مال کا اور اوس کا ہاتہہ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائے گا وقالوا یستحلف فی التعزیر
کما بسطہ فی الدرر اور علما نے کہا ہے قسم لیجائیگی تعزیر مین چنانچہ اسکو درر مین شرح بیان کیا ہے ہم وجہ اسکی یہہ ہے کہ تعزیر حق العبد ہے
ولہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہے معاف کردینے سے کذا فے الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا
تحلف اور فصول مین ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اوس سے اب قسم
نلیجائیگی وفی الخانیۃ لا استحلاف فی احدی وثلثین مسئلۃً اور خانیہ مین ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین ہے یہہ مسائل کتاب الوقف
کے اخیر مین مفصل مذکور ہوچکے الینا بتجری فی الاستحلاف لا الحلف وفرع علی الاول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی و
اب الصغیر یملک الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہٖ نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے مین نہ قسم کہانے مین اور مصنف نے
تفریع کی اول یعنے جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصے اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اوسکو
مطالبہ اپنی مخاصم کی یمین کا جائز ہے ہم اوس کا مخاصم کہنا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم اصیل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ
اور وصی یتیم کے اور متولی وقف کے اور باپ طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم ولا یحلف احد منہم الا اذا ادعی علیہ العقد وصح اقرارہ
علی الاصیل فیستحلف حینئذٍ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ کو
قسم نلیجائیگی مگر جب کہ اوسپر عقد کا دعوی کیا جاوے اور اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اوسکا اقرار صحیح ہے اپنے
موکل پر تو اسیطرح اوسکا قسم نکہانا بہی صحیح ہے وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث ذکرہا و
الصواب فی اربع وثلثین لما مر عن الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ
والنظائر لابن المصنف ولولا خشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ مین ہے کہ جس موضع مین کہ اگر آدمے اقرار کرے تو اوسکو اقرار
لازم آوے پہر جب اوس کا منکر ہو تو اوس سے قسم لیجائیگی سوای تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹہیک بات تو یہہ ہے
کہ چونتیس صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہوچکا یعنی اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی ملکر چونتیس ہوئین اور چہہ صورتین
اور بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف
نہوتا تو مین اون سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم تو سب چون صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور اون سبکو شارح کتاب الوقف مین
مذکور کرچکا ہے اب یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا
نام زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہے تو یہہ خطا اغلاط کاتب سے ہے واللہ اعلم التحلیف علی فعلِ نفسہ یکون علی
البتاتِ ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنی یقین پر بطرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہین ہم
منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کہاوے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چہین لی اور اوسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کہاوے
کہ واللہ مین نے اسکی حویلی نہین چہینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہہ بالیقین جانتا ہے والتحلیف علی فعلِ غیرہٖ یکون علی

العلم ای انه لا یعلم انه کذلک لعدم علمه بما فعل غیره ظاهرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہی علم پر یعنے نفی علم پر یعنی یون قسم کہا ہی
کہ وہ نہین جانتا ہو کہ دعوی مدعی کا ایسا ہی غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اوسکو ظاہرا علم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا الا
الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل به ای بالحالف وفرع علیه بقوله فان ادعی مشتری لعبد سرقة العبد او اباقه وثبت
ذلک یحلف البائع علی البتات مع انه فعل الغیر وانما هو باعتبار وجوب تسلیمه سلیما فرجع الی فعل نفسه فحلف
علی البتات لانها آکد ولذا تعتبر مطلقا بخلاف العکس درر عن الزیلعی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہے بار خدایا مگر جب کہ
غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہوا اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی
چوری یا بھاگنے کا دعوی کیا اور یہہ ثابت ہو گیا تو بائع یقین پر قسم کہا ہی باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس
اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہی تو غیر کا فعل اوسکے ذاتی فعل کے طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کہائی اسواسطے
کہ حلف علی القطع موکد تر ہی نفی علم کی قسم سے اور لہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی
یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہین کذا فی الدرر عن الزیلعی هم بحر الرائق مین ہے کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہی پہر اوس نے یقین پر
قسم کہائی تو کافی ہے اور اوس سے یمین ساقط ہو گئی اور بالعکس اسکے نہین ہے یعنی بجای حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہین اور جو حلف آپ پر
واجب نہین اوسکے نکول سے قاضی حکم نہ دیگا انتہی وفی شرح المجمع عنه هذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی
البتات کمودع ادعی قبض ربها اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہے یہہ یعنی یمین علی العلم اوسوقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجہکو اوسکا
علم نہین ہی اور اگر اوسکی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کہائی چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا
هم یعنی قبض صاحب ودیعت ہرچند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اوسکے علم کا دعوی کیا تو اب اوسپر یمین علی القطع لازم ہوگی وفرع علی
قوله وفعل غیره علی العلم بقوله واذا ادعی بکر سبق الشراء له علی شراء زید ولا بینة یحلف خصمه وهو بکر علی العلم
ای انه لا یعلم انه اشتراه قبله لما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیره علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوے
سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہین تو اوسکا مخاصم یعنے بکر قسم کہائی علم پر یعنی وہ یون قسم کہا ہی کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اوسکو خرید
کیا قبل اوسکے بدلیل گذشتہ یعنے غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہے هم اولے یہہ تہا کہ شارح بجای وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ
خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونه میراثا او اقر به المدعی او برهن الخصم
علیه فیحلف علی العلم اسیطرح جب کہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہو یا مدعی نے اوسکی میراث
ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اوسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کہا ہی هم صورت اوسکی یہہ ہی کہ مدعی کہی کہ یہہ غلام
جسکا تو وارث ہوا ہی فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہی اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کہائی کہ مین نہین جانتا
کہ وہ تیرا مملوک ہی هم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم لیگا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو
چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہہ چیز اوسکی ہی اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا
اور اوسکی یمین علی القطع کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہی اور اوس نے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اوسکا انکار کیا تو وارث
نے گواہ قائم کیئے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کہائے گا خلاصہ یہہ ہی کہ دعوی عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہہ شرط ہی کہ امور ثلثہ مین سے ایک
امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاهما ای الدین والعین الوارث علی غیره یحلف المدعا علیه علی البتات کموهوب وشراء درر
دعوی کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائی کہ اوسمین مورث کا حق نہین چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی الدرر

ہم ہبہ اور خرید کی صورت یہہ ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اوس نے اوسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خریدا پھر ایک
مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے اور اوس کے پاس گواہ نہین تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائیگا نہ علم پر طحاوی نے کہا کہ والعین کا
اوسنے اوسے کہا لاتشنے ویحلف جاحد القود اجماعاً اور قسم کھائیگا قصاص کا منکر باتفاق امام اور صاحبین کے ہم خانیہ مین ہے کہ قتل کی
تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ حاصل پر قسم کھائیگا کہ واللہ مجھپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اوس
خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ سبب پر قسم کھائیگا یعنے یون کہ واللہ فلان بن فلان کو عمداً قتل نہین کیا اور سوا اسکے
قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کھائیگا یعنے نہ سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقر او یحلف سو اگر منکر
نے قسم نکھائی تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جائیگا یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے وفیما دونہ یقتص لان الاطراف خلقت وقایۃ
للنفس کالمال فیجری فیہ الابتذال خلافاً لهما اور قتل نفس کے ماسوا یعنی قطع اور جراحات مین در صورت نکول قصاص لیا جائیگا اسواسطے
کہ اطراف آدمی کے جیسے مثلاً ہاتھ پاؤن حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہین مال کے مانند تو اوسمین ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین کے
ہم ایک نسخہ مین بذل ہے بجای ابتذال کے اور بذل اوضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا ما دون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اس
واسطے کہ نکول اقرار ہے جسمین شبہہ ہے تو قصاص اوس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی
المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف خلافاً لهما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اوس نے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو
وہ قسم نکھائیگا برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل یہہ ہے کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہو عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان
کیونکر قسم لیجائے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اوسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم
لم یحلف اتفاقاً ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقاً ابن ملک وقدر فی المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون
تو قسم نکھائیگا بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کھائیگا بالاتفاق کذا مر ابن ملک اور مجتبی مین غائب ہونیکو مدت سفر کے ساتھہ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل گواہ دور ہون تو
مدعا علیہ پر قسم ہے گواہ ہونگا وہان سے بلا نامزد نہین ویأخذ القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلاً ثقۃ یؤمن ھربہ [illegible]
[illegible] من خصمہ ولو وجیہاً والمال حقیراً فی ظاہر المذہب بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنے جب کہ مدعی
کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اوس دعوی مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حد و مین قاضی معتمد ضامن لے کہ اوسکے بھاگ جانیسے
اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو
اور مال بے حقیقت ظاہر مذہب مین کذا فی العینی وعن الثانی الی مجلسہ الثانی وصحح اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی
تک حاضر ضامن لے اور یہہ قول بھی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل
لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اوس کا اوسکے ساتھہ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنے تین دن یا مجلس
ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہو جائے الا ان یکون الخصم غریباً ای مسافراً فیلازمہ او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعاً للضرر
حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یستخبر رفقاءہ لو انکر المدعی بزازیہ مگر یہہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی
مسافر ہو تو مدعی اوسکے ساتھہ پھرے یا حاضر ضامن لے تا انتہای مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم
ہو تو اوس وقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اوسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت
کرے اگر مدعی اوسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ ہم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی ہے معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے
مانند ہے قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برھن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام منہ

[illegible]

اشارہ گویا یون ہوجائے گا کہ مین قسم کہاتاہون اور حالانکہ یہہ قسم نہین کذا فی المحیط و من الاتقانی ولو اصم ایضا کتب له لیجیب بخطه ان یعرفه والا فباشارته اور گونگا بہرا بہی ہو تو قسم کو لکہے تاکہ وہ اوسکا جواب لکہے اپنے خط سے اگر وہ لکہنا جانتا ہو اور نہین تو اوسکے اشارہ سے قسم ولو اعمی ایضا فابوه او وصیه او من نصبه القاضی شرح وہبانیه اور اگر گونگا اور بہرا اندہا بہی ہو تو اوسکا باپ قسم کہائیگا یا اوسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیه مترجم شارح کو یون کہنا لازم تہا ثم من نصبه القاضی اسواسطے کہ قاضی اوسکے طرف سے نائب کرا سوقت قائم کریگا جب کہ باپ یا اوسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہے یقین اسکو تحریر کرنا چاہیے پہر معلوم کرکہ یہہ قول متقدم کے مخالف ہے کہ نیابت قسم تحلاف مین جاری ہوتی ہے نہ حلف مین کذا فی المحیط وغیرہ ولا یحلفون فی بیوت عبادتهم للکراهة دخولها جزا اور یہود اور نصاری اور بت پرستون سے قسم نہ لیجائیگی اونکے عبادت خانون مین لیجانے کی کراہت سے کذا فی البحر یعنے قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت تحریمیہ ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور بعضے فسق و بایہ ہے اور مسلم کی تعزیر کا جو ملازم کفر شبہ یہود کے ساتہ کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی صورة انکار المنکر اور اوس سبب کے دعوی مین جو زائل اور رفع ہو سکتا ہے قاضی قسم دیگا حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر حاصل کی تفسیر یعنے اصطلاحی ہے یعنے لغوی حاصل کا یہہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہی اور ثابت ہے اور ماسوا اوسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہے انکار منکر کی صورت پر اسواسطے تم ہوئی کہ منکر یون کہتا ہے کہ ہمارے مابین مین بیع اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی المحیط وفسره بقوله ای باللّٰه ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک رده لو قائما او بدله لو هالکا وما هی بائن منک وقوله الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیه لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجہکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون درمیان بیع قائم نہین اور تجہہ پر اوسکا پہیر دینا واجب نہین اگر وہ قائم ہو یا اوسکے عوض کا پہیر دینا اگر وہ ضائع ہوگیا ہو اور وہ عورت تجہہ سے بائن نہین مسلم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس کلام مین لف ونشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سبہی سے متعلق ہے یعنے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین لا علی السبب ای باللّٰه ما نکحت وما بایعت خلافا للثانی نظرا للمدعی علیه ایضا لاحتمال طلاقه واقالته نہ قسم سبب تقع پر اسطرح کہ تجہکو اللہ کی قسم کہ تونے نکاح نہین کیا اور نہ تونے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نظر مدعا علیہ کے بہی اس احتمال سے کہ شاید اوس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو امام ابو یوسف کے نزدیک یمین تو استیفای حق مدعی کے واسطے ہو تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعوی تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللّٰه ما نکحت اور اسیطرح بعد اقالہ بیع واللّٰه ما بایعت اور بعد رد غصب واللّٰه ما غصبت اور بعد ابانت بتجدید نکاح سے واللّٰه ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا ۱۲ اذا لم یکن الحلف علی الحاصل ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورة دعوی المدعی کدعوی شفعة بالجوار ونفقة مبتوتة والخصم لا یراهما لکونه شافعیا لصدق حلفه علی الحاصل فی معتقده فیتضرر المدعی مگر جب کہ حاصل پر قسم کہانے سے مدعی کے جانب ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کہاوے یعنی دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوی مین اور حالانکہ مدعا علیہ وہ دونون کو واجب نہین کہتا بسبب شافعی مذہب ہونیکے بسبب صادق ہونے اوسکی قسم کے حاصل پر اوسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا امام شافعی کے مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کہاوے کہ واللّٰه مجہہ پر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اسمین صریح مدعی کا ضرر ہے تو یہان سبب پر اسطرح قسم کہائے کہ واللّٰه مین نے اس گہر کو نہین خرید کیا اور یہہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن مدت

مین نہین ہو شفعۂ جوار اور مبتوتہ کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعۂ شرکت اور نفقۂ رجعی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر تلت و مفاده انه لا
اعتبار بمذهب المدعى عليه و اما مذهب المدعى ففيه خلاف و الاوجه ان يسأله القاضى هل تعتقد وجوب شفعة
الجوار اولا و اعتمده المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے
مذہب مین اختلاف ہو علما کا اور قول موجہ تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعۂ جوار کا معتقد ہے یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا اى يحلف
على السبب اجماعا فى سبب لا يرتفع برافع بعد ثبوته كعبد مسلم يدعى على مولاه عتقه لعدم تكرر رقه اور اسی طرح یعنے
سبب پر بالاجماع قسم لے اوس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اوس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر
اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے بسبب مکرر نہونے اوسکی رقیت کے واما فى الامة ولو مسلمة والعبد الكافر فلتكرر رقهما
باللحاق حلف مولاهما على الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے اونکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے
قاضی قسم دے دونون کے مالک کو حاصل پر یعنی مولے کو یون قسم دے کہ تم دونو کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مینے اوسکو آزاد نہین کیا
اس احتمال سے کہ شاید اوس نے آزاد کیا ہو پہر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار الاسلام مین پہر آیا ہو پہر رقیت کے طرف اوسنے عود کیا ہو تو
اس یمین کی صورت سے اوسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع
و سبب غير متكرر انتهى اور حاصل کلام یہ ہے کہ تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے و
صح فداء اليمين والصلح منه لحديث ذبوا عن اعراضكم باموالكم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ اور فدیہ یمین ہوتا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب
قسم آئی تھی تو اونہون نے مال دیکر قسم ٹالا تھا اور اسیطرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوے مین قسم عوض مال دیا اور قسم نکہائی
لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کہائی مین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے اور اسواسطے کہ مال دینے
اور قسم نکہانے مین حفظ آبرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلا و شرعا کذا فی الجوہرة وقال الشهيد الاحتراز عن اليمين الصادقة واجب قال فى البحر
اى ثابت بدليل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الرائق مین کہا کہ واجب یعنے ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے یعنی واجب
شرعی مراد نہین کہ سچی قسم کہانا ناجائز ہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہے ولا يحلف المنكر بعده ابدا لانه اسقط حقه اور منکر کو قسم نہ دی
جائیگی کبہی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لیکر وقيد بالفداء والصلح لان المدعى لو اسقط
اليمين قصدا بان قال برئت من الحلف او تركته عليه او وهبته لا يصح وله التحليف بخلاف البراءة عن المال
لان التحليف للحاكم بزازية اور مصنف نے سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بقصد
ساقط کر دے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم سے یا مین نے اوسکو چھوڑ دیا یا اوسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اوسکو قسم لینا جائز
ہے بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البزازیہ اور براءت عن المال یعنے
مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہے بلا دخل حاکم ولكن اذا اشترى يمينه لم يجز لعدم ركن البيع درر اور اسی طرح
جب کہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب عدم ہونے رکن بیع کے کذا فی الدرر اور رکن بیع یہ ہے کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ
یمین مال نہین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمه فقال حلفتنى مرة ان عند حاكم او محكم برهن قبل
والا فله تحليفه درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اوس نے کہا کہ تو مجھکو قسم دیچکا ہے ایکبار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے

پاس ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہین تو مدعی کو اوسکی تحلیف کا اختیار ہی کذا فی الدرر قلت ولم ار مالو قال انی قد
حلفتُ بالطلاقِ انی لا احلفُ فیحرر مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا یہہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر مین اسپر طلاق کی قسم کہا چکا
کہ البتہ مین قسم نکہاؤنگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اوسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ہم ثابت ہوچکا ہی کہ استحلاف مین احد المتخاصمین کے
الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولی ہے تو بموجب اسکے حلف بطلاق کے دعوی مین مدعا علیہ معذور نہوگا اور
قسم نکہانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اوس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا یا طلاق کی قسم کہا کر اور اگر اوسکی قسم کا لحاظ کیجیے تو ابطال حکم
شرع لازم آتا ہی واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہہ باب ہی دو شخصون کے باہم قسم کہانے مین لما قدّم
یمینَ الواحدِ ذکرَ یمینَ الاثنینِ جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اوس نے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعانِ
فی قدرِ ثمنٍ او وصفِہ او جنسِہ او فی قدرِ مبیعٍ حُکِمَ لمن برہنَ لانہ نوّرَ دعواہ بالحجۃ متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار
مین یا اوسکے وصف یا جنس مین یا مبیع کے مقدار مین تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر
کر دیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تہا اور مشتری کہی پانچ تہا اور وصف ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع
کہے کہ ثمن بدراہم ... تہا اور مشتری کہی بدراہم کاسدہ تہا اور جنس ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن دنانیر تہا اور مشتری
نے کہا بدراہم تہا ولو برہنا فلِلمثبتِ الزیادۃِ اذ البیناتُ للاثباتِ اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کیواسطے
حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت
مین معارضہ نہین وان اختلفا فیہما ای الثمنِ والمبیعِ جمیعاً قُدّمَ برہانُ البائعِ لو الاختلافُ فی الثمنِ اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع
سب دونون مین اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو ہم صورت اختلاف یہہ ہو کہ بائع کہتا ہے کہ مین نے یہہ لونڈی تیری ہاتہہ
سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اوسکو اور دوسری لونڈی کو اوسکے ساتہہ پچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لاوی تو بائع کے
گواہ اولی ہین ثمن مین اور مشتری کے گواہ اولی ہین مبیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی
الطحطاوی عن العنایہ وبرہانُ المشتری لو فی المبیعِ نظراً لاثباتِ الزیادۃِ اور برہان مشتری کی مقدم ہی اگر اختلاف مبیع مین ہو بلحاظ
اثبات زیادت وان عجزا فی الصورِ الثلاثِ عن البینۃِ فان رضی کلٌّ بمقالۃِ الاخرِ فبہا اور اگر متبایعین تینون صورتون مین عاجز
ہوگئی شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہوگیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہی کہ جہگڑا نزاع صور ثلثہ مین سے ایک صورت یہہ
کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہہ کہ مبیع مین اختلاف ہو تیسری یہہ کہ ثمن اور مبیع دونون مین اختلاف ہو وان لم یرض واحدٌ منہما
بدعوی الاخرِ تحالفا ما لم یکن فیہ خیارٌ فیفسخ من لہ الخیارُ اور اگر متبایعین مین سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوی سے تو دونون
قسم کہاوین جب تک کہ بیع مین خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہی ہم دونون پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا
منکر ہے خلاصہ مین ہے کہ اگر مشتری کو خیار رؤیت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون پر قسم نہین اتہتے حموی نے کہا اور خیار مین بائع
بہی مشتری کے مانند ہو وبدأ بیمینِ المشتری لانہ البادی بالانکارِ اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی شروع
کرنے والا ہے انکار کا ہم اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہی ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وہذا لو کان بیعَ عینٍ بدینٍ اور
یہہ یعنی مشتری کی قسم شروع کرنا اوس وقت ہی جب کہ عین کی بیع ہو دین سے یعنے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے ولو کان
مقایضۃً او صرفاً فہو مخیرٌ وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو بلکہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو
نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم چاہے بائع سے اور قول ضعیف یہہ ہو کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا فی شرح ابن ملک ہم

باب التحالف

بیع مقایضہ اور صرف مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ **ویقتصر علی النفی فی الاصح** اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ہم یہہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کہائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کہائے کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہین خریدا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادات مین ہے کہ نفی کے ساتھہ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کے واسطے **وفسخ القاضی البیع بطلب احدہما او طلبہما** اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے **فلا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدہما بل بفسخہما جواز** اور بیع فسخ نہین ہو جاتی دونون کے قسم کہانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنے درصورت فسخ متعاقدین قاضی کے فسخ کرنیکی حاجت نہین **ومن نکل منہما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینہا تحالفا وترادا** اور جو دونون مین سے قسم نکہائے اوسکو دوسری قسم کہانے والے کا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس بیع ہو بہو موجود ہو تو دونون قسم کہائین اور باہم رد بیع کرین **وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیء کالاختلاف فیہما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف** اور یہہ سب یعنے تحالف اور فسخ اوس شرط پر ہے جب کہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا یمین کے ساتھ یہہ مشک ہے اور تحالف نہوگا صورت اوسکی یہہ ہو کہ مشتری نے گھی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری نے مشک لاکر اوسکو پہیر دیا اور بائع نے کہا کہ یہہ میری مشک نہین اور اوس مشک کا کہ میری تھی وزن دس رطل تہی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اوسکو پہیرتا ہے اور مشتری سے کذا فی الحموی کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریۃ چنانچہ اگر دونون نے وصف بیع مین اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہو کہ مین نے یہہ شرط نہین کی تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہو جیسا کہ عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر وصف بیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین **وقید باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرہما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد نحو اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن** اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھہ اسواسطے کہ اون دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہہ شرط کرلی ہو کہ وہ تا ادای ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکہے اور مشتری اسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنے قبول قول بائع **والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان** اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کے ساتھہ اور زفر اور شافعی نے کہا انمین بہی دونون قسم کہاوین **ولا تحالف اذا اختلفا بعد ہلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ** اور قسم دونون پر نہین جب کہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اوسکے خارج ہو جانے سے اوسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اوس عیب کے ساتھہ کہ اوسکے سبب بیع [illegible] نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی

وحلف المشتری الا اذا استهلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور قسم کہا ئے فقط مشتری مگر جب کہ مبیعکو بائعکے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونون قسم کہاوین ہم اور اگر مشتری مبیعکو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹہریگا اور تحالف نہین جب کہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد والشافعی یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الہالک اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونون قسم کہاوین اور فسخ بیع ہوگا بیع ہالک کی قیمت پر وہذا لو الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا اجماعا لان المبیع کل منہما ویرد مثل الہالک او قیمتہ اور یہہ یعنے فقط مشتری پر قسم جب ہو کہ ثمن دین یعنی درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونون قسم کہاوین بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک بیع ہے اور مثل ہالک پہیر دیا جاوے اگر ہالک مثلی ہو یا اوسکی قیمت پہیر دی جاوے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان قال احدہما دراہم والاخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ بیع اج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس مین بعد ہلاک ہونے مبیعکے اس طرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونون قسم کہاوین اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبدین مات احدہما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہین بعد ہلاک ہونے بعض مبیعکے یا خارج ہونیکے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک اونمین سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوکے پہر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین تو دونون پر قسم نہین ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الہالک اصلا فحینئذ یتحالفان ہذا علی تخریج الجمہور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض مبیعکے ہلاک ہونیکے بعد تحالف نہین مگر یہہ کہ بائع راضی ہوجاوے ترک حصۂ ہالک پر اصلا تو اب دونون پر قسم آویگی یہہ یعنے استثناکو تحالف کے طرف پہیرنا ... مشائخ بلخ نے استثناکو یمین مشتری کے طرف پہیرا ہے ... استثنا میں علما مختلف ہین اکثر علماکے نزدیک یہہ استثنا تحالف کے طرف منصرف ہے اسواسطے کہ قدوری کے کلام مین یون ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہہ ہے کہ لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان اور بعضے علماکے نزدیک استثنا یمین مشتری کے طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام مین کیونکہ تقدیر کلام یون ہے کہ لا یتحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ تو اس صورت مین قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا فی قدر بدل الکتابۃ لعدم لزومہا اور تحالف نہین بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف مین بسبب لازم نہونے کتابت کے وقدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد وللمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہین اختلاف راس المال مین بعد زائل کردینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول معتبر ہے بدل کتابت مین اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال مین اور عقد سلم کا عود نہوگا فان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہین تو دونون قسم کہاوین اور بیع پہر ثابت ہو جاویگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن مین ہوگا اور مشتری کا حق بیع مین چنانچہ قبل اقالہ تہا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم مین نقض کا احتمال نہین رکہتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہے سقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اوس شرط پر ہے کہ ہر ایک بیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اوسکو اوسکے مالککے طرف پہیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اوسکو پہیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہین برخلاف قول محمد وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المہر او جنسہ قضی لمن اقام البرہان وان برہنا فللمراۃ اذا کان مہر المثل شاہدا للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاہدا لہا بان کان کمقالتہا او اکثر فبینتہ اولی لاثباتہا خلاف الظاہر

اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر کی مقدار مین یا اوسکی جنس مین تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو عورت کے گواہ اوسکے مین جب کہ اوسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اسطرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اوس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد اسطرح پر کہ اوسکے دعوی کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اوسکے مقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین

وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فانہما تہاترا للاستواء ویجب مہر المثل علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسی کا شاہد نہو اسطرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونیکے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح ہم نے مابین قول زوجین کے معنے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہی بلکہ مراد یہ ہو کہ مہر مثل زوجہ کے دعوی سے کمتر اور زوج کے دعوی سے کہتر ہو کذا فی الدرر **وان عجزا عن البرہان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المہر بخلاف البیع** اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کہاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح کو بخلاف بیع کے یعنے ہر ایک کی قسم دوسرے کے دعوی کو لوٹا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہی نکاح کے بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہو کذا فی الدرر **ویبدأ بیمینہ لان اول التسلیمین علیہ فیکون اول الیمینین علیہ** ظہیر اور زوج کی قسم ابتدا کی جاوے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون مین سے پہلی قسم اوسپر ہوگی کذا فی الظہیریۃ مراد تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم نفس زوجہ ہے اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یہ تحالف عند العجز کرخی کی تخریج سے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک وجہ مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہو کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہی قسم سے یا تہ اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا قول قسم سے مقبول ہی اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اکثر اور تمام ہدایہ ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی **ویحکم بالتشدید ای یجعل مہر مثلہا حکما لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ لو کان کمقالتہ او اقل وبقولہا لو کمقالتہا او اکثر وبہ لو بینہما ای بین ما تدعیہ ویدعیہ** اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھیرایا جاوے بسبب ساقط ہوجانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اوسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اوسکے قول کی مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوی زوجہ اور دعوی زوج ہو **ولو اختلفا ای المؤجر والمستاجر فی بدل الاجارۃ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا ویبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والمؤجر لو فی المدۃ ولو برہنا فالبینۃ للمؤجر فی البدل وللمستاجر فی المدۃ** اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کہاوین اور اجارہ کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم شروع کیجاوے اگر دونون بدل اجارہ مین مختلف ہون اور موجر کی قسم ابتدا کی جاوے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفای منفعت سے مراد یہہ ہو کہ استیفای منفعت پر قادر ہو مدت سے اور عدم استیفا سے عدم قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفا بجای استیفا ہے جو بحالت اجارت مین یعنے درصورت صحت عقد کذا فی البحر **وبعدہ لا والقول للمستاجر لانہ منکر الزیادۃ** اور بعد استیفای منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادتہ اجرت کا منکر ہے ہم بعد استیفای منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہی اور بعد استیفای منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین خلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمانے یہہ مسئلہ ذکر نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود **ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع** اور اگر موجر اور مستاجر نے خلاف کیا استیفای بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم

ختم ہوچکا ہین اور عقد اجارہ فسخ کردیا جاوے باقی مین اور سطحے مین مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے دم بدم تو ہر جزو اوس کا مثل
عقد ہے یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے ہم یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزو منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال
تو باقی گویا معقود علیہ عقد ہے لہذا اسمین تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جزو مبیع کا معقود علیہ عقد مستقل نہین بلکہ بالکل معقود علیہ عقد
واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع مین بسبب تلف ہونیکے تو بضرورت کل مبیع مین متعذر ہوگا وَاِن اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین
او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم قام النکاح او لا فی بیت لهما او لاحدهما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ للید لا للملک
اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہون اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکہتا ہو یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھہ خواہ
اختلاف کے وقت نکاح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اوس گہر مین ہوا ہو جو دونون کا مملوک ہے یا ایک شخص کا اون مین سے کذا فی خزانۃ
الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاعٍ ہو هنا ما کان فی البیت ولو ذهبًا او فضۃً فالقول لکل واحد
منهما فیما یصلح له قہستانی زوجین نے اختلاف کیا اوس متاع مین متاع سے مراد یہان وہ چیز ہے جو گہر مین ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین
مین سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھہ اوس متاع مین جو اوسکے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار
اور کمربند اور کتابین اور گہوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑہنی اور کرتی اور زیور اور رنہند اسکے اور چیزین ہین لغت مین متاع عبارت ہے اوس اسباب سے
جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام مین متاع چاندی سونے کو بہی شامل ہے الا اذا کان کل
منهما یفعل او یبیع ما یصلح للاخر فالقول له لتعارض الظاهرین درر وغیرها مگر جب کہ زوجین مین سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اوس
متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونون ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا ہم مثلا زوج زرگر
ہو کہ زیور عورتون کے بناتا ہے اور زیور مین اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہو کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا
شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونون ظاہرون مین تعارض ہوا تو دونون ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب اعتبار
تصرف مرجح ٹہریگا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض مین ہے وہ زوج کے قبض و تصرف مین ہے لہذا اس صورت مین زوج ہی کا قول مقبول ہوگا
کذا فی الطحاوی بتصرف والقول له فی الصالح لهما لانها وما فی یدها فی یده والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اوس متاع مین
جو دونون کے لائق ہو اسواسطے کہ زوجہ اور جو اوسکے ہاتہہ مین ہے وہ زوج کے ہاتہہ یعنے تصرف مین ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا
ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بها
لان ظاهرها اظهر من ظاهره وهو ید الاستعمال بخلاف اوس متاع کے جو زوجہ کے ساتھہ مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر
اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہہ جواب ہے اوس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب
دعاوی مین ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اوسکے تصرف مین ہے وہ زوج کے تصرف مین ہے تو چاہیئے کہ متاع مختص بزوجہ مین بہی
زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اوسکا جواب یون دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی ببینتها
لانها خارجۃ خانیۃ والبیت للزوج الا ان یکون لها بینۃ بحر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے
کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہین کذا فی الخانیہ اور گہر زوج کا ہے مگر یہہ کہ زوجہ کے گواہ ہون اسپر کہ گہر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہون گے
کذا فی البحر وهذا لو حیین وان مات احدهما واختلف وارثه مع الحی فی المشکل الصالح لهما فالقول فیه للحی ولو رقیقا و
قال الشافعی ومالک الکل بینهما وقال ابن ابی لیلی الکل له وقال الحسن البصری الکل لها وهی المسبعۃ وعد فی الخانیۃ تسعۃ
اقوال اور یہہ جو مذکور ہوچکا اوس صورت مین تہا جب کہ زوج اور زوجہ دونون زندہ ہون اور اگر ایک انمین سے مرگیا اور میت کے وارث نے

زندہ کے ساتھ مشکل مین ہے اوس متاع مین جو دونون کے قبضہ مین ہو اختلاف کیا تو اوسمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے
کہا کل مال دونون کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلہ مین
سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خزانیہ مین نو قول شمار کیے ہین ہم اقوال تسعہ بیان کرتے ہین پہلا قول امام کا ہے جو متن مین مذکور ہو چکا یعنی متاع
مشکل مین زندہ کا قول مقبول ہے ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلی کا قول
کہ سب متاع زوج کی ہے ۴ قول ابن شبرمہ اور شریک کا کہ دونون مین مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا
کہ گھر عورت کا ہے ۷ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوج کی ہے ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہے ۹ قول
مالک کا کہ کل مال دونون مین برابر ہے کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصًا ولو احدھما مملوکًا ولو ماذونًا او مکاتبًا وقالا والشافعی ھما
کالحرین فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب
ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت مین مقبول ہے حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف
حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندہ کا قول موت مین اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہین اور صاحبین اور شافعی نے
کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین حر کے برابر ہین اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسہا فما فی البیت قبل العتق
فھو للرجل وما بعدہ قبل ان تختار نفسہا فھو علی ما وصفناہ فی الطلاق جو آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اوس نے
اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نہ ہی تو جو اسباب گھر مین ہے قبل آزاد ہونیکے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کے بعد
آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اوسی طرح پر ہے جسکو ہمنے کتاب الطلاق مین مذکور کیا ہم یعنی دونون حرون کے برابر ہین حکم مین
کذا فی المنح وفیہ طلقہا ومضت العدۃ فالمشکل للزوج ولورثتہ بعدہ لانہا صارت اجنبیۃ لا ید لہا اور بحر الرائق مین ہے
کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اوسکے وارثون کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھہ تصرف بات
نہین ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثہ اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح
زوج کے وارث کی ہے ہم طوطاوی نے کہا لما شرطیہ ہے اور اوسکا جواب فکذا یکون لوارثہ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھہ فائدہ نہین
اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے اما لو مات وہی فی العدۃ فالمشکل لہا کانہ لم یطلقہا بدلیل ارثہا اور اگر زوج مر گیا
اور زوجہ عدت مین ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اوسنے اوسکو طلاق ہی نہین دی اوسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف
الموجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ ولیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر اور مستاجر نے
اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کھانے کے ساتھہ اور موجر کا کچھہ نہین مگر جو اوسکے بدن پر
کپڑے ہین ولو اختلف اسکاف وعطار فی آلات الاساکفۃ وآلات العطارین وہی فی ایدیہما فھی بینہما بلا نظر لما یصلح
لکل منہما وتمامہ فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگرون اور عطارون کے ہتھیارون مین اور حالانکہ دونون طرح کے
ہتھیار دونون شخصون کے قبضہ اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے ہین بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی یہہ رعایت نہوگی کہ کفشگرون کے
ہتھیار کفشگر کے ہین اور عطارون کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہے ہم آلات مذکورہ دونون مین اسواسطے
برابر ہونگے کہ گاہی ایک پیشہ ور دوسرے پیشہ کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہو سکتی دجل

معروف بالفقر والحاجۃ صار بیدہ غلام وعلی عنقہ بدرۃ وذلک بدار فادعاہ رجل عرف بالیسار وقد
ادعاہ صاحب الدار فھو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہے اوسکے ہاتہہ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن

روپیہ یا اشرفیون کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس نہ کورنے گہر مین ہے سوا اوس غلام کا اوس مرد نے دعوی کیا جو مالداری اور تونگری مین مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اوس کا دعوی کیا تو وہ غلام اوس شخص کا ہے جو مالداری مشہور ہے ہم بدرہ اوس تھیلی کو کہتے ہیں جسمین ہزار یا دس ہزار درہم ہون یا سات ہزار دینار ہون کذا فی القاموس ولذا انسان فی منزل رجل وعلی عنقہ قطیفۃ یقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی وادعاہا صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل اور اسیطرح ایک جاروب کش سے ایک مرد کے گہر مین اور اوسکی گردن پر مخمل کا مال ہو تو جسکی گردن پر ہی وہ کہتا ہو کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے کہ میرا ہی تو وہ صاحب خانہ کا ہی ہم کہتے ہین اور مسئلہ سابقہ مین فقہا نے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الحطاوی رجلان فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد السفینۃ وما فیہا واحدہما یعرف ببیع الدقیق والاخر انہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر دو مرد ہین ایک ناؤ مین جسمین آٹا ہے ہر ایک اوسکا ناؤ اور آٹے کا دعوی کرتا ہے اور ایک شخص اون مین سے آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور دوسرا ملاحی مین تو آٹا اوسکا ہی جو آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور ناؤ اوسکی جو ملاح مشہور ہو بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیہا راکب واخر ممسک واخر یجذبہا واخر یمدہا وکلہم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا ولا شیء للمادّ اور اگر ایک ناؤ مین ایک شخص سوار ہی اور دوسرا شخص اوسکو پکڑے ہے اور تیسرا اوسکو اپنے طرف کہینچتا ہے اور چوتھا اوسکو بہاتا ہی اور سب اوسکا دعوی کرتے ہین تو وہ کشتی تین شخصون مین تین تہائی ہی اور بہانے والے کا اوسمین کچہہ نہیں ہی حتی اور آیا سوا سکے بہانیوالے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی الحطاوی رجل یقود قطارا بل واخر راکب ان علی کل بعیر متاع للراکب فکلہا لہ والقائد اجیرہ وان لا شیء علیہا فللراکب ما ہو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامہ فی خزانۃ الاکمل ایک شخص اونٹون کی قطار کہینچتا ہی اور دوسرا شخص سوار ہی اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہی تو سب اونٹ اوسکے ہین اور قطار کہینچنے والا اوسکا مزدور ہے اور اگر اونٹون پر اسباب نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہی جسپر وہ سوار ہی اور باقی اونٹ قطار کہینچنے والیکے ہین بخلاف گائی بیل اور بہیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا خزانۃ الاکمل مین ہے ہم یعنے اگر گائی بیل یا بہیڑ بکری کو ایک شخص کہینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کی ہین کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہے دعوون کے دفع کرنے مین یعنے مدعا علیہ سے نہ لینے اور پر دعوی مدعی کا شتانے یا ہم جیسے دفع دعوی قبل برہان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برہان بہی صحیح اور اسیطرح قبل حکم صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہی اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہے اگرچہ کثیر ہو قول مختار مین اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع احد الورثۃ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر فصل لما قدم من یکون خصما ذکر من لا یکون خصما جب کہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر کیا اسکو جو خصم ہوتا ہی اب ذکر شروع کیا اوسکا جو خصم نہیں ہوتا

قال ذو الید ہذا الشیء المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیہ او اعارنیہ او اجرنیہ او رہننیہ زید الغائب او غصبتہ منہ من الغائب وبرہن علیہ علی ما ذکر والعین قائمۃ لا ہالکۃ وقال الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ او بوجہہ وشرط محمد معرفتہ بوجہہ ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وہو لا یعرفہ الا بوجہہ لا یحنث ذکرہ الزیلعی وفی الشرنبلالیۃ عن خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ ان تعویل الائمۃ علی قول محمد انتہی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شے جسکا مدعی دعوی کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکہی یا مجہکو بعاریت دی یا اجارہ رکہی یا وہ گرو رکہی ہی زید نے جو غائب ہے یا مین نے اسکو شخص غائب سے بغصب لیا ہی اور اسپر مذکورہ پر دو گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہے نہ ہالک اور گواہون نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اوسکے نام اور نسب یا اوسکی صورت سے پہچانتے ہین اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھہ اوسکی روشناسی بہی شرط کی ہی تو بموجب قول محمد اگر قسم کہائی کہ مین فلانے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ سکو نہیں پہچانتا مگر اوسکی صورت سے تو حانث نہوگا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ مین علامۂ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہے کہ ائمہ فقہ کا اعتماد محمد کے

قول پر ہی انہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ فیثبت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان یدہ لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جایگی خصومت اوس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ قبضہ ان لوگون کا یعنے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہین ہے اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خریدکیا پہر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہو گی اور ذی الید پر اوسکے آزاد کر دینے کا حکم ہو گا کذا فی الطحطاوی و قال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یوخذ ملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اوس سے دفع نہو گی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہے حیلہ گری اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پہر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اوس مغصوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکہتا ہو تا کہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکہا ہے تو مالک کا حق باطل ہو جاوے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگون کے حالات دیکہتا رہے اور اونکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوے بعد قاضی ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنیکے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی وھذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیھا اقوال خمسۃ علماء کما بسطہ فی الدر او لان صورھا خمس عینی وغیرہ اور یہہ یعنے مسئلہ دفع مخمسہ ہے کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اسمین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ در مین مشرح ہے یا مخمسہ ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ہم اقوال خمسہ مین سے پہلا قول وہ ہے جو متن مین مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت اہم اور نسب کے ساتھہ ...... ضرور ہے چوتہا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہو گی پانچوان قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہو جاتی ہے کیونکہ اوسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر لان الحکم بذلک لو قال ...... فی صلحبہ ...... ۔ و ...... فی یدی مزارعۃ ...... قلت للّی ...... اخرف البزازیۃ ...... اجارۃ او الودیعۃ قال فلا یزاد علی الخمس وقد حررتہ فی ...... اور یہہ کے قول مین گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسطرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجکو وکیل کیا یا اس نے یہہ چیز مجکو ید غائب سے رکہا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو نکال لیا یا اوسکے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تہی مین نے اوسکو پایا کذا فی البزازیہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتین ہین ...... جو بزازیہ مین ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھہ ملحق ہے بزازی نے کہا تو پانچ ...... نہین در البہیہ مین مینے اسکی شرح ...... مین تحریر کی ہے وان کان ھالکا او قال الشھود اودعہ من لا نعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یکن عن الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول لا للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجیء حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہلاک ہو گیا ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو ودیعت رکہا ہے اوسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا مجہہ سے یا یون کہا چورالیا گیا مجہہ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجہہ سے چرالیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجہہ سے یا اسکو غصب

کر لیا مجھ سے خلاف خانیہ کے چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آئیگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائیگی وھل تندفع بالمصدر الصحیح لا بنزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغۂ مصدر غصب قول صحیح یہہ ہے کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ م یعنے اگر مدعی نے یون کہا کہ یہہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوے کا مندفع نہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان وبرھن علیہ لا تندفع فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوے غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اوسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ مین خصومت مندفع نہوگی اسی دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہم کہتے ہین کہ الکو وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام عین اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہے اور دعوے خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہے اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوے مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعۃ عندی او رھن من فلان تندفع مع البرھان علی ما ذکر کہا ذی الید مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم مین بولا کہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوی مذکور پر یعنے اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوے مدعی کا دفع ہو جاویگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہوگا مگر جب کہ مدعی اوسکو بگواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہے ولو برھن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرار یمنع الدفع بزازیۃ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنے اوسکے دعوی ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دیگا اور اسپر حکم کریگا بسبب سابق ہونے اوس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک ای بنفسہ فلو بوکیلہ لم تندفع بلا بینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرھن لتوافقھما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو فلانے شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اوسکے دفع مین کہا میرے پاس اوسی فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ نلاوے بسبب اتفاق ہونے دونون کے اس پر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اوسکو ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرھن مگر جب کہ مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو غائب سے خرید کیا اور اوس نے مجھکو وکیل کیا ہے اوسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنے ذی الید سے مدعی اوسکو لے لیگا اسواسطے کہ مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وھی عجیبۃ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے مین تو اوسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہہ مسئلہ عجیب ہے یعنی انکار مین تو تسلیم ہو اور تصدیق مین تسلیم نہین ہم طحطاوی نے کہا اسمین ہرگز کچھہ مقام تعجب نہین اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ مالک غائب پر سرایت نہین کرسکتا اور یہی علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھہ عجب نہین اسواسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہین ہم اقتصار الدرر وغیرہا علی دعوی الشراء قید اتفاقی فلذا قال ولو ادعی انہ لہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرھن علیہ وزعم ذو الید ان ھذا الغائب اودعہ عندہ اندفعت لتوافقھما ان الید لذلک الرجل پھر اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہے اسواسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اوسکی ہے اوس سے فلانے غائب نے غصب کر لی اور اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اوسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ قبضہ اوسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ

لا تندفع بہا عن ذی الید ایداع ذلک الغائب استحسانا کذا فی البزازیۃ اور اگر بجای دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع ہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اوس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہے از روی استحسان کے کذا فی البزازیہ و فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید و کل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہو کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک پر اور ہر شخص اوس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول صحیح ہم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی و لا المدعی رہنا او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شراکے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل اور مشتری تو سب کا خصم ہے یعنی جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانیکے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور شے خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یمہل الی المجلس الثانی صغری مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اوسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجائیگی الغی العنبر للمدعی تحلیف مدعی الایداع علی البتات دررلہ مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اوس کا تمام ہونا یعنے قبول ایداع اوس سے متعلق ہے اور ذخیرہ مین ہو کہ ذی الید پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین انتہی تو یہہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی و للمدعی تحلیف المدعی علی العلم و تمامہ فی البزازیۃ اور اسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اس کا بزازیہ مین ہے ہم جب کہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے دفع مین اسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکہی ہے اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر و کل بنقل امتہ فبرہنت انہ اعتقہا قبل الدفع لا للعتق ما لم یحضر المولی ابن ملک مولے نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جب تک مولے نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہہ باب ہے دو مردون کے دعوی کرنے مین یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق ای لم یذکر لہ سبب کما مر علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ہم خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہہ ہو کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان و ان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ہم یعنے خواہ دونون تاریخ ملک بیان نکرین یا دونون ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونون تاریخ کو جدا جدا بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اوسکی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی و قال ابو یوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جس نے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے مقدم حجت مین و ثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غاب عنی منذ شہر و قال ذو الید لی منذ سنۃ قضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبتہ لا ملکہ فلم یوجد التاریخ من الطرفین فقضی ببینۃ الخارج ہم اور ثمرہ خلاف امام اور ابو یوسف اوس صورت مین ہے کہ خارج نے کہا کہ یہہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہوگیا مہینہ بہر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بہر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی ہے

خارج

غائب ہونے کی تاریخ ہی نہ مالک ہونیکی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کے طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسیواسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف یقضی للمؤرخ ولو حالة الانفراد اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو مترجم کہتا ہے کہ فتاویٰ قاضی خان اور جامع الفتاویٰ سے یون منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک حالت انفراد مین مورخ کی ترجیح ہی انتہی تو شارح کو مناسب تہا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہی کہ قضا مورخ کی واسطے ہی خواہ دونون سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچہہ معنے نہین اسواسطے کہ تاریخ تو دونون سے ثابت ہی بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فے الخطاء وینبغی ان یقضی بقوله لانه اوفق واظهر كذا في جامع الفصولين واقره المصنف اور لائق یون ہی کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جائے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہی چنانچہ جامع الفصولین مین ہے اور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین مترجم کہتا ہے کہ جامع الغفار مین بجای ینبغی یفتی ہے وہو الاظہر ولو

المتن برهن خارجان علی شیء قضی به لهما اور اگر گواہ لادین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسری شخص کے قبضہ مین ہے تو دونون کے واسطے اوس چیز کا حکم ہوگا مترجم دلیل اسکی وہ حدیث ہی جو سنن ابو داود مین ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اونٹ کو دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہہ ہی کہ بینات حجج شرعیہ سے ہین تو حتے الامکان اوسپر عمل واجب ہی اور یہان عمل ممکن ہے اسواسطے کہ شاید ایک شے واحد پر اوقات مختلفہ مین ہوا کرتا ہے تو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اوسپر اعتماد کرتا ہی جو اوس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا [بدلتا ملک دیکہا گیا] کذا فے الرمزیہ فان برهنا فی دعوی نکاح سقط لتعذر الجمع لو حیة پہر اگر دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعوی مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے مترجم یعنی اگر عورت زندہ ہے تو نکاح کا دو شخصون نے ساتہی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسیکا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہین معیت برہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا بثبوت نکاح کا پہر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اوسکے مقبول نہون گے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا فے الخطاء ولو میتة قضی به بینهما وعلی کل نصف المهر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منهما وتمامه فی الخلاصة اور اگر عورت میت ہی تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہون گے اور اگر عورت جنی یعنی بعد اوسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہی مترجم خلاصہ مین باقی بیان یون ہی کہ ولد مذکور دونون شخصون سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونون والد کے متروکہ سے ایک واحد کی میراث پاوینگے کذا فے البحر وهی لمن صدقته اذا لم تسکن فی بیت من كذبته ولم یکن دخل من كذبته بها اور عورت اوسکی زوجہ ہی جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اوسکے پاس نہو جس مدعی کی اوسنے تکذیب اور جسکی اوس نے تکذیب کی اوس عورت کی وطی نکی ہو مترجم خلاصہ یہہ ہی کہ جب دو شخصون نے ایک عورت پر تنازع کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہی تو وہ اولے ہی اور اگر تاریخ بیان نکی یا دونون کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبض ثابت ہی چنانچہ وطی یا اپنے مکان لیکر رکہنا تو وہی شخص اولے ہی اور اگر یہہ کچہہ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہی الحاصل سبقت تاریخ راجح ہے سب سے پہر قبضہ پہر وطی پہر اقرار پہر صاحب تاریخ مقدم ہے ظہیریہ مین ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گہر مین ہو تو صاحب خانہ اولی ہے کذا

الطحاوی هذا اذا لم یؤرخا فان ارّخا فالسابق احق بها اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اوس وقت ہے جب کہ دونون نے تاریخ بیان
نکی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اوس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھہ قبض اور دخول کا کچہہ اعتبار نہین اسواسطے
کہ صریح دلالت پر فائق ہے فلو ارّخ احدهما فهی لمن صدّقته او لذی الید بزازیہ قلت وعلی ما مرّ عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ
احدهما ولم ار من نبّه علیه فتامّل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اوسکی زوجہ ہے جسکی اوس نے تصدیق کی یا ذی الید کی
کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور بموجب اوس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہوچکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور مین نے نہین دیکھا
اوسکو جس نے اوسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اسمین ہم طحطاوی کہتا ہے صاحب بحرالرائق نے اسپر صریحاً آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی ہی تاریخ موجبات
رجحان سے ہے ولو اقرّت لمن لا حجّة له فهی له وان برهن الآخر قضی له اور اگر عورت نے اقرار کیا اوس مدعی کے واسطے جسکے
پاس گواہ نہین تو وہ اوسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا
اوسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برهن احدهما
وقضی له ثم برهن الآخر لم یقض له الا اذا ثبت سبقه لان البرهان مع التاریخ اقوی منه بدونه اور اگر گواہ لایا ایک مدعی
اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا پہر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اوسکے واسطے حکم نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس
واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اوس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہرچند بیان دونون دعوون مین تاریخ ثابت ہو اسواسطے
کہ سبقت نہین ہوسکتی بدون تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو وہی مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اوسنے اصلاً تاریخ
مذکور نکی یا مع التاریخ سابق مراد ہو کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرهان خارج علی ذی ید ظهر نکاحه الا اذا ثبت سبقه
ای ان نکاحه اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اوس ذی الید پر جسکا نکاح ظاہر ہوچکا مگر اوس صورت مین برہان
خارج سے حکم ہوگا جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکرا سبب
الملك بان برهنا علی شراء شیء من ذی الید فلکلّ نصفه بنصف الثمن ان شاء او ترکه انما خیّر لتفریق الصفقة علیه
اور اگر دونون مدعیون نے سبب ملک کا مذکور کیا اسطرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے
نصف نصف شے کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اوسکو چہوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نلینے مین کہ اوپر
صفقہ متفرق ہوگیا تہا یعنی پوری چیز اوسکے واسطے باقی نرہی اور شاید اوسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادہوری پر وان ترك احدهما
بعد ما قضی لهما لم یاخذ الآخر کلّه لانفساخه بالقضاء فلو قبله فله اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چہوڑا دونون کیواسطے
حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اوسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے
ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے لے تو اوسکو جائز ہے وهو ای ما مرّ عند عدم التاریخ اما للسابق تاریخا ان ارّخا فیرد البائع ما
قبضه من الآخر الیه سراج اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونون نے دعوی کیا اوس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونون نے
تاریخ خرید بیان کی تو بائع پہیر دے جو ثمن اوس نے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اوسوقت اعتبار ہے جب کہ بائع ایک
ہو اور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچہہ ترجیح نہین ورنہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وهی لذی ید ان لم یؤرخا
او ارّخ احدهما واستوی تاریخهما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونون مدعیون نے تاریخ خرید کی بیان نکی یا ایک
نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہے وهو لذی وقت ان وقت احدهما فقط والحال انه لا ید لهما وان لم یوقتا
فقد مرّ ان لكلّ نصفه بنصف اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونون کا
وقت بیان کیا

سے نہیں اور اگر دونوں سے وقت مذکور نکیا تو اوسکا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف بعوض نصف ثمن ویکرہ والشراء احق من هبة وصدقة ورهن ولو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ و صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہی کہ خرید مفید ملک بعوض ہے فی الحال ہے بخلاف رہن وھذا اذا لم یوقتا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اوسوقت ہے جبکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور نکی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب سے ولو ارخت احدهما فقط فالمؤرخة اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی مین فقط ایک کی تاریخ مذکور ہو تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہین یعنے اس صورت مین خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہین وھذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہہ یعنی برابر ہونا اوس چیز مین جو قابل قسمت نہین مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری هبة الدرر اور تصحیح علما مختلف ہے اوس چیز مین جو قابل قسمت ہے چنانچہ گہر اور صحیح تر قول یہہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ من قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبة من الدرر یہہ روسے عمادی پر کہ اوسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہے اور اس مسئلہ مین شیوع طاری ٹہیرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہین کذا فی الطحطاوی والشراء والمهر سواء فینصف وترجع هی بنصف القیمة وهو بنصف الثمن او یفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہین تو دونون مدعیوں مین انصافا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اوس چیز کی پہیر لے اور مدعی خرید نصف ثمن پہیر لے یا بیع کو فسخ کر دے بدلیل گذشتہ ہم یعنی جب کہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھہ نکاح کیا اور یہہ غلام میرے مہر مین مقرر کیا تو دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قوت مین یکسان ہین کیونکہ ہر ایک سے خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہی مشتری کو فسخ بیع مین اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ھذا اذا لم یؤرخا وارخا واستوی تاریخهما فان سبق تاریخ احدهما کان احق یہہ یعنی استوای خرید اور مہر اسوقت سے جب کہ دونون کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونون کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہی احق ہے قید بالشراء لان النکاح احق من هبة ورهن وصدقة عمادیة والمراد من النکاح المهر کما حرره فی البحر مغلطا للجامع مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ اور نکاح سے مراد اس مقام مین مہر ہے چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریر کی ہے صاحب جامع الفصولین کے طرف غلط گوئی کی نسبت کر کے ہم صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہین وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہہ ہو کہ وہ یون سمجہا کہ دو شخصون نے ایک لونڈی مین تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ مین اوس کا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہو کہ مین نے اوس سے نکاح کیا اور لا کہ یہہ فقہا کی مراد نہین بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہی یعنی نہ عقد چنانچہ لو احق کلام محیط اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی نعم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامة من رجل واحد ولا مرجح فتکون ملکا له منکوحة للآخر فتدبر ہان برابر ہی نکاح اور خرید اگر دو شخصون نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی مین اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہین تو لونڈی مدعی شراکی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرلے اسکو وجہ استوا

یہہ ہی کہ خرید اور نکاح مین منافات نہین یہہ بحث ہی صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر وَرَهنٌ مع قبض احقُّ من هبةٍ بلا عوضٍ معه استحسانًا
اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ف وجہ استحسان یہہ ہی کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہی اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون
نہین حالانکہ عقد ضمان اولے ہی اور قیاس یہہ ہے کہ ہبہ اولے ہی رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن ولو بها فهي احقُّ لانها
بيعٌ انتهاءً والبيعُ ولو بوجهٍ اقوى من الرهن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخرکار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ
کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو العينُ معهما استويا مالم يؤرِّخا واحدُهما اسبقُ اور اگر شے متنازع فیہ دونون مدعیون کے
قبض مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تاوقتیکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ
اسبق اولے اور مقدم ہی وان برهن خارجان على ملكٍ مؤرَّخٍ او شراءٍ مؤرَّخٍ من واحدٍ غيرِ ذي يدٍ او برهن خارجٌ على
ملكٍ مؤرَّخٍ وذو يدٍ على ملكٍ مؤرَّخٍ اقدمَ فالسابقُ احقُّ اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی
بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اوسی ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق
احق اور اولے ہو ف بائع مین غیر ذی الید کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خریدنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھہ فائدہ نہتھا
تعمیم مین وان برهنا على شراءٍ متفقٍ تاريخُهما او مختلفٍ عيني وكلٌّ يدّعي الشراءَ من رجلٍ آخرَ او وقّت احدُهما فقط
استويا ان تعدّد البائعُ وان اتحد فذو الوقتِ احقُّ ثم لابدّ من ذكرِ المدّعي وشهودِه ما يفيد ملكَ بائعِه ان لم يكنِ
المبيعُ في يدِ البائعِ ولو شهدوا بيدِه فقولانِ بزازية اور اگر خارجین گواہ لائے اوس خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین یا مختلف ہین
کذا فی العینی اور ہر مدعی خرید کا دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین
اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولے ہی پہر یہہ ضرور ہی کہ مدعی اور اوسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مفید ملک ہو اوسکے بائع کی
درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتہ مین نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنے درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہین قبض سابق کی
گواہی دی بلا ذکر اوسکی ملک کے تو اسمین دو قول ہین کذا فی البزازیہ ف بزازیہ مین ہی کہ گواہون نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر
نکیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہین اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اوسکی ملک
کی تو اسمین فقہا مختلف ہین کذا فی الطحطاوی فان برهن خارجٌ على الملكِ وذو اليدِ على الشراءِ منه او برهنا على سببِ ملكٍ
لا يتكرّرُ كالنتاجِ وما في معناه كنسجٍ لا يُعادُ وغزلِ قطنٍ وحلبِ لبنٍ وجزِّ صوفٍ ونحوِها ولو عندَ بائعِه درر فذو اليدِ
احقُّ من الخارجِ اجماعًا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائی ایسے
سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی نہ مکرر جیسا کہ نتاج یعنی پیدایش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو جیسا کہ نسج غیر معتاد یعنے
ثیاب قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودہ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور ہندان اسباب غیر مکررہ کے
اگرچہ اسباب مذکورہ اوسکے بائع کے پاس واقع ہوئے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق ف نتاج سے مراد یہہ ہی کہ مدعی کی ملک مین
نتاج ہوا ہو یا اوسکے بائع کی ملک مین یا اوسکے مورث کی ملک مین جامع الفصولین مین ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلا یہہ اونٹنی میری بائع کے پاس
جنی اور ذی الید بہی اسیطرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونون کے
بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادّعى الخارجُ عليه فعلًا كغصبٍ او وديعةٍ او
اجارةٍ ونحوِها في روايةٍ درر او كان سببًا يتكرّر كبناءٍ وغرسٍ ونسجِ خزٍّ وزرعِ برٍّ ونحوِه او اشكل على اهلِ الخبرةِ
فهو للخارجِ لانّه الاصلُ وانما عدلنا عنه بحديثِ النتاجِ دعوی نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جب کہ خارج ذی الید پر فعل کا

مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کی روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہو چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کہیت بونا یا سبب ملک کا مکرر یا غیر مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید کی اسواسطے کہ مدعی خارج معتبر ہی اصل ہی اور یہی جو یہان عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ مین بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہہ میری اینٹ ہی مین نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بہی اسیطرح دعوے کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بہی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہی اسکو ایک زمین مین بوتا ہے پہر اسکو چلنی سے چہان لیتا ہے اور دوسرے کہیت مین بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہہ گیہون مین نے بوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض مین اور گواہ لایا کہ یہہ اونٹنی اسکی ہے اور اسکے پاس جنی ہی اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلا دی اور یہہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط مین ہی کذا فی الطحطاوی وَلَوْ بَرْهَنَ كُلٌّ مِنَ الْخَارِجِيْنِ اَوْ ذَوِي الْاَيْدِي اَوِ الْخَارِجِ وَذِي الْيَدِ عَلَى الشِّرَاءِ مِنَ الْآخَرِ بِلَا وَقْتٍ سَقَطَا وَتُرِكَ الْمَالُ الْمُدَّعٰى بِهٖ فِي يَدِ مَنْ مَعَهٗ اور اگر ہر شخص گواہ لاوی دو شخصون مین سے خواہ دونون شخص خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونون برہان ساقط الاعتبار ہون گے اور جس مال کا دعوی ہے وہ اوسکے قبضے مین چہوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہی ہم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت خیر کے واسطے حکم ہو گا کذا فی خزانۃ الاکمل وَقَالَ مُحَمَّدٌ يُقْضٰى لِلْخَارِجِ قُلْنَا الْاِقْدَامُ عَلَى الشِّرَاءِ اِقْرَارٌ مِنْهُ بِالْمِلْكِ لَهٗ اور کہا محمد نے کہ درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہو گا ہم جواب مین کہتے ہین شیخین کے طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اوسکے طرف سے دوسرے کی ملک کا ہم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اسمین بالاجماع ساقط ہی بواسطہ تعذر جمع وَلَوْ اَثْبَتَا قَبْضًا تَهَاتَرَا اتفاقًا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتہہ قبض بہی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہون گے وَلَا يُرَجَّحُ بِزِيَادَةِ عَدَدِ الشُّهُوْدِ فَاِنَّ التَّرْجِيْحَ عِنْدَنَا بِقُوَّةِ الدَّلِيْلِ لَا بِكَثْرَتِهٖ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے نہ اوسکی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواتر ہو اور دوسری ازقسم آحاد یا ایک دلیل مفسر ہو اور دوسری مجمل تو مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کے احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰى هٰذَا الْاَصْلِ بِقَوْلِهٖ فَلَوْ اَقَامَ اَحَدُ الْمُدَّعِيَيْنِ شَاهِدَيْنِ وَالْآخَرُ اَرْبَعَةً فَهُمَا سَوَاءٌ فِي ذٰلِكَ پہر مصنف نے اس قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کئے تو دونون برابر ہین اسمین یعنی اقامت شہادت ماخوذہ مین اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین وَكَذَا لَا تَرْجِيْحَ بِزِيَادَةِ الْعَدَالَةِ لِاَنَّ الْمُعْتَبَرَ اَصْلُ الْعَدَالَةِ وَلَا حَدَّ لِلْاَعْدَلِيَّةِ اور اسیطرح ترجیح نہین عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادتمین اصل عدالت معتبر ہوا اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچہہ حد نہین ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی کے گواہ عدل ہون تو ترجیح واقع نہو گی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اون سے بہی زیادہ تر عدالت رکہتا ہو

تو حکم مستقر نہو سکے گا ایک حال پر کذا فی الطحاوی دار فی یدا خر ادعی رجل نصفها و آخر کلها و برهنا فللاول ربعها والباقی للآخر بطریق المنازعة و هو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعة ثم استوت منازعتهما فی النصف الآخر فینصف

ایک گھر ہی ایک شخص کے قبض مین سو ایک مرد نے اوسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسری مرد نے تمام گھر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنے تین چوتھائی دوسرے مدعی کی بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہہ ہو کہ نصف واسطے مدعی کل کے واسطے سالم ہی بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اسکے اقرار سی پہر دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث له والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلة کلا و نصفا فالمسئلة من اثنین و تعول الی ثلثة اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا[1] اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف مجتمع ہوی تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کے طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہہ کہ مخرج مین سہام کی گنجایش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جاوی چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمة اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعا و هو ثمانیة میراث و دیون و وصیة و محاباة و دراهم مرسلة و سعایة و جنایة رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ ہے جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹھہ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ہم میراث کی یہہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ ترکہ مین اونکی پوری ہونے کی گنجایش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چہہ سی ہی اور بطریق عول کے سات[2] سی اور دیون کی صورت یہہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئی کہ ترکہ سے ادا نہین ہوسکتے تو ارباب دیون مین بطریق عول ترکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کے میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل ترکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہہ صورت ہو کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسری کے واسطے ربع مال کی اور تیسری کے واسطے سدس مال کی اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث ترکہ ہوا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات[3] یعنے محابات کی وصیت کی یہہ صورت ہو کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہو وہ اس مرد کے ہاتہہ ہزار درم کو بیچا جاوی اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسری مرد کے ہاتہہ ایک ہزار درم کو بیچا جاوی سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا[4] اور دراہم مرسلہ کی قسمت کی یہہ صورت ہو کہ مثلا ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کیواسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہہ صورت ہو کہ یہہ وصیت کی کہ یہہ غلام نصف آزاد کیا جاوی اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاوی اور ثلث ترکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے سعایت ساقط ہوجایگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین داخل کر دین ایک صورت جنایت عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہہ ہو کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکہہ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دیدیا گیا تو عبد جانی کی دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہہ ہو کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیای جنایت کو دیگئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحاوی

[1] ف ۱ سہام ترکہ تین سہم زوجکی اور تین سگی بہن کے اور ایک سہام اخیافی بہن کا ۱۲
[2] ف تقسیم بین محابات کی ۱۲
[3] ف بشرطیکہ میت کا مال اور کچہہ نہو اور وارث وصیت کو جائز نہ رکھین ۱۲

وَبطریقِ المُنازَعۃِ اجماعًا وہی مسئلۃُ الفضولیّینِ اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہو باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ دو فضولیون کا مسئلہ ہو ہ مسئلہ فضولیین یہہ ہو کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتہہ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور بیچا دوسرے مرد کے ہاتہہ پانسو درم کو عوض اور مولے نے دونون بیعون کو جائز کیا تو دونون مشتریون کو اختیار ہو اگر بیعنا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریقِ المُنازَعۃِ عندَہٗ وَالعَولِ عندَہما وہی ثلثُ مسائلَ مسئلۃُ الکتابِ واذا اوصٰی لرجلٍ بکلِّ مالِہٖ وبعبدٍ بعینہٖ ولِلآخرِ بنصفِ ذالک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہو امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے تین مسئلے ہین ایک مسئلہ اس کتاب کا ہو یعنے مسئلہ دار جو متن مین مذکور ہوچکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہ کل اور نصف مال کی وصیت یہہ دوسرا مسئلہ ہو اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہہ دوسرا مسئلہ ہو بحرالرائق مین ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت مین اگر ورثہ نے وصیت جائز رکہی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملیگا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت مین اگر ثلث مال اوسکو کفایت نکرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکہین تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریقِ العَولِ عندَہٗ والمُنازَعۃِ عندَہما وہو خمسٌ کما بسطہ الزیلعیُّ والعینی وتمامُہٗ فی البحر اور چوتہی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہو امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے پانچ مسئلے ہین چنانچہ اوسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا بحرالرائق مین ہو ہ پہلا مسئلہ یہہ ہو کہ عبد ماذون مشترک ہو دو مالکون مین ایک مولے نے اوسکو نسو درم دئے یعنی کوئی چیز اوسکے ہاتہہ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اوسکو درم بطریق دین کے دئے پہر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی مین بطور ۲ ثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ دائن مولے اوسکے شریک کے نصیب مین صحیح ہو نہ خود اوسکے نصیب مین دوسرا مسئلہ یہہ ہو کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم قرض دیا ۱۲ دین دیئے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونون مین ثمن کی تقسیم اثلاث ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہہ ہو کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمدا قتل کیا اور مقتول عمدا کے دو وارث ہین سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فدا عبد مین اختیار ہو سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دسہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت مین خود غلام کو دے تو دونون شخصون مین اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک چوتہا مسئلہ یہہ ہو کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ مین اور مولے اوسکی قیمت دے پانچوان مسئلہ یہہ ہو کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمدا قتل کیا اور ہر مقتول کے دو وارث ہین سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علے التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع مین سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتہائی قیمت کی ہو اور نصف قیمت دونون مین تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصلُ عندَہٗ انّ القسمۃَ متٰی وَجَبَتْ لحقٍّ ثابتٍ فی عینٍ او ذمّۃٍ شائعًا فعولیّۃٌ او ممیّزٌ او لِاَحدِہما شائعًا وللآخرِ الکلَّ فمنازعۃٌ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین امام کے نزدیک یہہ ہو کہ جب قسمت واجب ہوگئی ہو واسطے اوس حق کے جو ثابت ہو کسی عین یا ذمہ مین بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اوس مسئلہ مین قسمت بطریق عول کے ہو یا حق ثابت ہو بطریق

تمیز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہو اور دوسرے کا حق کل مین تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہو ہم نے یون ہتا کہ شارح یون کہتا فی ذمتہ
وعین شائعا اسواسطے کہ ذمہ مین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتر تھا شائعا فی البعض دون الکل چنانچہ بحرالرائق مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی
وعندہما متی ثبتا معا علی الشیوع فعولیۃ والا فمنازعۃ فلیحفظ اور صاحبین کے نزدیک جب کہ دو حق ساتھہ ہی بطریق شیوع کے ثابت
ہون تو قسمت بطریق عول کے ہو اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام اور صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین
ولو الدار فی ایدیہما فہی للثانی نصفٌ لا بالقضاء ونصفٌ بہ لانہ خارجٌ اور اگر گھر دو شخصون کے قبض مین ہو یعنی ایک شخص
نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے ہم مدعی ثانی کو
نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہے تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اوسکو نصف
ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض مین ہے اوسمین خارج اور ذی الید کے
گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدہم کلہا واخر نصفہا واخر ثلثہا وبرہنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندہما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر
گھر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص اونمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو
وہ گھر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہے ہم امام کے نزدیک
قسمت اس مسئلہ کی چوبیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چہہ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایکسو
اسی سہم سے قسمت ہے ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور چھبیس سہم مدعی ثالث کے اور اسکا بیان شرح طحطاوی
مین شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا ولو برہنا علی نتاج دابۃ فی یدیہما او احدہما او غیرہما
وارخا قضی لمن وافق سنہا تاریخہ بشہادۃ الظاہر اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا
ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو
اوس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اوس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ہم سے یعنے جسکی تاریخ جانور کی عمر
کے موافق ہو اوسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یؤرخا قضی بہا لذی الید سو اگر دونون
مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی تو اوس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث اور دونون
مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقہما بان خالف او اشکل فلہما
ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما قضی بہا لہ ہو الاصح قلت وہذا اولی مما وقع فی الکنز و
الدرر والملتقی فتبصر اور اگر تاریخ دونون مدعیون کی موافق نہو اسطرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھہ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت
کچھہ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر اونکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضے مین
ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہہ یعنی مصنف کی یہہ تعبیر وان لم یوافقہما بہتر ہے
اوس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکھہ لے ہم وجہ اولویت یہہ ہے
کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت
برہن احد الخارجین علی الغصب من زید والاخر علی الودیعۃ منہ استویا لانہا بالجحد تصیر غصبا گواہ

لایا ایک خارج اوس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اوسنے ودیعت رکہی تو دونون برابر ہیں یعنے
اوس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہی ہم اس مسئلہ مین مدعا علیہ غصب
اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اوسپر ضمان واجب ہوتا ہی اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر
منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہی تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونون
متساوی ہوے **الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ**
العقل وعبارۃ الاشباہ والدیۃ لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود
اور قصاص اور قتل مین ایسا ہی مصنف کے نسخے مین اور دوسری نسخہ متن مین بجای قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ ہی ہم وجہ
حریت مسلمین یہہ ہی کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرت آزاد
تہی جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹہیری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نکری بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کری
لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکری اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہی تو اوسپر حد قذف
ماری نجاویگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکری اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتہ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہی تو
تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو از راہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ
پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخ ثلثہ یعنے قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہی اسواسطے کہ
قتل سے قتل خطا مراد ہی جو موجب دیت ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف **وحینئذ فلو ادعی علی مجہول الحال انہ عبدہ**
فانکر وقال انا حر الاصل فالقول للمتمسک بالاصل اور اسوقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹہیری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اوسیکا قول قابل تصدیق ہے بسبب متمسک ہونے
اوس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے **واللابس للثوب احق من آخذ الکم** اور کپڑے کا پہننے والا احق ہی آستین کے پکڑنیوالے سے
ہم بیان سے وہ مسائل شروع ہوئی جن مین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہی بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا
حکم ہوگا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اوسکے قبض مین ہی تو اوسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پہر اگر اوس نے قسم کہائی تو بری الذمہ ہو گیا
اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا انتہے لابس ثوب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اوس کا تصرف ظاہر تر ہی آخذ آستین سے
کہ وہ مقتضی ملک ہی تو لابس ہی ذی الید ٹہیرا اور آخذ خارج اور ذی الید اولے ہی خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب
وہی احق بثوب ہوگا اور یہی علت جاری ہی مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی **والراکب احق من آخذ اللجام** اور جانور کا سوار احق
ہی لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونون دعوی کرتے ہین کہ یہہ چارپایہ میرا ہے
تو سوار احق ہی بسبب ظاہریت تصرف **ومن فی السرج اولی من ردیفہ** اور جو شخص زین پر بیٹہا ہی وہ احق ہے اوس شخص سے جو اوسکے
پیچہے بیٹہا ہی یعنی اسواسطے کہ تمکن اوسکا اوس موضع مین تقدم کی دلیل ہے **وذو حملہا من علق کوزہ بہا لانہ اکثر تصرفا** اور
جس کا بوجہہ چارپایہ جانور پر لدا ہی وہ احق ہی اوس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اوسپر لٹکا دیا ہی اسواسطے کہ اوس کا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجہہ
والے کا تصرف زیادہ تر ہی دوسرے کے تصرف سے حمل بکسرہ حا و سکون میم اوس بوجہہ کو کہتے ہین جو پیٹہہ یا سر پر لادا جاوے کذا فی
الحموی **والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسیہ وراکبی سرجہ** اور جو فرش پر بیٹہا ہی اور جو فرش کو پکڑے ہی دونون تصرف
مین برابر ہین مانند اون دو شخصون کے جو فرش پر بیٹہے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہی اسواسطے کہ فرش کی

بیٹھنا فرش کا قبضہ نہین بلکہ قبضہ اوسوقت ہوتا جب فرش اوسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش اوڑھتا بیچھاتا کذا فی الدرر کمن معه ثوب وطرفه
مع الآخر لا تحد بينه اى طرفه الغير منسوج حيث لانها ليست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند اون دو شخصون کے کہ ایک کے
پاس کپڑا ہو اور دوسری کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہو نہ دو شخص برابر ہے جسکے ہاتھہ مین کپڑی کا ہدبہ یعنی چھیر سے ہم ہدبہ یعنی کپڑی کا طرہ
بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہے بخلاف جالسي دار تنازعا فيها حيث لا يقضى لهما لاحتمال انها في يد غيرهما
وههنا علم انه ليس في يد غيرهما يعنی بخلاف اون دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونو
کے واسطے گھر کا حکم بنصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصون کے سوا کسی اور کے
قبضے مین ہو اور یہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہی کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہے کذا فی العینی
والحائط لمن جذوعه عليه او متصل به اتصال تربيع بان تتداخل انصاف لبناته في لبنات الآخر ولو من خشب
فبان تكون الخشبة مركبة في الاخرى لدلالته على انهما بنيا معا ولذا سمى بذلك لانه حينئذ يبنى مربعا دیوار اوس
شخص کی ہے جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدہی
آدہی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری کی لکڑیون
مین مرکب اور پیچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اس پر کہ دونون دیوارین ساتھی بنی ہین اور اسیواسطے اس کا نام تربیع کہا
گیا کیونکہ اوسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہے ہم اتصال دو طرح ہو ایک اتصال ملازقت وہ یہہ ہو کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری
دیوار کے کنارہ سے ملا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین
آدہی آدہی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب
ہون کذا فی الدرر طحاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہی اور قول ظاہر کرخی کا یہہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو
احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سی اور دونون دیوارین متصل ہون اوسکی دیوار سی بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تا کہ دیوار مربع
ہوجائے قبہ کے مانند تو اسوقت مین کل شئے وجہ کے حکم مین ہونگی انتہی لا لمن له اتصال ملازقة او نقب وادخال او هرادي كقصب
وطبق توضع على الجذوع اور اوسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہو یعنی لگا ہوا بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب اور ادخال
ہو یعنی سوراخ کرکے لکڑی اوسمین داخل کرنا یا اوسکی دیوار نہین جسکے بنگے ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہم ہرادی
جمع ہردیہ کی بکسر ہا سخ النفار اور درر مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاتی ہین اور اون پر مٹی ڈالی جاوی انتہی
اہل ہند اونکو بنگا یا برگہ یا تختہ یا چھاپ بولتے ہین خلاصہ یہہ ہو کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک سے نہ بنگے رکھنا بل يكون
بين الجارين لو تنازعا ولا يختص به صاحب الهرادي بل صاحب الجذع الواحد احق منه خانيه بلکہ بنگے والی دیوار دونون
پڑوسیون مین مشترک ہوگی اگر دونون اوسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اوس سے
زیادہ ترحقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدهما جذوع وللاخر اتصال فلذي الاتصال وللاخر حق الوضع وقيل
لذي الجذوع ملتقى وتمامه في العيني وغايه اور اگر ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال
ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھنے کا حق ہو اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے
کی ہو کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے ہم محیط مین ہو کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہو اتصال تربیع اتصال ملازقت
مجاورت اور وضع جذوع و محاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہو پہر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہی پہر اگر وہ بہی نہو تو صاحب محاذات ہی

کذا فی الطحاوی وَاَمّا حقّ المُطالبۃِ برفع جُذوعٍ وُضِعت تعدّیاً فلا یَسقُط بِاِبرَاءٍ ولا صُلحٍ وعَفوٍ وبیعٍ واِجَارَۃٍ اشباہ بین احکام السَّاقِط لَا یَعُودُ فلیُحفَظ اور جو دہنیان ظلم سے رکہی گیئن اونکے اوٹہا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابرا کر دینے سے اور صلح وعفو وبیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لایعود تو اسکو یاد رکہنا چاہئے م یعنی اگر دہنیون کا مالک اوکہاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اوس حق سے جو کسیکے ذمے پر ثابت ہو اور اگر دہنیان رکہنے والا یا جسکی دیوار پر دہنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہو اور اگر صاحب دیوار دہنیان رکہنے والے کے ہاتھ وہ مکان اجارہ رکہے تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحاوی وذو بیتٍ مِن دارٍ فیھا بیوتٌ کثیرۃٌ کذی بیوتٍ منھا فی حقّ ساحتھا فھی بینھما نصفین کالطریق اور ایک کوٹہری اور دالان والا منجملہ اوس گہر کے جسمین بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس شخص کے مانند ہے جسکی بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس گہر مین سے اوسکے صحن کے حق مین تو صحن گہر کا دونون مین نصفا نصف ہے راہ کے مانند م یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پہرنے مین اور اسباب رکہنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وفی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلافِ الشِّربِ اذا تنازعا فیہ فانّہ یُقدَّرُ بالاَرضِ بقدرِ سَقیِھما بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اوسمین جہگڑا کرین تو اوسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اوسکے سینچنے کے م یعنی آبپاشی مین تہوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کیواسطے ہے تو جتنی زمین زیادہ ہو اوتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ ہو تو اوس کا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برخلاف اس اختلاف کے اِن علی یدٍ لکلٍّ منھما فی ارضٍ قُضِیَ بینھما فتُنصَّفُ دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونون کا قبضہ زمین مین ہے تو دونون کے ثبوت قبضہ کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برھن علیہ ای علی الید احدُھما او کان تصرّف فیھا بان لَبَّنَ او بَنی قُضِیَ بیدِہ لوجودِ تصرّفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اوسمین تصرف کرتا ہے اسطرح پر کہ اوسنے اوسمین اینٹین پاتہین یا عمارت بنائی تو اوسیکے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اوسکے تصرف کے م یعنی یہ اشیای مذکورہ اوسکے قبضہ کی دلیل ہے ادّعی المِلکَ فی الحالِ وشَھِدَ الشھودُ انّ ھذا العینَ کانَ ملکہ تُقبَلُ لاَنَّ ما ثبتَ فی زمانٍ یُحکَمُ ببقائہ مالم یُوجَد المُزیلُ دعوای ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہہ چیز مدعی کی ملک تہی یعنی زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ مین تو اوسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نجائے جو اوسکے ثبوت کو دور کر دے کذا فی الدرر صبیٌّ یُعبِّرُ عن نفسہ ای یَعقِلُ ما یقولُ قال انا حُرٌّ فالقولُ لہ لانّہ فی یدِ نفسِہ کالبالغِ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اوسکو سمجہتا ہے وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اوسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اوسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو درصورت اوسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی الدرر فانْ قالَ انا عبدٌ لفلانٍ لغیرِ ذی الیدِ قُضِیَ بہ لذی الیدِ کمَن لا یُعبِّرُ عن نفسِہ لاِقرارِہ بعدمِ یدِہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنی اوسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاوے گا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر م یعنی جب کہ اوسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اوسکی مملوکیت ذی الید کے اوس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اقرار صغیر صغیر کے حق مین معتبر نہین علی الخصوص کہ اوسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحاوی فلو کبِرَ وادّعی الحرّیۃَ تُسمَعُ مع البُرھانِ لما تقرّرَ انّ التناقضَ فی دعوی

سقیهما

الحُرِّیَّۃِ لا یَمْنَعُ صِحَّۃَ الدَّعوٰی پہر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اوسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ دعوی حریت میں تناقض صحت دعوی کا مانع نہیں ہم علے الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہہ باب ہی نسب کے دعوی میں اَلدَّعوَۃُ نَوعَانِ دَعوَۃُ اِستِیلَادٍ وَھِیَ اَن یَکُونَ اَصلُ العُلُوقِ فِی مِلکِ المُدَّعِی دعوت دو قسم ہی ایک استیلاد کی دعوت وہ یہہ ہو کہ اصل علوق یعنے نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو ہم اکثر عرب طعام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسب میں بکسر دال کہتے ہیں وَدَعوَۃُ تَحرِیرٍ وَھِیَ بِخِلَافِہٖ دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہو یعنی مدعی کی ملک میں نطفہ نرہا ہو وَالاَوَّلُ اَقوٰی لِسَبقِہٖ وَاستِنَادِھَا لِوَقتِ العُلُوقِ وَاقتِصَارِ دَعوَۃِ التَّحرِیرِ عَلَی الحَالِ وَسَیَتَّضِحُ اور اول یعنی دعوت استیلاد قوی تر ہی بسبب اوسکے سابق ہونیکے اور اوسکے مستند ہونے کے وقت علوق سی اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہہ بیان واضح ہوگا مَبِیعَۃٌ وَلَدَت لِاَقَلَّ مِن سِتَّۃِ اَشھُرٍ مُنذُ بِیعَت فَادَّعَاہُ البَائِعُ ثَبَتَ نَسَبُہٗ مِنہُ استِحسَانًا لِلعُلُوقِ فِی مِلکِہٖ وَمَبنَی النَّسَبِ عَلَی الخَفَاءِ فَیُعفٰی فِیہِ التَّنَاقُضُ بیچی لونڈی جنی چہہ مہینے سے کمتر مدت میں جس وقت سی کہ اوسکی بیع ہوئی ہی اور [illegible] ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روی استحسان کے بسبب اوسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمیں تناقض معاف ہوگا اور یہاں قیاس یہہ ہے کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہے زفر اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا [illegible] اوسکے جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہو بیان استحسان [illegible] لوشیدہ [illegible] میں تناقض معاف ہی جب کہ متیقن ہوا ولادت سی کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں [illegible] پوشیدگی [illegible] آزادی کا ہی گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہیں رہا پہر ظاہر ہوتا ہی کہ نطفہ اوسیکا ہی تو یہہ عذر ہو سکتا [illegible] اعتبار سا قط [illegible]

فَصَارَت اُمَّ وَلَدِہٖ فَیُفسَخُ البَیعُ وَیَرُدُّ الثَّمَنَ جب کہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے [illegible] تو لونڈی بائع کی ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اوسکا مشتری کو پہیر دیا جائیگا وَلَکِن اِن ادَّعَاہُ المُشتَرِی قَبلَہٗ [illegible] مِلکِہٖ وَمِلکِہَا بِاِقرَارِہٖ وَقِیلَ یُحمَلُ عَلٰی اَنَّہٗ تَزَوَّجَہَا ثُمَّ اشتَرَاھَا [illegible] ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائی جانے مشتری کی ملک [illegible] ام ولد ہونا ثابت [illegible] اقرار سے ثابت [illegible] مشتری کا دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اوس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں [illegible] پہر اوسکو خرید کر لیا [illegible] وَمَعَ ادِّعَاءِ البَائِعِ اَو بَعدَہٗ لَا لِاَنَّ دَعوَتَہٗ تَحرِیرٌ وَالبَائِعُ استِیلَادٌ فَکَانَ اَقوٰی اور اگر مشتری نے بائع کے دعوی کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اوسکے دعوے کے دعوی کیا تو اوسکا دعوی مسموع نہیں اسواسطے کہ دعوت تحریر ہی اور بائع کی دعوت استیلاد ہی اور دعوت استیلاد ہی قوی تر ہیگی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں وَکَذَا یَثبُتُ مِنَ البَائِعِ لَو ادَّعَاہُ بَعدَ مَوتِ الاُمِّ بِخِلَافِ مَوتِ الوَلَدِ لِفَوَاتِ الاَصلِ اور اسیطرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اوسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے [illegible] یعنی حریت میں اصل ولد ہی اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہی اور [illegible] یہہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوا نسب سے وَیَاخُذُ البَائِعُ بَعدَ مَوتِ اُمِّہٖ وَیَستَرِدُّ المُشتَرِی کُلَّ الثَّمَنِ وَقَالَا حِصَّتَہٗ اور بائع ولد کو لیگا اوسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پہیر لے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پہیر لے وَاِعتَاقُہُمَا اَی اِعتَاقُ المُشتَرِی الاُمَّ وَالوَلَدَ کَمَوتِہِمَا فِی الحُکمِ [illegible] یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونوں کی موت کے مانند ہی حکم میں ہم قولہ والولد [illegible] جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پہر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی [illegible]

اوسکا نسب اوس سے ثابت ہوا ہو مگر ولد کو آزاد کیا نہ ماںکو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماںکے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہو پہر جب اصل مین صحیح نہوا تو تابع کے حق مین بطریق اولی صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن المنح والتدبیر کالاعتاق لانہ ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصتہ اتفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتہا ایضا علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بہی اعتاق کی مانند محتمل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پہیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے جب کہ مشتری ماںکو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسیطرح ماںکا بہی حصہ پہیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہے ونقلہ فی الدرر والمنح عن الہدایۃ علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف اوس قول کے جو کافی مین مبسوط سے منقول ہے ھ درر مین ہدایہ سے یہہ منقول ہے کہ جب مشتری ماںکو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پہیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پہیر دے چنانچہ موت مین انتہی اور کافی مین مبسوط سے یہہ منقول ہے کہ حصہ ولد پہیر دے نہ اوسکی ماںکا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر رطحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ مین اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پہیرا جاویگا اور اسیطرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصرین اور اسیطرح شمس الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہی اگرچہ اوس نے اوسکی تصحیح کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اوسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقہا او موتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفیا برد حصتہ وقیل لا یرد حصتہا فی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہہ روایت ہی اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کرنیکے اوسکی ماںکے یا اوسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پہیر دینا لازم آویگا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پہیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ماںکا حصہ ثمن اعتاقین بالاتفاق پہیرا نجاوے انتہے کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکہنا چاہیے ھ جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہی وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ المذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیعکے وقت سے اور بائع نے اوسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنے لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے ھ ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین ہوتی تو بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنیکے تو ولد مشتری کا مملوک ٹہیریگا اور نسب اوسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال مین لونڈی جنے گی تو بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا یعنی لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا ای تردیا یہہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنی سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اوس کا حکم اول کے مانند ہے یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اوسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جہگڑا کیا مثلا بائع نے کہا کہ مین نے اوس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا

اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی ہے کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول در صورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسطرح گواہ بھی اسیکے مقبول ہین ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ و شرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدھما لدون ستۃ اشھر والاخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبھما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اوس صورت مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ دونون کی ولادت مین چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توآئین ہین کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول مین دعوی بائع کا بلا تصدیق متحقق ہوگیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اوس ولد کو بیچا جو اوسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اوسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک مین اور بیع اوسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہی یعنی اور حق دعوت محتمل نقض نہین لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رھنہ او اجرہ او کاتب الام او رھنھا او اجرھا او زوجھا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ وترد ھذہ التصرفات بخلاف الاعتاق لما مر اور اسطرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن کیا یا اجارہ دیا یا اوسکا کسی سے نکاح کردیا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہہ تصرفات مذکورہ یعنی کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہین باع احد التوامین المولودین یعنی علقا وولدا عندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد الاخر ثبت نسبھما وبطل عتق المشتری بای فرقۃ وھو حریۃ الاصل لانھما علقا فی ملکہ حتی لو اشتراھا حبلی لم یبطل عتقہ لانھا دعوۃ تحریر فتقتصر علیہ عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توام کو توامین مولودین سے یعنی وہ توامین جن کا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اوسکو بیچا الا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہین ہوئی دعوی کیا تو دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہوجائیگا اوس امر کے سبب جو زیادہ وارد ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہی یعنی اور عتق حریت عارضی ہے دونون کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونون کا علوق بائع کی ملک مین رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور بعد اوسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے اونین سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اوسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اوسکی ملک مین نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور رہیگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع ان ہذا ابن عبدہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا المجتبی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہہ ہی کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہین وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ علی ہو ابن زید الغائب ثم قال ھو ابنی لم یکن ابنہ ابدا وان وصلیۃ جحد زید بنوتہ خلافا لھما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اوس صغیر کو جو اوسکے ساتھ ہی یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہی پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اوس کا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اوسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اسواسطے کہ

نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہین یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اوسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح نہین اسواسطے کہ جب اوسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اوس نے اقرار ہی نکیا تہا ولذا لو قال لصبیٍّ ھذا الولدُ منّی ثم قال لیس منّی لا یصحّ نفیُہ لانہ بعد الاقرارِ بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃَ الی الاقرار بہ ثانیاً فلا سھوَ فی عبارۃِ العمادی کما زعمہ منلا خسرو ولما افادہ الشرنبلالی اور اسیواسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقض نہین اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہین ہے تو اوسکی نفی صحیح نہین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہین ہوسکتی نفی کرنے سے تو اب کچھہ حاجت نہین دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھہ سہو نہین عمادی کی عبارت مین چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہو منلا خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہے اسکو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہے کہ قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صحیح ظاہرا یہہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اوسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنے اقرار ثانی کی ظاہرا میرے نزدیک کچھہ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اوسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصرا و ھذا اذا صدّقہ الابنُ و اما بدونہ فلا الّا اذا عاد الابنُ الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہہ جتنے ثبوت [illegible] نسب [illegible] مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اوسکے تصدیق کرنیکے نسب ثابت نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ بیٹا دوبارہ اوسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم یہہ تفصیل وہان جاری ہے جہان صغیر اپنا حال بیان کرسکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فبرھن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پہر گواہ لاوے بیٹا اوسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہہ اقرار کہ وہ شخص میرا بہائی ہے سو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر اقرار ہے یعنی تو بلا تصدیق اوسکے کیونکر مقبول ہو

فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لستُ وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ و بیّن جھۃَ الارثِ صحّ اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہین ہون پہر اوس نے دعوی کیا کہ مین اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہے ہم جامع الفصولین مین ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نکرے انتہے یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادعی بنوۃَ العم لم یصح مالم یذکر اسمَ الجد اور اگر چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بہائی ہے تو دعوی صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان نکرے ولو برھن انہ اقرّ انہ ابنہ تقبل لثبوتِ النسب باقرارہ ولا تسمع الا علی خصمٍ ھو وارث او دائن او مدیون او موصی لہ اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اوس نے اقرار کیا ہے کہ مین اوسکا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اوسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہین مگر خصم پر یعنے وارث یا دائن یا مدیون یا موصے لہ پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدّعی علیہ حقا لابیہ وھو مقرٌّ بہ او لا فلہ اثباتُ نسبہ بالبینۃِ عند القاضی بحضرۃِ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اوسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اوسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اوس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقرّ بہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاءً علی الاب حتی لو جاء حیّا یاخذہ من الدافع و الدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اوسکا اقرار کیا یعنی اوسکی فرزندی کا تو اوسکو امر کیا جائے دینے کا اور یہہ امر قضا نہین اوسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے ولو انکر قیل للابن برھن علی موتِ ابیک و انک وارثہ ولا یمین والصحیح تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان و انہ مات ثم یکلف

الابن للبینۃ بذالک وتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند کہا جائیگا کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اوسکا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہہ ہی کہ اوسکی تحلیف ہی علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مرگیا یعنی مدعا علیہ یون قسم کہائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہی یہہ قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اوسپر گواہ لانیکے لئے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اوسپر اقامت بینہ اپنے دعوی پر لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین مین ہے ستائیسوین فصل سے ہم جامع الفصولین مین باقی بیان یہہ ہی کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹہیریگا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہے ملخصا اور یہہ بیان بہی ستائیسوین فصل مین ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لنیلہ الحریۃ حالا والاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتہہ مسلمان کہتا ہی کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہی کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اوسکے حاصل کرنیکے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو اسلیئے کہ دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنے مسلمان کا غلام ٹہرتا تو اسلام تو اوسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اوسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم دار الاسلام وعزاہ للتحفۃ فلیحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہی اس قول کو تحفہ کے طرف تو اس اختلاف کو یاد رکہنا چاہیئے قال زوج امرأۃ لصبی معہما ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی من غیرہ فہو ابنہما ان ادعیا معا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اوس لڑکے کو جو زوجین کے ساتہہ ہی کہ وہ میرا بیٹا ہی اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہی اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونون کا بیٹا ہی اگر دونون نے ساتہی دعوی کیا اور اگر ساتہی دعوے نہین کیا تو اوسمین تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل مذکور یہہ ہی کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اوسکا بیٹا ٹہیریگا اور عورت سے تو اگر اوسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اوس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوے کیا پہر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور عورت سے تو اگر دونون مین نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونون کا بیٹا ہی اور اگر دونون کا نکاح ظاہر نہین تو عورت کا قول معتبر ہے اور اوسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہہ اوس صورت مین ہی جب کہ لڑکا اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہان رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اوسی سے اوسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا وہذا لو غیر معبر والا بان کان معبرا فہو لمن صدقہ اور یہہ یعنی دونون کا ولد ہونا اوس وقت ہی جب کہ طفل اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اوسکا ہی جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیہما وفراشہما یفید انہ منہما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونون کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہی کہ وہ لڑکا دونون کا ہی ہم طحطاوی نے کہا یہہ علت ہی مصنف کے اس قول کی فہو ابنہما اور بہتر یہہ تہا کہ علت مذکورہ اوس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امۃ اشتراہا فاستحقت غرم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پہر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اوسکی خصومت کے دن ٹہیرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہی یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو ندیگا وہو حر لانہ مغرور والمغرور من یطأ امرأۃ معتمدا علی ملک یمین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہی مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پہر وہ عورت اوس سے جنے پہر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال و

کذا الحکم لو ملکہا بسبب اخر بای سبب کان یعنی کما لو تزوجہا علی انہا حرۃ فولدت لہ ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہ اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوای خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اوس کا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دیگا اوس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شئ علی ابیہ لعدم المنع لما مر وارثہ لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر مغرور کا لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اوسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اوسکے والد کو ہے اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپکے حق مین تو وہ اوس کا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ و قبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق کما مر لو کان حیا سو اگر ولد کو اوسکے باپنے قتل کیا یا اوسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اوس کا خون بہا بقدر اوسکی قیمت کے لیا تو تاوان وہی باپ اوسکی قیمت کا مستحق کو دیگا چنانچہ تاوان لازم ہوتا درصورت حیات ولد ولو لم یقبض شیئا لا شئ علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر مین کچھ خون بہا نلیا تو اوسپر کچھ تاوان نہیں اور اگر اوس کا خون بہا اوسکی قیمت سے کمتر لیا تو اوسپر تاوان اوسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بہا ای بالقیمۃ فی الصورتین کما یرجع بثمنہا ولو ھالکۃ علی بائعہا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھر لے دونون صورتون مین یعنی ملک اور تزوج مین جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے پھیر لے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اوس نے مستحق کو اوسکی قیمت اور اوسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اوس کا ثمن اور ولد کی قیمت پھیر لے و کذا الو استولدھا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواھب وغیرھا اور اسیطرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیر لے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیریگا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہا لا بعقرھا الذی اخذہ منہ المستحق للزومہ باستیفاء منافعھا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجئ فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحہ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات مین گذر گئے اور کتاب الاقرار مین بھی اوسکا ذکر آویگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہی ھم منجملہ مواضع مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہہ میری رضیعہ ہی پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد اسکے اوس کا نکاح اوس سے جائز ہی بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نرہے یا اقرار گواہون سے ثابت نہوا ہو اور ازانجملہ یہہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر آخر جاع میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق جو مانع ہی میراث کا تو دعوے مسموع ہو کہ اونکا عذر بواسطہ مستصحب حال زوجیت اور حجب خفای بینونت کے ظاہر ہے اور ازانجملہ یہہ ہو کہ ایک کپڑا ر و مال مین لپٹا کرایہ کو لیا پھر جب اوسکو کھولا تو بولا یہہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہی باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح منفصہ کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشباہ لا تسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ھم غریم بمعنے دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہہ متبادر ہوتا ہی کہ غریم سے مراد یہان دائن میت ہی اور حموی نے ہکو توی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہو کذا فی الطحاوی الا اذا وھب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہین مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کر دی اور اوسکے قبض مین کر دی تو اوسپر دعوی مسموع ہوگا لمشتمال پر زیادہ ہونے سے ھم یہہ استثنا منقطع ہے بزازیہ مین ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہی کذا فی الطحاوی لا یحلف المدعی علیہ الا لکا ذم علیہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرھن فیتمکن من الرد و

فی الوجیز اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کو عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی
گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ جتا رہوا دسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اوس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوی وصی مین انکار
جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہرا دو قول ہین یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ
اعلم کذا فی الطحاوی لا تحلیف مع البرهان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی ابق قسم نہین برہان
کے ساتھہ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوی عبد آبق مین ہم تنویر الاذہان مین بزازیہ سے ہے کہ جس نے
میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ واللہ مین نے دین نہین پایا دین
سے اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اوسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میرے طرف سے کسی قابض نے کچھہ قبض کیا میرے
امر سے اور نہ مین نے اوسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے کسیکو اوس پر حوالہ کیا تھا اور جب کہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہون
سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ واللہ مین نے اسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہہ چیز میری ملک سے کسی
وجہہ سے نکلی اور دعوی آبق کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اوس نے اوس کا دعوی کیا اور گواہون سے
ثابت کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے تو اوس شخص سے قسم لیجاوے کہ وہ غلام ہنوز اوسکی ملکیت باقی ہے یا ہبہ سے اوسکی ملک سے خارج نہین ہے پھر جب قسم
کھائے تو اوسکو دیا جاوے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اوسکی
رعایت حال ہو کذا فی الطحاوی لا اقرار یجامع البینة الا فی اربع وکالة ووصایة واثبات دین علی میت واستحقاق عین من
مشتری ودعوی الابق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھہ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچھہ حاجت نہین ثبوت
دعوی مین مگر چار صورتون مین اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہون کے ساتھہ وکالت مین اور وصایت مین اور دین کے اثبات مین میت پر اور استحقاق
عین مین مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی مین ہم یہہ چار صورتین نہین بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہہ
شخص اوس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہون کے اوسکو دین دیگا تو مدعا علیہ
کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ
فلان بن فلان نے مجھکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اوس کا مال فلان کے پاس ہے پھر مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی تو قاضی اوسکی وصایت کو ثابت نکرے اوسکے
اقرار سے جب تک وصی گواہ نلاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہوا اور اثبات دین کی یہہ صورت
ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اوسکے حصہ کے
اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اوس کا حق تمام ترکہ سے متعلق ہو جاوے اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بھی گواہ اوسکے
مقبول ہین وارثون کے اور دوسرے دائن کے حق مین اور استحقاق عین کی یہہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کیواسطے
تو وہ ثمن پھیر نہین سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیر لے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العلم جائز ہے تاکہ استرجاع
پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوی کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہے اور اوس نے
اس کا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کی مدعی کے جانب سے کذا فی
الطحاوی لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی
سرقة وغصب وخیانة مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہین مگر چھہ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم
جانے اور رہن مجہول مین اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی مین ہم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اس نے میرا مال کچھہ تلف کیا یا دیون نے

کہا کہ مین نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہین کہ کتنا تہا اور مدعا علیہ نے قسم چاہی تو قاضی اوسکے طرف التفات نکرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہو ویسی ہی استحلاف کی مانع ہی لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہہ صورت ہی کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اوس کا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجاوے بعض علمانے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علمانے کہا کہ ان مسائل مین سماع دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہے مگر دعوت اور غصب اور سرقہ کے دعوی مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہی واللہ اعلم کذافے الطحاوی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وہی مالو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی مأۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لاتبلغ مأۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ مأۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم کہائے جبکہ مدعا علیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلہ مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی مین مذکور ہے قسم ہو مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہو اوسکا یاد رکہنا واجب ہو کذافے الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکور یہہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میری کپڑے کی قیمت سو تہی اور غاصب نے کہا کہ مین اسکو نہین جانتا ولیکن اوسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تہی تو غاصب کی تصدیق ہو گی اوسکی قسم کہانیکے ساتھہ اور اوسپر بیان قیمت لازم کیا جاوے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کہائے یعنی یون کہے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم نتہی پہر مغصوب منہ سے بہی قسم لیجاوے کہ اوسکی قیمت سو درم تہی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہو گا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اوسکی قیمت لے تو ہمکو یاد رکہنا چاہیئے ہم اگر مدعی قسم کہائے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم تہی تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب خواہ قسم کہائے یا نکہائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہو گا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نکہائے کذا فی الطحاوی

كتاب الاقرار

یہہ کتاب ہی اقرار کے احکام مین ہم اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی قال تعالیٰ (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالی نے چاہیئے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ثابت ہی تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہتہا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہو کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق مین مناسبتہ ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وہی اقرب لغلبۃ الصدق اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہہ ہی کہ مدعا علیہ یا منکر دعوی مدعی ہی یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہی بواسطہ غلبۂ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوی مین اور مقر کا صدق اپنے اقرار مین اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہین کرتا جسمین اوسپر یا اوسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہی بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اوس اقرار کے جو غیر شخص کے حق مین کرے ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشیٔ اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت مین بمعنی اثبات ہی عرب بولتے ہین قر الشیٔ جب کہ شے ثابت اور مستقر ہو وشرعاً اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید بعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوی لا اقرار ۱۲ اور اصطلاح شرع مین اقرار عبارت ہی غیر شخص کے اوس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہی اقرار اخبار ہی ایک راہ سے اور انشا ہی دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہو مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کیواسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوی ہو گا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہو ثم فرع علی کل من الشبہین پہر مصنف نے تفریع کی دونون شبہون پر ہم یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونون کے مشابہ تہا لہذا بعض جزئیات اقرار مین اخبار کا حکم دیا گیا اور بعض اور جزئیات مین انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ الی المقر لہ اذا ملکہ برہۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہی اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اوس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اوسکو تسلیم کرنا اوس مال کا مقر لہ کو لازم ہو گا جب کہ مقر اوس مال کا اندک مدت بہی مالک

بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب موجود ہونے ملک کے یعنے اقرار کے وقت مقر اوس مال کا مالک
تھا کہ اقرار صحیح ہوتا ہم مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہی پہر زید اوس کا مالک ہوا کسیطرح تبین لوا و سپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے
مفتی ابوالسعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پہر ایک شخص نے اوسکی گواہی دی اور کسی
وجہ سے مقبول نہوئی پہر شاہد اوس چیز کا مالک ہوا تو اوسکو تسلیم اسلے المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ واقر بحریة عبد ثم شراہ عتق علیه
ولا یرجع بالثمن او بوقفیة دار ثم شراھا او ورثها صارت وقفا مواخذة له بزعمه اور اشباہ مین ہی کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار
کیا پہر اوسکو خرید کیا تو وہ غلام اوسپر آزاد ہوجایگا اور اوسکا ثمن بائع سے نہ پہیر لیسکیگا یا ایک گہر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پہر اوسکو خرید لیا
یا اوسکا وارث ہوا تو وہ گہر وقف ہوجائے گا اوسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع بثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہی غیر پر
ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرھا ولو کان انشاء لصح لعدم التخلف اور صحیح نہین اوس کا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی
سی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنی اکراہ
موجود ہی اور اقرار اخبار ہے احتمال رکہتا ہی صدق اور کذب کا تو اوسکے مدلول لفظ وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہی اور اگر انشا ہوتا تو تخلف
صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا مین مدلول لفظ وضعی کا تخلف ممتنع ہے وصح اقرار العبد المأذون بعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف
دارہ مشاعا والمرأة بالزوجیة من غیر شہود ولو کان انشاء ما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اوس عین مین جو اوسکے
پاس ہی اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب مین اور اپنے گہر مین سے نصف مشاع کا اقرار صحیح ہی اور زوجیت کا اقرار عورت کے جانب سی بلاشہود
صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا ہم در صورت انشا ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اوسکا اقرار
تبرع ہوتا اوسکے جانب سی اور عبد ماذون تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اوسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر انشا ہوتا اقرار
تو لازم آتی تملیک شراب کی مسلم کے جانب سی اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہی نہ غیر کو مالک کرسکتا ہی اور نصف دار مشاع کا اقرار
صحیح ہوا بسبب اوسکا اخبار ہونیکے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہین ہوتا باوجود قبض کے بہی اور اسیطرح زوجیت کا
اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلاشہود صحیح نہوتا ولا تسمع دعواہ علیه بانه اقر له بشیء معین بناء علی الاقرار له
بذلک به یفتی لانه اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل له لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمه بتراضیه
کان ابتداء هبة وهو الاوجه بزازیة اور مسموع نہین دعوی مقر لہ کا اسطرح کہ اوسنے اوسکے واسطے شی معین کا اقرار کیا بنا بر اوس
اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا یہان تک کہ اگر جہوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہین یعنے اوسکو
زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہین اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے
تو اب یہ ابتداء ہبہ ہوگا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیة الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی به او یقول
لی علیه کذا وهکذا اقر به فتسمع اجماعا لانه لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوی مین یون کہے وہ شے
میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اوسکا اقرار بہی کیا ہی میری واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہے اور اسیطرح اوسنے اقرار بہی کیا ہی تو اب دعوی
مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹہیرایا ثم لو انکر الاقرار هل یحلف الفتوی انه لا یحلف
علی الاقرار بل علی المال پہر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ نے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اوس سے قسم لیجایگی یا نہین فتوی یہ ہے
کہ اوس سے اقرار پر قسم نلیجایگی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائیگی واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامة اور اقرار کا دعوی
تو دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہی یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ اوسکا حق جانب مدعا علیہ کچہہ نہین

مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہو تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہین ولِلوجہ الثانی وہو الانشاء لو ردّ المقرلہ اقرارہ ثم قبل لا یصح ولو کان اخبارًا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونیکے اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہین اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہان صحیح نہین جہان اقرار رد ہو جاتا ہو رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہین ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اوسمین اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنیکے مقرلہ اوس کا دعوی کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مثل نکاح رد نہین ہوتے رد کرنیسے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھہ سے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہین پھر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہین تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہین ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہین ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہو تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فے الحاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہین ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لانہ اقرار اٰخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقرلہ نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ دوسرا اقرار ہے جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود ہو چکا ثم لو انکر اقرارہ الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینتہ قال البدیع والاشبہ قبولہا واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اوسپر قسم نلیجائیگی اور مقرلہ کے گواہ اوسپر مقبول نہونگے قاضی بدیع استاد صاحب قنیہ نے کہا اور اشبہ بقواعد فقہ قبول بینہ ہی اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہو اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکہا ہو والملک الثابت بہ بالاقرار لا یظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقرلہ ولو اخبارًا لملکہا اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہی ظاہر نہین ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق مین تو زوائد مذکورہ کا مقرلہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو اونکا مالک ہوتا ہم مثلا زید نے کہا کہ یہہ باغ خالد کا ہی اور پہل اوس باغ کے طیار تہی سو اوس نے توڑ ہی اور اپنے تصرف مین لایا تو زید پر اوس کا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت مین اقرار انشا ہی گویا اوس نے الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لہم ان اقروا بتجارۃ کاقرار محجور بحد وقود والا فبعد عتق وناثم ومغمی علیہ کمجنون وسیجیء السکران ومر المکرہ بحق معلوم او مجہول صح حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہی جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص مین صحیح ہی اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اوس کا مواخذہ بعد اوسکی آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہی جسکا اقرار صحیح نہین اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق مین بہی زبردستی کا اقرار صحیح نہین ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال مین صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ ضروریات تجارت سے ہی اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اون سے معاملہ نکرے تو جو امر متعلق بتجارت ہی وہ اذن مین داخل ہی چنانچہ دیون اور عواریی اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق بتجارت نہین چنانچہ مہر اور جنایت اور ضمانت اوسمین انکا اقرار صحیح نہین کذا فی الحاوی لان جہالۃ المقربہ لا تضر الا اذا بیّن سببًا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ فلا اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقربہ کی مضرت نہین کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہی چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ گاہی مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہی اسطرح کہ اوسنے کچہہ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اوسکو معلوم نہین ہان بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہی مثلا اقرار کیا کہ اوس نے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکہی یا کوئی چیز خریدی کی تو اقرار صحیح نہین اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا واما جہالۃ المقر فتضر کقولہ لی علی احدنا الف درہم لجہالۃ المقضی علیہ الا اذا جمع بین عبدہ ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہی چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص پر ہزار درہم تیرے ہین بسبب معلوم ہونے اوس شخص کے جسپر ہزار درہم کا حکم کیا جاوے مگر جب کہ

مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے پانچدرم میں مجھپر یا میرے غلام پر
تو صحیح ہے اسواسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر ولا تضر جہالۃ المقر لہ ان تفحشت نحو لواحد من الناس علی الف
اور اسیطرح مقر لہ کی جہالت مضر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا مجھپر اتنا مال ہے و
الا کلاحد ہذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل ثم بلینہ عزمی
زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہو تو مضر نہین کرتی چنانچہ یہہ اقرار کہ ان شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نکیا
جائیگا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا
ہے ہم مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب
حق کو گاہے مقر بہول بھی جاتا ہے صاحب درر کی نقل مین خلل یہہ واقع ہوا کہ اوس نے جبر علے البیان ذکر کیا ہے اور عزمیزادہ کا حاصل بیان یہہ
ہے کہ مقر پر جبر اوس صورت مین ہے جب کہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان
مجہول ہے کذا فی الطحاوی ولزمہ بیان ما جہل کشیء وحق بذی قیمۃ کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ
وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اوس مقر بہ کا بیان کرنا جسکو اوس نے مجہول بیان کیا ہے مثل شیء اور حق کے بیان
چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اوس چیز سے جسکی کچھہ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کہال اور صغیر
آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جب کہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھہ چیز ہے
یا حق تو اوسپر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ
کیا تو اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی قول لائق اعتماد کے ہے والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر
ان ادعی المقر لہ اکثر منہ ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم ساتھہ اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر لہ اوسکے بیان
کرنے سے زیادہ تر کا دعوی کرے اور اوسکے گواہ نہون ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے
کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب
الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقۃ وصحح فی مال عظیم لو بینہ من الذہب او الفضۃ اور اگر مقر نے
اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون
نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہے تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا
کہ نصاب عظیم ہے شرعاً لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اوسپر واجب ہوگی اور عرف مین بھی اسکو غنی کہتے ہین ومن
خمس وعشرین من الابل لانہا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اوسکی تصدیق نہوگی اگر یون بولا
کہ مجھہ پر مال عظیم ہے اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ
کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم جنس نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے
ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار اخذ مجانس پچیس ہی ادنا ہی نصاب ٹھیری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار
نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہوگی غیر مال زکوۃ مین ہم تلنے جس مال مین زکوۃ واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ
مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اوس نے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت
دو سو درم چاندی یا سات مثقال سونا نہین تو اوسکی تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام ولو فسرہ بغیر

مالِ الزکوٰۃ اعتبِرَ قیمتُہا ثُمّ امرًا ورتین نصابون سے کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علیّ اموالٌ عظامٌ یعنی مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی ثیاب وغیرہا سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوئی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہے اموال عظام مین تین نصاب مین اسواسطے معتبر ہوئے کہ تین اقل جمع ہی وفی دراھم ثلثۃٌ اور دراہم مین تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراھمَ او دنانیرَ او ثیابٍ کثیرۃٍ عشرۃٌ لانّہا نہایۃُ اسم الجمع اور اس اقرار مین کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہای اسم جمع ہی تو وہی اکثر ٹھیرا باعتبار لفظ کے ہے عشرہ نہایت جمع قلت کی ہی نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانّہا اقلُّ مدلولِ جمعِ الکثرۃِ تو بہتر ہوتا اور یہہ مبنی ہی احد القولین پر کذا فی الطحاوی وکذا درھمًا درھمٌ علی المعتمدِ اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا درہمًا ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مأۃ درہمٍ اور درم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اسطرح کہ علیّ کذا درہمٍ تو سو درم لازم ہونگے وفی دُرَیہِمٍ او دریہمٍ عظیمٍ درہمٌ والمعتبرُ الوزنُ المعتادُ الا بحجّۃٍ زیلعی اور اس اقرار مین کہ علیّ دُرَیہِمٌ بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علیّ درہمٌ عظیمٌ ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہی جو اوس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہے یعنی تصغیر او تعظیم مین پورا درہم صاف وزن کے معتبر ہی نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درھمًا احدَ عشرَ اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا کذا درہمًا گیارہ درم لازم ہین ہے اسواسطے کہ دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مفسر مذکور کئے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہی اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اوسکی بیان پر موقوف ہی کذا فی المنح وکذا وکذا احدٌ وعشرون لانّ نظیرَہ بالواو احدٌ وعشرونَ اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا وکذا درہمًا اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر کے واو کے ساتھہ احد وعشرون ہی ہے اگر شارح یون کہتا لانّ اقلّ نظیرٍ لہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحاوی ولو ثلّث بلا واوٍ فاحدَ عشرَ اذ لا نظیرَ لہ فیُحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اسطرح کہ علیّ کذا کذا کذا تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم کا عدد مفسر کوئی مانند نہین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا وبہا فیأۃٌ واحدٌ وعشرونَ اور اگر کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھہ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا تو مأۃٌ واحدٌ وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس ہے اسواسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھہ مأۃ واحد وعشرون ہی کذا فی الدرر وان ربّع مع الواو زِیدَ الفٌ اور اگر کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھہ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاویگا اسطرح کہ الفٌ ومأۃٌ واحدٌ وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہونگے اسواسطے کہ یہی اوسکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمّس زِیدَ عشرۃُ آلافٍ اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہونگے اسطرح کہ عشرۃ آلافٍ والفٌ ومأۃٌ واحدٌ وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدّس زِیدَ مأۃُ الفٍ اور اگر لفظ کذا چھہ بار بولا تو عدد سابق پر مأۃ الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مأۃ الفٍ وعشرۃ آلافٍ والفٌ ومأۃٌ واحدٌ وعشرون یعنی ایک لاکھہ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہونگے ولو سبّع زِیدَ الفُ الفٍ اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الفٍ ومأۃ الفٍ وعشرۃ آلافٍ والفٌ ومأۃٌ واحدٌ وعشرون یعنی گیارہ لاکھہ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وھکذا یعتبر نظیرہ ابدًا اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علیّ او لہ قِبَلی فہو اقرارٌ بدینٍ لانّ علیّ للایجاب وقِبَلی للضمانِ غالبًا اور اگر بولا کہ لہ علیّ یعنے اوس کا مجھپر یا یون بولا کہ لہ قِبَلی یعنے اوس کا میرے جانب تو یہہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے کہ لفظ علیّ ایجاب کے واسطے ہی اور لفظ قِبَلی ضمان کیواسطے غالبًا مستعمل ہے ہے قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علیّ ایجاب مین مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب ذمہ ہی اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہی نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب مین اوسکا استعمال غالب ہی اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہی کذا فی الاتقانی وصدّق ان وصل بہ ھو ودیعۃٌ لانّہ یحتملہ مجازًا اور

اوسکی تصدیق ہوگی اگر اوسنے اوس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملا یا اسواسطے کہ لفظ علیّ اور قبلی کا مجازاً ودیعت کا بہی احتمال رکہتا ہی ہم اسواسطے کہ علیّ اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ودیعت مین بہی متحقق ہی اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلی کا استعمال معلوم ہوچکا کہ امانت مین بہی ہوتا ہی وان فصل لایصدق لتقرره بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علیّ یا لہ قبلی سے جدا کہا تو اوسکی تصدیق نہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملاً بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا صندوقی اس کا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنیسے یعنی اوسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میرے ساتہہ یا میری کوٹہری مین یا میری تہیلی مین یا میرے صندوق مین ہے جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراھمی کذا فھو ھبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اوسکا ہی یا جسکا مین مالک ہون اوس کا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اوسکے اتنے ہین تو یہہ قول ہبہ ہی نہ اقرار ولو قال فی مالی او فی دراھمی کان اقرارًا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درمون مین اوسکا اتنا ہی تو یہہ شرکت کا اقرار ہی فلابد لصحۃ الھبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونیکے واسطے تسلیم جمیع مال سے بخلاف اقرار کے کہ اوسکی صحت کے لیئے تسلیم ضرور نہین ہم جب کہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹہیرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اوسنے اپنا سب مال اوسکو دیدیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا غیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ھبۃ اور قاعدہ کلیہ بیان یہہ ہی کہ جب مقرنے مقر بہ کو اپنی ملک کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کے طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اوسکو محمل کیجئے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی نہ انشا پہر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہی اور اگر اوسکو اپنی ذات کے طرف مضاف نکیا مثلاً یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہہ اقرار ہی نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا ما فی بیتی کا اسواسطے کہ یہہ نسبت کی اضافت ہی نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہہ ہی کہ ما فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کے طرف موجود ہی اور باوجود اسکے یہہ اقرار ہے نہ ہبہ خلاصہ جواب یہہ ہی کہ یہہ ملک مقر کی اضافت نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکہنو کا مثلاً رہنے والا کہے کہ لکہنو میرا شہر ہے تو یہہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی ولا الارض التی حدّ ودھا کذا لطفل فلان فانہ ھبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط قبضہ مفرزًا انتھی للاضافۃ تقدیرًا بدلیل قول المصنف آخرًا لآخر بمعین ولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فھل یکون اقرارًا او تملیکًا ینبغی الثانی فیراعی فیہ شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل کی ہی اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ ہی اگرچہ طفل نے اوسپر قبضہ نکیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہی مگر یہہ کہ موہوب اوس قسم سے ہو جس مین قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اوسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اوسکا جدا کرنا قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اسواسطے کہ زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کے طرف تقدیری ہی مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شئ معین کا اقرار کیا اور اوس شئے کو اپنے طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شئ مقر کی ملک ہی تو کیا یہہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقہ یہہ ہی کہ یہہ قول تملیک ہوگا تو اوسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سواسکے طرف مراجعت کرو ہم قاعدہ مذکورہ سے یہہ مفہوم ہوتا ہی کہ جب مقر بہ کو مقر اپنے طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہو نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم اضافت ارض اقرار ہوا اور رہا لانکہ وہ ہبہ ہے خلاصہ جواب یہہ ہی کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہی لیکن اوسمین اضافت تقدیری ہے گویا اوسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہی اور اضافت تقدیری پر دلیل یہہ ہی کہ ملک اوس زمین کی لوگون کو معلوم ہی اور معلوم اضافت الی نفسہ ہو مقتضی تملیک ہی خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہونا کہ وہ متکلم کی مملوک ہی انتہی

قال لی علیک الف فقال اتزنه او انتقدہ او اجلنی به او قضیتک ایاه او ابرأتنی منه او تصدقت به علی او وهبته لی او احلتک به علی زید ونحو ذلک فهو اقرار له بها لرجوع الضمیر الیها فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری تجھپر ہزار ہین سو مخاطب نے کہا کہ اونکو وزن کرلے یا اونکو پرکھہ لے یا اون کی مجھکو مہلت دی یا مین تجھکو وہ دیچکا ہون یا تونے مجھکو وہ معاف کردی ہین یا تونے مجھکو وہ خیرات مین دی ہین یا اون کو تونے مجھکو ہبہ کردیا ہی یا مین نے تجھکو وہ زید سے دلائی ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہہ اقرار ہی مقرلہ کے واسطے ہزار کا بسبب پہرنے ضمیر کے ہزار کے طرف ان سب مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہہ جواب ٹہیرا کلام اول کا یعنی اثبات اوسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وهذا اذا لم یکن علی سبیل الاستهزاء فان کان وشهد الشهود بذلک لم یلزمه شئ اور یہہ یعنے اقرار اوسوقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوشطبعی کے ہو اور گواہ خوش طبعی کی گواہی دین تو اوسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستهزاء لم یصدق اور اگر مخاطب کو خوشطبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اوسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا تحاسب او ما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقرارا لعدم انصرافه الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرلے یا پرکھہ لے الخ اور اسیطرح حساب تو کرلے کہ مین نے کسی سے قرض نلیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہہ اقرار نہوگا بسبب نہ پہرنے ضمیر کے ہزار مذکور کے طرف تو یہہ کلام جداگانہ ٹہیرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لهما یجعل ابتداء لئلا یلزمه المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہی کہ جو کلام کہ صلاحیت رکہتا ہی جواب ہونیکی نہ ابتدائی کلام ہونیکی تو وہ جواب ٹہیرایا جاتا ہی اور جو لیاقت رکہتا ہی ابتدائی کلام ہونیکی نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکہتا ہی چنانچہ یہہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ ٹہیرایا جاتا ہی تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوی شک سے کذا فی الاختیار وهذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقوله نعم کان اقرارا مطلقا اور یہہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اوسوقت ہی جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہو مع ضمیر کی مثال یہہ کہ نعم هو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی هذا او افتح لی باب داری هذا او جصص لی داری هذه او اسرج فرسی هذا او اعطنی سرجها او لجامها فقال نعم کان اقرارا منه بالعبد والدار والدابة کافی تو اگر کہا کہ مجھکو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے میرے اس گہر کا دروازہ کہولدے یا میرے لیے اس گہر کی چونہ کاری کردے یا زین باندہ دے میرے اس گہوڑے پر یا مجھکو اس گہوڑے کا زین یا اوسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہہ اوسکے طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گہر اور جانور کا مقرلہ کے واسطے کذا فی الکافی یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتہہ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتہہ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فهو اقرار له بها وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میری تجہہ پر ہزار نہین ہین سو وہ بولا بلی یعنے کیون نہین تو یہہ اقرار ہوگا اوسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب مین بجای بلے نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیة کذا فی الجوهرة اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بہی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلی اور نعم دونون برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوهرة والفرق ان بلی جواب الاستفهام المنفی بالاثبات ونعم جوابه بالنفی اور فرق بلی اور نعم کا عربی مین یہہ ہی کہ بلے استفہام منفی کا جواب ہی نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفے کا جواب ہے اوسکے نفی کردینے سے والایماء بالرأس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارة وهبة اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا اور ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ صامت یعنے گونگے آدمی کا اشارہ کرنا

امور مذکورہ مین اسکا قائم مقام اوسکے بولنے کے بقول معتمد ہو سوای حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف افتاء و نسب و اسلام و کفر و امان کافر و اشارۃ محرم لصید و الشیخ برأسہ فی روایۃ الحدیث و الطلاق فی انت طالق ھکذا او اشار بثلث اشارۃ الاشباہ و تزاد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظھر سرہ او لا یدل علیہ و اشار حنث عمادیۃ فقرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارۂ ناطق کے فتوی دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارہ مین شکار کے طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ اس قول مین کہ تو طالق ہے اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کیگئی چنانچہ اوس کا یون قسم کہانا کہ فلانے شخص سے خدمت نلیگا یا اوسکا بہید ظاہر نکرے گا یا اوس پر دلالت نکریگا اور پہر اوس پر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیۃ تو متحقق ہوا اشارۂ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے و ان اقر بدین مؤجل و ادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا و عند الشافعی مؤجلا بیمینہ کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ لرجل و انہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل و اجارۃ لانہ دعوی بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین مؤجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا بلا مدت دین کا تو اوسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہوگا مقر کے قسم کہانیکے ساتھہ چنانچہ اوسکا اقرار اوس غلام کا جو اوسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اوس نے اوسکو بطریق اجارہ کے اوس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہو گی تاجیل دین اور اجارۂ غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوی ہے بدون حجت کے ہم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اوسکا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہین کذا فی الحموی و حینئذ یستحلف المقر لہ فیھما اور اس وقت مین قسم لیجاویگی مقر لہ سے دونون مین یعنی تاجیل اور اجارہ مین یعنی درصورت عدم گواہ مقر بخلاف ما لو اقر بالدراھم السود فکذبہ فی صفتھا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع و الاجل عارض لثبوتہ بالشرط و القول للمقر فی النوع و للمنکر فی العوارض بخلاف اوسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اوسکی تکذیب کی درمون کی صفت مین یعنے اونکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہون گے جس کا اوس نے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہے درمون کی اور مدت دین مین عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہے اور منکر کا عوارض مین مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ نفس عقد ثابت نہین ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عارض مین منکر کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی کاقرار الکفیل بدین مؤجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ المؤجل بلا اشتراط جیسے ضامن کا اقرار دین مؤجل کا اسواسطے کہ مدت مین ضامن ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت مؤجل مین بدون شرط کرنیکے ہم اسواسطے کہ ضمانت مین مدت نوع ہے نہ عارض کہ شرط پر اوسکا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی و شراءہ امۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اوس لونڈی کا خریدنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خریدنا ملک بائع کا اقرار ہے و کذا الاستیام و الاستیداع و قبول الودیعۃ و الاعارۃ و الاستیھاب و الاستیجار و لو من وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ و لغیرہ بوکالۃ و وصایۃ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خریداری مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکہنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور عاریت دینا اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار مین تو اب طلبگار مذکور کو اوسکا دعوی کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعۂ وکالت یا وصایت کے جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنے پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پہر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اوسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرائہ عن جمیع الدعاوی ثم ادعی بحق لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر قبیل کتاب الاقرار و صححہ فی الجامع خلافا لتصحیح الوھبانیۃ بخلاف اوسکے ابرا کرنیکے جمیع دعاوی سے پہر دعوی کرنیکے بوجہ حق

اشارۂ ناطق کا [illegible] مین

وصایت سے کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ اگر کسی شخص کا اپنے مال کے حبہ و دعاوی سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کے طرف سے بھی اوسپر دعوی نکرے ذکر
کیا ہے اسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر مین برخلاف تصحیح وہبانیہ ہم جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہے کہ استیام اور
استیجار اور استعارہ اور ہبہ لینے کے اقرار ملک مساوم منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ تھا اور وہبانیہ مین ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہین
اسواسطے کہ بیع مثلاً شاید بایع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بایع کی ملک ثابت نہوئی اور یہہ روایت زیادات کے
موافق ہے کذا فی الطحطاوی و وفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال بعنی ہذا کان اقرارا وان قال ابیعہ ہذا لا یؤیدہ مسئلۃ
الکتابۃ وختمہ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اسطرح تطبیق کی ہے کہ اگر
یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہے اوسکی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یون بولا کہ بیچا تو اسکو
بیچتا ہے تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استظہار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہین اور مؤید قول شرنبلالی ہے
اوسکی کتابت اور بیعنامہ پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہم تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اوسکا
دعوی کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یون پوچھا کہ تو اسکو بیچتا ہے بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی قولہ
علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اوسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہے و تمام
درم ہین یعنی سو درم اور ایک درم اور اسیطرح مکیل اور موزون از روی استحسان کے ہم قیاس یہہ ہے کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی
تفسیر اوسی کرائی جاوے کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے وجہ استحسان یہہ ہے کہ درم بیان ہے مائۃ کا عادت
مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو دوبار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہہ وہان ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند مکیل
اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ اونکا وجوب ذمون پر اسطرح بکثرت
نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب ومائۃ وشیء بان یفسر المائۃ لانہا مبہمۃ اور اس قول مین کہ اوس کا مجھہ پر سو اور ایک کپڑا ہے
اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائیگا مقر سے کہ کیا اوسکی مراد ہے اسواسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب
کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف فانصرف التفسیر الیہما لاستوائہما فی الحاجۃ الیہ اور اس قول مین کہ مجھپر
ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے
اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجاوے ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف مذکور نہین تو تفسیر مائۃ اور ثلثہ دونون کیطرف
پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین والاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط
اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنے یون اقرار کیا کہ یہہ جانور جو اصطبل مین ہے سو فلانے شخص کا ہے تو
یہہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ
لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درہم فی درہم اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل
مین یہہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اوس چیز کا اوٹھا لیجانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر
نقل اوسکا متصور نہین جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ اونکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر
وہ چیز ظرف ہونیکی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنے اس صورت مین درم
اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اسواسطے کہ اوسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور
گیہون گون مین ہے کذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب ولم ارہ فیحرر

کہتا ہون اور اس قاعدہ سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر کہا مجھپر جانور ہی خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہی اور
اگر کہا کپڑا درم مین مجھپر ہی تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسکا بیان قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی
یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہی وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اوسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے
کہ خاتم عبارت ہی حلقہ اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اوسکا میان اور پرتلا اور لوہا بھی لازم ہی وبحجلۃ
الحجلۃ بیت مزین بسلول وسرر العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بجای حطی پھر جیم عبارت ہی اوس
کوٹھری سے جو آراستہ ہی پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہی کہ بعضون نے
کہا کہ حجلہ وہ ہی جو لکڑی اور کپڑون سے بنایا جاوے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو موجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہوا اب اختلاط
نصاری سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین وبتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ
الظرف کالمظروف لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہی ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے
مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اوسی دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنے ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہو جاتے
ہین ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا اور کھجور کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور نہ اوسکے کوئی ظرف لازم نہوگا اس
واسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہی تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف
فقط لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا للواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اوسکو فقط مظروف لازم
ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ
لما مر وان عنی مع فعشرۃ اور یون اقرار کیا کہ لہ علی خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کو بمعنے علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا پانچ لازم ہونگے
اس وجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کیے ہم چونکہ علی مقتضی انفصال اور تمیز ہونہ مقتضی جمع لہذا فقط
پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ
کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسہ مثلا پانچ پانچ جز ہین اور ولوالجیہ مین ہے کہ جب اوس نے کہا لہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر
اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم نہون گے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہون گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت
نکی یعنے تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نکی تو اوسکو دس لازم ہون گے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت مین خلاف
ہی فقہا کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر فی سے مع مراد رکھو گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق مین
ومن درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ
بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر ہے ایک درم سے دس تک یا بین الدرہم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل
ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرا اور تیسرے درم کا وجود نہین ہو سکتا بدون پہلے درم کے
بخلاف دوسری حد کے یعنی دسکے اور بخلاف ما بین الحائطین کہ وہان دونون حدین داخل محدود نہین ہم امام کے نزدیک محدود مین حد داخل نہین
ہوتین اسواسطے کہ حد مغائر محدود ہے لیکن یہان پہلی حد کے داخل کرنے مین ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہین
ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود مین داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے مین کوئی ضرورت داعی نہین کذا
فی الدرر فلذا قال وفی لہ کر حنطۃ الی کر شعیر لزماہ جمیعا الا قفیزا لانہ الغایۃ الثانیۃ سو لہ سبب یعنے بسبب مبالغت مذکور کے
مصنف نے کہا اور اس اقرار مین کہ اوس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہون ہین جو کے ایک کر تک تو اوسپر دونون کر لازم ہونگے سوای ایک قفیز کے

اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہو جم کر بضم کاف بڑا پیمانہ ہو جسمین چند قفیز سماتے ہین اور قفیز کرسے چھوٹا پیمانہ ہی طحطاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام (رحمہ اللہ) نے شال مذکور مین تمام کر کو غایت قرار نہین دیا اسواسطے کہ عادت مین غایت زیادہ نہین ہوتی شے سوا ورنہ نصف اوسکی لہذا قفیز کو غایت ٹہرایا

ولو قال له عليّ عشرة دراهم الى عشرة دنانير يلزمه الدراهم وتسعة دنانير عند ابي حنيفة لما مرّ نهاية اور اگر بولا کہ اوسکے مجہہ پر دس درم ہین دس دینار تک تو اوسکو دراہم اور نو دینار لازم ہون گے ابو حنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایہ یعنے اسواسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہین ہوتی وفي له من داري ما بين هذا الحائط الى هذا الحائط له ما بينهما فقط لما مرّ اور اس قول مین کہ اسکا میری گھر مین سے مابین اس دیوار کے سے اس دیوار تک تو مقرلہ کے واسطے دونون دیوارون کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ ھ یعنی من درہم الی عشرۃ مین پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تہی اور یہان کچہ ضرورت نہین لہذا دونون دیوارین محدود مین داخل نہونگی فقط مابین الحایطین لازم ہوگا وصحّ الاقرار بالحمل المحتمل وجوده وقته اى وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوّجة او لدون حولين لو معتدّة لثبوت نسبه اور صحیح ہی اقرار اوس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت سطرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کمتر مدت مین اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر مین اگر وہ عدت مین ہو بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے عدت تک ھ یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسری شخص کے واسطے صحیح ہی اسطرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنے بچہ اوسکا فلانے شخص کا ہی اگرچہ اوس کا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہہ وجہ موجود ہی کہ کسی شخص نے مقرلہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پہر اوسکے وارث نے اوس کا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی ولو الحمل غير آدمي ويقدّر بادنى مدة يتصور ذلك عند اهل الخبرة زيلعي لكن في الجوهرة اقل مدة حمل الشاة اربعة اشهر واقلها البقية الدواب ستة اشهر حمل کا اقرار صحیح ہی اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اوس کمتر مدت سے جو اوسکے واسطے متصور ہو تجربہ کارون کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ مین ہے کہ بہیڑ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہین اور باقی جانورون کی اقل چہہ مہینے ہین وصحّ له ان بيّن المقرّ سببا صالحا يتصوّر للحمل كالارث والوصية كقوله مات ابوه فورثه او اوصى له به فلان ويجوز والا فلا كما يأتي اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یون کہنا کہ یہہ مال اس لڑکے کا ہی جو اس عورت کے پیٹ مین ہی صحیح ہے بشرطیکہ مقر اوسکے مالک ہونیکا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اوسکے واسطے ممکن اور متصور ہو جیسا کہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یون کہنا کہ اوس جنین کا باپ مرگیا سو وہ اوس کا وارث ہوا یا اوس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہی تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہین جیسا کہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدته حيا لاقل من نصف حول مذ اقر فله ما اقر وان ولدت حيين فلهما نصفين ولو احدهما ذكرا والآخر انثى فكذلك في الوصية بخلاف الميراث اى فانه يعطى للذكر مثل حظ الانثيين سو اگر عورت جنی اوسکو زندہ نصف سال سے کمتر مین جسوقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اوس کا جس کا اوس نے اقرار کیا اور اگر دو زندہ لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہو اور دوسرا مادہ تو اسیطرح نصف نصف مال دونون کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے ملینگے ھ اور اگر چہہ مہینے سے زیادہ مدت مین جنیگی تو اوسکو کچہہ نملے گا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر مین کذا فی الحموی وان ولدت ميتا فيرد لورثة ذلك الموصي والمورث لعدم اهلية الجنين اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اوس موصی اور مورث کے وارثون کو پہیر دیا جاویگا بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہین رکہتا وان فسّره بما لا يتصور كهبة او بيع او اقراض او ابهم الاقرار ولم يبيّن سببا لغا وحمل محمد المبهم على السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور نہین جیسا کہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکہا اور اوس کا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا ھ چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تہا اسواسطے کہ امور مذکورہ اوس سے متصور نہین نہ حقیقۃ اور یہہ لو

صریح ہو اور نہ حکما اسطرح کہ اوسکے طرف سے کوئی اوسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اوسپر کسیکی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹہیرا اور
سبب مبہم کے اقرار کی یہہ صورت ہی کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہی کذا فی الدرر و اما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر
سببا غیر صالح منہ حقیقۃ کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیرخوار لڑکے
کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہی اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقۃ بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن بیع کا اسواسطے کہ یہہ مقر ثبوت
دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہی کذا فی الاشباہ یعنے باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار
لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے
تو اوسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہی تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے خیار مین تو بہی اوسکی تصدیق معتبر
نہوگی ہم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین تین دن کے خیار کی گنجائش اسواسطے نہین کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہی اور جبکہ
اقرار مین اس وجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہی احتمال فسخ کا نہین لہذا اوسمین شرط خیار جائز نہین اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحاوی الا اذا
اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال الا ان یکذب بہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ
اقرار قابل خیار نہین مگر جب کہ مقر نے اوس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط خیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہو باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ
اوسکی تصدیق کرے یا مقر اوسپر گواہ لاوے سو اسیواسطے مصنف نے کہا مگر یہہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہو اور
قول تو منکر کا مقبول ہے یعنے درصورت عدم برہان ہم عقد بیع کا اقرار یعنی اوس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اوسپر لازم آیا یعنی یون کہے کہ میرے
اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہین کاقرارہ بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا
صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب باین شرط کہ اوسکو
اختیار ہو مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہی جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بہی عقد ہی بخلاف اوسکے جو مذکور ہو چکا
اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین کہ شرط خیار کے قابل نہین کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما
فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امرأتی صح کتب
ام لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد و قود خانیۃ امر کرنا اقرار کے لکہنے کا اقرار حکمی ہے اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے
ہوتا ہی ویسے ہی انگلیون کے پوروں کے لکہنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکہہ میرے اس اقرار کا کہ مجہپر ہزار درم ہین یا لکہہ میری
گہر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاقنامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس نے اوسکو لکہا یا نہ لکہے اور قبالہ نویس کو حلال ہے اوسکی گواہی دینا سوای حد اور
قصاص کے کذا فی الخانیہ ہم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقے اسواسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار اخبار تو دونون ایک نہون گے حقیقت
مین بلکہ مراد یہہ ہے کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی الدرر و قدمنا فی الشہادات عدم اعتبار مشابہۃ
الخطین اور کتاب الشہادات مین عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتہہ کا لکہا
اقرارنامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اوسکا سوا اوس سے کچہہ لکہایا گیا اور اوسنے لکہا تو یہہ خط اقرارنامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اوسپر ثبوت دعوی کا
بدون گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ قاری ہدایہ ہے کذا فی الطحاوی تصرف احد الورثۃ اقر
بالدین المدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اوس دین کا
اقرار کیا جسکا اوسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثون نے اوسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آویگا یعنی بشرطیکہ جو مال وسکو
وراثت مین پایا ہی وہ اداے دین مین کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع ہم مثلا سو درم کا دعوی ہے اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث مین

ہی تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہہ مطلب نہین کہ اگر وہ دس درم میراث مین پاوی تو بھی اوسپر سو درم لازم ہونگے وقیل
حصتہ واختارہ ابو اللیث دفعًا للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اوسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے
مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اوسنے اوس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکہ سے متعلق ہے تو اوسپر لازم نہو گا مگر بقدر اوسکے حصے کے ولو شہد
هٰذا المقر مع اخر ان الدین کان علی المیت قبلت وهٰذا اعلم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی
علیہ باقرارہ فلیحفظ هٰذہ الزیادۃ درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسری گواہ کے ساتھ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی
مقبول ہی اور اسی سے یعنے قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نکریگا بمجرد اوسکے اقرار
کر نیکے بلکہ قاضی کے حکم کرنیسے بموجب اوسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنے عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر
عدم مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اسواسطے کہ اگر اوسکے اقرار سے سب دین اوسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول
ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوتا تو اوسکی گواہی مین اوسپر دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہین پہ
اوسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہے کہ اوس کا اول اقرار معتبر نہین اور اوس اقرار سے دین لازم نہین مگر یہہ مشکل ہے اسواسطے کہ آدمی کا اقرار
حجت ہی اوسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اوسمین حکم کرنا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹھیری تو ظاہر ہی اسواسطے
کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہین کی کذا فی الطحاوی واشهد علی الف فی مجلس واشهد رجلین اخرین فی مجلس اخر
بلا بیان السبب لزم المالان الفان کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مرد انکو گواہ کیا
دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کے دونون مال یعنی دو ہزار اوسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو
ہزار لازم ہونگے عم بلا بیان سبب کی یہہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ مجھپر زید کے مثلاً ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہہ
شکل ہی کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس مین کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو
اتحد السبب او الشهود او اشهد علی صك واحد او اقر عند الشهود ثم عند القاضی او بعکسہ ابن ملك بخلاف اوسکے کہ اگر
سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے
پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس کرے یعنے پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا شرح ابن ملک
عم اتحاد سبب کی یہہ صورت ہی کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہہ صورت ہی کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری
مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف والمنکر اذا اعید معرفًا کان الثانی عین الاول او منکرًا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ معرفہ
یا نکرہ جب کہ معرف ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دو بار مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا عم اول اور ثانی کی معرفہ
ہونے کی صورت یہہ ہی کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر اسیکو دوسری بار اقرار کرے
اور اول کی نکرہ اور ثانی کی معرفہ ہونیکی یہہ صورت ہی کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ لہ علی الف پھر کہے لہ علی الف ثمن ہذا العبد اور اعادہ نکرہ کی صورت یہہ ہی کہ کہے لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے
کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہہ ہی کہ اول یہہ اقرار کرے کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف وتمامہ فی الطحاوی ولو نسی الشهود
انہ فی موطن ام موطنین فهما مالان ما لم یعلموا اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا
یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہہ ہی کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اس کا خانیہ
مین ہی اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبًا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی درر اقرار کیا
پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول پر

فتویٰ ہو کذا فی الدرر م اور طرفین کے نزدیک اوسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اوریہی حکم جاری ہو اگر مقر کا وارث دعویٰ کرے یعنے مورث کے اقرار مین اوسکے کذب کا مدعی ہو تو مقرلہ سے قسم لیجاویگی کہ مورث کاذب نہ تہا اپنے اقرار مین وان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اوسکے وارث کا دعویٰ مذکور مقرلہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جہوٹا تہا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ

یہہ باب ہو احکام استثنا مین اور جو استثنا کے معنے سے ہے اقرار کے بدل ڈالنے مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے م جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہہ مثال ہو کہ اوسکے میری او پر ہزار درم ہین اور یہ غلام کا مگر جو میرے قبضے مین نہین آیا هو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی و اثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وھی ما ذکرناہ و مختصرۃ وھی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وھذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء ہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہو باقی کی بولنی بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کی حاصل کے اعتبار سے اور نفی اور اثبات ہو باعتبار اجزای لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین ایک عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہہ ہو کہ ابتدا سے یون کہے کہ اوسکے میری او پر سات درم ہین اور یہی مطلب ہو فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنیکے وشرطہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کنفس وسعال او اخذ فم بہ یفتی اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ سے شرط ہو مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کہانسی کا انا یا مونہہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا مونہہ بند کرے اس قول پر فتویٰ ہے والنداء بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا متکلم کا بیچ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ ندا منادیٰ کے آگاہ کرنیکے واسطے ہو اور تاکید کیواسطے ہے یواسطہ تعیین مقرلہ م جوہرہ مین ہے کہ اگر منادیٰ مقرلہ نہو غیر ہو تو مضر ہے کذا فی الطحطاوی کقولک لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین او فلانے مگر دس درم بخلاف لک علی الف فاشہدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون بعد تمام الاقرار فلو یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اوس قسم سے جو فاصل شمار ہو اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونیکے بعد ہوتا ہے تو تخلل شہادت سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقر بہ صح استثناءہ ولو الاکثر عند الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنے جس کا اقرار کر چکا ہے اوس مین سے بعض کو نکال ڈالے تو اوسکا استثنا کرنا صحیح ہے اگرچہ مستثنیٰ اکثر ہو مستثنیٰ منہ سے اکثر علمای نحو کے نزدیک م فرا کے نزدیک استثنا اکثر جائز نہین اور جواز کی دلیل حق تعالیٰ کا یہہ قول ہے قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کہذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذہب اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اوس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہین ہوتا چنانچہ یہہ قول کہ یہہ غلام فلانے شخص کا ہے مگر اوس کا سیوم حصہ یا دو ثلث اوسکے صحیح ہو بنا بر مذہب قوی والا استثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان الاستثناء لکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد ہو الصحیح جوہرۃ اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہے اگرچہ اوس چیز مین ہو جو قابل رجوع ہو چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہین بلکہ وہ فاسد استثنا ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الجوہرۃ م جوہرہ مین ہے کہ بعضون کے نزدیک استثناء کل رجوع ہے اور بعضون کے نزدیک رجوع نہین استثنا فاسد ہے اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصیٰ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہو کذا فی الطحطاوی وہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یاتی اور یہہ یعنی استثنا مستغرق کا باطل ہونا اسی شرط سے ہے کہ صدر کے لفظ سے ہو بعینہ یا اوسکے مساوی ہو

باب الاستثناء

۱ الصواب کذا قال صدر الشریعۃ ۱۲
۲ اوسکے میرے او پر ہزار درم ہین ۱۲
۳ یعنی گواہ کرنیکا فاصل ہو جانا ہے ۱۲
۴ کہ ہزار درم کو اگر کسی نے استثنا کیا تو ہزار ہی لازم آوینگے ۱۲

چنانچہ اس کا ذکر آ چکا ہے مستثنیٰ بلفظ صدر کی مثال نسائی طوالق الا نسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی
وان بغیرھما کعبیدی احرار الا ھؤلاء او الا سالما وغانما وراشدا ومثلہ نسائی طوالق الا ھؤلاء او الا زینب وعمرۃ وھند
وھم الکل صح الاستثناء اور اگر استثنا مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغائر ہو چنانچہ یہہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوای ان غلاموں کے یا
سوای سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہہ مثال ہے کہ میری عورتین مطلقہ ہین سوای ان عورتون کے یا سوای زینب اور عمرہ اور ہند کے
اور حالانکہ وہی مشار الیہم یہی ہیں اوسکے سب غلام یہہ سب عورتین ہین تو استثنا صحیح ہے وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح
فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایھام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقھا ستا الا اربعا صح ووقع ثنتان اوسیطرح یہہ قول کہ میرا تہائی
مال زید کا ہے سوای ہزار کے اور حالانکہ اوسکا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقاء بعض
مستثنیٰ منہ ہے نہ حقیقت بقا یہانتک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات ستہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلاقین واقع ہونگی
ھم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہے تو معنے کا اعمال اسمین ضرور نہیں چنانچہ صاحب ہدایہ کہ عبیدی احرار الا سالما
وغانما مین تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن ہے باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بہی شامل ہے لیکن سالم اور غانم اور راشد اسواسطے
کل عبید ٹہیرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہین تو یہہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظا ایہام بقا بلا شک ٹہیرا انما صح استثناء الکیلی
والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احادہ کالفلوس والجوز من الدراھم والدنانیر ویکون المستثنی القیمۃ استحسانا لثبوتھا
فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہے استثنا کیلی اور وزنی اور اوس معدود کا جسکی افراد متفاوت نہین ہوتے چنانچہ فلوس اور اخروٹ کا درہم
اور دنانیر سے اور اس صورت مین قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمہ پر چاندی اور سونے کیطرح
تو اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئین اس راہ سے کہ کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہین تو باعتبار معنے
کے جنس واحد ٹہیرے اگرچہ صورت مین اجناس مختلفہ ہین اسواسطے کہ یہہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہین تو اونمین استثنا کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی
ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ لہ علی مائۃ درھم الا ثوبا کہ یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہین کیونکہ
متفاوت القیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹہیرا معلوم سے پس قیاسا اور استحسانا دونون صحیح نہین کذا فی الاتقانی ملخصا وان استغرقت القیمۃ
جمیع ما اقر بہ لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اوسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہہ غیر
مساوی کا استغراق ہے اور یہہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درھم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء
الکل بحر لکن فی الجوھرۃ وغیرھا علی مائۃ درھم الا عشرۃ دنانیر وقیمتھا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیء فلیحرر بخلاف اس قول کے کہ اوسکے
میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہہ صحیح نہین بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہہ تمام مقربہ کا استثنا ہے کذا فی البحر یعنی تب تو
مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹہیریگا لیکن جوہرہ وغیرہا مین ہے کہ یہہ قول کہ مجہپر سو درم ہین مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینار کی
سو درم ہے یا زیادہ تو مقر پر کچہہ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹہیرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم حلبی نے
کہا کہ ظاہرا اس مسئلہ مین دو قول ہین یعنی دو روایتون پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہین یا دو جنسین واللہ تعالی اعلم واذا استثنی عددین
بینھما حرف الشک کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درھم الا مائۃ درھم او خمسین درھما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی
الاصح بحر اور اگر ان دو عددون کو استثنا کیا جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول مین کہ میرے اوپر ہزار
درم ہین مگر سو درم یا پچاس درم تو اوسکو نو سو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ گو شک استثنا مین کمتر کا مثبت ہے
واذا کان المستثنی مجھولا ثبت الاکثر نحو لہ علی مائۃ درھم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لو قوع الشک

فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جب کہ مستثنی مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد ثابت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اوسکے میرے اوپر سو درم
ہین مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکیاون لازم ہون گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اور زیادت ثابت
ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف یعنی پچاس سے ایکدرم گہٹایا تو اکیاون باقی رہیگے ولو وصل اقرارہ بان
شاء اللہ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا
یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اوس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ
یون کہنا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاوے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے
والی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیئۃ ھل یصدق فی لم ارہ و قدمنا فی الطلاق ان المعتمد لا فلیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد
قالہ المصنف باقی رہی یہہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین یعنے اسکو مصرح نہین دیکہا اور ہمنے
کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعای مشیت قول معتمد یہہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بہی ایسا ہی ہو بسبب متعلق
ہونے حق العبد کے یہہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح مین وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منھا لدخولہ تبعا فکان
وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹہری کا گہر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹہری اور گہر سے اسواسطے
کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹہیری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین ہے چنانچہ یہہ قول صحیح نہین کہ اوس کا بیت اللہ ہم
مگر اوسکی عمارت سوا مقر لہ کی نہین ہے ولو قال بناءھا لی وعرصتھا لک فکما قال لان العرصۃ ھی البقعۃ لا البناء حتی لو قال وارضھا
کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناءھا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گہر کی عمارت میری ہے اور اوسکا
عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہوگا جیسا اوسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گہر کی
عمارت میری ہے اور اوسکی زمین تیری ہے تو عمارت بہی مقر لہ کی ٹہیریگی اسواسطے کہ عمارت گہر مین بالتبع داخل ہے مگر جب یون کہے کہ گہر کی عمارت زید کی
ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا ہے اسواسطے کہ جب اوسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی ملک ہوگئی تو اب
زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اوسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ متقدمہ
سابقہ کہ عمارت مقر کی مملوک ہے پہر جب اوسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم
ونخلۃ البستان وطوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹہی کے نگین کا اور کہجور کے درخت کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت
مانند ہے امر مذکور مین ہے اسواسطے کہ نگین انگوٹہی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثنا صحیح نہوگا بیان
مین ہے درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل یعنے جڑ کا اقرار قصداً
واجب ہے نہ تبعاً وان قال مکلف لہ علی الف من ثمن عبد ما قبضتہ الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی
الحاوی فلیحفظ وعینہ ای عین العبد وھو فی ید المقر لہ فان سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار
کیا بالغ عاقل نے کہ اوسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اوس غلام کا ثمن جسپر مینے ہنوز قبضہ نہین کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملاکر بولا اور غلام کو
معین کردیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہے تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہون گے اور نہین تو لازم نہون گے صفت عام پر
عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے یہہ مذکور ہے حاوی قدسی مین تو اسکو یاد
رکہنا چاہیے یعنے تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعینہ العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر
مقر مذکور نے غلام کو معین نکیا تو اوسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملاکر کہے یا اسکو جدا کرکے کہے اور اوس کا یہہ قول کہ مینے اوسپر

قبضہ نہیں کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہوا اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں کقولہ من ثمن خمرٍ او خنزیرٍ او مال قمارٍ
او حُرٍّ او میتۃٍ او دمٍ فیلزمہ مطلقاً وان وصل لانہ رجوعٌ الا اذا صدّقہ او اقام بینۃً فلا یلزمہ چنانچہ اس قول میں کہ اوسکے مجھپر
ہزار درم ہیں شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اوس پر مطلقاً لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے ہو اسلئے
کہ یہہ اقرار کر کے پھر جانا ہے مگر جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے امور مذکورہ میں یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اوسکو لازم نہوں گے ولو قال
لہ علیّ الف درھمٍ حرامٌ او ربوا فھی لازمۃ مطلقاً وصل ام فصل لاحتمال حلّہ عند غیرہ اور اگر یون اقرار کیا کہ اوسکے میرے اوپر ہزار
درم حرام یا بیاج کے ہیں تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملاوے اقرار سے یا جدا کہے اوسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ھم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اور کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اوسپر قبضہ نہیں کیا اور اسکو بائع مذکور کے
ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی کے نزدیک یہہ بیع جائز ہے اور زیادۃ احد الثمنین اونکے نزدیک
حرام نہیں اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھہ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو
قال علیّ الف زورًا او باطلاً لزمہ ان کذّبہ المقر لہ والّا بان صدّقہ لا یلزمہ اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلاً ہزار درم ہیں بطریق
زور یا بطلان کے تو اوسپر لازم ہونگے اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نکرے اسطرح کہ اوسکی تصدیق کرے تو اوسپر کچھہ لازم نہیں والاقرار بالبیع
تلجئۃً ھی ان یلجئک ان تاتی امرًا باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ھذا التفصیل ان کذّبہ لزم البیع والّا لا اور بیع تلجئہ کا اقرار
کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجئہ یہہ ہے کہ تجھکو مضطر کرے اوس امر کے کرنے
پر جس کا باطن اوسکے ظاہر کے مخالف ہو مثلاً صورت اضطرار یہہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اوس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا
مال بتا کر بیچ ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو درحقیقت یہہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال لہ علیّ الف درھمٍ زیوفٌ ولم یذکر السبب فھی
کما قال علی الاصح اور اگر بولا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم زیوف ہیں اور اوسکا سبب ذکر نکیا کہ ثمن بیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اوسنے
کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنابر قول اصح ھم زیوف جمع ہے زیف کی یعنی کھوٹے درم جو خزانۂ سلطانی میں نہ لئے جاویں ولو قال لہ علیّ الفٌ من
ثمنِ متاعٍ او قرضٍ وھی زیوفٌ مثلاً لم یصدّق مطلقاً لانہ رجوعٌ اور اگر بولا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض ہے اور
حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اوسکی مطلقاً تصدیق نہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہے ولو قال من غصبٍ او ودیعۃٍ الّا انہا زیوفٌ
او نبھرجۃٌ صُدّق مطلقاً وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا
نبہرجہ تو اوسکی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ھم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامت از عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب
جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اسیطرح مودع نبہرجہ وہ درم ہیں جن کو سوداگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں وان قال ستوقۃً او رصاصًا فان وصل
صُدّق وان فصل لا لانہا دراھم مجازًا اور اگر بولا کہ مجھپر ہزار درم ہیں مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر استثنا اقرار سے ملا
بولا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر اوس سے جدا بولے گا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی ھم ستوقہ وہ دراہم ہیں
جنکی دونوں طرف چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصُدّق فی حلفہ فی غصبتہ او اودعنی ثوبًا اذا جاء بمعیبٍ ولا بیّنۃ اور
اوسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اوس سے کپڑا غصب کیا یا اوسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقر کپڑے کو عیب دار
لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کو مقتضی نہیں وصُدّق فی لہ علیّ الفٌ ولو من
ثمن متاعٍ مثلاً الّا انہ ینقص کذا ای الدراھم وزن خمسۃٍ لا وزن سبعۃٍ اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اوسکے میرے
اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے ھم یعنے

اس ہزار درم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہو نہ سات مثقال کے کذا فی الحاوی متصلاً وان فصل بلا ضرورة لا یصدق فی نقصان
القدر لا لوصف کالزیافة مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب
ہونے مقدار کے استثنا کی نہ وصف کے استثنا کی چنانچہ کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعة فهلکت فی یدی بلا تعدٍ
وقال الآخر بل اخذتها منی غصبا ضمن المقر لاقراره بالاخذ وهو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھ سے
ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہو گئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے دراہم مذکورہ غصب کے طریق
سو لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اوسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب براءت
کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الحاوی وفی قوله انت اعطیتنیه ودیعة
وقال الآخر بل غصبتنیه منی لا یضمن بل القول له لانکاره الضمان اور اس قول مین کہ تو نے مجھکو درم بطور ودیعت کے دیئے اور دوسرے
نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اوسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے اسواسطے کہ اوس نے سبب ضمان کا
اقرار نہین کیا ہے اپنے لینے کا بلکہ اوسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہین تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا
مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اوس کا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح وفی هذا کان ودیعة او قرضا لی
عندک فاخذته منک فقال المقر له بل هو لی اخذه المقر له لو قائما والا فقیمته لاقراره بالید له ثم بالاخذ منه وهو سبب
الضمان اور اس قول مین کہ یہہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو مین نے اوسکو تجھسے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ
مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اوسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اوس سے لینے کا
اقرار کیا اور لینا سبب تاوان کا ہے یعنی جب اوس شے کا اوسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اوسکی تصدیق نہوگی
وصدق من قال اجرت فلانا فرسی هذه او ثوبی هذا فرکبه او لبسه او اعرته ثوبی او اسکنته بیتی ورده او خاط
فلان ثوبی هذا بکذا فقبضته منه وقال فلان بل ذلک لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارة ضروریة بخلاف
الودیعة اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جیسے کہا کہ مین نے فلانے شخص کو اپنا یہہ گھوڑا یا اپنا یہہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا
یا اوسکو یہہ کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اوسکو مین نے اپنے گھر مین رکھا اور فلانے شخص نے اسباب کو تمانا یا یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا
کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو مین نے اوس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ
قبض اور تصرف اجارہ مین ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے کیونکہ اجارہ مین قبض استیفاء معقود علیہ کے واسطے ضروری ہے یعنے استحصال منافع کے واسطے
تو مستاجر کے قبض کا اقرار اوسکی ملک کی دلیل نہین ہوسکتی بخلاف ودیعت اور اقرار کے هذا الالف ودیعة فلان لا بل ودیعة فلان
فالالف للاول وعلی المقر الف مثله للثانی بخلاف لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیه للثانی شیء لانه لم یقر بالید له
یہہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہی نہین بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر لہ کے ہین اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر لہ کے
لازم ہون گے بخلاف اس قول کے کہ وہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ایداع کہ اس صورت مین مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچھہ
واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہین کیا وهذا اذا کانت معینة وان کانت غیر معینة لزمه ایضا اور یہہ حکم تب
ہی جب کہ دراہم معین ہون اور اگر غیر معین ہون تو مقر لہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے لقوله غصبت فلانا مائة درهم و
مائة دینار و کر حنطة لا بل فلانا لزمه لکل واحد منهما کله وان کانت بعینها فهی للاول وعلیه للثانی مثلها اور اس قول
سے کہ مین نے فلانے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہون غصب کیے نہین بلکہ فلانے سے چھین لیے تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے

اشیاء مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ۔ ولو کان المقر له واحداً یلزمه اکثرھما قدراً و افضلھما وصفاً حتی له الف درہم لا بل الفان او الف درہم جیاد لا بل زیوف او عکسه ۔ اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو یعنے اسواسطے اقرار مین مقدار یا وصف نہ ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونون اقرارون مین سے مقدار مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین کہ اوسکی میری او پر ہزار درم ہین نہین بلکہ دو ہزار ہین یا یون اقرار کیا کہ اوسکے ہزار کہرے درم ہین نہین بلکہ کہوٹے درم ہین یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پہر ایک ہزار کا یا اول کہوٹے درمونکا اقرار کیا پہر کہرون کا ۔ ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعة التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار له وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقر له برئ خلاصه ۔ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانیکے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقرلہ کو تسلیم کریگا تو ادای دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہوجائیگا کذا فی الخلاصہ لکنه مخالف لما مر انه ان اضاف لنفسه کان ہبة فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطه علی القبض فان قال واسمی فی کتاب الدین عاریة صح وان لم یقله لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامة المعتبرات خلافاً للخلاصة فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہہ مذکور ہوچکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹہیریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہے اور اگر مقر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین مین عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہہ نکہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلہ مین فتوی دینے کے وقت ھ شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہے کہ جب یہہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانیکا دین ہے اور مقرلہ اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول اسکے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن با وجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دیگا بری الذمہ ہو جائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹہیریگا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر ایجر و تصادق کے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہے اور اوسکو قبض پر مسلط نکرے تو بہی تصادق ملک مقرلہ کا مفید ہے اور اگر حاوی کا قول اسپر محمول کیجئے کہ مقرلہ ساکت تہا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلہ کو جو خلاصہ کی موافق ہے تصدیق مقرلہ پر محمول کیجئے تو توافق بین القولین حاصل ہو جای اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض وسیجئ فی الوصایا یہہ باب ہے اقرار مریض کے احکام مین یعنے وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہے اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل ماله باثر عمر رضی اللہ عنه مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اوسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ھ فاروق سے مروی ہے اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیه فی جمیع ترکته یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اوسپر جائز ہے اوسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر بجای حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جسمین قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارح علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکه لها فی مرضه فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینه فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بہی اسیطرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تملیک مریض کی اوسکے مرض مین معلوم ہو یعنی قرائن سے یہہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری مین تو یہہ تملیک مقید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھ چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہے لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیہ اقرار ابتدائی سے مراد یہہ ہے کہ اوسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتدای تملیک ہو تا کہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکایی

تو حقیقے اقرار ہی کذا فی الطحاوی مُلخّصًا وَاٰخِرَ الارثُ عنه اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی ادای دین مذکور سے تنفیذ اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پرتا اوسپر آخرت کا مواخذہ باقی نرہے وَدَیْنُ الصِّحَّةِ مطلقًا وَمَا لَزِمَه فی مَرَضِهٖ بِسَبَبٍ مَعْرُوْفٍ بِبَیِّنَةٍ اَوْ بِمُعَایَنَةِ الْقَاضِی قُدِّمَ عَلٰی مَا اَقَرَّ بِهٖ فی مَرَضِ مَوْتِهٖ اور حالت صحت کا دین مطلقًا خواہ گواہون سی معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا مین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اوسکو مرض مین لازم ہوا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معائنہ سی معلوم ہو مقدم ہوگا اوس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا وَلَوِ الْمُقَرُّ بِهٖ وَدِیْعَةً دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مُقَرٌّ بِهٖ ودیعت ہو وَقَا ^{جسکا اقرار کیا ۱۲}

عِنْدَ الشَّافِعِیِّ الْکُلُّ سَوَاءٌ اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم وَالسَّبَبُ الْمَعْرُوْفُ مَا لَیْسَ بِتَبَرُّعٍ کَنِکَاحٍ مُشَاهَدٍ اِنْ بِمَهْرِ الْمِثْلِ اَمَّا الزِّیَادَةُ فَبَاطِلَةٌ وَاِنْ جَازَ النِّکَاحُ عِنَایَه اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہو کذا فی العنایہ ھم زیادت مہر مثل سے باطل ہے بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحاوی وَبَیْعٍ مُشَاهَدٍ وَاِتْلَافٍ کَذٰلِکَ اَیْ مُشَاهَدٍ اور جیسا کہ بیع مشاہد اور ایسا ہی اتلاف مشاہد یعنی کسیکا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے وَالْمَرِیْضُ لَیْسَ لَهٗ اَنْ یَّقْضِیَ دَیْنَ بَعْضِ الْغُرَمَاءِ دُوْنَ بَعْضٍ وَلَوْ کَانَ ذٰلِکَ اِعْطَاءَ مَهْرٍ وَاِیْفَاءَ اُجْرَةٍ اور مریض کو یہہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوای بعض کے اگرچہ یہہ دین مہر کا دینا اور اجرت کا ادا کرنا ہو ھم اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ حر غیر محجور کو صحت کی تخصیص ممنوع نہین فَلَا یُسَلَّمُ لَهُمَا اِلَّا فِیْ مَسْئَلَتَیْنِ تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا مسلم نرہیگا مگر دو مسئلون مین اداى بعض دین بار ہو اِذَا قَضٰی مَا اسْتَقْرَضَ فِیْ مَرَضِهٖ اَوْ نَقَدَ ثَمَنَ مَا اشْتَرٰی فِیْهِ لَوْ بِمِثْلِ الْقِیْمَةِ کَمَا فِی الْبُرْهَانِ وَقَدْ عُلِمَ ذٰلِکَ اَیْ ثَبَتَ کُلٌّ مِنْهُمَا بِالْبُرْهَانِ لَا بِاِقْرَارِهٖ لِلتُّهْمَةِ وہ دونون مسئلے یہہ ہین جب کہ مریض نے قرض کو ادا کرے جو اوسنے اپنی بیماری مین لیا یا ادا کرے اوس چیز کا ثمن جو اوسنے مرض مین خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان مین ہے اور حالانکہ یہہ معلوم ہو چکا ہے ثابت ہو چکا ہے قرض اور خرید گواہون سے نہ اوسکے اقرار سے بسبب تہمت کے ھم تہمت یہہ ہی کہ شاید اوسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہی بخلاف اِعْطَاءِ الْمَهْرِ وَنَحْوِهٖ وَبِمَا اِذَا لَمْ یَنْقُدْ حَتّٰی مَاتَ فَاِنَّ الْبَائِعَ اُسْوَةٌ لِلْغُرَمَاءِ فِی الثَّمَنِ اِذَا لَمْ تَکُنِ الْعَیْنُ الْمَبِیْعَةُ فِیْ یَدِهٖ اَیْ یَدِ الْبَائِعِ فَاِنْ کَانَتْ کَانَ اَوْلٰی بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشترا و مرض کے جب کہ مریض نے اوسکا ثمن ادا نکیا یہان تک کہ مرگیا تو اوسکا بائع اور دین والون سے برابر ہے ثمن پانے مین جب کہ شئے مبیع بائع کے ہاتھہ مین نہو اور اگر بائع کے ہاتھہ مین ہو تو وہی مقدم ہے ھم تو مبیع مذکور بیچی جاوے اور اوسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اوسکے دین سے ثمن کچھہ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ مین ملائی جائے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحاوی وَاِذَا اَقَرَّ الْمَرِیْضُ بِدَیْنٍ ثُمَّ اَقَرَّ بِدَیْنٍ تَحَاصَّا وَصَلَ اَوْ فَصَلَ لِلْاِسْتِوَاءِ اور جب کہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پہر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون مقرلہ حصہ رسد پاوینگے خواہ دونون اقرار کو اوسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونون اقرارون کے وَلَوْ اَقَرَّ بِدَیْنٍ ثُمَّ بِوَدِیْعَةٍ تَحَاصَّا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پہر ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقرلہ حصہ رسد پاوینگے وَبِعَکْسِهٖ اَلْوَدِیْعَةُ اَوْلٰی اور اوسکے برعکس مین ودیعت والے اور مقدم ہی یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پہر دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اوسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقرلہ اوسکا مالک ہوگیا پہر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہوگا کذا فی الطحاوی وَاِبْرَاؤُهٗ مَدْیُوْنَهٗ وَهُوَ مَدْیُوْنٌ غَیْرُ جَائِزٍ اَیْ لَا یَجُوْزُ اِنْ کَانَ اَجْنَبِیًّا وَاِنْ کَانَ وَارِثًا فَلَا یَجُوْزُ مُطْلَقًا سَوَاءٌ کَانَ الْمَرِیْضُ مَدْیُوْنًا اَوْ لَا لِلتُّهْمَةِ اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہی غیر جائز ہے تو یعنے ابرا جائز نہوگا اگر اوسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقا جائز نہین

برابر ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلۃ صحتہ ان یقول لاحق لی علیہ کما افادہ بقولہ و قولہ لم یکن لی علی ھذا المطلوب
شیٔ یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاءً لا دیانۃ فیرتفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الآخرۃ حاوی الا المھر فلا یصح علی الصحیح
بزازیۃ ای لظھور انہ علیہ غالباً اور صحت ابراء مدیون کا حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اوسپر کچھہ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان
کیا ہے اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھہ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے
تو مدیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا مہر کے کہ اوس کا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا بزازیہ
صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر
تو یہہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضھا بان الشیٔ الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ
فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجھا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ یا
ماں کی ملک ہے میرا اوسمین کچھہ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہہ ابرا صحیح ہوگا اور اوسکے زوج کا دعویٰ اوسمین مسموع نہوگا چنانچہ اسکو شرح
بیان کیا ہے اشباہ مین اسطرح کہہ کر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہہ میری کتاب کی مفردات سے ہے اور اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی
اور شیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہیں رکھا ہے اسواسطے کہ یہہ اقرار عین کا وارث کے واسطے بصیغہ نفی ہے اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہیں اور
صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہے وہ مفروض ہے دین مین ہے نہ عین مین خلاصہ یہہ کہ ابرا بلفظ نفی البتہ جائز ہے دین مین اور عین کا اقرار وارث کے
واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافاً للشافعی
ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھہ عین کا اقرار
کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے دین کا اقرار ہم اسی حدیث کو
دارقطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اوس صورت مین باطل نہین
جب کہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ او ھی لہ صحت الوصیۃ واما غیرھما فیرث الکل
فرضاً ورداً فلا یحتاج لوصیتہ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے
زوج کیواسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے
کی کچھہ حاجت نہیں کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ للوھبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جھۃ عامۃ صح تصدیق السلطان
او نائبہ وکذا الوقف خلافاً لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا
یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اوس کا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بجہت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہے اور تصدیق حاکم
یا اوسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب کوئی
وارث نہو تو اوس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھیری طرسوسی نے کہا
کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہے
وہ معمول بہ نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو کان ذلک اقراراً بقبض دینہ او غصبہ او رھنہ ونحو ذلک علیہ ای علی وارثہ
او عبد وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے
اپنی وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا کیونکہ عبد اور مکاتب کا اقرار اوسکے مولے کیواسطے واقع
ہوگا ہم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اوسکو مین نے اوس سے پایا یا جو میری وارث نے میری چیز غصب

کی تھی یا اوسکے پاس گرو تھی وہ مین نے پائی تو یہہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برء ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت۔ اختیار
اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر وہ صحیح وسالم ہوگیا بعد اوسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہوجائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا
فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض
وورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی بحر عن الصیرفیۃ اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مرگیا اور
مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اوس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آویگا
صیرفیہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہیکہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑکر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے
اوس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہی چھوڑکر مرگیا تو یہہ اقرار جائز ہو صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپکے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار
صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ
ھذا الوارث فاستہلکتہا جوھرۃ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار
کرے سو وہ جائز ہی اور صورت اسکی یہہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مینے تلف کرڈالی کذا فی الجوھرہ قال
فالحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی
کلاحق لی قبل ابی وامی وھذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ ومنہ ھذا الشیء الفلانی ملک ابی وامی کان عندی
عاریۃ وھذہ حیث لا قرینۃ در وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہہ ہیکہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثون کی
اجازت پر موقوف ہی مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے
اور از انجملہ نفی ہے چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچھہ حق نہین میرے باپ اور ماکی جانب اور یہی حیلہ ہی مریض کے ابرا کرنیکا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی
حق مریض یہہ قول ہے کہ یہہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماکی ملک ہی میرے پاس عاریت تھی اور یہہ وہان ہے جہان قرینہ نہو اور پورا بیان
اسکا اشباہ مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ امر ضروری ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے
مخالف ہی چنانچہ مذکور ہوچکا اور جب یہہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھہ حاجت نہین رہی اقر فیہ ای فی مرض موتہ
لوارثہ بعین فی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ وانما تنتقض بعد
الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاے تو وارث
مقر لہ کو پھیر دے کذا فی البزازیہ اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین
والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اوسکے وارث
ہونے کا موت کیوقت کا ہی نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب
نہ وارث ہونے اوسکے بھائی کے یعنے ہر چند اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نرہا
الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزویج وعقد الموالاۃ فیجوز کما ذکرہ بقولہ مگر جب کہ مقر لہ وارث ہوگیا
موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آئندہ
قول مین ذکر کیا فلو اقر لہا ای لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر او ابن اذا زال الحجب باسلامہ
او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قائم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کیا تو اقرار
صحیح ہی بخلاف اوسکے اقرار کے اپنے اوس بھائی کے واسطے جو محجوب ہی بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جب کہ اوسکا حجب

زایل ہو بہائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح ہنوگا اسواسطے کہ بہائی کی میراث قدیم سبب سے ہو نہ جدید سبب سے وبخلاف الھبۃ لھا فی مرضہ والوصیۃ لھا ثم تزوجھا فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وھی حینئذ وارثۃ اور جبکہ اجنبی عورت کے ہبہ کرنیکے لیئے مرض الموت مین اور اوسکے واسطے وصیت کرنیکے پہر اوسکے ساتہ نکاح کر لینے کے کہ یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہی بعد موت کے اور اوس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہی مقر کی اقر فیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتۃ عشرۃ دراھم قد استوفیتھا ولہ ای المقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت مین اقرار کیا کہ اوسکی بیٹی مردہ پر اوسکے دس درم تہے سو مین اونکو لیچکا اور اوس مقر کا ایک بیٹا ہی جو اوس کا انکار کرتا ہے تو اوس کا اقرار صحیح ہی اسواسطے کہ میت وارث نہین ثم لو اقر لامرأتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منھا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پہر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چہوڑا عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہی کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فیہ لوارثہ وللاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیہ اور اگر مرض الموت مین اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبی مجھول نسبہ ثم اقر ببنوتہ وصدقہ وھو من اھل التصدیق ثبت نسبہ مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لما مر اور اگر اوس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہین پہر مقر نے اوسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکہتا ہے یعنے حال بیان کر سکتا ہے تو اوس کا نسب ثابت ہوگا اوسکی ابتدای پیدایش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اوس کا اقرار باطل ہوگیا بدلیل گزشتہ یعنی جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اوسکے واسطے اقرار صحیح نہین ولم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلالیہ معزیا للینابیع اور اگر نسب ثابت ہو اسطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اوس کا نسب معروف ہوئے شخص سے تو اقرار صحیح ہی بسبب ثابت نہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے ینابیع سی ولو اقر لمن طلقھا ثلثا یعنی بائنا فیہ ای فی مرض موتہ فلھا الاقل من الارث والدین ویدفع لھا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیہ اور اگر اوس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت مین تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین مین وہ اوسکو ملیگا اور کمتر اوسکو دیا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹہیریگی متروکہ کی اشیا مین کذا فی الشرنبلالیہ ہم طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مین وہ زوجہ ہوگی اور یہہ بہی شرط ہے کہ اثنای عدت مین مقر مرجاے اور اگر بعد عدت مریگا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا کانت فی العدۃ وطلقھا بسؤالھا فاذا مضت العدۃ جاز لعدم التھمۃ عزمیہ اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہی جب کہ مطلقہ عدت مین ہو اور زوج نے اوسکو طلاق دی اوسکی طلب سے پہر جب عدت ہوچکی تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی العزمیہ ہم تہمت یہہ تہی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اوس کا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ اوسکو میراث سے زیادہ ملے پہر جب عدت گذر گئی تو یہہ تہمت بہی باقی نرہی وان طلقھا بلا سؤالھا فلھا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لھا لانھا وارثۃ اذھو فار واھملہ اکثر المشایخ لظھورہ من کتاب الطلاق اور اگر اوسکو طلاق دی بدون اوسکی طلب کے تو اوسکو میراث ملیگی جس مقدار کو کہ وہ پہنچے اور اوسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہی اسواسطے کہ زوج اوس کا فار ہی اور اس قول کو اکثر مشایخ نے بیان مذکور نہین کیا بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجھول النسب فی مولدہ او فی بلد ھو فیھا وھما فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وحینئذ ثبت نسبہ ولو المقر

ہو بیٹا وَاِذَا ثبت شارک الغلام الورثۃ اور اگر اوس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہین اوسکے وطن مین یا اوس شہر مین جسمین
وہ وارد ہی اور حالانکہ مقر اور مقرلہ اوس عمر مین واقع ہین کہ ویسی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہی یہہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اوس کا
بیٹا ہی اور لڑکے نے اوسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اوسکی تصدیق کی کچھہ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اس وقت
یعنے درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اوس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جب کہ اوس کا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک
ہوگا فَاِنِ انتفت ھٰذہ الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا فی
الشرنبلالیۃ فلیحرر عند الفتوی تو اگر یہہ شروط مذکورہ نپائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونیکا
اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالیہ تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہیئے ہم اگر شروط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقرلہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نپائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ
من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ
مین ہی یعنے جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اوسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اوسکو مال لازم ہوگا اگرچہ
نسب ثابت نہوگا اور شرنبلالیہ مین ینابیع سے یہہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ[1] او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب
کما فی الینابیع انتہے اور شارح کی عبارت رکیک ہی تو اگر یون کہتا فلو انتفی[2] احد ہذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یؤاخذ بہ المقر تو البتہ واضح تر
ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہی پھر جب نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہوگیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی
الطحطاوی مختصرا وَالرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول
الزیلعی لو اقر بالجد او بابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ المتقدمۃ فی الابن اور بیمار مرد کا
اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے اون تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہو چکین فرزند مین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہی
اگرچہ والدین اونچے ہون یعنے دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار
کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس اقرار مین غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر وصح
بالزوجۃ بشرط خلوھا عن زوج وعدتہ وخلوہ ای المقر عن اختہا مثلا واربع سواھا اور یون اقرار کرنا کہ یہہ عورت میری
زوجہ ہی صحیح ہے بشرط خالی ہونے اوس عورت کے زوج اور اوسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اوس عورت کی بہن سے مثلا اور بشرط
خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اوس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اوسوقت صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور
نہ کسی کی عدت مین ہو اور جب کہ اوس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ معتدہ نہو اور جب کہ سوای اوس عورت کے چار عورتین
اوسکے پاس نہون حموی نے کہا یہہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسیہ اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی مین ہی بشرطیکہ وہ عورت
رضاعت سے حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاءہ ثابتا من جہۃ غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہی مولی کا اقرار
یعنی یون کہنا کہ یہہ شخص میرا مولے ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اوسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمراۃ صح اقرارھا بالوالدین والزوج
والمولی اور صحیح ہے عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہہ میرے والدین ہین یا یہہ میرا زوج اور مولے ہی الاصل ان اقرار الانسان علی نفسہ
حجۃ لا علی غیرہ قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہی کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار
بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء
السراج لان النسب للاباء لا للامہات وفیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی ولکن الحق صحتہ بجامع الاصالۃ

[1] اور اگر مقرلہ مقر کی تکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقر سے تو مقر کو وہ لازم ہوگا جس کا اوس نے اقرار کیا اور نسب ثابت نہوگا ۱۲

[2] تو اگر ان شروط سے ایک منتفی ہوا اور حالانکہ مقر نے مقرلہ کے واسطے اقرار کیا ہو تو وہ ماخوذ بمال ہوگا ۱۲

وکانت کالاب فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہہ جو مصنف نے ماکے اقرار کی صحت ذکر کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہی جسپر اکثر علما ہین اور عتابی نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہی کہ ماکا اقرار صحیح نہین اور اسیطرح ضوء السراج مین ہی اسواسطے کہ نسب باپون سے ہوتا ہی نہ ماؤن سے اور اسمین محل زوجیت بہی ہی غیر شخص پر بیٹے مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہے ولیکن صحت اقرار مذکور حق سے بسبب جامعیت جہالت کے یعنی مجہول ہوتے مین ما اور باپ دونون برابر ہین تو ماباپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکہنا چاہیے وکذا صح بالولد ان شہدت امرأۃ ولو قابلۃ بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہہ اقرار صحیح ہے کہ یہہ میرا لڑکا ہی اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الشمنی م عورت کی گواہی اوس وقت شرط ہی جب کہ مجہولہ ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد مین اوسوقت شرط ہی جب کہ ولادت پر تصادق ہوا ور تعیین ولد مین اختلاف والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدۃ جحدت ولادتہا فبحجۃ تامۃ کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار بوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہو چکا او صدقہا الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدۃ منہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہی اگر زوج اوسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اوسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک ای مزوجۃ ولا معتدۃ او کانت مزوجۃ وادعت انہ من غیرہ فصار کما لو ادعاہ منہا لم یصدق فی حقہا الا بتصدیقہا اور صحیح ہی اقرار بہ ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نپائی جائے اگر عورت ویسی ہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہے اور یہہ دعوی کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہی تو یہہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہی اس عورت سے تو عورت کے حق مین اوسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعرف لہا زوج غیرہ لو ادعاہ فیحل مین کہتا ہون باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوا ایک زوج کے اور وہ یہہ دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے م اس صورت مین ظاہرا وہ لڑکا عورت ہی کا ٹہیریگا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہین ہوسکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہہ ہی کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماکا وارث ہوتا ہی تو اسمین توقف کی کچہہ وجہ نہین کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق ہؤلاء اور صحت اقرار مین اون اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہی م یعنی جب مرد نے یہہ اقرار کیا کہ یہہ میرا بیٹا ہی یا والدین ہین یا یہہ میری زوجہ ہی اور عورت نے اقرار کیا کہ یہہ میرے والدین ہین یا یہہ زوج اور یہہ میرا مولے ہی عتاقت سے تو ان لوگون کی تصدیق ضرور ہی اسواسطے کہ ہر شخص ان مین سے اپنی ذات کے تصرف مین ہی تو غیر کا اقرار اوسکو لازم نہین الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع گمر ولد مین تصدیق شرط صحت اقرار نہین جب کہ لڑکا ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کرسکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت مین متاع اور اسباب کے مانند ہی یعنے تو جس کے پاس ہوگا اوسی کا ٹہیریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار مین اوسکے مولے کی تصدیق شرط ہوگی اسواسطے کہ حق اوسی کا ہی وصح التصدیق من المقر لہ بعد موت المقر لبقاء النسب و العدۃ بعد الموت اور صحیح ہی تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرۃ لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ گمر زوج کی تصدیق زوجۂ مقرہ کے مرنیکے بعد صحیح نہین بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوجکو جائز نہین غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اوسکو زوج کا غسل دینا بہی صحیح اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہین ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لم یقبل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجد وابن الابن کما قال کالاخ والعم والجد

[illegible]

وَابنٍ الابنِ لا یصحُّ الاقرارُ فی حقِّ غیرہِ الّا بِدَهاً نٍ اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اوس نسب کا جس مین غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یون کہنا
کہ یہہ میرا بہائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہی تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر دلاوکی قید نہ لگائی
چنانچہ درر مین ہے بسبب فاسد ہونے اوس قید کے جدا در ابن الابن سے ومنه اقرار اثنینِ لما مرّ فی باب ثبوتِ النسب فالحفظ
اور از انجملہ ہی اقرار دو شخصون کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب مین تو یاد رکہنا چاہئے ہم یعنی غیر کے حق مین اقرار نسب صحیح نہین مگر برہان
سی سواسی قسم سے مقر علیہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہی نسب کا تو باقی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہو گا اور اگر مقر ایک
شخص ہو گا تو فقط اوسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثون کا اقرار مثبت نسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہین کذا فی
الطحطاوی وکذا الوصیّۃ قالمقرُّ علیہ اِ دالوَرَثۃُ وَهم مِن اَهلِ التصدیقِ اسطرح اقرار صحیح ہو گا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کریں یا اوسکے
وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکہتے ہون ہم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کری ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ
قول سابق مین مندرج ہی لیکن دونون مین یون تفرقہ ہو سکتا ہی کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہی اور
دوسری صورت مین اقرار مقر اور علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہہ ہے کہ وارث عاقل بالغ
ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی وَیصحُّ فی حقِّ نفسہ حتی یلزمہ ای المقرَّ الاحکامُ مِنَ النفقۃِ وَالحضانۃِ وَالارثِ
اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لانّ اقرارھما حجۃٌ علیھما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق مین صحیح ہی تو مقر کو لازم ہونگے
نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونون اوس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونون کا اقرار دونون پر حجت ہی
ہم نفقہ اوسوقت ہی جب کہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکہتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہین مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق
کے نہین لیکن یہہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہو یعنے اپنے پاس رکہنا جب کہ بنت بالغہ ہو اور اوسکی بیحرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی
فانْ لم یکن لہ ای لِهذا المقرِّ وارثٌ غیرہٗ مطلقًا لا قریبًا کذوی الارحام ولا بعیدًا کالمولی المُوالاۃِ عینی وغیرہٗ وَرِثَہ سوا اگر اس مقر کے
سوای مقر لہ کے کوئی وارث مطلقا نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولای محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اوس کا وارث
ہو گا ہم یہہ وراثت فقط مقر لہ پر مقصور رہی تو اوسکی اصل اور فرع کے طرف میراث منتقل نہو گی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ وصیت کے ہی کذا فی
الطحطاوی وَالّا لا لانّ نسبہ لم یثبتْ فلا یُزاحِمُ الوارثَ المعروفَ وَالمرادُ غیرُ الزوجینِ لانّ وجودَھما غیرُ مانعٍ قالہ ابن الکمال
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ مقر کا وارث نہو گا اسواسطے کہ اوس کا نسب ثابت نہین تو وہ مزاحمت نہین کر سکتا
وارث مشہور سے اور اوس وارث سے جو مانع ارث مقر لہ ہی وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہو مقر لہ کے
ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقرِّ ان یرجعَ عن اقرارہٖ لانّہ وصیّۃٌ من وجہٍ زیلعی ای وان صدّقہ المقرُّ لہ کما فی البدائع لکن
نقل المصنفُ عن شروحِ السراجیّۃِ انّ بالتصدیقِ یثبتُ النسبُ فلا ینفعُ الرجوعُ فلیحرَّر عند الفتوی پہر روایت کرکے مقر کو
اپنے اقرار سے پہر جانا جائز ہی اسواسطے کہ یہہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہی کذا فی الزیلعی یعنے رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقر لہ
تصدیق بہی کرے کما فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہی تو رجوع
عن الاقرار فائدہ بخش نہین تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہئے فتوی دینے کے وقت ہم ظاہر از زیلعی کا کلام حق ہی چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہی
اور اس تعلیل مین اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہین تو تحریر مقام یہہ ہی کہ نسب کے اقرار مین اگر غیر پر تحمیل نسب نہو اور تصدیق مقر لہ کی پائی جاوے
تو اوس مین رجوع جائز نہین اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقر لہ تصدیق کری تو رجوع جائز ہی غرضکہ یہان کلام ہی دو مقامون مین فتدبر
کذا فی الطحطاوی ملخصًا ومن ماتَ ابوہ فاقرَّ باخٍ شارکہ فی الارثِ فیستحقُّ نصفَ نصیبِ المقرِّ ولم یثبتْ نسبہ لما تقرّر انّ اقرار

مقبول فی حق نفسہٖ فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اوس نے اقرار کیا کہ یہہ شخص میرا بھائی ہے تو مقر لہ اوس کا شریک ہوگا ارث مین تو
وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اوس کا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اوس کا اقرار فقط اوسیکے حق مین مقبول ہے
قلت بقی لو اقر الاخ بابن ھل یعمل قال الشافعیۃ لا لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ار لائمتنا
صریحا وظاھر کلامھم نعم کذا فی [illegible] مین کہتا ہون باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنے میت کا بھائی کہے کہ یہہ
شخص میت کا بیٹا ہے تو یہہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علماء شافعیہ نے کہا کہ یہہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جس کا وجود باعث ہوا اوسکی نفی کا
یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہہ شرط ہے
کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجئے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آوے کیونکہ بھائی وارث
نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام مین صریح نہیں دیکھا اور اونکے ظاہر کلام سے یہہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہان
اقرار مذکور صحیح ہے تو اسکی تلاش چاہیے کتب مذہب مین ہم وجہ صحت یہہ ہے کہ مقتضائے کلام حنفیہ یہان یہہ ہے کہ اگر مقر مین نصاب شہادت
موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب دو وارثون سے ہوا اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت
نہوگا کذا فی الطحطاوی وان ترک شخص ابنین وله علی اخر مائۃ فاقر احدھما بقبض ابیہ خمسین منھا فلا شئ للمقر لان
اقرارہ ینصرف الی نصیبہ وللاخر خمسون بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المائۃ قالہ الاکمل قلت وکذا
الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ ھنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑکر مرگیا اور اوسکے دوسرے
شخص پر سو درم ہین سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اوس کا باپ پچاس درم اون مین سے لیچکا ہے تو فرزند مقر قبض کو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ اوسکا
اقرار اوسکے حصے کی طرف پہرجائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یون قسم کہانیکے بعد کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے
باپنے سو درم سے نصف پائے یہہ قول ہے اکمل کا مین کہتا ہون اسیطرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اوسکے باپ نے تمام
دین قبض کرلیا لیکن یہان مدیون کے حق کے واسطے قسم لیجائیگی کذا فی الزیلعی ہم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کیواسطے ہے نہ خصم کیواسطے
اسواسطے کہ اوس پر اوس سے زیادہ مطالبہ نہین جو اوس پر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم کہائے تو مقر پچاس درم مین اوس کا شریک ہوگا
اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بھائی قسم کہائے تو مدیون برئ الذمہ ہوگا اور اگر قسم کہائے گا کہ میرے باپنے کچھہ نہین لیا تو اوسکا
حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی

یہہ فصل ہے کتاب الاقرار کے چند مسائل متفرقہ مین اقرت
الحرۃ المکلفۃ بدین لاخر فکذبھا زوجھا صح اقرارھا فی حقہ ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ وتلازم وان تضرر الزوج
وھذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وھی فی الاشباہ عورت
آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب کی تو اوس کا اقرار اوسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہے
امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کے بابت حبس کیجائیگی اور اوس کا ساتھہ چھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہو اور یہہ ایک
مسئلہ ہے اون مسائل ستہ سے جو اس قاعدہ سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کے طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل
اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ستہ کے ایک مسئلہ وہ ہے جو متن مین مذکور ہوچکا ۲ اگر موجر نے اوس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹہکانا نہین مگر عین
موجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اوسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ہم اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا
کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اوسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ہم اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور
مدعی کا ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جب کہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے

بہائی کی زندگی مین تو وہی صحیح ہوگا اور میراث اوسکے ولد کو ملیگی نہ بہائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تہی اور مشتری نے اوسکی تصدیق کی تو مشتری کو وہ بیع اوسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے و ینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لآخر بدین فالہ لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وھی واقعۃ الفتوی ولو نرھا صریحۃ اور لائق یون ہے کہ یہ مسئلہ بہی قاعدۂ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پہر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقرلہ کو اوسکا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوی طلب ہوا تہا اور مین نے اوسکو مصرح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکہا و عندھما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم درر قلت وینبغی ان یعول علی قولھما افتاء و قضاء لان الغالب ان الاب یعلمھا الاقرار لہ او لبعض اقاربھا لیتوصل بذلک الی منعھا بالحبس عندہ عن زوجھا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوجہ کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور لائق یون ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اوسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اوسکو روک رکہے اپنے پاس اوسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جب کہ مین مبتلا بالقضا ہوا تہا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ھ اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہہ حیلہ اپنے پاس رکہنے کا نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹہرا کیونکہ مصنف نے اس تقسیم مین اسکے ترجیح کی سند بیان نہین کی کذا فی الطحاوی مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقھا المقر لہ و لھا زوج و اولاد منہ ای الزوج وکذبھا زوجھا صح فی حقھا خاصۃ فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقرلہ نے اوسکی تصدیق کی اور اوس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اوس شوہر سے اور اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقرلہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد مذکور بہی رقیق نہوگا لا فی حقہ یرد علیہ انتقاص طلاقھا کما حققہ فی الشرنبلالیۃ شوہر کے حق مین اوس کا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر انتقاص طلاق سترہ کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ مین مذکور ہے ھ مبسوطین ہے کہ اس عورت کی طلاق دو طلقہ ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین بالاجماع اسواسطے کہ یہہ لونڈی ہوگئی اور یہہ حکم اسی عورت کا خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول مین نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہہ حکم اسکو خاص ہے اسواسطے کہ طلاقین ہمارے نزدیک عورتون کا اعتبار رہی اور اسیطرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلفہ سے ہے کذا فی الطحاوی و حق الاولاد اور نہ اولاد کے حق مین اوس کا اقرار صحیح ہے وفرع علی حقہ بقولہ فلا یبطل النکاح و علی حق الاولاد بقولہ والاولاد حصلت قبل الاقرار وما فی بطنھا وقتہ احرار لحصولھم قبل اقرارھا بالرق اور مصنف نے حق زوج پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے کہ اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اوس عورت کے پیٹ مین ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہین بسبب اونکے حاصل ہونیکے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجہول النسب حرر عبدہ ثم اقر بالرق لانسان وصدقہ المقر لہ صح اقرارہ فی حقہ فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پہر اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقرلہ نے اوسکے اقرار کی تصدیق کی تو اوس کا اقرار صحیح ہوگا فقط اوسکے حق مین نہ عتق کے باطل کرنے مین فان مات العتیق یرثہ وارثہ ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فیرث الکل او الباقی کما فی شرنبلالیۃ المقر لہ پہر اگر غلام آزاد مرگیا تو اوسکا وارث اوسکی میراث پاویگا اگر اوس کا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام ترکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہو یعنی اوسکا کوئی مطلقا وارث نہو یا وارث

مگر کل متروکہ نہ پایگا چنانچہ اسد الزوجین تو مقر لہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتیق فارثہ لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر مرگیا پھر غلام آزاد ہوا تو اوسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ھذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سے کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اوس کا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جس پر دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش العبد وھو کالمملوک فی الشھادۃ لان حریتہ بالظاھر وھو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اوس پر جنایت کیجائے یعنے کوئی اوس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اسواسطے کہ اوس کی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے نہ استحقاق کی قال رجل لاخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر کقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرن بھا البر کقولہ البر حق او الحق بر الخ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو اوس نے جواب میں کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یون بولا کہ حقا اور نہ صرف اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق حقا حقا اور نہ اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلا ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور اگر مخاطب یون بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہہ پورا کلام ہے بخلاف اون الفاظ کے جو اول مذکور ہوچکے کہ وہ کلام تام نہیں اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتدائی کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اوس نے یون کہا کہ تو نے حق بات کا دعویٰ کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا ابقۃ او قال ھذہ السارقۃ فعلت کذا وباعھا فوجدبھا واحدا منھا ای من ھذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اسکے اوسکو بیچ ڈالا پھر اوس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اوسکی رد بیع نہوگی اسواسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو مگر قول اخیر گالی ہے اور باقی ندا ہے بخلاف ھذہ سارقۃ او ھذہ ابقۃ او ھذہ زانیۃ او ھذہ مجنونۃ حیث ترد باحدھا لانہ اخبار وھو لتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہہ چوٹی ہے یا یہہ بھگوڑی ہے یا یہہ زانیہ ہے یا یہہ دیوانی ہے کہ اس صورت میں اوسکی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانیسے اسواسطے کہ یہہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنیکے واسطے ہوتا ہے یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اوسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کرسکتا ہے وبخلاف یا طالق او ھذہ المطلقۃ فعلت کذا حیث تطلق امراتہ لتمکنہ من اثباتہ شرعا فجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول درر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اوسکی عورت کو طلاق ہو جائیگی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعا تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنے مولے قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں اقرار السکران بطریق محظور ای ممنوع محرم صحیح فی کل حق اوس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق میں ہم حق تعالے نے فرمایا (لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکارے) یعنی نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستون سے اور اونکو روکا مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستے تکلیف شرعی کی ساقط نہیں فتدبر فلو اقر بقود اقیم علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اوس پر حد قائم ہوگی اوسکی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری میں تو اوس پر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہے سعدی

افندی نے حد شرب کے باب مین الا فی مایقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر کہ مست مذکورہ کا اقرار صحیح نہیں اون چیزون مین جو رجوع
عن الاقرار کے قابل ہین چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی مین اقرار کیا کہ اوسنے شراب پی ہی تو اوسکا اقرار صحیح نہین تو اوسپر
حد قائم نہوگی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مثلاً موقوف ہوگا کذا فی الطحاوی وان سکر بطریق مباح کشربہ مکرھا لا یعتبر بل ھو
کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہوگیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا تو اوسکا
اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہی مگر نماز کی قضا کے ساقط ہونے مین اغما کے مانند نہین اور پورا بیان اس کا اشباہ کی احکامات
مین ہی ہم کہتے ہین اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اوسسے ساقط ہوا اور مستی سے قضاء صلوۃ ساقط نہین المغلوب
اذا کذب المقر لہ بطل اقرارہ لما تقدم انہ یرتد بالرد مقر لہ جب کہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ
اقرار مردود ہو جاتا ہے رد کرنیسے ہم یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پہر اوسکی تصدیق کرے تو اوسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر سوا مواضع آیندہ مین
تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحاوی الا فی ست علی ما ھنا تبعاً للاشباہ تکذیب مقر لہ مبطل اقرار ہے مگر چہ صورتون مین بموجب
اوسکے جسکو مصنف نے یہان اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہے الاقرار بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف بجملہ مواضع ستہ اقرار کا
اقرار ہی اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہے ہم اقرار حریت کی یہہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہے اوسنے اقرار کیا کہ یہہ آزاد
ہی تو اوسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اوسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب مین پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہی صحت اقرار مین
اور تصدیق مولای عتاقت بہی شرط ہی اور یہان اوسکے خلاف ہی مگر یہہ کہ اس پر محمول کیجیے کہ جب مقر لہ تصدیق کے طرف عود کرے بعد تکذیب کے
تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابہی بیان کر چکے ہین اور اس حمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ بزازیہ مین ہی کہ ایک
شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مین غلام ہون سو مقر لہ نے اوسکو رد کیا پہر اوسنے اوسکی تصدیق کی تو وہ اوس کا غلام ٹہیریگا اور رقیت کا اقرار
رد کرنیسے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہین ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہی اور طلاق اور
عتاق رد کرنے سے باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہین فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہین انتہی اشباہ مین اسعاف سے منقول ہی کہ جب
مقر لہ وقف کو رد کرے پہر اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی انتہی تو یہان کے مسائل مذکورہ کی تقریر بمثل تصویر رق ہوگئی سوای طلاق اور عتاق کے
اسقاط کی علت سے کذا فی الطحاوی مختصراً بتصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول
ارتد اسعاف مین ہی کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اوسنے وقف کو قبول کیا پہر اوسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنیسے پہلے رد
کریگا تو پہر جائیگا والطلاق والرق فکلھا لا ترتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہین ہوتا مقر لہ کے
رد کرنے سے وزاد المیراث بزازیہ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اوس میراث کو جو صورت
سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء البحر وتمامہ ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہی چنانچہ بحر الرائق کی کتاب
القضا کی متفرقات مین مذکور ہی اور پورا اوس کا بیان وہین ہے ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پہر تصدیق کرے تو صحیح ہی بحر الرائق کی متفرقات
مین یہہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو مین نے ابتک نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح مین
توقف ہی کذا فی الطحاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نہیا واستثنی مسئلتین من الابراء وھما ابراء الکفیل لا یرتد
وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلتحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابرا سے مستثنے کیے ہین اور
وہ دونون یہہ ہین کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول سے نہین پہرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اوسکے یون کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کر دو یعنی جب
سو وہ ان نے اوسکو بری الذمہ کر دیا نہین پہرتا تو مستثنے دس مسئلے ہوئے سو انکو یاد رکھنا چاہیے ہم بجملہ مسائل عشرہ چہہ صورتین متن مین مذکور ہین

اور چار صورتین شارح نے بڑہائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہی تو درحقیقت تو صورتین مستثنیٰ ٹہیرین کہ رد کرنیسے رد نہین ہوتی ہین
وَفی وَکَالَۃِ الوَھبَانیۃِ وَمَتیٰ صَدَّقَہ فِیمَا ثَمَّ رَدَّہٗ لَا یَرتَدُّ بِالرَّدِّ اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہی اور جب کہ اوس نے تصدیق کی وکالت
وغیرہ مین پہر اوسکو رد کیا تو اوسکے رد کرنیسے رد نہین ہوتا ہی طحطاوی نے کہا فیما کا مرجع ضمیر عین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور
وقف معلوم ہوتا ہی علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہی تو رد کرنیسے کیونکر نہ پہریگی مگر تصویر وکالت
یون کیجیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پہر بمثل ثمن معین خرید کی پہر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہہ رد وکالت
مقبول نہین لکہے وھل یُشتَرَطُ لصحَّۃِ الرَّدِّ مجلسُ الاِبرَاءِ خلافٌ اور کیا رد ابراکے صحیح ہونیکے لیے مجلس ابرا شرط ہی یا نہین اس مین
مشائخ کا اختلاف ہی بعضون کے نزدیک شرط ہی اور بعضون کے نزدیک نہین وَالضَّابِطُ اَنَّ مَا فِیہِ تَملِیکُ مَالٍ مِن وَجہٍ یَقبَلُ الرَّدَّ
وَاِلَّا فَلَا کَاِبطَالِ شُفعَۃٍ وَطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ لَا یَقبَلُ الرَّدَّ وَھٰذَا ضَابِطٌ جَیِّدٌ فَلیُحفَظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت
یہہ ہی کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہو کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہی اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا
باطل کرنا یا رد کو قبول نہین کرتا اور یہہ قاعدہ جیدہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے صَالَحَ اَحَدُ الوَرَثَۃِ وَاَبرَاَ اِبرَاءً عَامًّا اَو قَالَ
لَم یَبقَ لِی حَقٌّ مِن تَرکَۃِ اَبِی عِندَ الوَصِیِّ اَو قَبَضتُ الجَمِیعَ وَنَحوُ ذٰلِکَ ثُمَّ ظَھَرَ فِی یَدِ وَصِیِّہٖ مِنَ التَّرِکَۃِ شَیءٌ لَم یَکُن وَقتَ
الصُّلحِ وَتَحَقَّقَہٗ تُسمَعُ دَعوٰی حِصَّتِہٖ مِنہُ عَلَی الاَصَحِّ صُلحُ البَزَّازِیَّۃِ وَلَا تَنَاقُضَ لِحَملِ قَولِہٖ لَم یَبقَ لِی حَقٌّ اَی مِمَّا قَبَضتُہٗ عَلیٰ
اَنَّ الاِبرَاءَ عَنِ الاَعیَانِ بَاطِلٌ وَحِینَئِذٍ فَالوَجہُ عَدَمُ صِحَّۃِ البَرَاءَۃِ لِمَا اَفَادَہٗ ابنُ الشِّحنَۃِ وَاعتَمَدَہُ الشُّرُنبُلَالِی وَسَنُحَقِّقُہٗ
فِی الصُّلحِ مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اوسکو ابراء عام کر دیا یا یون بولا کہ میرا کچہہ حق باپکے متروکہ سے وصی کے پاس باقی
نہین رہا یا یون کہا کہ مین نے اپنا سب حصہ پایا یا مانند اسکے کچہہ اور لفظ بولا پہر اوسکے باپکے وصی کے پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے
وقت نہ تہی یعنے اوسکا ذکر نہ آیا تہا اور وارث نے اوس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اوسکے حصے کا دعوی اوس چیز سے مسموع ہی بنا بر
قول صحیح کے کذا فی صلح البزازیہ اور کچہہ تناقض نہین اوعا بعد الابرا مین بسبب محمول کرنے اوسکے اس قول کو کہ میرا کچہہ حق باقی نہ رہا یعنی اوس متروکہ
سے حق باقی نہ رہا جسکو مین نے قبضے مین کیا علاوہ یہہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص بدیون ہی اور
ہو قت مین عدم صحت براءت کی تو یہی وجہ حق ہی دعوی مسموع ہو نہین چنانچہ ابن شحنہ نے یہہ فائدہ بیان کیا ہی اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہی اور عنقریب
ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ہم سب حصہ پانے کی یہہ صورت ہی کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگون پر تہا اوسکو مین نے
پایا پہر ایک مرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اوسکا مسموع ہی کذا فی المنح عن الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی
خارج ہوگیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونون کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پہر یون کہتا اَو ادَّعیٰ بَعدَ
یَدِ الوَصِیِّ شَیئًا وَقَالَ ھٰذَا مِن تَرِکَۃِ وَالِدِی اَو ادَّعیٰ عَلیٰ رَجُلٍ دَینًا لِوَالِدِہٖ تُسمَعُ دَعوَاہُ فِیمَا ذُکِرَ تو مناسب تر ہوتا اَقَرَّ رَجُلٌ بِمَالٍ فِی صَکٍّ وَاَشھَدَ
عَلَیہِ بِہٖ ثُمَّ ادَّعیٰ اَنَّ بَعضَ ھٰذَا المَالِ المُقَرِّ بِہٖ قَرضٌ وَبَعضَہٗ رِبًا عَلَیہِ فَاِن اَقَامَ عَلیٰ ذٰلِکَ بَیِّنَۃً تُقبَلُ وَاِن کَانَ مُتَنَاقِضًا
لِاَنَّا نَعلَمُ اَنَّہٗ مُضطَرٌّ اِلیٰ ھٰذَا الاِقرَارِ شَرحُ وَھبَانِیَّۃٍ قُلتُ وَحَرَّرَ شَارِحُھَا الشُّرُنبُلَالِی اَنَّہٗ لَا یُفتیٰ بِھٰذَا الفَرعِ لِاَنَّہٗ لَا عُذرَ
لِمَن اَقَرَّ وَغَایَتُہٗ اَن یُقَالَ بِاَنَّہٗ یُحَلَّفُ المُقَرُّ لَہٗ عَلیٰ قَولِ اَبِی یُوسُفَ المُختَارِ لِلفَتوٰی فِی ھٰذِہٖ وَنَحوِھَا الخ قُلتُ وَبِہٖ جَزَمَ المُصَنِّفُ فِیمَا
مرّ فقد ایک مرد نے اقرار کیا ایک مال کا جو دستاویز مین مرقوم ہی اور اوسپر گواہ کر دیا پہر اوس نے دعوی کیا کہ بعض مال مقربہ قرض ہے
اور بعض بیاج سے مجہہ پر پہر اگر گواہی قائم کریگا اس پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ شخص اس اقرار کرنے مین
مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ مین کہتا ہون اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہی کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ

مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہی کہ کہا جاوے یعنے اس کا فتوی دیا جاوے کہ مقر لہ سے اسکی قسم لیجاوے برجب قول ابی یوسفؒ جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلہ میں اور اسکے مانند میں مختار ہی میں کہتا ہون اور اسی قول پر یقین کیا ہی مصنف نے اوس میں جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے ؛ قولہ بعد الدخول من ھنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقھا قبل الدخول لزمہ مھر بالدخول و نصف بالاقرار جو کہ اقرار کیا کہ اوس نے اوسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اوسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے بیان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور شرح مصنف کی نسخون سے ساقط ہی ؛ قولہ المشروط لہ الریع او بعضہ انہ ای ریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہی اوس نے اقرار کیا کہ حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہی نہ مین تو اقرار صحیح ہے اور اوس کا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اوس نے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اوسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں ہم جعل سے مراد انشا و جعل ہے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط لہ النظر علی ھذا المامر فی الوقف وذکر فی الاشباہ ثم وھنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہی اوس کا حکم بھی علی ھذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہو چکا اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنے کتاب الاقرار مین اس قاعدہ مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کیطرف رجوع کر ؛ القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعھا بما کان فیھا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیھا الا اذا قر باللفظ صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کے طرف پیش ہوں تو اونکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اوس مضمون سے جو اون مین مندرج ہی اقرار او تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا مین مذکور کر چکے ہین کہ اونکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہین مگر جب کہ پیش کر سوا بلفظ صریح اوس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء علیہ خلافا للثانی فی الاولی قلنا ھی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین یا بجائے فی علمی کے فیما علم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسفؒ کے اول مین یعنے مسئلہ علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہون گے ہم جواب دیتے ہین طرفین کیطرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف عرب مین ہان اگر علمت کا لفظ کہا یعنی مین معلوم کر چکا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین تو اوسکو ہزار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسفؒ کے ؛ قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب منہ انہ ھو وحدہ لا غصبھا لزمہ الالف کلھا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کئے پھر بولا کہ ہم دس شخص غاصب تھے مثلا او بعد غصب کئے اور کہا ہی کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کئے ہین تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہون گے شارحؒ کہا متن کے نسخون مین ادعی الغاصب ہی اور تو معلوم کر چکا ہی کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہہ عبارت ساقط ہی اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہی چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہی والزمہ زفر بعشرہ اور زفرؒ نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہی ہم اسواسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کے طرف کی ہے تو اوسپر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ھذا الضمیر یستعمل فی الواحد والظاھر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبنا ہ کلنا صح اتفاقا لانہ لا یستعمل فی الواحد ہم زفرؒ کے جواب مین کہتے ہین کہ یہہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہی کما قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر اً مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہی نہ غیر کے فعل کی تو اوس کا یہہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہی تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر یون کہتا کہ ہم سب نے

؎ میرے گمان میں یا میرے ظن میں ۱۲
؎ یعنی ہم نے بھیجا اور ... وحدہ لاشریک لہ ۱۲

ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ لفظ عہد مین مستعمل نہین قال رجل اوصی ابی بثلث مالہ لزید بل لعمرو
بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ شیء و قال زفر لکل ثلثہ ولیس للابن شیء ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال کی زید کے
واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث مال ہوا اور اوسکے سوای کسیکو کچھہ
نہین اور زفر نے کہا تینون شخصون کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھہ نہین حضرت زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہہ ہے کہ اسیطرح تین شخصون کے
واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد
ذلک للثانی بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من الجمیع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث
مال مین ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اوس شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اوسکے رجوع اقرار دوسرے شخص
کے واسطے وصیت کرنیسے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہہ سب مسائل مجمع سے منقول ہین واللہ اعلم

فروع بمسائل لمحقہ شارح کے اقر بشیء ثم ادعی الخطا لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع
دیانۃ قنیۃ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطا نے الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع
طلاق ظاہر ہوا یعنے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق
کا اقرار کریگا تو خطای مذکور مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحتہ
ظہیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جب کہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریۃ
ہم تجنیس اور قہستانی مین ہے کہ درصورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشیء محال وبالدین بعد
الابراء منہ باطل شی محال کا اقرار اور دین کا بعد اوسکے معاف کردینے کے باطل ہے ہم شی محال کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا
کہ مجھکو زید نے فلانے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اوس سے پہلے مر چکا اور ازانجملہ یہہ ہے کہ ہم عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیچکا منکر ہو گیا
تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلاثمن باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحطاوی ولو بمہر بعد ہبتہا لہ علی الاشبہ اقرار دین بعد ابراء
باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوجکو بنا بر قول اشبہ ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زوجہ نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے
ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اوس کا اقرار صحیح نہین اور یہہ اوسکے مخالف نہین جو عبدالبر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور صغری سے نقل کیا کہ ایک
مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت مین اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کر چکی تھی
زوج کی حیات مین تو گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسرے بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم
ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہین مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابرا کے مخالف ہے تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر
زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقر بہ یلزمہ ذکرہ المصنف
فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتوی فتامل ہان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب
کی جہت سے بعد ابرای عام کے اور یہہ دعوی کرے کہ مدیون نے اوسکا اقرار کیا ہے تو اوسکو لازم ہوگا یہہ مصنف نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہے مین
کہتا ہون اور مفاد اوسکا یعنی سبب حادث کی تقیید کا یہہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اوس دین کا بھی جس کا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اوس کا حکم مانند اول کے
ہے یعنے وہ اقرار باطل ہے سو تامل کرو اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق یہہ ہے کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجہپر اتنا
ہے اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجہپر باقی ہے اور دونون مین ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی الفعل
فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت مین

کمتر ہو صحت کے فعال مذکورہ میں اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ ہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال سے نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال مین نافذ ہی الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تمہ وتمامہ فی الاشباہ فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنے اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ واقف نے تفویض نظارت کی اوسکے واسطے شرط کی ہو سو یہہ تفویض مرض الموت مین صحیح ہی نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ مین ہے وفی الوہبانیۃ ۔ اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ ۔ فبینۃ الاتہام من قبل تہدر ۔ اور وہبانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہی ہم اس مسئلہ کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند سطر مذکور ہو چکا ۔ واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن ۔ وفی القبض من ثلث التراث یقدر ۔ بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کر اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے گا ہم منتقی مین ہے کہ اگر مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کو مین بیچ چکا فلانے سے حالت صحت مین اور اوسکے ثمن پر مینے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہی تو اوسکی تصدیق ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینہ شہود ہو گا تو اقرار صحیح ہی کذا فی الطحاوی من شرح الوہبانیہ ۔ ولیس بلا تشہد مقرا لعدہ ۔ ولو قال لا تخبر فخلف یسطر ۔ اور اس قول سے مقر نہو گا کہ گواہی نہ دیجیو ہم اوسکو بحکم اقرار نہین شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین اختلاف مسطور ہے ہم اگر یون بولا کہ اوسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہہ اقرار نہو گا ہزار کا اسواسطے کہ یہہ نہی ہی وجوب بالنزور کی اثبات سے سبب یا کہ نہی بمعنے نفی ہی یعنے تم اسکے گواہ نہین ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانیکے میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہہ مذہب ہی کہ یہہ قول اقرار نہین اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہہ ہی کہ یہہ اقرار ہی قنیہ مین کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی ۔ ومن قال ملکی ذا لذا کان صادقا ۔ ومن قال ہذا لی فذا الحق مظہر ۔ اور جس نے کہا کہ میری یہہ ملک اس شخص کی مملوک ہی تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہی یعنے ابتدا ملک بالفعل اسکو ہبہ کیا تو ہبہ صحیح تا اگر سپرد کیا اور اگر یون بولا کہ یہہ چیز اس شخص کی ملک ہی تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین ہے ۔ ومن قال لا دعوی الی الیوم عند ذا ۔ فما یدعی من بعد صنہا فینکر ۔ اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہین آج کے دن اس شخص سے پھر اوسکے بعد جو دعوی کریگا اوسمین اور ما تقدم کے دعاوی سب سوا اوسپر شرع کا انکار ہی یعنی مقبول نہین ہم اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا وہ مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ مینے فلانے پر دعوی کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع ہو گا کذا فی الطحاوی ۔ واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم ۔

کتاب الصلح یہہ کتاب ہی صلح متخاصمین کے احکام مین ہم مصالح علیہ اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ ہو جس سے صلح ہو مثلا زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھہ سے سو درم لے اور حویلی کا دعوی ترک کر تو یہان سو درم مصالح علیہ اور حویلی مصالح عنہ ہوگا مناسبتہ ان انکار المقر سبب للخصومۃ المستدعیۃ للصلح ۔ مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہی اور جھگڑا مستدعی ہی صلح کا ہم وہی لغۃ اسم من المصالحۃ ۔ یعنی صلح اسم ہی مصالحہ سے یعنی مصالحہ کا اسم ہی وشرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ ۔ اور شرع مین صلح عبارت ہی اوس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہی ورکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہی مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونون مین ایجاب طالب کا ضرور ہی صلح کے واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایۃ وسیجئ ۔ اور رکن صلح کا قبول کرنا ہی مطلوب کا متعین ور غیر متعین مین جیسے درم وغیرہ ہین تو صلح تمام ہو جاتی ہی بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا ہم صلح بلا قبول اوسوقت تمام ہوتی ہے جب ابتدا مدعا علیہ کی جانب سے صلح شروع کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو ...

اس پر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہین اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی مدعی کے جانب سی اور وہ فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہی کذا فی الطحطاوی
وَشرطه العقل لا البلوغ والحرية اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری صلحه عن ضرر بین تو
صلح کرنا صحیح ہی صغیر ماذون کے جانب سی اگر اوسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سی ہم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہی ایک یہہ کہ محض نفع
دوسری یہہ کہ نہ نفع ہو اوس مین نہ ضرر تیسرے یہہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اوس سے بعض
حق پر صلح کی تو اگر دعوی پر گواہ نہون تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ در صورت عدم صلح سوای خصومت اور قسم کہانے کے کچھہ حاصل نہین اور مال نافع
ہی خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہین اسواسطے کہ اپنے حق کا گہٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہین اور جسمین نہ ضرر ہو
نہ نفع اوسکی مثال یہہ ہی کہ صلح کری ایک چیز سے بقدر اوسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اوسکی مثال یہہ ہے کہ دین مین تاخیر کرے
کہ یہہ جائز ہی اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہی وصح من عبد ماذون ومکاتب لو فیه نفع اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے
اگر صلح مین نفع ہو ہم طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اوسکو شامل رہتا جس مین نہ نفع ہی نہ ضرر یا جسمین ضرر ہے مگر غیر صریح
وشرطه ایضا کون المصالح علیه معلوما ان کان یحتاج الی قبضه اور یہہ بہی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم
ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہین چنانچہ ایک گہر مین اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے
مدعی کی دوکان مین اپنی حق کا دعوی کیا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار
نہ بیان کرے اسواسطے کہ سقوط کی جہالت باعث نزاع نہین کذا فی الدرر وکون المصالح عنه حقا یجوز الاعتیاض عنه ولو کان غیر مال
کالقصاص والتعزیر اور یہہ شرط ہی کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اوسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر
ہم حق سے مراد یہہ ہی کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہی وہ اوس کا
ہی زوج مدعا علیہ سے منکر ہو نج اوسکو کچھہ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہہ صلح باطل ہی اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو
عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہین اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد ہو چنانچہ سوای قذف کے اپنی سَبّ و دشنام سی صلح کرنا اور جو
تعزیر کہ حق اللہ ہی جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہر اصلح جائز نہین اور یہہ مسئلہ تحریر طلب ہی کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنه او
مجهولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول ہم مجہول ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھہ مال غیر معین کا دعوی کیا پہر مدعا علیہ نے کچھہ دیکر صلح کی
تو صحیح ہی لا یصح لو المصالح عنه مما لا یجوز الاعتیاض عنه وبینه بقوله کحق شفعة وحد قذف وکفالة بنفس صلح صحیح نہین اگر مصالح عنہ
اوس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہین اور اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی
کہ اسکی بدلائی صحیح نہین ہم اگر مشتری صلح کری شفیع سے بجہت اوس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی کسی شی پر اس شرط پر کہ گہر مشتری کو
تسلیم کری تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہین محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سی اور تسلیم شفعہ کی کچھہ قیمت نہین تو بمقابلہ اوسکے
مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کری تو جائز ہے اور یہہ
عبارت ہی بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہم اور صلح حد قذف کی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھہ مال دیکر
صلح کی کہ وہ معاف کردی تو یہہ صلح بہی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہے لیکن حق اللہ اسمین غالب ہی اور مغلوب ملحق
بالمعدوم ہی اور اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سوا اوس نے کچھہ مال دیکر صلح کی کہ اوسکو حاکم کے
پاس نہ لیجای اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہی اور اسی طرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ویبطل به الاول والثالث
وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہی صلح سی اول اور ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی حد قذف بہی باطل ہوجاتی ہی

صلح سی اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لاحدٍّ زنیً وشربٍ مُطلقًا صلح صحیح نہین حد زنا اور شراب خواری سے مطلقًا خواہ حاکم کے پاس اوسکی نالش
کی ہو یا نکی ہو۔ ھ قاضی خان سے کہا ایک مرد سے دوسرے شخص کی عورت سی زنا کیا اور اوسکے زوجکو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچہہ مال پر تاکہ وہ معاف
کر دے تو یہہ باطل ہو اور عفو کرنا اوسکا باطل ہے اور اگر حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچہہ مال لیکر اور معاف کر دے تو صحیح نہین اور اوسکا مال پہیر دینا چاہئے
قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہے کذا فی الطحطاوی وطلبُ الصلحِ کافٍ عن القبولِ من المدّعیٰ علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعیّن بالتعیین کالدراہم
والدنانیرِ وطلبُ الصلحِ علی ذٰلک لانّہٗ اِسقاطٌ للبعضِ وھو یتمّ بالمسقِطِ اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کے جانب سی کافی ہے مدعا علیہ کے
قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اوس قسم سی ہو کہ تعیین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط البعض حق ہے
مدعی کے جانب سی اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہی ھ طحطاوی سے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچہہ حاجت نہین اسواسطے
کہ خود متن مین موجود ہے انتہے لہذا مترجم سے تکرار بیفائدہ جان کر اوسکا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعیّن بالتعیینِ فلابدّ من قبولِ المدّعیٰ
علیہِ لانّہٗ کالبیعِ اور اگر مدعا بہ اوس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہو تعیین کرنیسے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اسواسطے کہ وہ
یعنی صلح اس صورت مین بیع کی مانند ہے ھ اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتہہ بیچ اور بائع کہے کہ مین نے بیچا تو
قول مشتری کافی نہین قبول سے وحکمہٗ وقوعُ البرائۃِ عن الدعویٰ ووقوعُ الملکِ فی مُصالَحٍ علیہِ وعنہ لو مقرًّا اور حکم صلح کا یعنی اثر
مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ مدعی کے دعویکا مقر ہو مع اقرار
مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہے وھو صحیحٌ مع اقرارٍ اَو سکوتٍ اَو انکارٍ اور صلح صحیح
ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتہہ ھ صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالے (والصلح خیر) اور حدیث مین وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹہراوے انتہے اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح
نہین جو حرام کو حلال کرے کذا فی الطحطاوی فالاوّلُ حکمہٗ کبیعٍ اِن وقع عن مالٍ بمالٍ وحینئذٍ فتجری فیہِ احکامُ البیعِ کالشفعۃِ
والردِّ بعیبٍ وخیارِ رؤیۃٍ وشرطٍ سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے
احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رؤیت اور خیار شرط ھ اگر صلح واقع ہوئی ایک گہر کی دوسرے گہر سے تو دونون گہرون مین
شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پہر اوسمین مدعی عیب پاوے تو اوسکو پہیر دینا جائز ہی اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو
نہین دیکہا تو دیکہنے کے بعد پہیر سکتا ہی اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا اختیار شرط کرے تو صحیح ہے
ویُفسِدُہٗ جہالۃُ البدلِ المصالَحِ علیہِ لاجہالۃُ المصالَحِ عنہ لانّہٗ یسقُطُ اور صلح کو فاسد کرتا ہی غیر معلوم ہونا بدل یعنے مصالح علیہ کا
نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین وتُشترطُ القدرۃُ
علیٰ تسلیمِ البدلِ اور شرط ہی قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ھ حلبی نے کہا یہہ جملہ مستانفہ بجای تعلیل واقع ہوا ہے اسکا عطف یسقط پر
صحیح نہین انتہے یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت در صورت جہالت متصور نہین وما استُحِقّ من المدّعیٰ
ای المصالَحِ عنہُ یردُّ المدّعی حِصّتہٗ من العِوَضِ ای البدلِ اِن کُلًّا فکُلًّا وبعضًا فبعضًا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق نکلے یعنی
غیر نکلے اوسیقدر اوسکے حصہ مدعی عوض سے یعنے بدل صلح سے پہیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پہیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض اسکا پہیر دے
وما استُحِقّ من البدلِ یرجِعُ المدّعی بحِصّتہٖ من المدّعیٰ لما ذکرنا لانّہٗ معاوضۃٌ وھٰذا حکمُھا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق نکلے یعنی
غیر نکلے بقدر اوسکے مصالح عنہ مدعی پہیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پہیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پہیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت
معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمُہٗ کاِجارۃٍ اِن وقع الصلحُ عن مالٍ بمنفعۃٍ کخدمۃِ عبدٍ وسُکنیٰ دارٍ فیُشترطُ التوقیتُ اِن احتیجَ الیہ

۱۲۔ از رشوت دفع ظلم سکے لیئے

والا التصبغ ثوبا اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلۂ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھیرانا شرط
ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگانے کے مانند ہم توقیت شرط ہی اجیر خاص مین چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک مین حاجت
توقیت کی نہین چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدھما وھلاک المحل فی المدۃ
اور باطل ہو لی ہی صلح دونون مین سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہوجانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح
اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو ماندے مین صلح باطل ہوگی اور یہہ قول ہے محمد کا جسپر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع
عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے
یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال نے الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا ہم درصورت اختلاف جنس
منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہین اسواسطے کہ استیجار منفعت کا متحد
الجنس منفعت سے جائز نہین اسیطرح صلح بھی جائز نہین کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت والانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین
وقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونو قسمین یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہی مدعی کے حق مین اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہی دوسری یعنی مدعا علیہ کے حق مین ہم
مدعی کے حق مین معاوضہ ہونیکا یہہ مطلب ہوا کہ وہ لینے والا مین اپنے حق کا عوض لیتا ہی اور مدعا علیہ کے حق مین فدیۂ قسم اور قطع نزاع کا یہ مطلب ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا رہتا فحینئذ فلا
شفعۃ فی صلح عن دار مع احدھما ای مع سکوت او انکار اور اسوقت مین تو شفعہ نہین اوس صلح مین جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت
یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اوسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کرلی
تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہہ ہی کہ مین نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور
یہہ اوس کا گمان نہین کہ مین نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اوسکو لازم نہین کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان
کان للمدعی بینۃ اقامھا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن
لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیہ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہی کہ مدعی کے قائم مقام ہوجائے اثبات دعوی مین تاکہ
مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہون تو گواہون کو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے لے
اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ مقرر صلح بمعنے بیع کے تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہون اور قسم لے شفیع مدعا علیہ
سو وہ قسم کھانے کذا فی الشرنبلالیہ وتجب فی صلح وقع علیہا باحدھما او باقرار لان المدعی یاخذھا عوضا عن المال فیؤاخذ بزعمہ اور شفعہ
واجب ہوا اوس صلح مین جو واقع ہوئی ہی گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہی بعوض مال کے تو شفیع اوس سے مواخذہ کرے
بموجب اوسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کرلی تو اس مین شفعہ واجب
ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض
اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت مین جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اوسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو
اور بعض مستحق مین خصومت رجوع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا
تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اوسکے ہاتھ مین باقی رہے بلا خصومت احدی پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھیرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہہ
بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بجا نہ تھی تو وہ مدعی عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ
اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوے کے طرف رجوع کرے کل مدعا مین یا بعض مین یعنی اگر تمام بدل مین استحقاق ہو تو کل مصالح
عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض مین ہو تو بعض مین دعوی کرے ھذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ

لا بالدعوی لان اقدامه علی المبایعة اقرار بالملکیة عینی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل اوسوقت ہی جب کہ صلح بلفظ
بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پہیریگا رجوع الی الدعوی کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ
ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے وهلاك البدل كلا او بعضا قبل التسليم له اى
للمدعي كاستحقاقه كذلك في الفصلين اى مع اقرار او مع سكوت و انكار اور ہلاکی بدل کی قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے
اوسی طرح دونوں فصلوں میں یعنے صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو
مدعی مصالح عنہ کو پہیریگا اور اگر صلح مع الانکار رہو تو دعوی کے طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہی تو بقدر ہلاکی صلح
باطل ہوگی اور باقی میں باقی رہیگی کذا فی المنح وهذا لو البدل مما يتعين والا لم يبطل بل يرجع بمثله عینی اور یہہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق
کے مانند ہونا اوسوقت ہی جب کہ بدل اوس قسم ہو جو متعین ہو جاتا ہی یعنیں سو اور اگر متعین نہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل
مثل کو مدعی پہیریگا مدعا علیہ سے کذا فی العینی صالح عن كذا في المنح المتن والشرح وهو اولى به على بعض ما يدعيه اى عين يدعيها لجواز ان في الدين
كما سيجيء فلو ادعى عليه دارا فصالحه على بيت معلوم منها فلو من غيرها صح قهستاني لم يصح لان ما قبضه من عين حقه
کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اوس کا حق ہی یعنے بعض حق ہی عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے
دعوی میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گہر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے صلح کی اوس گہر کے
ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اوس گہر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القهستانی شارح کہتا ہے متن اور شرح کے نسخوں میں صالح
عن بعض ما يدعيه ہی اور حق عبارت یوں تہا کہ صالح على بعض ما يدعيه وحيلة صحته ما ذكره بقوله الا بزيادة شيء اخر كثوب ودرهم في البدل فيصير
ذلك عوضا عن حقه فيما بقي اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی
دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنیسے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلا گہر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوس
گہر کی ایک کوٹہری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ کوٹہری کے سوا جو مدعی کا حق گہر میں باقی رہا اوسکے عوض میں درم یا کپڑا
ہو گیا او يلحق به الابراء عن دعوى الباقي یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جای باقی کے دعوی سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہہ ہے
کہ گہر کے دعوی میں ایک کوٹہری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوی سے ابرا کر دے لكن ظاهر الرواية الصحة مطلقا شرنبلاليه ومشى
عليه في الاختيار وعزاه في العزمية للبزازية وفي الجلالية لشيخ الاسلام وجعل ما في المتن رواية ابن سماعة لكن ظاهر الرواية
یہہ ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہی مطلقا خواہ حیلہ مذکورہ کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہی صاحب اختیار اور منسوب کیا ہی اس قول کو عزمیہ
میں بزازیہ کے طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کیطرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹہرایا ہی ہم ظاہر الروایۃ پر یہہ سوال وارد ہوتا ہی کہ بعض
عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اوس سے لازم آتی ہے براءت باقی عین سے اور فقہا کا قول ہے کہ ابرا اعیان سے باطل ہی تو یہہ
اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسیطرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بہی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہی اس کا جواب شارح نے اپنے آیندہ
قول میں دیا وقولهم الابراء عن الاعيان باطل معناه بطل الابراء عن دعوى الاعيان ولم تصر ملكا للمدعى عليه ولذا لو ظفر
بتلك الاعيان حل له اخذها لكن لا تسمع دعواه في الحكم اور فقہا کا یہہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اوسکا یہہ ہی کہ
دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابرا سے مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسی واسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہے
پاجاوے تو اوسکو اون کا لینا جائز ہی لیکن اوس کا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہوگا ہم بہتر یہہ تہا کہ شارح یوں کہتا بطل الابراء عن الاعيان اور دعوى
الاعيان نکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہی چنانچہ مذکور ہو کا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ بطلان براءت عن الاعیان کا مطلب یہہ ہی کہ ابرا کی

اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اوس کا لینا حلال ہے اگر پا جاوے اور بطلان مذکور کا یہہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا
بعد الابراء صحیح ہو کذا فی الطحاوی وَاَمَّا الصُّلح علی بَعضِ الدَّینِ فیصحُّ ویَبرأ عن دعوی الباقی ای قضاءً لا دیانۃً فلذا لو ظفر بہ اخذہ
قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ
ہوجائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اوسکو لے لیگا اور پورا بیان اس کا اشباہ کے احکام
دین میں ہے اور اسکو ہمنے شرح ملتقے میں محقق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو
بلاخلاف مطلقا صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو برات
عن الاعیان کا مطلب یہہ ہے کہ اوسکے تاوان سے برات صحیح ہے اگر ہلاک ہوجائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگی کہ اون پر ضمان نہیں الا
تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں دیانۃً تا یہانتک کہ جب مالک اونکو پا جاوے تو اونکو لے مگر قضاءً برات صحیح ہے تو قاضی اوسکا
دعوی بعد برات کے نہ سنے گا اور اسکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقے میں ہے کذا فی الطحاوی وصحّ الصلح عن دعوی المال مطلقاً ولو باقرار او بمنفعۃ
اور صحیح ہے صلح مال کے دعوے سے مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنے بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر کی موجر سے
جب کہ موجر اجارہ کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح
بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر وعن دعوی الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر
دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے اور اوس نے کچھہ مال دیکر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ درر اور
صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار
مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہو گا مگر گواہوں سے کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقاً وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد
الصلح لا یستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہو جائیگا
اور اسیطرح ہر جگہہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہو گا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہر ادیا گیا اسکو یاد رکھنا
چاہیئے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا
دعوی کیا اور اوس عورت نے کچھہ دیکر صلح کر لی تو صحیح ہے اور اگر اوس کا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہو گا تو خلع بھی صحیح نہو گا وکان خلعاً
ولا یطیب لو مبطلاً اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹھہریگا اور مدعی کو حلال نہو گا اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہوگا ہم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں
بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہہ حکم جاری ہے کذا فی الطحاوی ویحل لہا التزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطے
عدم دخول کے ولو ادعتہ المرأۃ فصالحہا لم یصح وقایہ ونقایہ ودرر وملتقی وصححہ فی المجتبی والاختیار وصحح الصحۃ فی درر
البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھہ مال دیکر صلح کر لی عورت سے تو صلح صحیح نہو گی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ
والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں ولو قتل العبد الماذون لہ رجلاً
عمداً لم یجز صلحہ عن نفسہ لانہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القود ویواخذ بالبدل بعد عتقہ اور اگر
عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا تو اوس کا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنے اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ
صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہہ صلح اوسکے مولے پر لازم نہو گی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ
اوس سے ہوگا بعد اوسکے آزاد ہو جانیکے ولو قتل عبد لہ ای للماذون رجلاً عمداً وصالحہ الماذون عنہ جاز لانہ من تجارتہ
اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیائے مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے

تجارت کے باب سے ہی یعنی اسواسطے کہ استخلاص اوس کا اوسکی خریداری کے مانند ہی تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کرکے اوسکی جان بچانا بھی جائز ہی وَالمُکَاتَبُ کَالحُرِّ اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہی جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مہلے کے تصرف سے خارج ہی وَالصُّلحُ عَنِ المَغصُوبِ الهَالِكِ عَلیٰ اَکثَرَ مِن قِیمَتِهِ قَبلَ القَضَاءِ بِالقِیمَةِ جَائِزٌ کَصُلحِهِ بِعَرَضٍ اور صلح کرنا مغصوب ہالک کی اکثر پر اوسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونیسے پہلے جائز ہی جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہی غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پہر ہنوز قاضی نے اوسکی قیمت دینے کا حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اوسکے مالک سے صلح کرلی تو یہ جائز ہی امام کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہے خواہ اوسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فَلَا تُقبَلُ بَیِّنَةُ الغَاصِبِ بَعدَهٗ اَی الصُّلحِ عَلیٰ اَنَّ قِیمَتَهٗ اَقَلُّ مِمَّا صَالَحَ عَلَیهِ جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہین وَلَا رُجُوعَ لِلغَاصِبِ عَلَی المَغصُوبِ مِنهُ بِشَیءٍ لِوُجُودِ تَضَادٍ قَابَعدَهٗ اَنَّهَا اَقَلُّ اَجَلٍ اور غاصب کو کوئی چیز پہیر لینا جائز نہین مغصوب منہ سے یعنی رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اسپر کہ قیمت کمتر ہی مصالح علیہ سے کذا فی البحر وَلَو اَعتَقَ مُوسِرٌ عَبدًا مُشتَرَکًا فَصَالَحَ المُوسِرُ الشَّرِیكَ عَلیٰ اَکثَرَ مِن نِصفِ قِیمَتِهِ لَا یَجُوزُ لِاَنَّهٗ مُقَدَّرٌ شَرعًا فَبَطَلَ الفَضلُ اتِّفَاقًا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پہر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی نصف قیمت سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز نہین اسواسطے کہ عتق مین قیمت ہی شرعاً مقدار اور منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کَالصُّلحِ فِی المَسئَلَةِ الاُولیٰ عَلیٰ اَکثَرَ مِن قِیمَةِ المَغصُوبِ بَعدَ القَضَاءِ بِالقِیمَةِ فَاِنَّهٗ لَا یَجُوزُ لِاَنَّ تَقدِیرَ القَاضِی کَالشَّارِعِ چنانچہ مسئلہ اولے مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے کہ قاضی کا قیمت ٹہیرانا شارع کے ٹہیرانیکے مانند ہی یعنے اسواسطے کہ قاضی اجرای احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہی واللہ تعالیٰ اعلم وَکَذَا لَو صَالَحَ بِعَرَضٍ صَحَّ وَاِن کَانَتِ القِیمَةُ اَکثَرَ مِن قِیمَةِ مَغصُوبٍ تَلِفَ لِعَدَمِ الرِّبوٰا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب و متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربا کے اسواسطے کہ ربا متحقق نہین ہوتا مگر درصورت اختلاف جنس وَصَحَّ فِی الجِنَایَةِ العَمدِ مُطلَقًا وَلَو فِی نَفسٍ مَعَ اِقرَارٍ بِاَکثَرَ مِنَ الدِّیَةِ وَالاَرشِ اَو بِاَقَلَّ لِعَدَمِ الرِّبوٰا اور صلح صحیح ہی جنایت عمد مین مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ اکثر دیت اور ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے عمد مین مطلقاً صلح درست ہی خواہ عمد نفس مین ہو خواہ ما دون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے اسمین قلت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین وَفِی الخَطَاِ کَذٰلِكَ لَا تَصِحُّ الزِّیَادَةُ لِاَنَّ الدِّیَةَ فِی الخَطَاِ مُقَدَّرَةٌ حَتّیٰ لَو صَالَحَ بِغَیرِ مَقَادِیرِهَا صَحَّ کَیفَ کَانَ بِشَرطِ المَجلِسِ لِئَلَّا یَکُونَ دَینًا بِدَینٍ اور جنایت خطا مین اوسیطرح یعنی اگرچہ خطا نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعاً معین اور مقرر ہی لیکن اگر مقادیر دیت کی مغائر سے صلح کی تو صحیح ہی جسطرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور ثانی سے مصالح علیہ ہم خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلاً دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغائر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر تو بشرط اتحاد مجلس جائز ہی وَبِتَعیِینِ القَاضِی اَحَدَهَا یَصِیرُ غَیرُهٗ کَجِنسٍ اٰخَرَ اور مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کردینے سے اوسکے سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہو جاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا پہر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اوس جنس پر صلح کی زیادہ کرکے مثلاً دو سو دینار پر یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ اونٹ مین بحکم قاضی حق متعین ہوگیا تو دینار اور درم اوسکے مغائر ٹہیرے دوسری جنس کے مانند تو حمل علی المعاوضہ ممکن ہوگیا کذا فی المنح وَلَو صَالَحَ عَلیٰ خَمرٍ فَسَدَ فَتَلزَمُ الدِّیَةُ فِی الخَطَاِ وَیَسقُطُ القَوَدُ لِعَدَمِ مَا یَرجِعُ اِلَیهِ اِختِیَارًا اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہی تو اب اوسپر خطا کی دیت

ما یجوز ۔۔ مترجم ۔۔ ہزار کی ۔۔ مغصوب ۔۔ غاصب ۔۔ دو ہزار دینار ۔۔ ہزار درم ۔۔ صلح زیادہ پر نقض ہوا

لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد مین بسبب نہونے اوس چیز کے جسکے طرف رجوع کیجاوے کذا فی الاختیار وکل زید عمروا بالصلح عن دم عمد
او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من مکیل او موزون لزم بدلہ الموکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد
کی صلح کرنیکا یا بعض دین کی صلح پر مکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جملہ مکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ
اسقاط ہے یعنے اسقاط قصاص ہے قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹہیرا نہ عاقد یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ توکیل قاتل کی
طرف سے صادر ہوئی ہو نہ ولی مقتول کے طرف سے کیونکہ وہ مختار ہے تو اوسکو یون نہین کہہ سکتے کہ بدل صلح اوسکو دینا لازم ہے اور اسیطرح مسئلہ
دین مین مدعی کے طرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہے تو بدل صلح اوسکو کیونکر لازم ہوگا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تہا او علی بعض دین یدعیہ
علیہ آخر کذا فی العطاء الا ان یضمنہ الوکیل فیؤاخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانہ حینئذ
کبیع مگر یہہ کہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونیکے سبب سے نہ وکیل ہونیسے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعوض
مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اسوقت بیع کے مانند ہے یعنے اور بیع مین وکیل کے طرف حقوق راجع ہوتے
ہین اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بحر ودرر اور اگر صلح ہوا انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقا لازم نہین کذا فی البحر والدرر مطلقا
وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین خواہ اوسکے غیر مین کذا فی العطاء صالح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن المال او اضاف الصلح
الی مالہ او قال علی ہذا او کذا او سلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن بامرہ عزمی زادہ مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کیجانب
سے بدون اوسکے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح یعنے بدل صلح کو اپنے مال کے طرف نسبت کرے یا یون کہے نقد یا جنس کے طرف اشارہ
کرکے کہ صلح کرتا ہون اس پر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلا ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائیگا سب صورتون مین مگر جب
ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہوگا کذا فی عزمی زادہ ہم اضافت الی مالہ کی یہہ صورت ہے کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجہسے ہزار درم
اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والا یسلم فی الصورۃ الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ المدعا علیہ جاز
ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نکرے چوتہی صورت مین تو صلح موقوف ہے سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکہے تو صلح جائز ہے اور اوسکو بدل
صلح لازم ہے اور اگر جائز نرکہے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کالصلح اور خلع جمیع مذکورات مین احکام
صلح کی مانند ہے ہم یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کے طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اوسکو اپنے مال کیطرف
نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہین تو
عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادعی وقفیۃ دار ولا بینۃ لہ فصالحہ المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب لہ البدل لو صادقا فی
دعواہ وقیل قائلہ صاحب الاجناس لا یطیب لانہ بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گہر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور
مدعی کے گواہ نہین پہر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اوس سے صلح کر لی تو جائز ہوا اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر وہ اپنے دعوے
مین سچا ہوا اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہے کہ بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہہ صلح حقیقت مین بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح
بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے ہم صلح ثانی اوسوقت باطل ہے جب کہ علے سبیل الاسقاط ہوا اور جب کہ
عوض پر صلح ہو پہر دوسرے عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہوا اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی العطاء عن ابی السعود وکذا النکاح
بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اور ایسہی نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے ہم مسئلہ
فصولین مین ہے ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پہر اوس سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے
کہا کہ التتمہ ابو حنیفہ سے ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پہر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح مین کذا فی

حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد الشرا کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گہر دوسرے سے مول لیا پہر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گہر میری ملک ہی سو بائع نے اوس سے صلح کی تو یہہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پہر دعوی اور صلح بعد اوسکے صریح تناقض ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر خریدا بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہی کذا فی الطحطاوی وَالْاَصْلُ اَنَّ کُلَّ عَقْدٍ اُعِیْدَ فَالثَّانِیْ بَاطِلٌ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ مَذْکُوْرَۃٍ فِیْ بُیُوْعِ الْاَشْبَاہِ اَلْکَفَالَۃُ وَالشِّرَاءُ وَالْاِجَارَۃُ فَلْتُرَاجَعْ اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہہ ہی کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ۔ تو اونکے طرف رجوع کرنا چاہیئے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پہر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہی اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی اور شرا بعد شرا جب کہ ثمن اول کے مغائر ہو سطرح کہ اوس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی نے ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی

اَقَامَ الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ بَیِّنَۃً بَعْدَ الصُّلْحِ عَنْ اِنْکَارٍ اَنَّ الْمُدَّعِیْ قَالَ قَبْلَہٗ قَبْلَ الصُّلْحِ لَیْسَ لِیْ قِبَلَ فُلَانٍ حَقٌّ فَالصُّلْحُ مَاضٍ عَلَی الصِّحَّۃِ وَلَمْ یَبْطُلْ گواہ قائم کیئے بعد اوس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تہا قبل صلح کے کہ میرا کچہہ حق نہین فلانے کے جانب تو صلح جاری اور نافذ ہو صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اوسمین مدعی کا نیا اقرار ہی کہ وہ مبطل ہے اپنے دعوی مین وَلَوْ قَالَ الْمُدَّعِیْ بَعْدَہٗ مَا کَانَ لِیْ قِبَلَہٗ قِبَلَ الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ حَقٌّ بَطَلَ الصُّلْحُ جر قال المصنف وھو مقید بالعمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کے جانب کچہہ حق نہین تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہے ہم عمادیہ کی عبارت یہہ ہے ادعی بکر فصالحہ ثم ظہر بعدہ اَنْ لَا شَیْءَ عَلَیْہِ بَطَلَ الصُّلْحُ انتہی یعنی بکر نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے مصالحہ کرلیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اوسپر کچہہ حق نہین تو صلح باطل ہے تو [illegible] مدعی حق لبعد الصلح مین یہہ قید ہی کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اوس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن دعوی البزازیۃ اَنَّہٗ لَوِ ادَّعٰی لِلْمِلْکِ بِجِہَۃٍ اُخْرٰی لَمْ یَبْطُلْ فَلْیُحْفَظْ پہر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہین تو اس تناقض لبطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیئے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہہ ہے کہ بطلان صلح اوس وقت ہی جب ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پہر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہین اور اگر کہے کہ میرا حق نہین بطریق میراث کے پہر دعوی کرے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہین انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچہہ حاجت نہین کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح مین قید لگائی ہے تو اسمین کچہہ اشکال نرہا وَالصُّلْحُ عَنِ الدَّعْوَی الْفَاسِدَۃِ یَصِحُّ وَعَنِ الْبَاطِلَۃِ لَا وَالْفَاسِدَۃُ مَا یُمْکِنُ تَصْحِیْحُہَا اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہین دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر ہم دعوی فاسدہ وہی جسمین تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی برفع تناقض ہے مثلا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سو تو باطلہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن نہین اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہے دعوی حد سے اور دعوی اجرت نوحہ یا مغنیہ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحطاوی وَفِی الْاَشْبَاہِ اَلصُّلْحُ عَنْ اِنْکَارٍ بَعْدَ دَعْوٰی فَاسِدَۃٍ فَاسِدٌ اِلَّا فِیْ دَعْوٰی بِمَجْہُوْلٍ فَجَائِزٌ فَلْیُحْفَظْ اور اشباہ مین تحریر کی ہی کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہی مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا معتمد تحریر وہی ہے جو ماتن نے یہ تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ مین مذکور ہے کہ علمای خوارزم کا فتوی اسپر ٹہر گیا ہی کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہین اوسپر صلح صحیح نہین اور جسکی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہو یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وَقِیْلَ اشْتِرَاطُ صِحَّۃِ الدَّعْوٰی لِصِحَّۃِ الصُّلْحِ غَیْرُ صَحِیْحٍ مُطْلَقًا فَیَصِحُّ الصُّلْحُ مَعَ بُطْلَانِ الدَّعْوٰی لِمَا اعْتَمَدَہٗ صَدْرُ الشَّرِیْعَۃِ اٰخِرَ الْبَابِ وَاَقَرَّہُ ابْنُ الْکَمَالِ وَغَیْرُہٗ فَاِنَّہٗ

الاستحقاق كتمامه فراجعه اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقا خواہ اوسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو
تو صلح صحیح ہی بطلان دعوی کے ساتھہ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہی اور ثابت رکھا ہی جسکو ابن کمال وغیرہ
نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اوسکے طرف مراجعت کرو طحطاوی نے کہا تجھکو قول مصنف سے یہہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل
پکڑی ہی کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید الاطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول میں صحیح
ہوا سواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کے معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے وصح الصلح عن دعوى حق الشرب وحق الشفعة
وحق وضع الجذوع على الاصح اور صحیح ہی صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیاں رکھنے کے حق سے بقول اصح مر شرب بکسر
اول عبارت ہی پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اسواسطے
کہ حق شفعہ مال نہیں جس کا معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت
عدم بینہ مدعی قسم کہانی پڑی والاصل انه متى توجهت اليمين نحو الشخص فى اى حق كان فافتدى اليمين بدراهم جاز الا في دعوى
التعزير مجتبى بخلاف دعوى حد ونسب درر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کے
جانب کسی حق میں ہو سو اوس نے یمین کے بدلے درم دئیے تو جائز ہے یہاں تک کہ دعوی تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبے بخلاف دعوی حد
اور نسب کے کذا فی الدرر اور دعوی تعزیر کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجھکو عیب لگایا
اور قسم مدعا علیہ پر عاید ہوئی سو اوس نے قسم کے بدلے درم دئے تو بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہہ صورت ہی کہ مثلا عورت نے دعوی
کیا کہ یہہ بیٹا میرا اوس مرد کا میرے پیٹ سے ہے سو مرد نے ترک دعوی نسب پر مصالحہ کیا تو جائز نہیں الصلح ان كان بمعنى المعاوضة بان
كان دينا بعين ينتقض بنقضهما اى بفسخ المتصالحين اور صلح اگر بمعنے معاوضہ ہو بایطرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی
ہی دونوں کے توڑ دینے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان كان لا بمعناها اى المعاوضة بل بمعنى استيفاء البعض واسقاط البعض
فلا تعمل اقالته ولا نقضه لان الساقط لا يعود قنية وصيرفية فليحفظ اور اگر صلح بمعنے معاوضہ نہو بلکہ بمعنے استیفای بعض حق
اور اسقاط البعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اوس کا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیۃ تو اسکو یاد
رکہنا چاہیے ولو صالح عن دعوى دار على سكنى بيت منها ابدا او صالح على دراهم الى الحصاد او صالح المودع بغير دعوى
الهلاك لم يصح الصلح فى الصور الثلث سراجية اور اگر گھر کے دعوی سے صلح کی اوسمیں سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی
درموں کے دینے پر کھیتوں کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی
السراجية قيد بعدم دعوى الهلاك لانه لو ادعاه وصالحه قبل اليمين صح به يفتى خانية مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کر لے قبل قسم کہانیکے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ فا
يصح الصلح بعد حلف المدعا عليه دفعا للنزاع باقامة البينة اور صلح مدعا علیہ کے قسم کہانیکے بعد صحیح ہی تا کہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع
ہو جائے یعنے صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تا کہ مدعی گواہ لا کر پھر جھگڑا قائم نکرے ولو برهن المدعى بعده على اصل الدعوى لم تقبل الا في
الوصي عن مال اليتيم على انكار اذا صالح على بعضه ثم وجد البينة فانها تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول
نہیں مگر وصی کے دعوی میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ
پائے تو گواہ مقبول ہیں ولو بلغ الصبي فاقامها تقبل ولو طلب يمينه لا يحلف اشباه اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اوس نے گواہ قائم کیے تو
بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اھ اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجائے تو قسم نلی جائیگی کذا فی الاشباہ ھو طلب بصیغہ مجہول ہی یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے

قسم چاہی یا یتیم قسم چاہی بعد بلوغ کے تو قسم لی جایگی کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشباہ • وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیہ وحکاہما فی القنیۃ مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہی اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہی پہلے قول کو پہلے بیان کر کے ہم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول ہی چنانچہ معین المفتی مین ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہی امام سے کذا فی الطحاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفہم المتاخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے یعنے مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علمای متاخرین اونکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہی کذا فی البزازیہ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہی مال کا کذا فی الاشباہ ہم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ صلح عن الدعوی یا ابرا عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہین بخلاف صلح عن الحق یا ابرا عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہی صالح عن عیب او دین وظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذ اشباہ ودرر صلح کی بائع نے بیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب بیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہو گی اور اسکو پھیر دے جسکو اوس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر

فصل فی دعوی الدین یہہ فصل ہے دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہوا اوس مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہی دین یا غصب سے وہ لینے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے بیاج کے سبب سے یعنی اوسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تا کمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوی اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اسوقت مین یعنی جب کہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھیرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت پر ہم بدل صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہے جسقدر پر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہہ مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہی او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہی ہزار موجل پر ہزار بلا مدت سے ہم اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جیاد علی مائۃ زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار کھری درم سے کہوٹے سو درم پر ہم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہے ولا یصح عن دراہم علی دنانیر مؤجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہہ عقد صرف ٹھیرا تو بطریق نسیئہ جائز نہوگا ہم یعنے دینار حق کی جنس نہین ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہر کے صلح مؤجل جائز ہو بلکہ یہہ معاوضہ ہی عقد صرف کا تو مدت صحیح نہوگی او عن الف مؤجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم موجل سے پانسو درم بلا مدت پر مگر موسلے کی صلح مین اپنے مکاتب سے جائز ہی کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تہا بعقد مداینہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح موسلے کے اسواسطے کہ احسان موسلے کا ظاہر تر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفہ بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہین ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ احسان اگر دائن کے طرف سے پایا جاوی تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونون کے طرف سے پایا جاوی تو وہ معاوضہ ہی ہم دائن کا احسان یہہ کہ اوسنے صلح کر لی جو اوسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت مین اور دائن اور مدیون کا احسان یہہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہین چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل مؤجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھیرا تو معاوضہ کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ

فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی المحیط اذا قال لغریمہ ادّ الیّ خمسمائۃ غدًا من الالف لی علیک علی انک بریٔ من الخمسمائۃ الباقی
فقبل وادّی فیہ بریٔ وان لم یؤدہ عاد دینہ کما کان لفوات التقیید بالشرط ۔ دائن نے اپنے مدیون سے
کہا کہ اے میرے پاس پانسو کل ادا کر دس ہزار سے جو میرے تجھ پر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائیگا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا
اور اوسیدن پانسو ادا کئے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اوس پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اوس کا دین پورا پھر آویگا چنانچہ پہلے شرط کے تہا بسبب
فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور مین شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علے تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی
براءت مین تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہو گی و وجوہہا خمسۃ ہکذا ہذا احدہا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء
مطلق اور اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین ایک ان مین سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید نلگائی
تو عدم ادا سے دین اعادہ نکریگا اسواسطے کہ وہ مطلق ابراء ہے ہم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھکو پانسو دے ہزار سو اسپر کہ
تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا نکریگا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابرای مطلق ہے یہہ ابرای مطلق اسوسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت
معین نکیا تو ادا سے غرض صحیح نرہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو براءت مقید بادا نرہی والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ
علی نصفہ یدفعہ الیہ غدًا وہو بریٔ مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدًا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول لما قال لانہ
صرّح بالتقیید اور تیسری صورت یہہ ہے اور اسیطرح اگر دائن معالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون
زائد از نصف سے بری ہے اس شرط پر کہ اگر اوسکو کل ندے تو تمام اوس پر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے
کہ اس قول مین براءت کی صریحا تقیید ہے ہم تو اس صورت مین اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا
نکریگا تو سب دین اوسپر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایۃ والرابع فان ابرأہ عن نصفہ علی ان یعطیہ ما بقی غدًا فہو بریٔ ادّی الباقی
فی الغد او لم یؤد لانہ بدأ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی نصف
کل دیدے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نکرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابراکو ذکر کیا نہ اداکو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علّق
بصریح الشرط کان ادّیت الیّ کذا فانت بریٔ او اذا او متی لا یصح الابراء لما تقرر ان تعلیقہ بالشرط الصریح باطل لانہ تملیک من وجہ
اور پانچوین صورت یہہ کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھہ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا
صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھہ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے ہم یعنے اگر یون کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر دے
تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ابرا مین تملیک اور اسقاط دونون معنے ہین سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھہ منافی نہیں اور
تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونون معنون کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحروف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو
چنانچہ بلفظ علے ہو جیسے اگلی چار صورتون مین ہے تو ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایۃ بتوضیح وان قال المدیون لآخر سرًا لا اقر لک بمالک
حتی تؤخرہ عنی او تحطہ عنی ففعل الدائن التاخیر والحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ ۔ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ مین
تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجھکو تاخیر ندے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھہ دین کم نکر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح
ہے بسبب صلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہین کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے
پورا دین نہین لیسکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قالہ سرًا اخذ منہ الکل للحال اور اگر اعلانیہ کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال
لے اعلان سے مراد یہہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگون کے سامنے کی اور یہہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا
اسیطرح کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان مین پورا دین اوسوقت فی الحال لیگا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کر دیگا علانیہ یا اقرار کریگا تو

صحیح ہوگا بلکہ اعلان اوسے ہی ضا سے ولو ادعی الفاً وجحد فقال اقرر لی بہا علی ان احط منہا مائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ
لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا اور مدیون اوس کا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین ہزار سے سو کم کر ڈالون
تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجھکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہہ رشوت ہی ولو قال ان اقررت
لی حططت لک منہا مائۃ فاقر تم الاقرار لا الحط مجتبی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرے اوپر سے ہزار مین
سے سو کم کر ڈالونگا پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ابرا شرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ
کہ اوسمین تعلیق معنوی ہے نہ صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستہلک
مشترک اذا قبض احدہما شیئا منہ شارکہ الاخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یاتی جو دین کہ مشترک ہی دو شخصون مین ایک ہی سبب سے
چنانچہ ثمن اوس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک
سے کچھہ لیگا تو دوسرا شریک اوسمین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا مراد ثمن مبیع سے ثمن
ہی اوس صورت کو جب کہ دونون شریک مبیع مین شریک ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہون اسطرح پر کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز
علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو
شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اوسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا
اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوض مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف ہی اور مشارکت مین یہہ
ضرور ہی کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کرین اس پر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ سو درم
ہی اور فلانے کا حصہ پانسو درم ہے پھر ایک شخص آدمین سے کچھہ قبض کرے تو دوسرے کو اوسمین مشارکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بائعین کے
حق مین تفرق صفقہ کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وحینئذ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب ای علی خلاف جنس الدین اخذ
الشریک الاخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت مین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک
کپڑے پر یعنی خلاف جنس دین پر تو دوسرا شریک اوس کپڑے کا آدھا لیگا مگر یہہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی
چوتھائی کی ضامنی کر دے تو اب اوس کا حق نرہیگا کپڑے مین ہم مثلا اصل دین چار درم تہا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک
شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑا لیگا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک
کا کپڑے مین حق باقی نرہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئا ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ
فی جمیع ما مر لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نکیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھہ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے
شریک کو ربع دین کا تاوان دیگا بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصہ کے یعنے بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن مین
یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنے مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنا اوسکے حق کے مدیون کے ذمے پر و
اذا ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے
تو شریک ثانی اوس سے ربع دین کو نہ بھریگا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا تلف اور مواخذہ شریک کا قبض مین ہے نہ تلاف
مین وکذا الحکم لو کان للمدیون علی احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانہ
قاض لا قابض اور اسیطرح عدم رجوع کا حکم ہی اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون شریکون کے دین کے
مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اوسکے ملکے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کر نیوالا ہے نہ قابض حتی مشارکت کرتا

بقبضہ میں ثابت ہوتی ہو نہ اداے دین مین دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب تقاصہ
بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن البعض قسم الباقی علی سہامہ اور اگر ایک
شریک مدیون کو بری الذمہ کردے بعض دین سے تو باقی دین اوسکے سہام پر مقسوم ہوگا ھ مثلاً اگر دونون شریکون کے مدیون پر بیس درم ہون
اور ایک شریک نے اپنے حصے سے نصف معاف کردی تو اوس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے گا اور شریک ساکت کو دس درم کا وکذا
المقاصۃ اور ابرا کے مانند تقاصہ ہو ھ مقاصہ اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم
مجرا ہوگئے اوسکے دین مین تو قسمت دونون شریکون مین پندرہ درم سے ہوگی یعنے شریک مدیون پانچ درم پاویگا اور دوسرا شریک دس درم
ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے مین دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے ھ امام کے
نزدیک تاجیل احد الشریکین اپنے حصے مین دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد سے دو روایتین ہین معلوم نہین کہ شارح نے امام کا قول
کیون ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ
عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ھ یعنی اگر احد الشریکین کوئی
چیز مدیون کی غصب کرے اور وہ اوسکے پاس تلف ہوجائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹہیریگا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس استیجار اور
اگر مدیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہہ قبض نہ ٹہیرے گا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین یہہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اسمین رجوع نہین
کرسکتا اور جنایت عمد کی صلح مین اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم
اموال ہے تو جنایت خطا کی صلح مین قابض ٹہیریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ اختصاصہ بما قبض ان یہبہ الغریم قدر دینہ ثم یبرئہ اور مقبوضہ
شریک کے اختصاص کا حیلہ یہہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اوسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے ھ مثلاً ایک شریک کا دین مدیون
پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اوس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اس چالیس درم مین شریک ثانی کی
شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین او یبیعہ بہ کفا من تمر مثلاً ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ ومرت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے
ہاتھہ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اوس کا حصہ ہے اوتنا کھجور کا ثمن ٹہیراوے پھر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ
اور یہہ مذکور ہوچکا کتاب الشرکہ مین یعنی اگر اوس کا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون دس درم
اوسکو دیگا وہ ثمن مبیع ٹہیریگا نہ اوسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من رأس المال فان اجازہ
الشریک الاخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل ھ دو رب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کی اپنے
حصہ سے صلح کی مسلم الیہ سے اوس مال پر جو اوس نے دیا تہا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکہے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر
شریک رد کریگا تو صلح مردود ہوجائیگی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل
ہے ھ یعنی جب کہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیئے پھر ایک شریک نے
دس من گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیئے تھے سو اوس سے لیئے تو یہہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت
شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین مشترک ہونگے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بھی دونون مین مشترک
ہوگی اور اگر اجازت ندیگا تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضامی شریک ثانی صلح صحیح نہین ہوسکتی اور اگر فقط مصالح
کے حصے مین جائز کہیئے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اوسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور
نہین کذا فی الدر بتصرف وتوضیح ولو کانا شریکی مفاوضۃ جاز مطلقاً بحر ہان اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہے

کذا فی البحر ھ طحاوی سے کہ بحرالرائق میں یون ہے کہ جائز و لوفی الجمیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم فیہ میں ہو یعنی جواز مخصوص بنصیب مصالح نہیں بلکہ جب کہ وہ سب میں فسخ کریں تو جائز ہے

فصل فی التخارج

یہہ فصل ہے تخارج کے احکام میں ھ تخارج خروج سے ہے اصطلاح شرع میں تخارج اس سے عبارت ہے کہ وارث اسپر اتفاق کریں کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھہ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدھم عن الترکۃ وہی عرض او ھی عقار بمالٍ اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ہی ذھب بفضۃ دفعوھا لہ او علی العکس او عن نقدین بھما صح فی الکل صرفاً للجنس بخلاف جنسہ خارج کر دیا وارثون نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعوض اوس مال کے جو انہون نے اسکو دیا یا وارثون نے اوسکو نکالا اوس متروکہ سے جو سونا ہے بعوض چاندی کے کہ انہون نے اوسکو دی یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہہ تخارج سب صورتون میں صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کے طرف پھیر کر ھ صرف جنس بخلاف جنس یہہ علت ہے تخارج عن النقدین بنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہر صورت تخارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلین اوس تخارج مین جو منجملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی بسونیکا تخارج چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرھما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرزاً عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج صحیح نہین مگر یہہ کہ جو سونا یا چاندی اوس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اوسکے حصے سے اوس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو ھ یعنی اگر متروکہ مین درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے مین مثلاً دس درم ہوتے ہون تو عوض اوسکا دس درم سے زیادہ واجب تاکہ دس درم عوض سے اوسکے حصے کے برابر ہو جاوین اور باقی درم باقی متروکہ مغائر درم کے مقابلہ مین پڑین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہون یا کم یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہے سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضرور ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقاً لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونیسے وکذا لو انکروا ارثہ لانہ حینئذٍ لیس ببدلٍ بل لقطع المنازعۃ اور اسیطرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہون اوسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت مین جو وہ دیتے ہین بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہے وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط ان تکون الدیون لبقیتھم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ مین دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے ھ جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون پر چھوڑا تو اوس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اوسکو مالک کرنا باطل نہین جسپر دین ہے ثم ذکر لصحتہ حیلاً فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک الدین ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پہر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کے حیل اور تدابیر مذکور کین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کرین صلح مین ابرا مدیونون کا مصالح کے حصۂ دین سے یعنی جتنا حصہ ہے مصالح کا دین مین اوسکو وہ معاف کر دے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اس ابرا مین مالک کرنا ہے دین کا اوسکو جسپر دین ہے اور یہہ صحیح ہے تو بقدر اوسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونون سے ھ اس حیلہ مین باقی وارثون کا فائدہ یہہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہہ نہین کہ اوسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی صدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ ای الدین تبرعاً منھم واحالھم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکی جانب سے اور مصالح اپنی حصۂ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنے وارثون کو اپنا حصہ دلادے مدیونون سے ھ اس وجہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہے

اسواسطے کہ نقد بہتر ہو نسیئہ سے کذا فی صدر الشریعۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالھم بالقرض علی الغرماء
وقبلوا الحوالۃ وھذا احسن الحیل ابن کمال یا باقی وارث مصالح کو قرض دین بقدر اوسکے حصہ کے دین سے اور صلح کرلین مصالح سے دین کے سوا
اور ترکہ سے بعوض اوس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہو اور مصالح وارثون کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونون پر اور بقیہ ورثہ اس حوالہ کو قبول کرلین
اور یہہ حیلہ بہتر ہو اور حیلون سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے مین مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا
ضرر ہو احسان کرنے سے کذا فی الطحاوی والاوجہ ان یبیعوا کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلھم علی الغرماء ابن ملک اور اوجہ
حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثون کے واسطے یہہ ہو کہ ورثہ مصالح کے ہاتہہ مٹھی بہر کہجور یا مانند اوسکے بیچین بقدر اوسکے دین کے پہر مصالح
اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونون پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم اس وجہ مین بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہو لیکن مصالح کا نقصان ہو صریح

وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجھولۃ اعیانھا ولا دین فیھا علی مکیل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار
شبھۃ الشبھۃ اور جس ترکہ کے اعیان معلوم نہین اور اوسمین دین نہین اوسکی صلح کے صحیح ہونے مین مکیل اور موزون پر خلاف ہو اور قول صحیح صحت
صلح کا کذا فی الزیلعی بسبب غیر معتبر ہونے شبہۃ الشبہہ کے شارح نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہو ہم یعنی جب ترکہ مین دین نہو اور اعیان اوسکے
معلوم نہون اور مکیل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اوسکی صحت مین خلاف ہے فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہو اور ظہیر الدین مرغینانی
عدم صحت کا قائل ہو بعلت شبہہ ربوا وجہ صحت یہہ ہو کہ یہہ سود کا شبہۃ الشبہہ ہو اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ترکہ مین مکیل یا موزون ہو بر تقدیر اوسکی
ہونیکے پہر یہہ احتمال ہو کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہوا اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہہ وقال ابن الکمال
ان فی الترکۃ جنس بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ مین بدل صلح کا ہمجنس ہو تو صلح جائز
نہین اور اگر ہمجنس نہین تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اوس صورت مین خلاف ہو ولو الترکۃ مجھولۃ وھی غیر مکیل او موزون
فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانھا لا تفضی الی المنازعۃ لقیامھا فی یدھم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضھا لم یجز ما لم یعلم
جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور اگر ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہو قول اصح مین اسواسطے کہ
جہالت اوسکی موجب نزاع نہین بسبب موجود ہونے ترکہ کے بقیہ ورثہ کے ہاتہہ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جبتک
کہ تمام مقبوضہ اوسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہین تو
جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہو اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جبتک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ یہان تسلیم کی حاجت
ہو اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہو وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اوسکے نکالنے
کیواسطے اور باطل ہے قسمت ترکہ کے وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکہ سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکہ کے مالک نہین ہوا وسمین صلح
یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اوس صورت مین صلح اور قسمت باطل نہین جب کہ
ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنے ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹہیریگا کذا فی الطحاوی او یضمن اجنبی
بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت ہم تقیید براءت مین شارح مصنف کا تابع ہو گیا ہو اور زیلعی مین تو عدم رجوع
فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہو کذا فی الطحاوی او یقضی من مال اخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوای ترکہ کے یعنی وارث خواہ اپنے مال
ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جو اب ظاہر ہوئی کذا فی الطحاوی ولا ینبغی ان یصالحوا ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار
نہین کہ صلح کیجاے تخارج وارث پر یا قسمت کیجاے دین ادا کرنے سے پہلے اوس ترکہ مین جسکو دین محیط نہین ہم اسواسطے کہ میت کی گلوخلاصی اول
بہتر ہو طحاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہو ولو فعل الصلح والقسمۃ صح لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو

وقف الكل تعهد الورثة فيوقف قدر الدين استحسانا وقاية لئلا يحتاجوا الى نقض القسمة بحر اور اگر صلح اور قسمت کیا ہی ترکہ مذکورہ مین
قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہی تو وارثون کا ضرر ہے تو
بقدر دین ترکہ موقوف رہیگا بوجہ استحسان کذا فے الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر م استحسان متعلق ہی صحت
یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہے کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکہ کا ہر جز مشغول بدین ہے
بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہی جو شارح نے ذکر کی کذا فے الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثة ففصته تقسم بين الباقي على
السواء ان كان ما اعطوه من مالهم غير الميراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکالا لا از راہ صلح کے تو اوسکا حصہ
باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو اونہون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا وان كان
المعطى مما ورثوه فعلى قدر ميراثهم يقسم بينهم اور اگر وہ مال اوسمین سے ہو جسکو اونہون نے میراث مین پایا تو بقدر اونکی میراث کے
اونمین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقيده الخصاف بكونه عن انكار فلو عن اقرار فعلى السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید
لگائی ہے یعنی جب کہ وارث ایک شخص کی میراث سے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہے تو اگر صلح ورثہ کی اقرار
میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقا خواہ ترکہ سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثون نے اوسکو خرید
کیا اور تساوی ظاہر نہیں مگر جب کہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلح احدهم عن بعض الاعيان صحيح اور صلح کرنا ایک وارث کا
بعض اعیان ترکہ سے صحیح یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم يذكر في صك التخارج ان في التركة دينا ام لا فالصلح صحيح ما
لم يذكر في الفتوى فيفتى بالصحة ويحمل على وجود شرائطها مجمع الفتاوى اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکہ مین دین
تہا یا نہ تہا تو دستاویز صحیح ہے اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو فتوی مین یعنے استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاویگا اور عدم ذکر وجود شرائط صحت
صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنے مفتی پر اسکی بحث واجب نہیں کذا فی الطحطاوی والموصى له بمبلغ من التركة كوارث فيما قدمناه من مسئلة
التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکہ سے وصیت کیگئی ہو وہ وارث کے مانند ہے اون احکام مین جنکو ہم مقدم ذکر کرچکے ہین تخارج کے مسئلہ
یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہے اوسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہے صالحوا اي الورثة احدهم وخرج من بينهم لو ظهر
للميت دين او عين لم يعلموها هل يكون ذلك داخلا في الصلح المذكور قولان اشهرهما لا بل بين الكل والقولان حكاهما في الخانية
مقدما لعدم الدخول وقد ذكر في اول فتاواه انه يقدم ما هو الاشهر فكان هو المعتمد كذا في البحر قلت وفي البزازية انه الاصح ولا
يبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پہر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم
نہ تہا تو یہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہے
بلکہ وہ دین اور عین سب وارثون مین مشترک ہے اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضیخان نے اپنے
فتاوے کے اول مین ذکر یہ کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول ہی معتمد ٹہیرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ البتہ
وہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہوگی وفي الوهبانية س وفي مال طفل بالشهود فلم يجز + وما يدعى خصم ولا يتلفت + اور وہبانیہ
مین ہے اور صلح طفل کے اوس مال مین جو گواہون سے ثابت ہے جائز نہین اور صلح جائز نہین اوسمین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی
گواہون سے روشن نکرے م اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق
نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہو نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہے کذا فی الطحطاوی س وصح على
الابراء من كل عائب + اور صحیح ہے صلح ابرا پر ہر عیب سے م یعنے مشتری اگر براءت عیوب بیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے طحطاوی

کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہی تو اسیطرح بدل کے ساتھہ بہی صحیح ہی کیونکہ یہہ اسقاط حق ہے ۵ ولو زال العیب عنہ صالح یعود +
اور اگر عیب بیع سی زائل ہوگیا تو صلح باطل ہے م یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھہ کی سپیدی یا ناخنہ سی صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھہ سی دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی
تو بدل صلح پھیردیا جاوے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی ۵ ومن قال لِان تحلف فَانت بَرِیٌ + اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سی کہے کہ اگر
تو قسم کہائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنے پہر مدعا علیہ سنے قسم کہائی تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں جیسا کہ
مذکور ہوچکا تو اگر مدعی گواہ لاویگا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سی دوسری بار قسم لیجاویگی اسواسطے
کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوئی کذا فی الطحطاوی ۵ والمدعی علیہ کالاجنبی یعنی کہ + اگرچہ مدعی قسم کہائی تو صلح
باطل ہی اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں م مدعی کی قسم کی یہہ صورت ہی کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کرین کہ اگر مدعی قسم کہائی
اپنی دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہی تو اگر مدعی قسم کہائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر
فلانا شخص سیے غیر مدعی قسم کہائی تو مال مجہہ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الغفور

کتاب المضاربۃ

کتاب المضاربۃ یہہ کتاب ہی عقد مضاربت کے احکام میں ہی لغۃً مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب
مفاعلت ہی ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہی زمین کے چلنی پہرنے سی م اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکہا کہ مضارب اکثر زمین پر چلتا پہرتا
ہی نفع حاصل کرنیکے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض بمعنے قطع ہی اور صاحب مال گویا اپنا مال کاٹ کر
مضارب کو دیتا ہے کذا فی الفتح وشرعًا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب او شرعًا مضاربت شرکت
فی المنفعۃ کا عقد ہی جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کے جانب سی ہو اور عمل مضارب کے جانب سے ہم مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیئے
کہ اون سی تجارت کری اور نفع میں دونون شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے
وَرُکْنُہَا الْاِیْجَابُ وَالْقَبُوْلُ اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے م ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہہ مال تجکو بطریق مضاربۃ
یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدمی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سی متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل
ہو اوسمین تیرا اتنا حصہ ہی یا یون کہی یہہ مال لے آدہوں آدہ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن
الحموی وَحُکْمُہَا اَنْوَاعٌ لِاَنَّہَا اِیْدَاعٌ اِبْتِدَاءً اور حکم مضاربت یعنی اوسکا اثر مترتب چند نوع ہی لیکن بانظار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت آثار کہتا ہی
شروعمین م مضاربت ابتدا میں ایداع اسواسطے ہی کہ قبض کرنا مال کا ہی باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے
بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پہر جب مضاربت ایداع ٹہیری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں
وَمِنْ حِیَلِ الضَّمَانِ اَنْ یُقْرِضَہُ الْمَالَ اِلَّا دِرْہَمًا ثُمَّ یَعْقِدُ شَرِکَۃَ عِنَانٍ بِالدِّرْہَمِ وَبِمَا اَقْرَضَہُ عَلٰی اَنْ یَعْمَلَا وَالرِّبْحُ بَیْنَہُمَا ثُمَّ یَعْمَلُ الْمُسْتَقْرِضُ
فَقَطْ فَاِنْ ہَلَکَ فَالْقَرْضُ عَلَیْہِ اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوای ایکدرم کے پہر شرکت
عنان منعقد کرے اوس باقی درم سے اور بقدر اوس مال سی جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونون تجارت کا کام کرین اور نفع دونو
مین برابر ہو پہر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنے مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا م شرکت عنان کو اسواسطے
خاص کیا کہ اوسمین نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونون کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہوجایگی اور مفسد
اشتراط عمل واحد ہی نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلہ سے مضاربت باقی نرہی بلکہ رأس المال میں شرکت ہوگئی وَتَوْکِیْلٌ مَعَ الْعَمَلِ لِتَصَرُّفِہٖ بِاَمْرِہٖ اور مضاربت
توکیل ہی عمل کے ساتھہ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے م پہر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اوسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے
کذا فی الدرر وَشَرِکَۃٌ اِنْ رَبِحَ اور مضاربت شرکت ہی اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونون اوسمین شریک ہونگے

وضمنت ان تلف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہو گر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگر رب المال نے اسکے خلاف کیے ہوکو جائز ہی رکھے جسبب ہو جانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہی کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کہ اوسکو رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ اسنے تعدی کی غیر کے مال مین تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل لہ اجر مثل عملہ مطلقا ربح اولا بلا زیادۃ علی المشروط خلافا لمحمد والثلثۃ اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اوسکے واسطے اوسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت مین نفع حاصل ہوا ہو یا نہو اور وہ مزدوری جائز مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے ہم اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہی کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ شرط لنفسہ عشرۃ دراہم فلا شیء لہ فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فلیحفظ استثنا مین اجر عملہ مضاربت فاسدہ مین اجرت عمل ہے مگر اوس وصی مین جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درہم کا شرط کر لینا تو اوسکو کچھہ اجرت نمیلیگی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کریگا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہی اجرت عمل سے ہم بیان محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ابہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء لہ سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کہول کر کہدیا والفاسدۃ لا ضمان فیہا ایضا کصحیحۃ لانہ امین اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمین نہین ہوتا دفع المال الی اخر مع شرط الربح کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنے یہ عقد مضاربت نہین بلکہ عقد بضاعت ہی تو دوسرا شخص عمل کرنیسے وکیل محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہین کیا ومع شرطہ للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونیکے تمام مال دینا قرض ہے بواسطہ قلت ضرر قرض ہم یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونون مین یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنیوالے نہ صاحب مال تو یہ مضاربت نہین ہی قرض ہے اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہین ہو سکتا مگر جب کہ راس المال کا مالک ہو اور ملک متصور نہین مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ مین مالک کا سراسر نقصان ہی اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہے عین اور اوسکے بدل دونون سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین مین قاطع حق ہی نہ اوسکے عوض مین تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹہیرایا نہ ہبہ کذا فی الطحاوی مختصرا بتصرف وشروطہا امور سبعۃ اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہین ا شرط راس المال کا منجملہ اثمان کے ہونا ۲ اوسکا معلوم ہونا ۳ راس المال کا عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی متن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ مین ہم تو مضاربت صحیح نہین مگر اوس مال سے جس سے شرکت صحیح ہوتی ہو اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہی فائدہ حاصل ہونیکے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وہو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہونا عاقدین کو یعنی اسطرح کہ عاقدین عقد مضاربت کرین مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا دو ہزار درہم پر وکفت فیہ الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے مین اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے صورت اشارہ یہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درہم دیئے اور اونکی مقدار معلوم نہین اسکو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفتہ للمضارب بیمینہ والبینۃ للمالک اور وقت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف مین مضارب کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھہ اور گواہ مالک کے واسطے ہین واما المضاربۃ بدین فان کان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہین اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسیئۃ ثم بعہ وضارب بثمنہ ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام

اور دمار خریدے کر پہرا وسکو بیچ اور اوسکے ثمن سے مضاربت کر سو اوس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اسواسطے کہ مضاربت غلام کے طرف مضاف نہیں جو جائز نہو بلکہ اوسکے ثمن کیطرف مضاف ہوا در ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدر را ور یہہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کی ثمن کے طرف مضاربت کو مضاف کرے کقوله لغاصب و مستودع و مستبضع اعمل بما فی یدك مضاربة بالنصف جاز مجتبی چنانچہ یون کہنا غاصب یا متودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اوس مال سے جو تیرے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہے کذا فی المجتبی مستبضع وہ ہے جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اوس صورتین جائز ہو گی جب غاصب وغیرہ کے پاس اوس قسم کا مال ہو جسمین مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون رأس المال عینا لا دینا کما بسط فی الدرر اور شرط صحت ہے ہونا راس المال کا عین یعنی عین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ ہمکو درر مین واضح بیان کیا ہے اور درر مین ہے عین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور دین میں اور جس پر دین ہے اوس کا امین ہونا متصور نہین تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اوس دین مین جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہین انتہے طحطاوی ؛ کہا عین سے عرض مراد نہین بلکہ معین مراد ہے ومسلما الی المضارب لیمکنه التصرف درانحالیکہ رب المال تسلیم کرنیوالا ہو راس المال کا مضارب کو تا اوسکو تصرف اوس کا ممکن ہو ہے اسواسطے کہ عمل مضارب کے جانب سے ہے اور وہ ممکن نہین بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہہ شرط کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہو گی اور اگر صاحب مال بامر مضارب اس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع مین دونون شریک ہونگے بوجہ شرط کے اسواسطے کہ استعانت ہو عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال مین عقد مین کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکة لان العمل فیها من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ اوسمین دونون جانب سے عمل ہے وکون الربح بینهما شائعا فلو عین قدرا فسد اور شرط مضاربت ہے ہونا منفعت کا مابین دونون کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرلے تو مضاربت فاسد ہو گی منفعت شائع ہو مثلا دونون مین نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ اسمین منفعت کی شارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درم یا نصف منفعت کے ساتھہ دس درم زیادہ تو یہہ قاطع ہے شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نرہی تو مضاربت باقی نرہی وکون نصیب کل منهما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہے ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہر حصہ ہر ایک معلوم ہو نہ مجہول صورت مجہول یہہ ہے کہ مثلا مالک کہے مضارب سے کہ تجھکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہے معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہے نفع کے واسطے تو اوسکی جہالت موجب فساد عقد ہو گی ومن شروطها کون نصیب المضارب من الربح حتی لو شرط له من رأس المال او منه ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی فی الجلالیة کل شرط یوجب جهالة فی الربح او یقطع الشرکة فیه یفسدها والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوکالة جلالیہ مین ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین وہ شرط مفسد مضاربت ہے اور نہین تو شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہو تا ہے بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتی ہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دونکے سوا اور شرط فاسد جو مفسد عقد نہین از انجملہ یہہ ہے کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادها فالقول لرب المال وبعکسه فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اسکے برعکس یعنے اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے الاصل ان القول لمدعی الصحة فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لك الثلث الربح الا عشرة وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فیه فسادها لانه منکر زیادة یدعیها المضارب خانیه اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ عقود مین مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جب کہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوای دس درم کے یعنے دس درم کم

اور مضارب کو ثلث نفع مشروط ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول مین فساد مضاربت ہو مقبول اسواسطے ہو کہ صاحب مال اوس
زیادت کا منکر ہو جسکا مضارب دعوی کرتا ہو کذا فی الخانیہ وَمَا فِی الْاَشْبَاہِ فِیْہِ اشْتِبَاہٌ فَافْہَمْ اور جو قول اشباہ مین ہو اوسمین اشتباہ ہو سو اوسکو
سمجھ لے ہم اشباہ کی عبارت یہہ ہو اَلْقَوْلُ قَوْلُ مُدَّعِی الصِّحَّۃِ اِلَّا اِذَا قَالَ رَبُّ الْمَالِ شَرَطْتُ لَکَ الثُّلُثَ وَزِیَادَۃَ عَشَرَۃٍ وَقَالَ الْمُضَارِبُ الثُّلُثَ فَالْقَوْلُ
لِلْمُضَارِبِ یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہو مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے
ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہو انتہے الترجمۃ مصنف نے اپنی شرح مین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ
کے مطابق ہو اسواسطے کہ مضارب اس صورت مین مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہو صاحب اشباہ کو اشتباہ یہہ واقع ہوا
کہ اونھون نے یہہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اوسمین داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحاوی وَیَمْلِکُ الْمُضَارِبُ فِی
الْمُطْلَقَۃِ الَّتِیْ لَمْ تُقَیَّدْ بِمَکَانٍ اَوْ زَمَانٍ اَوْ نَوْعٍ اَلْبَیْعَ وَلَوْ فَاسِدًا بِنَقْدٍ وَنَسِیْئَۃٍ مُتَعَارَفَۃٍ اور مضارب مالک ہو مضاربت مطلقہ یعنی
اوس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہین بیچنے کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیچ کرے یا مدت متعارفہ کے
ساتھہ ہم یہہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اوسکے
ہاتھہ مین امانت نہ باقی رہے مدت مین متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو وَالشِّرَاءَ وَالتَّوْکِیْلَ بِہِمَا اور مضارب
خرید کرنے کا مالک ہو اور خرید فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنیکا مالک ہو وَالسَّفَرَ بَرًّا وَبَحْرًا وَلَوْ دَفَعَ لَہُ الْمَالَ فِیْ بَلَدِہٖ عَلَی الظَّاہِرِ
اور مالک ہو سفر کرنے کا خشکی اور تری مین یعنے زمین اور دریا مین اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنی شہر مین نہ مسافرت مین بنابر قول ظاہر کے
ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہو امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اوسکو سفر کرنا
تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہہ ہے کہ مضاربت مشتق ہو ضرب فی الارض سے تو بمقتضای لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہو وَالْاِبْضَاعَ
اَیْ دَفْعَ الْمَالِ بِضَاعَۃً اور مالک ہو ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کہ یعنے تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو وَلَوْ لِرَبِّ الْمَالِ فَ
لَا تَفْسُدُ بِہِ الْمُضَارَبَۃُ کَمَا سَیَجِیْءُ اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اوسکو اختیار ہو اور اس دینے سے مضاربت فاسد
نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا وَیَمْلِکُ الْاِیْدَاعَ وَالرَّہْنَ وَالْاِرْتِہَانَ وَالْاِجَارَۃَ وَالْاِسْتِیْجَارَ فَلَوِ اسْتَاجَرَ اَرْضًا بَیْضَاءَ لِیَزْرَعَہَا اَوْ
یَغْرِسَہَا جَازَ ظَہِیْرِیَّۃ اور مضارب مالک ہو کسیکے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس گرو رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ
لینے کا تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنے خالی زمین کا تا اوس مین کھیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ وَالْاِحْتِیَالَ اَیْ قَبُوْلَ الْحَوَالَۃِ
بِالثَّمَنِ مُطْلَقًا عَلَی الْاَیْسَرِ وَالْاَعْسَرِ لِاَنَّ کُلَّ ذٰلِکَ مِنْ صَنِیْعِ التُّجَّارِ اور مالک ہو احتیال کا یعنے ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقاً کشادہ دست
اور تنگدست پر اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنے بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور
احتیال سوداگرونکے دستور العمل سے ہو لَا تَمْلِیْکَ الْمُضَارَبَۃِ وَالشَّرِکَۃِ وَالْخَلْطِ بِمَالِ نَفْسِہٖ اِلَّا بِاِذْنٍ اَوِ اعْمَلْ بِرَأْیِکَ اِذِ الشَّیْءُ لَا یَتَضَمَّنُ مِثْلَہٗ
مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دیسکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھہ ملانیکا مگر صاحب
مال کی اذن یا اوسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہین کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو
متضمن ہوتی ہو ہم عدم تضمن مماثل عدم ملک مضاربت کی علت ہو نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا اِذِ الشَّیْءُ لَا یَتَضَمَّنُ مِثْلَہٗ وَلَا الْاَعْلٰی مِنْہُ تو بہتر ہوتا
اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہو مضاربت سے خلط مال اوس صورت مین جائز نہین جبکہ اوس شہر مین رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب
پر ضمان نہین کذا فی الطحاوی وَلَا الْاِقْرَاضَ وَالْاِسْتِدَانَۃَ وَاِنْ قِیْلَ لَہٗ ذٰلِکَ اَیِ اعْمَلْ بِرَأْیِکَ لِاَنَّہُمَا لَیْسَا مِنْ صَنِیْعِ التُّجَّارِ فَلَمْ یَدْخُلَا فِیْ
تَعْمِیْمِہٖ مَا لَمْ یَنُصَّ الْمَالِکُ عَلَیْہِمَا فَیَمْلِکُہُمَا اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور ادہار لینے کا اگرچہ قول اسکو کہا ہو یعنی اگرچہ

صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ وہ دونوں تجارت کے دستور عمل سے نہیں ہیں تو وہ تعمیم قول مذکور مین داخل نہوگی جبتک مالک اذن دونوں پر تصریح نکر دے پھر تصریح کے بعد اونکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجھکو قرض دینے اور ادھار لینے مین اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں اور درر مین ہے کہ استدانت ممنوعہ یہہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ ترض پر خرید کرے وان استدان کانت شرکۃ وجوہ وحینئذٍ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوباً وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل له ذلک فهو متطوع لانه لا یملک الاستدانۃ بهذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اسوقت مین اگر مضاربت کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اوسکو پانی سے دہولایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لادلایا اپنے مال سے اور حالانکہ اوس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہیں لیسکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنیکا مالک نہیں ہے مترجم کہتا ہے صورت استدانت یہہ ہے کہ دراہم اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انہو چنانچہ کوئی جنس خرید کی درہم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درہم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو یہہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور بدائع مین ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسیطرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خرید کئے پھر اونکی باربرداری یا شوب یا چہپائی یا اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اوسکے پاس مال مضاربت سے کچھہ باقی نہیں رہا تو استقرار سے مضاربت پر ادھار کرنا ٹھیرا تو جائز نہوا تو یہہ ٹھیرا کہ مضارب اپنی ذات سے متبرع ہے کذا فی الطحاوی وانما قال بالماء لانه لو قصر بالنشا فحکمه کصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب مین فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب نے تھان کو نشاستہ سے دہلوادیگا تو اوسکا حکم کپڑا رنگانیکی مانند ہوگا وان صبغه احمر فشریک بما زاد الصبغ فيه وحل فی اعمل برایک کالخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دیگا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اوسقدر مین جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستہ کی بدولت سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم مین کہ عمل کر اپنی صوابدید کے موافق خلط مال کی مانند وکان له حصۃ قیمۃ صبغه ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالها اور ہوگا مضارب کے واسطے اوسکے رنگ کی قیمت کا حصہ بشرطیکہ اوسکی بکری کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال مین ہے مثلاً سفید تھان خریدا ہوا پانچ روپیہ کو راس المال سے اور اب اوسکا ثمن بدون رنگ کے سات روپیہ ہوگیا اور رنگین کرنے سے آٹھہ روپیہ کو بکا تو مضارب آٹھ مین دو روپیہ لیگا اور صاحب مال ایکروپیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا اور ایک روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت مین پایا ولو لم یقل اعمل برایک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون نکہا کہ عمل کر بموجب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک نہوگا بلکہ غاصب ٹھیریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نرہا مضارب کے پاس تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحاوی وانما قال احمر لما مر ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان مین داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول مین کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر ہم مذکور ہوچکا کہ یہہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانہ مین سیاہ رنگ نقصان مین داخل نہیں سرخ رنگ کی مانند ہے تو داخل ہوگا تعمیم قول مین اور رنگون کے مانند کذا فی الطحاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینه المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد ما لم یصر المال عرضا لانه حینئذ لا یملک عزله فلا یملک تخصیصه کما سیجیء اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا یا تجاوز قماش یا وقت یا اوس شخص کا جسکو مالک نے معین کر دیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جبتک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت نہین ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا امور مذکورہ مین اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب متصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کی تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جسطرح اوس نے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی فائدہ سے نہیں اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور امتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قیدنا بالمفید لان

غیر المفید لا یعتبر اصلاً کالنہی عن بیع الحال قید لگائی ہے تقیید مفید کی اسواسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہیں چنانچہ منع کر دیا صاحب مال کا بیع حال یعنے بیع معجل سے واما المفید فی الجملۃ کالسوق من مصرفان مصرح بالنہی صح و الا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کر دی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجود تباین اطراف کی بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی مصرح ہو یعنے کہا ہو کہ تجارت کر فلانے بازار مین اور نہ تجارت کرنا اوسکے سوا اور بازار مین تو اب تقیید صحیح ہو گی کذا فی الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ وکان ذلک الشراء لہ پہر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر مین خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل مین تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید فروخت کی تو مضارب پر ضمان مال لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید خلاف امر مالک فقط مضارب کی ہو گی یعنے تو اوسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اوسنے غیر کے مال پر بدون اوسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم یتصرف فیہ حتی عاد للوفاق عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضاربت مین تصرف نکیا یہان تک کہ پہر آیا شہر معین مین تو مضاربت پہر صحیح ہو جاویگی ہم یہ متعلق ہے تعیین شہر سے یعنے اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اوس شہر سے نکلا تو مضارب سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اوسی شہر مین پہر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اوسکے ہاتہ مین قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبارا للجزء بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضاربت مین عود کیا جزء کو کل کے ساتہ قیاس کر کے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین مین صرف کیا اور بعض کو معین مین رد کیا تو بہی مضاربت باقی ہے ولا یملک تزویج قن من مالہا اور مضارب مالک نہین نکاح کر دینے اوس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال بقرابۃ او یمین اور مضارب مالک نہین اوس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت قریبہ کے ہم قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر مین اوس کا مالک ہون تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ کاشتر لی عبدا ابیعہ او استخدمہ او جاریۃ اطأہا برخلاف خرید کرنیکے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اوس مملوک کو خرید کرنیکا اختیار رکہتا ہے جو موکل پر آزاد ہو جاوے جب کہ قرینہ مخصص وکالت نہو چنانچہ یون کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے وہ غلام خرید کر کہ جسکو مین بیچون یا اوس سے خدمت لون یا جاریہ خرید کر جس سے مین قربت کرون ہم تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نچاہیے کہ موکل پر آزاد ہو جاوے ولا من یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح ہو ہنا ان تکون قیمۃ ہذا العبد اکثر من کل راس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور مضارب اوس غلام کو خرید کرنیکا مالک نہین جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت مین نفع ہو نفع سے یہان مراد وہ نفع ہے کہ اوس غلام کی قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اوسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہین یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال مین نفع ہو یا نہوا اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہو گی تو مضارب کی ملک اوس غلام مین ظاہر نہو گی بلکہ غلام مشغول ٹہیریگا راس المال سے تو اگر راس المال اول ہزار تہا پہر دس ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اوسپر آزاد نہوگا انتہے مختصرا کذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منہما وقع الشراء لنفسہ سو اگر مضارب نے اوس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر تو واقع ہو گی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضاربت کیواسطے ہم اور مضارب تاوان دیگا دونون صورتون مین پہلی صورت مین جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت مین بقدر حصہ مضارب کے اوس کے ثمن ساقط ہو گا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فان لم یکن ربح کان ذلک للمضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہمنے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کے واسطے خرید صحیح ہو گی ہم یہ متعلق ہے اوس صورت کے ساتہ جب کہ مضارب اوسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی العینی فان ظہر الربح بعد ذلک

ف یعنی جو مضارب ہو کہ نفع ہو جو مستحق ہو [illegible]

قیمتہ بعد الشراء عتق حظہ ولم یضمن نصیب رب المال لو موسرا ویسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیبہ رب المال پہر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑہ جاوے سے بعد خرید کے تو بقدر حصۂ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصے مین بسبب آزاد ہوجانے غلام کے بلاصنعت مضارب اور کوشش کرکے آزاد غلام ادای قیمت مین بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب بیچ قریب بعد کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند المالک آزاد ہوگیا بلاصنعت مضارب بلکہ بسبب یا وہ ہوجانے قیمت کے ۱۲ انتہا وضاحۃ کذا فی الہدایہ و لو اشتری المشترک من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد لا نظر فیہ للصغیر ۱۲ اور اگر شریک نے غلام کو خرید کیا جو آزاد ہوجای دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اوس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجای صغیر پر تو یہہ عقد عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمین صغیر کی کچہہ رعایت نہین ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک مین وجہت ہی جو مضارب مین مذکور ہوچکی یعنے عدم حصول نفع شریک و المأذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح و عتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین و الا لا خلافا لہما زیلعی اور عبد ماذون نے جب کہ اوس غلام کو خرید کیا جو مولے پر آزاد ہوجای تو خرید صحیح ہی اور وہ غلام مولے پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہو اور نہین تو آزاد نہوگا برخلاف صاحبین کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اوسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہو امام کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحاوی مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا فصارت قیمتہ ای الولد وکذا کما ذکرنا الفا و نصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور فعتق مضارب جسکے پاس ہزار درم ہین بشرط نصف منفعت پر اوس نے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی لیعنے بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار درہم کے برابر ہے پہر مضارب نے اوس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت مین پہر قیمت اوسکی یعنے فقط ولد کی قیمت جیساکہ ہمنے بیان کیا ڈیڑہ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندیکا نافذ ہوگا بسبب پائی جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو اب ولد مذکور آزاد ہوگا ہم پہر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اوسکا فرزند ٹہیریگا اور بقدر حصۂ مضارب آزاد ہوگا یعنے بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک مین مضارب کی صنعت کو دخل نہین اور ضمان لازم نہین ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا

سعی لرب المال فی الالف و ربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد کو کوشش کریگا صاحب مال کے واسطے ہزار اور اوسکی چوتہائی یعنی ساڑہے بارہ سو درم مین سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اوسکو آزاد کردے ہم ہزار بر راس المال کی بابت ہوا اور ڈہائی سو نفع کی بابت مالک کے حصے مین ٹہیری و لو تلیقال بعد قبضہ الفہ من الولد تضمین المدعی و لو معسرا لانہ ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز ہی بعد قبض کرنے ہزار درہم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہہ تاوان ہی مالک ہونیکا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی مین بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی مین ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہوجای اسلیے کہ لونڈی مشغول براس المال ہی پہر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت مین داخل ہوگئی تو اب نصیب مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی مین کہل گئی کذا فی الطحاوی و یحمل علی انہا تزوجہا ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب اپر محمول ہوگی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کرلیا باذن بائع پہر اوسکو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تہی مضارب سے ہم یہہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہی تاکہ مضارب زناکار نہ ٹہیرے و لو ہلکت قیمتہا الفا و نصفہ صارت ام ولد و تضمین للمالک الفا و ربعہ لو موسرا فلو معسرا فلا سعایۃ علیہا لانہا ام ولد لا تستسعی و تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑہ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہوجایگی اور مضارب تاوان دیگا مالک کو ساڑہے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہوا اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہین اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہین کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہو ہم یہہ مسئلہ جداگانہ ہی اور موضوع اوسکا یہہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہین پائے اور تضمین مضارب مین مالداری کی قید بحر الرائق مین واقع ہوئی

ہی لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے مال اور ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہی اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ امام ولد پر سعایت نہیں
پہر جن مال کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہی اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کے راس المال نکلے گا تب تک وہ رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی

المجتبی **باب المضارب یضارب** یہ باب ہے اوس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دیوے بطریق مضاربت کے
لما قدم المفرد شرع فی المرکبۃ فقال جب کہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب
المضارب اخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع ما لم یعمل الثانی ربح الثانی او لا علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین
انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت پر بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی
عمل تجارت نکرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہی اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہی پہر جب
ثانی نے تجارت اسمین شروع کی تو کہل گیا کہ ودیعت نتہی مضاربت ہی تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان
وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہین گرچہ نفع ہو بلکہ مضارب
ثانی کیواسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کو وہ نفع ہی جو اوسمین اور مالک مین شروط ہی در صورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی
اجیر ٹہیریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پہر اگر
مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتہ سے اوس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہین نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہی
وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہین اگر ثانی سے مال چہین لیا گیا اور تاوان
تو فقط غاصب پر ہی ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے
خاص کر کے فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح
ولا یضمن لیس لہ ذلک بحر پہر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہی چاہے مضارب اول سے تاوان لیوے چاہے مضارب
ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نلیوے تو اوسکو وہ جائز نہین کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹہر گیا اور مالک کو مغصوب کے
جاتے رہنے کے بعد اختیار نہین مگر تضمین بدل میں نفع لینے مین غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول
ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطہ وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پہر اگر مالک نے مال دینے کا اذن
دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تہا کہ جسقدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم مین نصفا نصف ہی تو
مالک کیواسطے نصف نفع ہی بموجب اوسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چہٹا حصہ ہی جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے
ثلث مشروط ہی ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب فالمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف
فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کے جو تجکو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اوسیطرح ہو یعنے اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا
اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے
تیرے درمیان نصفا نصف ہی تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیان مضارب اول اور مالک مین نصفا نصف ہین باعتبار
کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملیگا مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تہی کہ جو نفع اوسکو ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہو سو اوسکو
نفع نہین ملا سوای دو تہائیون کے تو دونون مین نصفا نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملی ومثلہ ما ربحت من شیء او ما کان لک فیہ
من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہی یون کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز مین تجکو نفع ہو اور تمام
اسکو ہم چنانچہ یون کہنا کہ جو تجہ پر خدا فضل کرم کرے یا جو تجہکو بڑہوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع سے اور باقی اول اور مالک مین نصفا نصف ہی

باب المضارب یضارب بغیر اذن

ولكن لو شرط للثاني اكثر من الثلث او اقل فالباقي بين المالك والاولِ اور اسیطرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما رزقك الله بيننا نصفان و دفع بالنصف فللثاني النصف واستويا فيما بقي لانه لم يرزق سواه اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجھکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب اول نے سوای نصف باقی کے کچھہ فائدہ نہیں پایا ولو قيل ما رزق الله فلي نصفه او ما كان من فضل الله فبيننا نصفان فدفع بالنصف فللمالك النصف وللثاني كذلك ولا شيء للاول لجعله ما له للثاني اور اگر مضارب اول سے یون کہا گیا کہ جو تجھکو اللہ تعالے روزی دے تو اوسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھہ نہیں اسکے کرینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تہا سو اوس نے مضارب ثانی کیواسطے مقرر کر دیا ولو شرط الاول للثاني ثلثيه والمسئلة بحالها ضمن الاول للثاني سدسا بالتسمية لانه التزم سلامة الثلثين اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کین اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کر دینے کے سبب سے اسواسطے کہ اوس نے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے توضیح مسئلہ یہہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو نفع ملے وہ مجہہ میں اور تجہہ میں نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیان منفعت کی تیری ہین تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے ہے وہ ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کاملین کی شرط ہوگئی ہے وان شرط المضارب للمالك ثلثه وشرط لعبد المالك ثلثه وقوله على ان يعمل معه عادي وليس بقيد وشرط لنفسه ثلثه صح وصار كانه اشترط للمولى ثلثي الربح كذا في عامة الكتب وفي نسخ المتن والشرح ههنا خلط فاجتنبه اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کے واسطے تہائی اور اس کا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھہ عمل کرے تو شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلہ کی یعنے اشتراط اور عدم اشتراط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہوگیا کہ گویا مضارب نے مولے کے واسطے دو تہائیان شرط کین اسی طرح یہہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہہ مین اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرحین یہان خلط واقع ہوا ہے سو اوس سے اجتناب کیجیو ہم نے متن کے ایک نسخہ مین یون دیکھا ولو شرط للثاني ثلثيه ولعبد المالك ثلثه على ان يعمل معه ولنفسه ثلثه صح انتہے حالانکہ یہہ فاسد ہے کہ چار تہائیان مجتمع نہیں ہوتی ہین اور مسئلہ مین مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہہ ہے على ان يعمل معه عادي وليس بقيد بل يصح الشرط ويكون لسيده وان لم يشترط لا يجوز انتہے حق یہہ ہے کہ لا یجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہوچکا کہ عمل قید نہیں كذا في العمادي ولو عقدها المأذون مع اجنبي وشرط المأذون عمل مولاه لو يصح ان لم يكن المأذون عليه دين لانه اشتراط العمل على المالك اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھہ اور ماذون نے اپنے مولے کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہین اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ اسمین عمل کا شرط کرنا ہے مالک پر والا صح لانه حينئذ لا يملك كسبه واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانه يمنع التخلية فيمنع الصحة اور اگر ولیا ہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہے اسواسطے کہ اوس وقت مین مولے اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھہ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا ہم یعنی مضاربت مین عمل مضارب ضرور ہے اور اوسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھہ ممکن نہین اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ مین ولكن اشتراط عمل المضارب مع مضاربه او عمل رب المال مع المضارب الثاني بخلاف مكاتب شرط عمل مولاه كالو عقد مولاه اور یہی طرح مانع صحت عقد ہو عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھہ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھہ بخلاف مکاتب کے کہ اوس نے اپنے مولے کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہو چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولے کے ساتھہ ہم وجہ صحت یہہ ہے کہ مکاتب اپنی کمائی کا

امواز کی مانند ہی پہر اگر عاجز ہو جاوے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہو گی کذا فی الطحاوی ولو شرط بعض الربح للمساکین او للحج
او فی الرقاب او لامرأۃ المضارب او مکاتبہ صح العقد و لم یصح الشرط و یکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچہہ منفعت محتاجون کے
واسطے یا حج کیواسطے یا گردنون کے چہڑانیکے واسطے یا مضارب کی عورت کے واسطے یا اوسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہی اور شرط صحیح نہین اور
نفع مشروط صاحب مال کا ہو نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہو زوجۂ مضارب یا مکاتب کے واسطے اشتراط نفع اوس صورت مین غیر صحیح ہی جب کہ انکا
عمل شرط نہو اور اگر اون کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور مشروط ونہین کے واسطے ہو گا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہو گئی عمل شرط کرنیسے
اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہو گی بلکہ ہبہ موعودہ ہی جس کا کرنا لازم نہین اور یہی حکم ہے اور راجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین
اور رقاب مین فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحاوی ملخصا ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء ہ لنفسہ او لرب المال
صح الشرط و الا بان شاء لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اوس شخص کے لئے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کے
واسطے چاہے تو شرط صحیح ہی اور اگر اپنے یا مالک کے واسطے نچاہے بلکہ کسی اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہین یعنے اسواسطے کہ اوس کا عمل شرط
نہین کیا ومتی شرط البعض لاجنبی ان شرط علیہ عملہ صح الشرط و الا لا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اوسپر اسکا عمل بہی شرط ہوا تو
شرط صحیح ہی اور نہین تو شرط صحیح نہین یعنے تو نفع صاحب مال کا ہو گا اور عقد صحیح ہو گا کذا فی الطحاوی قلت لکن فی القہستانی انہ یصح مطلقا و المشروط
للاجنبی ان شرط عملہ و الا فللمالک ایضا و عزاہ للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ فتنبہ مین کہتا ہون لیکن قہستانی مین ہی کہ عقد مضاربت صحیح
ہی مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہو گا اگر اوس کا عمل مشروط ہوا اور اگر اوسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بہی مالک کا ہی اور قہستانی
نے اس قول کو ذخیرہ کے طرف نسبت کیا ہی برخلاف قول برجندی وغیرہ کے تو آگاہ ہو۔ ہم جب یہہ ثابت ہو چکا اول کہ عقد مضاربت بہر صورت صحیح ہے
اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اوسکے عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہی اور برجندی کا کلام غلام مین ہی نہ اجنبی مین چنانچہ شرح ملتقی سے معلوم ہوتا
ہی کذا فی الطحاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضارب او دین المالک جاز و یکون للمشروط لہ قضاء دینہ و لا یلزم بدفعہ لغرمائہ بحر اور اگر
بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنیکے واسطے شرط ہوا تو جائز ہے اور مشروط لہ کو اپنے دین کا ادا کرنا اوس نفع سے جائز ہی اور ہر ایک مضارب
اور مالک پر لازم نکیا جائیگا دینا نفع مذکور کا اوسکے دین والون کو کذا فی البحر وتبطل المضاربۃ بموت احدہما لکونہا وکالۃ اور باطل ہو جاتی ہی مضاربت مالک
یا مضارب کی موت سے بسبب ہونے مضاربت کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہو جاتی ہی موکل یا وکیل کی موت سے وکذا بقتلہ و حجر یطرأ علی احدہما و بجنون
احدہما مطبقا قہستانی اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانیسے اور ایسے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے
جنون مطبق ہونے سے ہم بالغ ممنوع التصرف ہوتا ہی جنون سے یا سفاہت سے یا عبد ماذون کے حجر سے پہر چند جنون منع تصرف مین داخل تہا لیکن شارح نے
پہر بہی اسواسطے ذکر کیا تاکہ اوسمین اطباق کی قید لگاوے وفی البزازیۃ مات المضارب و المال عروض باعہا وصیہ اور بزازیہ مین ہی کہ مضارب
مرگیا اور مال عروض اور قماش سے یعنے اسباب ہی نقد نہین تو اوسکو مضارب کا وصی بیچکر دیگا اور قول اصح یہہ ہی کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو
بیع مین اختیار ہی اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو قاضی مالک کے ساتہہ بیع مین دخل کرے پہر جب
مال نقد ہو جاوے تو مالک اپنا راس المال اور نفع کا حصہ لیلے اور مضارب کا حصہ اوسکے وارثون کو دے کذا فی الطحاوی ولو مات رب المال و المال نقد بطلت
فی حق التصرف ولو عروضا تبطل فی حق المسافرۃ لا التصرف فلہ بیعہ بعرض و نقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد ہے تو مضاربت باطل ہی
حق تصرف مین یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شراء نہین کر سکتا اور اگر مال عروض ہے نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت مین یعنے مضارب اس اسباب کو
سفر مین نہین لیجا سکتا تو اوسکو وطن مین اوسکا بیچنا عروض اور نقد سے جائز ہے ہم اور اگر مضارب دوسرے شہر مین گیا تہا مال مضاربت لیکر اور وہان خرید کی پہر صاحب
مال مرگیا اور اوسکو خبر نہین موت کی پہر وہ دوسرے شہر مین مال لیگیا تو مضارب کا خرچ اوسکے ذاتی مال مین محسوب ہو گا نہ مضاربت کے مال مین اور اگر مال

تلف ہوگا راہ مین تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المحیط ۔ وبالحکم بلحوق المالک مرتدا اور مضاربت باطل ہو جاتی ہے یعنی لحوق مالک مرتد کے حکم ہو جانے سے
یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملا اور حاکم نے اوسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسواسطے کہ لحوق دار الحرب موت کے مانند ہے و لہذا
اوس کا مال وارثون مین بٹ جاتا ہے اور اوسکی ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد بعد لحوقہ مسلما فالمضاربۃ علی حالہا
حکم بلحاقہ ام لا عنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام مین پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اوسکے لحوق کا حکم ہوگیا
ہو یا نہوا ہو کذا فی العنایۃ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھہ حق نہین بخلاف مضارب کے
یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اوسکے لحوق کا حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہین
کرتی ولو ارتد المضارب فھی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہم امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات
موقوف رہتے ہین اوسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھہ ملک نہین مضاربت سے مالک تہا لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل
او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف نافذ کو عہدتہ علی المالک عند الامام پھر اگر مضارب مرتد مرگیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب مین
جا ملا اور اوسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اوس نے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اوسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے
نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط ای ولم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنی اور دار الحرب مین نہین جا ملا
تو مضارب کا تصرف موقوف ہے ہم یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام مین وردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد ہونا
عورت کا غیر موثر ہے بطلان مضاربت مین ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دار الحرب مین ملحق ہو جاوے اور اوسکے لحاق کا حکم
ہو اسواسطے کہ اوس کا ارتداد اوسکی املاک مین موثر نہین تو اسیطرح اوسکے تصرف مین موثر نہین کذا فی النسخ من الجوہرہ وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان
علم بہ بخبر رجلین مطلقا او فضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ
مضارب معزولی کو جانے دو مردون کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہون یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پیامی ممیز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل
اور اگر مضارب اپنی عزل کو نجانے تو معزول نہوگا فان علم بالعزل ولو حکما کموت المالک ولو حکما والمال عروض باعہا ما کان خلاف جنس
راس المال فالدراہم والدنانیر جنسان باعہا ولو نسیئۃ فلان نہاہ عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسے
مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع الحکم باللحاق یا اوس کا مجنون ہونا بجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہان
وہ ہے جو راس المال کی مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر مین دو جنسین ہین تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع اودہار ہو اور گو مالک نے اوسکو
اودہار بیچنے سے منع کر دیا ہو ہم جب یہان عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہوا تو عروض دراہم اور دنانیر کو بہی شامل ہے تو اگر راس المال دراہم ہون
اور مضارب نے دنانیر خرید کیے ہون تو اوسکو بیچکر دراہم کرنا ہوگا اور اسیطرح بالعکس در رین ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا
اسواسطے کہ اوس کا حق ہے نفع مین اور نفع ظاہر نہین ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اوسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہو جاوے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی المال
من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نکرے عروض کے ثمن مین اور نہ اوس نقد مین جو ہم جنس راس المال کی ہو ویبدل خلافہ بہ استحسانا
لوجوب ردہ جنسہ ولیظہر الربح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روی استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے
اور تا کہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہون تو دنانیر سے نہ بدلے وکذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہین باعتبار ثمنیت کی لیکن استحسان مین یہہ
مبادلہ صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر یہہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دیوے اور یہہ بلا مبادلہ نہین ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلہ کا یہہ ہے
کہ نفع ظاہر ہو تا مالک اور مضارب دونون اپنے حق مشروط کو پاوین ولا یملک المالک فسخہا فی ھذہ الحالۃ بل ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من
وجہ نہایہ اور مالک کو اختیار نہین فسخ مضاربت کا اس حالت مین یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہین اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک

راہ سے معزول ہی کذا فی النہایہ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ وما لہما امتعۃ ؎ بخلاف احد الشریکین جب کہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور
شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہے افتراقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجر حیث
ہوگئی مالک اور مضارب مین اور مضاربت کے مال مین دیون اور نفع ہی تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطے کہ مضارب
اسوقت عامل باجرت ہوگا ہم دیون کی وجہ یہہ ہی کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہین کیا تھا اور عامل بالاجرۃ اسواسطے
ٹھیرا کہ وہ اس صورت مین اجیر کے مانند ہی اور نفع اجرت کی مانند ہی تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اوسی شہر مین ہو اور اگر دوسرے شہر مین ہو تو خرچ
مضاربت کے مال مین ہوگا کذا فی المحیط وان لم یربح لا یجبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال مین نفع نہو تو مضارب پر تقاضای دیون مین جبر نہین
اسواسطے کہ مضارب اسوقت مین متبرع اور محسن ہے پر زبردستی نہین ویؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر
حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضای دیون پر متعین اور مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہین ہوتے مگر عاقد کے طرف تو مالک
مطالبہ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یؤمران بالتوکیل اور اسوقت مین یعنے جب کہ متبرع پر جبر علی
الاقتضا نہین تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونون کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا
الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضای دین مین اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ دونون اجرت پر کام کرتے ہین ہم سمسار
بکسر اول وہ ہی جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگون کے جمع ہون تا وہ اجرت لیکر بیچدے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے
موافق کذا فی الدرر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استؤجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ
ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹھیرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہہ جائز نہین اسبب سے کہ اوسکو اوسکے قادر ہونیکے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز
ہونیکا یہہ ہی کہ اوسکو مزدوری پر لگا دے اور نوکر رکھلے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور اوس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے
ہوئی کہ خرید فروخت تمام نہین ہوسکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہین اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد
شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ مین کذا فی الطحطاوی
عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کے طرف پھیر اجاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے
راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر
تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہوا اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنی اور امین ضمین نہین ہوتا ولو قسم الربح
وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ تراد الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل فہو بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع
بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہوجاوے تو دونون شخص نفع پھیر دین تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے
وہ دونون مین مشترک وعدے کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہین ثم ذکر
مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقداہا فہلک المال لم یترادا
وبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور
مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھہ مین ہے پھر دونون نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونون نفع سابق کو نہ پھیرینگے اور مضاربت
ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور وہ حیلہ نافعہ ہے مضارب کے واسطے ہم یعنے اگر مضارب کو ہی استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے
راس المال کے تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے نفع مسترد
نہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ مین سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی **فصل فی المتفرقات** یہہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت مین

لہ یعنی مزدوری اُسکا ذریعہ معاش ہو

المضاربۃ لانقضہ بدفع کل المال او بعضہ تقییدک الہدایۃ بالبعض اتفاقی عنایہ الی المالک بضاعۃ لامضاربۃ لم تفسد مضاربت فاسد نہین
ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح کہا ہدایہ کی تقیید دفع بعض مال کی اتفاقی ہی کذا
فی العنایہ ہم بضاعت سی یہان استعانت مراد ہی اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہان متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقیے مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہی اور یہان
ایسا نہین اور اگر مضارب نے مالک کو بطریق مضاربت کے دیگا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولے وجہ بطلان یہ ہے کہ شی اپنی مانند کو متضمن
نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وان اخذہ ای المالک المال بغیر امر المضارب وباع واشتری بطلت ان کان راس المال نقدا لانہ عامل لنفسہ
اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لیلیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہوا سواسطے کہ مالک اپنی ذات کیواسطے عامل
ہوا ہم مبسوط مین جملہ [illegible] یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اسطرح پر کہ صاحب مال اوسکے منع کرنے پر مالک نہین تو صاحب مال اوس تصرف مین مضارب کا
معین ٹھیریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اوس تصرف مین عامل لنفسہ ہی مگر یہ کہ تصرف
باذن مضارب ہو تو اوسوقت مین معین ٹھیریگا کذا فی الطحطاوی وان صار عرضا لا لان النقض انما یتحقق فیما یحتمل لا یعمل فھذا اولی عنایہ اور اگر مال مضاربت
عرض ہوگیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سی اسواسطے کہ اس وقت بیع مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت مین عمل نہین کرتا تو یہ نقض غیر صریح بطریق اولے
عمل نکریگا کذا فی العنایہ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پہر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہی اور اگر بعوض نقد کے
بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر ولو یوما فطعامہ وشرابہ وکسوتہ ورکوبہ بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء
وکل ما یحتاجہ عادۃ ای فی عادۃ التجار بالمعروف فی مالھا اور جب کہ مضارب نے سفر کیا یعنے تجارت کے واسطے اگرچہ ایکہی دن کا سفر ہو تو اوسکا کہانا اور
پینا اور سواری اگرچہ سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجار کی عادت مین دستور کے موافق مضاربت کے مال مین سے شارح نے کہا رکوب بفتح را
ہو اوسی چیز سواری کیجائے ہم سفر سی یہان تین دنکا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گہر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا اور محتاج
الیہا جیسے کپڑون کی دہولائی اور چراغ کا تیل اور ہیزم ہین اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی طویل الشعر جیسے کپڑے واسنانیز (یعنے بالون کا)
شمار کیا جاتا ہی تو خرید فروخت کا معاملہ اوس سے کمتر ہوگا دستور کی قید ہو اسطے لگائی کہ اگر فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آویگا مصارف مذکورہ
مضاربت کے مال سی اسواسطے مقرر ہوئے کہ اوس نے اپنی ذاتکو تجارت مین مصروف کیا اور کہین آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اوسکا نفقہ لازم
آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہی بعلت احتباس کے لو صحیحۃ لا فاسدۃ لانہ اجیر فلا نفقۃ لہ کمستبضع ووکیل وشریک کافی
وفی الاخیر خلاف نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین سے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کیمانند ہی تو اوسکا
نفقہ نہین ہے مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر مین اختلاف ہی ہم کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہی اور نہایہ مین وجوب مصرح ہی اور
ابن ملک کے کلام سی معلوم ہوتا ہی کہ عدم وجوب معتمد ہی اسواسطے کہ اوس نے نقل کیا ہو کہ وجوب نفقہ محمد سی مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فی المصر سواء ولد
فیہ او اتخذہ دارا فنفقتہ فی مالہ کدوائہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر مین کام کیا خواہ اوس شہر مین مضارب پیدا ہوا ہو یا وہان رہ پڑا ہو گہر
بناکر تو اوسکا خرچ اوسکے مال مین سے چنانچہ اوسکی دوا علاج کا خرچ اوسکے مال مین سے بنابر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہین نہ سفر مین نہ حضر مین
اسواسطے کہ مرض عارضی امر ہی کاہی ہوتا ہے اور کاہی نہین مبسوط مین ہے کہ حجامت یعنی پچہنے اور سینگی اور سرمہ علاج مین داخل ہے اما اذا نوی الاقامۃ
بالمصر ولم یتخذہ دارا فلہ النفقۃ ابن ملک ما لم یاخذہ لا لانہ لم یحتبس بہا اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اوسکو وطن نہین
قرار دیا تو اوسکا نفقہ مضاربت کے مال مین کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اوسنے مال نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہین ہوا ہم
شہر مذکور مین نفقہ اوسوقت تک ہی جبتک اوسکو مال ندیا گیا ہو اور اوسنے اوس شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط مین ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور
مالک اور مضارب کوفہ مین ہین اور کوفہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب اپنی ذات پر مال مضاربت سی صرف نکرے اسواسطے کہ اوسکی اقامت کوفہ مین

مضاربت کے سبب سے نہین تو مستوجب نفقہ نہین جبتک وہان سے باہر نجاوے سو اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین گیا اور پہر کوفہ مین تجارت کیواسطے آیا تو اوسکو کوفہ
مین مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اوسکا کوفہ مین رہنا استعارتہا سو وہان سے سفر کرجانے سے وطن مستعار بہی دور ہوگیا
انتہی مختصرا اور یہہ جو شارح نے کہاکہ اوسکا نفقہ سے تبتک اوسنے مال نہین لیا اس سے نکلتا ہی کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اوسکو نفقہ نہ ملیگا اور حالانکہ
ایسا نہین ہی اور شاید کہ شارح نے یہہ سمجہا ہی منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ انتہی او مقصود
اس عبارت سے وہی ہے جو مبسوط سے ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی و لو سافر بمالہ ومالہا او خلط باذنہ او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم
ردّ ما بقی بعد ما یحتمع و یضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملایا مالک کے اذن سے
یا دو شخص کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اوسکو پہیرے اور جسقدر زیادہ صرف کیا
دستور سے اوسکا تاوان دے ہم خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہوگیا مالکا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا بقول راجح اس اعتراض کو
مین نے بعض حواشی مین دیکہا ہی کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک و لو ہلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے
مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرے مضاربت کے مال مین تو یہہ اوسکو جائز ہی اور اگر مال مضاربت کا تلف ہوگیا تو اوس خرچ کو مالک سے نہین لیسکتا و
یاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من رأس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ
یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اوتنا نفع سے جتنا مضارب خرچ کرچکا ہی راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال
پورا کرلیا نفع سے لیکر اور کچہہ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹہیرایا
جاتا ہی اور راس المال ہالک نفع کی طرف پہیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یظہر ربح فلاشیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر
کچہہ نہین یعنی راس المال کے کم ہوجانے سے اوسپر تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار و
الصباغ ونحوہ مما اعتید ضمہ و یقول قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو حساب لگاوے جو اوس متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلال اور دہوبی اور رنگریز
کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکو ملالینے کی سوداگرون مین عادت ہی اور بائع یون کہے کہ یہہ چیز مجہکو اتنے مین پڑی ہی یعنی اتنقدر کی قیمت پڑی تا دہوکہ نہو وکذا یضم الی رأس المال ما
یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما واعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال کے طرف وہ چیز جو راس المال
مین موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اوسکے ملانیکی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہی راس المال کے ساتہہ ملانیکا کذا فے
النہایۃ ہم زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کرنیکا لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے
راس المال کے ساتہہ بیع المرابحہ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحۃ مین مذکور ہوچکا کہ ملانے مین عادت
تجار کا اعتبار ہی تو اگر مصارف مضارب کی ملانیکی عادت ہو تو ملاوے اور نہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری
بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقدہما للبائع غرم المالک العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہما و غرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار
درم سے کپڑے کے تہان خرید کئے اور اونکو دو ہزار درم کو بیچا اور اونہین دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونون ہزار مضارب کے ہاتہہ مین تلف ہوگئے
بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتہائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربعکا تاوان دے ہم جب کہ
مال ایکہزار سے دو ہزار ہوگیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو مضارب کو اوسمین سے پانسو پہنچے پہر جب دو ہزار کا
غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہوگیا دونون مین تو چوتہائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتہائیان مالک کی ہوئین پہر جب دو ہزار تلف ہوگئے قبل
ادای ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اوسکے ثمن کا تو چوتہائی مضارب پر پڑی یعنے پانسو اور تین چوتہائیان مالک پر یعنے
ڈیڑہ ہزار و یصیر ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف و باقیہ

۱۵ پس اگر مال کوفہ مین لیا ہو اور وہ اہل بصرہ سے ہی اور کوفہ مین مسافر ہوکر گیا ہو تو اوسکو نفقہ نہین ملیگا ۱۲ منہ

تھا اور چوتھائی غلام ملوک مضارب کا تابع ہو جائیگا مضاربت کے مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اوسپر ہوا اور مضاربت کا مال امانت ہے اور تاوان امانت مین منافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیان المضاربت کی ہین حاصل یہہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت مین داخل نہ رہا کیونکہ مضاربت مین تاوان نہین ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت مین داخل ہے بسبب عدم منافی کذا فی الدرر ورأس المال جميع ما دفع المالك وهو الفان وخمسمائة اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈہائی ہزار ہے ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑہ ہزار دیئے جو ثمن غلام کے تاوان مین کذا فی شرح الوقایہ ولكن لا يبيع المضارب في بيع العبد على الفين فقط لانه شراه بهما ولیکن غلام کی بیع مین مضارب فقط دو ہی ہزار پر بیع بطور مرابحہ کرے اسواسطے کہ اوسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہے یعنی یون نکہے کہ یہہ غلام ڈہائی ہزار کو مجہے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار واقع ہوئی تو اوسکا تاوان کو نقد دی بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بيع العبد بضعفهما باربعة الاف فحصتها ثلثة الاف لان ربعه للمضارب اور مسئلہ سابقہ مین اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنے ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منها نصف الالف مبلغها لان راس المال الفان وخمسمائة اور منجملہ تین ہزار کے پانسو منفعت مالک اور مضارب مین منقسم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈہائی ہزار ہے ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈہائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ہیں سو وہ دونون مین بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شرى من رب المال بالف عبدا شراه رب المال بنصفه رابح بنصفه وكذا عكسه لانه وكيله ومنه علم جواز شراء المالك من المضارب عكسه اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اوسکی بیع بطور مرابحہ پانسو پر کرے اور اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ اوسکا وکیل ہے تو ہرچند بیع مذکور جائز ہے لیکن اوسکا شبہہ عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیئے کذا فی الدرر وشرح الوقایہ ولو شرى بالفها عبدا قيمته الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثة ارباع الفداء على المالك وربعه على المضارب على قدر ملكيهما اور اگر مضاربت کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سوا اوس غلام نے ایک مرد کو خطاسے مار ڈالا تو فدا غلام کی تین چوتھائیان مالک پر ہین اور چوتھائی اوسکی مضارب پر دونون کی ملک کے بموجب ہم یہہ صورت ہے جب کہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیای مقتول کو قبول نکرین اور خون بہا دینا قبول کرین مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تہا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ہے یعنی پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد يخدم المالك ثلثة ايام والمضارب يوما لخروجه عن المضاربة بالفداء للتنافي کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت مین تباین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم وجہہ خروج یہہ ہے کہ حکم قاضی بتقسیم فدیہ متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتفی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا فی صدر الشریعۃ ولو اختار المالك الدفع والمضارب الفداء فله ذلك لتوهم الربح حينئذ اور اگر مالک غلام کا دیڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہہ اوسکو جائز ہے بسبب توہم ہونے منفعت کے ہم وقت مین ہم اس علت کا محل وہ ہے جسمین غلام کی قیمت ہزار ہوا اور یہان تو قیمت دو ہزار ہے تو یہان نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشترى بالفها عبدا وهلك الثمن قبل النقد للبائع لم يضمن لانه امين بل دفع المالك للمضارب الفا اخرى ثم وثم اى كلما هلك دفع اخرى فی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اوسکا تلف ہو گیا قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہین ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دیگا اور دوسرا اور دیگا یعنی جتنے بار ثمن تلف ہو جاوے اور بار دیتا جاوے بلا حد معین ورأس المال جميع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار ثمن ہا ہمیشہ تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ نہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوكيل لان يده ثانيا

استیفاء لکمانقدم بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہو۔ قبضہ امانت کا حاصل مقام یہ ہو کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد
خریدکے پہر ثمن ہلاک ہوگیا تو رجوع نہین لیسکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اوسکو ثمن دیا پہر وہ تلف ہوگیا تو ایکبار موکل سے لیو
لے سکتا ہے اسواسطے کہ وہ نوع قبل شرا امانت ہی اور اوسکے ہاتہ مین تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع سے پہر رجوع نہین تو شارح کا قول اس صورت پر محمول ہے
جب کہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شرا اگر دیتے مین تو ہلا رجوع نہین تلف ہونیکے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال المالک دفعت الیک
الفا وربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکرہ اصلا
مضارب کے پاس دوہزار ہین سواوس نے مالک سے کہا کہ تونے مجہکو ہزار دیے اور مین نے نفع مین ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ مین نے تجہکو دوہزار دیے تو مضارب کا
قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض مین قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول
مقبول ہوگا ولوکان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اوسکے ساتہ
یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتہ نفع کی بہی مقدار مین خلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار مین اسواسطے کہ نفع کی مقدار
حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اوسکے معین کردینے سے نفع معین ہوتا ہو نصف یا ثلث اور وہ منکر ہی زیادت کا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا ہم مقدار
راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہی کہ مالک نے کہا کہ راس المال دوہزار تہا اور تیرے واسطے مین نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس
المال ہزار تہا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا تہا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال مین مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وایہما
اقام البینة تقبل اور مالک اور مضارب مین سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاما فالبینة بینة رب المال فی دعواہ الزیادة
فی راس المال وبینة المضارب فی دعواہ الزیادة فی الربح اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال
کے دعوی مین اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی مین اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بکونہ
فی المقدار لانہ لوکان فی الصفة فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف فقال ہی مضاربة بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک ہی بضاعة
فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کی خلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر خلاف صفت مین ہوگا تو وہان مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسیواسطے
مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہین سو اوس نے کہا کہ وہ میرے پاس بنصف مضاربت کے طور پر ہین اور مضارب نے ہزار منفعت مین حاصل کیے
ہین اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہین نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا وکذا لو
قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعة او ودیعة او مضاربة فالقول لرب المال والبینة بینة المضارب لانہ یدعی علیہ
التملیک والمالک ینکرہ اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہین یا ودیعت ہین یا مضاربت
ہین تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہے اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا
منکر ہے ہم جب اوس نے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹہیرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹہیریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت
مین اوس کا انکار ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر بجای مضاربت اضعہ دیکہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت مین مالک اور وارث دونون
عدم مضاربت پر متفق ہین وان ادعی المالک القرض والمضارب المضاربة فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینة قبلت اور اگر
مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہی اسواسطے کہ منکر ہی تاوان کا اور دونون مین سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت مین ضمان کا
انکار ہی اسواسطے کہ بارہا مذکور ہوچکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان ہو اور قول تو منکر کا قول ہے وان اقاما فبینة رب المال اولی لانہا
اکثر اثباتا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ اوسمین زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادت اثبات کی وجہ یہ ہے کہ مالک کی
برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہو واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص

فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نزع کے اختلاف مین تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا دعوی کرے تو مضارب کا قول معتبر ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو مراد اطلاق کی یہہ صورت ہے کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونون سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعوی کرے اسطرح کہ مین نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت مین عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکو مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص ولو ادعی کل نوعا فالقول للمالک والبینة للمضارب لیقیمها علی صحة تصرفه ولا تکون نفیا للضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اسکو نفی تاوان لازم ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہہ ہے کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہین نہ نفی کیواسطے عنایہ مین جواب اسکا دیا کہ یہہ نفی پر گواہی نہین بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی دیا ہے اسیسبب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اوسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات قضی بالمتأخرة والا فبینة المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینۂ متاخرہ پر حکم ہوگا ورنہین تو بینہ مالک پر ہم بینۂ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم توقیت کی تحت مین دو صورتین ہین ایک یہہ کہ پہلا وقت بیان نہو دوسری یہہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کرین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے دفع الوصی مال الصغیر الی نفسه مضاربة جاز وقیده الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسه من الربح اکثر مما یجعل لامثاله وتمامه فی شرح الوهبانیة وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز مین یہہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اوس سے زیادہ نفع نہ ٹھیراوے جو اپنے مثل کیواسطے ٹھیراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح مین ہے وفیها مات المضارب ولم یوجد مال المضاربة فیما خلف عاد دینا فی ترکته اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مضارب مر گیا اور مضاربت کا مال پایا نہین گیا اوس مال مین جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھیریگا اسکے متروکہ مین ہم اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مر جاوے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اوسپر دین ثابت ہوگا اوسکے متروکہ مین اسواسطے کہ وہ تجہیل یعنے بیان نکرنے سے مستهلک ٹھیرا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوی کرین یا کہین کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو اونکی تصدیق نہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعة مین آویگا وفی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر لیکف عنه ضمن لانه لیس من امور التجارة لکن صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانما یقصد به الاصلاح وسیجیء اخر الودیعة اور اختیار مین ہے کہ مضارب نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنے پرمٹ والیکو تا وہ اوس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اسطرح کا دینا تجارت کے امور سے نہین ہے لیکن مجمع الفتاوی مین عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانہ مین صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہین اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہین اور عنقریب آویگا کتاب الودیعة کے آخر مین وفیه لو شری بمالها متاعا فقال انا امسکه حتی اجد ربحا کثیرا واراد المالک بیعه فان فی المال ربح اجبر علی بیعه لعمله باجر کما مر الا ان یقول المالک اعطیک راس المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب نے بولا کہ مین اسکو رکھ چھوڑونگا یہانتک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اوسکی بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال مین منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اوسکی بیع پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور متیقن ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر یہہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ مین تجھکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دونگا تو مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیة دفع الیه الفا نصفها هبة ونصفها مضاربة فهلکت یضمن حصة الهبة لا الامانة اور بزازیہ مین ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیئے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف ہو گئے ہزار درم تو مضارب کو حصہ ہبہ کا تاوان لازم آویگا انتہی کلام البزازیہ ہم حصۂ مضاربت کی ہلاکی مین اسواسطے تاوان نہین کہ وہ امانت ہے اور حصۂ ہبہ مین اسواسطے تاوان ہے کہ ہبہ فاسد ہے اسواسطے کہ ہبہ شایع ہے محتمل القسمة مین تو موہوب لہ اوسکا مالک نہ ٹھیرا تو اوسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی به انه لا ضمان مطلقا

لا في المضاربة لانها امانة ولا في الهبة لانها فاسدة وهي تملك بالقبض على المعتمد المفتى به كما سيجيء فلا ضمان فيها وبه يتضعف قول الوهبانية واودعه عشرا على ان خمسة له هبة فاستهلك الخمس حتى يضمن يہ مین کہتا ہون قول مفتے بہ یہہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین مطلقا تاوان نہین مضاربت مین اسواسطے کہ وہ امانت ہی اور نہ ہبہ مین اسواسطے کہ ہبہ فاسد ہے اور وہ مملوک ہوجاتی ہی قبض کر لینے سے بنابر قول معتمد مفتے بہ کے چنانچہ اسکا بیان آویگا کتاب الہبۃ مین تو ہبہ فاسدہ مین تاوان نہین اور بموجب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہی وہبانیہ کا یہہ قول اور ودیعت رکھو ایک شخص کے پاس دس درم اسطرح پر کہ پانچ اونمین سے ہبہ ہین سو اوسنے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے شرنبلالی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیئے اور کہا انمین سے پانچ تجھکو ہبہ ہین پانچ تیرے پاس ودیعت ہین سو قابض نے اونمین سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہوگئے تو قابض ساڑہی سات درم تاوان دے اسواسطے کہ خمسہ موہوبہ مضمون ہین قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہی محتمل القسمۃ مین اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درم اوسنے تلف کر ڈالے اونمین سے نصف ہبہ مین اور نصف امانت اور یہہ مسئلہ مبنی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

كتاب الايداع

یہہ کتاب ہی ودیعت رکھنے کے مسائل مین لا خفاء في اشتراكه مع ما قبله في الحكم وهو الامانة پوشیدگی نہین ایداع کے مشترک ہونیمین اوسکی ماقبل کی کتاب کے ساتھہ حکم مین یعنی امانت ہونیمین ایداع اور مضاربت مشترک ہین دونون لہذا مضاربت کے بعد مصنف ایداع کو لایا هو لغة من الودع اي الترك ایداع لغت مین ودع سے ہی یعنی ترک سے ہی ہم ایداع لغت مین عبارت ہی تسلیط غیر سے کسیچیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہی مثلا زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکہا تو زید مودع اور مستودع ہی بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال آور منتقی مین ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہے اور خیانت باعث شقاوت کونین حدیث مین وارد ہی کہ امانت دار ہے مالداری کو کہینچ لاتی ہی اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کہینچ لاتی ہی روایت ہی کہ جب زلیخا محتاج اور اندہی ہوگئی یوسف علیہ السلام کے غم مین تو ایکروز راہ مین کہڑی ہو کر پکارتی کہ اے بادشاہ میری بات سن یوسف علیہ السلام کہڑے ہوگئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجای ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجای مملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچہا کہ یہہ کون ہی لوگون نے کہا زلیخا ہے حضرت نے ازراہ ترحم اوس سے نکاح کر لیا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وشرعا تسليط الغير على حفظ ماله صريحا او دلالة كان انفتق زق رجل فاخذه رجل بغيبة مالكه ثم تركه ضمن لانه بهذا الاخذ التزم حفظه دلالة اور اصطلاح شرع مین ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہی اپنے مال کی حفاظت پر صریحا تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد کی مشک پہٹ گئی سو دوسری مرد نے اوسکو مالک کی غیبت مین اوسکو لیلیا پہر اوسکو چہوڑ دیا تو اوسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اوسنے اوسکی حفاظت لازم پکڑلی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر اس صورت مین تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہہ ہو کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہی اور اوسکی حفاظت پر مددگاری کو پسند کرتا ہی تو گویا مالک نے اوسکو نگہبانی کا امر کر دیا منح الغفار مین ہو محیط سے اور اگر وہ مرد مشک لیگا اور اوسکے قریب نہ جائیگا تو اوسپر تاوان نہین اور اگر مالک موجود ہوگا تو بہی دونون صورتون مین تاوان نہین یعنی اخذ اور عدم اخذ مین والوديعة ما تترك عند الامين اور ودیعت وہ چیز ہی جو امین کے پاس چہوڑ دیجاوے یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکہی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت مین حفاظت اور انتفاع دونون ہین كذا في البرجندي وهي اخص من الامانة لما حققه المصنف وغيره اور ودیعت خاص تر ہی امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہے عموم اور وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہہ ہی کہ امانت اوس کا نام ہی جو غیر مضمون ہو یعنی اوسکا تاوان لازم نہو تو یہہ شامل ہے اون سب صورتون کو جنمین ضمان نہین ہی چنانچہ عاریت اور اجارہ کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصی لہ کے پاس ہو علی ہذا القیاس اور ودیعت وہ ہی جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کیواسطے رکہی جاوے تو دونون مین تغایر ہوا عموم اور خصوص کا عموم اور خصوص کی یہہ وجہ بہی ہی کہ ودیعت وہ شی ہی جو امانت ہو اوسکے مالک کے استحفاظ سے غیر کے پاس قصدا اور امانت کاہی بلا قصد بہی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہی اور امانت عام ہی تو امانت منفرد ہی اس صورت مین کہ ہوا نے کپڑا اوڑا کر ایک آدمی کی گود مین ڈالدیا اور حکم ودیعت کا یہہ ہی کہ اعادہ والی الوفاق سے ضمان لازم نہین ہوتا برخلاف امانت کے کذا في الطحطاوي وركنها الايجاب صريحا كاودعتك او كناية كقوله لرجل اعطني الف درهم او اعطني هذا الثوب مثلا

کہ یہین یعنی التفات وفاق منفرد ہونا ہی

فقال اعطیتک کان ودیعۃ تجرلان الاعطاء یحتمل الھبۃ لکن الودیعۃ ادنی وھو متیقن فصار کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحاً ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تیرے پاس ودیعت رکہی خواہ کنایۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجھکو ہزار درم دیدے یا یہہ کپڑا مثلاً مجھکو دیدے سو اوس نے کہا کہ مین نے تجھکو دیئے تو یہہ ودیعت ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکہتا ہو لیکن ودیعت کمتر چیز ہے اور ودیعت یقینی ہو تو یہہ کنایۃ ٹہیرا ایجاب ودیعت کا مگر کنایہ سے یہان یہہ مراد نہین کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کے طرف بلکہ یہان کنایہ سے یہہ مراد ہو کہ جو ایک شی اور غیر شی دونون کا احتمال رکہے چنانچہ کنایۂ طلاق کذا فی الخطاوی او فعلاً کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم یقل شیئاً فھو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکہدیا اور کچہہ نہ بولا تو یہہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے مضمرات مین ہو کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکہدی پہر وہ لوگ اسکو چہوڑکر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا درصورت تلف ہو جانیکے اور اگر ایک ایک آدمی اوٹہا تو پچہلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہوگیا تو ضمان کیواسطے بہی مخصوص ہوگیا انتہے تو یہہ ایجاب اور قبول دونون فعلی ٹہیرے والقبول من المودع صریحاً قبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت قبول کیا او دلالۃ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ فی حمام بمرأی من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال ھناک کان ایداعاً خانیہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے ہو چنانچہ اگرچپ رہا اوسکے رکہنے کے وقت تو یہہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکہنا حمام مین کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافرخانہ کے مالک اور مہتمم سے کہ کہان اپنا گہوڑا یا اونٹ باندہون سو اوس نے کہا وہان تو یہہ ایداع ہو کذا فی الخانیہ ہم اس صورت مین ایجاب اور قبول دونون دلالۃ ہین وھذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانۃ فیتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال للغاصب اودعتک المغصوب بریٔ عن الضمان وان لم یقبل اختیار او یہہ یعنے ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق مین ہے اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب پر تمامی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکہا تو غاصب تاوان سے بری ہوگیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نکرے کذا فی الاختیار م حق امانت سے مراد یہہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور رد دونون کو شامل ہے کذا فی الطحاوی وشرطھا کون المال قابلاً لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق او الطیر فی الھواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط یہی ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا پرندہ کو ہوا مین ودیعت رکہا تو تاوان لازم نہوگا یعنے اسواسطے کہ یہہ ایداع صحیح نہین اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفاً شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیاً فاستھلکھا لم یضمن ولو عبداً محجوراً ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہہ شرط ہو اوسپر نگہبانی واجب ہونیکی تو اگر ودیعت رکہی صغیر کے پاس سو اوس نے وہ چیز تلف کرڈالی تو اوس پر تاوان نہین اور اگر غلام مجور التصرف کی پاس ودیعت رکہی تو اوسپر تاوان آویگا اوسکے آزاد ہونیکے بعد یعنی الشرط اسکے بالغ ہونیکے وھی امانۃ ھذا حکمھا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولھا اور ودیعت امانت ہی یہہ حکم ہو ودیعت کا ساتہہ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادای ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم ادای ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک نگی کسی انسان کے ناحق مارنیکو تو اوس وقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی مین ہو فلا تضمن بالھلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیاً للزیلعی جب ودیعت امانت ٹہیری تو اوسکے تلف ہو جانیسے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ مین ہو زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ جیر پر حفظ ودیعت کا بقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحاوی مطلقاً سواء امکن التحرز عنہ ام لا ھلک معھا شیء او لا لحدیث الدار قطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہین خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہو کوئی جزو ودیعت کے ساتہہ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنیوالے غیر خائن پر تاوان نہین واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ

اور تاوان کا شرط کر لینا امانتدار پر جیسا کہ حامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظھا
بنفسہ وعیالہ کمالہ اور ودیعت قبول کرنیوالے کو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنی عیال سے اپنے مال کیطرح وھم من یسکن
معہ حقیقۃ او حکما لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کی عیال وہ لوگ ہین جو اوسکے ساتھہ رہتے ہون حقیقۃ یا حکماً نہ وہ لوگ جو اسکی عیال ہین جنکو
وہ نفقہ دیتا ہو ھم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اوسکے ساتھہ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین
مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اوس اجنبی کو دے جو اوسکے ساتھہ رہتا ہے تو اوس پر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین
ہے کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نپایا تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانیسے دوسرے کو ہاتھہ
مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز او زوجتہ ولا یسکن معہما ولا ینفق علیہما لم یضمن خلاصہ تو اگر امانتدار نے
اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتھہ نہین رہتا اور اونکو نفقہ نہین دیتا تو اوسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ ھم
یہہ تفریع ہے سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون در حکم مسکن زوج اور باپکے ہین اور یہی حکم
ہے غلام کا لیکن ولد مین شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل
یعتبران معا عینی اور اسیطرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول
ضعیف یہہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط کونہ ای من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ
ضمن خلاصہ اور اسکی عیال کا امانتدار ہونا شرط ہے دفع ودیعت مین تو اگر اونمین سے کسیکی خیانت اور دغابازی معلوم ہوا اور پھر اسکو ودیعت
غیر کی سپرد کری تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ہلاکی کذا فی الخلاصۃ ھم دو صورتون مین تاوان نہین جب کہ امانتداری معلوم ہوا اور جب کہ مطلق
اسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہے اسکو جائز ہے دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی بعض
من فی عیالہ فدفع ان وجد منہ بدا بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اوسکی بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر
اوسنے اوسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اوسکو اوسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اسکی عیال مین سوای اوس شخص کے اور شخص بھی ہو کذا ذکرہ ابن ملک
تو اوسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اوسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال مین نہو تو اوسکے دینے سے تاوان نہ آویگا ولو حفظہا بغیرھم ضمن وعن محمد
ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ ومأذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ
المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوای اپنی عیال کے تو اوسپر تاوان آویگا اور محمد سے روایت یہہ ہے کہ اگر حفاظت
کروائی اون لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے چنانچہ اوسکا وکیل اور غلام ماذون اور اوسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہے
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہے اس پر ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح مین اور اسکے سوا اور علمانے بھی اسی قول پر اعتماد
کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہے ھم نہایہ مین یہہ فتوی تمرتاشی کیطرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوانی کے طرف
کی ہے ولھذا تحفہ مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اوسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت
کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق او الغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے
مین تاوان ہے مگر جب کہ مستودع آگ کی جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہو
اسواوس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان
اوس پر آویگا ھم حموی نے کہا یہہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو
کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاھا فوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن زیلعی بخوف حرق یا غرق مین تاوان

نہین مگر جب مستودعکو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اوسنے ناو پر سے پہینکدیا سو وہ پہلے سے دریا مین گر پڑی
یا ڈہلک کر گر پڑی تو اوسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنے اسواسطے کہ اوسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا فان ادّعاہ ای الالقاء لحاجةٍ ای
فَلاكِ الغرق مثلاً فان علم وقوعه ای الحرق ببینة ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی مین رکہدینے کا
دعوے کیا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اوسکے گہر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسیطرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق فی
دارہ لا یصدق الا ببینة فحصل بین کلامی الخلاصة والہدایة التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اوسکے گہر مین وقوع آتش زنی معلوم
نہو تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام مین توفیق حاصل ہوگئی یعنی خلاف زائل ہوگیا اور
خدا ہی کیجانب سے توفیق ہے خیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اوسکے گہر مین معلوم ہو تو اوسکا قول مقبول ہے اور نہین تو
مقبول نہین اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اوسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہے تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجئے تو دونون
عبارتون کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہہ توفیق ذخیرہ مین منقول ہے سنئے سو ولو منعه الودیعة ظلما بعد طلبه لرد ودیعته فلو حملها الیه
لم یضمن ابن ملک بنفسه ولو حکما کوکیله بخلاف رسوله ولو بعلامة منه علی الظاہر قادرا علی تسلیمها ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو
ودیعت ندی ازراہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہے چنانچہ اوسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر
قادر ہے تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کے طرف اوٹھالیجانیکے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان ندیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان
یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اوسکے ندینے سے تاوان نہین اگرچہ مالک کیجانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایة کے والا بان کان
عاجزا او خاف علی نفسه او ماله بان کان مدفونا معها ابن ملک لا یضمن لعدم الظلم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اسطرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا
ہو اپنی جان یا مال پر اسطرح کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتہہ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان ندیگا جیسے طلبگاری مالک جفا کار کے ندینے مین
تاوان نہین ہم محیط مین ہے کہ اگر ایام فتنہ و فساد مین ودیعت مانگی اور اوسنے کہا کہ مین اسوقت مین اوسپر قادر نہین ہون اسواسطے کہ دور رکہی ہے یا وقت
تنگ ہے پہر اوسکے طرف تحقیق ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بہی لٹ گئی تو اوسپر تاوان نہین اور اوسکا قول مقبول ہے انتہے مالک ظالم کی صورت یہہ ہے
کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنیکے واسطے تو ندینے مین تاوان نہین یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہین اور اسیطرح اگر مولے اپنے غلام
ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولے کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعة سیفا اراد
صاحبه ان یضرب به رجلا ظلما فله المنع الی ان یعلم انه ترك الرأی الاول وانه ینتفع به علی وجه مباح جو اگر ودیعت
تلوار ہو مالک اوسکا چاہتا ہو کہ اوسکو لیکر کسی مرد کو اوسپر ناحق قتل کرے تو اوسکو تلوار کا ندینا جائز ہے یہان تک کہ اوسکو معلوم ہو جاوے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنی
قتل ناحق کو ترک کردیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امرأة کتابا فیه اقرار منها للزوج بمال او بقبض
مهرها منه فله منعها لئلا یذهب حق الزوج خانیه چنانچہ عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکہی جسمین عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لینے کا
تو مستودعکو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو ندیوے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیه ومنه ای من المنع ظلما موته ای موت المودع مجہلا فانه
یضمن فتصیر دینا فی ترکته اور منجملہ منع ناحق سے ہے مرجانا مستودعکا بلا بیان ودیعت سو اوسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکور دین ہوجائیگی اوسکے ترکہ
مین ہم جب اوسنے بیان نکرو یا کہ یہہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ مستہلک ٹہیرا اس تجہیل اور عدم بیان سے لہذا تاوان اوسپر لازم آیا الا
اذا علم ان وارثه یعلمها فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اوس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہین ولو قال الوارث انا
علمتها وانکر الطالب لو فسّرها وقال هی کذا وانا علمتها وهلکت صُدِّق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ مین ودیعت کو جانتا ہون اور
طالب ودیعت اوسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کہول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے اور مین اوسکو جانتا تہا وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق

ہو گی یعنے مورث پر تاوان نہ آویگا ھٰذا وما لو کانت عندہ سواء الا فی مسئلۃ وھی ان الوارث اذا دل السارق علی الودیعۃ لا یضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصہ یہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونون برابر ہین عدم ضمان مین در صورت عدم تعدی مگر ایک مسئلہ مین برابر نہین اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتا دے تو اوسپر تاوان نہین اور ودیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو بتا دیگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اوسنے ودیعت سارق کو بتا دی پھر سارق جب لینے آیا تو اوسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اوس پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر الامانات فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہو جاتی ہین یعنے اون کا تاوان لازم ہو جاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند ہے عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر الا فی عشر علی ما فی الاشباہ مگر دس مسئلون مین موت بلا بیان سے تاوان نہین کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا یضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اوسپر تاوان نہین قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ اشباہ ای لثمن الارض المستبدل لہ قلت فلیعن الوقف بالاولی کما لا دام الموفق علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواھر وقید موتہ بحثا بالفجأۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فکان واقعا ظالما فیضمن ورد ما بحثہ فی النفع الوسائل فتنبہ مصنف نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاوے بلا بیان بدل وقف کے تو اوسپر تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن مین کہتا ہون تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولے اوس پر تاوان ہے چنانچہ دراہم وقفے کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا کچھہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ مین اور صاحب زواہر نے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اوسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھیرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے جسکو ذکر کیا ہے جس کی النفع الوسائل مین طرسوسی نے بحث کی ہے تو خبردار رہیو ہم مصنف کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف مین اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین ہے اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین من حیث البحث یہہ تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اوسنے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اوسپر تاوان ہے اور نہین تو یون کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود ہے ہین الناس اور دیندار ہو تو تاوان نہین شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹھیرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسپر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہے جس پر مشائخ اعلام ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی زاد فی الاشباہ عند من اودعہا ولا بد منہ لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور ازانجملہ یہہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہے کہ قاضی اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اوسنے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مرجاوے تو اوسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اوسنے غیر شخص کے پاس ودیعت رکھی اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے بر قول معتمد کذا فی تنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور ازانجملہ یہہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین ہے اور ازانجملہ صبی جب کہ بلا بیان مرجاوے اور ازانجملہ باپ جب کہ بلا بیان مال صغیر مرجاوے اور ازانجملہ وارث ہے جب کہ بلا بیان مرجاوے کہ اوسکے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور ازانجملہ اوس شخص کی موت بلا بیان ہے جسکے گھر مین آندھی سے اوڑ کر کوئی چیز گر پڑی اور ازانجملہ موت غلام سے بلا بیان یعنی اوسکے موت نے

اوسکو گہر مین کون چیز بدون اوسکے امر کے رکہی اور ماز انجملہ موت صغیر سے بلابیان ودیعت غیر کے سوان مین تاوان نہین امین پر کذا فی
الطحاوی عن الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ
ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ
اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہین ہی مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ مصنف نے اپنی شرحین یہان یعنی کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ
مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ حق یہ ہے کہ شریک مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصے کا اپنی موت بلابیان سے اور اسکا مخالف
قول غلط ہی مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکہا ہی تو مستثنی نو مسئلے باقی رہگئے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم یعنی صاحب
اشباہ نے دس مسئلے مستثنی کیے تہے جن مین امین کی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بہی تہا پہر جب شریک پر ضمان حق
ٹہیرا تو فقط نو مسئلے مستثنی باقی رہگئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ ووصی القاضی وستۃ من
المحجورین لان الحجر یشمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ پر
نو مسئلے اور زیادہ کیے ہین یعنے دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چہہ شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہے کیونکہ
حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہی ہم چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہے تو محجورین سے چہہ شخص باقی
رہگئے والمعتوہ کصبی فلو بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل
صغیر کے مانند ہی اور اگر صغیر بالغ ہو پہر بلابیان مرجاوے تو اوسپر ضمان نہین مگر جب کہ گواہ یہہ گواہی دین کہ ودیعت اوسکے ہاتہہ مین تہی بعد اوسکے بالغ
ہوجانیکے بسبب دور ہوجانے مانع ضمان کے یعنے طفلی نرہی بعد بلوغ کے جو مانع تہی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ مأذونا وماتا قبل البلوغ
والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہون یعنے ماذون التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبول
ودیعت مین کما فی الوجیز پہر دونون مرجاوین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو دونون پر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر مراد ہے
اور وجیز نام ہی اوسکی شرح کا کذا فی الطحاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم عاطفا علی بیتی الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنی مسئلے اٹہارہ تک
پہنچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی ہذہ ه وکل امین مات والعین حصرت + وما وجدت عینا فذا یتصیر
سوی متولی الوقف ثم مفاوض + ومودع مال الغنم وہو المؤمر + اور وہ چارون بیتین یہہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تہا
اور جو امانت کہ اوسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہوجاتی ہے اوسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پہر سوا شریک مفاوض کے
اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہوچکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہی ه وصاحب
دار القت الریح مثل ما + لو القاہ ملاک بہا لیس یشعر + کذا والد الجد وقاض وصیہم + جمیعا ومحجور بوارث یسطر + اور وہ صاحب خانہ
جسکے گہر مین ہوا نے کچہہ ڈالدیا مانند اوس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گہر مین ڈالدیا اور صاحب خانہ اوس سے خبر نہین اسیطرح والد اور دادا اور
قاضی اور ان سب تینون کے وصی اور شخص محجور التصرف پہر بعد اسکے وارث مرقوم ہی ہم محجور الانواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہے تو یہہ سب اٹہارہ امین
ہوئے جنکی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز
الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتہہ ہم جنس ودیعت
یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اسطرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہوسکتی مگر مشقت سے
چنانچہ گیہون کا ملانا جو کے ساتہہ اور کہرے درمون کا ملانا کہوٹے درمون کے ساتہہ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دیگا بسبب تلف کردینے
مودع کے ملا دینے سے ہم امام کے نزدیک خلط استہلاک ہی لہذا اوسپر ضمان لازم ہی خواہ خلط بطور تعدی ہو یا ورثہ کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون کے ساتہہ خواہ
پس ہوجانا ہم

خلط بطور مجاورت کے ہو چنانچہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکہ کا سرکہ سے فلن لایباح تناولہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوط کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وعدم الابراء اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنے اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے اور ہر کا حق عین اور دین سو ساقط ہو گا ابراء سے کذا فی البحر ولو خلطه بردئ ضمنه لانه عیبه وبعکسه شریک لتعدیه مجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا تاوان دے اسواسطے کہ اوسنے اسکو عیبدار کر دیا اور اسکے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہی مالک کا بسبب تعدی عیب کے کذا فی المجتبی وتلف باذنه اشترکا شرکة املاک کما لو اختلطت بغیر صنعه کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کر ساتھ مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت مل جاوے بغیر صنعت مودع کے جیسے تیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے درمون کے ساتھ مل گئے تو دونون شریک ہوینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطها غیر المودع ضمن الخالط ولو صغیرا ولا یضمن ابوه خلاصه اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کی باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی الخلاصة ولو انفق بعضها فرد مثله فخلطه بالباقی خلطا لا یتمیز معه ضمن الکل لخلط ماله بها اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر اوسکی پھیر دی پھر اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اسطرح ملا یا کہ باقی علیحدہ نہیں ہو سکتی اوس خلط کرنیکے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اوسپر لازم ہو گا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنیکے سبب سے اور بعض باقی کا خلط کرنیسے تو وہ متعدی ہوا انفاق سے اور جو اوسنے پھیر دیا وہ اسکی ملک پر باقی ہی کذا فی البحر فلو اتی القیمی وانفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق احدهما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اوسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اوسمین داخل نہیں کی یا اوسکے پاس دو ودیعتین رکھی ہین سو اوسنے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اوتنا تاوان دیے جتنا اوسنے خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبی وهذا اذا لم یضره التبعیض اور یہ ضمان بقدر انفاق اسوقت ہی جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نکرتا ہو ہم یہہ مرتبط ہی انفاق اور عدم رد سی بحر الرائق مین سے رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نکریگا تو فقط اوسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اوسنے صرف کیا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہی اور اسمین کچھ عیب نہیں لگ گیا اسواسطے کہ وہ اوس قسم سے ہی جسکو تبعیض مضر نہیں اسواسطے کہ گفتگو اسمین ہے جبکہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہولیتے اور مین نے یہہ مصرح نہیں دیکھا کہ جب اوسنے ودیعت کو خرچ کر دی جسکو تبعیض مضر ہے کہ اسمین تمام کا تاوان ہی یا بقدر خرچ اور نقصان باقی کا تو اوسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی واذا تعدی علیها فلبس ثوبها ودبت دابتها واخذ بعضها ثم رد عینه الی یده حتی زال التعدی زال ما یودی الی الضمان اور جب کہ اوسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اوسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی اپنے قبض اور حفظ کے طرف یہانتک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کے طرف مودی ہے یعنی تعدی رد کرنے سو دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی ان لم یکن من نیته العود الیه اشباه من شروط النیة رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہی جب کہ اوسکی نیت مین اوسکو طرف عود کرنے کا ارادہ نہو چنانچہ اشباہ مین ہے شروط نیت کے بیان مین ہم ذکر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اوتار رکھا اور اوسکا ارادہ یہہ ہے کہ اوسکو دن مین پھر پہنیگا پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا کذا فی الطحاوی ومن جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالا لم یبرأ لعملهما لانفسهما بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارة او استئجار ومضارب ومستبضع وشریک عنانا او مفاوضة ومستعیر لرهن اشباه بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونون تعدی زائل کر دین تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہی بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استئجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اوس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہہ صورت ہی کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہان سے آگے بڑھ گیا پھر اوسی مکان مین پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہو گا تو تاوان اسپر لازم ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے وکیل بیع کی تعدی کی یہہ صورت ہی کہ جس کپڑے کی

بیع کا وہ وکیل ہوا اسکو پہنا پہر ترک استعمال کیا پہر وہ ضائع ہوگیا تو اوسپر تاوان نہین آور وکیل استیجار کی یہہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیکر ایک گہر اوسکو کرایہ لے دی سو وکیل نے دوکان کے کرایہ مین دراہم دیئے پہر پہیر لیئے بعینہا سو وہ تلف ہوگئی تو تاوان نہین آور مستعیر رہن کی یہہ صورت ہی کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اوسکو گرو رکہہ لے پہر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکہنے سے پہلے پہر اسکو لیکے مال پر جو اسکی قیمت کے برابر ہو گرو رکہا پہر اوس نے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چہوڑا یہانتک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین اور ان مسئلہین یہہ قید ضرور ہی کہ تعدی کے بعد رہن بہی رکہو تو اگر تعدی کے بعد رہن نرکہے گا اور وہ ضائع ہوگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اوس مسئلہ مین جو متن مین مذکور ہے اور یہہ مسئلہ مستثنے ہی مسئلہ مستعیر سے جو متن مین مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مختصرًا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازاله لا یزول الضمان الا فی ھذہ العشرۃ اور حاصل مقام یہہ ہے کہ امانتدار جب کہ تعدی کرے پہر تعدی دور کری تو اوسپر تاوان زائل نہین مگر ان دس مسائل مین تاوان زائل ہوجاتا ہے لان یدہ کید المالک مودع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہین کہ مودع کا ہاتہہ اور قبضہ مالک کے قبضے کے مانند ہو طحطاوی نے کہا یہہ علت ہے مسئلہ ودیعت کی جو متن مین مذکور ہے انتہی اور ایک نسخہ مین یون ہے لان یدہم کید المالک یعنے اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہے اور یہی نسخہ مناسب مقام ہی واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول له وقیل للمودع عمادیہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کری ازالہ تعدی مین تو اوسیکا قول یعنے مالک ہی کا قول مقبول ہے اور بعضون نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہی کذا فی العمادیۃ وبخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اسطرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہین رکہی پہر ودیعت کا اقرار کیا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شرطون کے بعد جنکو مصنف آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ھبۃ او بیعًا لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنی درصورت تلف ودیعت اوس پر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوی سے وقید بقوله بعد طلب ربہا ردھا فلو سألہ عن حالہا فجحدھا فھلکت لم یضمن مجو مصنف نے اقرار بعد انکار مین یہہ قید لگائی کہ ودیعت کے پہیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچہا کہ وہ کسطرح ہی سو اوسنے ودیعت کا انکار کیا پہر ودیعت تلف ہوگئی تو اوسپر تاوان نہین کذا فی البحر وقید بقوله ونقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنف نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اوسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے اوٹہا لیجائیگا پہر وہ تلف ہوگی تو اوسپر تاوان نہوگا کذا لمنی الخلاصۃ ھم عدم نقل حالت انکار پہر صادق ہے کہ مطلقا نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہہ ہے کہ انکار کے زمانے مین اوس نے نقل ودیعت کی اور یہہ مراد نہین کہ وقت حقیقے انکار مین نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہہ صورت نادر الوجود ہی وقید بقوله وکانت الودیعۃ منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندھما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول مین تاوان نہین انکار سے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے قول اصح مین کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی ھم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچہہ حاجت نہتی وقید بقوله ولم یکن ھناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانہ من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہان یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا سو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہی وقید بقوله ولم یحضرھا بعد جحودھا لانہ لو جحدھا ثم احضرھا فقال له ربہا دعہا ودیعۃ فان امکنہ اخذھا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اوسکے انکار کے مودع حاضر نکری اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پہر اسکو حاضر کرے سو اوسکا مالک اوس سے کہے اوسکو چہوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے

تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اوسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ یہہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے سپرد نیا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقیدنا بقولہ لمالکہا لانہ لو جحدہا لغیرہ لم یضمن لان جحود من الحفظ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرے اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اوسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے ہم حاصل متن یہہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطون سے تاوان لازم آتا ہے اشرط یہہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہہ کہ ودیعت کو نقل کر چکا ہو ۳ یہہ کہ زمانہ انکار مین نقل ہوئی ہو ۴ یہہ کہ ودیعت منقولات سے ہو ۵ یہہ کہ انکار کیوقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶ یہہ کہ ودیعت کو انکار کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فاذا اقمت ہذہ الشروط لم یبرأ باقرارہ الا بعقد جدید ولو یوجد پس جب کہ یہہ شرطیں پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہوا اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین ہے ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک وبرہن علیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پہر دعوی کیا کہ اوسنے ودیعت کو پہیر دیا بعد اسکے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فی الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ چنانچہ اگر گواہ لایا کہ اوسنے ودیعت سپرد کی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار از راہ غلط کیا یا مین بہول گیا تہا یا مجھکو یہہ گمان تہا کہ مین ودیعت دیچکا ہون تو برہان اوسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہا حلف المالک ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان نکل بری وکذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوی کیا ودیعت کے ہلاک ہونیکا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاویگی کہ وہ اوسکو یعنی ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے اگر مالک نے یہہ قسم کہائی تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک نے قسم نکہائی تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم قاضی مالک سے اسوقت قسم لیگا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہو جانے پر گواہ نلاسکے اور عاریت کی یہہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی ویضمن قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اوسکا تاوان لیا جائیگا اگر اوس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف مضارب جحدہا ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اوس مضارب کے جسنے انکار کیا پہر خرید کیا تو اوسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ہم منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب سے جب کہ صاحب مال نے کہا کہ تو نے مجھکو کچہہ نہین دیا پہر بولا کہ ہان دیا ہے مجکو پہر مال سے کچہہ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اوسکے پس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہہ ہے کہ وہ ہر حال مین ضامن ہو استحسان مین جب کہ اوسنے انکار کیا پہر اقرار کیا پہر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پہر خرید کریگا پہر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور متاع اوسکی ہوگی انتہی تو اگر شارح یون کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن تو ٹہیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل عند عدم نہی المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا در صورت نہ منع کرنے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر ہم جوہرہ مین حمل کی تفسیر یون کی ہے کہ جسکے اوٹہانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو فلو نہاہ او خاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کر دیا یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور باوجود اسکے سفر مین لیجاوے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتہہ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبۃ صاحبہ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکہی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسا کہ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو جیسا کہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین یہہ کہ اون مین سے ایک شخص کا حصہ دیدے دوسرے شخص کے پیچہے ہم قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا

ف یعنی مضارب نے مضاربت کا انکار کیا پہر اقرار کیا پہر خریدی تو ضامن نہوگا

خلاف ہی یعنی اونکے نزدیک اوسکا حصہ دینا جائز ہی ولو دفع ہل یضمن فی الدر نعم وبعض البحر الاستحسان لا فکان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اوسپر تاوان آویگا یا نہین در رمین ہے کہ ہان تاوان آویگا اور بحرالرائق مین ہی کہ استحسان مین اوسپر تاوان نہین پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا مطحاوی نے علامہ مقدسی سی نقل کیا کہ یہہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہین فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ کمرتہنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رہن ووکیلی شراء سواگر ودیعت رکہی ایکمرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہی تو دونون مرد اسکو بانٹ لین اور ہر مرد اوسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے دو وکیلون کے ہم قسمت پذیر سی مراد مکیلات اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار نہو جاے تقسیم سی خرید کے دو وکیلون کی یہہ صورت ہی کہ اونکو مثلا ہزار درم دیئے غلام کی خرید کرنیکو تو دونون ہزار کو قسمت کرلین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اوسپر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہی کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی فلو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسری مودع کو دیدے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف ما لا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اوس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اوسمین دافع پر تاوان نہین بسبب جائز ہونے ایکشخص کی حفاظت کی دوسری کے اذن سے ہم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہوجاے کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ او احرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سی کہا کہ میری ودیعت مت دیجیو اپنی عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹہری مین سو مودع نے ودیعت اوس شخص کو اپنی عیال مین سی دی جس سے اسکو چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اوس گہر کی دوسری کوٹہری مین تو اگر اوس گہر کی کوٹہریان محفوظ ہونیمین برابر ہون یا دوسری کوٹہری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹہری سی ہو تو اوسپر تاوان نہ آویگا یعنی درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکور مفید نہین لہذا معتبر نہین ہم عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہی اوسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا ہہ اوس صورتین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنیسے منع کردیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا دالا ضمن لان التقیید مفید اور اگر دیدیا تو تاوان دیگا اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہی ہم یعنے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلا اوس زوجہ یا اوس غلام کو سپرد کرے جسکو دینے سی مالک نے منع کردیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹہری مین حفاظت قلیل ہو اسطرح پر کہ اسکی پشت راہ کے طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ شرط معتبر ہی کیونکہ بعضی عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت مین بہوت متفاوت ہوتے ہین بدائع مین ہی کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اوسمین فائدہ بہی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بہی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہی مودع کا مودع مثلا زید نے خالد کے پاس ودیعت رکہی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول سے جدا ہونیکے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ہم یہہ امام کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالک ہلکت عند الثانی وقال بل ردہا وہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اوس نے مجھکو پہیر دی تہی اور میری پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہوجانیمین اوسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ ہم یعنی اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پہیر دی سو میری پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی

الفقہاء اذا خلط فدفع ثوب رجل لغیرہ فقطعہ فکلاھما ضامن کذا فی المجتبی ہی کہ جب دہوبی چوک جاوے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے
پہر دوسرا شخص اوسکو قطع کر ڈالے تو دونون شخص یعنے دہوبی اور قاطع ضامن ہین ہم یعنی مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دہوبی سے تاوان لے
تو دہوبی قاطع سے پہر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دہوبی سے نلے قواعد فقہ اسکو مقتضے ہین کذا فی الطحاوی یعنی یہہ تفصیل بحث ہی نہ روایت
مذہب وعن محمد اصاب الودیعۃ شئ فامر المودع رجلا یعالجہا فعطبت من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج
رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچہہ بیماری ہوگئی سو مودع نے
ایک مرد سے کہا کہ اوسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اوسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع
سے پہیر لے اگر معالج جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نکریگا انتہی شفی المجتبی بخلاف مودع الغاصب
فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اوسکے مودع سے ہم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع
سے اسواسطے کہ اوسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اوسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع علی الغاصب ولو علم
علی الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جب مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے
پہیر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اون لوگوں کے جسکو قہستانی و باقانی اور برجندی وغیرہ نے نقل کیا کہ
درصورت علم کے رجوع نہیں تو خبردار رہو اس اختلاف سے معہ الف ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما
فہو لہما وعلیہ الف اخری بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اور دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ دہ ہزار اوسکے ہین اوسنے اوس
شخص کے پاس ودیعت رکہی ہین یعنی دونون کے گواہ نہین سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اوسنے دونون کے واسطے قسم نکہائی تو وہ ہزار دونون میں
مملوک ٹہیرینگے اور اوس شخص پر ایکہزار درم اور واجب الاداء ہونگے جو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہونگے ہم قسم نکہانا اقرار ہوا دونون دعوون کا
لہذا ایک ہزار اوسپر اور تاوان آئے ولو حلف لاحدہما ونکل للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کہائی اور
دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اوس مدعی کو ملینگے جسکے واسطے اوسنے قسم نکہائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا
حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دئے اور کہا کہ یہہ ہزار درم آجکے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اوسنے
اوسکو نہین پہنچایا یہان تک کہ وہ تلف ہوگئے تو اوس سے تاوان نلیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسپر کرنا لازم نہین کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال
افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیہ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اوٹہالا
ودیعت کو سو کہا اوسنے کہ مین یہہ فعل کرونگا پہر وہ نہ اوٹہالایا یہان تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوگئی تو اوسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ مودع پر
تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنی فلانیکو دینا یا مالک کے طرف ودیعت کا اوٹہالانا اوسپر واجب نہین ہی جسکے نکرنے سے تاوان اوسپر لازم ہو بلکہ مالک اور
ودیعت مین تخلیہ البتہ اوسپر واجب ہی قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبہ فی الدفع فلان وضاعت
الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیہ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے سو اوسنے کہا میں نے اوسکو دی اور فلانے
شخص نے اپنے مین اوسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتہہ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ قال المودع
ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع نے شروع سے کہا مین نہین جانتا
ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اوسپر تاوان نہین بر قول صحیح تر چنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر وہ جاتی
رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن
بخلاف قول مودع کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مین ودیعت رکہدی یا دفن کردی اپنے گہر مین یا کسی اور جگہہ مین

تو اسپر تاوان آویگا ہم کہتے ہیں اوسنے کہا فتاوی عالمگیری مین عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بولا کہ مین نہین جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی تو
تاوان اسپر نہین ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لایضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا
مکان بیان نکیا لیکن اوسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اوس مکان سے جسمین دفن تہی تو اوسپر تاوان نہین اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے **فروع** مسائل متفرقہ
شارح نے کہا هدد المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دہمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر
مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اوسنے بعض مال دیا تو اوسپر تاوان نہین وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونیسے یا بیڑی
ڈالنیسے ڈرا اور اوسنے مال دیدیا تو اوسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ ماله کله فهو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چہین جانیسے ڈرا تو وہ عذر ہے
فتاوی عالمگیری مین ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اوسکے مال کے تلف کرڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اوسپر تاوان آویگا اگر اوسکے پاس مال بقدر کفایت
کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اوسپر تاوان نہین کما لو کان الجائر ہو الاخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیۃ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی
بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہین کذا فی العمادیۃ ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمین نہین ہے
خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر الی الحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسدت فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانیکا تو مودع یہ حال
حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچڈالے اور اگر حاکم سے نکہا یہانتک کہ ودیعت بگڑ جاے تو اوسپر تاوان نہین ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہین فتاوی عالمگیریہ مین ہے
کہ اگر اوس شہر مین حاکم نہو تو خود مودع اسکو بیچڈالے اور اسکا ثمن رکہہ چہوڑے ولو انفق علیہا بلا امر قاض فهو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچہہ
خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنیوالا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہین لیسکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرهن فهلك حالة القراءة
لا ضمان لان له ولایۃ هذا التصرف صیرفیۃ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف مین پڑہا سو مصحف تلف ہوگیا پڑہنے کیحالت مین تو اوسپر تاوان نہین ہے اسواسطے
کہ مودع کو اس قدر فعل یعنے پڑہنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیۃ ہم کتاب العاریۃ کے اخیر مین مذکور ہوگا کہ کتب علم مین نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق سے (یعنی ورق گردانی سے)
ضرر نہو اور یہ اسطرح ہے جیسے کسیکی دیوار کے سایہ مین بیٹہنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے اور فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پاس طبق ودیعت
رکہا سو اوسنے خم یعنی مٹکے کے سر پر رکہا سو تلف ہوگیا تو اگر رکہنا بر وجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہین ہے تو تاوان نہین ہے اور اسکی معرفت کا
طریقہ یہ ہے کہ اگر مٹکے مین پانی یا آٹا ہو تو رکہنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہین کذا فی الطحطاوی قال وکذا الوضع السراج علی المنارۃ
صیرفیہ کو مصنف نے کہا اور اسطرح اگر ودیعت کا چراغ مناری پر رکہدے تو تاوان نہین در صورت تلف ہوجانیکے ہم مناری سے مراد محل نور ہے ودیعہا اودع صکا وعرف
اداء بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس المودع الصك ابدا اور صیرفیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت
رکہا اور ادای بعض حق معلوم ہے اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ہے ادای بعض حق کا تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکہے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ شلا زید کی محمود پر سو درم
تہے سو محمود نے زید کو سو درم کا تمسک لکہدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکہا پہر محمود نے پچیس درم شلا زید کو ادا کئے اور یہہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مرگیا اور
اوسکا وارث پچیس درم کے دینے کو نہین مانتا ہے تو حامد کو چاہئے کہ تمسک محمود کو اوسکے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہہ مشہور پر محمول ہے جب کہ
مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک کیطرف ورنہ خط ثبت حق نہین انتہی وفی الاشباہ لایبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ مین
ہے کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگون کا ظاہر عدم برات مشہور ہے مین جب کہ دین مستغرق ہو اور وارث مؤتمن ہے
چنانچہ ودیعت مین یہی شرط ہے جب مودع مات ہو کر ودیعت ہے کذا فی الطحطاوی ومن الحیل لیس للسید اخذ ودیعۃ العبد میاکو جائز نہین غلام کی ودیعت
لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو مگر جب یہ گواہ قائم ہو کہ یہ میرا مال ہے العامل لغیرہ امانۃ لا اجر له الا الوصی والناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کے
واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اوسکے واسطے اجرت نہین مگر وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت شایان ہے جبکہ دونون عمل کرین ہم وصی سے وہ مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر
کیا اجرت معین کیساتھ اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہین ہے کذا فی الاشباہ قلت فعلم منه ان لا اجر للناظر فی المستغل اذا احیل علیه المستحقون

منہ

اقالہ عفظ مین کہتا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کی اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہین پڑی ہوئی مکان مین جبکہ مستحقین وقف کو اوسکے باٹنے کا حوالہ کر دیا
گیا ہو تو اسکو اور کہنا چاہیے کہ مطحاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالے نے اسی اجرت مشروط ہو گی تو ناظر کو ملیگی دفی الوھبانیۃ ۵ و ذا فیہ کلف مُقرضٍ تا و مُقارضا + و دیج العوارض الشرط جاز ق
یغذ ۵+ اور وہبانیہ مین ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت مین دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کیواسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے یعنی ایک شخص دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض اور نصف بطور مضاربت
اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھیریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہو گئی تمام نفع کی شرط لگا کر صاحب مال
کیواسطے تو مضاربت منقلب ببضاعت ہو گئی وجہ ممنوع ہونیکی یہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کے واسطے
اور تاوان بھی دونون پر ہے اسواسطے کہ دونون ہزار مین شریک ہین کذا فی الطحطاوی ۵ وان یدعی والمال قرضًا وخصمہ + قراضًا فذی قل لمالک قد قیل
یجد ذا + اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اوسکا مخاصم مضاربت کا دعوے کرے تو بعضون نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق ہے مقبول ہے اور دوسرا قول
یہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے ۵ وفی العکس بعد الربح فالقول قولہ + کذلک فی الابضاع
ماتغیرا + اور اسکے برعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت دینے کے اختلاف مین حکم متغیر نہین ہوا ہم برعکس کی صورت یہ ہے کہ
مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب
گویا تاوان کا لازم ہونا ہے اور ابضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ مینے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول
ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وان قال قد ضاعت من البیت وحدھا + یصدق وقیل تحلف فقد تصدق + اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت گھر سے ضائع
ہو گئی تو یہ قول صحیح ہے یعنے صادق ہے اور قسم لیجائے اسواسطے کہ یہ صورت ہو سکتی ہے یعنی سوائے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہونا متصور ہے اسواسطے کہ
سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا لیجاتا یا کہ وہی چیز اوسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی ۵ و تارک فی قوم لامر صحیفۃ + فراحوا ذا
یضمن المتاخر + اور ایک قوم مین ودیعت کا چھوڑنیوالا بوسطہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہو گئی تو پچھلا شخص جانیوالا تاوان دیگا
شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اوسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہو گئی تو تاوان بھی اوسی پر مخصوص ہو گیا تو اگر سب کے سب لوگ ساتھ ہی اٹھے تو سب پر تاوان ہے
کذا فی الطحطاوی ۵ و تارک نشر الصوف صیفًا فعث لم + یضمن دقرض الفار بالعکس یوثر + اذا لم یسد الثقب من بعد علمہ + و لم ینذر
المالک ما ھی تنقر + اور گرمی کے موسم مین صوف پھیلانیکا ترک کرنیوالا مودع یعنے مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیڑا کھا گیا تو مودع پر تاوان نہیں اور کیڑے نے کہا تو تاوان لیا
جائیگا اسواسطے کہ اوسنے ودیعت کی حفاظت کی جسطرح کہ اوسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اسکے ہے کہ مودع پر تاوان ہے
جب کہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اوسکے دریافت ہونیکے یا کہ مالک ودیعت خبر نکردے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے یعنی
جب کہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اوسکو اوس مکان مین رکھی جسمین سوراخ نہین پھر اوسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اوسپر تاوان نہین پھر
اور اگر اوس مکان مین سوراخ ہے اور مودع اوسکو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کر دی سوراخ کی تو اوسپر تاوان نہین اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود دانستہ
سوراخ بند نکیا تو اوس پر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنیسے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع
سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہو گیا اوس مکان مین رکھنے سے باوجود سوراخدار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ واو قولہ ولم ینذر کا بمعنی او ہے کذا فی الطحطاوی
قلت بقی تو سئل ھا مرۃ نفخہ الفار و افسدہ لم یذکر و ینبغی تفصیلہ کما قد مر مین کہتا ہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایک بار سوراخ بند کر دیا
سو چوہے نے اوسکو کھولدیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اسکا حکم مذکور نہین اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو ہم تفصیل ذکر کرتے ہیں یعنی اگر
طرح سے کہ یا مالک سوراخ کو بتا دے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کرے تو تاوان اوس سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین بعض علماء نے
نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ مین ہے کہ ودیعت سپرد کرنی کی مؤنت مالک پر ہے نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام مین ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہین

ماعون اوس چیز سے عبارت ہی جسکی عاریت دینی کی لوگون مین عادت ہو پہر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹہیرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کا گہوڑا جسکا مندوب نام تہا بطور عاریت کے لیا تہا تو اسمین اختلاف ہی کہ عاریت دینا مستحب ہی یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود واخرھا عن الودیعۃ لان فیہا تملیکا ولان اشترکا فی الامانۃ مصنف نے پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع کی تملیک ہی اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہین ھ یعنی عاریت مین تملیک ہی اور ایداع بہی ہی تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہی مرکب سے اور مرکب موخر ہی مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانہا لاتکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینی کی عمدہ خوبیون سے حق تعالی کی نیابت ہی عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر محتاج کو اسواسطے قرض کے مانند ہے یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہی بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حق تعالی کا نائب ہوا فریادرسی مین تو عاریت دینی والا متخلق ہوا اخلاق فریادرسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی ایمومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر اسیواسطے یعنی بسبب محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہی تو ثواب میں اور قرضکا ایکدرم اٹہارہ درم کے برابر ہے ھ یعنی قرض نہین لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہی اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہی صدقہ کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرضکا ثواب اٹہارہ گنا اسوجہ سے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہی تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرضکا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹہیرا لیکن صدقہ مین صدقہ کرنیوالیکے طرف کچہ عود نہین کرتا اور قرضکا درم مقترض کیطرف عود کرتا ہی تو مقابل اوسکے دو درم قطع ہو گئی تو اٹہارہ باقی رہگئی ولہذا اگر مقرض مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ھی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشئ قاموس عاریت لغت عرب مین عبارت ہی چیز کے عاریت دینی سے عاریت کی یاء تحتانیہ مشدد ہی اور اسکی تخفیف بہی جائز ہی کذا فی القاموس ھ اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینی والا مستعیر عاریت لینی والا وشرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہی منافع کی مالک کردینے سے مفت بلاعوض ھ یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلا گہوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑہنا اور گہر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکلجائے اسواسطے کہ اجارہ مین بہی تملیک ہی منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہے افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کے لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونیکا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی ھ چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہی ولہذا فتاوی عالمگیریہ مین کہا ہی کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہی معیر کیجانب سے اور مستعیر کے طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روی استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہی کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت کرا تو یہہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہین ہوتا ہان قبول کا ہی فعلی ہوتا ہی چنانچہ معیر نے کہا کہ یہہ کپڑا لے لے بطور عاریت کے سو اوس نے اپنا ہاتہ پہیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ ولو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہی عاریت کا امانت ہونا یعنی اگر عاریت بلاتعدی تلف ہوجائے تو مستعیر پر تاوان نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہی وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہی مستعار کا فائدہ لینی کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونیسے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہوجاتی ہی ھ قابلیت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا اسکے حق مین نکل گیا اور یہہ ضرور ہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور مشک اور عود کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہی اور اگر روپیہ یا پیسا کسیچیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان اور تجمل کے واسطے عاریۃ لیا تو یہہ قرض نہین بلکہ عاریت ہی لیکن بجز اسکے سوای وجہ مذکور کے اوسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان وصحح فی العمادیۃ جواز اعارۃ المشاع ولایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لاتفضی للمنازعۃ لعدم لزومہا اور تصریح کی ہی عمادیہ مین مشاع کو عاریت دینے اور اسکو ودیعت رکہنی اور اسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر وکذا نفقۃ العبد اما کسوتہ

فعل المعیر اور فقہا نے کہا ہو کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہو اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور مکان کا باس تو عاریت دینے والے پر ہو وھذا اذا
طلب لاستعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی ایضا لانہ ودیعۃ یعنی ودیعت ہے غلام کا نفقہ مستعیر
پر ہونا اسوقت ہی جب مستعیر نے عاریت لینی کی خواہش کی ہو تو اگر مولے کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اوسکا کھانا پینا بھی مولے پر ہی اسواسطے کہ
یہہ ودیعت ہے نہ عاریت ہم ظاہر اسمیں اباحت انتفاع ہی اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اوسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہیں کہ یہہ ویسی ودیعت ہی جسکے
انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا و تصح باعرتک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہے اعرتک کے لفظ سے یعنے مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین
صریح اور کہلا ہوا ہے و اطعمتک ارضی ای غلتھا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی
یعنی مین نے اپنی زمین تجھکو کہانیکو دی یعنے زمین کا غلہ تیرے کہانیکو دیا اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہی از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر ہم غلہ
پیدا ہوتا ہی زمین مین تو غلہ حال ہے اور زمین اوسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز استعارہ ہی بقرینہ الطعام کے اسواسطے کہ جب طعام غیر مطعوم مثلا زمین کیطرف
مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہی و منحتک بمعنی اعطیتک ثوبی او جاریتی ھذہ و حملتک علی دابتی ھذہ اذا لم یرد بہ ای بمنحتک
و حملتک الھبۃ لانہ صریح فیفید العاریۃ بلا نیۃ والھبۃ بھا ای مجازا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مین نے تجھکو کپڑا یا اپنی یہہ لونڈی
دی اور صحیح ہو اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مین نے تجھکو چڑہایا اپنے اس جانور پر جب کہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہی
تو عاریت کو مفید ہی بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے ہم یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت
نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا و اخدمتک عبدی و اجرتک داری شھرا مجانا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہو کہ مین نے اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور
اپنا گھر ایک مہینہ بھر تجھکو مفت اجارہ یا ہم اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہی اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی
عالمگیری مین عدم عاریت پر فتویٰ دیا ہی کذا فی الطحطاوی و داری لک سکنی تمییز ای بطریق السکنی اور اس قول سے عاریت صحیح کہ داری
سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہی اور لک خبر ہی اور سکنی تمییز ہی ہم سکنی مصدر ہے بمعنی اقامت یا اسم ہے بمعنی مکان صاحب در ذکر کہا سکنی تمییز ہی از
نفع مین لہذا لام بمعنے ملک مراد نہوا و داری لک عمری مفعول مطلق ای اعمرتھا لک عمری سکنی تمییز یعنی جعلت سکنھا لک مدۃ عمرک
اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہی کہ داری لک عمری سکنے یعنی مین نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف
یعنی اعمرتھا لک عمری اور سکنی تمییز ہی ہم اور یہہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسیکیطرف شارح نے تفسیر ثانی مین اشارہ کیا لیکن اوس نے ایک احتمال کو
دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا زیلعی نے کہا داری لک اسکا محتمل ہی کہ رقبۂ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہی کہ اوسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ
ارادہ منفعت مین محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنے لام بمعنی ملک مراد نہوا و لعدم لزومھا یرجع المعیر متی شاء
اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہی جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو موقتۃ معیر کو عاریت پھیر لینے مین اختیار ہی اگرچہ عاریت کا
وقت بھی معین کر دیا ہو ہم دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہی ایک یہہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہہ ہے کہ مستعیر کو اوس سے
فائدہ لینا جائز ہے جسطرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مخصوص مذکور ہو اسکا حکم یہہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین
سے تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتہی قسم یہہ کہ مدت کی قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو اور انکا
حکم یہہ ہی کہ تعیین معین سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج او فیہ ضرر فتبطل و تبقی العین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ
وصار لا یاخذ الا ثدیھا فلھا اجر المثل الی الفطام و تمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوئی اور عاریت کی
چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنے اسصورت مین عاریت منقلب باجارہ ہوجایگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودہ پلانیکے واسطے اور لڑکا ایسا
لونڈی سے ہل گیا کہ کسیکی چہاتی موہنہ مین نہین لیتا سوای اوس لونڈی کی تو اس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودہ چھوڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے

ودیعاً مغیراً بالتضمین عند تلزم العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لیوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری رفعہا وقیل نعم
الا اذا شرطہ وقت البیع قلت والقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہما واعتمد محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف
فکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے دو صورت میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کے واسطے
پھر دھنیاں اسپر نصب کیں پھر بیچ دی وہ دیوار بیچڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ان دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر نے عدم دفع شرط
کر لے بیع کے وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف سکے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح
ابن مصنف نے اوسپر اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون تعدی کے عاریت ضائع اور تلف ہو جانیسے تاوان
اسکا لازم نہیں آتا یعنی ہے اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانتیں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے ہم تعدی کی صورتیں یہہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی باگ کھینچی اور
وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر مسجد میں گیا اور اسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہو گیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھا سو اسکو بند کر رکھا یا پانی پلانیکے واسطے اسکو غیر جہت معینہ سے
لیگیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھ ملایا اوسکی خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اوسپر تاوان ہے
اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانیکے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں سطرح کے چرانیکی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان
ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چورا لیگیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر کا
سو جانے سے تاوان مطلقاً نہیں جب کہ مستعار چیز اوسکے سر کے ہو یا آگے رکھی ہو یا اس پاس ہو اسطرح کہ عادت میں اسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر وشرط الضمان
باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافاً للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ
جوہرہ میں ہے کہ تاوان شرط کرنیسے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تؤجر ولا ترہن لان الشئ لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن کرنا جائز
نہیں اسواسطے کہ شئ متضمن نہیں ہوتی اپنی مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کے کالودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل ولا تودع
ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت
دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جبکہ استعمال مختلف
نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتے بہ ہے کذا فی العطائی واما المستأجر فیؤجر ویودع ویعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ لیا تو اسکا اجارہ رکھنا
اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کی مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع
اور اعارہ جائز نہیں وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا تملیکاً لغیرہ بدون اذن سوا مملک اولا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کئے ہیں جنمیں
اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اوسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال ؎ وما لک امر لا یملک بدا + ن امر وکیل مستعیر ومؤجرا +
رکوباً ولبساً فیہما ومضارب + ومرتہن ایضاً وقاض تؤمر + سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے
وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی امور ہم مالک کا لفظ
مبتدا ہے اور جملہ لا یملکہ کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا
بلا امر معیر درست نہیں جب کہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کیواسطے
جانور کرایہ لیا یا اسیطرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اوسپر سوار کرنا یا دوسرے کو وہ قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسیطرح مضارب دوسرے کو ساتھ مضاربت کریگا اور مرتہن
دوسرے کے پاس رہن رکھیگا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کریگا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی العطائی ومستودع مستبضع ومزارع + اذا لم یکن من عندہ البذر یبذر
اور مستودع بفتح دال ایداع کا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جسنے زمین بعقد مزارعت لی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت میں بیجڈالے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور
مزارعت کے نہیں دیسکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی العطائی قلت والعاشر ؎ وما لک المساقی ان

مستاجر کی غیرہ ولہ اذن المولی لہ لیسقی غیرہ مین کہتا ہون اور دسوان مسئلہ وہبانیہ کی مساقاۃ اور مزارعت کی فصل مین بون مذکور ہوا اور جائز نہین عقد مساقات زمین کا
کہ غیر کو زمین بطور مساقات دی اور اگر ہوئے یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہین فان اجرا المستعیر او رھن فھلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت
کو اجارہ مین دیا اسکو رہن کو سپرد وہ تلف ہوجاوے تو معیر اس سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع لہ للمستعیر علی احد لانہ بالضمان ظھر انہ آجر ملک
نفسہ ویتصدق بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پہیر لینا کسی سے جائز نہین اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اوسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ
دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کردے برخلاف ابو یوسف کے اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہوگیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا
اور خیرات کرنیکی وجہہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنیسے کذا فی الحلبی او ضمن المستاجر یا معیر تاوان لے مستاجر سے سکت عن
المرتھن وفی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرتھن ان یرھن فیضمن المالک بالخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے
اور وہبانیہ کی شرح مین ہے اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہین مرہون کے رہن رکھنے کا تو اوسنے رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہے
چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پہیر لے ویرجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا
لضرر التغریر اور جبکہ مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اتنا مال پہیر لے جب کہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اسکے ہاتھ مین فریب کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اگر
عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب عدم فریب ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ او لا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا دینا اوس چیز کا
جسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نکردیا ہو اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کردیا اور غیر کو
دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجہ لادنا
کذا فی صدر الشریعۃ ویعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت وجزم فی زواہر الجواہر بالاختیار اور اگر معیر نے نفع لینیوالیکو معین کردیا
ہو تو مستعیر اوس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر مین اختیار
کیکر نسبت کیا ہے ومثلہ ای کالمعار المؤجر وھذا عند عدم النھی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فھلک ضمن مطلقا خلاصۃ اور عاریت کی چیز کی مانند
ہے اجارہ کی چیز یعنی مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور درصورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہین اور یہ تفصیل کہ
درصورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو مستعیر نے دی پہر عاریت تلف ہوگئی تو ہر طرح سے تاوان اوسپر آویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ
وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرھا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیرہ للحمل ویرکب ما شاء بالاطلاق سو جس شخص
نے عاریت لے جانور کو یا جانور کو بطریق کرایہ لے مطلقا بلا تقیید تو بوجہہ لادے اوسپر جو چاہے اور لادنیکے واسطے عاریت دے اور آپ سوار ہو اطلاق پر عمل کرنیسے وایا
فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہوجائیگا مراد ہونین ہم اسواسطے کہ مطلق ہر ایک کو شامل ہے اور تعیین تھا مین مستعیر اور مستاجر کو
اختیار ہے تو اگر اول سوار کی تو اب اسپر بوجہہ لادا نہین سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کیساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الحلبی وضمن بغیرہ
ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعد ہو الصحیح کافی اور تاوان دیگا غیر مین اگر جانور ہلاک ہوجاوے تو اگر عاریت کپڑا
غیر کو پہنایا یا عاریت کا جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المعیر والمؤجر الانتفاع فی الوقت والنوع
انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے تھا کو وقت اور نوع مین مطلق بلا قید کیا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جسوقت چاہے بدلیل گذشتہ
یعنی بنا بر عمل بالاطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بھما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر تھا مین قید یا نوع یا دونو کی قید لگائی تو
تاوان آویگا خلاف کرنیمین بد تر یا بہتر خلاف مین ہم خلاف بتر کی مثال یہ ہے کہ جانور عاریت لیا مثلا دس من گیہون لادنیکے واسطے پہر اسپر اسیقدر جو لادا تو تاوان آویگا
اسواسطے کہ جو کا بوجہہ یا دہ پہیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر گیہون سے اور خلاف مثل کی مثال یہ ہے کہ معین گیہون کے عوض اور گیہون اسیقدر لادے یا اپنے گیہون کے عوض غیر کے گیہون
لادے اور بہتر خلاف کی یہ مثال ہے کہ جو کے لادنیکے واسطے عاریت لے اور اسپر گیہون لادے فکذا التقیید بالاجارۃ یعتبر وقدر مثل العاریۃ اور اسیطرح حکم اجارہ میں

له فنی نیز وان کہ غیر کو دینا کو دی جائز نہین

نوع چاہے یا نہ چاہے کی قید کا ہے کیونکہ مالک ہے م عاریۃ الثمنین والمکیل والموزون والمعدود والمتقارب عند الاطلاق قرض ش یعنی درہم و دینار اور
اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود و متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت قرض ہے بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ م یعنی عاریت مباح ہے انتفاع کی
اور اشیاء مذکورہ میں نفع نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا یہاں عاریت سے قرض ہی مراد ہے شرعی معدود و متقارب جیسے انڈے اخروٹ اور زردانہ اور اسیطرح صوف اور ریشم
اور روئی اور مشک اور کافور وغیرہ باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر مثلہ قبل الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعارہا لیعایر
بہا المیزان او یزین بہا الدکان کان عاریۃ ش تو عاریت ہوگی م اگر اشیاء مذکورہ تلف ہوجائیں قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپیہ اشرفیاں
عاریت لیا تاکہ اونسے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا اونکو رکھکر دکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنی اسواسطے کہ اسمیں استہلاک عین نہیں
ولو اعار قصعۃ ثرید فہو قرض ولو بینہما مباسطۃ فاباحۃ ش اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر معیر اور مستعیر میں کشادہ جبینی اور بے تکلفی
ہو تو یہ اباحت ہو م ثرید وہ کھانا ہو جو شوربے میں روٹی ترکرنے سے مرتب ہوتا ہو جب قرض ہوا تو وہ مثل یا اوسکی قیمت دینا لازم ہو اور اباحت میں تاوان نہیں وتصح
عاریۃ السہم ولا یضمن لان الرمی یجری مجری الہلاک صیدلانیۃ اور تیر کی عاریت صحیح ہو اور تلف ہونے میں تاوان نہیں ہو اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام
ہلاکی کے ہو کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استہلاک بالتعدی ہو مالک کی اجازت سے لہذا اسمیں تاوان نہیں ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر
زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانیکو تو صحیح ہو منفعت کے معلوم ہونے سے ولہ ان یرجع متی شاء لما بینا انہا غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت
پہیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین
لئلا تتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہو کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کہود ڈالے مگر جب کہودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کہودی عمارت اور کہودے درخت
کی قیمت دیکر دونوں چیزیں قائم رکہی جاویں تاکہ اوسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیدے وان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کلفہ قلعہما وضمن
المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد مجمع اور اگر عاریت کی مدت ٹہیری
سو مدت عاریت پہیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کہودوا ڈالے اور مستعیر کو اوتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہوگیا کہودنے سے اسطرح کہ مدت معین تک عمارت
اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت اونکی مقرر کیجاوے اور پہیر لینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البرجندی م مثلا درخت کی قیمت کہودنیکے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک
قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارہا لیزرعہا لم تؤخذ منہ قبل ان یحصد الزرع وقت او لا وتترک
باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جب کہ زمین مستعیر کو کہیتی کرنیکے واسطے عاریت دی تو اوس سے کہیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو تو زمین
مستعیر کے پاس مع اجرت مثل چہوڑ دیجاوے گی دونوں حقوں کی رعایت کرنیکے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وکلفتک فان لم ینبت لم یجز لان بیع الزرع قبل
نباتہ باطل وبعد نباتہ فیہ کلام اشار الی جوازہ فی المغنی نہایہ پہر اگر معیر نے کہا مستعیر کو کہ میں تجہکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں اگر کہیت جما ہو تو جائز نہیں
اسواسطے کہ کہیت کی بیع قبل اوسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اوسکے جمنے کے اسمیں گفتگو ہے مغنی میں اسکے جائز ہونیکی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہ م قول صحیح یہی مختار ہے
کذا فی الخلاصۃ من الفتاویٰ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسنے اپنی نفع کیواسطے اسپر قبضہ کیا تہا اور پہیر دینا
اوسپر واجب ہے فلو کانت موقتۃ فامسکہا بعدہ فہلکت ضمن لان مؤنۃ الرد علیہ نہایہ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکہہ
چہوڑی بعد اوس وقت کے پہر عاریت ضائع ہوگئی تو مستعیر اوسکا تاوان دے اسواسطے کہ پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر تہا کذا فی النہایہ یعنی تو پہیر دینے سے وہ متعدی ٹہیرا م اس
مسئلہ میں دو قول ہیں تاوان کا استحسان کا مختار ہے اور عدم ضمان کا قیاس اور مجتبی میں مذکور ہے کذا فی العطاوی الا اذا استعارہا لیرہنہا فتلحق کالاجارۃ رہن
الخانیۃ عاریت پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جب کہ مستعیر نے رہن کرنیکے واسطے عاریت لی تو عاریت اجارہ کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیہ یعنی تو اجرت معیر پر ہوگا جیسے
موجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیہ اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پہیر دینے کا خرچ اسپر ہے
وکذا المؤجر والغاصب والمرتہن مؤنۃ الرد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسیطرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر پہیر دینے کا خرچ ہے بسبب حاصل ہونے

سنت کی اور نہیں کیونکہ یہ مؤنت الرد الی المالک اور عارت والی چیز کے پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی جو چیز
لازم ہو اسوقت ہے جب کہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن سے اخراج کیا تو اجارہ اور عارت والی چیز کے پہیر دینے کا خرچ اسپر ہے جس نے
اسکو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکتہ ومضاربۃ وہبۃ فیہ بالرجوع مجتبی بخلاف شرکت اور مضاربۃ اور ہبہ کے
کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبی یعنی شرکت میں رد راس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ
مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا مسانہۃ او مع عبد ربہا مطلقاً یقوم علیہا او لا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا
بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پہیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پہیر دیا مالک کے
غلام کے ساتھ خواہ غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بہیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پہر جانور
ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور اداکی چاکر یومیہ دار کو اسواسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا
بخلاف نفیس کجوہر بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک پاس بہیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہوگا وبخلاف
الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پہیر
دینے کے یعنی اسطرح پر کہ عارت کی مدت معین تہی جب وہ مدت گذر چکی پہر مستعیر نے اسکو بہیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چہوڑنے
سے الا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی فتعین حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں
انقضاء مدت کی قید نہ لگائی بلکہ مطلقاً تاوان کے قائل ہوں تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکہنے کا مالک ہے جسمیں عاریت رکہنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسیصورت پر ہے جب کہ بعد انقضای مدت دیا ہو نہ مطلق
وبخلاف رد ودیعۃ ومغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پہنچا دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گہر تک کہ یہ تسلیم نہیں ہے یعنی جب تک خود
مالک کو نہ پہنچاوے تب تک تسلیم ثابت نہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیخصصہا بلا یعودونہا
ومنعوہا اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکہدے اسطرح پر کہ تو نے اپنی زمین مجہکو کہانیکو دی تا میں اسمیں زراعت کروں تو
زراعت کی اسواسطے تخصیص کردی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہو ہم عاریت نامہ لکہنا فضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکہنے کا یہ ہے تا قطع دلیل ہے مستعیر عاریت لینے کا
انکار نہ کرے والعبد المأذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہے یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگروں کا دستور ہے کذا فی المنح والمحجور اذا استہلکہا
واستہلکہا یضمن بعد العتق غلام محجور جس کو عاریت دی اور اسکو تلف کردی تو تاوان آزاد ہونیکے بعد دیگا ولو اعار عبداً محجوراً مثلہ فاستہلکہ ضمن الثانی للحال اور اگر
غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دی اسکو تلف کر ڈالی تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال تاوان دیگا ولو استعار ذہباً فقلدہ صبیاً فسرق الذہب ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ
ما علیہ من اللباس لم یضمن الاضمن لانہ اعارۃ والمستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکی کے گلے میں اسکو ڈالا پہر وہ چوری ہو گیا لڑکی سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کر سکتا ہو اپنے
بدن پر لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ ایسی لڑکی کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر ضمان ہے یعنی
اسواسطے کہ اوسنے پرایا مال ضائع کیا تاوان کو دیگر وضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن ولو نام جالساً لانہ لا یعد مضیعاً لعا
عاریت کو اپنی سامنے رکہا پہر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو اوسپر تاوان نہیں اگر بیٹہے سو گیا ہو اسواسطے کہ ایسا سونا الا عاریت کا ضائع کرنیوالا نہیں گنا جا
وضمن لو نام مضطجعاً لترکہ الحفظ اور تاوان دیگا اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چہوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی
والوصی باپکو جائز نہیں اپنے ولد صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہونے عوض کے اور اسطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں ہم یہ قول فتاوی عالمگیری کے
مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں بیوع طحاوی سے منقول ہے کہ ناصبی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الظہیریۃ طلب شخص من رجل ثوراً عاریۃ فقال اعطیتک
غداً فلما کان الغد ذہب الطالب واخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ خانیہ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ

انه یضمن ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سواوس نے کہا میں کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون اوسکی اذن کے اور اوس سے کام لیا
پھر بیل مرگیا تو اوسپر تاوان نہیں کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبے وغیرہ میں ہے کہ وہ تاوان دیگا صح تو اسین قول ثابت ہوئی جہز
ابنته بما یجهز به مثلها ثم قال کنت اعرتها الامتعة ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع تلک الجهاز ملکا لا عاریة لا یقبل قوله
انه اعارة لان الظاهر یکذبه وان لم یکن العرف کذلک او تارة وتارة فالقول له به یفتی کما لو کان اکثر مما یجهز به مثلها فان القول
له اتفاقا باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورتکو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو یہ اسباب عاریت دیا تہا نہ بطور تملیک کے پر اگر لوگوں میں یہہ رواج ہے کہ باپ
اس جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کردینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہہ قول کہ اوس نے عاریت دیا تہا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی تکذیب کرتا ہے
اور اگر یہہ طریقہ رواج نہو یا کبہی بطور تملیک کے دیا جاتا ہو اور کبہی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ ہو
اوس جہیز سے جو ویسی عورتکو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرة کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے
مانند ہے حکم مذکور میں ہے یعنے اگر ماں یا ولی صغیرہ نکاح کردی جہیز دیکر پہر دعوی عاریت کا کرے تو سکا اعتبار ہوگا اور یہہ حکم ماں اور ولی میں ابن وہبان کی
بحث ہے کذا فی الطحاوی وفیما یدعیه الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینة شرح وهبانیة وتقدم فی باب المهر اور جس میں اجنبی دعوی کرے
بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ میں نے اسکو فلانی چیز عاریت دی تو اسکا قول مقبول نہیں بدون شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیہ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہوگا
وفی الاشباه کل امین ادعی ایصال الامانة الی مستحقها قبل قوله بیمینه کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی
الصرف الی الموقوف علیهم یعنی الاولاد والفقراء وامثالها اور اشباہ میں ہے کہ جو امین امانت کی پہنچا دینے کا اوسکے مستحق کیطرف دعوی کرے تو اسکا
قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پہیر دینے کا دعوی کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے تو موقوف
علیہم سے مراد واقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند اونکے یعنی علما اور شرفا کذا فی الطحاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقة فلا
یقبل قوله فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروه له بل یدفعه ثانیا من مال الوقف کما بسطه فی حاشیة اخی زاده
قلت وقد مر فی الوقف عن المولی ابی السعود واستحسنه المصنف واقره ابنه فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ میں نے روزینہ لینے
والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اوسکا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر کو دوبارہ دی
وقف کے مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ میں شرح ہے میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہہ مذکور ہوچکا مفتی ابو سعود سے اور مصنف نے اسکو پسند کیا ہے اور
اوسکے فرزند نے اسکو ثابت رکہا ہے حاشیہ اشباہ میں تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وسواء کان فی حیوة مستحقها او بعد موته الا فی الوکیل بقبض الدین
اذا ادعی بعد موت الموکل انه قبضه ودفعه له فی حیوته لم یقبل قوله الا ببینة اور برابر ہے کہ ادعای ایصال امین مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اسکی موت کے
ہو مگر قبض دین کے وکیل میں جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہہ دعوی کرے کہ اوس نے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اسکی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے
ساتھہ بخلاف الوکیل بقبض العین کالودیعة قال قبضتها فی حیوته وهلکت وانکرت الورثة او قال دفعتها الیه فانه یصدق لانه ینفی الضمان
عن نفسه برخلاف قبض عین کے وکیل کے ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہوگئی اور موکل کے وارثوں نے اسکا انکار کیا
یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو
اٹہاتا ہے اور یہہ اسکا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانه یوجب الضمان علی المیت وهو ضمان مثل المقبوض فلا
یصدق فی وکالة الولوالجیة برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اسکا قول مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ
تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالة الولوالجیة ہم ایصال دین کے دعوی میں میت پر ایجاب ضمان کی یہہ وجہ ہے کہ قضاء دیون بامثال
دیون کے ہوتا ہے تو ادعای ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہوجاتا ہے اوس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہیں کذا فی

الطحاوی مختصراً قلت وظاهرہ انہ لا یصدق لا فی حق نفسہ ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضہم انہ یصدق فی حق نفسہ لا فی حق الموکل ویحمل علیہ کلام الولوالجیۃ فلیتامل عند الفتوی میں کہتا ہوں اور ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہو نہ اپنی ذات کے حق میں نہ موکل کے حق میں اور البتہ بعض فقہا نے فتوی دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اوسکی ذات کے حق میں ہوگی نہ موکل کے حق میں اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت مترجم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کے فہم کے موافق پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اوسکی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق میں وکیل کی تصدیق نہو گی بقرینہ ایجاب ضمان علی المیت تو افتای بعض فقہا ساقط ہو گیا اور تامل کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح نے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہیں پھیر لینا مستعیر سے مترجم اسوجہ سے یہ صورت میں ہے جبکہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدہما عاریت اجارہ کی مانند فسخ ہو جاتی ہے معیر مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اوسپر دین ہے اور اوسکے پاس ودیعت غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون میں مقسوم ہوگا بقدر اونکے حصوں کے مترجم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مرگیا اور یہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکہ میں برابر ہیں بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادای کل دیون میں کفایت نکرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذہاب وفی العاریۃ علی الذہاب والمجیء لان ردہا علیہ اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت میں جانے اور آنے دونوں پر ہے اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنی اوسپہونچانا بدون آنیکے نہیں ہو سکتا بخلاف اجارہ کے کہ اوسکے آنیکا خرچ موجر پر ہے نہ مستاجر پر استعار دابۃ للذہاب فامسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ اعارہا للذہاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانیکے واسطے پھر اوسکو باندھ رکھا اپنے گھر میں سو وہ تلف ہو گیا تو تاوان دے اسواسطے کہ وہ اوسکو جانیکے واسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کیواسطے استقرض ثوراً فاعارہ علیہ الا اثراک لم یضمن لانہ عاریۃ عرفا بیل قرض لیا سو اوسپر ترکوں نے مثلاً کار گری کی تو اوسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ عاریت ہے رواجمیں یعنی اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہو گیا استعار ارضا لیبنی و یسکن واذا اخرج فالبناء للمالک فللمالک اجر مثلہا مقدار السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی فسدت بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اوس مکان سے نکلجاے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اوسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے تو یہاں اعارہ درحقیقت اجارہ ہو گیا اوسنے تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونیسے مترجم عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھیری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے ہے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہیں عاریت لینے کیوقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجہالۃ البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹھیریگی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے مترجم خراج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہے اجارہ کی اسواسطے کہ عقود میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحیلۃ ان یوجرہ الارض سنین معلومۃ ببدل معلوم ثم یامرہ باداء الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر ادای خراج کا عوض معلوم امر کرے استعار کتابا فوجد فیہ خطاء اصلحہ ان علم رضی صاحبہ قلت ولا یاثم بترکہ الا فی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت لی سو اسمیں غلطی پائی تو اوسکی صلاح کر دے اگر مالک کی رضامندی جانے میں کہتا ہوں اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم صلاح سے مگر قرآن مجید میں ترک صلاح سے البتہ گنہ گار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کر دینا واجب ہے بخط مناسب مترجم قرآن میں اصلاح میں رضای مالک ہو اسواسطے کہ غیر کی ملک میں تصرف ہے ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اوسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضای صاحب کتاب صلاح کر دے اور اگر خط مناسب نہیں تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھکر وہاں رکھدے اور محل خطا پر نشان کر دے تا مالک اوسکا مطلع ہو کر درست کرے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت ہے کذا فی الطحاوی وفی الوہبانیۃ وینبغی ان اصلاحہ مستعیدہ بحوز اذا ما کان لا یتاثم اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اوسکے مستعیر نے صلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے صلاح جب کہ اوسکا مالک آزردہ نہو دنیا یا قہرا اور

وہبانیہ کی سات ابیات مین کچھ بیت ہے ہم معایا وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب مین مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستان اور پہیلی وَاَیُّ مُعِیْرٍ لَیْسَ یَمْلِکُ اَخْذَ مَا اَعَارَ وَفِیْ غَیْرِ الرَّھْنِ الْمُعَھَّدِ اور وہ کون معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہین اور رہن کے سوا یہہ مسئلہ متصور ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک مین کرا دیکا لینا کہیت کٹنے سے پہلے جائز نہین وَھَلْ وَاھِبٌ لَا یُنْجِیْ رُجُوْعُہٗ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اسکو ہبہ لینا جائز نہو ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اسکو ہبہ پھیر لینا جائز نہے اسواسطے کہ غلام مالک نہین ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے المالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کیواسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز نہیں اَوْ ھَلْ مُوْدِعٌ مَا ضَیَّعَ الْمَالَ یَخْسَرُ اور ایسا کوئی مودع ہے جسنے مال ضائع نہین کیا اور تاوان بہرتا ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ وصیت کرنیوالے نے ایک شخص پاس ہزار درہم وصیت رکہوا اور کہا کہ یہہ درہم میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی ورثہ تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وَوَجْہُ الْمُنَاسَبَۃِ ظَاہِرٌ وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبہ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہِیَ لُغَۃً اَلتَّفَضُّلُ عَلَی الْغَیْرِ وَلَوْ غَیْرَ مَالٍ ہبہ لغت مین عبارت ہے فضیلت مال کرینے سے غیر پر اگرچہ تفضل بغیر مال کے ہو وَشَرْعًا تَمْلِیْکُ الْعَیْنِ مَجَّانًا اَیْ بِلَا عِوَضٍ لَا اَنَّ عَدَمَ الْعِوَضِ شَرْطٌ فِیْہِ اور شرع مین ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کر دینے سے مفت یعنی بدون عوض کے یہہ نہین کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ مین ہم تملیک مین سے اباحت اور عاریت ہبہ سے خارج ہوگئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن یہہ تعریف وصیت کی مانع نہین لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہہ تہا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح مین کہا ہے تو مطلب یہہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہہ مطلب نہین کہ عدم عوض شرط ہے ہم یہہ نہین تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جاوے وَاَمَّا تَمْلِیْکُ الدَّیْنِ مِنْ غَیْرِ مَنْ عَلَیْہِ الدَّیْنُ فَاِنْ اَمَرَہٗ بِقَبْضِہٖ صَحَّتْ لِرُجُوْعِہَا اِلٰی ھِبَۃِ الْعَیْنِ اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اسکو دین قبض کرنیکا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کے طرف ہم یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف مین تملیک عین داخل ہے تو چاہئے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نکہین ہم اسکا جواب شارح نے یون دیا کہ صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اوسنے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہوگیا تو تملیک عین متحقق ہوگئی وَسَبَبُہَا اِرَادَۃُ الْخَیْرِ لِلْوَاہِبِ دُنْیَوِیٌّ کَعِوَضٍ وَمَحَبَّۃٍ وَحُسْنِ ثَنَاءٍ وَاُخْرَوِیٌّ اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو چنانچہ عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ ثواب بشرط خلوص نیت قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ مَنْصُوْرٍ یَجِبُ عَلَی الْمُؤْمِنِ اَنْ یُعَلِّمَ وَلَدَہُ الْجُوْدَ وَالْاِحْسَانَ کَمَا یَجِبُ عَلَیْہِ اَنْ یُعَلِّمَہُ التَّوْحِیْدَ وَالْاِیْمَانَ اِذْ حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ نہایہ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے واجب ہے مومن پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکہاوے جسطرح اوسپر یہہ واجب ہے کہ اسکو توحید اور ایمان بتاوے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جاوے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وَہِیَ مَنْدُوْبَۃٌ وَقَبُوْلُہَا سُنَّۃٌ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَہَادَوْا تَحَابُّوْا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہو جاؤ ہم اور کاہی بسبب عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہین ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جاوے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وَشَرَائِطُ صِحَّتِہَا فِی الْوَاہِبِ الْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ وَالْمِلْکُ فَلَا تَصِحُّ ھِبَۃُ صَغِیْرٍ وَرَقِیْقٍ وَلَوْ مُکَاتَبًا اور صحت ہبہ کی شرطین ہبہ کرنیوالے مین عقل اور بلوغ اور مالک ہونا ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح نہین اگرچہ مملوک مکاتب ہو وَشَرَائِطُ صِحَّتِہَا فِی الْمَوْہُوْبِ اَنْ یَکُوْنَ مَقْبُوْضًا غَیْرَ مُشَاعٍ مُمَیَّزًا غَیْرَ مَشْغُوْلٍ کَمَا سَیَتَّضِحُ اور صحت ہبہ کی شرطین موہوب یعنی بخشی چیز مین ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا ہم زیلعی مین ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے ہم اسواسطے کہ جواز ثابت ہے قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض ہبہ کا ثبوت ملک کی شرط ہے صحت ہبہ کی اور مصنف کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شروط ہوبھی فتاوی عالمگیری مین یون مذکور ہے کہ معدوم موجود موہوب ہے قنیہ تو اگر اپنے درخت کے پہل ہبہ کرے جو اس سال پہلینگے تو جائز نہین اسواسطے کہ فی الحال معدوم مین ہے اور از انجملہ

ہبہ شرط ہی کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سوٗر اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہین اور از انجملہ یہہ شرط ہی کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہین کذا فی البحر الرائق

وَرُکنُہا ہو الایجاب والقبول کما سیجئ اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وَحُکمُہا ثبوت الملک للموہوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع والفسخ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہی یعنی سوای ان صورتون کے جو مذکور ہونگی وعدم صحۃ شرط الخیار فیہا فلو شرطہ صحت ان اختارہا قبل تفرقہما اور حکم ہبہ نہ صحیح ہونا شرط خیار کا ہی ہبہ مین تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہو گا اگر وہ ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونی واہب اور موہوب لہ کے ہم بہتر یہہ تہا کہ مصنف یون کہتا وعدم صحتہا بخیار الشرط بل ینبغی تعریفہ والا فالحاصل اوسکا یہہ ہی کہ ہبہ مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے وکذا الابراء وکذا یصح الابراء ویبطل الشرط خلاصہ اور اسیطرح اگر واہب شرط خیار سے ابرا کرے تو ابرا صحیح ہی اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصۃ ہم حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منح الغفار مین واقع ہی والا تشبیہ غیر صحیح ہی وَحُکمُہا انہا لا تبطل بالشروط الفاسدۃ فہبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح ویبطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہہ ہی کہ باطل نہین ہوتا ہی شرط فاسد سے پس اگر ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اوسکو موہوب لہ آزاد کرے صحیح ہوا اور شرط باطل ہی وتصح بایجاب کوہبت ونحلت اور ہبہ صحیح ہی ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی مین نے ہبہ کیا ونحلت یعنی مین بخشا اپنی دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتک ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح اور مین نے یہہ کہانا تیرے کہانیکو دیا اگرچہ یہہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو ہم خلاصہ مین کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ واہب خوش طبعی [illegible] اور موہوب لہ نے اوسکو قبول کر لیا تو قبول صحیح تہے اور اسیطرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہے جسکو مصنف اپنی متن کی دلیل سمجہا ہو اور حالانکہ اوس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب بے وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہین بخلاف اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لرقبتہا واطعام لغلتہا [illegible] بر خلاف اسکے کہ مین نے اپنی زمین تیری کہانیکو دی اسواسطے کہ یہہ قول عاریت ہی رقبہ زمین کی اور اطعام ہی اوسکے غلہ کا کذا فی البحر [illegible] جیسا کہ التوارثی مین مذکور ہو چکا اور والاضافۃ الی ما اوالی ما یعبر بہ عن الکل کوہبت لک فرجہا وجعلتہ لک [illegible] جز کیطرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہی چنانچہ مین نے تجھکو اوس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اوسکو مین نے تیرے مقرر کر دیا [illegible] ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تہا ذکر بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب بہ اضافت سے ہو بخلاف جعلتہ باسمک فانہ لیس بہبۃ [illegible] تیری نام کے ساتہہ شہرا دیا مقرر کر دیا ہو اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ نہین ہے ہم یہہ قول غیر اظہر ہے اسواسطے کہ [illegible] باغ لگایا اور کہا کہ حدیقتہ باسم ابنی یعنی اسکو مین نے اپنے بیٹے کے نام کے ساتہہ شہرا دیا تو یہہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور [illegible] وکذا ہی لک حلال الا ان یکون قبلہ کلام یفید الہبۃ خلاصۃ اور اسیطرح یہہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے [illegible] پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ ہم قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے [illegible] مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو سیطرح ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا تو مجھکو یہہ لونڈی ہبہ کرتا ہے [illegible] مجھکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھہ پر یہہ حلال ہے تو البتہ اب یہہ قول ہبہ ٹھہریگا واعمرتک ہذا الشئ اور مین یہہ چیز تجھکو بطور عمریٰ کے [illegible] عمریٰ یہہ ہی کہ سنے الحال مالک کرے اور بعد موت موہوب لہ کی پہیرے سو تملیک صحیح ہے اور پہیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا ساتہ شرط سے حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص بطریق عمریٰ کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ کی مملوک ہی اور اوسکے وارثون کی ہے بعد اوسکے کذا فی الزیلعی وحملتک علی ہذہ الدابۃ ناویا بالحمل الہبۃ کما مر اور مین نے تجھکو اس جانور پر سوار کر دیا اعمال سے ہبہ کی نیت کر کے چنانچہ کتاب العاریۃ مین گذر چکا ہم [illegible] کاہی بمعنے عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وکسوتک ہذا الثوب اور مین نے تجھکو یہہ کپڑا پہنایا ہم [illegible] ہوتی ہی بولتی ہین کہ فلانے نے فلانیکو کپڑا پہنایا جب کہ اوسکو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت مین اسطرح نہین بولتی وداری لک ہبۃ [illegible] ہبہ منصوب ہے حال ہونیسے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی المسالک وعمریٰ تسکنہا لان قولہ تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل [illegible]

للاسم فقد اشار علیہ وفی ذلک بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہے بطور عمری کہ تو اسمین
سکونت کرے یہ قول ہبہ کا ایجاب ہے اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہے واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونیکی لیاقت نہیں رکھتا تو واہب نے
موہوب لہ کو مشورہ دیا اپنی ملک مین سیطرح کہ اسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اسکے مشورہ کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے ولو قال
ھبۃ تسکنہا او سکنی ھبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہے کہ میرا گھر تیرا ہے موہوب کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے موہوب
ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبہ محتمل ہے اور سکنے تمیز عاریت ہونیکی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنے محکم ہے تملیک منفعت مین تو یہ قول
عاریت ہے خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی العتابیۃ والحاصل من البحر وغیرہ ان اللفظ ان انبأ عن تملیک الرقبۃ فھبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل
اعتبر النیۃ نوازل اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنی دلالت کرے تملیک عین پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور
عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل وفی البحر آخر ہبہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحرالرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ درخت
کو جو کہ تاہون اپنی فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہے ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے بصیغہ جزم مذکور ہے کہ یہ قول
ہبہ نہیں ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع
حتی لو حلف ان یھب عبدہ لفلان فوھب ولم یقبل بر وبعکسہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق
اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہوجاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانی شخص کو ہبہ کریگا سو اوسنے اوسکو ہبہ کیا اور اوس شخص نے
ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مین فلانی شخص کا ہبہ لونگا سو اوسنے ہبہ کیا اور اوسنے قبول نکیا تو حانث
ہوگا برخلاف بیع کے یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانی شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اوسنے بیع کا ایجاب کیا اور اوسنے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے
تمام نہین ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول نپایا جاوے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ھنا کالقبول
فاختص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موہوب لہ کو قبض کرنیسے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنی ہبہ مین قبول کرنیکے مانند ہے لہذا مخصوص
بمجلس عقد ہوا اور قبض بجای قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر
قبض سے تو قبض مقید بمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی و
بعدہ بہ ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضای مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وھبہ لا یتقید
بالمجلس ویجوز القبض بعدہ اور محیط مین ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنیکا امر کیا ہو ہبہ کرنیکے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا
بعد اوسکے بھی والتمکن من القبض کالقبض فلو وھب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم
تمکنہ من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہے تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اوسکی طرف بلند کیا یعنی سامنے
کیا تو یہ قبض نہوگا بسبب اوسکے نہ قادر ہونیکے قبض پر ولو مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو
تو قبض ثابت ہوگا سامنے کرنیسے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع مین وفی الدرر والمختار صححہ بالتخلیۃ
فی صحیح الھبۃ لا فاسدھا اور درر مین ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح مین نہ فاسد مین یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ مین تخلیہ کر دیا
تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وفی النتف ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف مین ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہین ہین بدون قبض کے وہ عقود کہ
یہ ہین ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرمہ و حسن بن صالح ۵ عمریٰ ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم مین
۱۰ بدل سلم مین جب کہ بعض بدل کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درمون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اوسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو دونون
جنس مختلف ہون چنانچہ گیہون کی بیع جَو سے تو اسمین تفاضل جائز ہے نہ نسیئہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع خلاف الجنس تو اسمین بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیئہ

كذا فى الطحاوى عن الجلبى من المنح ولو نهاه عن القبض لم يصح قبضه مطلقاً ولو فى المجلس لان الصريح اقوى من الدلالة اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اوسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب مین قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس مین اور بعد مجلس کے بہی اگر قبض نہ کیا تو قبض صحیح ہے نہ مجلس مین بعد مجلس کے ہو اسلئے کہ صریح قوی تر ہے دلالت کبہی صحت قبض کی ایجاب باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور مطلقاً صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس مین صحیح ہے بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہے اور موہوب لہ نے جا کر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہو تو صحیح ہے اور نہین تو نہین وتتم الهبة بالقبض الكامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے ہم قبض کامل منقول مین وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار مین وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمة مین قبض کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہے تا موہوب پر قبض بالاصالة واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمة مین بعض کا قبض کل ہوتا ہے كذا فى الدرر ولو الموهوب شاغلاً لملك الواهب لا مشغولاً به ہبہ قبض کامل سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل بملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب الاصل ان الموهوب ان مشغولاً بملك الواهب منع تمامها وان شاغلاً لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام ہونیکا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونیکا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بہی صحیح ہوگا كذا فى الدرر فلو وهب جراباً فيه طعام الواهب او داراً فيها متاعه او دابة عليها سرجه وسلمها كذلك لا تصح تو اگر تہیلا ہبہ کیا جسمین واہب کا طعام ہے یا وہ گہر جسمین واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہے اور تینون چیزون کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہین کرتا كذا فى الدرر وعكسه تصح فى الطعام والمتاع والسرج فقط لان كلا منها شاغل لملك الواهب لا مشغول به اور اسکے برعکس مین ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین مین فقط اسلئے کہ ہر چہار اشیاء ثلثہ سے ملک واہب کے شاغل ہے نہ مشغول ہم خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہین اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغله بغير ملك واهبه لا يمنع تمامها عدم تمام ہبہ مین مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہین ہم منجملہ اسکی صورتون کے ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گہر ہبہ کیا اس متاع کے ساتہہ جو اس گہر مین ہے اور گہر تسلیم بہی کر دیا پہر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گہر مین اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گہر اور اسباب دونون پر تہا حقیقۃ تو اوسکی تسلیم صحیح ہوگی پہر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہین كذا فى الطحاوى كرهن وصدقة لان القبض شرط تمامها وتمامه فى العمادية تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کی مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونیکی اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہین ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور دونون کا شاغل ہونا مضر نہین تو تشبیہ راجع متن سے ہے كذا فى الطحاوى وفى الاشباه هبة المشغول لا تجوز الا اذا وهب الاب لطفله اور اشباہ مین ہے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جب کہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وكذا الدار المعارة مین کہتا ہون اور اسیطرح عاریت کا گہر ہے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک گہر عاریتہ یا انسان کو بہر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گہر مین رکہا پہر معیر نے مستعیر کو وہ گہر ہبہ کر دیا تو اس گہر کا ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے كذا فى الطحاوى والتى وهبتها لزوجها على المذهب لان المرأة ومتاعها فى يد الزوج فصح التسليم اور ہبہ مشغول اس گہر مین جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے ہاتہہ مین ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گہر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمین رہتی ہے اور اسکا اسباب اسمین ہے اور زوج بہی اسکے ساتہہ اسی گہر مین رہتا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ زوجہ گہر اور اسباب کے ساتہہ زوج کے ہاتہہ مین ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہین كذا فى الطحاوى وقد نظمت بيت الوهبانية فقلت ومن وهبت للزوج دار لها بها * متاع وهم فيها تصح المحرر * اور متغیر بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مینے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گہر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر معتمد علیہ ہے ہم وہبانیہ کی اصل بیت یون تہی ومن

وشبہت الزوج دار البہا بہا • جہا فرع وہم فیہا فقولان زبرح • یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گہر ہبہ کیا جسمین وہ ہبہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسی میں رہتی ہیں
تو دو قول آئین مرقوم ہیں یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تہا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کر دیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ
المشغول ان یودع الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار فیصح لانہا مشغولۃ بمتاع فی یدہ ۱۲ اور جوہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ
یہی کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکہی پہر موہوب لہ کو شئی مشغول گہر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گہر کے متاع کے ساتھہ موہوب لہ کے
ساتھہ صحیح تب شاغل بطریق ودیعت موہوب لہ کے قبض میں آیا پہر مشغول بتسلیم واہب اوسکے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہوگیا لہذا ہبہ صحیح ہوگیا
فی متعلق بتتم ومحوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے موہوب مفرغ میں ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہوگیا پہل ہبہ
درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر اور کہیتی کے ہبہ سے زمین میں مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہوگئی اور مشاع باقی نرہا ومشاع لا یبقی منتفعا
بہ بعد ان یقسم کبیت وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے اس مشاع یعنی غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا قسمت کرنے کے بعد
چنانچہ چہوٹی کوٹہری اور حمام صغیر ہم مشاع اس قسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکہتا ہے کہ بعد قسمت کے پہلا منتفع بہ نہیں رہتا چنانچہ عبد واحد
اور دابۃ واحدہ بابعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تہا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لا تتم بالقبض فیما یقسم
مشاع غیر قسمت پذیر کی قید سواسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع میں جو قسمت پذیر ہو ہم قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند
اسکی کذا فی الدرر قہستانی نے کہا جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہے انتہی بحر الرائق میں ہی کہ حد
فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ میں یہ ہے کہ جو چیز دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نمانی تو اگر قاضی
مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شریک کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہی چنانچہ گہر اور بڑی کوٹہری اور اگر قاضی جبر نکر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہیں چنانچہ عبد اور
حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل
قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ میں ہے تو یہی یعنی شریک کو
بہی ہبہ مشاع کا جائز نہ ہونا مذہب ہے مشہور اور اوپر سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا وفی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل
قیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ میں عتابی سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم فقہا کی ظاہر
عبارت سے عدم جواز مستفاد ہے یہان تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کیطرف منسوب کیا ہی بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی البحر فان قسمہ
وسلمہ صح لزوال المانع پہر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع یعنی مانع قبض کامل اشاعت تہی سو قسمت
اور تسلیم سے زائل ہو گئی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت
تسلیم کرے یا اسطرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بوسطہ عدم قبض کامل تو اوسکا تصرف اوسمین نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دے گا
یعنی درصورت تصرف اور واہب کا تصرف اوسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصولین الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی
ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام
المشاع لیکن درر میں ہے فصولین سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہو جاتا ہی قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اسکے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جسکو
صحیح کہا ہی عمادیہ میں لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہی اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھہ ہم ظاہر عبارت
شارح دال ہی کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہی حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہی چنانچہ شلبی میں اتقانی سے مذکور ہی اور کلام صاحب بحر بہی صحت پر دلالت کرتا ہی ہبہ مشاع
کی جائز ہی قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اوسکا جائز ہی شریک سے نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہی تو اجرت مثل لازم ہوگی اور عاریہ
اسکا شریک سے جائز ہی اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ مشاعہ ہی والا جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہی مقسوم اور غیر مقسوم میں ہر شریک

اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہونا محمد کے نزدیک اور بخلاف محتمل القسمۃ مین اور غیر محتمل القسمۃ مین بالاتفاق جائز نہیں
اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہو اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی العطائی و ھل للقریب الرجوع فی الھبۃ الفاسدۃ قال فی الدرر
نعم و تعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہو قرابتدار کو رجوع کرنا ہبۂ فاسدہ مین
درر مین کہا کہ ہان جائز ہی اور شرنبلالیہ مین اسپر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنابر قول مفتی بہ کے اس واسطے کہ ہبۂ فاسدہ ملک کا مفید ہوجاتا ہی قبض کرنی
سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طارئ کان یرجع فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسدھا اتفاقا اور مانع
قبض سے وہ شیوع ہی جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہین جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع مین رجوع کری
کیونکہ شیوع طاری مفسد ہبہ نہین بالاتفاق ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب اپنا نصف گہر شائع ہبہ کری اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گہر ہبہ کری پہر
نصف یا ثلث شائع مین ہبہ کو باطل کردے والاستحقاق شیوع مقارن لا طارئ فیفسد الکل حتی لو وھب ارضا و زرعا و سلمہما فاستحق
الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق البعض الشائع فیما یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہی نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہو کل
موہوب کا تو اگر زمین اور کہیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کردیا پہر کہیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین مین باطل ہوگیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کی محتمل القسمۃ مین ہم زراعت
کے بعض شائع ہونے مین کلام ہی اور صاحب درر نے یون وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کے ساتہہ بحکم اتصال شئی واحد کے مانند ہی پہر جب احد ہما مستحق ٹہیرا تو یون ہوگیا کہ گویا
بعض شائع مستحق ٹہیرا محتمل القسمۃ مین تو ہبہ باطل ہوگا فی مین اور اس تعلیل پر شارح کا قول آیندہ یعنی لانہ کمشاع بہی دلالت کرتا ہی کذا فی العطائی والاستحقاق
اذا ظہر بالبینۃ کان مستندا الی ما قبل الھبۃ فیکون مقارنا لہا لا طارئا کما زعمہ صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال قہستانی اور استحقاق
جب کہ گواہون سے ثابت ہو تو استحقاق ماقبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیساکہ صدر شریعۃ نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا
اتباع کیا ہی اس قول مین سو آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو ظہیریہ مین شیوع مقارن کہا ہی اور نہایہ اور کرمانی مین اسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید یہ
مین دو روایتین ہین اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول مین متفرد نہین کذا فی العطائی ولا تصح ھبۃ لبن فی ضرع وصوف علی غنم و نخل
فی ارض و تمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہین ہبہ دودہ کا تہن مین اور روئین کا ہبہ بہیڑ پر اور کہجور کے درختون کا زمین مین اور کہجور کا ہبہ کہجور کے درخت مین اسلیے
کہ ہبہ مشاع کے مانند ہی ولو فصلہ و سلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کرڈالے یعنی مثلا دودہ کو تہن سے علیحدہ کرکے ہبہ اور تسلیم کردے تو جائز
ہی بسبب دور ہوجانے مانع قبض کامل کے وھل یکفی فصل الموھوب لہ باذن الواھب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کی اذن سے درر کا ظاہر یہی ہے کہ ہان کفایت کرتا ہی بخلاف دقیق فی بر و دھن فی سمسم و سمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا
بعقد جدید بخلاف اس آٹے کی جو گیہون مین بالقوۃ ہی اور اس تیل کے جو تلون مین ہی اور اس گہی کے جو دودہ مین ہے کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہین اسواسطے کہ وہ فی الحال
معدوم ہے تو مملوک نہو گا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا سبب یہ ہی کہ گیہون مستحیل ہو کر آٹا ہوجاتے ہین اسیطرح باقی اشیا مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہوجاتی ہین کذا
فی الدرر وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموھوب فی ید الموھوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب کو
ہوجاتا ہی قبول کرلینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتہہ مین ہو ہبہ کے وقت اگرچہ یہ قبض بطریق غصب یا امانت کے ہوا اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جب
موہوب لہ قابض نے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنیوالا ہی یعنی بواسطہ قابض ہونیکے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا
ناب احدھما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جبکہ دو قبض ہمجنس ہون تو ایک قبض دوسرے قبضہ کا نائب ہوجاتا ہی ہم چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تہی پہر
مالک نے وہ بطور عاریت کی دی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کی ہوگا اسواسطے کہ دونون قبض امانت کے قبض ہین تو صحیح ہوگا بلا قبض جدید کیونکہ دونون ہمجنس ہین واذا
تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ اور جب کہ دونون قبض ہمجنس نہون متغایر ہون تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہی قبض ادنی کے اور ادنی اعلی کا نائب
نہین ہوتا ہم نیابت اعلی کی مثال یہ ہے کہ غصب سے قبض کیا پہر مالک نے غاصب کو ہبہ کردیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہین اور قبض ودیعت کی مثال ہبہ کے الخ

پیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پر ا بکئے اوسکے ہاتھہ ہبہ کیا ۔ وھبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وھو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم
عند عدم الاب لو فی عیالھم اور ہبہ اوس شخص کا جسکی نے الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا
ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونیکے وقت بشرطیکہ صغیر اونکی عیال میں ہو اور ولی فی الجملہ سے مراد یہہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکر سکا اور باپ سے
مراد یہہ ہے جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموھوب معلوما وکان فی یدہ
او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہے عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور بلا قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب
ولی کے ہاتھہ میں ہو یا اوسکے مودع کے ہاتھہ میں ہو اسواسطے ہبہ مذکور پورا ہے کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان کل عقد یتولاہ
الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اسمین فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وھب
لہ اجنبی یتم بقبض ولیہ وھو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرھم وعند عدمھم تتم بقبض من یعولہ
کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اوسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اوسکا وصی
پھر دادا پھر اوسکا وصی اگرچہ صغیر اونکی گود یعنی اونکی پرورش اور حمایت میں نہو اور اونکے نہونیکے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اوس شخص کے قبض سے جسکی عیال اور پرورش میں
صغیر ہے چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرھما والا لفوات الولایۃ اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہوجاتا ہے اوسکی ماں کی قبض اور اجنبی کی قبض
اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بوجہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا
قرابتدار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ السیا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہے
ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی المنافع المحضۃ کالبالغ حتی لو وھب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے
قبض سے اگرچہ باپ اوسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ نابالغ نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھہ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام
مذکور کا خرچ اوسپر لازم ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز
والصحیح ھو الجواز انتھی میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمین خلاف ہے کہ اوس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو بعضوں نے
کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتھی اقول ہذا استدراک ہے عند عدمھم کے قول پر وظاہر القھستانی ترجیحہ وعزاہ لفخر
الاسلام وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف
منسوب کیا ہے برخلاف اوس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے ہم قہستانی نے جواز قبض
مربی طفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری
سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی لکن متنہ یحتمل الوصل ولو بامہ والاجنبی ایضا فتامل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب وصل کرنے
ولو مع وجود ابیہ کو امہ والاجنبی کے ساتھہ بھی سو اسمین تامل کر یعنی جسطرح مصنف کا قول ولو مع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے وبقبضہ ولو ممیزا اسی طرح
اگر اسکو امہ والاجنبی سے بھی موصول سمجھے تو یہہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہوجاتا ہے کذا فی الطحطاوی وعن
رد ما قبلہ مراجیہ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اوسکا صحیح ہے کذا فی السراجیۃ وفیہا حسنات الصبی لہ وللابوین اجر التعلیم ونحوہ اور کہا
میں ہے صغیر کی نیکیاں اوسکے واسطے ہیں یعنی اوسیکو ثواب ہوگا اور اوسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب
اوسکے والدین کو ہوگا اور قول معتمد یہہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اوسکا کفارہ ہوں لہذا اوسکی حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی
الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وھب لہ وقیل لا انتھی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لھما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو ایسی ماکول
کھانا مباح ہے جو اوسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتھی ما فی السراجیۃ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت

چنانچہ اطلاق والدین وضعوا هدایا الختان بین یدی الصبی مما یصلح له کثیاب الصبیان فالهدیة له والا فان المهدی من اقرباء الاب او معارفه
فللاب وان من معارف الام فللام قال هذا للصبی او لا یعنی ختنے کیوقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہو چنانچہ لڑکونکے کپڑے
تو یہ تحفہ صغیر کا مملوک ہے اور اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی الظہیریہ تو اگر تحفہ لانیوالا باپکے قرابتدارون یا اسکے دوستون سے ہو تو تحفہ باپکے
واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستون سے ہو تو تحفہ اوسکی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانیوالے نے یہہ کہا ہو کہ یہہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا کہا ہو ولو قال اهدیت
للاب او للام فالقول له اور اگر تحفہ لانیوالا کہے کہ مینے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اوسیکا قول مقبول ہوگا وکذا اذا اتخذ البنت خلاصہ اور یہی حکم ہے
لڑکی کی شب زفاف کے تحفون کا کذا فی الخلاصہ وفیها اتخذ لولده او لتلمیذه ثیابا ثم اراد دفعها لغیره لیس له ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انها
عاریة اور خلاصہ مین ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہہ اسکو جائز نہیں جبتک کپڑے بنانیکے وقت یون بیان نکرے کہ کپڑے عاریت
ہین ہم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر کبیر کے حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجئے
بزازیہ مین ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہہ ہے کہ بنانیکے وقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو اور تو لفظ عاریت مفید
تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الظہیریہ وفی المنتقی ثیاب البدن یملکها بلبسها بخلاف نحو ملحفة و وسادة اور منتقی مین
ہے کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہوتا ہے اونکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف و توشک وغیرہ بلا لفظ تملیک
میراث ہونگے اور یہہ مسئلہ مشہور مین مفروض ہے جب کہ قبل تولد صغیر کے کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونون مین فرق ظاہر ہوگیا
کذا فی الظہیریہ وفی الخانیة لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد به الاضرار وان قصده یسوی
بینهم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی اور خانیہ مین ہے کہ کچھہ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی
اوسمین اختیار نہیں اور اسیطرح بعض اولاد کے زیادہ دینے مین کچھہ مضائقہ نہیں جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو ان مین برابری رکھے یعنی
بیٹی کو دے بیٹے کے برابر ابویوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم عطایا مین کمی زیادتی مکروہ ہے جب اولاد ورع مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا
تحصیل علم مین مشغول ہو نہ کسب مین تو اگر اسکو زیادہ دے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ نہ دے تا کہ معصیت کا مددگار نہ
ٹھیرے اور خلاصہ مین ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ مین اپنا مال امور خیر مین صرف کر ڈالون تو یہہ بہتر ہے اوسکے واسطے چھوڑ جانے سے اچھا ہے اور محمد کا قول غیر مختار
ہے کہ عطایا مین بیٹی کا دونا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الظہیریہ ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال مین تمام مال ایک
فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا ہم یعنی ایک لڑکے کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن ایسا کام گناہ ہے
تو نکرنا چاہئے اور بعضے مذاہب مین ہبہ مذکور منقوض ہوگا اوسکی موت کے بعد اور سب وارث اوسمین سے میراث پاوینگے کذا فی الظہیریہ تو یہہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث نامشروع
قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیها لا یجوز ان یهب شیئا من مال طفله ولو بعوض لانها تبرع ابتداء اور خانیہ مین ہے کہ باپکو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے
مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا مین احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفیها یبیع القاضی ما وهب للصغیر حتی لا یرجع الواهب
فی هبته اور خانیہ مین ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ کیا گیا تا کہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیرلے ولو قبض زوج الصغیرة اما البالغة فالقبض لها بعد الزفاف
ما وهب لها صح قبضه ولو بحضرة الاب فی الصحیح لنیابته عنه فصح قبض الاب کقبضها ممیزة اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا
جو صغیرہ کو ہبہ ہوا تو قبض اسکا صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح مین بسبب نائب ہونے زوج کے اوسکے باپکی طرف سے پھر جب باپکے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپکا
قبض بطریق اولے صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض فالقبض شوہر اور باپکے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اوسیکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپکا ہم زفاف سے
مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین نکاح کے بعد وقبله ای الزفاف لا یصح لعدم الولایة اور زفاف سے پہلے زوجکا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہین بسبب نہونے
ولایت کے وهب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع فیهما دو شریکون نے اپنا ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع ہم اسواسطے کہ دونون

اولاد کو عطا دینے مین کسیکو زیادتی دینا

شخصون پر تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب لہما نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی العدد والنہر و بمکتسبہ لکبیر فی لا عند الشیوع فیما یحتمل القسمة اور بالعکس اسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمة مین ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمة مین اور وہ ہبہ کا مانع ہی اما ما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل القسمة نہو جیسا کہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہی قیدنا بالکبیرین لانہ لو وہب لکبیر و صغیر فی عیال الکبیر او لابنیہ صغیر و کبیر لم یجز اتفاقا ہمنے دو بالغون کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغکو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال مین داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لو وہب لکبیر و صغیر و لصغیر فی عیالہ اور دونون کتابون مین ویسا ہی تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ہو گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ بیان دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر واہب کی طرف راجع ہی برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ مین کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالصبة لجواز الرهن والاجارة من اثنين اتفاقا اور ہم نے ہبہ مین قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارہ کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصون کے پاس اپنی چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے ولذا تصدق فی بعشرة دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبة للفقیر صدقة والصدقة یراد بہا وجہ اللہ تعالیٰ وہو واحد فلا شیوع اور جب دس درم دو فقیرون کو خیرات دے یا ہبہ کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہی اور صدقہ سے مقصود رضای ذات اقدس الٰہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا ہم زیلعی مین ہے اور فقیر نائب ہی خدا تعالیٰ کا لا لغنیین لان الصدقة على الغنی هبة فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمہا و سلمہا صح صحیح نہین صدقہ دینا دو مالدار شخصون کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونون کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ہم نے صحت سے نفی ملک مراد لی ہے **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے وہب لرجلین درہما ان صحیحا صح ایک شخص نے دو مردونکو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمة ہی اسواسطے کہ وہ حکم اسباب ہی معہ درہمان فقال لرجل وہبت لک احدہما او نصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درم ہین سواوس نے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے ان دو درمون سے ایک درم تجھکو ہبہ کیا یا انکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہیں ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوئے تو ہبہ مشاع کا ہے محتمل القسمة مین کیونکہ اسمین جبر علی القسمة جائز ہی کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہب لہما جاز مطلقا اور اگر دونون درم مختلف ہون اسطرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریہ تو ہبہ جائز ہی اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہی اور اسیواسطے اگر دونون درمون کے دو شخصون کو ہبہ کرے تو جائز ہی مطلقا خواہ دونون مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحطاوی تجوز هبة حائط بین داره وداره جاره وهبة البیت من الدار فہذا یدل على کون سقف الواهب على الحائط واختلاط البیت ببطان الدار لا یمنع صحة الهبة مجتبی جائز ہی ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اوس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اوسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہی اور جائز ہی ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر مین سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہی واہب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیوار ون سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے لکھا دیوار پر چھت کے ہونیکی دلالت طلاق کی جہت سے البتہ ہی ورنہ اسکی صراحت نہیں کلام مین فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبضہ پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہی اسطرح ہبہ بیت کا مع جمیع حدود و حقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے صحیح ہے لیکن بیت کا تم مشترک ہی اسمین اور دوسرے مین جائز ہی انتہی

باب الرجوع في الهبة

یہ باب ہے رجوع فی الہبہ مین یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان مین ہوتا ہے نہ اقوال مین کذا فی الطحطاوی صح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبة ہبہ کرکے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض سے پہلے تو وہ ہبہ تمام نہیں ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو دیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہیں کہتے ہم اشتغاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریما

قبل تحققها فله اور موہوب کا پھیر لینا صحیح ہی ساتھہ نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہی کذا فی
الشامیہ ہم حدیث مین آیا ہی جو ہبہ کرکے پھیر لیتا ہی اُسکی مثل جو دیتا ہی پھر پھیر لیتا ہی اُس کُتّے کی سی مثل ہے جو کہتا ہی پھر جب آسودہ ہوتا ہی تو قی کرتا ہی پھر اپنی قی کو نگل لیتا ہی اور
دوسری حدیث یہ ہی کہ جو ہبہ کرے وہ اُسکا زیادہ تر حقدار ہی جبتک اوسکا عوض نلے انتہی تو رجوع فی الہبہ صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے مین جمع بین الحدیثین ہوگیا ومنہا
الحکم کذا فی الطحطاوی ولو صالح اسقاط حقه من الرجوع فلا یسقط باسقاطه خانیہ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھہ ہو تو رجوع
ساقط نہین ہوتا واہب کے ساقط کرنے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحه من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضا
عن الهبة لکن سیاتی اشتراطه فی العقد اور جواہر مین ہے کہ صحیح نہین ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کرلیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہی اور یہ
عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد مین یعنی مجتبی سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیها حروف دمع خزقه یعنی الموانع السبعة الآتیة
اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقه کے منع کرتے ہین حروف مذکورہ سے موانع سبعہ آیندہ مراد ہین ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کے واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ
مین جمع کیا ہی اور معنی ترکیب یہ ہی کہ آنسو نے اُسکو رجوع کرنے سے روکا الاخرق بمعنی ظلم ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھہ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادة فی
نفس العین الموجبة لزیادة القیمة المتصلة تو حروف مذکورہ مین دال سے مراد زیادت ہی نفس عین موہوب مین یعنی زیادت متصل جو قیمت زیادہ
ہوجانیکی موجب ہے ہم زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہوجانا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہین اور نفس عین کی زیادت کی قید سے
زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہین اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہو چنانچہ غلام اور لونڈی مین طول
فاحش وان زالت قبل الرجوع کان له الرجوع شرنبلالیہ لکن فی الخانیہ ما یخالفه واعتمده القهستانی فلیتنبه له لان الساقط لا یعود اگر یہ
زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہوگیا لیکن خانیہ مین اسکے مخالف ہی اور اعتماد کیا ہی اُس پر قہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی
زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا مظنون فیہ ہے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود نہین کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار مین دو قول ہین محیط مین ہے کہ اگر کسی نے
غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اوسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہین اسواسطے کہ اسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے
گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس مین ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہی اور اسیطرح جمیع حیوانات اور اسی
طرح فتاوی عالمگیری مین ہے اور یہ جو شارح نے موانع سبعہ کا ساقط مذکور کیا سو مسلم نہین بلکہ یہ از قبیل زوال مانع کے ہی کذا فی الطحطاوی وخرج ان علم ان زیادة فی کل الارض
ولا کالدجم زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ مین بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت مین شمار ہو اور اگر
کل زمین کی زیادت مین معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عد فی قطعة منها امتنع فیها فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ مین
شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اوسی قطعہ مین کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارہ پر کھجور جمائی
یا عمارت بنائی اور یہہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین کل مین نہ بعض مین اور اگر یہہ زیادت معدود نہو یا نقصان سمجھی
مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو اگر دوکان نہایت صغیر بنا دی تو یہہ اصلا زیادت نہ ٹھہریگی تو اوسکا کچھہ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم جیسے طویل اور عریض ہو تو عمارت
مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوئی بلکہ اوسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو اُس قطعہ کے غیر مین رجوع جائز ہوگا انتہی وینبغی ان یلحق بالزیادة المتصلة
وتقصیر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد ومداواته وعفو جنایة وتعلیم قرآن وکتابة وقراءة ونقط مصحف
باعرابه وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوها اور مانند رنگنے اور خوشبودار کرنے کے اور دوخت اور رنگت اور کپڑے کو شوب کے اور جوان ہوجانے صغیر اور سننے
بہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اوسکے معالجہ کے اور معاف ہوجانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے
اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادلیجانے کھجور کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلا اور سوا اسکے مذکور کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ مین شمار ہوگا جبکہ
وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا ہو اور اسنے علاج کیا ہو تو مانع رجوع نہین

جنایت کرتی ہو یا غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اوس نے کسیکا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اوسکو معاف کر دیا ہو جب کہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے
دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اوسکو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا امتنع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ
مین ہی اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں ہم عورتون کا حال حاملہ ہونے مین مختلف ہوتا ہی بعضی عورت حاملہ
ہو نیسے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہی اور بعض دُبلی اور بدصورت تو صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ
فی المتولدۃ ککبر القول للواہب فی نحو بناء وخیاطۃ وصبغ للموہوب لہ خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط لکنہ استثنی ما لو کان لا یبنی
فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے ثابت ہونے اور نہ ہونے مین اختلاف کیا تو زیادت متولدہ مین جیسے جوان ہو جانے مین واہب کا قول معتبر ہو اور نا
عمارت اور سلائی اور رنگت کی موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور ایسا ہی محیط مین ہے لیکن صاحب محیط نے اوس عمارت کو مستثنے کیا ہی جو بن
نہین سکتی ہو اتنی مدت مین ہم توضیح خلاف یہ ہے کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تہی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب نے
کہا کہ نہین بلکہ اسیطرح جوان ہبہ کی تہی تو اس اختلاف مین در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ
فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہین ہوتی جیسے بچہ موہوبہ کا اور دیت اور مہر مملوکہ کا اور پہل درخت کا تو واہب اصل مین رجوع
کرے نہ زیادت مین ہم مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اوسکا ہاتہ کسی نے کاٹ ڈالا اور اوسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پہیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت
موہوب سے جدا اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہین لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ
انہ قول ابی یوسف فلیتنبہ لہ لیکن ماں کو واہب پہیرے جب کہ اوسکا بچہ اوس سے مستغنے ہو یہ نقل کیا ہی قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہی کہ وہ ابو یوسف کا
قول ہے نہ امام کا تو اوس سے خبردار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد ہل للواہب الرجوع قال فی السراجیہ لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہو گئی
اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہین جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراجیہ مین کہا کہ رجوع جائز نہین اور زیلعی نے کہا کہ ہان رجوع جائز ہی وفی الجوہرۃ مریض مدیون بدین
مستغرق وہب امۃ فماتت وقد وطئت ردہا مع عقرہا ہو المختار اور جوہرہ مین ہے مریض لین ہی جو سرا پا مستغرق بدین ہے اوس نے لونڈی ہبہ کی
پہر وہ مرگیا اور حالانکہ موطوءہ ہوگئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اوسکے غیر سے تو موہوب لہ اوسکو پہیرے اوسکی وطی کے ساتہہ یہی قول مختار ہے م
ردہبہ لمانع من غرمائہ والمیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہی بعد قبضے کے تو اگر قبض سے پہلے
کوئی مرگیا تو عقد باطل ہی ولو اختلفا والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دو شخصون مین اختلاف ہوا اور عین موہوبہ وارث کے ہاتہ مین ہو تو وارث
ہی کا قول مقبول ہے ہم خلاف کی یہ صورت ہی کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی مین نہین کیا بلکہ اوسکی وفات کے بعد
قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اوسکی حیات مین مین نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہی کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے
وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال ۵ کفارۃ دیۃ خراج ورابع + ضمان لعتق ہکذا النفقات + کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا + بموت
لما ان الجمیع صلات اور البتہ مصنف نے نظم کیا ہی ان حقوق کو جو ساقط ہو جاتے ہین موت سے تو یون کہا ہی کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتہا تاوان بعلت عتق اسی
طرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہی موت سے اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہین ہم سقوط کفارہ در صورت عدم وصیت ہی ضمان
عتق کی یہ صورت ہی کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور شریک تاوان لازم آیا بسبب اسکے کہ مالدار ہی پہر آزاد کرنیوالا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر
لفظا یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہی بشرطیکہ موہوب لہ عوض دیتے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب یہ جانے کہ وہ اوسکی تمام
ہبہ کا عوض ہی م طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ عوض کی دانست کافی ہی یعنی لازم ہی موہوب لہ فلو قال خذہ عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلتہا
ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ یہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اوسکا بدلا یا اوسکے مقابلے اور مانند
اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پہر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہو گیا ہم اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حقیقت بیع ہی ولو لم یذکر انہ عوض رجع

كُلٌّ هِبَةٌ اور اگر موہوب لہ یوں ذکر کرے کہ وہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ ہے ولذا اشترط فیہ شرائط الہبۃ کقبض وافراز وعدم شیوع
ولو العوض مجانسا او یسیرا وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد وہو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونیکے ہبہ ہے اسواسطے عوض میں
ہبہ کی شرطیں شرط ہیں چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے
بعضے نسخوں میں بجای بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبوں کی م مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہیں ہے اسلئے
کہ اگر بدل ہوتا تو قلت میں جائز نہیں ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کے ولیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہیں دیتا اور عوض تو
اوس نے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہو جائے کذا فی العطابی ولا یجوز للاب ان یعوض عما وہب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہیں
کہ عوض دیوے کا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو اپنے مال سے ہم تو اگر صغیر کے مال سے ہو اور مال سے عوض دے تو جائز ہے ولو وہب العبد التاجر ثم عوض فلکل منہما
الرجوع بجہا اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اسکا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذا فی البحر ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع
سے نہیں ہے پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسیطرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بنا ہی لغو یعنی ہبہ پر تہا جب ہبہ باطل ہوا
تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بحر اور جائز نہیں مسلمانکو شراب یا سور
عوض دینا نصرانی کو ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہیں کذا فی البحر یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے
شراب یا سور نصرانیکو دیا تو جائز نہیں تو نصرانیکو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا وشرط ان لا یکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ البعض عن
الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی او شرط یہ ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واہب کو باقی موہوب میں
رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین نعوضہ احدہما عن الآخر ان کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر
موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایکچیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں
موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی ہبۃ ورجوع مجتبی اور درہم متعین ہو جاتے ہیں ہبہ اور رجوع
میں کذا فی المجتبی ہم تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلا بجنسہا یعنی جیسے تھے دیا تو رجوع جائز نہ ہوگا اور رجوع اسوقت تک جائز ہوگا جبتک دراہم
موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہیں اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا ہلاک یعنی مانع رجوع ہے کذا فی العطابی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا للحدث
بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ تعویض اسکی
صحیح نہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب او لت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسیطرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی میں
گھولے پھر اسکو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کئے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح موہوب
پھر بہت ستو میں سے موہوب لہ نے پانی پھر ستو گھولکر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نرہا گویا
دوسری چیز ہو گئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا
وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہبکو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہو گیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع
اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کیطرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جب واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کی مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے تو صحیح
ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال
عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے جو عوض دیا ہے نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ
کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض میری طرف سے دے اس شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونیکے سبب سے ہے بخلاف ادای دین ہم کے
وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادای دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کیطرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے

سو ایسا ہوگا کہ ادائی برد یون پر واجب ہے تو جب اُس نے دین ادا کر نیکو کہا تو گو یا اجنبی سے بقدر دین اُسنی قرض لیا و الاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاے حبس اور ملازمت سے تو اسکی ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں ہے یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اوسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اُس وقت جب کہ امر کرنیوالا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریۃ ہم حبس اور ملازمت کی قید سے ادا نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہین کذا فی الحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اس وقت مین یعنی جب قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھیر لیگا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہوا ہو بسبب جب ہونے دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل ما لو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیہ مع انہ لا یطالب بہما لا بحبس ولا بملازمۃ فتأمل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گہر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کرلے یعنی مال دیکر مجکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہین بناء دار اور استخلاص کا نہ حبس سے نہ ملازمت سے سو اسمین تامل کرو ہم شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اسکا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا میں نظر ہے کذا فی الحطاوی وان استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے ہم جوہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض میں اُس وقت ہے جب کہ موہوب محتمل القسمۃ نہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الحطاوی وعکسہ لا ما لم یرد ما بقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ یتخیر للتسلیم العوض اور بالعکس اوسکے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہین جبتک کہ باقی عوض کو نہ پھیر دے اسواسطے کہ ما بقی عوض ہونیکی صلاحیت رکہتا ہے ابتداء تعویض میں سو اسیطرح اوسکی صلاحیت بقا میں بھی رکہتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا کہ عوض سالم رہے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ شارح یوں کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کے اختیار رہیگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب سالم نرہنے عوض کے ومرادہ العوض الغیر المشروط فان المشروط فمبادلۃ کما سیجیء فیوزع البدل علی المبدل نہایہ اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی درحقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایہ کالو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلہا اذا کانت قائمۃ لا ان کانت ہالکۃ چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہین یعنی اسواسطے کہ ہالک ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہبۃ لم یرجع خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہوگئی ہو تو رجوع نکرے کذا فی الخلاصہ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان ہالکا وہو مثلی وبقیمتہ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایۃ ولو عوض النصف رجع بما لم یعوض ولا یضر الشیوع لانہ طارئ اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضر نہین کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آیندہ پر نقل فی المجتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا ولم ار من صرح بہ غیرہ وفروع المذہب مطلقۃ کما ترى تنبیہ مجتبی میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہین ہوتا ہے اور میں نے دوسرے شخص نہین دیکہا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوای صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید کور کے ہیں چنانچہ مذکور ہے جسکو سو غور کرلے ہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گیہون کا آٹا گیہون کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا ہبہ نہین ہوتا مگر بعد گیہون کے اور

از انجملہ دو موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہی کذا فی المنح **والخاء خروج الهبة عن ملك الموهوب له**
اور خا معجمہ سے مراد ہبہ کا خروج ہی موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا **ولو بهبة الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سواء كان**
بقضاء او رضی لما سیجیء ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بها الثالث علی الثانی او باعها منه لم یرجع الاول و
خروج عن الملک مانع ہی رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہی خواہ رجوع حاکم کی حکم سے ہو یا رضامندی
سے ہو واسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت ہے فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی
پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھہ بیچ کرے تو واہب اول رجوع نکریگا **ولو باع نصفه رجع فی الباقی لعدم المانع** اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب
نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں **وقید الخروج بقوله بالكلية بان یكون خروجا**
عن ملكه من كل وجه لتوقف علیه بقوله اور مصنف نے خروج میں بالکلیۃ کی قید لگائی یعنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع
کی بقول آیندہ **فلو ضحی الموهوب له بالشاة الموهوبة او نذر التصدق بها وصارت لحما لا یمنع الرجوع** تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا
اوسکے خیرات کرنیکی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہہ مانع رجوع کا نہیں **ہم** اسواسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں داخل رہتا ہی تو خروج عن الملک
ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکور اور متعہ ادا ہو جاتا ہی محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک رجوع جائز
نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام کا قول محمد کے قول کے مانند ہی **ومثله المتعة والقران والنذر مجتبی** اور قربانی کی مانند متعہ اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی
ہم مطحاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہی تو متن سے تکرار ثابت نہو ہی **وفی المنهاج وان وهب ثوبا فجعله صدقة لله تعالی فله**
الرجوع خلافا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف مذہب ابو یوسف
ہم جتنا بہ فقہ سے بیر نہیں پہونچی تب رجوع درست ہے کذا فی الطحطاوی **ولو ذبحها من غیر تضحیة فله الرجوع اتفاقا** چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون
قربانی کرنیکے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **عبد علیه دین او جنایة خطاء فوهبه مولاه**
لغریمه او لولی الجنایة سقط الدین والجنایة ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایة عند محمد روایة عن الامام كما لا یعود النكاح
لو وهبها لزوجها ثم رجع خانیه ایک غلام ہی جسپر دین یا جنایت خطا ہی پھر اوسکے مالک نے اوسکے دین دار یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط
ہو گی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہو گا اور دین اور جنایت محمد کے نزدیک عود نکریگی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں
کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو پھر اوسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیہ **والزاء الزوجیة وقت الهبة** اور زاء معجمہ سے زوجیت وقت ہبہ کی
مراد ہی **فلو وهب لامرأة ثم نكحها رجع** تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نتھی **ولو وهب لامرأته لا**
كعكسه انتهی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے اسکا عکس ہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور شوہر کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی
اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **لا تصح هبة المولی لام ولده ولو فی مرضه ولا تنقلب وصیة اذ لا یك**
تحجر لها مال او وصی لها بعد موته تصح لعتقها بموته فیسلم لها كما فی صحیح نہیں ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام الولد کو اگرچہ ہبہ اوسکے مرض الموت میں ہو
اور یہہ ہبہ بدل کر وصیت نہو جایگا اسواسطے کہ مجور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کی یا اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہا کہ میری موت کے بعد
ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہو گی بسبب اسکے آزاد ہو جانیکے مولی کی موت سے تو ام ولد کا بعض کر دیا جاویگا کذا فی الکاشی **ہم** ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے
صحیح نہوا کہ شرائط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجور التصرف رہنیکے **والقاف القرابة فلو وهب لذی رحم محرم منه**
نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع قهستانی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابتدار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع
نکریگا کذا فی القہستانی **ہم** محرم وہ ہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہی نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت

ہم یعنی ترجمہ کا اول فروع کے بیچ میں ... اس مطلب ہوا ... ایسی ... یہ ... یہی ... بیع ... ام ... ولد ... مال ...

ہم یہ مثال ... وصیت ... کو ولد کی ...

ولو وهب لمحرم بلا رحم كأخيه رضاعاً ولو ابن عمه ولمحرم بالمصاهرة كأمهات النساء والربائب وأخيه وهو عبد لأجنبي ولعبد أخيه رجع
اور اگر واہب نے ہبہ کیا اُس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اوسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن و ربائب
اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا امام ابن عمہ کا لفظ جو متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں
اسواسطے کہ ابن عم قرابتدار ہے تو اوسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تہا اور صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام
ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو كانا أي العبد ومولاه ذا رحم محرم من الواهب فلا رجوع فيهما اتفاقاً على الأظهر لأن الهبة لكلٍ منهما
وقعت تمنع الرجوع بحر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اوسکا مالک واہب کے محرم قرابتدار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنابر قول صحیح کے اسواسطے
کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہبۃ کا کذا فی البحر غلام اور مولے کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہہ
صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اُسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط **فرع** مسئلہ ملحقہ شایع کا وهب لأخيه وأجنبي ما لا يقسم
فقبضاه له الرجوع في حظ الأجنبي لعدم المانع دراں اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا مکی سو دونوں نے
اوسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والهاء هلاك العين الموهوبة اور ہا سے مراد
عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اوسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقای ملک تو یہہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ خروج
عن الملک منفی ہے ہلاکت سے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اُسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ مذبوحہ کذا فی
الطحطاوی عن المکی ولو ادعاه أي الهلاك صدق بلا حلف لأنه ينكر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعویٰ کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ پھیر دینے کا فإن قال الواهب هي هذه العين حلف المنكر أنها ليست هذه خلاصہ پھر اگر واہب
کہے کہ وہ یہی ہبہ کی چیز ہے تو منکر یوں قسم کہائے کہ ہبہ یہہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ كما يحلف الواهب أن الموهوب له ليس بأخيه إذا ادعى
الأخ ذلك لأنه يدعي مسبب النسب لا النسب خانیہ جیسے واہب یوں قسم کہائے کہ موہوب لہ اوسکا بھائی نہیں جب بھائی دعویٰ کرے بھائی ہونیکا
اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے مسبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیۃ یعنی جب واہب رجوع فی الہبۃ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں
تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہہ قسم درحقیقت نسب کے مسبب یعنی مال پر ہے نہ نسب پر تو بیان حال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا
تو اوسمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف ولا يصح الرجوع إلا بتراضيهما أو بحكم الحاكم للاختلاف فيه اور
صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب خلاف ہونیکے رجوع میں ہم بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز
نہیں پھر جب اسمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضای طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کر کے پھیر لیگا بلا رضای موہوب لہ یا حکم حاکم
تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اوسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فيضمن بمنعه بعد القضاء لا قبله تو موہوب لہ
بعد حکم حاکم موہوبہ کو نہ دینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم جبتک حاکم حکم نکرے استرداد کا یا فسخ ہبہ بتراضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب میں
ثابت ہے تو اوسکا تصرف اسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اوسکے پاس تلف
ہوجای تو اوسپر تاوان نہیں کیونکہ اسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا
بسبب اوسکی تعدی کے کذا فی المنح وإذا رجع بأحدهما بقضاء أو برضى كان فسخاً لعقد الهبة من الأصل وإعادة لملكه القديم لا هبة
للواهب اور جب کہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی
ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کر دے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جب
قبض کریگا تو پھر نہ رجوع سکے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلهذا لا يشترط

فیہ قبض الواھب وھو الرجوع فی الشائع ولو کان ھبۃ لما صح فیھا اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ موہوب کا سو اسمین شرط نہین ہے
قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع مین اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع مین صحیح نہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہین کما تقدم وللواھب ردہ علی بائعہ
مطلقا بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اوسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہو یعنی واہب نے ایک چیز خرید کی پھر وہی چیز
دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اوسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد
بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہے یعنی اگر ایک چیز خرید کی پھر اوسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بوجہ عیب قدیم کے
مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہی عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی
سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہین پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الکافی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فافترقا
رد بالعیب فقط رضا بلا قضا سے ہو اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامتی بیع کے وصف مین ہے نہ فسخ مین تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہو گیا ہم چونکہ حق مشتری
سلامتی بیع مین ہے لہذا اگر بیع کا عیب ثابت ہو تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور در صورت عدم سلامتی بیع مشتری پھیر لیگا اور اوسی سے فسخ بیع ضرورۃً
لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کے کہ اسمین استحقاق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع عین ملک واہب اسکی طرف عائد ہوگی نہ ہبہ جدا گانہ تو فرق
بیع اور ہبہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنح [illegible] وھو بفسخہ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلا والا لعاد
المنفصل الی ملک الواھب بالرجوع [illegible] پر معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمانہ مستقبل مین نہ مترتب ہونہ
باطل ہو جاسکے اثر کا [illegible] اور اگر اثر کا بطلان ہوتا اصلی مین تو زیادت منفصل ملک واہب کی طرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے
کذا فی الفصولین [illegible] اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس ہو جو دہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد جو ملکے
[illegible] بطلان اثر مراد نہین اتفقا الواھب والموھوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من المواضع
السابعۃ [illegible] متصادقین ھو [illegible] واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا ایسے موضعین مین کہ جسمین رجوع صحیح نہین منجملہ
[illegible] تو انکا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الھبۃ والصدقۃ فی المحارم
الا بالقبض لانھا ھبۃ [illegible] بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہان ہبہ ہے ثم قال وکل شیء یفسخہ الحاکم
اذا اختصما الیہ فھو [illegible] چیز کی عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاوین تو او سکا یہی حکم ہے یعنی
در صورت تراضی جو عقد [illegible] بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی مصرف ولو وھب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض
اور اگر طفل مدیون کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہوا [illegible] وفی الدر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور در میں ہے حاکم نے
حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل ہو گیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوضین تو یہ نہین ہو سکتا
مگر خروج عن الملک مین ہو سکتا ہے جب کہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموھوبۃ واستحقھا مستحق وضمن المستحق
الموھوب لہ لم یرجع علی الواھب بما ضمن لانہ عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہو گئی اور اوسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھیرا اور حقدار نے
موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمین سلامتی موہوب مستحق نہین ہے ہم ہبہ کی قید اسلئے
لگائی کہ معاوضات کے عقود مین تاوان دیسی غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارہ مین
جب کہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جاوے پھر کوئی اوسکا مستحق ثابت ہو اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونون شخص دافع سے تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی
والاعارۃ کالھبۃ ھنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام مین اسواسطے
کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہوا اور یہان غرور نہین بسبب نہ ہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم عقد نہین یعنی عقد معاوضہ نہین والا عاریت

اور ہبہ مین عقد ضرور ہے خلاصہ یہہ مقام یہہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہوجائے اور اسکا کرے اور مالک کو سوا ہی معتبر اور مالک مستعیر سے تا وان لے تو مستعیر تاوان کو سودی نہین لیسکتا واذا وقعت الھبۃ بشرط العوض المعین فھی ھبۃ ابتداءً فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتھاءً فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ ویوخذ بالشفعۃ ھذا اذا قال وھبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وھبتک بکذا فھو بیع ابتداءً وانتھاءً اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونون عوضون مین تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ مین شائع ہونیسے عوض باطل ہوگا اور یہہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کی تو ہبہ عیب اور خیار الرؤیۃ سی پہیر دیا جائیگا اور شفعہ لیا جائیگا یہہ صورتین ہین جب کہ واہب یون کہی کہ مینے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یون کہیگا کہ مینے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہی باعتبار ابتدا کے بہی اور باعتبار انتہا کی بہی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونون مین ہوگا اور اسیطرح خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونون مین ثابت ہی اور جب کہ باعتبار ابتدا اور انتہا کی ہبہ بیع ہوگا تو دونون کی ملک اپنی حق مین ثابت ہوگی اور تمام تسلیم جائز نہوگا اور قبض شرط نرہیگا اور شیوع مفسد نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجھولا بطل اشتراطہ فیکون ھبۃ ابتداءً وانتھاءً اور عوض مین مصنف نے معین ہونیکی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کی دونون اعتبار سو متعوض ہبہ ہوگا نہ بیع **فرع** مسئلہ متعلقہ شارحکا وھب لوقف لانھا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز ولان شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی وقف اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تہا تو جائز نہین اور اگر استبدال اسکا مشروط تہا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کی ہوگی ناصحی نے اسکو ذکر کیا ہی وفی المجمع واجاز محمد ھبۃ مال طفلہ بشرط عوض مساو ومنعاہ قلت فیحتاج علی قولھما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع مین ہی اور جائز کہا ہی محمد بن حسن نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت مین برابر ہے موہوب کے اور شیخین نے اسکو منع کیا ہی مین کہتا ہون تو شیخین کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان مین فرق بیان کرنیکی حاجت ہوگی ہم یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک جائز ہی اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہین تو دونون مین فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یون فرق مذکور کیا ہی کہ جو اقف نے استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہی ہر ایک عقد سے اور منجملہ اسکے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرطین بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اسواسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتدا کی تبرع اور احسان ہی اور وہ ممنوع ہی طفل کے مال مین احسان کرنیسے مطلقا

فصل فی مسائل متفرقۃ

یہہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ مین وھب امۃ الا حملھا او علی ان یردھا علیہ او یعتقھا او یستولدھا او وھب دارا علی ان یرد علیہ شیئا منھا ولو معینا کثلث الدار او ربعھا او علی ان یعوض فی الھبۃ والصدقۃ شیئا عنھا صحت الھبۃ وبطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی وبطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانہ بعض او مجھول والھبۃ لا تبطل بالشروط لونڈی ہبہ کی سوا ہی اسکے حمل کے یا ہبہ کی اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پہیر دے یا موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بنادے یا گہر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گہر مین سے کچہہ واہب کو پہیر دے اگرچہ بعض معین ہو چنانچہ تہائی گہر یا چوتہائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ مین سے کچہہ عوض دے تو ہبہ صحیح ہی اور پہلی صورتین استثنای حمل باطل ہے اور باقی صورتون مین شرط باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہی اور ہبہ باطل نہین ہوتا شرطون سے ہم مجہول ہونا پہلی دو صورتون مین ظاہر ہی نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ مین تو ہدایہ کی یہہ تعلیل بہتر ہے کہ یہہ شروط مقتضای عقد کے مخالف ہین تو فاسد ہوئین اور ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے ولا تنس ما مر من اشتراط معلومیۃ العوض اور نہ بہول اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہوچکا ہم یعنی جہالت عوض کی مفسد ہی سراج مین ہی اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہے تو شرط اسکی مفسد نہین ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی اعتق حمل امتہ وھبھا صح ولو دبرہ ثم وھبھا لم یصح لبقاء الحمل علی ملکہ فکان مشغولا بہ بخلاف الاول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پہر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہی اور اگر حمل کو مدبر کیا پہر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہین بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہہ ہے کہ

سے موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی درصورت عمل واہب کی ملک پر جبین باقی رہا تو موہوب مشغول بملک واہب رہا فتنا ولا یصح
تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقوله لمدیونه اذا جاء غد او ان مت بفتح التاء فانت بری من الدین او ان مت من مرضی
او ان مت من مرضی هذا فانت فی حل من مهری فهو باطل لانه مخاطرة وتعلیق بھی صحیح نہیں تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب
دین کا یون کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یون کہنا اپنے زوج سے اگر تو مرجاے اپنے اس مرض سے یا مین
مرجاؤن اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے م بھی غد مین مخاطرہ نہیں مگر جب بھی غد کو
بغایت دین کے ساتھ ملاحظہ کیجے کذا فی الطحطاوی والاشباه ویکون تنجیزا کقوله لمدیونه ان کان لی علیک دین ابرأتک عنه صح تعلیق
ابراء کی شرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہے تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاے چنانچہ اپنے مدیون سے یون کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو مین نے تجھکو بری الذمہ
کر دیا صحیح ہے وکذا ان مت بضم التاء فانت بری منه او فی حل جاز وکان وصیة خانیه اور اسیطرح یہ تعلیق کہ اگر مین مرجاؤن تو تو
اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہین اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیه م مرض مخصوص سے مراد یہ ہے موت یقینی نہیں لہذا شارح نے اوسکو
وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اوسکو یہان وصیت کہا جازت العمری للمعمر له ولورثته بعده لابطلان الشرط ہبہ
بطریق عمری جائز ہے اور موہوب اوسکا مملوک ہے جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اوسکے اوسکے وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے م عمری
بضم اول ہبہ ہے کہ ایک شخص مثلا اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بہر اسمین رہے پھر جب موہوب له مرجاوے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پہیر لے سو اسطرح کے
دینے سے موہوب له اور اوسکے ورثہ مالک ہو جاتے ہین اور پہیر لینے کی شرط باطل ہے لا الرقبی لانها تعلیق بالخطر رقبی جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہے خطر پر م رقبی بضم [illegible]
بطریق رقبی ہے یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مری جمہ سے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محمد کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلیق
بالخطر کے اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن المضمرات
واذا لم تصح تکون عاریة شمنی لحدیث احمد وغیره من اعمر عمری فهی للمعمر فی حیاته وموته لا ترقبوا من ارقب شیئا فهو سبیل المیراث
اور جب کہ رقبی صحیح نہوا تو اسطرح کا دینا عاریت ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری سے اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل وغیره کی الحدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے
بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور موت مین وہی شخص ہے جسکو عمر بہر کے واسطے دیا اور بطریق رقبی نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبی کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا
طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والیکی میراث ہے بعث الی امرأته متاعا هدایا الیها وبعثت له ایضا هدایا عوضا للهبة صرحت بالعوض او لا ثم
افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج انه عاریة لا هبة وحلف واراد الاسترداد وارادت هی الاسترداد ایضا یسترد کل منهما
ما اعطی اذ لا هبة فلا عوض زوج نے زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بہیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بہیجا ہبہ کے عوض خواہ اوسنے عوض کی تصریح کی یا نکی
پہر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تہا نہ ہبہ اور اسپر اوسنے قسم کہائی اور اسباب کے پہیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت
نے بھی پہیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے جو دیا تہا سو پہیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہیں تو بدلہ بھی نہیں یعنے اوسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تہا جب ہبہ باطل ہوا
تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استهلک احدهما بعثه الآخر ضمنه لانه من استهلاک العاریة ضمنها خانیه اور اگر زوج یا زوجہ نے اسباب
تلف کر دیا جو دوسرے نے بہیجا تہا تو اسکا تاوان دیگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اوسکا ضامن ہے کذا فی الخانیه م استہلاک کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر متاع خود تلف ہو جاویگی تو تاوان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی وهبة الدین ممن علیه الدین وابراؤه عنه یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ
عقد صرف وسلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو جسپر دین ہے اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم
فسخ ہو جانیکا موجب نہو م قبول کی اسواسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابراء بمعنے اسقاط ہے اور اسقاط مین قبول شرط نہیں اور اگر ابراء عقد سلم یا عقد صرف کے
فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابراء کیا یا صرف متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابراء کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اس قبض کے جو

مستحق ہبہ سے اور ایک عاقد کو فسخ میں خیار نہیں لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ
ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس اور غیر مجلس میں رد کر دینے سے اسواسطے کہ اسمین معنی اسقاط ہے اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مقید بمجلس ہے
کذا فی العنایۃ ہم سے اسقاط تمیم کی تعلیل ہے یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمین معنی اسقاط ہے اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بمجلس ہے لکن فی
الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہے کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے
یہانتک کہ دائن اور مدیون جدا ہوا پھر بعد چندروز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے
اوس پر یہہ استدراک ہے بعضوں نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہہ قول صحیح ہے لیکن دوسرا قول اصح ہے تو دو قول صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبی
الاصح ان الہبۃ تملیک والابراء اسقاط لیکن مجتبی میں ہے کہ صحیح تر یہہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے ہم یہہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ
ہبہ اور ابرا ایک ہے یعنی اسقاط ہے اور بحکم ہبہ تملیک لیکن یہہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی الحلبی تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل
الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ [illegible] دین کا مالک کرنا اس شخصکو
جسپر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتون مین باطل نہیں حوالہ مین اور وصیت مین اور جب کہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض پر مسلط کرے تو تب
تملیک صحیح ہوگی ہم جب اوسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھیرا موکل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہہ صورت ہے کہ محال علیہ
محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخصکو دین [illegible] دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہہ صورت ہے کہ ثلث مال
کی وصیت کی اور ترکہ میں دیون ہین تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنے مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ومنہ ما لو وھبت
من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون کے یہہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہے
تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنیکے ہم یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہہ ہے کہ تسلیط فرزند کو بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضیخان میں ہے
کہ صحیح قول یہہ ہے کہ یہہ ہبہ صحیح نہیں مگر جب عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی
اور ایسا ہی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فصولین
اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اوسکا ہو یعنی ادا کرنیوالے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا
کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین ہم سے وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں
ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقرلہ
قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہہ صورت نہیں جب دائن یہہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور میرا نام
یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اوسکے اخبار ہونیکے نہ تملیک ہونیکے تو مقرلہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی
البزازیہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں دین کے احکام سے ہم تو اگر مدیون مقرلہ کو دیدیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اسیطرح مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین
الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ
باطل فتامل اور اسیطرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیہ وغیرہا میں کہتا ہون اور یہہ تو مشکل ہے اسواسطے
کہ اپنی ذات کیطرف نسبت کرنیسے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرلے ہم جواب اشکال کا یون ممکن ہے
کہ مراد یہہ ہے کہ جو میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام
معزیا لصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدہ میں بزازیہ کی
کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونون شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جاوے تو عطائے سلطانی اوسی شخص کے واسطے

ہو گی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا انتہی اخرہ م مضمون عبارت بزازیہ یون ہے کہ جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونون نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھہ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھہ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح
اور عطا اوسیکو دیا جاویگا جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی ہو اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضای غیر کو اسمین دخل نہیں کذا فے
الظہیریہ والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع صدقہ مثل ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطای غیر واجب ہے اسیطرح صدقہ بھی ہے اور دونون
احکام میں یکسان ہیں وحینئذ لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت میں یعنے جب صدقہ مثل ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح
یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ میں صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ
مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقے میں مقصود ثواب ہے نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اسمین رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال
صدقۃ فالقول للواہب خانیہ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے کہا ہبہ ہے یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھکو پھیر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے
کہا صدقہ ہے یعنی پھیر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فے الخانیہ **فائدہ جلیلہ** سید حموی نے کہا کہ جاننا چاہئے کہ تملیک سے ہبہ
ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہے اور جب تک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اسمین علما کا اختلاف ہے بعضون نے کہا جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ
جائز نہیں بقاعدہ ہبہ کے ہے اور اکثر علما اسپر ہین کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دو شے ہین باعتبار نام کے
بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغایرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغایرت اسواسطے ہے کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار
کرے تو جائز ہے پس ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی پر لوگون کا عمل ہے اور مقر کی موت سے پہلے
تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح میں ہے ہکذا فی العطایا **فرع** مسائل متفرقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسألہ تملیک ارض محدودۃ فامر
السلطان بالتوقیع فکتب کاتبہ جعلتہا ملکا لہ ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السؤال بالقصۃ
مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک زمین محدود کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اوسکے منشی نے لکھدیا
کہ اوس زمین کا مین نے اسکو مالک کردیا تو اس تملیک میں قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ ہان قیاس یہی ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن چونکہ
پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کردیا گیا ہے وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی پس جیسا کہ سوال
مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہ ہیں کذا فے الحلبی وفی اعطت زوجہا مالا بسؤالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان کانت وہبتہ
او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لانہ ... عورت نے زوج کو مال دیا اوسکے سوال
پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف مین پھر اس مال کو زوج کے بعض قرضخواہ پاگیا اگر زوجہ نے اسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے
پھیر لینا جائز نہین اور اگر اوسنے دیا ہو تاکہ زوج اسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہے زوج کو دفع
لابنہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے
اپنی فرزند کو مال دیا کہ وہ اسمین تصرف کرے سو اوس نے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مرگیا اگر باپ نے اوسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال
فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنی وہ مال سب وارثون میں تقسیم ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی میں ہے بعث الیہ بہدیۃ فی اناء ہل یباح
اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت لذتہ یباح ولا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا لا ایک شخص نے
دوسرے کو کہانا تحفہ بھیجا برتن میں کیا اسکا کہانا لینا برتن میں مباح ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر کہانا ثرید ہو یعنی روٹی شوربے میں بھیگی ہو یا مانند اسکے اس قسم کا
کہانا کہ اگر اسکو دوسرے برتن میں رکھے تو لذت اوسکی جاتی رہے تو اسمین کہالینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین
بے تکلفی ہو تو بھی اسمین کہانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن میں اور پھیرنا ظرف کا رواج اور عادت ہے چنانچہ

پیالی اور تھیلی وغیر ذلک تو وہ شخص اُسکا مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھلون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اُسکا پھیر دینا لازم نہیں پھر جب تحفہ نہ ٹھیریگا تو امانت ہوگا دعا قوما الی طعام ففرقھم علی اخونۃ لیس لاھل خوان مناولۃ اھل خوان اخر ولا اعطاء سائل وخادم وھرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب لرب البیت الا ان یناولہ المضیف للعادۃ بلا اذن عادۃ وتمامہ فی الجوھرۃ ایک شخص نے ایک قوم کو کھانے کی دعوت کی اور لوگونکو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والیکو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز نہیں اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہی اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اُسکو جلی روٹی دیدے تو جائز ہی کیونکہ عادت مین اُسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اُسکا جوہرہ مین ہے مترجم کہتا ہے کہ قیاس تو یہی ہو اور استحسان مین یہ ہے کہ جو شخص اُس ضیافت مین ہو اُسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد وہ خادم ہی جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہی پھر جب اُسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولے دینا جائز نہوگا جوہرہ مین ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اُسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اُس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اُسکو اُسمین تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی الاشباہ لا جبر علی الصلات اور اشباہ مین ہے کہ جبر نہین صلون پر م صلات جمع ہی صلہ کی اور صلہ عبارت ہی ادای مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی من المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجۃ وعین موصی بھا ومال وقف صلون پر زبردستی نہین مگر چار صلون پر زبردستی ہی شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اوس چیز مین جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال مین م تو مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہی و لہذا اگر شفیع مرجاوے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہی ایک رائے ہے لیکن دوسری راے وہ عوض ہی کیونکہ وہ حبس کا بدلا ہی اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہوا اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہی اور چھٹی صورت ادای دیت ہی عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہی کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیات الوھبانیۃ علی وفق ما فی شرح للشرنبلالی فقلت وواھب دین لیس یرجع مطلقا + وابراء ذی نصف یصح المقرر + اور البتہ مین ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہی شرنبلالی کی شرح کے موافق تو مینے یون کہا اور دین کا ہبہ کرنیوالا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والیکا ابرا کرنا صحیح ہی اور یہی قول محرر اور محقق ہی م ابرای نصف دین کی یہ صورت ہی کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص نے معاف کر دے تو اگر دائن نے یون کہا کہ مینے اپنا حصہ معاف کر دیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہی اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مینے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلی صورت کیطرح اُسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی علی التحقیق ولو ترکہ ظلمۃ لھا + اذا وھبت مھرا ولم یوف یخفر م جب کہ عورت نے اپنے زوجکو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم کرنے پر زوجہ پر اور زوج نے شرط مذکور پوری کی تو زوجکو نقصان ہوگا م صورت اسکی یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کی یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اُسکو حج کے واسطے لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہان اگر زوج تادیب کی غرض سے زوجہ کو ماریگا تو البتہ مہر معاف ہو جائیگا اسواسطے کہ جو حق زوج ہی وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر وتعلیق تطلیق بابراء مھرھا + ونکاح اخری نوع بر فیظفر + طلاق کا معلق کرنیوالا عورت کی ابراء مہر اور دوسری عورت کی نکاح کرنے پر اگر ابراکو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی م صورت اسکی یہ ہو کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرے اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجکو معاف کر دے تو تو طالق ہی پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نکیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہی ولو قبض الانسان کل مبیعہ + فابرأ یؤخذ منہ کما لہ یظہر + اور اگر آدمی نے اپنی مبیع کا مال یعنی ثمن اُسکا لیا پھر ثمن اُسکا معاف کر دیا تو ثمن مذکور اوس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہی م ابراء ثمن کی یہ صورت ہی کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اُسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کر دیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہی اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا اُسکو

بائع سے ہبہ لیگا اسیطرح اگر وارث بعد قبض دین مدیونکو دین معاف کردے تو مدیون اوس دین سے بری ہوگا [illegible] وهب أرضاً في البناء صحيحة + وعندي فيه
وقفة [illegible] یعنی بے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہی اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہی تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے قلت وجه توقفي
تنهم بيحصون كتاب الرهن بان رهن البناء دون الارض وعكسه لا يصح لانه كالشائع فتامله مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ
مین معلوم کرنا فقہا کا ہی کتاب الرہن مین اس مسئلہ کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہین ہی اسلئے کہ یہ شائع کے
مانند ہی تو اسمین تامل کرو پہل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہی شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور
دلیل مسئلہ کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین لی ہی اور بائع نے مجکو عمارت اوسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت
دونون مول لی ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پہر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسلئے کہ بیان کی صحت تقدم ملک ارض سے
حاصل ہوتی ہی اور لائق یہ ہے کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہو اسلئے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن
عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی اور کافی مین ہے کہ اگر ظرف مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پہل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گہر مین
اور من بہر اناج ڈہیر سے اور موہوب لہ کو کہیت کاٹنے اور پہل توڑنے اور زیور اوکہیڑنے اور عمارت ڈہانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے
امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اوس نے علحدہ کرنیکے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن ندے اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان
اوسپر لازم ہوگا انتہے تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹہیرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنی صحت ہبہ عمارت بلا ارض مشہورت مین ہی جب کہ
واہب نے عمارت ڈہانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اوسپر عمل کیا کذا فی الطحاوی [illegible] بالاظهر لما في العمادية عن خواهر زاده
انه لا يرجع واختاره بعض المشايخ اور اشارہ کیا مینے بلفظ اظہر جو تیسری بیت مین اوس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہے خواہرزادہ سے کہ [illegible] مشتری بائع
سے ثمن نہ پہیر لے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی ويظفر اي ينكح [illegible] لانه رده للابناء ابطله فلاحنث فليحفظ اور بلفظ ظفر اشارہ
کیا تیسری بیت مین یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفر یاب ہوا [illegible] اور [illegible] طلاق [illegible] ابطال کردیا تو مترتب
نرہی سو اسکو یاد رکہنا چاہیئے **خاتمہ** تاتارخانیہ مین ہی طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو جیسا کہ [illegible]
الحلال اکول نہو جیسا کہ گوشت اور مانند اسکے تو اپنی ہمنشینون اور ساتہیون کو اسمین سے کچہہ ندے اور اگر [illegible] الحلال کہانے کے لائق [illegible] تو صحبت والون کو
اسمین سے کچہہ دے اور باقی اپنے اہل و عیال کے واسطے رکہے سراج وہاج مین ہے ایک مرد مرگیا سو دوسرے شخص نے اوسکے فرزند کو کپڑا بہیجا اوسکے کفن کے
واسطے تو اوس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا اور کپڑے سے کفن [illegible] کرے اور وہ کپڑا [illegible] اسلئے رکہہ چھوڑے یا [illegible] نہین جواب یہ ہے کہ اگر میت بزرگ
شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اوسکا مالک نہین [illegible] کفن دیا تو کپڑے کا [illegible]
اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہے کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے انتہے [illegible] واللہ اعلم [illegible] سیدنا و شفیعنا
محمد و آلہ و صحابہ اجمعین +

خاتمۃ الطبع الحمد للہ والمنہ کہ جلد تیسری کتاب **غایۃ الاوطار** ترجمہ [illegible] صفہ
الخیر مین تصحیح اور تحشیہ اور تکمیل بندہ ضعیف **محمد احسن** صدیقی سے مطبع صدیقی بانس بریلی مین حلیہ طبع سے آراستہ ہوئی اللہ تعالی
سے امید ہی کہ دونون جلدین باقی بہی اپنے فضل و کرم سے کمال کو پہنچا کر مطبوع خلائق کرے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ربنا تقبل منا
انک انت السمیع العلیم و صلی اللہ علی مبلغ الرسالۃ و اصل الشریعۃ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ❁

اشتہار

حقوق اس کتاب کے حسب قانون بستم ۱۸۶۷ ع محفوظ کرلیئے گئے ہیں کوئی صاحب بدون اجازت مہتمم مطبع کے قصد طبع نہ فرمائیں

التماس

جس جلد کے ٹھپے پر ناظرین مہر طغرائی اعتبار نپائیں اُسکو مسروق جانکر قصد خریداری نفرمائیں

تنبیہ

واسطے مستند ہونے کے کہ یہہ کتاب مطبوع مطبع صدیقی کی ہے سطر اول عنوان لوح کی [illegible]



LIBRARY
Books
Call
Sub ۲۸۲